نفحاتِ عنبری

شرح

غزلیاتِ نظیری

از

پروفیسر محبوب الٰہی

نظیری ایں عبیر از عشق ساز د
کہ ایں عطر کز گلزار او نیست

نفحاتِ عبیری

شرح

غزلیاتِ نظیری

جلد اوّل

از

محبوب الٰہی پروفیسر اورینٹل کالج فتحپوری دہلی

ناشر

مکتبہ الٰہیّہ دہلی

(علمی پریس دہلی)

تقریظ

از جناب شمس العلماء حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب زاد مجدہٗ سابق پروفیسر سینٹ اسٹیفن کالج دہلی صدر شعبہ عربی و فارسی و اُردو دہلی یونیورسٹی

نظیری فارسی کے خیال بند شعراء میں ایک بلند پایہ شاعر ہے۔ اور اس کا کلام سہولت الفاظ کے باوجود مشکل، اسی لئے اس کی کلیات کی شروح لکھی گئیں اور فارسی میں لکھی گئیں جو اس زمانہ میں کمیاب بلکہ نایاب ہیں۔ اُردو میں ابتک (جہاں تک مجھے علم ہے) کسی نے اس کی شرح نہیں لکھی حالانکہ کتاب یا اس کا کم و بیش انتخاب اکثر یونیورسٹیوں کے نصاب میں داخل ہے اور طلبہ کو شرح کلیات نظیری کی ضرورت رہتی ہے۔ اسی کمی اور ضرورت کو پورا کرنے کیلئے جناب مولوی محبوب الٰہی صاحب پروفیسر اورنٹیل کالج فتحپوری دہلی نے یہ شرح لکھی ہے اور بہت خوب لکھی ہے۔

میں نے کتاب کو جستہ جستہ پڑھا اور طلبہ کیلئے اسے نہایت مفید پایا۔ یہی ہونا بھی چاہئے تھا کہ جناب مولوی محبوب الٰہی صاحب کو فارسی سے خاص ذوق ہے اور شعر کے مفہوم سمجھنے میں خاص ملکہ ہے۔ اسی لئے کلیات نظیری کی شرح جیسی کتاب میں جو باتیں ہونی چاہئیں وہ سب اس میں موجود ہیں۔ اہم الفاظ کی تحقیق، محاورات کی تنقیح، معلقات کی توضیح، عروض کی ضروریات، بیان بدیع کا اشارات قرآن و حدیث کی تلمیحات، تصوف کے نکات، صوفیہ کے واردات، مختلف علوم و فنون کی اصطلاحات کی ضروری تشریحات، غرض وہ کونسی بات ہے جو فہم کلام نظیری کیلئے ناگزیر ہے اور اس کتاب میں نہیں۔ طرز بیان بھی جناب مولوی صاحب کا تعلیمی اور صاف و سلیس ہے۔ اس لئے مجھے امید ہے کہ اہل علم اس کتاب کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ اور طلبۃ العلم اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں گے فقط۔

عبدالرحمن

تقریظ

از جناب سید منظور حسین صاحب موسوی پرشین پروفیسر و صدر انجمن علوم مشرقی اینگلو عربک کالج دہلی

ہندوستان کے ایرانی نژاد شعراء میں نظیری ایک بلند پایہ اور صاحب کمال شاعر سمجھا جاتا ہے۔ تغزل اس کا کمال کا جوہر ہے اور معاملہ بندی اسکا طرۂ امتیاز۔ ایسے باکمال شاعر کے کلام کی شرح لکھنا کوئی معمولی بات نہیں، اور پھر شرح بھی ایسی جو نہ صرف طلبہ کیلئے مفید ہو بلکہ صاحبان نظر بھی اسے کارآمد سمجھیں۔ مجھے مسرت ہے کہ مولانا مولوی محبوب الٰہی صاحب پروفیسر اورنٹیل کالج فتحپوری نے اپنی شرح نظیری کو ان دونوں طبقوں کیلئے یکساں مفید بنایا ہے۔ اس شرح نظیر شرح میں وہ تمام خصوصیات جو ایک مکمل شرح کیلئے لازمی ہیں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ تلمیحات کی تصریح محاسن کلام کی توضیح اور الفاظ کی تشریح حسب ضرورت کی گئی ہے۔ اس کیساتھ ہی مولانا کی بامحاورہ اور سلیس اُردو نے کتاب کو اور بھی قابل قدر بنا دیا ہے مجھے امید ہے کہ طلبہ عموماً اور اہل علم خصوصاً اس بے نظیر شرح کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے اور مولانا ممدوح کی اس ادبی خدمت کی خاطر خواہ داد دیں گے۔

منظور حسین موسوی

مقدمہ

از جناب مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی فاضل دیوبند ایم۔ اے پروفیسر مشن کالج دہلی

غزلیات نظیری کو فارسی لٹریچر میں جو اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یہ مجموعہ تقریباً فارسی کے ہر اعلیٰ کورس میں داخل ہے اور اس بناء پر بعض اصحاب نے اس کے حاشیے لکھے۔ اور پنجاب سے کئی ایک اس کے ترجمے اور شرحیں بھی شائع ہوئیں۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ وہ سب نامکمل اور بعض تو نہایت ہی خطرناک غلطیوں سے پُر ہیں۔ ضرورت تھی کہ اس کی ایک ایسی جامع شرح لکھی جائے جس سے طلبا کو نظیری کے سمجھنے میں ہی نہیں بلکہ اس کے کلام کے محاسن معلوم کرنے میں آسانی ہو اور ان میں فارسی شاعری کا صحیح ذوق پیدا ہو سکے۔ اس ضرورت کے پیش نظر میرے محترم دوست مولانا محبوب الٰہی صاحب منگلوری نے غزلیات نظیری (تا حد نصاب) کی شرح لکھنے کا ارادہ کیا۔ اور مجھ کو بڑی خوشی ہے کہ کچھ عرصہ کی عمیق مصروفیت کے بعد اب وہ اس کو ملک کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ موصوف فاضل دیوبند ہونیکے علاوہ پنجاب یونیورسٹی کے مولوی فاضل اور فرسٹ کلاس منشی فاضل ہیں۔ تیرہ سال سے مدرسہ عالیہ فتحپوری میں منشی فاضل اور مولوی فاضل کلاس کو تعلیم دینے کا تجربہ رکھتے ہیں خود ان کا فارسی شعر و شاعری کا ذوق نہایت پاکیزہ اور سلجھا ہوا ہے۔ جی میں آتا ہے تو وقتاً فوقتاً فارسی میں غزل بھی کہہ لیتے ہیں۔ یہی وجہ کہ میرے نزدیک یہ شرح ابتک کی تمام شرحوں سے زیادہ مکمل، مفید اور تعلیمی اعتبار سے طلباء کی تمام ضرورتوں کو باحسن وجوہ پورا کرنے والی ہے آپ نے اپنی شرح میں امور ذیل کا التزام کیا ہے جن کو مطالعہ کرنے والے اصحاب ہر مقام پر پائیں گے۔

خصوصیات شرح (۱) ہر غزل کی بحر، ارکان اور تقطیع کے بیان کا التزام رکھا ہے۔ (۲) تشریح کے عنوان کے ماتحت حل لغات، اشتقاق، جملہ کی ترکیب نحوی اور نسخوں کی تصحیح کی گئی ہے (۳) ترجمہ قوسین میں اضافوں کے ساتھ اس خوبی سے کیا ہے کہ ترجمہ ہی مطلب بن گیا ہے (۴) توضیح کے عنوان سے مطلب کو اور واضح الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ نیز آیات و احادیث کی طرف تلمیحات کو واضح کر دیا ہے۔ (۵) شعر کے ماحصل اور شاعر کے مقصود کو مختصر مگر جامع الفاظ میں خلاصہ کے عنوان کے ماتحت بیان کر دیا ہے۔

(۶) عنوان اشارہ قائم کر کے صنائع و بدائع اور شعر کی معنوی خوبیوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔

(۷) جا بجا بلند پایہ شعراء کے اُردو فارسی ہم مضمون اشعار ثبت کر دیئے ہیں جن سے اشعار کی مراد سمجھنے میں بہت کافی مدد ملتی ہے۔

(۸) بہت سے اشعار کو خود نظیری کے اشعار سے حل کیا ہے۔ اور ایک مضمون کے متعدد اشعار یکجا جمع کر دیئے ہیں۔

ان خصوصیات کے علاوہ بہت سے ایسے مشکل اور مغلق اشعار جن کی تشریح و توضیح سے اکثر شارحین نے پہلوتہی کی ہے۔ موصوف نے کافی غور و خوض فرما کر ان کو پوری طرح حل کر دیا ہے۔ چنانچہ ناظرین

حسب ذیل اشعار[۱] کی شرح کا اگر دوسرے شارحین و مترجمین کی آراء سے مقابلہ کریں گے تو یہ حقیقت خود بخود ان پر واضح ہوجائے گی۔

برفلک تا بہ مسیحا رشتۂ زنار ما — برزمین منصور افراز ستون دار ما
صفا از عقدہ دلہاست آں زلف معقد را — بحمد اللہ کہ ربطے ہست با مطلق مقید را
وجود مرکز پرکار ہستی کے شدے ثابت — احد خوب قاب قوسین ار نبودے میم احمد را
گرم جام صبح بے صفت فقر پر کنند — خورشید سرنگوں نکند کاس شام را
خالم جم شکستہ تن ہیکل عشق ساختہ — منظر دوست کردہ دل جام جہاں نمائے را
ازچاہ غبغبش بدر آوردہ ماہ را — برماہ عقرب سیہش بستہ راہ را
آمیزش از صلاح دو یکدل بہم رسد — جائے کہ نار مار مثل شد دو تا متاب
شوقے اگر نجات ز خود بیغیت دہد — بگریز ورخ ز آئینہ ہم برقفا متاب
در سعی ہیچ نیست سوال از بروں چرا — قفل کشودہ بر در گنج عطا متاب
با حکم قضا ساز کہ در دیر نظیری — مقبول ہماں نیست نمانے کہ قضا نیست
علمے چند ز عیب دگراں بردوزیم — کاں قدر جامۂ رسوائی با علم نیست
معشوقۂ من قبلہ نما، قبلہ نظر گشت — تا گشت نظر از رخ چوں آئینہ برگشت
تا بوسہ گہ خیرہ مذاقاں نہ کند دست — دنداں زدم آں ساعد چوں شاخ شکر گشت
روزگار از خاطرم چوں نیل از خسار شست — آسماں بر آتشم چوں عود در مجمر شکست
ہزار بار بروں میزنند طبل رحیل — ہنوز رخت زا لیواں کسے نبردہ بکاخ

مجھ کو امید ہے کہ غزلیات نظیری کا مطالعہ کرنے والے حضرات اس شرح سے ضرور فائدہ اٹھائیں گے۔ اور اس طرح فاضل شارح کی محنت کی داد دے کر علمی قدردانی کا ثبوت دیں گے۔

حالات شاعر

نام ونسب محمد حسین نام نظیری تخلص۔ نیشاپور وطن تھا۔ اس کے سنہ ولادت کا کوئی ٹھیک پتہ نہیں چلتا۔ تمام تذکرے اس سے خاموش ہیں۔ نظیری کے قصائد کے تتبع سے کچھ تھوڑا بہت اس کی عمر کا اندازہ ہوتا ہے۔ لیکن ان سے بھی کوئی قطعی نتیجہ نہیں نکلتا۔ اس نے اپنے ہاں دو توام بچوں کی پیدائش پر جو قصیدہ کہا ہے اس سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس سے

[۱] یہ چند اشعار ہم نے بغرض نمونہ پیش کر دیے ہیں ورنہ ان سے کہیں زیادہ ہیں ۱۲

قبل اس کے ہاں کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا تھا۔ یا زندہ نہیں رہا تھا اور اس قصیدہ لکھنے کے وقت اس کی عمر تقریباً ۵۶ سال تھی چنانچہ کہتا ہے:-

کنم تلاش فزونی بدین و دانش فرزند — گواہ دولت جد و فضیلت پدر آمد
باین قصیدۂ برجستہ شد تدارک عیم — کہ دختر و پسرم تو اماں بیکدگر آمد
کنوں بجد بلاغت رسد ہمیں بر و سیم — کہ بعد سن بلوغم یک اربعیں بسر آمد

مگر یہ بچے زندہ نہ رہے جیسا کہ دوسرے لڑکے نورالدین محمد کے مرثیہ سے معلوم ہوتا ہے جو لڑکی کے مرنے کے بعد پیدا ہوا تھا۔ اور دس روز کا ہی ہو کر وفات پا گیا تھا نظیری اس واقعہ کو کس درد سے بیان کرتا ہے۔ کہتا ہے:-

موئے سرش بنقرہ برابر گذاشتم — قسمت نگر کہ خاک بموئے میاں فتاد
دختر کہ پارہ ہر دو پسر در عوض بزاد — امسال غبن شد کہ زیاں بر زیاں افتاد
گفتم ز بعد یک چلہ کطہیر او دہم — از اعتکاف یک دہہ ہیچ تاب شد
صبح نخستیم نفسے چند رخ نمود — صبح دوم بہ نیم نفس در نقاب شد

صبح نخست سے پہلا لڑکا مراد ہے جو چند ماہ زندہ رہا۔ اور صبح دوم سے نورالدین محمد مراد ہے جو چند روز بعد ہی انتقال کر گیا۔ اس کا انتقال اس وقت ہوا جبکہ نظیری خانخاناں کے ہمراہ دکن میں تھا۔ چنانچہ کہتا ہے:-

باشکر دکن گل ایراں سرشتہ شد — در طبع ہند خاصیت گل شکر نماند
سبع الثانی آں ولد ثانیم نماند — ام الولد برفت کہ ام الکتاب شد

نظیری سنہ ۱۰۰۲ھ میں دکن گیا[۱] تھا۔ اس بنا پر ترتیب یہ قائم ہوجاتی ہے کہ نورالدین سنہ ۱۰۰۴ھ کے دوران میں مرا۔ اس سے ایک سال قبل یعنی سنہ ۱۰۰۳ھ میں توام بچوں میں سے بچی ہوئی لڑکی کا بھی انتقال ہوچکا تھا۔ پس یہ توام بچے سنہ ۱۰۰۳ھ کے شروع یا سنہ ۱۰۰۲ھ کے آخر میں پیدا ہوئے ہوں گے۔ اور اس وقت نظیری کی عمر ۵۶ برس کی تھی۔ اس لحاظ سے نظیری کی پیدائش غالباً سنہ ۹۴۶-۴۷ھ میں ہوئی ہوگی۔

شاعری نظیری کو شاعری کا شوق شروع سے تھا۔ اور چونکہ ملکۂ شعر گوئی خداداد تھا۔ اس لئے آغاز مشق ہی سے اس کی شہرت ہو چلی تھی۔ کاشان میں مقامی اساتذہ شعر و سخن حاتم۔ فہمی۔ مقصود۔ خردہ۔ شجاع۔ رضائی کے مقابلہ میں ان کی غزلوں پر غزلیں کہیں اور اس جدت ادا کے ساتھ کہیں کہ اس کی شہرت کو چار چاند لگ گئے۔

خانخاناں سے تعلق یہ وہ زمانہ تھا جبکہ عبدالرحیم خانخاناں کی علم پروری و فیاضی کا شہرہ دور دور تک پھیل چکا تھا۔ نظیری نے بھی اس کے دربار کا ارادہ کیا۔ اور آگرہ میں خانخاناں سے ملاقات کی۔ خانخاناں کے دربار میں عرفی۔ انیسی اور شکیبی اور بھی بڑے بڑے شاعر موجود تھے۔ لیکن نظیری کو ان سب سے زیادہ دربار میں رسوخ حاصل تھا۔ خانخاناں اس کی ہر طرح دلجوئی کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔

[۱] گلزار ابرار ۱۲

ایک مرتبہ نظیری نے خانخاناں سے کہا کہ لاکھ روپیہ کا ڈھیر لگایا جائے تو کس قدر ہوگا؟ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ خانخاناں نے لاکھ روپیہ منگوا کر سامنے رکھ دیے۔ نظیری نے خدا کا شکر ادا کیا اور کہا کہ آج آپ کی بدولت میں نے لاکھ روپیہ تو دیکھ لیے۔ خانخاناں نے یہ روپیہ نظیری کے گھر بھجوا دیے۔

نظیری کو خود بھی خانخاناں کے اس تعلق پر ناز تھا۔ ایک دفعہ خانخاناں نے انیسی کو ایک خط لکھا اور اس کے حاشیہ پر نظیری کو بھی سلام لکھ دیا۔ نظیری اسے برداشت نہ کر سکا۔ اور ایک قصیدہ میں اس طرح اس شکایت کا اظہار کیا۔

لاے دو سہ مخصوص دل ما نکشیدے — مخدوم چنیں یاد نہ کرد دست خدم را
مانام خود از حاشیہ بستیم کزیں بیش — مہمان طفیلی نتواں بود قلم را

اکبر کے دربار سے تعلق — خانخاناں کی وساطت سے نظیری کا تعلق اکبر کے دربار سے ہوا۔ اول اول جب نظیری اکبر کے دربار میں پہنچا تو وہاں جہانگیر کے فرزند تولد کے جشن کا سامان ہو رہا تھا۔ غالباً یہ خسرو کی پیدائش کا جشن تھا۔ نظیری نے اس موقع پر ایک مرصع قصیدہ لکھ کر پیش کیا۔ جس میں وہ اپنے حاسدین کا بھی اس طرح ذکر کرتا ہے۔

جماعتے ز سفیہان تیرہ طبع دنی — مدام در پیش افتادہ اند ہمچو ہلال
ز بے تمیزی این ناقدان کم مایہ — گہر بقدر خزف گشتہ زر بنرخ سفال

حج — چند برس تک یہاں رہنے اور دشمنوں کی ریشہ دوانیوں سے تنگ آ جانے کے باعث نظیری نے حج کا ارادہ کیا۔ اور بانداز حسن طلب خانخاناں کی خدمت میں ایک قصیدہ لکھ کر پیش کیا جس میں سفر حج کے اخراجات کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ خانخاناں نے سفر کا سامان کر دیا۔ وہ سورت کی بندرگاہ سے جہاز پر سوار ہو کر مکہ معظمہ پہنچا۔ راستہ میں بدوؤں نے لوٹ لیا۔ مگر وہ حج و زیارت سے مشرف اندوز ہوا[۱]۔ مولانا شبلی نعمانی کی تحقیق یہ ہے کہ یہ سفر ۱۰۰۲ھ میں ہوا ہے۔

شاہزادہ مراد کے دربار سے تعلق — حج سے واپس آ کر نظیری نے شاہزادہ مراد کے دربار میں رسائی پائی۔ شاہزادہ مراد سے نظیری کو قلبی تعلق تھا۔ اور وہ علاوہ شاہی عزت و احترام کے اس سے دلی محبت کرتا تھا۔ چنانچہ شاہزادہ مراد کی وفات پر اس نے جو مرثیہ کہا ہے اس کے شعر ہماری آنسو نہیں بلکہ دل اور جگر کے ٹکڑے معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ کہتا ہے۔

اے بزم تیرہ رخ چوں ارغواں کجاست — وے رزم در بہے شگفتی نشاں کجاست
برگ و شگوفہ ریخت ثمر از کجا خورم — بشکست شاخ [illegible] مرا آشیاں کجاست
شوق سجود و حریت تعظیم کمتر ست — آں ناز عتبہ و سر تمکین آستاں کجاست

جہانگیر کے دربار میں رسائی — ۱۰۱۴ھ اکبر کی وفات ہوئی۔ اور جہانگیر تخت سلطنت پر بیٹھا۔ یہ شعراء اور علماء کا نہایت قدر دان تھا اور خود بھی شعر و شاعری کا ستھرا مذاق رکھتا تھا۔ نظیری اس زمانہ میں گجرات قیام پذیر تھا اور تجارت کر کے بسر اوقات کرتا تھا لیکن اس کی شہرت دور دور پھیلی ہوئی تھی۔ جہانگیر نے اسے دربار میں طلب کیا۔ نظیری پایہ تخت میں پہنچا تو جہانگیر ان دنوں شکار میں مصروف تھا۔ تین ماہ

۱ے شعر العجم جلد ۳ صفحہ ۱۱۵-۱۲ ۲ے مآثر رحیمی ۱۲

تک غریب کو انتظار کرنا پڑا۔ آخر کار دربار تک رسائی ہوئی تو انوری کے مشہور قصیدہ ع باز ایں چہ جوانی و جمال ست جہاں را، پر اس نے خود ایک قصیدہ لکھ کر پیش کیا۔ جہانگیر نے خوش ہو کر ایک ہزار روپیہ، ایک گھوڑا، اور خلعت اس قصیدہ کے صلہ میں نظیری کو مرحمت کی۔ جہانگیر نے اس واقعہ کو خود اپنی تزک میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ یہاں رہ کر وقتاً فوقتاً جہانگیر کی عطا بخشیوں سے فیضیاب ہوتا رہا۔ ایک دفعہ جہانگیر نے اس سے ایک عمارت کے کتبہ کی فرمائش کی۔ اس نے یہ غزل لکھی۔

اے خاک درت صندل سر گشتہ سراں را — باد امژہ جاروب رہت تاجوراں را

جہانگیر نے صلہ میں تین ہزار بیگھہ زمین بخشی[۳]۔

ذاتی حالات و اخلاق — مولانا شبلی نظیری کو طماع و حریص بتاتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ اسے زرگری میں کمال حاصل تھا۔ اور تجارت بھی کرتا تھا۔ افسوس ہے کہ ہم اس خیال سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ خانخاناں نے انیسی کے خط میں حاشیہ پر جو نظیری کو سلام لکھا تھا۔ اس کا واقعہ گذر چکا ہے۔ خانخاناں سے نظیری کا اس پر شکایت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خودداری اور عزت نفس کے جذبات سے بالکل عاری نہیں تھا۔ پھر اس کا تجارت میں مشغول ہونا اس کا ثبوت ہے کہ وہ اور شاعروں کی طرح دربار کی مداحی پر تکیہ نہیں کرتا تھا بلکہ اپنے قوت بازو سے کمانے میں بھی تساہل نہیں کرتا تھا۔ رہا مداحی میں بعض جگہ حد سے زیادہ مبالغہ کرنا۔ یہ اس زمانہ کی شاعری کا عام دستور تھا اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اسے دربار میں مقبولیت حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔

عقائد میں تشدد — اس کا ذاتی کیرکٹر اس درجہ مضبوط تھا کہ بعض انتہائی خطرناک مواقع پر بھی نہیں چوکتا تھا۔ اور مسئلہ مسائل کے باب میں جو بات اسے حق معلوم ہوتی تھی اس کو کسی لطیف پیرایہ میں ظاہر کر دیتا تھا۔ اکبر پر ابوالفضل کا جتنا گہرا اثر تھا وہ ہر شخص جانتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود نظیری ایک موقع پر ابوالفضل کے ملحدانہ خیالات اور دربار اکبری کے آزادانہ مذاکروں اور مباحثوں پر نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

طبیعت ہمہ ابنائے دہر ملحد شد — وے ز فطنت تو بر طرف فتاد الحاد
اگرچہ فضلہ از فاضلان جاہل دہر — بہ طمع جاہ و غنا کرد مذہبے ایجاد
پس از حصول مرادات حال آں فاسد — مثل چو باغ گشت و حسرت شداد

ترک دنیا — وفات سے چند سال پیشتر وہ دنیا کے مخمصوں سے تنگ آ کر گوشہ نشین ہو گیا تھا۔ ۱۰۲۰ھ میں گجرات سے آگرہ آیا۔ اور یہاں خانخاناں کو اپنا دیوان حوالہ کر کے پھر گجرات چلا آیا۔

وفات — ۱۰۲۳ھ احمد آباد میں انتقال کیا۔ مکان کے قریب ایک مسجد بنوائی تھی اسی میں مدفون ہوا۔ یہ مآثر رحیمی کی روایت ہے ورنہ اور تمام تذکروں میں سال وفات ۱۰۲۱ھ لکھا ہے۔ ہم نے سن ولادت کے متعلق اپنا جو اندازہ شروع میں لکھا ہے اگر وہ صحیح ہے اور سن وفات ۱۰۲۱ھ مانا جائے تو اس حساب سے اس کی عمر ۷۴، ۷۵ سال کی ہوتی ہے۔

خصوصیات کلام — نظیری کی خصوصیات کلام پر تفصیلی گفتگو کرنے کے لئے ایک فرصت درکار ہے اور یہاں اس کی گنجائش نہیں۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ نظیری قصیدہ گوئی میں اپنا کوئی خاص رنگ قائم نہیں کر سکا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خاقانی عرفی اور

۳ے ید بیضا بحوالہ شعر العجم ۱۲

انوری نے قصیدہ نگاری کا جو معیار قائم کر دیا تھا۔ اس سے تجاوز کرنا اس خاص صنف میں غیر معمولی انہماک اور مشق و مہارت کا طالب تھا۔ اور غالباً نظیری کو اپنی خاص افتادِ طبع کے باعث اس کا موقع نہیں ملا لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فارسی غزل گوئی میں اس نے معنوی اور صوری دونوں حیثیتوں سے بہت کچھ ترقی کی۔ اور اس میں وہ وہ جدتیں پیدا کیں کہ فارسی تغزل کی شان کہیں سے کہیں پہنچ گئی۔

نظیری و عرفی میں چشمک عرفی اور نظیری کے درمیان کافی چشمک رہی چنانچہ نظیری نے عرفی کے ایک ہم طرح قصیدہ کا جواب لکھا گو بقول علامہ شبلی اعتراضات میں اس کو پوری کامیابی نہیں ہوئی تاہم اس نے وہ وہ باتیں نکالیں کہ اگر ممدوح زود رنج ہوتا تو یقیناً عرفی راندۂ درگاہ قرار دیدیا جاتا۔

فیصلہ صائب میرزا صائب نے نظیری کے تفوق کا کھلے الفاظ میں صدقِ دل سے اعتراف کیا ہے اور عرفی کا مرتبہ نظیری سے کم قرار دیا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔

صائب چہ خیال ست کہ شوی ہمچو نظیری
عرفی بہ نظیری نرسانید سخن را

نظیری کے تغزل کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسان کی نفسانی کیفیات کا نہایت ژرف نگاہی سے مطالعہ کرتا ہے۔ اور پھر قدرتِ بیان و شستگی زبان کی وجہ سے اسے اس طرح پیش کرتا ہے کہ وہ معنوی چیزیں پیکرِ محسوسات میں آکر آنکھوں کے سامنے چلتی پھرتی نظر آنے لگتی ہیں۔ مثال کے لئے اشعارِ ذیل ملاحظہ کیجئے۔

از کف نمی دہد دلِ آساں ربودہ را
دیدیم زور بازوئے ناآزمودہ را

نکتہ سنج جانتے ہیں اس شعر میں "دل آسان ربودہ را" اور "بازوئے ناآزمودہ را" ان دونوں کے امتزاج نے کیا لطف پیدا کر دیا ہے۔
عاشق کا دل نہایت تنگ ہوتا ہے کہ اس میں سوائے محبوب کی یاد کے کسی اور چیز کی مطلقاً گنجائش نہیں ہوتی۔ یہ ایک عام مضمون ہے لیکن نظیری اس کو کس خوبی سے ادا کرتا ہے۔

بدل تنگی کنم دل خوش ہمیشہ
کہ تنہا جائے غمہائے تو باشد

"جائے غمہائے تو" کہہ کر اس نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے کہ محبوب کا غم دراصل غم نہیں! بلکہ وہ تو عین زندگی کی تمنا اور منتہائے آرزو ہے۔ عاشق کو خود اپنی جان کا دشمن زمانہ بتاتا ہے۔ مگر اسی مضمون کو نظیری نے کس لطیف پیرایہ میں ظاہر کیا ہے۔

باخودم دشمن جان باید بود
چہ کنم دوست عدو افتاد است

تو بخویشتن چہ کردی کہ بما کنی نظیری
بخدا کہ واجب آمد ز تو احتراز کردن

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ نظیری چونکہ فطرۃً بڑا خدا پرست تھا۔ اس لئے اس کے کلام میں تصوف کا عنصر کافی پایا جاتا ہے۔ وہ حافظ شیرازی کی طرح تمام زندگی ایک "خندہ عیش" بنا کر ہی صرف نہیں کرنا چاہتا بلکہ اس کو یقین ہے کہ زندگی کے لئے مسرت و غم دونوں توام ہیں اور ایک مبصر کا فرض ہے کہ وہ دونوں میں توازن باقی رکھے، اس کے نزدیک یہ دنیا

مزرعۂ عمل ہے جب تک انسان محنت و مشقت کا عادی نہیں ہوگا اسے راحت نہیں مل سکتی۔ چنانچہ کہتا ہے۔

نیست ممکن بہ زندگی آرام
تا نفس باقی ست در تگ و پوست

فرحتے نیست کہ در پہلوئے آں صد غم نیست
روز مولود جہاں کم ز شب ماتم نیست

گفت و شنود دوستاں مایۂ عیش میشود
آنکہ شمردہ زد نفس ہمدمئ ملک نخواست

تا یک دلت پسند کند قرب او مجو
سرمایۂ قبول در انکار عالم ست

ایک اور غزل میں کہتا ہے۔

گریزد از صفِ ما ہر کہ مرد غوغا نیست
کسے کہ کشتہ نشد از قبیلۂ ما نیست

ہوائے وصل کسے میکند کہ بوالہوس است
دراں دلے کہ محبت بود تمنا نیست

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ بسا اوقات پہلے مصرعہ میں ایک دعویٰ کرتا ہے اور پھر دوسرے مصرعہ میں اس کو ثابت کرنے کے لئے مادی اشیاء میں سے کسی شے سے استدلال کرتا ہے۔ مثلاً اشعارِ ذیل دیکھئے۔

لبِ غنچہ نشگفتہ تاراج خزاں رفت
رسمے است کہ رہزن زندہ از قافلہ پس را

حسن چندے سر بدل شوخی و رعنائی دہد
شہ چو گیرد مملکت اول بہ یغمائی دہد

ز اظہارِ محبت بر زبان خلق افتادم
چو محتاجے کہ گنجے یابد و ظاہر کند دوش

محبت در دل غمدیدہ الفت بیشتر گیرد
چراغے را کہ دودے ہست در سر زود در گیرد

چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ بعض معنوی کیفیات کو ادا کرنے کے لئے وہ جن الفاظ کا انتخاب کرتا ہے وہ اس معنی پر اس طرح منطبق ہوتے ہیں کہ ان لفظوں کی بجائے اگر کوئی اور لفظ اس جگہ پر رکھدیا جائے تو معنی اس خوبی سے ادا نہیں ہو سکتے۔ مثلاً عاشق و محبوب میں مدت کے بعد ملاقات ہوئی ہے دونوں راز و نیاز کی باتیں کر رہے ہیں۔ نظیری اس صحبت کا نقشہ اس عجیب و دلکش طریقہ سے کھینچتا ہے۔

چہ خوش است از دو یکدل سرِ حرف باز کردن
سخن گذشتہ گفتن گلہ را دراز کردن

اثرِ عتاب بردن ز دل ہم اندک اندک
بہ بدیہہ آفریں بہ بہانہ ساز کردن

حقیقت یہ ہے کہ اس مضمون کے لئے اس سے بڑھکر کوئی اور طریقہ اظہار ہو ہی نہیں سکتا

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ نظیری نے روزمرہ اور محاورے کثرت سے استعمال کئے ہیں۔ جن سے اسکی لسانی مہارت اور قدرتِ بیان کا اندازہ ہوتا ہے مثلاً

سحر کشیدن :- صبح تک بیچ رہنا۔
بخواب گرفتن :- سوتے میں جا پکڑنا۔

سرِ حرف باز کردن :- باتوں کا دفتر کھولنا۔
نسخہ برداشتن :- کتاب کا نقل کرنا۔

بر پیالہ دست زدن :- ساغر رد کرنا۔
تار ما رشل شدن :- دو غیر جنسوں کا ملنا۔

سعید احمد اکبر آبادی ایم۔ اے

۱؎ سن ولادت کی تحقیق میں میرے فاضل دوست مولانا محبوب الٰہی صاحب نے میری امداد کی ہے اور بقیہ حالات بیشتر اکثر شعر العجم سے اور کچھ خود نظیری کے اپنے کلام سے ماخوذ ہیں۔

عرض شارح

حامداً ومصلیاً ومسلماً

شعرائے متاخرین میں جو قبول عام نظیری کے حصہ میں آیا وہ غالباً اس دور کے کسی اور شاعر کو نصیب نہیں ہوا۔ میرے نزدیک اسکی خاص وجہ عہد متاخر میں متقدمین کے طرز تغزل کو نباہنا ہے بلا شبہ نظیری اس میں کامیاب ہی نہیں بلکہ اپنے ہمعصروں پر سابق رہا خود کہتا ہے؎

تا اقتدا بحافظ شیراز کردہ ایم
گردیدہ مقتدائے دو عالم کلام ما

یہی وجہ ہے کہ دیوان نظیری فارسی کے اس دور انحطاط میں بھی ہندوستان میں مقبولیت عامہ کا مالک ہے۔ غالباً کوئی یونیورسٹی ایسی نہیں جس کے فارسی کورس میں پورا دیوان یا انتخاب شامل نہ ہو۔ پنجاب یونیورسٹی کے منشی فاضل کورس میں تو غزلیات نظیری ایک عرصہ دراز سے داخل ہے اور سچ پوچھئے تو پرچۂ نظم کی جان یہی ہے۔

ترجمہ کرنے والوں نے عام کورس کی کتابوں کی طرح اپنی ذمہ داریوں کا احساس کئے بغیر غزلیات نظیری کے ترجموں کی بھی بھرمار کر ڈالی مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض حضرات مترجمین نے تو بغیر سوچے سمجھے جو بر وقت ذہن میں آیا لکھ مارا۔ ظاہر ہے کہ یہ طریقہ کار طلبہ کے لئے سخت گمراہ کن اور انکی محنتوں کو ضائع کر دینے والا تھا اسوجہ سے دل میں ایک داعیہ پیدا ہوا کہ غزلیات نظیری پر کچھ لکھا جائے۔ اسکے علاوہ میرے احباب نے بھی مجھے مخلصانہ مشورہ دیا کہ اگر یہ کام انجام پا گیا تو طلبہ کیلئے اس پرچہ میں بہت کچھ سہولت ہو جائیگی اور غزلیات نظیری کا مطالعہ کرنیوالے عام حضرات کو بھی مدد ملے گی۔ بنا بریں خدا پر بھروسہ کر کے میں نے کام شروع کر دیا اور کسی حاشیہ اور شرح کو پیش نظر نہیں رکھا کیونکہ خطرہ تھا کہ موجودہ حواشی اور شروح کہیں ذہن کو صحیح سمت سے ہٹا کر غلط راستہ پر نہ ڈالدیں البتہ تسوید کے فارغ ہو کر نظر ثانی کے وقت بحر، اوزان اور تقطیع کا مقابلہ حافظ عبدالمجید صاحب کی شرح سے کیا، وزن و تقطیع کے لحاظ سے کہیں اختلاف نہیں پایا۔ صرف چند بحور کے ناموں میں اختلاف نظر آیا لیکن قواعد عروض کے تتبع کرنیکے بعد مجھے اپنی تجویز میں تغیر کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ بعض اشعار کے مطلب کا مقابلہ بھی حافظ صاحب موصوف اور دیگر شارحین کی شرح سے کیا اور مولوی صادق علی صاحب کے حاشیہ کو بھی دیکھا بصورت اختلاف اگر کسی شعر میں اپنے بیان کردہ مطلب کیساتھ دوسرے محشی یا شارح کی توجیہ بھی صحیح ہو سکتی تھی تو اسکو ثانوی درجہ میں نقل کر دیا ورنہ ترک کر دیا ترجمہ کرتے وقت محاورہ اور سلاست عبارت کیساتھ ساتھ اس امر کا لحاظ بھی پورا رکھا ہے کہ طلبہ کو ہر ہر لفظ کا ترجمہ سمجھ میں آجائے۔ اپنی ان تمام امکانی کوششوں کے باوجود مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ انسانی ذہن خطا و سہو سے منزہ نہیں یقیناً مجھ سے خطاءً یا سہواً غلطیاں ہوئی ہوں گی۔ ناظرین سے امید ہے کہ وہ اصلاح فرمالیں گے اور مجھ کو بھی میری غلطی پر متنبہ فرمادیں گے۔ تاکہ آئندہ اڈیشن میں اس کی مکافات کی جاسکے۔

بد و خوبم ہمہ پس پشت نہادم
شنیدستم کہ تو خوردہ نہ گیری
وے گر زلتے یابی زانصاف
مرا آگہ کنی عذرم پذیری

احقر محبوب الٰہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بحر:- ہزج مثمن سالم۔ **ارکان:-** مفاعیلن ہشت بار۔

تقطیع:-

إذا ما شئتَ ان تحیی	حیوۃً حلوۃ المحیی	برسوائی	برآور سر	زمستوری	بروں نہ پا
مفاعیلن مفاعیلن	مفاعیلن مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن

اِذا ما شئتَ اَن تحیی حیوۃً حلوۃَ المحیا ١ برسوائی برآور سر زمستوری بروں نہ پا
حدیثِ حسن و مشتاقی درونِ پردہ پنہاں بود ٢ برآمد شوق از خلوت نہاد ایں راز بر صحرا
زخط و خالِ رخسارش قضا شکلے نمود اول ٣ قلم برداشت ہر ذرہ ورق پر گشت از انشا

(١) **تشریح:-** اذا حرف شرط۔ شئت۔ صیغہ واحد مذکر مخاطب۔ تحیی۔ فعل مضارع از حیات۔ حلوۃ۔ شیرینی۔ محیا۔ زندگی گذارنے کا مقام۔ اور بمعنی زندگی۔ **ترجمہ:-** اگر تو شیریں اور راحت و آرام کی زندگی گذارنے کی خواہش رکھتا ہے تو رسوائی (عشق) میں سر برآوردہ بن اور (گوشہ) گمنامی سے باہر قدم رکھ (**توضیح**) یعنی زندگی کا مزہ گوشہ نشینی اور گمنامی میں نہیں ہے بلکہ اس حیات مستعار کا مقصد ہی اس محبوب حقیقی کے عشق میں رسوائے عالم ہو جانا اور مستوری و خفا کے پردوں کو چاک کر دینا ہے کہ ؏ بدنام شدن در دو جہاں غایت نام ست۔

(٢) **تشریح:-** حدیث۔ افسانہ۔ قصہ۔ مشتاقی۔ عشق۔ برصحرا نہادن۔ فاش کر دینا۔ آشکارا کر دینا۔

ترجمہ:- قصۂ حسن و عشق پردہ میں چھپا ہوا تھا (کہ) شوق یعنی جذبۂ ظہور خلوت سے نکلا اور یہ (تمام) راز آشکارا کر دیا۔

(**توضیح**) اس شعر میں حدیث قدسی "کُنتُ کنزاً مخفیاً فاحببتُ اَن اُعرَف فخلقتُ الخلق" کی طرف تلمیح ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا مجھے شوق ہوا کہ پہچانا جاؤں اس لئے میں نے مخلوقات کو پیدا کیا۔ پہلا مصرع "کنت کنزاً مخفیاً" کی تفسیر ہے "شوق" سے "اَحببتُ" کی طرف اشارہ ہے اور "نہاد ایں راز بر صحرا" "فخلقتُ الخلق" کا بیان ہے۔

(٣) **تشریح:-** رخسارش۔ ش ضمیر کا مرجع ذات گرامی جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا ذات خداوندی ہے۔ قضا حکم خداوندی۔

ترجمہ:- آپ کے رخسار کے خط و خال کا قضا نے سب سے پہلے ایک نقش تیار کیا (پھر کیا تھا) ذرہ ذرہ نے قلم اٹھایا اور صفحۂ ہستی (اس کے عکس) تحریر سے پر ہو گیا۔

(**توضیح**) اس شعر میں حدیث اول ما خلق اللہ نوری کی طرف اشارہ ہے یعنی سب سے پہلے نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوا اور روحانی جسمانی عالم آپ ہی کے نقوش خد و خال کا عکس اور پرتو ہیں۔ اور اگر ضمیر کا مرجع ذات خداوندی کو قرار دیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ مشیت ایزدی نے فاحببت ان اعرف کے مطابق اپنے چہرۂ قدیم کے خط و خال یعنی صفات جمالیہ و جلالیہ کو اطلاق سے تعین کی شکل میں ظاہر کر دیا اس صورت میں ان اللہ خلق آدم علی صورتہ کے مضمون کی طرف اشارہ ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ صورت سے مراد صفات و اخلاق باری تعالیٰ ہیں

دراں گلشن ہوا بُودم کہ مستی زاد از نرگس ۴ دراں مجلس صَفا بُودم کہ عشق از حسن شد پیدا
بزحمت اتصال اُفتد چو پیوندے بُبرید از ہم ۵ بفرصت قطرہ دریا میشود چوں قطرہ شد دریا
کجا ناز و نیازِ عاشق و معشوق کم گردد ۶ زحاجت حُسن مستغنی و ما محتاجِ استغنا
شراب و شاہد و میخانہ و ساقی ہمہ دل کش ۷ باین خمارِ بے پروا سرے داریم و صد سودا
تقاضا بر تقاضا میرسد زآنسوئے دل ہر دم ۸ زمانے نیستم خالی فغاں زین شوقِ کار افزا

(۴) ترجمہ :- میں اس باغ میں (بمنزلہ) ہوا تھا جسمیں نرگس کی مستی پیدا ہوئی اور اُس مجلس میں صفا و بہا تھا جسمیں حسن سے عشق پیدا ہوا۔

(توضیح) یعنی جس طرح باغ میں نرگس کی مستی کے اظہار کا ذریعہ ہوا ہے۔ اور صفائے حُسن کا تقاضا وجود عشق، اِسی طرح گلشن قدیم میں محبوب حقیقی کی نگاہ کی مستی کے اظہار کا ذریعہ وجود خلق تھا اور حسن ازلی کی صفا و بہا وجود عشق کی متقاضی تھی۔ خلاصہ یہ کہ ایک ہی ذات "حُسن و عشق" کی دو مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہے۔

(۵) ترجمہ :- جب تعلق ٹوٹ جائے تو (بہت) زحمت و وقت سے جُڑتا ہے (جیسا کہ) اگر دریا قطرہ (قطرہ) ہو جائے تو (پھر کہیں) مدت میں قطرہ (قطرہ مکرر) دریا بنتا ہے۔

(توضیح) انسان بھی بحرِ وحدت سے نکلا ہوا ایک قطرہ ہے جو اس عالم امکان میں ہونے کی وجہ سے اپنے مرکز اصلی سے انتہائی دوری میں ہے تو اب کہیں مدتوں تک تزکیہ نفس و تصفیہ باطن کرنے کے بعد اس کے لئے بحرِ وحدت میں شامل ہو جانا ممکن ہے۔

(۶) ترجمہ :- عاشق کا عجز و نیاز اور معشوق کا ناز و انداز کہاں کم ہو سکتا ہے (اس لئے) کہ حسن احتیاج سے بے نیاز ہے اور ہم بے نیازی کے حاجتمند ہیں۔

(توضیح) شعر میں لف و نشر غیر مرتب ہے۔ ناز کا تعلق معشوق سے ہے اور نیاز کا عاشق سے معشوق حسن کا سرمایہ دار ہوتا ہے اور عاشق اس سرمایہ دار کے آگے دریوزہ گر۔ اب دیکھو کہ محبوب خدا ہے جس کے حسن و جمال کی کوئی انتہا نہیں اور وہ سب سے بے نیاز ہے۔ اور طلبگار بندہ نادار ہے اور پُورا پُورا محتاج۔ پھر اس معشوق کے ناز اور اس عاشق کے عجز و نیاز میں کمی ہو تو کیوں۔؟

(۷) ترجمہ :- شراب، معشوق، میخانہ اور ساقی سبھی دل لُبھانے والے ہیں۔ اس بے پروائے فروش کے متعلق ہم خیال تو سیکڑوں رکھتے ہیں اور سر ایک۔

(توضیح) مطلب یہ کہ اس میخانۂ وحدت اور کارخانۂ خداوندی کی تمام چیزیں دل کو اپنی طرف کھینچتی ہیں مگر ہمارا ایک دماغ ان سیکڑوں خیالات جنون افزا کی تاب کہاں سے لائے ؎

میری قسمت میں غم گر اِتنا تھا + دل بھی یارب کئی دیے ہوتے +

شراب سے مے وحدت معشوق سے ذات خداوندی، میخانہ سے کارگاہِ ہستی اور ساقی سے کائنات کا ہر ہر ذرہ یا ذاتِ گرامی مصطفوی (صلی اللہ علیہ وسلم) مراد ہے اور خمار خود مالکِ حقیقی ہے۔

(۸) ترجمہ :- دل کی اُس جانب سے ہر دم تقاضے پر تقاضے ہوتے ہیں (حتیٰ کہ) ایک لمحہ بھی میں فارغ نہیں رہتا۔ اس کام بڑھانے والے عشق سے فریاد ہے۔

(توضیح) یعنی دل کی گہرائی سے ہر وقت طلبِ معشوقِ حقیقی کے جذبات اُبھرتے رہتے ہیں ایک لحظہ بھی سکون حاصل نہیں ہوتا۔ اِس عشق کی کار افزائی کا کیا ٹھکانا ہے۔

اگر نالم ز حرماں رُخ مگرداں جستۂ للّٰہ ۹ قیاسِ وصل و محرومی گلستانست و نابینا
درونِ بیتِ اَحزاں پیرِ نابینا چہ می داند ۱۰ کہ شہرے بر سرِ سودائے یوسف میکند غوغا
نظیری گر طمع داری کہ مقبولِ مغاں باشی ۱۱ فَلَا تَحْسُدْ وَلَا تَبْخَلْ وَلَا تَحْرُصْ عَلَی الدُّنیا
اے از کرم نریختہ خونِ سبیل را ۱۲ وز لطف عید کردہ عزائے خلیل را

(۹) ترجمہ :- اگر میں فراق و محرومی کی وجہ سے آہ و زاری کرتا ہوں تو خدا کے لئے تُو (مجھ سے) مُنھ نہ پھیر (اس لئے کہ) وصل و محرومی کی مثال ایسی ہے کہ ایک باغ ہو اور (اس میں) ایک اندھا آدمی ہو۔

(توضیح) مطلب یہ ہے کہ جس طرح باغ کے خوشنما منظروں سے اندھا لطف نہیں اُٹھا سکتا اسی طرح ہم استعداد نہیں رکھتے اور اپنی ہی بدبختی کا ماتم کر رہے ہیں۔ اِس ہماری آہ و زاری کو اپنی شکایت پر محمول کر کے خدا کے لئے کہیں ہم سے نظرِ کرم نہ پھیر لینا۔

(۱۰) ترجمہ :- پیرِ نابینا (حضرت یعقوب علیہ السلام) کو (اپنے) غمکدہ میں کیا خبر ہے کہ ایک شہر (کا شہر) یوسف (علیہ السلام) کی خریداری پر شور و غوغا کر رہا ہے۔

(توضیح) مقصد یہ ہے کہ زاہد شب زندہ دار جو راتوں کو تصور جمال حقیقی میں محو ہے۔ غالباً اس کا خیال یہ ہے کہ یہ سعادت اس وقت میرے ہی حصہ میں آرہی ہے اُس کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ عالم اور اُس کا ذرّہ ذرّہ اسی طلب میں مصروف ہے ؎

ہمہ ہستند سرگرداں چو پرکار
پدید آرندۂ خود را طلب گار

(۱۱) تشریح :- مغ آتش پرست، مراد شراب فروش، یہاں مراد خاصانِ بارگاہِ کبریائی ہیں، فاجزائیہ ہے۔ لَا تَحْسُدْ نہی کا صیغہ ہے۔ حَسَدْ سے اور لَا تَبْخَلْ بخل سے۔ اور لَا تَحْرُصْ۔ حرص سے۔ عَلٰی بمعنی بر ہے۔

(ترجمہ :- اے نظیری اگر تجھ کو یہ خواہش ہے کہ پیرانِ میکدہ (اور خاصانِ بارگاہ خداوندی) کے نزدیک تو مقبول ہو جائے تو نہ حسد کر اور نہ بخل کر اور نہ دنیا کی حرص و طمع۔

بحر :- مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف۔ ارکان :- مفعولُ، فاعلاتُ، مفاعیلُ، فاعلن،

تقطیع :-

اے ازک	رم نریخ	ت خونے س	بیل را	وز لطف	عید کرد	عزاے خ	لیل را
مفعول	فاعلاتُ	مفاعیلُ	فاعلن	مفعولُ	فاعلاتُ	مفاعیلُ	فاعلن

(۱) تشریح :- سبیل بمعنی مباح۔ عزا۔ اصل معنی صبر، ماتمی مجلس کو مجلس عزا اسی لئے کہتے ہیں کہ اُسمیں تلقین صبر کی جاتی ہے۔

ترجمہ :- اے وہ ہستی کہ جس نے (اپنے) کرم سے مباح خون نہیں بہایا اور (اپنے) لطف و کرم سے (حضرت ابراہیم) خلیل (اللہ) کے ماتم کو عید بنا دیا۔

(توضیح) اس شعر میں حضرت ابراہیمؑ کے قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے حضرت اسمٰعیلؑ کے راہِ حق میں مباح کو خون بہانے سے بچا لیا اور اُن کے والد حضرت ابراہیم کو اُن کے ذبح ہو جانے پر جو طبعی رنج و ملال ہوتا اُس کو خوشی و مسرت سے بدل دیا کہ اُن کے بجائے دُنبہ ذبح ہو گیا اور اسمٰعیل علیہ السلام بچ گئے۔ اِسی کی یاد عید الاضحیٰ کے روز قربانی سے تازہ کی جاتی ہے۔

در ملکِ مصر یوسفِ کنعاں بہ یادِ تو — دریائے نیل ساختہ چشمِ کحیل را
گوئی بغیرِ واسطہ در گوشِ خاکئے — رازے کزاں خبر نبود جبرئیل را
دادہ بکنجِ فقر نشاں جنت النعیم — کردہ سبیل مشتِ گدا سلسبیل را
پل بستہ حرزِ مہرِ تو بر معبرِ کلیم — دل کردہ بادِ قہرِ تو خونِ رودِ نیل را
ہر فرد گشتہ حاکم ایں ملک غیرِ تو — ناکردہ گرم جا زدہ کوسِ رحیل را

(۲) ترجمہ:۔ (اے خدا) تیری یاد میں یوسف کنعانی نے ملکِ مصر میں اپنی سرمگیں آنکھ کو روتے روتے دریائے نیل بنالیا۔

توضیح:۔ اس شعر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ اُن کو بھائیوں نے چاہِ کنعان میں ڈالدیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کو صحیح وسلامت مصر پہنچادیا۔ اور مصر کی شاہی عطا فرمائی مگر آپ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہے اور خشیۃ وخوفِ الٰہی اُن پر طاری رہا۔

(۳) ترجمہ:۔ بدون کسی واسطہ کے (اے خدا) تو ایک خاکی ہستی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے کان میں وہ راز کہدیتاہے جسکی (مقرب ترین فرشتہ) جبریل کو بھی خبر نہیں ہوتی۔ (توضیح) واقعہ معراج کی طرف اشارہ ہے کہ جبریلؑ سدرۃ المنتہیٰ پر روکدیئے گئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آگے تشریف لے گئے اور خداوند تعالیٰ کے ساتھ بلاواسطہ ہم کلام ہوئے۔

(۴) ترجمہ:۔ جنت النعیم کا نشان (اے خدا) تو نے گوشۂ فقر میں بتایا ہے اور چند گداؤں کیلئے سلسبیل (نہر جنت) کو وقف کردیا ہے۔

توضیح:۔ پہلے مصرعہ میں حدیث الفقرُ فخری کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے مصرعہ میں اصحاب صُفّہ کی طرف صُفّہ چبوترے کو کہتے ہیں چند اہل اللہ فقر وفاقہ کی حالت میں اللہ پر بھروسہ کئے ہوئے ایک چبوترے پر پڑے رہتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن کی دلداری کی انتہائی کوشش فرماتے تھے۔ اور اللہ کے نزدیک بھی اُن کے رُتبے بلند تھے۔

(۵) ترجمہ:۔ تیری محبت کے تعویذ نے (حضرت موسیٰ) کلیم (اللہ) کے راستہ پر پل بنادیا اور تیرے قہر وغضب کی ہوانے دریائے نیل کا دل خون کرڈالا۔

توضیح:۔ حضرت موسیٰ وفرعون کے قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کے حکم سے موسیٰ علیہ السّلام مع اپنے ہمراہیوں کے دریائے نیل کو عبور کرگئے اور دریا کے پانی نے پھٹ کر پل کی شکل پیدا کردی اور جب فرعون اور اُس کے ساتھیوں نے عبور کرنا چاہا تو پانی کے دونوں حصے مل گئے اور وہ سب غرق ہوگئے۔

(۶) تشریح:۔ ہر فرد کے بعد کہ موصولہ محذوف ہے۔ جا گرم کردن۔ فارسی محاورہ ہے بمعنی دیر تک بیٹھنا

ترجمہ:۔ تیرے سوا جو شخص (بھی) اِس ملک کا حاکم ہوا ابھی ٹھکانے سے بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ کوچ کا نقارہ بجادیا۔

(توضیح) یعنی تیری ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے (کُلُّ شَیْءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجْہَہٗ)

درویش و بادشہ بوجودِ تو قائم اند ۷ خورسند کردہ تو عزیز و ذلیل را
نفزودہ بر رسومِ مقدر بجہد سعی ۸ وز معصیت نہ کاستہ رزقِ کفیل را
ہیچیم گر تو باز ستانی متاعِ خویش ۹ دارد دو عالم از تو کثیر و قلیل را
قائل بعجز گشت ثنائے تو ہر کہ گفت ۱۰ در ہستیٔ تو رہ نبود قال و قیل را
در تو باجتہادِ نظر کے تواں رسید ۱۱ صد شبہ در رہ است قیاس و دلیل را
توحیدِ حق بیانِ نظیری بلند ساخت ۱۲ برتر نہید پایۂ عرشِ جلیل را

(۷) ترجمہ:۔ شاہ وگدا تیرے ہی وجود کے ساتھ قائم ہیں، تو نے ہر عزیز وذلیل کو (اپنی اپنی حالت میں) خوش کر رکھا ہے۔

توضیح:۔ یعنی سب کے وجود کا منبع وسرچشمہ تو ہی ہے یہ سب نہریں ایک ہی بحر وحدت سے نکلی ہیں پھر تو نے ان مختلف مدارج رکھنے والی ہستیوں کو ایسی مختلف طبیعتیں بخشیں کہ ہر ایک اپنا اپنے دائرہ میں مگن ہے۔ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْہِمْ فَرِحُوْن۔

(۸) ترجمہ:۔ حسنِ کوشش اور جدوجہد سے مُقدر وظیفوں میں اضافہ نہیں ہوتا اور گناہ ومعصیت سے رزق ضروری گھٹتا نہیں۔ (یعنی تقدیر کے آگے تدبیر کی پیش نہیں جاتی باقی خدا نے ہر ایک کو اُس کا رزق پہنچانے کی ذمّہ داری لے لی ہے) وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُہَا۔

(۹) ترجمہ:۔ اگر تو اپنا (دیا ہوا) سرمایہ (ہستی) واپس مانگ لے تو پھر ہم ہیچ ونیست رہ جائیں (کیونکہ) دونوں جہان تھوڑا یا بہت (جتنا کچھ بھی رکھتے ہیں) تیرا ہی دیا ہوا رکھتے ہیں۔

(۱۰) ترجمہ:۔ جس نے تیری تعریف وثنا کی اُس کو (بالآخر) عجز کا اعتراف کرنا پڑا، اور تیری ہستی میں قال وقیل اور بحث وتمحیص کو دخل نہیں (یعنی تو بےچون وچرا ہے)۔

(۱۱) ترجمہ:۔ نظر وفکر کی کوشش سے تیری کُنہ وحقیقت کو کب معلوم کیا جاسکتا ہے (اس لئے کہ) دلیل اور برہان کی راہ میں سیکڑوں شبہات وشکوک ہیں۔

(توضیح) در چیزے رسیدن۔ کسی چیز کی حقیقت دریافت کرنا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص تیری حقیقت استدلال سے معلوم نہیں کرسکتا۔ کیونکہ شکوک وشبہات کی وجہ سے یہ راستہ خار زار بنا ہوا ہے پائے عقل اس راہ میں چلنے سے عاجز ہے۔

(۱۲) ترجمہ:۔ خدا کی وحدانیت کے بیان نے نظیری کے کلام کو بلند مرتبہ بنادیا پس ربِ جلیل کے عرش کا پایہ بہت اونچا سمجھو

(توضیح) برتر نہادن، یا پست نہادن، بمعنی بلند یا پست سمجھنا مطلب یہ ہے کہ بیان وحدانیت نے جب نظیری کے کلام کو سب کلاموں پر فائق بنادیا تو اُس ذات کی برتری کا اندازہ بھی نہیں لگایا جاسکتا جس کی توحید کے بیان کی یہ تاثیر ہے۔

بحر:۔ ہزج مثمن سالم۔ ارکان وتقطیع:۔ مثل ۱

صفا از عقدۂ دلہاست آں زلفِ معقد را ۱ بحمد اللہ کہ ربطے ہست با مطلق مقید را

کہ دادے روح را با جسم اُلفت گر نگردیدے ۲ محمد کارواں سالارِ ارواحِ مجرد را

بیک حسن و شمائل طرحِ عشق افگندہ شد ورنہ ۳ نمیدادند نقشِ ہستی ایں لوحِ زبرجد را

بمکتب خانہ سرِ مصحف از برداشت آں روزے ۴ کہ عقلِ کل نمیکرد از الف با فرقِ ابجد را

حدیثِ دلفروزش بسکہ شد مجموعہ حکمت ۵ حکیماں جزو میسازند اوراقِ مجلد را

(۱) تشریح:۔ صفا۔ حسن و خوبی۔ عقدہ۔ گرہ۔ مطلق۔ وہ عام شئ جو قید و تخصیص سے خالی ہو۔ مقید۔ وہ شئ جس میں کوئی قید لگا کر خاص کر دیا جائے۔

ترجمہ:۔ اُس زلف گرہ گیر کو (عشاق کے) دلوں کی گرہوں سے حسن و خوبی (حاصل) ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ مقید کا مطلق کے ساتھ ربط و تعلق موجود ہے۔

(توضیح) یہ غزل نعتیہ ہے زلفِ حبیب پاک کو درازی و تسلسل میں مطلق سے تعبیر کیا ہے اور دل عشاق کو مقید سے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ زلفِ دراز بے گرہ تھی عشاق کے دلوں نے بصورت گرہ ظاہر ہو کر اُس کو گرہ گیر بنا دیا تو جس طرح مطلق و مقید میں عموم و خصوص کا علاقہ ہوتا ہے کہ مقید بعینہ مطلق ہی ہوتا ہے مگر قید کے ساتھ۔ یہی علاقہ زلف عشاق کے دلوں کیساتھ رکھتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اُس کے عاشق اور طلب گار بہت ہیں۔

(۲) ترجمہ:۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجرد (مادہ و کثافت سے پاک) روحوں کا قافلہ سالار نہ ہوتے تو روح کو جسم کیساتھ الفت کون دیتا۔؟

توضیح:۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی باعث تکوین عالم ہیں۔

(۳) ترجمہ:۔ ایک ہی حُسن و ادا میں عشق کی بنیاد پڑ گئی۔ ورنہ کارکنانِ قضا اس زمردیں لوح (فلک) کو نقشِ وجود عطا نہ کرتے۔

(توضیح:۔ یعنی بہ تقاضائے احببت ان اعرف آپ کا نورِ حسن ازلی کا اولین ذریعۂ اظہار بنا لہٰذا محبوبِ خدا ٹھہرے اور باعث تخلیق کون و مکان۔ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ۔

(۴) ترجمہ:۔ قرآن (کی تعلیم) کا راز مکتب خانۂ قدیم میں اسی روز حفظ دیاں رکھتے تھے جبکہ عقل کل (عقل اول یا جبریل ع) الف با اور ابجد میں فرق نہیں کر سکتی تھی۔ (توضیح) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو علم اولین و آخرین اُسی وقت حاصل ہو چکا تھا جبکہ عقل اول کی حیثیت ایک مبتدی کی سی تھی جو حروف مفردہ اور مرکبہ میں بھی فرق نہ کر سکتی تھی پس یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ جبریل آپ کے پاس خدا کی وحی پہنچاتے تھے تو شاید کہ وہ آپ سے زیادہ عالم ہوں گے۔

(۵) ترجمہ:۔ آپ کی دل روشن کرنے والی حدیث حکمت و دانائی کا مجموعہ بن گئی (اسی لئے) حکما اور فلاسفہ (اپنے فلسفہ کی) مجلد کتابوں کے اجزا (علیحدہ علیحدہ) کر رہے ہیں۔

(توضیح) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سرچشمہ حکمت ہیں انکے ہوتے ہوئے اور کسی کتاب کی حاجت نہیں۔ یا اجزاء اوراق مجلد میں انکو شامل کرتے ہیں۔ اس صورت میں "را" علامتِ اضافت ہوگی یعنی جزوِ اوراقِ مجلد می سازند۔ پہلی صورت میں جزو ساختن بمعنی شیرازہ شکستن ہے۔

وجودِ مرکزِ پرکارِ عالم کے شدے ثابت ۶ احد خود قابَ قوسین ار نبودے میمِ احمد را

بسکن بستر از پہلوے گرمش سرد ناگشتہ ۷ کنند طے بر بُراقِ معرفت اقصائے مقصد را

گرامی میہمانے در رہ امشب میزباں دارد ۸ ملائک صف بصف بر بست و عرش آراست مسند را

نظیری نشاۂ ذوقے ز جامِ ہوشمنداں کش ۹ مئے و مطرب پریشاں میکند مستانِ سرمد را

(۶) تشریح:۔ مرکز۔ دائرہ کا وسطی نقطہ جس پر دائرہ کے وجود کا مدار ہوتا ہے۔ پرکار دائرہ بنانے کا آلہ مجازاً یعنی دائرہ یہاں یہی مراد ہے۔ قاب قوسین۔ قاب کے معنی مقدار اور اُس فاصلہ کے ہیں جو قبضۂ کمان اور خانۂ کمان کے درمیان ہوتا ہے۔ قوسین۔ قوس کا تثنیہ ہے۔ دائرہ کو اگر ایک خط مستقیم سے جو مرکز سے گذرتا ہوا محیط سے ملتا ہو تقسیم کیا جائے تو دو قوسین (کمانیں) بن جائیں گی۔ شکل ملاحظہ ہو۔

قوس ۱ — وتر — مرکز — قوس ۲

ترجمہ:۔ عالم کے دائرہ (وجود) کا مرکز کب ثابت ہوتا؟ اگر خود احد۔ احمد کی میم کے لئے بقدر قوسین نہ ہوتا۔

(توضیح) دوسرے مصرعہ میں قاب قوسین سے آیت قرآنی فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى کی طرف اشارہ ہے بلفظی صنعت احد و احمد میں ظاہر ہے کہ احمد میں ح و د کے درمیان ایک میم زائد ہے اور ح و د دونوں قوس کی شکل میں ہیں اور اُن کے وسط میں م بشکل نقطہ مرکز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ واجب تعالیٰ اطلاق و وحدت سے جب بمقتضائے احببت ان اعرف تعین و کثرت میں جلوہ گر ہوا تو سب سے پہلی اُسکی تعینی شان حقیقت محمدیہ میں ظاہر ہوئی جو بمنزلہ مرکز قرار پائی اور دیگر مظاہر حق تعالیٰ یعنی سارا عالم بشکل محیط اس مرکز کے گرد قائم ہوا پس اگر خود ذات احد میم احمد (روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم) کیلئے بمنزلہ قوسین (محیط) نہ ہوتی تو دائرہ وجود عالم کا مرکز کہاں ثابت ہوتا؟ مقصد یہ ہے کہ جس طرح مرکز مدارِ دائرہ ہوتا ہے اور اُس کے بغیر دائرہ کا وجود ناممکن ہے اسی طرح ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دائرہ عالم کیلئے مرکز کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۷) ترجمہ:۔ (ابھی) آپ کے پہلوئے گرم (کی گرمی) کا اثر سے گھر میں بستر ٹھنڈا بھی نہ ہوا تھا کہ معرفت و عرفان کے براق پر (سوار ہو کر) مقصد کی انتہائی منزل کو طے کر آئے۔ (توضیح) اس شعر میں قصہ معراج کی طرف تلمیح ہے کہ آپ اُم ہانی کے مکان میں مصروف آرام تھے کہ جبریل علیہ السلام آئے اور دعوت معراج دی۔ براق پر سوار ہو کر اول مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے پھر سوئے آسمان۔ آیت سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ میں اسی کا بیان ہے پھر تمام آسمانوں کی سیر کرتے ہوئے عرش تک پہنچے اور خدا سے ہمکلام ہونے کے بعد واپس تشریف لائے تو بستر میں ابھی تک جسم اطہر کی گرمی باقی تھی۔ "اقصائے مقصد" سے مسجد اقصیٰ کی طرف ایہام ہے۔

(۸) تشریح:۔ را۔ بمعنی برائے ہے اور آراست کا فاعل میزبان ہے یا عرش خود فاعل ہے اور را علامت مفعول۔ ترجمہ:۔ میزبان (خدا) آج کی رات (یعنی لیلۃ المعراج میں) بڑے معزز مہمان کو راہ سفر میں رکھتا ہے (یعنی اپنی طرف بلا رہا ہے) (چنانچہ) فرشتے قطار در قطار پرے باندھ کھڑے ہیں اور عرش کو مسند کیلئے آراستہ کیا یا عرش نے (اپنی) مسند کو آراستہ کر رکھا ہے (توضیح) یعنی آپکی تشریف آوری پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے انکا استقبال کرایا اور اپنے محبوب سے ملاقات کیلئے مسندِ عرش کو آراستہ فرمایا۔

یعنی حضور عرش تک تشریف لے گئے۔

(۹) تشریح:۔ نشاۂ ذوق۔ مراد شراب معرفت۔ ترجمہ:۔ اے نظیری ہوشمند لوگوں (عاشقان حسن قدیم) کے جام سے معرفت کی شراب پی (یہ مجازی) شراب اور مطرب (گویا) تو دائمی مستوں (یعنی عارفانِ حقیقت) کو (اور) پریشان کر دیتے ہیں۔

بحر:۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف — ارکان وتقطیع۔ مثل ۱

ساقی بشود ورنگی اُمید و بیم را	۱	بنما بما حقیقت رنگِ قدیم را
حرفِ فریبِ آدم و ابلیس تا بچند	۲	چندے بگو ترانۂ نقل و ندیم را
از ساغر درست خودم بخش جُرعۂ	۳	بر طاق نہ حکایت جامِ دونیم را
بوئے نبیذِ خلوت شبہا شنیدہ ام	۴	پنہاں مکن کہ نیک شناسم شمیم را
آنجا کہ لب ز رشحۂ مے پاک کردہ اند	۵	گل مُشک بوئے کردہ ردائے شمیم را
گو مفلسانِ کعبہ بگریند کاآب چشم	۶	بر عرش بردہ از درِ مسجد یتیم را

(۱) ترجمہ:۔ اے ساقی! (مئے معرفت کا ایک جام پلاکر) اُمید وخوف کی دورنگی کو (ہم سے) دور کردے اور ہم کو رنگ قدیم کی حقیقت دکھلا دے۔ (توضیح) یعنی ہم کو عشق کے اُس مقام پر پہنچا دے جہاں پہنچکر ہم محبوب حقیقی کے مشاہدہ میں مستغرق ہوجائیں اور اُمید ثواب اور خوفِ عقاب کی کشمکش سے نجات پائیں۔

(۲) تشریح:۔ نُقل۔ شراب کے بعد تبدیل ذائقہ کے لئے جو شئے از قبیل گزک یا کباب کھاتے ہیں۔ ندیم۔ ہم مجلس۔

ترجمہ:۔ حضرتِ آدم علیہ السلام اور شیطان کے فریب کا افسانہ (آخر) کب تک، کچھ دیر نُقل اور ندیم کا ترانہ بھی تو سُنا۔ (توضیح) حضرت آدم علیہ السلام کے فریبِ شیطان میں آجانے کا واقعہ مشہور ہے۔ اس تلخ حکایت کو کب تک دہرایا جائے۔ کچھ شراب وکباب اور ہم مشربوں کا یعنی اسباب راحت وسکون کا بھی تو ذکر ہونا چاہئے۔

(۳) تشریح:۔ جرعہ۔ ایک گھونٹ۔ جام دونیم۔ کیخسرو کا جام جس سے عالم علوی وسفلی کے حالات معلوم ہوتے تھے۔

ترجمہ:۔ اپنے صحیح وسالم (یا آفتاب کے) پیالہ سے مجھ کو ایک گھونٹ عطا کر (اور) ٹوٹے ہوئے پیالہ (جام جم) کے افسانہ کو طاقِ (نسیان) میں اُٹھا رکھ۔ (توضیح) یعنی مجھے تو تیرے شراب معرفت والے جام کی ضرورت ہے جس کو شکست وریخت زمانہ کا کوئی اندیشہ نہیں کہ دنیوی سلطنت اور مال ومنال کی جو آفتِ زمانہ سے محفوظ نہیں۔ غالب کہتا ہے ؎ اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا ÷ جامِ جم سے تو مرا جامِ سفال اچھا ہے ÷

(۴) ترجمہ:۔ میں راتوں کو خلوت وتنہائی (میں پی جانے والی) شراب کی خوشبو سونگھ چکا ہوں (بس مجھ سے) نہ چھپا کہ میں شمیم (یعنی اُس شراب سے مہکی ہوئی ہوا) کو خوب پہچانتا ہوں۔ یعنی دوست کا بھرم کھل گیا کہ وہ اغیار سے ملتا ہے۔

(۵) ترجمہ:۔ (وہ شراب ایسی معطر ہے کہ میخواروں نے) جس جگہ شراب کے چھینٹے سے لبوں کو صاف کرویا (یعنی اُنگلی سے قطرۂ مے کو لب سے زمین پر گرادیا تو اُس مٹی نے چادرِ ہوا کو معطر کردیا۔

(۶) ترجمہ:۔ کہدو کہ اے کعبہ (حقیقت) کے مفلسو! رونا شروع کردو کہ آنسو (ہی) مسجد (اقصیٰ) کے دروازہ سے یتیم (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کو عرش پر لے گئے (یعنی بارگاہ ایزدی میں تضرع وزاری ہی ذریعہ تقرب ونزدیکی ہے)۔

زیباست گرچہ خلعتِ محمود بر ایاز	۷	شور آں زماں کند کہ بپوشد گلیم را
مطرب بیک دو نغمہ غنی کن دل فقیر	۸	ساقی بیک دو جرعہ سخی کن لئیم را
جنسے کہ در خزینۂ لطف تو نیست نیست	۹	جز احتیاج تحفہ ندیدم کریم را
روزیکہ جرم نامہ نظیری برآورد	۱۰	از آبِ عفو شوئی کتاب سقیم را

بحر:۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف — ارکان وتقطیع مثل ۱

وار دز غمزہ حجت قاطع حبیب ما	۱	بیعت بذوالفقار ستاند خطیب ما

(۷) ترجمہ:۔ اگرچہ محمود کا عطا کردہ خلعت ایاز (کے بدن) پر بہت بھلا معلوم ہوتا ہے (مگر) طوفان (حسن وعشق) اُسی وقت برپا کریگا کہ (ہنی) کملی پہن لے۔ (توضیح) ظاہری مطلب یہ ہے کہ معشوق لباس فاخرہ پہنکر بیشک بھلا معلوم ہوتا ہے مگر اپنے حسن معصوم وسادہ کیساتھ اگر لباس بھی سادہ پہن لے تو ایک قیامت برپا کردے۔ معنوی پہلو محمود سے خدا اور ایاز سے بندہ مراد لیکر یہ ہے کہ یہ خدا کا عطا کردہ لباس وجود قامت انسان پر گوراستہ ہے، اور بھلا معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اپنے فنائے ذاتی کی کمبل میں ملبوس ہوکر فنافی اللہ ہوجائے تو پھر حسن وخوبی اور کمال وارتقا کا کیا ٹھکانا ہو۔

(۸) ترجمہ:۔ مطرب! ایک دو نغمہ سے (مجھ) حاجتمند فقیر کے دل کو غنی (بے نیاز) کردے اور اے ساقی! (شراب حقیقت) کے ایک دو گھونٹ سے اس لئیم (کنجوس) کو سخی بنادے۔ (توضیح) مطلب یہ ہے کہ اے خدا اپنی معرفت کے ساز کو کچھ نغمے سنا کر اس متاع حقیقت سے خالی ہاتھ فقیر کو دنیا ومافیہا سے بے نیاز کردے نیز اس بخیل دل کو جو خودی کے سرمایہ کو دبائے بیٹھا ہے شراب معرفت پلاکر ایسا مست بنادے کہ سامان خودی کو لٹادے یا خود فیضیاب ہوکر دوسروں کو بھی دعوت دے۔

(۹) ترجمہ:۔ ایسی کوئی جنس نہیں جو تیرے خزانہ لطف وکرم میں نہ ہو (اس لئے) سوائے احتیاج کے (جس سے تو منزہ ہے یعنی مطلق) کیلئے مجھے کوئی اور تحفہ نظر نہیں آیا۔ (توضیح) یعنی ہمارے پاس سرمایہ سوائے احتیاج کے اور کچھ نہیں اور تیرے خزانہ میں ہر قسم کی نعمتیں موجود ہیں تو سوائے ایک احتیاج کے جو ہمارے پاس ہے ہم تیری جناب میں اور کیا پیش کرسکتے ہیں۔

(۱۰) تشریح:۔ کتاب سقیم ترکیب اضافی وتوصیفی دونوں صورتوں میں صحیح ہوسکتا ہے۔ سقیم بمعنی بیمار۔

ترجمہ:۔ جس روز (قیامت میں) نظیری (اپنے) بداعمال کا دفتر نکال لائے تو اے کریم تو اپنے (عفو وکرم کے پانی سے اُس بیمار کی کتاب کو دھو دینا۔ (توضیح) قیامت میں ہر شخص کے اعمال نیک وبد کا دفتر اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس لئے کہتا ہے کہ خدایا مجھے اس دن کے عذاب سے بچالینا اور میری بداعمالیوں کے دفتر کو اپنے رحم وکرم کی بارش سے دھو ڈالنا۔

(۱) تشریح:۔ ذوالفقار۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تلوار کا نام تھا جس پر پشت کے مہروں کی شکل تھی یا وہ پشت کے مہروں کو بھی کاٹ دینے والی تھی اسی مناسبت سے اُس کو ذوالفقار کہتے تھے۔ ذو بمعنی صاحب اور فقار۔ جمع فقرہ بمعنی مہرۂ پشت۔

ترجمہ:۔ ہمارے معشوق کے پاس غمزہ (اشارہ چشم) کی فیصلہ کن دلیل موجود ہے (جہاں ہماری کچھ نہیں چلتی) اور ہمارا مقرر (معشوق) ذوالفقار (تلوار) کے ذریعہ بیعت لیتا ہے (یعنی اپنے آپ کو بزور منواتا ہے)۔ (توضیح) حبیب سے خدا اور غمزہ سے برق تجلی مراد ہے۔ کہتا ہے کہ اُس کی تجلیات ہمارے قلوب کو اُچک رہی ہیں اور ہماری کچھ پیش نہیں جاتی گویا اس تلوار کے ذریعہ سے اپنے آپ کو منوایا جارہا ہے اور ہم ماننے پر مجبور ہیں۔

یک بانگِ ذوق گرمی ما را کفایت ست ۲ حاجت بتازیانہ ندارد ادیبِ ما

روزیکہ رُخ نمود بہا کار داشت عشق ۳ زاول حوالۂ دگراں شد نصیبِ ما

ما را تو و قبولِ نیازے و خلوتے ۴ مال و منالِ ہر دو جہاں از رقیبِ ما

از نکہتِ گلست ضرر دل رمیدہ را ۵ دربر رُخِ صبا نکشاید طبیبِ ما

عاشق زکوئے دوست بتکلیف آمدہ ۶ با صبر و راحت اُنس نگیرد غریبِ ما

بہتر کہ از حکایت ما در کشی نفس ۷ دل خوں شود ز غصۂ کارِ مہیبِ ما

گل را قصور نیست ترا گر زکام ہست ۸ در بارِ کاروانِ ہمہ ہست طیبِ ما

(۲) تشریح:۔ ادیب سے مراد اُستاد و مرشد۔ تازیانہ۔ کوڑا۔ ترجمہ:۔ ایک پُر ذوق آواز ہماری گرمیٔ ہنگامہ کیلئے کافی ہے اِس لئے ہمارے معلّم کو تازیانہ (درکھنے) کی حاجت نہیں یعنی ایک نغمۂ محبت ہم کو وجد میں لانے کے لئے کافی ہے۔ اس لئے کہ عاقل کو ایک اشارہ کافی ہوتا ہے۔ اُستاد کو تازیانہ استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

(۳) تشریح:۔ کار داشتن۔ تعلق رکھنا۔ نصیب۔ بخت۔ مقدر۔ حصّہ۔ ترجمہ:۔ اُسی دن جبکہ (دوست نے) چہرہ دکھلایا، عشق ہم پر کام کر گیا۔ (گویا) شروع ہی سے دوسروں کے قبضہ میں ہمارا نصیب چلا گیا۔ (توضیح) دگراں کنایہ محبوب سے ہے یا رقیب و حریف سے۔ پہلی صورت میں مطلب یہ ہے کہ ہم کیا کریں جبکہ یوم الست میں اُس محبوب کا چہرہ دیکھتے ہی ہمارا دل اور ہماری قسمت اُس کے ہاتھ میں چلی گئی۔ ہم اُس کے آگے مجبور ہیں۔ دوسری صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ ہم روزِ اول ہی اس محبوب کا چہرہ دیکھ کر دولتِ عشق سے مالا مال ہو گئے ہو اور ہمارا آسائشِ دنیوی کا حصّہ دوسروں کے حوالہ ہو گیا جو اس دولت سے بے بہرہ ہیں۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

(۴) ترجمہ:۔ ہم کو (تو) تو اور تیری بارگاہ میں ہمارے عجز و نیاز کی قبولیت اور خلوت نشینی (درکار ہے) باقی دونوں جہان کا مال و دولت ہمارے رقیب و حریف کی ملک ہے (اسکی ہم کو پرواہ نہیں یعنی ہم دولتِ دیدار کے خواہاں ہیں دنیوی دولت و آسائش کی ہم کو ضرورت نہیں)۔

(۵) ترجمہ:۔ جبکہ دل خالی و نکل چکا ہو اُسکو پھول کی خوشبو سے بھی ضرور تکلیف پہنچتی ہے (اسلئے) ہمارے طبیب (چارہ گر) کو چاہئے کہ بادِ صبا کے سامنے (باغ کا) دروازہ نہ کھولے (کہ کہیں یہ خوشبو لیجا کر عاشقانِ دل رمیدہ کو مضطرب و پریشان نہ کر دے) کیونکہ اُس سے اُن کو جنونِ عشق اور وارفتگی میں اور اضافہ ہو جائے گا

(۶) ترجمہ:۔ عاشق کوئے جاناں سے (بڑی) تکلیف کے ساتھ آیا ہے (اس لئے) ہمارا مسافر دل، صبر و آرام کے ساتھ مانوس نہیں ہوتا یعنی غمِ ہجر ناقابلِ برداشت ہے۔

(۷) تشریح:۔ نفس درکشیدن۔ خاموش ہو جانا۔ غصّہ۔ رنج۔ مہیب۔ ہولناک۔ ڈراؤنا۔ اسم فاعل از ہابت۔ ترجمہ:۔ یہی بہتر ہے کہ تو ہمارے افسانہ (کے بیان) سے خاموشی اختیار کرے (اسلئے کہ) ہمارے ہولناک کام (ہجر) کے رنج سے دل کا خون ہو جاتا ہے۔

(۸) ترجمہ:۔ اگر تجھ کو زکام ہے (اور اسوجہ سے تو پھول کی خوشبو نہیں محسوس کرتا یا تجھ کو تکلیف دیتی ہے) تو اسمیں پھول کا قصور نہیں (بلکہ تیرے دماغ کا فتور ہے) تمام (موجودات) کے قافلوں کے سامان میں ہماری خوشبو شامل ہے (یعنی ہمارا فیضان عام ہے ع گر نہ بیند بروز شپرہ چشم + چشمۂ آفتاب را چہ گناہ)+

بر پائے بندِ کون نظیری زدیم پا ۹ آویخت عشق از سرِ گردوں صلیبِ ما

بغیر از رنگ و بوئے نیست ایں عشقِ مجازی را ۱ عطا کن لذتِ طعمِ حقیقت عشقبازی را

عزیزاں جاں فدا کردم سرِ ساماں ہبا کردم ۲ بنازم گوشۂ چشمے بنازم بے نیازی را

عبارت کوتہ و دلتنگ خاصانِ مَلک زیبا ۳ چہ داند مردِ صحرائی طریقِ کارسازی را

کسے تفسیرِ رمزِ عاشق و معشوق کم داند ۴ بجز مکی نمیداند لغت ہائے حجازی را

ہمہ سرمایۂ اقرار و ایماں بود در خسارت ۵ فغاں از خالِ ہندویت کہ کافر کرد غازی را

(۹) تشریح:۔ پائے بند۔ اسم فاعل ترکیبی بمعنی قید، بیڑی۔ پادن۔ ٹھکرا دینا۔ صلیب۔ سولی۔ یہاں فلک کو خطِ محور اور خطِ استوار کی ہیئت کے لحاظ سے صلیب سے تعبیر کیا ہے۔ ترجمہ:۔ اے نظیری ہم نے دنیا کی پابندیوں (یعنی علائق دنیوی) کو ٹھکرا دیا اسی لئے عشق نے ہماری سولی آسمان کے سرے پر لٹکا دی ہے۔ یعنی ترک دنیا اور ترک خودی کے بعد ہم کو یہ رتبہ عالی نصیب ہوا ہے کیونکہ راہِ دوست میں جان دینا اور منصور کی طرح سولی پر چڑھنا عاشق کی معراج ہے۔

بحر:۔ ہزج مثمن سالم۔ ارکان:۔ مفاعیلن ہشت بار۔ تقطیع مثل ۱/۲

(۱) ترجمہ:۔ اس عشق بازی کیلئے سوائے ظاہری زیبائش کے اور کچھ نہیں (میں اس سے بیزار ہوں اسلئے) اے خدا تو میری) عشقبازی کو حقیقت کی چاشنی کا لطف عطا فرما۔

(۲) ترجمہ:۔ اے (میرے) عزیزو! میں نے جان فدا کر دی، ساز و سامان (سب کچھ) فنا کر دیا (مگر اس کے باوجود میں) اُس کی نظر التفات کے قابل نہ ہوا۔ (اُسکی اس شانِ) بے نیازی پر فخر کرتا ہوں (توضیح) یعنی محبوب حقیقی ہماری جاں نثاریوں، قربانیوں اور عبادتوں سے بے نیاز ہے اُسکو کسی چیز کی حاجت نہیں۔ اور شانِ محبوب ہونی بھی یہی چاہئے۔ اسلئے میں اپنی قسمت پر ناز کرتا ہوں کہ مجھ کو کیسا بے نیاز محبوب ملا!

(۳) ترجمہ:۔ دہقانی شخص (یعنی بے ادب، نادان) کام نکالنے کا ڈھنگ کیا جانتا ہے کیونکہ ادھر کی عبارت (اظہار مدعا سے) قاصر (دل پریشان (اور اُدھر) بادشاہ (حقیقی) کے مقربین بارگاہ جمال و جلال والے۔ (توضیح) یعنی انسان مقربین بارگاہ ایزدی کے سامنے دہقانی کی سی حیثیت رکھتا ہے جو آدابِ مجلس سے ناواقف ہو، دل مرعوب اور کم حوصلہ ہو اور زبان گنگ ہو اور دوسری طرف جمال و جلال انتہائی درجہ کا ہو تو پھر وہ کیونکر کار برآری کر سکتا ہے کچھ اُن کی ہی نظرِ عنایت ہو جائے تو مراد بر آ سکتی ہے۔

(۴) ترجمہ:۔ ہر شخص عاشق و معشوق کے اشارہ و کنایہ کو نہیں جان سکتا اس لئے کہ عربی الفاظ کو مکی (مکہ کے رہنے والے) کے سوا اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ (توضیح) یعنی خدا اور خاصانِ خدا کے درمیان جو اسرار ہیں اُن کو صاحبِ کمال انسان ہی پہچان سکتا ہے، ہر شخص نہیں جان سکتا۔ بقول کسے ع

میان عاشق و معشوق رمزیست + کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

(۵) تشریح:۔ خال۔ تل۔ شعرا خال کو ہندو سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ اسلئے کہ اسکا سیاہ رنگ تاریکیٔ کفر سے مشابہت رکھتا ہے۔ صوفیا کے نزدیک خال و خط اور زلف حجاب کائنات سے کنایہ ہوتی ہیں۔ غازی۔ مجاہد۔ اسم فاعل از غزا۔ ترجمہ:۔ (اے معشوق) تیرا رخسار مجسم ایمان و اقرار کا سرمایہ تھا (مگر) فریاد (اس) تیرے ہندو تل سے کہ جس نے (ایک) غازی کو کافر بنا دیا (توضیح) رخسار سے چہرۂ قدیم مراد ہے اور خالِ رخسار حجابِ کائنات سے کنایہ ہے مطلب یہ ہے کہ اے خدائے برتر تیرا چہرۂ قدیم سراپا اقرار و ایمان تھا مگر اس حجابِ کائنات نے اُس نورِ حقیقت کو مستور کر دیا اور تو اس طرح تمام مظاہر میں ظاہر ہو کر مستور ہو گیا کہ ظاہر بیں انکار کرنے لگے۔

گرسنہ باز شہنشاہ و ما صیادِ بے طالع ۶ ولے کبکے نثار آریم خوئے شاہبازی را

صبوح و روح برہم خورد چوں بانگ صلوٰۃ آمد ۷ بزیر آید از طاق ایں کہن دلق نمازی را

گراز یک رہ نماید روئے از صد رہ دروں آید ۸ نظیری چارہ چوں سازو فریب ترکتازی را

طاعتِ ما نیست غیر از ورزشِ پندارِ ما ۱ہست استغفار ما محتاجِ استغفارِ ما

ہر کشادے کز سوئے ما شد گرہ بر کار زد ۲ قطعہا کردیم اما شد ہمہ زنارِ ما

از نخستیں جلوہ قد دلبرے افراشت حسن ۳ از نگاہِ اول افتاد ایں گرہ در کارِ ما

(۶) (ترجمہ:- شاہی باز (تجلی باری) بھوکا ہے اور ہم (ایسے) بدبخت (مفلس) شکاری مگر ایک (حقیر) چکور (یعنی دل) شاہباز کی عادت (رستہ خوری) پر نثار کر دیں گے۔
(توضیح) مطلب یہ ہے کہ تجلی باری تعالیٰ جسکو ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ایک شاہی بھوکے باز کے مثل ہے جو اپنی خوراک کا طالب ہے یعنی دل صاف و وجدان صحیح کا مگر ہم بدبختوں کے پاس اُسکی ضیافت کرنے کیلئے یہ سامان کہاں ہمگر جیسا کچھ طائر دل ہے اُس کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

(۷) (تشریح:- صبوح۔ وہ شراب جو صبح کو وقت پی جاتی ہے۔ روح بضم را بمعنی جان اور بفتح را بمعنی راحت و اطمینان۔ ترجمہ:- جب نماز (صبح) کی اذان سُنائی دی تو لطف شراب صبح اور راحت روحانی ختم ہوگئی۔ نماز کے اس پرانے خرقہ کو طاق سے اُتار لاؤ (تاکہ نماز بھی پڑھ لیں) دوسرا مصرع ظریفانہ رنگ میں ہے یعنی جب اب صبوح کا لطف جاتا رہا تو اب نماز بھی کیوں نہ پڑھ لیں۔

(۸) (تشریح:- رُو نمودن۔ ظاہر ہونا۔ نکلنا۔ فریب۔ مکر۔ دھوکا۔ چارہ۔ علاج۔ تدبیر۔ روک تھام۔ ترکتازی۔ یائے مصدری یعنی غارتگری۔ ترکتاز خود بھی مصدری معنی میں مستعمل ہے یعنی ترکوں کی سی لوٹ۔ مرکب از اسم و امر از تاختن۔ ترجمہ:- (معشوق) اگر ایک طرف سے (ہمارے خانۂ دل کو لوٹنے کیلئے) ظاہر ہوتا ہے تو سیکڑوں راستوں سے اندر گھس آتا ہے۔ نظیری (اس) ترکتازی حیلہ و فریب کی (کیا) اور کیسے روک تھام کرے۔ (توضیح) یعنی اُس محبوب کے ہاتھ سے بچ نکلنا ناممکن ہے جو ایک تجلی کے ذریعہ دل کے تمام اطراف و جوانب کا احاطہ کر لیتا ہے۔ لہٰذا اُس سے بچنے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ ع "دل بحسرت نہ و بس کار تمام است اینجا"۔

بحر:- رمل مثمن محذوف۔

ارکان:- فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلن، دو بار۔

تقطیع:-

طاعتِ ما	نیست غیرز	ورزشے پن	دارِ ما	+	ہست استغ	فارِ ما مح	تاج استغ	فارِ ما
فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلن		فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلن

(۱) ترجمہ:- ہماری عبادت، خود پرستی و غرور کی ورزش کے سوا اور کچھ نہیں (جس سے نفس اور موٹا ہوتا ہے) اس لئے ہماری توبہ (بھی) ایک اور توبہ کی محتاج ہے (یعنی ریاکاری کی عبادت اور توبہ خود مستقل گناہ ہے اُس کے لئے ایک اور توبہ کی ضرورت ہے۔

(۲) ترجمہ:- جو کشادگی (اور قطع تعلق دنیوی) ہماری طرف سے ہوا (یعنی جس میں ہم نے جدوجہد کی) اُس نے ہمارے کام (یعنی حصول الی الحق) میں اور اُلجھن ڈالدی۔ ہم نے (رشتۂ تعلق کے) ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے مگر خود وہی ہمارے لئے زنار بن گئے (اور ہم پہلے سے اور زیادہ گرفتار تعلق ہوگئے یعنی ؎ ایں سعادت بزور بازو نیست + تا نہ بخشد خدائے بخشندہ)۔

(۳) ترجمہ:- پہلے ہی جلوہ میں حُسن نے اپنا ایک دلکش قد بلند کیا (اور) پہلی ہی نظر میں ہمارے کام (دو تحصیل مراد) میں گرہ لگ گئی (توضیح) عہد الست کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ نے تمام ارواح کو پیدا کر کے اُن سے عہد لیا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے "بلیٰ" کہا کہ کیوں نہیں ضرور ہو۔ تو یہ اُسکا پہلا جلوہ تھا اور عشاق کی گرفتاری کا پہلا دن۔ دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ حُسن ازلی کا پہلا جلوہ قد دلبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ظاہر ہوا اور اول نظر میں تمام کائنات اُن پر شیدا ہوگئی۔

شوق صد منصور کشت و عشق صد یوسف فروخت ۴ بوالعجب ہنگامہا گرم ست در بازارِ ما

از شمیم گل دماغِ ما پریشاں مے شود ۵ بر نتابد دم عیسےٰ دلِ بیمارِ ما

خانۂ ما خاکساراں بر سرِ راہِ صبا ست ۶ شب نمے سوزد چراغ از پستئ دیوارِ ما

وقتِ میخواراں شبیخونِ قضا برہم نزد ۷ تا چراغِ بزم مستاں شد دلِ ہشیارِ ما

باغباں! در موسمِ گل گو در بستان ببند ۸ دفترِ شعرِ ترِ ما بس بود گلزارِ ما

نغمۂ مستانہ می ریزد نظیری راز لب ۹ از نوا خالی مبادا خانۂ خمّارِ ما

(۴) (ترجمہ:- عشق نے سیکڑوں منصور مار ڈالے اور سیکڑوں یوسف (بازار میں) فروخت کرا دئے (بس) ہمارے بازار (عشق) میں کیا عجیب ہنگامے گرم ہیں۔ قصۂ منصور و یوسف کی طرف تلمیح ہے (توضیح) یعنی عشق حقیقی میں سچے لوگوں کی سخت آزمائشیں ہوتی ہیں چنانچہ منصور اس عشق کی بدولت سولی پر چڑھے اور حضرت یوسفؑ کو مصر کے بازار میں فروخت کیا گیا بس یہ عشق بھی کیا عجیب شے ہے کہ نہ کسی کی ولایت کا خیال کرتا ہے اور نہ کسی کی نبوت کا۔

(۵) (تشریح:- دم عیسےٰ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا کہ وہ مُردوں کو پھونک مار کر اللہ کے حکم سے زندہ کر دیا کرتے تھے۔ ترجمہ:- (عشق کی وجہ سے دماغ و دل کو ضعف کا یہ عالم ہے کہ) پھول کی عطر سے تو ہمارا دماغ پریشان ہوتا ہے حتی کہ دم عیسیٰ (بھی ہو تو اُس) کو ہمارا بیمار و ضعیف دل برداشت نہیں کر سکتا۔ (توضیح) یعنی عیسیٰ بھی اب ہمارے مرض عشق کا علاج کامیاب نہیں ہو سکتے۔ غالب کہتا ہے ؎ لو ہم مریضِ عشق کے بیمار دار ہیں + اچھا اگر نہ ہو تو مسیحا کا کیا علاج۔

(۶) (ترجمہ:- ہم غریبوں کا گھر باد صبا کی رہ گذر پر ہے (چنانچہ) ہماری دیوار کو پست ہونے کے باعث رات کو چراغ نہیں جلتا۔ (توضیح) خانہ۔ سے دل۔ صبا سے۔ جذبات ہوا و ہوس اور وساوس نفسانی۔ چراغ۔ سے نور معرفت۔ اور پستی دیوار سے تدابیر کی کمی اور حفاظت کا فقدان مراد ہے۔ یعنی ہمارا خانۂ دل ہوا و ہوس کی آندھیوں کے رُخ پر واقع ہے اور اسباب حفاظت مفقود ہیں اس لئے اس گھر میں معرفت ربانی کا چراغ روشن نہیں ہوتا خلاصہ یہ کہ خواہشات نفسانی کے ترک کرنے کے بعد ہی نور معرفت حاصل ہو سکتا ہے

(۷) (تشریح:- شبیخوں۔ رات کو چھپ کر حملہ کرنا۔ برہم زدن۔ پریشان کر دینا۔ تا۔ ابتدائیہ۔ ترجمہ:- جب سے ہمارا ہوشیار دل مستوں کی محفل کا چراغ بنا ہے (اس وقت سے) قضا و قدر کے حملہ رشی نے بادہ خواروں کے (پرسکون) وقت کو پریشان نہیں کیا۔ (توضیح) شب خون غنیم کی غفلت سے فائدہ اُٹھا کر مارا جاتا ہے شاعر کا مقصد یہ ہے کہ جب سے مستوں کی محفل میں ہمارا بیدار دل شامل ہوگیا۔ اُس وقت سے بزم میں بیداری پیدا ہوگئی ہے اس لئے قضا و قدر کے شبخون کا اندیشہ نہیں رہا۔

(۸) (ترجمہ:- باغبان سے کہدو کہ پھولوں کے موسم (یعنی زمانہ بہار) میں وہ اپنے باغ کا دروازہ بند کرے (ہمکو اس کے باغ کی ضرورت نہیں) ہمارے تر و تازہ اشعار کا دفتر (ہی) باغ (کا لطف دینے کے لئے) بہت کافی ہے۔ (توضیح) یعنی ہمارے اشعار گلہائے باغ سے تر و تازگی اور نظافت میں بڑھے ہوئے ہیں اور ہم کو سیر چمن سے زیادہ لطف اپنے اشعار میں آجاتا ہے۔

(۹) (تشریح:- نظیری راز لب۔ میں را علامت اضافت ہے یعنی از لب نظیری۔ نوا۔ موسیقی کے بارہ مقاموں میں سے ایک مقام کا نام۔ مطلق آواز۔ ساز و سامان۔ تونگری۔ خمار۔ شراب کشید کرنیوالا۔ مے فروش۔ ترجمہ:- نظیری کے لبوں سے (بصورت اشعار) مست نغمے نکل رہے ہیں (خدا کرے) ہمارے (اس) میفروش کا دے، خانہ صدائے (نا و نوش) سے خالی نہ ہو (توضیح) یعنی نظیری کے ساز لب سے ایسے کیف آور نغمے نکل رہے ہیں جن کے سُننے سے شراب کا سا نشہ طاری ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہم دعا کرتے ہیں کہ ہمارے اس مے فروش کے میخانہ میں ہمیشہ بادۂ نغمہ سنجی کا دور جاری رہے۔ +

بحر:- رجز مثمن سالم۔

ارکان:- مستفعِلن، ہشت بار

تقطیع:- برُخ شکس | تم ازخطا | رنگےامی | دوبیم را + | ببیند منج | جم طالعم | ازہم درد | تقویم را

مُستفعِلن | مُستفعِلن | مُستفعِلن | مستفعِلن + | مستفعِلن | مستفعِلن | مستفعِلن | مستفعِلن

برُخ شکستم ازخطا رنگِ اُمید وبیم را ۱ ببیند منجم طالعم ازہم درد تقویم را

علم ارادت گر کند ذوقے نصیبِ جانِ من ۲ مستوفیِ امرِ قضا باطل کند تقسیم را

عشق ازبرائے داغِ من آتش بجاناں میزند ۳ افغاں کہ کردم دوزخے گلزارِ ابراہیم را

نقدیکہ دوراں بردہ است ازکیسۂ عمرم بروں ۴ جاوید مستغنی شوم ازصد دہد گر نیم را

(۱) تشریح:- رنگ برُخ شکستن۔ شرم یا خوف سے چہرہ کا رنگ بدلنا یہاں رنگ اُمید وبیم شکستن سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ کبھی اُمید کی وجہ سے چہرہ پر چمک اور سُرخی آجاتی ہے اور کبھی خوف کی وجہ سے زردی چھا جاتی ہے۔ منجم۔ نجومی۔ طالع باصطلاح نجوم وہ بُرج جو کسی کی پیدائش کے وقت مشرقی کنارہ سے طلوع ہوتا ہے۔ تقویم۔ جنتری۔ ترجمہ:- میں نے (اپنی ہی) غلطی سے اُمید (لطف) اور خوف (قہر) کے رنگ (اپنے) چہرہ پر ڈال لئے (اور اپنی بدقسمتی کا یہ عالم ہے) نجومی میرے طالع کو دیکھتا ہے تو وہ (اپنی) جنتری کو پھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ (توضیح) یعنی میری آرزوں اور تمناؤں نے مجھ کو امید وبیم کی کشمکش میں مبتلا کر رکھا ہے اِدھر بدقسمتی کا یہ حال ہے کہ نجومی کو میرے طالع میں سعادت کا کوئی نشان نظر نہیں آتا اس لئے مجبوراً اُس کو حسب عادت تقویم چاک کرنی پڑتی ہے۔ اب کہیں دل بے مدعا حاصل ہو تو اس کشمکش سے نجات ملے۔

(۲) ترجمہ:- مشیت خداوندی اگر کوئی ذوق (راحت) میری روح کا حصہ قرار دیتا (بھی) ہے تو احکام قضا وقدر کا منشی (اس) تقسیم کو (ہی سرے سے) باطل قرار دیدیتا ہے (یعنی بامراد ہونا میری قسمت میں ہے ہی نہیں)۔

(۳) ترجمہ:- میرے داغ (لگانے) کی خاطر عشق (غضب کی) آگ معشوق (کے چہرہ) میں لگا رہا ہے۔ ہائے میں نے یہ کیا کیا! کہ گلزار ابراہیم (یعنی رخسار دوست) کو (نمونۂ) جہنم بنا دیا۔ (توضیح) رخسار یار کو گلزار ابراہیم قرار دیکر کہتا ہے کہ عشق نے مجھ کو رنج پہنچانے کے لئے معشوق کو غضبناک کر دیا جس کی وجہ سے اُس کا چہرہ آگ کی طرح سُرخ ہو گیا۔ مجھ کو بہت افسوس ہے کہ دوست کے گلزار ابراہیم یعنی آتش سرد کی مانند رخسار کو آتش سوزاں بنا دینے کا میں سبب بنا۔ شعر میں قصہ ابراہیم کی طرف تلمیح ہے مگر یہاں معاملہ برعکس ہے اس لئے کہ وہاں آتش گلزار بنی تھی اور یہاں گلزار آتش بنا ہے۔

(۴) ترجمہ:- وہ نقد (جوانی) جو زمانہ میری عمر کی تھیلی سے نکال کرلے گیا ہے (اُس کے) سو حصوں میں سے اگر ایک (کا) نصف (بھی) واپس دیدے تو میں ہمیشہ کے لئے بے نیاز ہو جاؤں۔ (توضیح) افسوس کہ جوانی کا زمانہ غفلت میں گذر گیا۔ کاش کہ اب اُس میں سے تھوڑا سا ہی مل جائے تو پہلے کی طرح اُس کو ضائع نہ کروں۔ اور کچھ اعمال خیر کر کے دائمی استغفار کا سامان فراہم کرلوں۔ مگر ع ایں خیال است ومحال است وجنوں +

رفتم کہ مستاں بگذرم درخدمتِ پیرِ مغاں ۵ گلبانگِ آزادی کشم دوشے زنم تسلیم را

نقشے بباطن دیدہ ام خواہم بحسنِ کودکے ۶ آرائشِ مسندکنم زینت دہم دیہیم را

یوسف کہ کردے سلطنت ہیبش زتعظیم پدر ۷ گرشانِ حُسنش بنگرد واجب کند تعظیم را

برآسمانِ سروری خورشید اگر طالع شود ۸ جویند ذراتِ جہاں بریک دگر تقدیم را

امروز صاحب ذوق دل غیر از نظیری نیست کس ۹ رشک ست بر کاخِ گدا سلطانِ ہفت اقلیم را

(۵) تشریح:- مستاں۔ امَ حال یعنی درحالِ مستی۔ پیر مغاں۔ پیر میکدہ۔ مُغ کے اصل معنی آتش پرست کے ہیں پھر میکش اور مے ساز کو مُغ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی آتش شراب کی پرستش کرتا ہے۔ گلبانگ۔ آواز بلند قمار بازاں ومے نوشاں۔ نعرہ۔ دوش زدن۔ کھوا مار کر ہٹا دینا یا گرا دینا۔ مراد اعراض کرنا۔ ترجمہ:- (اس ارادہ سے) میں چلا کہ پیر مغاں (یعنی مرشد) کی خدمت میں بحالت مستی پہنچوں (اور قید علائق سے) آزادی کا نعرہ لگاؤں اور تسلیم (رضا بر قضا) کو کھوا مار کر ہٹا دوں۔ (توضیح) یعنی بطفیل مرشد آزادی اور دنیا سے بے تعلقی کے اُس مقام عالی پر پہنچ جاؤں جہاں پہنچکر حوادث کائنات اپنی منشا کے مطابق صادر ہونے لگتے ہیں اور تسلیم ورضا کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

(۶) ترجمہ:- میں نے دل میں (جلوہ حقیقت کا) ایک نقش دیکھا ہے (اس لئے) چاہتا ہوں کہ (اُس میں اور رنگ آمیزی کیلئے) ایک طفل (سادہ رخ) کے حسن سے مسندِ (دل) کو آراستہ کروں اور تاج (عشق) کو زینت دوں۔ (توضیح) یعنی اوّلاً عشق مجازی کی منزلوں سے گذروں تاکہ بمقتضائے المجاز قنطرۃ الحقیقۃ عشق حقیقی تک پہنچ جاؤں۔

(۷) ترجمہ:- یوسفؑ جن کو (شوکتِ) شاہی باپ کی تعظیم سے روکتی تھی اگر وہ (بھی میرے) محبوب کے حسن وجمال کو دیکھ لیں تو تعظیم کرنا ضروری سمجھیں۔ (توضیح) مقصد یہ ہے کہ میرا محبوب شکوہ حسن میں یوسف سے بڑھا ہوا ہے کہتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ مع اہل وعیال جب حضرت یوسفؑ کے پاس مصر میں تشریف لےگئے تو بتقاضائے آداب شاہی یوسفؑ نے پہلا سا دستور تعظیم اختیار نہیں کیا تھا مگر اس کا سبب خدا نکردہ کبر وغرور نہ تھا یہ عام شراح کی رائے ہے مگر میرے نزدیک حضرت یوسفؑ کے خواب کی تعبیر کی طرف اشارہ ہے کہ اُن کے بھائیوں اور والدین نے اُنکو سجدہ تعظیمی کیا تھا۔

(۸) ترجمہ:- آسمان سرداری پر اگر (میرے دوست کے رخسار کا) آفتاب طلوع ہو جائے تو عالم کے (تمام ذرے) آپس میں ایک دوسرے پر سبقت طلب کرنے لگیں۔ (توضیح) یعنی اُس سے نور حاصل کرنے کے لئے ہر ایک کی یہ خواہش ہو گی کہ میں دوسرے سے پہلے پہنچکر فیضیاب ہو جاؤں خلاصہ یہ ہے کہ تمام عالم انوار وتجلیات الٰہی سے فیض یافتہ ہے وہ خود عدم کے سوا کچھ نہیں۔

(۹) تشریح:- کاخ۔ قصر بلند۔ ہفت اقلیم۔ مراد کل عالم حکماء نے زمین کے اُس ربع حصہ کو جو آباد ہے مشرق سے لیکر مغرب تک سات برابر حصوں میں تقسیم کیا ہے ہفت اقلیم انہی حصوں کا نام ہے۔ ترجمہ:- آج ذوق دل رکھنے والا نظیری کے سوا کوئی نہیں (جسکی وجہ سے) ساتوں اقلیم کے بادشاہ کو (بھی اس) کے قصر (دل) پر رشک آتا ہے۔ (توضیح) یعنی جو استغنا اس درویش کو ذوق دل کی وجہ سے حاصل ہو گیا ہے وہ سلطان ہفت اقلیم کو بھی حاصل نہیں ؎ دو لتے راکہ نباشد غم آسیب زوال + بے تکلف بشنو دولت درویشان ست +

بحر :۔ رجز مثمن سالم۔

ارکان وتقطیع :۔ مثل ۱/۹

چند از مؤذن بشنوم توحیدِ شرک آمیز را	۱/۹	ذکرِ شب و وِردِ سحر نے حال بخشد نے اثر
کو عشق تا یکسو نہم شرعِ خلاف انگیز را	۲	خواہم بزنارے دہم تسبیحِ دست آویز را
ترکِ شراب و شاہدم بیمار کرد اے طبیب	۳	صحت نخواہم یافتن تا نشکنم پرہیز را
خاکے بباد آمیختہ گردے ز جا انگیختہ	۴	آبے بمژگاں میزنم خاکِ غبار انگیز را
نے عشق افزاید بریں نے ہمت زیبد بیش ازیں	۵	کے ماندہ ظرفِ قطرہ پیمانہ لبریز را

(۱) توجمہ :۔ میں مؤذن سے شرک ملی توحید کو (آخر) کب تک سنتا رہوں (اب مجھ میں برداشت کی طاقت نہیں ہے) عشق کہاں ہے (آئے) تاکہ میں (اس) جھگڑے پیدا کرنے والی شریعت کو (ہی) الگ اٹھا رکھوں (یعنی ترک کر دوں) (توضیح) مطلب یہ ہے کہ مؤذن زبان سے تو اشہد اَن لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہتا ہے مگر دل میں ہوا و ہوس دنیوی کے ہزاروں بت چھپے ہوئے ہیں۔ بلکہ خود یہ کہنا کہ "میں اللہ کے وحدہٗ لاشریک ہونے کی گواہی دیتا ہوں" اس میں سب سے پہلے اپنی خودی کا تصور ہوتا ہے اور پھر خدا کی وحدانیت کا اظہار حالانکہ شریعت عشق میں یہ بھی شرک ہے اس لئے چاہتا ہوں کہ سلطانِ عشق کی فرمانروائی ہو جاوے تاکہ شریعت کی ان خلاف انگیزیوں کا خاتمہ ہو۔

(۲) تشریح :۔ "ذکر" اللہ کی یاد۔ "ورد" وظیفہ۔ "حال" کیف وہ روحانی کیفیت جو صوفی پر طاری ہو کر جلد ہی زائل ہو جاتی ہے۔ "دست آویز" اسم مفعول ترکیبی بمعنی آویختہ بدست۔ توجمہ :۔ رات کا ذکر اور صبح کا وظیفہ نہ (کوئی) حال و کیف بخشتا ہے اور نہ (کچھ) اثر کرتا ہے (اسلئے) چاہتا ہوں کہ (اس) ہاتھ میں لٹکی ہوئی تسبیح کو زنار (جنیو) کے بدلہ میں دے ڈالوں (اور اس بے کیف مسلمانی کو خیرباد کہکر نعرہ ع کافرِ عشقم مسلمانی مرا در کار نیست" بلند کر دوں)۔

(۳) توجمہ :۔ اے طبیب مجھ کو (تو اس) شراب و معشوق کے ترک نے (ہی) بیمار بنایا ہے (اور تو انہی چیزوں سے پرہیز بتا رہا ہے) میں اس وقت تک صحت حاصل نہیں کر سکتا جب تک (اس) پرہیز کو نہ توڑ دوں۔ بس ۔

از سر بالین من برخیز اے نادان طبیب ✦ دردمندِ عشق را دارو بجز دیدار نیست

(۴) توجمہ :۔ (میرے) مشتِ وجود میں مٹی ہوا کے ساتھ ملی ہوئی ہے (اسی وجہ سے اس) جگہ سے (ہوائے نفسانی کی) بڑی دھول اُٹھ رہی ہے (اس لئے) میں (اپنی) پلکوں سے (اس) غبار اُڑانے والی زمین پر (اشکوں کا) پانی چھڑک رہا ہوں۔

توضیح :۔ یعنی انسان کا وجود کثیف مادیات سے بلکر بنا ہے جس کی وجہ سے خواہشات نفسانیہ کی کدورت اس کی روح پر مستولی ہونا چاہتی ہے اور اس کا علاج صرف عشق آلٰہی میں گریہ وزاری ہے۔

(۵) تشریح :۔ "ماندہ" صیغہ واحد غائب ماضی قریب از ماندن بمعنی ماستن۔ توجمہ :۔ نہ (ہمارا) عشق اس سے زیادہ ہو سکتا ہے اور نہ (ہمارے لئے) اس سے زیادہ (دعویٰ) ہمت زیبا ہے (اسلئے کہ) ایک قطرہ کا ظرف بھرے ہوئے پیمانہ کی مثل کب ہو سکتا ہے؟ توضیح :۔ یعنی تنگ ظرفوں کو اپنی حدود سے آگے نہ بڑھنا چاہیے اسلئے کہ جام کو پینے کیلئے بڑے حوصلہ کی ضرورت ہے۔ یا ماندہ کو ماندن بمعنی معروف کیا جائے اور ظرف بمعنی گنجائش اور را بمعنی برائے قرار دیا جائے اس صورت میں معرفت کے لبریز

+ [illegible]

پیوستہ ابرو در کشش ہموارہ مژگاں در زدن	۶	تا کے کسے بر دل خورد ایں شنہائے تیز را
سیری نظیری زیں چمن کز کہنگی گشتی خشن	۷	در باغ نرمی ہیں بہم خار و گل نوخیز را

از کف نمید ہد دل آساں ربودہ را	۱/۸	دیدیم زور بازوئے نا آزمودہ را
من در پئے رہائی و او ہر دم از فریب	۲	بر سر گرہ زند گرہ ناکشودہ را
دل در امید مرہم و ایں آہوان مست	۳	ریزند بر جراحت ما مشکِ سودہ را

(۶) تشریح :۔ "کشش" حاصل مصدر از کشتن۔ "دشنہ" خنجر۔ توجمہ :۔ ہمیشہ (یار کی تیغ) ابرو مصروف خونریزی اور پلکیں ہمیشہ مشغول خنجر زنی رہتی ہیں (تم ہی بتاؤ آخر) یہ تیز خنجر کوئی دل پر کہاں تک کھائے

توضیح :۔ یعنی عاشق بے دل معشوق کے ناوکِ ناز کی تاب کہاں لا سکتا ہے۔

(۷) تشریح :۔ "خشن" سخت۔ دوسرے مصرعہ میں "را" بمعنی برائے ہے۔ نثر یہ ہوگی۔ در باغ برائے خار و گل نوخیز باہم نرمی ہیں۔ باغ۔ نرمی کی طرف مضاف نہیں۔

توجمہ :۔ اے نظیری اس چمن (دنیا) سے (اس وجہ سے) تو اکتا گیا ہے کہ کہن سالی کی وجہ سے تو تندخو ہو گیا ہے (ذرا باغ میں کانٹے اور تازہ کھلے ہوئے پھول کے لئے باہمی نرمی (کا برتاؤ) دیکھ کہ کس خوبی کے ساتھ نباہ رہے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اسی طرح تو بھی مصائب و آلام پر تحمل و صبر سے کام لے۔

بحر :۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف ✦ ارکان وتقطیع :۔ مثل سابق ۱/۲

(۱) توجمہ :۔ بآسانی قبضہ میں آئے ہوئے دل کو (دوست) ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ (اس نازک اور) ناتجربہ کار بازو کا زور ہم نے دیکھ لیا (کہ کس بلا کا زور ہے)۔ توضیح :۔ یعنی ہم انکے بازو کو نازک اور ناآزمودہ سمجھ کر اس غلط فہمی میں تھے کہ ہمارا دل پھر ہم کو واپس مل جائے گا مگر اس کے بازو میں تو غضب کا زور نکلا کہ لاکھ کوشش کیجئے مگر اس کے پنجہ سے دل نہیں نکلتا، مراد یہ ہے کہ برق تجلی یار دل کو یکبارگی اُچک لیتی ہے اور عاشق بیدل پھر بے خودی سے خودی میں نہیں آ سکتا۔ ع کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

بعض شارحین نے اس شعر کی اور توجیہات بھی کی ہیں۔ مگر تکلفات سے خالی نہیں۔

(۲) توجمہ :۔ میں رہائی پانے کی کوشش میں لگا ہوا ہوں اور وہ (معشوق) دھوکہ دے دیکر ہر لحظہ لگی ہوئی گرہ پر اور گرہ لگا رہا ہے۔

توضیح :۔ یعنی دوست گرہ کشائی کا فریب دیکر اور گرہ پر گرہ لگا رہا ہے۔ خلاصہ یہ کہ رہائی ناممکن ہے۔

(۳) تشریح :۔ "آہوان" کنایہ از نازنینان۔ "مشک بر جراحت ریختن" ہم معنی نمک بر جراحت ریختن۔ اس لئے کہ مشک بھی زخم کے لئے مضر ہے۔ توجمہ :۔ (ہمارا) دل مرہم کی توقع میں ہے اور یہ مست (نازنین) آہو ہمارے زخم پر پسا ہوا مشک چھڑکتے ہیں۔ یعنی بجائے مرہم رکھنے کے اور چرکے لگاتے ہیں)۔

ہرگز دلم حلاوتِ آسودگی نیافت ۴ تلخ ست خواب دیدۂ درخوں غنودہ را

آشفتہ داشت خارشِ آسودگی دماغ ۵ دادیم برہوا سرِ سودا فزودہ را

نتواں چشید قندِ مکرّر وزاں لبال ۶ بتواں شنود تلخ مکرر شنودہ را

یکرہ خوشم بخندۂ دنداں نمانہ کرد ۷ تا کے نماید آں گہرِ نانمودہ را

ساغر کجاست تا گلہ از دل بروں بریم ۸ روشن کنیم خاطرِ کلفت زدودہ را

(۴) **تشریح**:۔ "آسودگی" آرام وراحت۔ "دیدہ درخون غنودہ" دیدہ موصوف ہے اور درخون غنودہ صفت یا دیدہ مضاف ہے۔ اور درخون غنودہ بمعنی مقتول مضاف الیہ۔ **ترجمہ**:۔ میرے دل نے قطعاً آرام وراحت کی شیرینی نہیں حاصل کی (اور کوئی جائے تعجب نہیں اس لئے کہ حالت) خون (باری) میں سونے والی آنکھ کیلئے نیند تلخ ہوتی (ہی) ہے یا چشم بسمل کے لئے نیند حرام ہوتی ہے (اس لئے کہ) دم مرگ اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں (یعنی مجھ کو آرام کیسے نصیب ہوتا جب کہ میری آنکھیں مصروف خوں باری ہیں یا چشم بسمل کی طرح کھلی ہوئی ہیں تو خواب راحت کی کیا سبیل ہے)۔

(۵) **تشریح**:۔ "خارش" کھجلی مراد طلب۔ "برہوا دادن" اور "بربادادن" ہم معنی محاورے ہیں۔ مگر یہاں سر اور ہوا کے الفاظ سے ہواخوری کی طرف پُرلطف ایہام ہوتا ہے۔ **ترجمہ**:۔ آرام (و فراغت) کی خارش (یعنی طلب ہمارے) دماغ کو پریشان کر رہی تھی (اس لئے) ہم نے پُر سودا سر کو (ہی) ہوا میں اُڑا دیا (یعنی کھو دیا) کہ نہ سر ہوگا اور نہ فکر آسودگی ستائے گی۔

توضیح:۔ یعنی دنیا کا سودائے خام روحانی تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔ اس لئے ہم نے عشق اختیار کر کے اس وبال دوش سر کو ہی خیرباد کہدیا اور اس طرح سر کھوکر آسودگی حاصل کر لی۔ ؎

شوریدگی کے ہاتھ سے ہے سر وبال دوش ✤ صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں

(۶) **تشریح**:۔ "قند مکرر" وہ شکر جس کے قوام کو دوبارہ پکا کر صاف کیا جائے یہاں مراد لب یار کا بوسہ ہے۔

ترجمہ:۔ (لب یار سے بوسہ کی) قند مکرر نہیں چکھی جا سکتی اور (وہاں) اُن سے بار بار سُنی ہوئی تلخ باتیں (اور گالیاں) سُنی جا سکتی ہیں ؎

کتنے شیریں ہیں ترے لب کہ رقیب ✤ گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

(۷) **تشریح**:۔ "یکرہ" بمعنی یک بار۔ "خوشم" میم ضمیر مفعولی بمعنی مرا "تا" برائے تنبیہ۔ **ترجمہ**:۔ (محبوب نے) ایک دفعہ بھی مجھ کو ایسی ہنسی سے خوش نہیں کیا جس میں اس کے دانت نظر آجائیں۔ دیکھئے! کب وہ ان چھپائے ہوئے موتیوں کو دکھاتا ہے۔

(۸) **ترجمہ**:۔ جام (شراب) کہاں ہے؟ (لاؤ!) تاکہ ہم (شراب پی کر) دل سے شکوہ وشکایت کو نکالدیں (یعنی مست و بےخود ہو جائیں) اور رنج وغم کے زنگ میں آلودہ طبیعت کو (نورِ بادہ سے) روشن کریں۔

توضیح:۔ یعنی رنج وغم سے نجات پانے کا ذریعہ شراب نوشی ہے۔ اس لئے اے ساقی شراب پلا تاکہ رنج کا احساس جاتا رہے اور شکوہ وشکایت زبان پر نہ آئے۔

تا منفعل ز رنجشِ بیجا نہ بینمش ۹ مے آرم اعترافِ گناہِ نبودہ را

نادیدہ جورِ او ز وفا لافہا زدم ۱۰ نتواں نمود ترکِ ستائش ستودہ را

منظورِ یار گشت نظیری کلامِ ما ۱۱ بیہودہ صرف، شکر، نکردیم دودہ را

تا بکے برخرقہ بندم جسمِ غم فرسودہ را ۱ سر بطوفاں میدہم ایں مشتِ خاکِ سودہ را

در دروں ہمچوں عنب شد خوشۂ اشکم گرہ ۲ بس فرو خوردم بدل خونہائے ناپالودہ را

(۹) **تشریح**:۔ "منفعل" اسم فاعل از انفعال بمعنی متاثر ہونا، شرمندہ ہونا۔ "بینمش" میں "ش" ضمیر مفعول۔ "را" علامت اضافت۔ "رنجش" بمعنے آزار۔ **ترجمہ**:۔ تاکہ میں اُس کو (اسکے آزار بیجا سے شرمندہ نہ دیکھوں (اس لئے) میں ان گناہوں کا بھی اقرار کئے لیتا ہوں جو (مجھ سے) سرزد نہیں ہوئے۔ **توضیح**:۔ یعنی دوست مجھ کو بے وجہ ستاتا ہے جسکی وجہ سے خطرہ ہے کہ حاکم عادل کے روبرو اُسکو کہیں میرے انکار خطا پر شرمندہ نہ ہونا پڑے اور یہ مجھے کیسے گوارا ہو سکتا ہے کہ محبوب کو لاجواب اور شرمندہ دیکھوں اس لئے ناکردہ گناہ کا بھی اقرار کئے لیتا ہوں۔ اسی مضمون کو دوسری جگہ یوں بیان کیا ہے۔ ؎

بے سبب دادی گر آزارم خجل از من مباش ✤ کردہ ام خاطر نشانِ خویش صد تقصیر را

(۱۰) **ترجمہ**:۔ اس کا ظلم دیکھے بغیر میں نے (اس کی) وفاداری کے متعلق بڑے دعوے کئے (یعنی اُس کی وفاداری کی تعریفیں کیں) اب اُسکا جور دیکھکر حقیقت کھلی مگر جس کی (ایک دفعہ تعریف کی جا چکی ہے (اب) اُس کی تعریف کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔ (یعنی اب اُس کی جفا کو بھی وفا کہنا پڑتا ہے تاکہ اپنی بات بنی رہے۔)

(۱۱) **ترجمہ**:۔ اے نظیری! ہمارا کلام دوست کے نزدیک مقبول ہو گیا۔ پس شکر خدا کہ ہم نے سیاہی کو بیکار خرچ نہیں کیا (یعنی الحمد للہ کہ اپنی محنت ٹھکانے لگ گئی۔)

بحر:۔ رمل مثمن محذوف۔ ✤ ارکان و تقطیع:۔ مثل ۔۔

(۱) **ترجمہ**:۔ (اس غم میں گھلے ہوئے جسم کو میں کب تک گدڑی پر باندھے (پھرتا) رہوں (بس) اس مٹھی بھر سفوفِ خاک (جسم) کو میں سیلاب (اشک) کے حوالے کئے دیتا ہوں۔ **توضیح**:۔ پہلے مصرعہ میں صنعت قلب ہے یعنی جسم کو بوجہ لاغری خرقہ سے سبک قرار دیکر جسم کو خرقہ اور خرقہ کو جسم بنا دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ غم نے اس قدر ضعیف وناتواں بنا دیا ہے کہ اب خرقہ کی سہار بھی نہیں رہی۔ لہٰذا اب اس کشمکش سے نجات پانے کی شکل یہی ہے کہ طوفانِ اشک میں اس مشت خاک جسم کو بہا دیا جائے۔

(۲) **تشریح**:۔ "گرہ شدن" بندھ جانا۔ "فرو خوردن" پی جانا۔ "ناپالودہ" ناصاف۔

ترجمہ:۔ میرے دل میں انگور کی طرح اشکوں کے گچھے بندھ گئے ہیں۔ (اس لئے کہ) میں بہت سا (غم کا جلا ہوا) ناصاف خون دل (کے دل) میں (ہی) پی گیا ہوں۔ (یعنی ضبط کرنے کی وجہ سے آنسو دل میں گھٹ کر رہ گئے)۔

گوشہا کر گشت و یارب یارم کارے نکرد ۳ نیست گویا روزنے ایں سقفِ قیر اندودہ را

خضر صد منزل بہ پیشم آمد و نشناختم ۴ بازمی باید ز سر گیرم رہِ پیمودہ را

دہ! کہ یک قاصد کہ باشد محرمِ ایں راز نیست ۵ چند بر کاغذ نویسم حال و شویم دودہ را

از شرابِ سود مندم بخت بد پرہیز داد ۶ مے کہ میخوردم نمی خوردم غمِ بیہودہ را

(۳) تشریح:- "یارب یارم"۔ پہلا یارب ندا منادیٰ ہے اور دوسرا بمعنی دعا۔ میم ضمیر مجرور۔ اصل اس کی بھی وہی ہے۔ مگر چونکہ دعا کے شروع میں یارب کہا جاتا ہے اس لئے اس کو اسمی صورت دے دی گئی ہے۔ "قیر" ایک قسم کا سیاہ روغن۔ کولتار۔

ترجمہ:- (سُننے والوں کے) کان بہرے ہوگئے۔ اور اے خدا میری دعاؤں نے کوئی اثر نہیں کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کولتار سے لپی ہوئی چھت (یعنی فلک) میں کوئی سوراخ (ہی) نہیں (جس سے دعا اوپر جاکر درگاہ خداوندی میں قبول ہو)

(۴) تشریح:- "خضر" ایک بزرگ کا نام ہے جن کے متعلق مشہور ہے کہ اُنھوں نے آبِ حیات پی کر دائمی زندگی حاصل کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو راستہ بھول جانے والوں کی رہنمائی کیلئے مقرر فرمایا ہے۔ "از سر گرفتن" از سرِ نو شروع کرنا۔

ترجمہ:- خضر (یعنی رہنمائے حقیقت سیکڑوں منزل پہلے میرے سامنے آیا مگر (میری حرماں نصیبی کہ) میں نے نہ پہچانا اسلئے) مجھ کو چاہیئے کہ پھر نئے سرے سے اس طے کئے ہوئے راستہ کو طے کرنا شروع کردوں (تاکہ اب کی بار اگر خضر ملجائے تو اسکی رہنمائی میں چلوں اور گمراہی سے نجات پاؤں۔

توضیح:- یعنی آثارِ قدرت ہر ہر منزل پر ہماری رہنمائی کے لئے موجود ہیں۔ یہ ہماری اپنی غفلت ہے کہ اُن کی طرف توجہ نہیں کرتے اور راستہ سے بھٹک جاتے ہیں ؎

بکوئے عشق منہ بے دلیل راہ قدم + کہ گم شد آں کہ دریں رہ برہبرے نرسید

اس شعر کا دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خضر نے میری رہنمائی سیکڑوں منزل کی مگر میں نے منزل کو نہ پہچانا یعنی دوسرے کی رہنمائی پر بھروسہ کیا اور خود نظرِ عبرت سے کام نہ لیا۔ اس لئے محروم رہا۔ اب اس تقلید کے عار و ننگ کو دور کرنے کے لئے مجھے از سرِ نو سفر شروع کرنا چاہیئے۔ مگر اس صورت میں نشناختم کا مفعول "منزل" بلا قرینہ محذوف ماننا پڑیگا۔

(۵) تشریح:- "وہ" کلمۂ افسوس۔ "محرم" رازدار۔ "چند" بمعنے تا چند و تا کے "دودہ" سیاہی۔ ترجمہ:- افسوس! کہ ایک قاصد (بھی) ایسا نہیں جو اس راز کا رازدار بن سکے (تو پھر) کہاں تک (اپنا) حالِ دل کاغذ پر لکھتا رہوں اور (اشکوں سے) سیاہی کو دھوتا رہوں۔

توضیح:- یعنی ہجر میں میرا یہ حال ہے کہ کیفیتِ دل لکھتا ہوں مگر محرمِ راز نہ ملنے کی وجہ سے خود ہی اس کو اشکوں سے دھو دیتا ہوں۔

(۶) تشریح:- "سود مندم" میں میم ضمیر مفعولی ہے "کہ" ظرفیہ بمعنی وقتیکہ یا شرطیہ۔

ترجمہ:- (میرے) بُرے نصیب نے مجھ کو نفع رساں شراب سے پرہیز بتا دیا جسکی وجہ سے مجھے طرح طرح کے غم و فکر لاحق ہوگئے ورنہ جب میں شراب پیا کرتا تھا تو (یہ دنیوی) بیکار کے غم نہ کھانے پڑتے تھے۔ یا اگر میں شراب پیتا رہتا تو یہ مفت کے غم نہ کھانے پڑتے۔

گل ز بہرِ اشک لولوئی و رنگ کاہیم ۷ در بلوریں حقہ دارد کہربائے سودہ را

از کنایت گاہِ مستی منع آں لب چوں کنم ۸ میچکد بے خود حلاوت قندِ آب آلودہ را

با نظیری چوں نشستی گوش بر حرفش مکن ۹ در پریشانی میفگن خاطرِ آسودہ را

درخور اگر نیم مے لعلِ فام را ۱ اے کاش تر کنند بوئے مشام را

(۷) تشریح:- "بہر" بمعنی حصہ و برائے "لولوی" منسوب بہ لولو مراد سفید۔ "کاہی" منسوب بکاہ۔ کاہ خشک گھاس کو کہتے ہیں جس کا رنگ زرد ہو جاتا ہے۔ "بلور" ایک قسم کا پتھر جو سفید اور نہایت شفاف ہوتا ہے۔ "کہربا" ایک زرد رنگ کا گوند جو گھاس کے تنکے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اسی لئے اس کا نام کہربا ہے۔ یرقاں کے مریض کے لئے کہربا کو بازو پر باندھنا یا گلے میں لٹکانا بیحد مفید ہے۔

ترجمہ:- پھول میرے (چہرے کے) زرد رنگ اور موتی کی طرح (میرے) سفید آنسوؤں کی وجہ سے (اپنی پنکھڑیوں کی) بلوریں ڈبیہ میں پسی ہوئی کہربا رکھتا ہے۔ توضیح:- یعنی گل میرے چہرے کی زردی کا باعث مرض یرقان سمجھ کر سفوف کہربا لایا ہے۔ حالانکہ یہ زردی مرضِ عشق کی ہے نہ کہ مرض یرقاں کی۔ یہ تخیل بہت لطیف ہے مگر اس صورت میں اشک لولوی کی یرقاں کیساتھ کوئی مناسبت نہیں اس لئے اگر یہ معنی کئے جائیں کہ گل نے یہ چیزیں مجھ سے لی ہیں۔ یعنی حقہ بلوریں میرے اشک لولوی سے اور خوردہ کہربا رنگ میرے رنگ زرد سے تو مطلب بے تکلف اپنی پوری مناسبتوں کے ساتھ درست ہو جاتا ہے۔

(۸) تشریح:- "کنایت" بمعنی اشارہ۔ مجازاً گالی کو کہتے ہیں اس لئے کہ گالیاں اکثر از قبیل کنایات ہی ہوتی ہیں۔

ترجمہ:- حالت مستی میں اس لب (معشوق) کو میں گالیاں دینے کیسے روکوں (اس لئے کہ) پانی ملی ہوئی شکر سے شربت بے اختیار ٹپکا کرتا ہے۔

توضیح:- یعنی لب معشوق اور اس کا آبِ دہن مثل قند آب آلود کی طرح شربتِ دشنام بے اختیار ٹپکا رہا ہے کہ نہ میرے بس میں اُس کا روکنا ہے اور نہ اس کے بس میں رُکنا۔ "چوں کنم" کا استفہام شعر کی جان ہے جس سے دو مفہوم پیدا ہوتے ہیں اول یہ کہ جب معشوق کے لب شیریں سے حلاوتِ دشنام جو میری عین مراد ہے خود بخود حاصل ہو رہی ہے تو میں اُس کو کیسے منع کر سکتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ میں اس کو روکنے سے ایسا ہی عاجز ہوں جیسا کہ قند آب آلود کو ٹپکنے سے روکنے کی کوئی تدبیر نہیں ہوسکتی۔

(۹) ترجمہ:- نظیری کے ساتھ اگر تو بیٹھ (بھی گیا ہے) تو اس کی بات پر کان (ہرگز) نہ دھرنا (اور اپنی) خاصی بھلی طبیعت کو پریشانی میں مبتلا نہ کرلینا اس لئے کہ ع افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را)

بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف۔ ارکان و تقطیع:- مثل ۲/۱

(۱) تشریح:- "درخور" لائق۔ مستحق۔ "لعل فام" سُرخ۔ لعل ایک قیمتی جوہر کا نام۔ "مشام"۔ دماغ۔

ترجمہ:- اگر ہم سرخ شراب کے قابل نہیں ہیں (تو شراب پینے کو نہ دیں مگر) اے کاش! (یہ ساقیانِ مینا بکف کم از کم اُسکی خوشبو سے (ہی ہمارے) دماغ کو تر کردیں۔ توضیح:- یعنی اگر ہم کو شراب سے محروم رکھا ہی تو رکھیں مگر اُس کی خوشبو سے تو محروم نہ کریں۔ مراد یہ ہے کہ مے معرفت کیلئے بحر جام کی اگر ہم اہلیت نہیں رکھتے تو کم از کم ادنیٰ فیض تجلی سے ہی ہم کو نواز دیا جائے دماغ پریشان کی سرشاری کیلئے وہ بھی بہت کافی ہے۔

برقدرِ زخم مرہم لائے نمی دہند ۲ زاں مے کہ طعم نوش کند مغز و کام را

بربام ما دریغ نتابید ہفتہ ۳ ماہے کہ او تمام کند ناتمام را

کس جذبہ بکارِ دلِ ما نمی کند ۴ تا چند سر بحلقہ در آریم دام را

خارج ز پردہ دخل غلط تا بکے کنیم ۵ مطرب نداده نشانِ مقام را

قسمت چنیں فتاد کہ ترکانِ مستِ او ۶ در دَورِ ما بطاق نہادند جام را

کم لذتم کہ روئے ندیدم ز آفتاب ۷ درخانہ پختم ایں ثمرِ نیم خام را

(۲) تشریح:۔ "لائے" تلچھٹ۔ تہ پیالہ۔ "نوش" تریاق۔ شہد و آبحیات۔ ترجمہ:۔ (ہمارے دل کے) زخم کے مطابق اُس شراب کی تلچھٹ کا (بھی) مرہم عطا نہیں کرتے جس سے دماغ اور حلق کو شہد و تریاق کا سا مزہ (حاصل ہوتا) ہے (ہماری بدنصیبی کی بھی حد ہو گئی)۔

(۳) ترجمہ:۔ افسوس! کہ ہمارے بام (دل) پر ایک ہفتہ (بھی) وہ مہ کامل نہیں چمکا جو ناقص کو (بھی) کامل بنا دیتا ہے (توضیح) یعنی تجلی ربانی جو ناقص کو کامل بنا دیتی ہے افسوس کہ ہم اُس سے کچھ زیادہ مستفید نہ ہو سکے۔ ان تینوں اشعار میں محرومی قسمت کا اظہار مختلف عنوان سے کیا ہے۔

(۴) تشریح:۔ "جذبہ بکار کسے کردن" موافقت کرنا۔ ساتھ دینا۔ "دام را" میں "را" علامت اضافت ہے یعنی بحلقۂ دام۔

ترجمہ:۔ (دنیا میں) کوئی شخص (بھی) ہمارے دل کی مراد کے ساتھ (حمایت) کا جذبہ نہیں دکھاتا (یعنی کوئی ہمارا ساتھ نہیں دیتا) تو ہم کب تک (دنیوی تعلق کے) جال میں (اپنا) سر ڈالے رکھیں۔ توضیح:۔ یعنی دنیوی تعلقات جب اپنے کام نہیں آتے تو ان میں سر کھپانے سے کیا فائدہ ان کو چھوڑ دینا ہی کافی ہے۔

(۵) تشریح:۔ "پردہ" حجاب۔ پیتل یا چاندی وغیرہ کا حلقہ جو طنبورہ و ساز کے دستہ پر انگلیاں جمانے اور مقامات موسیقی کو محفوظ رکھنے کیلئے لگایا جاتا ہے۔ "دخل غلط" بیجا اعتراض۔ "مطرب" گویا۔ "مقام" درجہ منزل۔ باصطلاحِ موسیقی مقام پردہ سرود۔ باصطلاحِ تصوف سالک کا وہ حال جو قائم ہو جائے۔ ترجمہ:۔ پردہ سے باہر (ہو کر) ہم کب تک بیجا دخل دیتے رہیں (جبکہ) مطرب نے ہم کو مقام (و منزل، نشان اور پتہ) نہیں بتلایا۔ توضیح:۔ شعر میں موسیقی اور تصوف دونوں کے لحاظ سے اچھی توجیہیں ہو سکتی ہیں۔ یعنی جب ہم کو مقام سرود کا ہی علم نہیں ہے تو پردۂ ساز سے خارج ہو کر غلط راگ کب تک گاتے رہیں۔ مرادیہ ہے کہ خلوت خانۂ عرفان سے باہر رہ کر اس کے متعلق قیاس آرائیاں درست نہیں۔ اس لئے کہ رہنمائے حقیقت نے ہم کو ہمارے مقام سے بھی آگے نہیں کیا ع ما راز مقام باخبر کن + ما ئیم کجا و تو کجائی +

(۶) ترجمہ:۔ ہم کیا کریں ہماری قسمت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ ہمارے نمبر پر اُس (محبوب کی آنکھوں) کے مست ترکوں نے (شراب سے بھرے ہوئے) جام کو طاق پر رکھدیا۔ توضیح:۔ یعنی دوست نے اپنی مست نگاہوں سے سب کو نوازا اور ہم سے تغافل برتا۔

(۷) ترجمہ:۔ میں کم مزہ اس لئے ہوں کہ میں نے آفتاب (حقیقت) کا چہرہ تک نہیں دیکھا (بلکہ) میں نے (دل کے) اس گدرے پھل کو (سینہ کی) کوٹھری میں (دبا کر) پکا لیا ہے۔ توضیح:۔ جس طرح پال کا میوہ ڈال کے میوے کے برابر لذیذ نہیں ہوتا کیونکہ وہ آفتاب کی شعاعوں سے محروم ہو جاتا ہے اسی طرح میرا دل آفتاب حقیقت کی روشنی سے محروم رہنے کی وجہ سے ذوق کامل نہیں رکھتا۔

گر جامِ صبح بے صفتِ فقر پُر کنند ۸ خورشید سرنگوں نکند کاسِ شام را

رخت از حرم کشیم نظیری بسومنات ۹ حُرمت نماند حاجیِ بیت الحرام را

بزیرِ ہر بنِ مو چشمِ روشنے ست مرا ۱ بروشنائیِ ہر ذرہ روزنے ست مرا

شہودِ بت ز پراگندگیم باز آورد ۲ دلیلِ راہِ حقیقت برہمنے ست مرا

(۸) تشریح:۔ "جامِ صبح" صبح کی شراب کا پیالہ۔ کنایہ از آفتاب وقت طلوع۔ "کاسِ شام" شام کی شراب کا پیالہ۔ کنایہ از آفتاب وقتِ غروب۔

ترجمہ:۔ (ساقیان قضاء و قدر شراب) صبح کے پیالہ کو اگر (اُس میں) فقر و احتیاج کی صفت (چھوڑے) بغیر بھر دیں تو آفتاب (شراب) شام کے پیالہ کو الٹا کر کے نذر رکھے۔ توضیح:۔ آفتاب کی تشبیہ طلوع کے وقت بھرے ہوئے جام کے ساتھ اور غروب کے وقت خالی جام کیساتھ نہایت لطیف ہے۔ جام کا سرنگوں ہونا اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ پیالہ خالی ہو گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آفتاب جو صبح کو جامِ لبریز کی طرح طلوع ہوتا ہے اگر اُس میں احتیاج کی صفت باقی نہ رہتی تو شام کے وقت یہ اپنے جام کو سرنگوں نہ کرتا ان استعارات سے اصل مقصد یہ ہے موجودات عالم میں سے کوئی بھی احتیاج سے پاک نہیں۔

(۹) تشریح:۔ "حرم" خانہ کعبہ مع احاطہ۔ "سومنات" گجرات کے ایک قدیم بتخانہ کا نام ہے۔ یہ لفظ دراصل سوم ناتھ تھا۔ سوم بمعنی قمر اور ناتھ بمعنی خداوند اس بت خانے میں چاند کی ہیکل کا بت رکھا ہوا تھا۔ "حرمت" عزت احترام۔ "بیت الحرام" خانہ کعبہ۔

ترجمہ:۔ اے نظیری (ہم کو چاہئے کہ) ہم حرم کعبہ (مجاز) سے (اُٹھا کر اپنا) سامان سومناتِ (حقیقت) میں لے آئیں۔ (اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ اب) خانہ کعبہ کے حاجی کی (کوئی) عزت و وقعت نہیں رہی۔ توضیح:۔ یعنی ظاہر پرستی اور ریاکاری چھوڑ کر صنم حقیقت کی پرستش کرنی چاہئے۔

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون محذوف ارکان:۔ مفاعلن، فعلاتن، مفاعلن، فعلن دوبار

بزیرِ ہر	بنِ موچش	مِ روشنے	ت مرا	+	بروشنا	ئیِ ہرذر	ہ روزنے	ت مرا
مفاعلن	فعلاتن	مفاعلن	فعلن		مفاعلن	فعلاتن	مفاعلن	فعلن

ترجمہ:۔ (بدن کے) ہر ہر رونگٹے کی تہ میں میرے لئے ایک روشن (اور حقیقت شناس) آنکھ ہے (اور) ہر ہر ذرہ کی چمک میں میرے واسطے (چہرۂ قدیم کا نظارہ کرنے کیلئے) ایک جھروکا موجود ہے۔ توضیح:۔ یعنی دوست کا نظارہ کرنے کے لئے میں ہمہ تن چشم بن گیا ہوں۔ اور کائنات کا ہر ذرہ اس کی طرف میری رہنمائی کر رہا ہے۔

(۲) تشریح:۔ "شہود" ظہور۔ مشاہدہ۔ "پراگندگیم" میں میم ضمیر مفعولی بمعنی مرا۔ "دلیل" رہنما۔

ترجمہ:۔ بتِ (حقیقت) کے جلوہ نے مجھ کو پریشانی (خیال) سے نجات دیدی (پس) میرے لئے حقیقت کے راستہ کا رہنما ایک برہمن (یعنی مرشد کامل ہے)۔ توضیح:۔ یعنی انکشافِ حقیقت نہ ہونے کی وجہ سے میں پراگندہ دل تھا الحمدللہ کہ مرشد کے فیضِ صحبت اور تائیدِ غیبی نے میرا ساتھ دیا کہ صنمِ حقیقت کے عیاں ہو جانے سے میری دلی پریشانی دُور ہو گئی۔

چو سایہ از ہمہ سو در کمین خورشیدم	۳	بہر کجا بن خاریست مسکنے ست مرا
بہر سراچہ و بستاں فرو نے آیم	۴	بروں ز عالم خاکی نشیمنے ست مرا
بدوستی کہ ز بس محوِ لذتِ عشقم	۵	بکائنات ندانم کہ دشمنیست مرا
ہزار نالۂ شہرود در دِ دِ شنوم	۶	ز سیل گریہ چو کہسار دامنیست مرا
ز خوشہائے سرشکم لبِ آغوش ست	۷	ز حاصلے کہ ترا نیست خرمنیست مرا

(۳) **تشریح**:- کمیں۔ گھات۔ مسکن۔ جائے رہائش۔ ٹھیرنے کی جگہ۔ **ترجمہ**:- میں سایہ کی طرح ہر سمت سے آفتاب (حقیقت) کی گھات میں بیٹھا ہوا ہوں (چنانچہ) جس جگہ خار (امکان و مجاز) کی ایک بیخ (بھی) ہے وہیں میری اقامت گاہ ہے (**توضیح**) گھات اکثر جھاڑیوں میں چھپ کر لگتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جس طرح تاریکی آفتاب کی گھات میں رہتی ہے کہ آفتاب ذرا نظروں سے اوجھل ہو اور تاریکی چھائے۔ اسی طرح میں عالم مجاز کے تمام موجودات کو جو خار و خاشاک کے مثل ہیں اپنی کمین گاہ بنا کر آفتابِ حقیقت کی تاک میں ہوں۔ مراد یہ ہے کہ تمام عالم اللہ تعالیٰ کے مختلف اسماء و صفات کا مظہر ہے اور سب کو اسی کی جستجو ہے۔

(۴) **تشریح**:- سراچہ۔ تصغیر سرائے۔ یعنی معمولی گھر۔ عالم خاکی جسمانی عالم۔ نشیمن۔ خلوت خانہ آرامگاہ۔ آشیانہ۔

ترجمہ:- میں ہر گھر اور باغ میں نہیں اترتا کیونکہ میرا آشیانہ (قیاس) دنیائے آب و گل سے باہر ہے۔ (**توضیح**) یعنی میں عالم قدس کا طائر ہوں دنیا کا گھر اور باغ میرے قیام کے لئے موزوں نہیں مراد یہ ہے کہ انسان کو دنیا میں دل نہ لگانا چاہئے۔

(۵) **تشریح**:- بدوستی میں باء قسمیہ ہے۔ کائنات جمع کائنۃ۔ وہ چیز جو عدم سے وجود میں آئے چونکہ عالم ایسی چیزوں ہی کا مجموعہ ہے اس لئے عالم کو کائنات کہتے ہیں۔ کہ۔ کدامیہ یا بیانیہ۔ دوسری شکل میں عبارت کی تقدیر یہ ہوگی "ندانم کہ مرا کسے دشمن ست"۔

ترجمہ:- محبت کی قسم کہ میں عشق (محبوب حقیقی) کی لذت میں ایسا بیخود بن گیا ہوں کہ میں نہیں جانتا کہ تمام عالم میں میرا دشمن کون ہے یا میں نہیں جانتا کہ دنیا میں میرا کوئی دشمن ہے۔ (**توضیح**) یعنی جب میں سارے عالم میں دوست کا ہی جلوہ دیکھتا ہوں تو دشمن کس کو سمجھوں؟ سب دوست نظر آتے ہیں، مراد یہ ہے کہ ہم عشق کے صدقہ میں صلح کل کے مقام عالی پر پہنچ گئے ہیں۔

(۶) **تشریح**:- شہرود۔ اسم مکبر بڑی بانسری۔ ایک ساز کا نام مثل موسیقار۔

ترجمہ:- میں درد (و غم) کے ہزاروں نالے سن رہا ہوں (کیونکہ) سیلاب گریہ و زاری سے میرا دامن (بھی) پہاڑ کے دامن کے مثل ہے۔

(**توضیح**:- یعنی میرے آنسو جو میری آنکھوں سے دامن میں گر رہے ہیں جوش و خروش کا وہی منظر پیش کر رہے ہیں جو دامن کوہ میں سیلاب کے گرنے سے پیدا ہوتا ہے اور اس کی آواز سے درد آمیز نغمے میرے کان میں آرہے ہیں۔

(۷) **تشریح**:- سرشکم۔ میں میم آغوش کا مضاف الیہ ہے۔ لب۔ لبریز۔ حاصل۔ پیداوار، جنس۔

ترجمہ:- میرے آنسوؤں کے گچھوں سے میری گود پوری طرح بھری ہوئی ہے (دیکھ) کہ جس پیداوار کا تیرے پاس نام تک نہیں اس کا میرے پاس پورا ڈھیر موجود ہے۔ (**توضیح**) یعنی بوسیلۂ غم عشق میں اشکوں کے خرمن کا مالک ہو گیا ہوں اور بے غم اس دولت سے محروم ہے۔

اگر بمعرکہ در خوں فتادہ ام چہ عجب	۸	ہمیشہ رزم بخود چوں تہمتنے ست مرا
دریغ رخش فرو ماند و روز بیگہ شد	۹	دریں سفر کہ بہر گام رہزنے ست مرا
کدام مے کہ پس از مستیم خمار نداد	۱۰	چو شیشہ در تہ ہر خندہ شیونے ست مرا
بیا از محنت جاں کندنم خلاصی دِہ	۱۱	کہ دم زدن ز فراقِ تو مردنیست مرا
گداخت چشم نظیری ز دقتِ نظرم	۱۲	کہ دیدہ تنگ تر از چشم سوزنی ست مرا
پروانہ ایم و شعلہ بود آشیان ما	۱	آب از شرار سنگ خورد گلستان ما

(۸) **تشریح**:- معرکہ۔ میدانِ جنگ۔ تہمتن۔ لقب رستم۔ مرکب از تہم بمعنی دلاور و قوی و تن بمعنی جسم۔ **ترجمہ**:- اگر میں (عشق کے) میدانِ جنگ میں (خاک) خون میں گر پڑا ہوں تو تعجب کی کیا بات ہے؟ (جبکہ) ہمیشہ مجھ کو اپنے (نفس سرکش کے) ساتھ رستم کی طرح سخت لڑائی لڑنی پڑتی ہے۔ (**توضیح**) یعنی جب رستم کی سی سخت لڑائی مجھے اپنے ساتھ لڑنی پڑتی ہے تو پھر میرے خون آلودہ ہونے پر تعجب ہونا چاہئے مراد یہ ہے کہ میں اپنی خودی کو فنا کرنا چاہتا ہوں۔

(۹) **ترجمہ**:- بلقیہ مصرعین:- افسوس کہ اس سفر (حیات) میں کہ جس میں میرے ہر ہر قدم پر (ہوا و ہوس کا) ایک ایک رہزن موجود ہے، (میرا) اسپ (ہمت) تھک گیا اور (زندگی کا) دن ناوقت ہو گیا۔ (**توضیح**) یعنی جوانی کا زمانہ غفلت میں گزر گیا اب جبکہ عمر ڈھل گئی ہے اور قویٰ نے جواب دیدیا ہے۔ اس سفر ہستی کو جس میں قدم قدم پر خطرات ہیں کیسے طے کروں؟

شب تاریک و بیم موج و گرداب چنیں ہائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

(۱۰) **تشریح**:- مستیم۔ میں میم ضمیر مفعولی بمعنی مرا۔ شیشہ۔ بوتل۔ شیون۔ نالہ۔ رونا پیٹنا۔ **ترجمہ**:- کونسی شراب (عشرت) ہے جس نے مستی (و بے خودی) کے بعد مجھ کو خمار (کی تکلیف) نہ دی ہو (بلکہ میرا تو یہ حال ہے کہ شراب کی) بوتل کی طرح ہر ہنسی کی تہ میں میرے لئے ایک نالہ (غم پنہاں) ہے (**توضیح**) یعنی دنیا میں کوئی راحت بے رنج نہیں۔ بوتل سے شراب نکالتے وقت جو آواز پیدا ہوتی ہے اسی کو مختلف اعتبارات سے خندہ اور شیون قرار دیا ہے۔

(۱۱) **ترجمہ**:- (اے محبوب) آ (اور) جاں کنی کی تکلیف سے مجھ کو نجات بخش اس لئے کہ تیرے فراق (کے غم) کی وجہ سے دم مارنا (بھی) میرے لئے موت کا حکم رکھتا ہے (**توضیح**) یعنی ایک ایک سانس دوبھر ہے، نہ تاب گویائی ہے اور نہ یارائے صبر۔

(۱۲) **ترجمہ**:- اے نظیری! میری باریک بینی کی وجہ سے (میرا جسم) گھل گیا یا آنکھ تک گھل گئی (مگر راز حقیقت نہ کھلا) کیونکہ میری آنکھ سوئی کے ناکے سے بھی زیادہ چھوٹی ہے۔ (**توضیح**) یعنی حقیقت کی طلب میں میں نے اپنی سی بہت کوشش کی جسم و چشم کو گھلا گھلا کر جسم و چشم سوزن کی طرح لاغر و تنگ بنا لیا لیکن رازِ حقیقت پھر بھی ظاہر نہ ہوا۔ مگر اس کا سبب اپنی ہی تنگ نظری ہے۔

بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف + **ارکان**:- و تقطیع مثل ہے۔

(۱) **ترجمہ**:- ہم (شمع رخ یار کے) پروانے ہیں اور ہمارا آشیانہ شعلہ (تجلی) ہی ہمارا باغ (دل) سنگ (دل محبوب کے عتاب) کی چنگاریوں سے سیراب ہوتا ہے (**توضیح**

[illegible]

موریم و برگذرگہ لشکر فتادہ ایم ۲ در راہِ پائمال شود کاروانِ ما

تا با نصیب ساختہ ایم از حلاوتے ۳ ہمچو رطب شگافتہ اند استخوانِ ما

زہ در گلوئے ماکند از کینہ روزگار ۴ بیند اگر درست تنِ چوں کمان ما

خورشیدِ عمر بر سرِ دیوار و خفتہ ایم ۵ فریاد از درازیٔ خوابِ گرانِ ما

صد موج را ز رفتنِ خود مضطرب کند ۶ موجے کہ بر کنار رَود از میانِ ما

(۲) ترجمہ:۔ ہم ہیں تو چیونٹی (کی طرح ناتواں) لیکن (سلیمانؑ کے) لشکر کے راستہ پر آ پڑے ہیں۔ ہمارا قافلہ راستہ میں (ہی) پیروں میں مسلا جائے گا (توضیح) یعنی ہم اور ہمارے ارادے بلند ہیں اور حضرت سلیمانؑ کے لشکر کی مانند بے تعداد ہوا و ہوس کے دیو و جن ہمارے راستہ میں ہم کو پامال کرنے کے لئے موجود ہیں، مور و سلیمانؑ کے مشہور قصہ کی طرف تلمیح ہے۔ دوسرے نسخہ کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہم حریص و ناتواں چیونٹی کی طرح دنیا کی شکر پر گر رہے ہیں۔ اس لئے ہمارا پائمال ہونا یقینی ہے۔

(۳) تشریح:۔ تا۔ ابتدائیہ۔ از حلاوتے۔ میں از۔ بیانیہ یعنی نصیب از حلاوت۔ رُطب۔ تر کھجور۔ استخواں۔ ہڈی۔ پھل کی گٹھلی

ترجمہ:۔ جب ہم نے شیرینی (دنیا کے) حصہ کے ساتھ سازگاری کرلی ہے (اُسی وقت سے قضا و قدر نے) تر کھجور کی مانند ہماری استخواں (رُوح) کو چیر دیا۔ (توضیح) یعنی دنیوی لذتوں میں انہماک روح کے آزار کا سبب ہے، استخواں خرما کے شگاف کا سبب حلاوت کو قرار دینا بر بنائے حسن تعلیل ہے۔

(۴) تشریح:۔ زہ۔ چلّہ کمان، بٹی ہوئی تانت یا ریشم۔ ترجمہ:۔ بقلب مصرعین۔ زمانہ اگر (کبھی) ہمارے کمان کے مانند (جھکے ہوئے) قد کو سیدھا (ہوتے) دیکھ لیتا ہے تو ہمارے جلن کے ہمارے گلے میں بٹی ہوئی تانت کا پھندہ ڈال دیتا ہے (یعنی پھر اس کمان پر چلّہ چڑھا دیتا ہے) (توضیح) کہتا ہے کہ زمانہ کی گردش نے ہمارے قد کو کمان کی طرح جھکا دیا ہے اور اب بھی اگر اس کمان کو سیدھا ہوتے دیکھ لیتا ہے تو چلّہ چڑھا کر پھر خم کر دیتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ استعمال کے بعد کمان کا چلّہ اُتار کر اُس کو سیدھی کرکے رکھ دیتے ہیں اور ضرورت کے وقت پھر چڑھا لیتے ہیں مراد یہ ہے کہ زمانہ ایک لمحہ کے لئے بھی ہم کو کمر سیدھی نہیں کرنے دیتا۔

(۵) تشریح:۔ آفتاب بر سرِ دیوار رسیدن۔ یعنی قریب الغروب ہونا۔ کنایہ از قرب موت (ترجمہ) عمر کا آفتاب (ڈھلتے ڈھلتے) دیوار پر (پہنچ گیا) ہے اور ہم (غفلت کی نیند) سو رہے ہیں۔ آہ! ہماری (یہ) گہری نیند کس بلا کی لمبی ہے۔ (توضیح) افسوس! کہ مرنے کا وقت قریب آگیا۔ اور ابھی تک آئندہ زندگی کی کوئی فکر نہیں۔

(۶) ترجمہ:۔ بقلب مصرعین۔ (زندگی کے دریا کی) جو موج ہمارے درمیان سے (نکل کر موت کے) کنارہ پر پہنچتی ہے وہ اپنے چلے جانے سے سیکڑوں موجوں کو پریشان بنا جاتی ہے۔

(توضیح) یعنی حقیقت شناس انسان دوسرے کی موت سے عبرت حاصل کرتا ہے۔ اور اپنے اعمال کی اصلاح میں لگ جاتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ عارف کامل کی موت اضطراب عالم کا سبب ہوتی ہے۔ کہ مَوتُ العالِمِ مَوتُ العالَم۔

بس درد ماغِ ہم نفساں مغز سوختیم ۷ در دیدہ خواب تلخ کند داستانِ ما

در پیری از ہزار جواں زندہ دل تریم ۸ صد نو بہار رشک برد بر خزانِ ما

ذوقے کہ جا بوادیٔ مجنوں گرفتہ بود ۹ امروز معتکف شدہ بر آستانِ ما

در حیرتم کہ غنچہ بہ بلبل چگونہ گفت ۱۰ رازے کہ باد ہم نشنید از زبانِ ما

بنیادِ ما خرابیٔ ما استوار کرد ۱۱ گوئی کہ سودِ ماست نظیری زیانِ ما

زیستم بسکہ بتدبیرِ خود از خامیہا ۱ رفت نام و نسبم در سرِ خود کامیہا

(۷) ترجمہ:۔ ہم نے (داستانِ غم سنا سنا کر اپنے) ہمدموں کے دماغ کے اندر کا گودا بہت جلایا (اس لئے کہ) ہماری داستان آنکھ میں نیند تلخ اور حرام کر دیتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہماری المناک داستان سننے والوں کو بھی مبتلائے غم بنا دیتی ہے۔

(۸) ترجمہ:۔ بڑھاپے میں (بھی) ہم ہزار ہا جوانوں سے زیادہ زندہ دل ہیں (چنانچہ) سیکڑوں (جوانی کی) نئی بہاریں ہماری (اس پیری کی) خزاں پر رشک کرتی ہیں۔ (توضیح) یعنی عشق کی برکت سے باوجود پیری کے ہمارے دل و دماغ، جذبات شوق اور سودائے عشق سے ایسے پُر ہیں کہ سیکڑوں نوجوان ہم پر رشک کرتے ہیں۔

(۹) تشریح:۔ جا گرفتن۔ قیام کرنا۔ معتکف۔ اسم فاعل از اعتکاف یعنی گوشہ نشین ہو جانا۔ ترجمہ:۔ وہ ذوقِ (عشق) جو (کبھی) مجنوں کی وادی (نجد) میں مقیم تھا۔ وہ آج ہمارے آستانہ (دل) پر اعتکاف کئے بیٹھا ہے (یعنی آج ہم اپنے زمانہ میں عشق میں سب پر فائق ہیں)

(۱۰) ترجمہ:۔ میں حیرت میں ہوں کہ (منہ بند) کلی نے بلبل سے وہ راز (محبت) کیسے کہہ دیا۔ جو ہماری زبان سے (کبھی) ہوا نے (بھی) نہیں سنا یعنی رازِ حسن و عشق جس کو ہم بہت چھپاتے ہیں نہ معلوم غنچہ بستہ دہن نے بلبل کو کیسے بتا دیا کہ وہ شیدائے گل ہو گیا۔

(۱۱) ترجمہ:۔ ہماری ویرانی (دل) نے ہماری بنیاد (ہستی) کو مضبوط بنا دیا۔ گویا اے نظیری ہمارا (ظاہری) نقصان ہمارا (باطنی) نفع ہے۔ (توضیح) یعنی خانۂ دل کو ہوا و ہوس دنیا سے ویران کر لینا اس کی بنیاد کے مضبوط ہو جانے کا باعث ہے۔

اشارہ:۔ اس کے برعکس مطلب بھی شعر سے نکل سکتا ہے جبکہ "بنیادِ ما" کو فاعل اور خرابی کو مفعول قرار دیا جائے یعنی ہماری بنیاد نے ہماری بربادی کو مضبوط کر دیا ہے جیسا کہ غالب کا شعر ہے ~ میری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی + ہیولیٰ برق خرمن کا ہے خونِ گرم دہقاں کا +

بحر:۔ رمل مثمن مخبون مشعث محذوف ارکان:۔ فاعلاتن، فعلاتن، فعلاتن، فعلن، دو بار

تقطیع

زیستم بس	کہ بتدبی	رِ خدز خا	میہا	رفت نامو	نسبم در	سرِ خدکا	میہا
فاعلاتن	فعلاتن	فعلاتن	فعلن	فاعلاتن	فعلاتن	فعلاتن	فعلن

(۱) ترجمہ:۔ چونکہ (اپنی) خامیوں کی وجہ سے میں نے اپنی رائے پر زندگی بسر کی (اس لئے) خود غرضیوں میں میرا نام و نسب (عزو شرف) جاتا رہا۔ (توضیح) یعنی عشق کے اختیار کرنے میں میں نے خود رائی سے کام لیا۔ کسی سے مشورہ نہیں کیا اس لئے اب اگر میں رسوائے عالم ہو گیا ہوں تو اس میں کسی کی کیا خطا؟ قصور اپنا ہی ہے کہ از ماست کہ بر ماست۔ +

ورع و شیب زبونِ غمِ ایامم کرد ۲ یادِ دورانِ جوانی و مے آشامیہا
طائرے نیست کہ تارے زمنش بر پا نیست ۳ صیدِ یک مرغ نہ کردم ز کہن دامیہا
روزِ عشرت بصداعِ سرِ مخمور گذشت ۴ تر نگردید دماغم ز تنک جامیہا
دل بلہو و لعب عمر منہ کیں مرغاں ۵ ہمہ برباد کنند از سبک اندامیہا
خلعتِ سرو باندامِ صنوبر نہ برند ۶ جامہ زیبندہ نماید ز خوش اندامیہا
شکرِ پیری کہ ہوا و ہوس از جوش نشاند ۷ چوں مے کہنہ بروں آمدم از خامیہا

(۲) تشریح:۔ ورع۔ پرہیزگاری۔ شیب۔ بڑھاپا۔ ایام۔ جمع یوم مراد زمانہ و حوادثِ زمانہ۔ ترجمہ:۔ بڑھاپے اور پرہیزگاری نے مجھ کو غمِ زمانہ کا پامال بنا دیا کہ نہ شراب حاصل ہے اور نہ مستیٔ شباب) آہ! زمانۂ جوانی اور (اس وقت کی) بادہ نوشیاں (بھی کیا خوب تھیں اب) یاد آتی ہیں (توضیح) قاعدہ ہے کہ غم کے وقت گزشتہ راحت کی یاد اور بھی زیادہ ستایا کرتی ہے شاعر نے شعر میں اسی حسرتناک منظر کو پیش کیا ہے۔

(۳) تشریح:۔ زمنش۔ بحذفِ مضاف یعنی ز دامِ منش۔ ش ضمیر مفعولی۔ کہن دامی۔ بیائے مصدری یعنی کہنگی دام۔ ترجمہ:۔ ایک طائر (آرزو) بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کے پاؤں پر میرے دام کا یکشت ایک تار نہ ہو مگر افسوس کہ (میں ایک مرغ (تمنا) بھی جال کے کہنہ ہونے کی وجہ سے شکار نہ کرسکا۔ (توضیح) یعنی میری اپنی غلطی تھی کہ میں نے بوسیدہ دام بچھایا جس کی وجہ سے طائر نکل گئے اور دام کا ایک ایک تار ان کے پاؤں میں الجھا رہ گیا۔ مراد یہ ہے کہ میں نے جلوہ ہائے دوست کو حاصل کرنا چاہا مگر دامِ نظر مضبوط نہ تھا۔ اس لئے محروم رہا اور دام بھی ہاتھ سے گیا۔

(۴) ترجمہ:۔ عیش و عشرت کا دن (بھی) خمار آلود سر کے درد میں گذر گیا (افسوس کہ) میرا دماغ (اپنے ہی) جام (حوصلہ) کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے تر نہ ہو سکا۔ (توضیح) یعنی ساقی نے بخل نہیں کیا بلکہ میری تنگ ظرفی میری محرومی کا باعث بنی۔

(۵) ترجمہ:۔ دل کو زندگانی کے کھیل تماشے میں نہ لگا اس لئے کہ یہ پرندے (لہو و نشاطِ دنیوی) جسموں کے ہلکے پن کی وجہ سے ہوا پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ (ذرا دیر میں اڑ جائیں گے) خلاصہ:۔ یعنی فانی چیز سے دل لگانا مقتضائے عقل نہیں۔

(۶) تشریح:۔ سرو۔ کی تین قسمیں ہیں۔ سروِ آزاد جو یک شاخہ اور سیدھا ہوتا ہے۔ سروِ سہی جو دو شاخہ ہوتا ہو اور دونوں شاخیں سیدھی ہوتی ہیں۔ سروِ ناز جو سیدھا ہوتا ہے مگر اس کی شاخیں ہر طرف پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ صنوبر۔ درختِ چلغوزہ۔ چیڑ کا درخت۔ ترجمہ:۔ (قدرت کے درزی) سرو (آزاد) کا لباس صنوبر کے بدن کے مطابق نہیں تراشتے (کیونکہ) بدن کے سجیلے پن سے (ہی) کپڑا (بھی) بھلا معلوم ہوتا ہے (توضیح) یعنی جو قبائے حسن سرو کو ملی ہے وہ صنوبر کے قد پر راست نہیں آتی۔ مراد یہ ہے کہ میرے محبوب کی مانند کوئی حسین نہیں ہے۔

(۷) ترجمہ:۔ (اس) بڑھاپے کا شکریہ (جس نے ہوا و ہوس کا جوش ٹھنڈا کر دیا اور پرانی شراب کے مانند میں خامی سے نکل گیا۔ (توضیح) یعنی غنیمت ہے کہ آخر عمر میں ہوش آگیا اور جنونِ شباب سے نجات مل گئی۔ شرابِ تازہ میں جھاگ اور جوش زیادہ ہوتا ہے اور یہ قوام کے خام ہونے کی علامت ہے، کہنہ ہونے کے بعد یہ کیفیت جاتی رہتی ہے۔ جوانی اور پیری کو شراب کی ان کیفیات کا مشابہ قرار دیا ہے۔

پیش از مرگِ خود از آفتِ ہستی رستم ۸ با اجل باز نماندم ز سبک گامیہا
در خرابات سرِ ناموراں گردیدیم ۹ بسکہ اندیشہ نہ کردیم ز بدنامیہا
لوثِ تقصیر چو از آبِ کرم شستہ شود ۱۰ دلقِ درویش بر آید ز سیہ فامیہا
ساز و برگِ مے و مطرب بہ نظیری جمع است ۱۱ بوئے خیر آیدش از نیک سرانجامیہا

بصافِ صبح نگہ کن سرِ سبو بکشا ۱ دہانِ چشمہ کشادند راہِ جو بکشا
دل از مطالعۂ صبح در حجاب مدار ۲ بزیرِ ہر بنِ مو دیدہ برو بکشا
شگافِ خرقہ بدقت چہ می کنی پیوند ۳ لباسِ فقر و فنا پارہ بہ رفو بکشا

(۸) تشریح:۔ باز ماندن۔ رکا رہنا۔ ٹھیرنا۔ ترجمہ:۔ اپنی موت سے پہلے (ہی) میں وجود کی آفت سے چھوٹ گیا (شکر خدا کہ اپنی) تیز رفتاری کی وجہ سے میں موت کے لئے نہیں پڑا رہا۔ (توضیح) مراد یہ ہے کہ میں نے اپنے نفس کو مرنے سے پہلے ریاضت و مجاہدے کے ذریعہ فنا کر لیا ہے اور بہ طفیل عشق مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا۔ کے مقام بلند پر پہنچ چکا ہوں۔

(۹) ترجمہ:۔ میخانۂ (عرفان) میں ہم نامور لوگوں کے سردار بن گئے۔ اس لئے کہ ہم نے (دنیا کی) بدنامیوں کی کوئی پروا نہیں کی۔

(۱۰) ترجمہ:۔ (اے خدا میرے) گناہوں کی گندگی اگر (تیرے) رحم و کرم کے پانی سے دھو ڈالی جائے تو (مجھ بدعمل) فقیر کی گدڑی (بد انجامیوں کے) میل کچیل سے (صاف ہو کر) نکل آئے (توضیح) یعنی مجھ گنہگار کو صرف رحمتِ خداوندی کا آسرا ہے۔

(۱۱) تشریح:۔ بد آیدش۔ یش۔ ش۔ ضمیر مجرور۔ سرانجامیہا کا مضاف الیہ ہو۔ ترجمہ:۔ نظیری کے پاس ساز و سامانِ (عشرت) شراب اور مطرب (گویا سب) جمع ہیں (ما شاء اللہ) اس کے (ان) اچھے انتظامات سے بوئے خیر آرہی ہے (توضیح) یعنی اچھے انجام کی توقع ہے۔ حسنِ تعریف قابلِ داد ہے۔

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون محذوف + ارکان و تقطیع حسب ۔

(۱) تشریح:۔ صافِ صبح۔ صبح کی نتھری ہوئی شراب۔ ترجمہ:۔ صبح کی نتھری ہوئی شراب کو دیکھ (اور تو بھی اے ساقی اپنی) سبو (و صراحی) کا منہ کھول (جب کہ ساقیانِ قدرت نے) چشمۂ (فیض) کا دہانہ کھول دیا ہے تو (بھی اپنی) ندی کا راستہ کھول دے۔ (توضیح) یعنی وقتِ صبح بے شغل مے نوشی ہونا چاہئے۔ اس لئے اے ساقی! سبو کے دہن کو کھول اور ہم کو سیراب کر کیونکہ جب چشمہ کا دہانہ کھل گیا ہے تو ندی میں پانی کم رہ جانے کا خوف نہیں رہا۔ اس کو جاری کر اور فیض رسانی میں بخل نہ کر۔ یا اے طالبِ انوارِ صبح اپنے سبوئے دل اور جوئے دل کو [illegible]

(۲) ترجمہ:۔ (اپنے) دل کو (جلوۂ) صبح کے مطالعہ سے نہ روک (بلکہ) ہر بن مو کے نیچے آنکھ کھول کر اس کی طرف دیکھ (توضیح) یعنی ہمہ تن چشم بن کر جلوۂ قدرت کا نظارہ کر۔

(۳) ترجمہ:۔ (اے نادان درویش یہ) تو لبادہ کی پھٹن کو (بہت غور و) دقت سے کیا سی رہا ہے۔ فقر و فنا کے لباس کا تار تار (ہو جانا ہی) اچھا ہے رفو کے ٹانکے توڑ۔ (توضیح) یعنی لباسِ درویشی کا پارہ پارہ ہونا ہی مناسب ہے۔ رفو کرنے کی زحمت نہ اٹھانی چاہئے مراد یہ ہے کہ دنیا کے عیش و راحت کا سامان فراہم کرنا حماقت ہے بلکہ اس کو ٹھکرانا مناسب ہے۔

یکے بکوزۂ پرہیزِ خویشتن سنگے زن ۴ چو شیشہ رشتۂ زنارش از گلو بکشا
چو موئے جاہِ جہاں نقص دیدۂ بنیاست ۵ اگر برستہ ترا در دو دیدہ مو بکشا
چو شیر گاہِ قناعت دہان آز بہ بند ۶ چو باز وقتِ ہنر بال جستجو بکشا
در ازدحام غم و غصہ وقت گم کردی ۷ ترا کہ گفت سرِ کیسہ در غلو بکشا
اب مانع قرب ست شرم حائل لطف ۸ بہ نزد اورہِ اظہار آرزو بکشا
چو رنگ چند شوی ملتفت بروئے سخن ۹ بمغز راہ کن و پردہ ہمچو بو بکشا
بہ بزم بے بصراں پردہ بر معانی کش ۱۰ وگر بدیدہ ورے برخوری برو بکشا

(۴) ترجمہ:- ایک اپنے پرہیزگاری کے کوزہ پر (یعنی دل پر) پتھر مار (اور) شراب کی بوتل کی طرح اُس کے گلے سے (تعلق غیر کے) زنار کا دھاگا کھول دے۔ (توضیح) کہتا ہے کہ اِس تقویٰ و پرہیزگاری کو چھوڑ و اور شراب عرفان پی کر مست بن جاؤ؎

لطف مے تجھ سے کیا کہوں زاہد ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

(۵) تشریح:- ترا- میں را علامت اضافت ہے۔ ترجمہ:- (دنیوی جاہ و جلال) پر بال کی طرح سوا نکھی (اور حقیقت بیں) آنکھ کیلئے عیب نقصان (کی چیز) ہے اگر تیری دونوں آنکھوں میں (اس قسم کے) پر بال نہیں نکل آئے ہیں تو (آنکھیں) کھول (اور حقیقت کا نظارہ کر)

(۶) ترجمہ:- شیر کے مثل قناعت کے وقت حرص کا مُنھ بند کر (اور) باز کی طرح ہنر (نمائی) کے وقت طلب و جستجو کا بازو پھیلا۔ (توضیح) یعنی کوشش کرو مگر حرص نہ کرو شیر شکار میں سے بقدر ضرورت کھا لینے کے بعد بقیہ دوسرے جانوروں کے لئے چھوڑ دیتا ہے اور باز شکار کے لئے انتہائی کوشش کرتا ہے۔ پس انسان کو شیر سے قناعت اور باز سے جستجو کا سبق حاصل کرنا چاہئے۔

(۷) تشریح:- ازدحام- ہجوم۔ غلو بھیڑ کیسہ- تھیلی۔ ترجمہ:- دنیا کے غم و رنج کے ہجوم میں تو نے (نقد) وقت کو کھو دیا (آخر) تجھ سے کہا تھا کس نے کہ کیسۂ عمر کا مُنھ (غم و غصہ کی بھیڑ میں) کھول دینا (توضیح) یعنی غم دنیا میں عمر کو ضائع کرنا اپنی ہی غلطی ہے۔

(۸) ترجمہ:- (ادھر ہمارے لئے (دوست کا پردہ نشین ہونا قرب (اور وصال) سے مانع ہے اور (اُدھر اُس کی) شرم و حیا لطف و کرم کرنے میں آڑے آ رہی ہے (تو اب) اُسکے سامنے اظہارِ مدعا کی (کوئی نئی) راہ نکال (دیکھیں) کونسی راہ نکالتا ہے نکال) یعنی؎

کوئی امید بر نہیں آتی کوئی صورت نظر نہیں آتی

(۹) ترجمہ:- رنگ (ظاہری) کی طرح کلام کی (ظاہری) سطح پر تو کب تک متوجہ رہے گا (بلکہ) کلام کے مغز کو سمجھ اور بوئے (گل) کی طرح پردہ اُٹھا دے۔ (توضیح) یعنی لفظ پرستی چھوڑ اور معنی سمجھ کر اس کا اظہار کر۔

(۱۰) ترجمہ:- (کور ذوق) اندھوں کی محفل میں معانی (حقیقت) پر پردہ ڈالے رکھ (ہاں) اگر تو کسی سوانکھ (خوش ذوق) سے دوچار ہو جائے تو اُس پر ظاہر کر دے۔

بہ بزم اہلِ خرد عقدہ بر سخن مگزار ۱۱ چو غیر نیست نظیری کسے بگو بکشا

برفلک تا بد مسیحا رشتۂ زنار ما ۱ برزمیں منصور افزاد ستون دارِ ما
از معاصی توبہ می کردیم پیش از عاشقی ۲ ایں زماں عصیاں شود از کفر استغفارِ ما
از شبانِ وادی ایمن نفس سوزاں تریم ۳ موسیٰ اندر طور میر قصد زموسیقارِ ما
گر بطبع زاہداں تلخ ست طعمِ ما چہ غم ۴ روشن از رخسارِ میخواراں شود معیارِ ما

(۱۱) ترجمہ:- اے نظیری سمجھ دار لوگوں کی محفل میں کسی بات میں گتھی نہ چھوڑ (بزم میں) جب کوئی غیر نہیں ہے تو بےخوف ہو کر کہہ اور (عقدے) کھول۔

بحر:- رمل مثمن محذوف۔ ارکان:- و تقطیع مثل ہے

(۱) ترجمہ:- فلک (چہارم) پر حضرت عیسیٰؑ ہمارے زنار کا دھاگا بٹ رہے ہیں (اور) زمین پر منصور ہماری سولی کے ستون کو نصب کر رہا ہے۔ (توضیح) مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور منصور دونوں عشق الٰہی کے سلسلہ میں ظلم و ستم کے تختۂ مشق بنے ہیں حضرت عیسیٰ کو یہودیوں نے پھانسی پر لٹکانے کی کوشش کی اور منصور کو انا الحق کہنے کے جرم میں سولی پر لٹکا دیا گیا چونکہ میں نے بھی اُنکی پیروی میں کفر عشق اختیار کر لیا ہے لہذا میرے لئے حضرت عیسیٰ فلک چہارم پر (آفتاب کے خطوطِ شعاعی کی) زنار تیار کر رہے ہیں اور زمین پر منصور دار کا بند و بست کر رہے ہیں یعنی جو انجام اُنکا ہوا کہ کافر قرار دیئے گئے اور دار پر لٹکائے گئے وہی انجام میرا ہوگا۔ یا مراد یہ ہے کہ میں کفر عشق میں عیسیٰؑ اور منصور سے بھی اسقدر بڑھا ہوا ہوں کہ جو معاملہ نا واقفوں نے اُن کے ساتھ کیا تھا یہ باوجود واقف ہونے کے میرے ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔

(۲) ترجمہ:- ہم عاشق ہونے سے پہلے گناہوں سے توبہ کیا کرتے تھے۔ لیکن اب ہمارا کفرِ (عشق) سے توبہ کرنا گناہ ہے۔ (توضیح) یعنی بُتِ حقیقت کی پرستش ہمارا شیوہ بن گیا ہے۔ اور اس سے توبہ کرنا شریعتِ عشق میں سب سے بڑا گناہ ہے۔

(۳) تشریح:- شبانِ وادی ایمن۔ سے موسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ کیونکہ اُنھوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی دس سال تک بکریاں چرائی تھیں جس کے بعد حضرت شعیب نے اپنی لڑکی سے آپکا نکاح کر دیا تھا۔ وادی ایمن۔ اُس صحرا کا نام ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام نے دور سے روشنی دیکھ کر یہ سمجھا تھا کہ یہ آگ ہے مگر قریب پہنچکر ایک درخت سے "اِنِّی اَنَا اللّٰہُ" کی صدا سُنی۔ موسیقار۔ ایک پرندے کا نام ہے جس کے مُنھ میں تین سو ساٹھ سوراخ ہوتے ہیں ہر ایک سوراخ سے نیا راگ گاتا ہے فن موسیقی اسی سے اخذ کیا گیا ہے نیز موسیقار ایک ساز کا نام ہے مثل شہرود۔ ترجمہ:- وادی ایمن کے چرواہے (حضرت موسیٰ علیہ السلام) سے (بھی) ہم زیادہ دل جلے ہیں (جبھی تو) موسیٰ ہمارے سازِ (عشق کے نغموں) سے طور پر رقص کرتے ہیں (توضیح) یعنی ہم سوزِ عشق میں موسیٰ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں؎ موسیا آداب دانا دیگر اند + سوختہ جان و رواناں دیگر اند +

(۴) تشریح:- طعم ما- یعنی طعم بادہ ما- معیار- ترازو- کسوٹی مجازاً قدر و قیمت کے معنی میں مستعمل ہے۔ ترجمہ:- اگر زاہدوں کی طبیعت کو ہماری شراب کا مزہ ناگوار ہے تو (ہمیں) کیا غم (جبکہ) بادہ خواروں کے رخسار سے ہماری شراب کا معیار ظاہر ہو رہا ہے۔ (توضیح) شراب پینے سے خون کا دوران تیز ہو جاتا ہے جس سے چہرہ پر سُرخی آ جاتی ہے اسی کو اپنا معیار قرار دیا ہے۔ بخلاف زاہدوں کہ اُن کے چہرے زرد ہو جاتے ہیں۔

خضر وقتے کو کہ تعمیرِ خراب ما کند ۵ زانکہ گنجے ہست پنہاں در تہ دیوارِ ما
ہر کجا عشق ست مستولی طبیباں خستہ اند ۶ از کہ ایں درد دوا جوید دلِ بیمارِ ما
زیرکاں را دانہ و آب چمن خامش نکرد ۷ عندلیب مست رمزے داند از اسرارِ ما
چوں مگس بر قند میجوشم بر مطلوب خویش ۸ گرمیِ سودائے یوسف نشکند بازارِ ما
خسروِ نظمی نظیری نقش شیریں طرح کن ۹ چرخ بار ما کشد چوں عشق باشد کارِ ما
باشہپرِ عنقا چہ نوا بال مگس را ۱ ہم نغمۂ داؤد کہ دیدست جرس را

(۵) ترجمہ:- اس وقت کا خضر (مرشد کامل) کہاں ہے (اُسکو بلاؤ!) تاکہ ہمارے ویرانہ (دل) کی تعمیر کرے اسلئے کہ (جس طرح اُس دیوا
کے نیچے ایک یتیم کا خزانہ تھا جسکو خضر نے بغیر مزدوری کے درست کر دیا تھا۔ اسی طرح) ہماری دیوار (دل) کے نیچے (بھی) (استعداد و قابلیت کا) ایک خزانہ دبا ہے۔
(توضیح) یعنی ہم استعداد کی دولت رکھتے ہیں کاش کوئی رہبر کامل مل جائے جو ہم کو منزل مقصود تک پہنچا دے۔ اور ہماری استعداد کو ضائع ہونے سے بچالے۔
(۶) ترجمہ:- جہاں (مرض) عشق غالب ہوتا ہے وہاں (بیچارے) حکیم عاجز ہیں (پھر بتاؤ!) ہمارا مریض (عشق) دل کس درد سے
دوا تلاش کرے۔ (خلاصہ) یعنی مرض عشق لا دوا ہے۔
(۷) ترجمہ:- مرغان زیرک (عرفا) کو چمن (دنیا) کا دانہ پانی (مال و دولت سے) خاموش نہیں کر سکا (چنانچہ) بلبل ہمارے (ہی) رازداں میں سے
ایک راز کو جانتا ہے۔ (اسی لئے تو خاموش نہیں ہوتا) (توضیح) یعنی حسن ازلی کے طلبگار دنیا کے فانی اسباب میں مصروف ہو کر یاد حبیب سے
غافل نہیں ہوتے۔ بلبل جو آب و دانہ چمن سے منہ موڑ کر یاد گل میں منہمک رہتا ہے۔ یہ اسی عشق کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔
(۸) ترجمہ:- ہم اپنے محبوب پر (السلام علیہا) جوش و خروش کر رہے ہیں جیسا کہ مکھی شکر پر (گرتی ہے)، (حتیٰ کہ) یوسفؑ کے عشق کی
گرم بازاری (بھی) ہمارے بازار (عشق) کی رونق نہیں گھٹا سکتی (توضیح) یعنی ہمارا محبوب حسن میں یوسفؑ سے بڑھا ہوا ہے اور ہم عشق میں اہل مصر سے
(۹) ترجمہ:- اے نظیری تو (مملکت) نظم کا خسرو ہے۔ اس لئے شیریں (اور دلچسپ) نقش (کلام) کی بنیاد ڈال (کیونکہ) جب ہمارا کار (و بار)
عشق ہو گا تو فلک ہمارا بار (ضرور) اٹھائیگا (توضیح) یعنی تو فکر کر معروف شیریں کلامی رہ اس لئے کہ بطفیل عشق فلک کو بھی تیرا اخر بار کرش بنانا
پڑیگا پھر اس کی گردش کا کیا خوف؟ (اشارہ) خسرو اور شیریں کے الفاظ میں صنعت ایہام تناسب ہے اور خسرو و شیریں کے قصہ کی طرف تلمیح۔

بحر:- ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف + ارکان:- مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن دوبار

با شہپ	رِ عنقا چ	نوا بال	مگس را	ہم نغم	ہ	داؤد کہ	دیدست	جرس را
مفعول	مفاعیل	مفاعیل	فعولن	مفعول	مفاعیل		مفاعیل	فعولن

(۱) تشریح:- شہپر۔ بڑا پر۔ بال۔ بازو۔ جرس۔ گھنٹہ۔ کہ۔ کو امید۔ ترجمہ:- بلند پرواز عنقا کے شہپر کے مقابلہ میں مکھی کے پروں
کی آواز کیا حیثیت رکھتی ہے؟ (یعنی کچھ نہیں اور (اسی طرح) حضرت داؤدؑ کے نغمے کی برابر گھنٹہ کی آواز کو کس نے پایا ہے؟ (کسی نے نہیں)
(توضیح) مرزا یہ ہے کہ جو نسبت بال مگس کو شہپر عنقا کے ساتھ اور آواز جرس کو نغمۂ داؤد کے ساتھ ہے وہی نسبت ایک دنیا دار کو عارف باللہ کے ساتھ

[illegible]

درمعرض خورشید شُہا را چہ نمایش ۲ با نورِ تجلی چہ ضیا نارِ قبس را
بس غنچۂ نشگفتہ بتاراج خزاں رفت ۳ رسمیست کہ رہزن زند از قافلہ پس را
پرّاندنِ ناداں گہ نطقم بچہ ماند ۴ باآنکہ پرد چشم وہی بر مژہ خس را
در کوئے حقیقت چہ کند مرد مجازی ۵ در بیشۂ شیراں چہ ہنر گرگ ہوس را
جُز حاجت اخواں نسزد تحفۂ یوسفؑ ۶ ایں جا نرسد عرضِ تجمل ہمہ کس را

(۲) تشریح:- معرض۔ مقابل۔ سامنے۔ شہا۔ ایک ستارے کا نام جس کی روشنی کم ہوتی ہے۔ نار قبس۔ وہ تھوڑی سی آگ جو زیادہ آگ میں سے
نکالی گئی ہو۔ ترجمہ:- آفتاب (حقیقت) کے سامنے شہا کے (مجاز) کی کیا نمود ہے؟ اور تجلی (خدا) کے نور کے مقابلہ میں (ممکنات کے وجود
کی) چنگاری کی کیا روشنی ہے؟ (یعنی کچھ بھی نہیں) یا یہ مراد ہے کہ دوسرے شاعر کی میرے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں)۔
(۳) ترجمہ:- بہت سی بے کھلی کلیاں (باد خزاں) کی لوٹ مار میں جاتی رہیں (اور کوئی تعجب نہیں اس لئے کہ یہ تو ایک پرانی) رسم اور طریقہ
ہے کہ ڈاکو قافلہ سے پچھڑے ہوئے لوگوں کو لوٹ لیتا ہے۔ (توضیح) جو غنچے موسم بہار کے ختم پر نکلتے ہیں وہ عموماً باد خزاں کی وجہ سے
بے کھلے ہی مرجھا جاتے ہیں گویا وہ قافلہ بہار سے پیچھے رہ گئے ہے کہ رہزن خزاں نے اول انہی پر حملہ کیا۔ مراد یہ ہے کہ تمناؤں کے بہت سے
غنچے بے کھلے مرجھا گئے۔
(۴) تشریح:- پرّاندن۔ لاف زنی کرنا۔ کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنا۔ داد دینا۔ نطقم۔ میں میم مفعولی اور مضاف الیہ دونوں بن سکتی ہے۔
ترجمہ:- میری سخن گوئی کے وقت جاہل کا (مجھے) داد دینا اور سراہنا (معلوم ہے؟) کس چیز کے مشابہ ہے؟ اس امر کے مشابہ ہے کہ
آنکھ پھڑک رہی ہو اور تم اُس پر تنکا رکھ دو (توضیح) آنکھ پھڑکنے کیلئے پپوٹے پر تنکا رکھ دیتے ہیں فوراً پھڑکنا بند ہو جاتا ہے کہتا ہے کہ اسی طرح کلام
کی خوبیوں سے ناواقف شخص کی داد میرے جوش کو فرو کر دیتی ہے پرّاندن کے معنی اگر لاف زنی کے کئے جائیں تو مطلب ہوگا کہ میرے نادان حریف کی تعلیاں
میری سخن گوئی کے وقت بالکل اس کے مشابہ ہو جاتی ہیں کہ جیسے پھڑکتی آنکھ پر تنکا رکھ دیا جائے۔ یعنی میرے آگے اُس کا رنگ پھیکا پڑ جاتا ہے۔
(۵) ترجمہ:- حقیقت کے کوچہ میں (عالم مجاز میں مستغرق رہنے والا انسان کیا کر سکتا ہے اس لئے کہ (اللہ کے قناعت گزیں) شیروں کے جنگل میں
حرص و ہوس کے بھیڑیئے کیلئے کیا ہنر (لیاقت ہو سکتا) ہے (توضیح) کوچۂ حقیقت کو بیشۂ شیر اور مرد مجازی کو گرگ ہوس قرار دیکر کہتا ہے کہ جس طرح
بھیڑیا شیر کی کچھار میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح دنیا میں منہمک رہنے والا حریص انسان خدا کے نیک بندوں کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا۔
(۶) ترجمہ:- بھائیوں کی حاجتمندی کے سوا کوئی چیز یوسفؑ کیلئے تحفہ (ہونے) کے لائق نہیں؛ یہاں (یعنی بارگاہ حسن شاہی میں) شان و شوکت
دکھلانے کا حق ہر ایک کو نہیں پہنچتا۔ (توضیح) شعر میں قصہ یوسف علیہ السلام کے اُس جزو کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضرت یوسفؑ کو مصر کی
شاہی مل گئی تو قحط سالی کے زمانہ میں خود بھائی جنھوں نے حضرت یوسفؑ کو کنوئیں میں ڈال دیا تھا اُن کے پاس غلہ لینے کے لئے آئے تھے۔ مطلب یہ ہے
کہ جس طرح یوسف علیہ السلام کی بارگاہ میں بھائیوں نے اپنی احتیاج کا تحفہ پیش کیا تھا۔ اسی طرح بارگاہ خداوندی میں بندہ کا اپنے عجز
و احتیاج کو پیش کرنا ضروری ہے۔

هرچند ز تریاق بود زہر گراں تر ۷ زیں جنس بصد من ندہیم عدس را
کس ہمرہ ما نیست کزاں سوئے بتازیم ۸ از معرکہ بردیم بروں گرد فرس را
تا ہمدم ہر بیہدہ پرواز نہ گردد ۹ در سینہ شکستیم پر و بال نفس را
در آرزوئے یک تن ہمجنس کہ عنقاست ۱۰ از بسکہ طپیدیم شکستیم قفس را
صبح اندم خونریز نظیری بہراس ست ۱۱ از ناوک شب خیز بودیم عسس را

نشستہ در ظلمم باقمر چہ کار مرا ۹/۱ چراغ تیرہ شبم با سحر چہ کار مرا

(۷) توجمہ:۔ تریاق (راحت دنیوی) سے زہر (عشق خواہ کتنا ہی زیادہ ناگوار ہو مگر) اس جنس (زہر) میں سے آدھی مسور (کے برابر) (بھی اُس تریاق کے) سَو من کے بدلے نہیں دے سکتا (توضیح) یعنی میرے نزدیک یہ زہر اُس تریاق سے اچھا ہے اس صورت میں لفظ "گراں" میں صنعت ایہام ہے دوسرے نسخہ کی صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ اگرچہ تریاق زہر سے زیادہ مہنگا ہے۔ لہٰذا بظاہر یہی نسخہ صحیح معلوم ہوتا ہے

(۸) توجمہ:۔ (میدان سلوک) میں کوئی ہمارے ساتھ نہیں (رہا) ہے کہ اُس جانب سے (اُس کے ساتھ ہم گھوڑا دالیس دوڑا لائیں (کیونکہ) ہم تو گھوڑے کی گرد (بھی) معرکہ (ہستی) سے باہر نکال لے گئے ہیں۔ (توضیح) مطلب یہ ہے کہ ابتدائے سفر میں ہمارے بہت سے ساتھی تھے مگر سب ایک ایک کرکے پیچھے رہ گئے اب کوئی ہمارا ساتھی نہیں رہا پھر نکلاؤ وہاں سے بلا رفیق سفر واپسی کی کیا صورت ہے؟ یعنی سے

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی
کچھ ہماری خبر نہیں آتی

(۹) توجمہ:۔ بقلب مصرعین:۔ (مرغ) آہ کے پر و بازو ہم نے (ایک ایک کرکے قفس) سینہ میں توڑ ڈالے تاکہ ہر بیکار (اِدھر اُدھر) اُڑنے والے کا ساتھی نہ بنجائے (توضیح) یعنی ہم نے بوالہوس عاشقوں کی وجہ سے آہ کرنی بھی چھوڑ دی۔ سے

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

(۱۰) توجمہ:۔ ایک ہم جنس کی آرزو اور تلاش میں جو (عنقا حکم رکھتا) ہے ہم اتنے تڑپے (کہ) قفس عنصری کو توڑ ڈالا۔ (توضیح) یعنی ہم جنس کی آرزو میں ہی جان دیدی مگر کوئی ہم جنس نہ ملا۔

(۱۱) توجمہ:۔ نظیری کی خونریز آہ سے صبح (بھی) خوف زدہ ہے (کیوں نہ ہو) رات میں پھرنے والے چور کے تیر کا کوتوال کو خوف ہوتا ہی ہے (توضیح) سپیدۂ صبح کو عسس سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ افشائے راز ہے۔

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون محذوف
ارکان:۔ تقطیع مثل ۱۳

(۱) تشریح:۔ ظُلَم۔ جمع ظلمت یعنی تاریکی۔ ترجمہ:۔ میں (بدنصیب) تو تاریکیوں میں بیٹھا ہوا ہوں مجھے چاند سے کیا واسطہ میں اندھیری رات کا چراغ ہوں مجھے (نور) سحر سے کیا مطلب ہو (توضیح) مراد یہ ہے کہ ہم مادیات کی تاریکی میں ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ اُن کے ہوتے ہوئے نور چہرۂ دوست کو کوئی واسطہ ہو نہیں سکتا۔ نور روح کو جو کثافت مادہ کیساتھ ملا ہوا ہے اسکو اندھیری رات کا چراغ قرار دیا ہے

مسیح وار کند سیر بر فلک روحم ۲ با ایں طلسم فرو بستہ در چہ کار مرا
چو ذرہ محرم جاوید آفتاب شدم ۳ بآشنائی مشت شرر چہ کار مرا
اگر قضا و قدر ز آسماں فرود آید ۴ من و خیال تو با خیر و شر چہ کار مرا
جنوں بمغز دماغم فتیلہ می سوزد ۵ بہ پنبہ کاری داغ جگر چہ کار مرا
ز طاعت بریا کردہ اجر میخواہم ۶ چو بید کاشتہ ام با ثمر چہ کار مرا
باشک دیدۂ آلودہ عفو چوں جویم ۷ خزف فروختہ ام با گہر چہ کار مرا
ہزار گونہ شکایت بضمن خامشی ست ۸ بنالہ کہ ندارد اثر چہ کار مرا
بقہر تا نگدازی بمہر ننوازی ۹ ہلاک تلخ توام با شکر چہ کار مرا
چو حسن تو بکسے در جہاں نمی مانم ۱۰ غریب در وطنم با سفر چہ کار مرا

(۲) تشریح:۔ طلسم جادو۔ نیرنگ۔ توجمہ:۔ حضرت عیسیٰ کی مثل میری روح فلک چہارم کی سیر کرتی ہے مجھے (اس) بند دروازہ والے طلسم (خانۂ دنیا) سے کیا تعلق (توضیح) یعنی دنیا ایک طلسم خانہ ہے جس کا کوئی حقیقی وجود نہیں اس لئے اس میں دل لگانا فضول ہے۔

(۳) توجمہ:۔ ذرہ کی مانند میں آفتاب (حقیقت) کیلئے ہمیشہ کا رازدار بن گیا۔ (پھر) مجھے (عالم مجاز کی) مٹھی بھر زیبائش کی چنگاریوں سے کیا واسطہ۔

(۴) توجمہ:۔ اگر دکارکنان، قضا و قدر (بھی) آسمان سے اُتر آئیں (تاکہ میں طلب خیر اور دفع شر کیلئے اُنکی طرف متوجہ ہوں) تو میں (ہونگا) اور تیرا خیال ہوگا مجھ خیر و شر کی کیا غرض (توضیح) یعنی میں تیرے تصور میں محو ہوں قضا و قدر بھی مجھے اس خیال سے نہیں ہٹا سکتے۔

(۵) تشریح:۔ مغز۔ گودا۔ روغن۔ فتیلہ۔ بتی۔ پنبہ کاری۔ زخم پر مرہم لگا کر پھایہ رکھنا۔ توجمہ:۔ جنوں (شوق) (جب میرے دماغ کی مغز کیساتھ بتی روشن کر رہا ہے) تو اس معمولی داغ جگر کی مرہم پٹی کرنے سے مجھ کو کیا کام۔ (توضیح) یعنی اب سوزش جگر سے متجاوز ہو کر دماغ تک پہنچ گئی ہے تو اب دماغ کی خبر لوں یا جگر کی۔

(۶) توجمہ:۔ (میں بھی کیا احمق ہوں) کہ ریاکاری کے ساتھ کی ہوئی عبادت سے ثواب (حاصل کرنا) چاہتا ہوں۔ جب میں نے بید (کا بیج) بویا ہے تو (پھر) مجھے پھل سے کیا واسطہ۔ (خلاصہ) یعنی ریاکاری اعمال کو باطل کر دیتی ہے۔

(۷) توجمہ:۔ گناہگار آنکھوں کے آنسوؤں کے ذریعہ مغفرت کس طرح طلب کروں جب میں نے (اشک دیدۂ آلودہ کی) ٹھیکریاں بیچی ہیں تو گوہر (مغفرت) سے مجھے کیا واسطہ

(۸) توجمہ:۔ ہزاروں قسم کے دوستانہ شکوے جب میری خاموشی کے اندر ہی موجود ہیں (تو پھر مجھے اُس آہ و نالہ کی کیا ضرورت جو اثر نہ رکھتا ہو
مصرع۔ خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری۔

(۹) توجمہ:۔ (اے محبوب) تو جب تک (پہلے) اپنے طلبگار کو غصہ سے نہیں گھلا لیتا (اسوقت تک مہر و محبت سے نہیں نوازتا (یہ امتحان عاشق کی کامیابی کیلئے دشوار ہے پس جب) میں تیرے سخن تلخ پہ جان دیدیتا ہوں تو مجھ لطف اور نوازش سے کیا سروکار۔ توضیح:۔ یعنی مجھ کو دوست کی گالیوں میں ہی شکر کا سا مزہ ہے۔

(۱۰) تشریح:۔ نے مانم۔ صیغہ حال منفی۔ از ماندن۔ غریب مسافر۔ توجمہ:۔ تیرے حسن کی طرح میں (بھی) دنیا میں کسی سے میل نہیں کھاتا۔

(بقیہ بر صفحہ ۴۶)

نہ رحم ماند نہ شفقت نہ دوستی نہ وفا ۱۱ دریں دیار نظیری دگر چہ کار مرا

بانگ نے مے برد ز ہوش مرا ۱/۲ میسد ہدیے زراہ گوش مرا
نالۂ نائے تا حریم وصال ۲ مے برد در کنار و دوش مرا
نخل نخلست نائے پنداری ۳ مے چشاند بہ نیش نوش مرا
مطرب مے گسار در نظرست ۴ نیست حاجت بمے فروش مرا
ستر غیبم درون پردۂ ساز ۵ نغمہ می آورد بجوش مرا
چوں سماعم نقاب بردارد ۶ نشود شرم روئے پوش مرا

(۱۱) ترجمہ:- (جب دنیا میں) نہ رحم رہا نہ دوستی رہی نہ وفاداری (تو) پھر اے نظیری اس (دیکھئے) ملک میں میرا کیا کام (بس دور ہی بھلا)

بحر:- خفیف۔ مسدس مجنون محذوف
ارکان:- فاعلاتن، مفاعلن، فعلن

تقطیع:-

بانگ نے مے	بردز ہو	ش مرا	میسد ہدے	زراہ گو	ش مرا
فاعلاتن	مفاعلن	فعلن	فاعلاتن	مفاعلن	فعلن

(۱) ترجمہ:- بانسری کی آواز میرے ہوش گم کر رہی ہے گویا کان کی راہ سے مجھ کو شراب پلا رہی ہے (توضیح) یعنی نالے سے مجھ کو شراب کا کیف حاصل ہو رہا ہے۔

(۲) ترجمہ:- نے کا نالہ (دوست کے) وصال کے خلوت خانہ تک مجھ کو (اپنے) پہلو اور کاندھے پر (یعنی بے اختیارانہ) لئے جا رہا ہے۔
(توضیح) یعنی آثار قدرت دوست حقیقی کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں۔

(۳) تشریح:- نخل نخل۔ نخل درخت خرما۔ نحل شہد کی مکھی کو کہتے ہیں۔ ترجمہ:- تو (غلطی سے) اس کو بانسری سمجھتا ہے حالانکہ (یہ) شہد کی مکھی والا درخت ہے (جو) ڈنک کیساتھ مجھ کو (لذت روحانی کا) شہد پلا رہا ہے۔

(۴) تشریح:- مے گسار۔ شراب پینے پلانے والا۔ مطرب۔ سازندہ۔ گویا۔ ترجمہ:- شراب (حقیقت) پینے پلانے والا مطرب (یعنی رہنمائے کامل) میرے نظر کے سامنے ہے (لہذا اور کسی) مے فروش کی مجھے ضرورت نہیں۔

(۵) ترجمہ:- میں راز کے پردہ میں (ایک) غیبی بھید ہوں نغمہ (مطرب) مجھ کو مصروف جوش خروش بنا دیتا ہے (توضیح) یعنی عالم جوش میں پوشیدہ راز ظاہر کرنے لگتا ہوں۔ اگر دل کی جگہ ساز اور نغمہ کی جگہ زخمہ ہوتا تو شعر اور بلند ہو جاتا۔

(۶) تشریح:- سماعم:- میں میم ضمیر مجرور منفصل نقاب کا مضاف الیہ ہے۔ ترجمہ:- جب (مطرب کا) حدیث شوق کا سننا میری نقاب اُلٹ دیتا ہے تو (کسی کی) شرم میرے لئے منھ چھپانے والا (پردہ) نہیں بنتی (توضیح) یعنی پھر میں بے باکی کے ساتھ اسرار بیان کرتا ہوں۔

(بقیہ صفحہ ۴۵) (یعنی تو حسن میں بے مثل ہے اور میں عشق میں) (جب) میں وطن (ہی) میں مسافر ہوں تو مجھے سفر کی حاجت ؟ (توضیح) مطلب یہ کہ اس عالم میں میرا کوئی ہم جنس نہیں۔ میں ایک اجنبی مسافر معلوم ہوتا ہوں حالانکہ یوں وطن میں۔ تو جب وطن ہی پردیس بن گیا ہے تو اب سفر کی کیا حاجت۔ شعر میں سالک کے مقام سفر در وطن کی طرف اشارہ ہے۔

غزل مطربم بوجد آورد ۷ جاں رود در سر خروش مرا
جوش زد در درون نظیری حرف ۸ کاش بودے سخن نیوش مرا

گل خلعت نو داد دگر شاخ کہن را ۱/۲ بر سلطنت حسن سجل ساخت چمن را
شاخ گل خوشبو برہ باد سحرگاہ ۲ بکشود سر نافہ غزالان ختن را
شد لالہ بخمیازہ بیاد مے لعلت ۳ از بادہ لبالب چو قدح دید دہن را
افراخت صراحی سر و گردن بتوجہ ۴ تا خوش بکف مست دہد چاہ ذقن را
سر تا بقدم نے بتماشا نگراں شد ۵ تا خوب دہد چنگ بمطرب بر و تن را

(۷) تشریح:- مطربم۔ میں میم ضمیر منصوب متصل آوردہ کا مفعول ہے۔ ترجمہ:- مطرب کی غزل مجھے (اس قدر) وجد میں لے آئی (کہ عالم) جوش و خروش میں میری جان نکلی جاتی ہے۔

(۸) ترجمہ:- اے نظیری (پھر) دل میں مضمون نے جوش مارا کاش کہ میرے پاس (کوئی میری) بات سننے والا (بھی) ہوتا۔
(توضیح) یعنی سننے والوں میں کوئی اہل نہیں ہے ورنہ باتیں تو کہنے کی بہت سی ہیں۔

بحر:- ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف + ارکان:- و تقطیع حسب ۱/۲

(۱) ترجمہ:- پھر پرانی (ٹہنی) شاخ کو پھول نے نئی پوشاک عطا کر دی (اور) چمن کے واسطے حسن (و خوبی) کی بادشاہت پر مہر لگا دی (توضیح) یعنی موسم بہار میں چمن لہلہانے لگا (اشارہ) گل کی تشبیہ سجل (مہر) کے ساتھ بہت پاکیزہ ہے۔

(۲) ترجمہ:- (ہوا یہ بتلا رہی ہے کہ گویا) پھول کی خوشبودار شاخ نے صبح کی ہوا کے راستے میں ختن کی ہرنوں کے نافہ کا منھ کھول دیا (ہے)

(۳) ترجمہ:- (اے محبوب) تیرے لعل (کے مانند لبوں) کی شراب (آب دہن) کی یاد میں لالہ (بھی) انگڑائی لینے لگا (اس لئے کہ اس نے (تیرے) منھ کو پیالۂ (شراب) کے مانند شراب سے لبالب دیکھ لیا۔ (گویا کہہ رہا ہے کہ اس شراب میں سے مجھے بھی دو کہ میں خمار کی سخت تکلیف میں ہوں)۔

(۴) تشریح:- چاہ ذقن۔ ٹھوڑی کے نیچے خوبصورت گڑھا۔ ترجمہ:- صراحی (شراب) نے (بھی) توجہ کے ساتھ (اپنی) سر و گردن کو ابھارا تاکہ خوش (خوش) مست کے ہاتھ میں چاہ ذقن (ساغر) کو رکھ دے (اشارہ) سر، گردن، کف اور چاہ ذقن میں تجنیس مراعات النظیر ہے۔

(۵) تشریح:- بتماشا نگراں۔ میں دو احتمال ہیں اول بگراں۔ اسم حال اور بتماشا اس کا متعلق۔ دوسرا جمع تماشا نگر اسم فاعل ترکیبی ترجمہ:- مقلب مدعین۔ بتاکہ سارنگی (اپنے) تن بدن کو سازندہ کو خوب حوالہ کرے (یعنی خوب بجے) اسلئے بانسری سراپا محو تماشا (بھی) ہو گئی۔
(توضیح) تماشائیوں کی بازی گر کا حوصلہ بڑھتا ہے۔ اسی خیال کے ماتحت کہتا ہے کہ چنگ کا حوصلہ بڑھانے کیلئے نے تماشائیوں میں شامل ہو گئی۔

در عہد مے و نغمہ زبس دید درستی ۶ سنبل زخم جعد بروں کرد شکن را
گل برگ بناگوش درخت بود مناسب ۷ گلدستہ شد و بست بروز لف رسن را
حوران بہاری بہ نثار مے و مطرب ۸ در بوسہ گرفتند سراپائے چمن را
بر گوش خورد نعرۂ احسنت نظیری ۹ پرسی اگر از مردۂ صد سالہ سخن را

نے عدم بود نے وجود ایں جا ۲۴/۱ صورتے وہم مے نمود ایں جا
عکس شخصے فتاد در مسکن ۲ نیک جستیم کس نبود ایں جا

(۶) توجمہ :- چونکہ سنبل نے شراب و نغمہ کے عہد (و پیمان) میں درستی دیکھ لی ہے اس لئے اس نے بھی گھونگھر والے بالوں کے خموں (میں) سے شکن دور کر دیے ہیں۔ (توضیح) یعنی وقت نشاط ہے اور تمام کائنات میں آثار درستی موجود ہیں۔
(۷) توجمہ :- (اے محبوب) تیرے رخسار اور کان کی لو کی پنکھڑیاں موزوں تھیں (ملکر) گلدستہ بن گئیں اور زلف نے اس پر رسی باندھ دی۔ (توضیح) یعنی زلف نے رسن بنکر اس گلدستہ کی تکمیل کر دی۔
(۸) توجمہ :- موسم بہار کی حوروں (کے مثل پودوں) نے شراب اور مطرب پر قربان ہونے کے لئے تمام چمن (کی زمین) کو چومنا شروع کر دیا۔ (توضیح) یعنی چپہ چپہ پر پھول کے پودے اُگ آئے۔ پودے کا مُنھ اس کی جڑ ہے جس سے وہ غذا حاصل کرتا ہے۔ اور وہ زمین میں ہوتی ہے اسی کو بوسہ قرار دیا ہے اور بڑوں کے سامنے زمین چومنا جاں نثاری کی علامت ہے۔
(۹) تشریح :- برگوش خوردن۔ سُنائی دینا۔ احسنت۔ عربی کا صیغہ واحد مذکر کلمہ ہے جس کے معنی "خوب کہا" کے ہیں۔ شعر کی داد دیتے ہوئے اس لفظ کو بولا جاتا ہے۔ توجمہ :- بقلب عصر عین :- اے نظیری (تیرے اشعار کا کیا کہنا) اگر تو سو سال کے مرے ہوئے شخص سے (بھی) اپنے کلام کو پوچھے گا تو (تیرے) کان میں "واہ واہ" کی صدا آئے گی۔

بحر :- خفیف مسدس مخبون مشعث محذوف + ارکان :- فاعلاتن، مفاعلن، فعلن دو بار

تقطیع :-

نے عدم بو	نے وجود	دیں جا	صورتے وہ	م مے نمو	دیں جا
فاعلاتن	مفاعلن	فعلن	فاعلاتن	مفاعلن	فعلن

(۱) توجمہ :- (یہاں عالم میں اب سے پہلے) نہ عدم تھا نہ وجود یہاں (صرف ایک) وہمی صورت تھی۔ (توضیح) اس پوری غزل میں فلسفۂ آفرینش بیان کیا ہے مطلب یہ ہے کہ تمام ممکنات اپنی ذات کے اعتبار سے نیست ہیں۔ اور صرف خدا کی جانب سے انکو وجود ملا ہے اور قبل ایجاد یہاں نہ عدم تھا نہ وجود۔
(۲) توجمہ :- خانۂ (دل) میں ایک ذات (خداوندی) کا عکس و پرتو پڑ گیا تو سارا عالم اسکے نور وجود سے جگمگا اٹھا اور جب ہم نے خوب ٹٹول کر دیکھا تو یہاں کوئی نہ تھا۔ (توضیح) یعنی سارا عالم رنگ برنگ کے آئینوں کا مجموعہ ہے کچھ صاف کچھ میلے جن میں اپنی استعداد کے مطابق قبول عکس کی صلاحیت ہے۔ آفتاب وجود ایک ہے جس کی شعاعیں تمام پر پڑ گئی ہیں۔ اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق انھوں نے اسکو قبول کر لیا ہے لیکن اُن کی ذات میں دیکھو تو کچھ نہیں + + +

حسن ما کرد جلوۂ بر ما ۳ عشق ما دل زما ربود ایں جا
آنکہ بے نطق و سمع مے گویند ۴ ہست در گفت و در شنود ایں جا
وآنکہ نادیدنیش مے دانند ۵ ہست در معرض شہود ایں جا
بو البشر را قوائے ملائکہ اند ۶ جزو و کل ہست در سجود ایں جا (جزو و کل را)
کرد انانیت از سجود اِبا ۷ ہست ابلیس ہست بود ایں جا
نزد تو جبرئیل وحی آورد ۸ عقل برقع ز رخ کشود ایں جا
مردمِ چشم عالم انسان ست ۹ شخص عالم بما نمود ایں جا

(۳) توجمہ :- ہمارا حسن (ہی) ہم پر جلوہ فگن ہوا (اور) اپنا عشق (ہی) ہم سے دل چھین لے گیا۔ (توضیح) اس شعر میں "ہمہ اوست" کا بیان ہے۔ یعنی جبکہ ہم خدا کی صفات کا مظہر ہیں اور وہ اور ہم الگ الگ نہیں ہیں تو گویا اسکا ظہور اپنا ظہور اور اسکی جستجو اپنی جستجو ہے۔
(۴) توجمہ :- وہ (ذات) کہ جسے (لوگ) بے گوش و بے زبان کہتے ہیں (وہی) یہاں یعنی عالم میں مصروف گفت و شنید ہے۔ (توضیح) یعنی خدا کان اور زبان سے منزہ ہونے کے باوجود مظاہر عالم میں جلوہ نما ہو کر مصروف گفت و شنید ہے۔ اقبال کا شعر ہے

جو ہے بیدار انسان میں وہ گہری نیند سوتا ہے + شجر میں پھول میں پتے میں آتش میں شرارے میں

(۵) تشریح :- نادیدنش۔ میں ش ضمیر مفعولی۔ معرض۔ مقام۔ توجمہ :- اور جس کو (لوگ) ناقابل دید بتلاتے ہیں (وہی) یہاں مشاہدہ میں آرہا ہے۔ (توضیح) یعنی جس خدا کی شان لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ (ترجمہ :- اس کو نظریں نہیں پا سکتیں وہ نظروں کو پا لیتا ہے) ہے وہی حقیقت بیں نگاہ کو تمام مظاہر عالم میں نظر آرہا ہے۔
(۶) تشریح :- قویٰ۔ جمع قوت۔ توجمہ :- آدمؑ کے واسطے فرشتے (بمنزلہ) قوائے (روحانی) کے ہیں تو گویا یہاں آدمؑ کے سامنے جزو کل کو سجدہ کر رہا ہے۔ (توضیح) اس شعر میں إِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ الخ کی طرف تلمیح ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدمؑ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا سب نے سجدہ کیا۔ اور یہ چیز عقل کے موافق ہے اسلئے کہ جزو کل کے تابع ہوتا ہے۔
(۷) تشریح :- انانیت۔ غرور خود پسندی۔ اِبا۔ انکار۔ توجمہ :- انانیت (شیطان) نے سجدہ (کرنے) سے انکار کر دیا گویا انانیت ہی یہاں اسی شیطان تھی (توضیح) اس شعر میں إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ کی طرف اشارہ ہے یعنی شیطان نے تکبر کی وجہ سے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔
(۸) توجمہ :- تو یہ سمجھتا ہے کہ صرف جبرئیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام خداوندی لیکر آتے تھے۔ بلکہ یہاں تو عقل کل نے چہرہ سے پردہ اٹھا دیا تھا۔ یعنی علوم آپ کو بلا واسطہ عطا کر دئے گئے تھے۔
(۹) توجمہ :- انسان، عالم کی آنکھ کی پتلی ہے (کہ عالم کی زیبائش اسی سے ہے جیسے پتلی سے آنکھ کی اور آنکھ سے چہرے کی) تو گویا انسان میں وجود عالم ہم کو نظر آگیا۔ (توضیح) یعنی جہان میں باری تعالیٰ کے جمال کا مظہر اتم انسان ہے جو تمام عالم کے خواص و صفات کا حامل ہے گویا انسان اجمال ہے اور سارا عالم اُس کی تفصیل۔ اسی وجہ سے انسان کو عالم صغیر کہا جاتا ہے۔

دید حسن و جمالِ آنجا را ۱۰ در بصر ہر کہ کحل سود ایں جا

نسیہا نزدِ ما ہمہ نقد است ۱۱ دیرہا جملہ ہست زود ایں جا

جامِ گیتی نما نظیری یافت ۱۲ زنگ از آئینہ زدود ایں جا

مانند سراب بند بر پا ۲۳/۱ بیہودہ شدیم دشت پیما

بے بحر نمودہ شکل ساحل ۲ بے آب نمودہ موج دریا

سر دادہ بباد بود و نابود ۳ بگرفتہ زخاک عرض و پہنا

بر اوج رسیدہ گہ ز پستی ۴ در پست فتادہ گہ ز بالا

(۱۰) توجمہ :۔ بقلب معرعین، جس نے یہاں (دنیا میں) اپنی آنکھ میں سرمۂ (معرفت) لگا لیا اس نے وہاں کے حسن و جمال کو دیکھ لیا۔ و من کان فی هٰذہٖ اعمٰی فهو فی الاخرة اعمٰی۔ اور جو یہاں اندھا بنا رہا وہ وہاں بھی اندھا رہے گا۔ دیدارِ خدا اس کو نصیب نہ ہوگا۔

(۱۱) توجمہ :۔ سارے اُدھار (یعنی جزا کے اعمال جو آخرت میں ملے گی) ہمارے نزدیک نقد ہیں اور تمام تاخیریں جلدی (توضیح) اعمال کی جزا کے متعلق محققین کی یہ رائے ہے کہ انسان کو اچھے اور برے اعمال ہی اچھی یا بری صورتیں قبول کرکے اس کے لئے باعثِ راحت یا تکلیف ہونگے۔ اس لئے کہتا ہے کہ دنیا دار اپنی کور بصری کی وجہ یہ سمجھتا ہے کہ یہاں سے جانے کے بعد یہ قصہ ہوگا اور ہم کو سب دنیا ہی میں نظر آ رہا ہے۔

(۱۲) توجمہ :۔ نظیری نے جامِ جہاں نما (دل) پالیا (یعنی) یہاں (عالمِ قیود میں ہی) آئینۂ (دل) سے زنگ (کدورتِ دنیوی) صاف کر دیا۔ (توضیح) یعنی دنیا کی آلائشوں سے صاف ہو کر نظیری کا دل جامِ جہاں نما بن گیا اور تمام حقائقِ عالم اس پر واضح ہو گئیں۔

بحر :۔ ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف۔

ارکان :۔ مفعول، مفاعلن، فعولن دوبار۔

تقطیع :۔

مانند	سراب بن	د بر پا	+	بے ہو دَ	شدیم دش	تَ پیما
مفعول	مفاعلن	فعولن		مفعول	مفاعلن	فعولن

(۱) توجمہ :۔ سراب کی مانند پاؤں میں (دنیا کی) بیڑیاں ڈالے ہوئے ہم فضول صحرائے ہستی کو طے کرنے والے بنے (توضیح) یعنی مجازی کا وجود سراب کی طرح بے حقیقت ہے۔ اگلے تین شعر "شدیم" کے فاعل سے حال واقع ہیں۔

(۲) توجمہ :۔ بغیر دریا کے کنارۂ (خشک) کی شکل بنائے ہوئے اور بغیر پانی کے دریا کی (سی) موج دکھاتے ہوئے۔ (توضیح) ساحل کی آغوش میں دریا ہوتا ہے۔ اور موج کے دامن میں پانی۔ مگر ہماری آغوش میں نہ دریا ہے اور نہ پانی تو ساحل کی طرح خشک لب اور موج کی مانند مضطرب ہونے سے کیا فائدہ۔

(۳) توجمہ :۔ ہست و نیست (دنیا) کی ہوا (و حرص) میں پڑے ہوئے ہیں اور زمین کی وسعت اور چوڑائی کو قبضہ میں لئے ہوئے ہیں۔ (توضیح) یعنی دنیا کی حرص میں مبتلا ہیں۔ اور ملکوں کے فتح کرنے کا سودا دماغ میں سمایا ہوا ہے۔ حالانکہ ہماری اور عالم کی حقیقت کچھ بھی نہیں

(۴) توجمہ :۔ کبھی ہم پستی سے بلندی پر پہنچے ہوئے دیکھے جاتے ہیں، (اور) کبھی بلندی سے پستی میں گرے ہوئے۔

چوں ظلمتِ نیستی در آمد ۵ نے ماند رُخ و نماند سیما

در نائے دمید دم مغنی ۶ لب بست فرو نشست غوغا

عاشق کہ و عشق چیست دانی؟ ۷ درماندۂ و دردِ بے مداوا

سرگشتۂ مطلبِ محالیم ۸ اے کاش نبودے ایں تقاضا

آخر بچہ مایہ قرب جوئیم ۹ بال و پرِ مور و راہِ عنقا

آتش نشود بباد خاموش ۱۰ از سر نرود بفکر سودا

چوں حق نشود عیاں نظیری ۱۱ گوئیم کہ لا الٰہ الا

چہ منت از مددِ روزگار بر سرِ ما ۲۴/۱ کہ حسنِ فطرتِ اصلی نمود جوہرِ ما

(۵) توجمہ :۔ جب نیستی (موت) کی تاریکی آگئی (تو تمام آرائشیں غائب ہو گئیں) نہ (وہ) چہرہ رہا اور نہ (وہ) پیشانی (فانی زندگی پر کیا اعتماد)

(۶) توجمہ :۔ (اس عالم کی مثال ایسی سمجھو) کہ مطرب (قدرت) نے بانسری میں پھونک ماری تو ایک شور (ہستی) مچ گیا۔ اور اس نے لب بند کر لئے تو سب شور بند ہو گیا۔ (توضیح) اگر قدرت نے وجود کا فیض جاری رکھا تو عالم موجود رہا ورنہ معدوم ہو گیا۔

(۷) توجمہ :۔ (جانتے ہو کہ) عاشق کون (ہوتا) ہے اور عشق کسے کہتے ہیں۔ عاشق درماندہ اور بیکس کو کہتے ہیں اور عشق دردِ بے دوا کو۔

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا ۔۔۔ درد کی دوا پائی دردِ بے دوا پایا

(۸) توجمہ :۔ ایک محال آرزو کیلئے ہم سرگشتہ (و پریشان) ہیں۔ اے کاش کہ (دل کی طرف) سے یہ تقاضا نہ ہوتا یعنی بیتابی دل کے ہاتھوں مجبور ہیں

(۹) توجمہ :۔ آخر ہم کس برتے پر قربِ (دوست) کی طلب کریں (ہم رکھتے تو ہیں چیونٹی کے سے پر و بازو اور راستہ (اختیار کیا ہے) عنقا کا۔ (توضیح) یعنی ہم اپنے حوصلہ سے زیادہ کی طلب کر رہے ہیں۔

(۱۰) توجمہ :۔ آگ ہوا سے بجھتی نہیں (بلکہ اور بھڑکتی ہے اسی طرح) سوچنے اور فکر کرنے سے دماغ سے سودا (عشق) جاتا نہیں (بلکہ اور بڑھتا ہے)۔

(۱۱) تشریح :۔ چوں حق نشود۔ میں چوں بمعنی چرا و چگونہ حرفِ استفہام بھی ہو سکتا ہے اور شرطیہ ظرفیہ بھی بمعنی وقتیکہ۔ توجمہ : اے نظیری چونکہ (جلوۂ) حق (دل میں) نمودار نہیں ہوتا اس لئے ہم صرف لا الٰہ الا کہتے ہیں (توضیح) مطلب یہ کہ ہم کلمہ توحید پڑھتے وقت الّا پر رُک جاتے ہیں اس لئے کہ جب اللہ کا جلوہ دل میں نہیں تو زبان سے کیسے کہیں یا اس لئے کہ جب ہم نے دل میں اس کا تصور بھی نہیں کیا تو زبان جو دل کی ترجمان ہے اس کا نام کیسے آئے۔ یا اے نظیری (جلوۂ) حق کیوں نمودار نہ ہو (جبکہ) ہم لا الٰہ الا اللہ کا ورد کرتے ہیں۔ یعنی ضرور نمودار ہوگا۔

بحر :۔ مجتث مثمن مخبون محذوف + ارکان :۔ و تقطیع مثل ۱۳/۱

(۱) توجمہ :۔ زمانہ کی امداد کا ہمارے سر پر کیا احسان؟ اس لئے کہ ہمارے جوہر (کمال) کو (ہماری) فطرت کی خوبی نے ظاہر کیا ہے۔ (توضیح) یعنی ہم اپنی استعداد کی وجہ سے درجۂ کمال کو پہنچے زمانہ نے ہماری کوئی مدد نہیں کی۔

بشعر شاہدم از کودکی نظربازیست ۲ کہ عشق خیزد از آب و ہوائے کشورِ ما
زذوقِ ما نشود باخبر مذاقِ سقیم ۳ درست ذائقہ داند مذاقِ شکرِ ما
کمانِ لعب بزہ کردہ در کمیں بودیم ۴ کہ طائرے نہ نشیند ببام و منظرِ ما
متاعِ راحت و شادیٔ بالغارت داد ۵ چہ فتنہ بود کہ ناگہ درآمد از درِ ما
کدام عربدہ انگیز طرح جنگ انداخت ۶ کہ سنگِ تفرقہ آمد بجام و ساغرِ ما
کسے شگفتہ زمعجونِ آب و گل نشود ۷ سرشتہ اند بغم طینتِ مخمرِ ما
غش وجود باکسیر عشق زائل کن ۸ کہ زر شود مست از کیمیائے احمرِ ما
ستارۂ دلِ عاشق نہاں کند خورشید ۹ کز آفتاب فروزاں ترست اخترِ ما

(۲) تشریح:۔ شاہدم۔ میں میم۔ نظربازی کا مضاف الیہ ہے۔ ترجمہ:۔ شعر اور معشوق کی طرف میری توجہ بچپن سے ہے۔ اس لئے کہ ہماری ولایت کی آب و ہوا (ہی) سے عشق پیدا ہوتا ہے۔ (توضیح) یعنی شعر گوئی اور عاشقی ہمارے خمیر میں ہے۔

(۳) تشریح:۔ مذاقِ سقیم۔ بترکیب اضافی یا توصیفی۔ مذاق۔ ذائقہ۔ زبان و حلق۔ ترجمہ:۔ ہمارے ذوقِ (عشق) سے مریض (غمِ دنیا) کی زبان واقف نہیں ہوسکتی جس کا ذائقہ درست ہے وہی ہماری (اس) شکر کا مزہ (کچھ) جان سکتا ہے۔ (توضیح) عشق کا لطف وہی شخص اٹھا سکتا ہے جو صحیح ذوق رکھتا ہے۔

(۴) ترجمہ:۔ کھیل کود کی کمان کا چلہ چڑھائے ہوئے ہم گھات میں بیٹھے تھے۔ تاکہ ہمارے (دل کے) بام اور منظر پر کوئی پرندہ نہ بیٹھنے پائے۔ (توضیح) عمر کھیل کود میں ضائع کردی جس طرح کہ بچے کمان لے کر چیل کووں کو مارا کرتے ہیں۔ یا بیٹھے تو ہم شکار کریں۔

(۵) ترجمہ:۔ بقلب مصرعین۔ وہ کونسا فتنہ (گر) تھا جو یک بیک ہمارے دروازۂ (دل) سے اندر داخل ہوگیا اور ہماری راحت و خوشی کا (تمام) سامان غارت کردیا۔ (توضیح) یعنی ہم کو آفتِ عشق میں مبتلا کردیا۔ ہو نہ ہو وہ ہمارا ہی فتنہ سامان معشوق تھا۔

(۶) تشریح:۔ عربدہ انگیز۔ اسم فاعل ترکیبی۔ عربدہ بمعنی خلاف و جنگ۔ ترجمہ:۔ کس جھگڑالو (معشوق) نے لڑائی کی بنیاد ڈالدی کہ ہمارے جام و ساغر پر تفرقہ (اندازی) کا پتھر گر پڑا۔ (توضیح) یعنی سامان راحت سب تتر بتر ہوگیا۔

(۷) تشریح:۔ معجون آب و گل۔ کنایہ از انسان۔ طینت۔ طبیعت۔ سرشت۔ اصل۔ طین۔ خمیر آب و گل کو کہتے ہیں۔ مخمر اسم مفعول از تخمیر یعنی خمیر کردہ شدہ۔ ترجمہ:۔ پانی اور مٹی سے مرکب (انسانوں) میں سے کوئی (بھی) خوش نہیں ہوسکتا (اس لئے کہ قضا و قدر نے) ہمارے خمیر میں ہی غم کو شامل کردیا ہے۔

(۸) ترجمہ:۔ اپنے وجود (اور خودی) کے کھوٹ کو عشق کی کیمیا کے ذریعہ سے دور کرڈال اس لئے کہ تیرا تانبا (یعنی نفس کثیف) ہماری سرخ کیمیائے (عشق) سے (کھرا) سونا بن سکتا ہے۔

(۹) ترجمہ:۔ عاشق کے دل کا ستارہ آفتاب کو (بھی) ماند کردیتا ہے۔ کیونکہ ہمارا ستارۂ (دل) آفتاب سے (بھی) زیادہ روشن ہے۔

گداختیم ز درد خمار نایابی ۱۰ بیک دو جرعہ کس آبے نزد باخگرِ ما
نوا برآر و دریں پردہ کن نظیری رقص ۱۱ کہ ہست دلبرِ ما از الست دلبرِ ما

تمکین خرد برد ز سر شور و شرم را ۲۵/۱ پیری بر آند از شب غفلت سحرم را
مانند ترنجم کہ خزاں ست بہارش ۲ دم سردیٔ وے تازہ کند برگ و برم را
تا سدرہ بپرم اگرم در بکشایند ۳ ہر چند کہ فرسودہ قفس بال و پرم را
کوتاہی عیشم پے پند دگر انست ۴ دہر از پے تادیب برد شاخِ ترم را
در ہر قدمے صد خطرم بر سرِ راہ است ۵ وز بہرِ اقامت نہ مقام سفرم را

(۱۰) ترجمہ:۔ شراب نہ ملنے کی وجہ سے خمار کی تکلیف میں ہم پگھل گئے۔ (اور کسی غمخوار نے) ایک دو گھونٹ پانی (بھی) ہمارے (دل کی) انگارے پر نہ چھڑکا۔

(۱۱) تشریح:۔ الست۔ سے مراد ازل ہے۔ اس لئے کہ الستُ بربکم کا عہد ازل میں ہی لیا گیا تھا۔ ترجمہ:۔ اے نظیری گا اور اس پردہ (عالم) میں ناچ اس لئے کہ ہمارا باوفا معشوق ازل سے ہمارا معشوق ہے۔ (توضیح) یعنی معشوق حقیقی کا تعلق ہمارے ساتھ قدیمی ہے۔

بحر:۔ ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف + ارکان:۔ و تقطیع حسب ۴۸/۱

(۱) تشریح:۔ شور و شرم میں میم۔ ضمیر مجرور۔ شر۔ کا مضاف الیہ ہے۔ ترجمہ:۔ عقل کی پختگی نے میرے دماغ سے (جوانی کا) جوش و خروش نکالدیا اور بڑھاپے نے میری صبح کو شب غفلت (کے پنجے) سے چھڑا دیا۔ (توضیح) یعنی جوانی میں جو غفلت کی کیفیت تھی وہ اب باقی نہیں رہی اور اب ہم صبح کو خوابِ غفلت سے بیدار ہونے لگے۔ شب اور سحر کے الفاظ سے زمانہ جوانی کے سیاہ بالوں اور بڑھاپے کے سفید بالوں کی طرف بھی اشارہ نکلتا ہے۔

(۲) تشریح:۔ دے۔ بفتح دال و سکون یائے مجہول نام مہینہ پوس جس میں سخت جاڑا پڑتا ہے۔ ترجمہ:۔ میں نارنگی کی طرح ہوں کہ خزاں (ہی) اس کے لئے بہار ہے (اسی طرح) میرے برگ و بار (یعنی سامانِ آخرت) کو (پیری کے) ماہ پوس کی سرد ہوائیں (یعنی آہیں) تر و تازہ کرتی ہیں۔ (توضیح) یعنی بڑھاپے میں بارگاہِ خداوندی میں آہ و بکا کرنے کی وجہ سے امید نجات ہوگئی ہے۔

(۳) تشریح:۔ اگرم۔ میم در کا مضاف الیہ ہے۔ اور ایک مضاف محذوف ہے۔ یعنی درِ قفسم۔ ترجمہ:۔ بقلب مصرعین:۔ میرے پر و بال (یعنی قوت عمل) کو قفس (خاکی) نے (بالکل) گھس ڈالا ہے (لیکن مجھ میں اب بھی وہ قوت پرواز ہے) کہ اگر میرے قفس کا دروازہ کھولدیں تو سدرۃ المنتہیٰ (مقام جبرئیلؑ) تک اڑ کر پہنچ سکتا ہوں۔ (توضیح) عالم پیری میں بھی میرے جوش کا یہ عالم ہے۔

(۴) ترجمہ:۔ (ہنرہ کمال کے باوجود) میرے (سامانِ) عیش کی تنگی اس لئے ہے کہ دوسرے اس سے عبرت حاصل کریں (گویا باغبانِ زمانہ) (عیش و عشرت یا قد و قامت) کی میری تر و تازہ شاخ دوسروں کو سبق دینے کے لئے کاٹ رہا ہے۔

(۵) ترجمہ:۔ راستہ میں ہر ہر قدم پر سیکڑوں خطرے ہیں اور قیام کرنے کے واسطے میرے سفر کے لئے کوئی مقام نہیں۔ (توضیح) یعنی سفر طویل جس میں منزل کا تعین نہ ہو اور خطرات ہر ہر قدم پر ہوں ایسا سفر اختیار کرنا بڑے حوصلہ کا کام ہے۔

ره طے نکنم مرحلہ را کہ بہر گام ۶ از ہول مصیبت نگذارد جگرم را

شاید کہ چو تسلیم و رضا بدرقہ گردد ۷ رہ امن شود وادی خوف و خطرم را

سعی کنم و رخت بمنزل برسانم ۸ تا کس نہ رسانیدہ برہزن خبرم را

از خانۂ چشمش نگذارم بدر آید ۹ بر روئے تو گر راہ نباشد نظرم را

صدلابہ بامید یک ابرام تو کردم ۱۰ یک بار بتلخی نخریدی شکرم را

چون توبہ کنم از غزل و قول نظیری ۱۱ دوران خرد از صد ہنر این یک ہنرم را

اے کردہ خراب خانہا را ۲۶ برہم زدہ آستانہا را

(۶) توجمہ :- میں کسی ایک مرحلہ اور پڑاؤ کا راستہ طے نہیں کرتا جہاں ہر ہر قدم پر مصیبتیں خوف کے مارے میرا جگر نہ گلا دیتی ہوں۔ خلاصہ :- یعنی راہ سلوک بڑی خطرناک راہ ہے۔

(۷) تشریح :- تسلیم و رضا۔ احکام خداوندی کو مان لینا اور فیصلہ خداوندی پر رضامندی کا اظہار کرنا۔ بدرقہ۔ رہنما۔ امن۔ مامون۔

توجمہ :- (ان حالات میں سلامتی کی امید کہاں ہاں) اگر تسلیم و رضا (میرے) رہنما بن جائیں تو (شاید) میری خطرناک وادی کا راستہ پُر امن ہو جائے۔

(۸) توجمہ :- میں (ابھی) سے کوشش کروں اور منزل (مقصود) پر اپنا سامان پہنچا دوں (اس خوف سے کہ کہیں کسی نے میرے رہزن (نفس) کو میری خبر (سفر) نہ پہنچا دی ہو (توضیح) یعنی اس سے پہلے کہ نفسانی جذبات جو رہزن سلوک ہیں ابھر آئیں ترک خودی کر کے منزل تک پہنچ جاؤں۔

(۹) تشریح :- چشمش۔ میں۔ ش۔ ضمیر مفعولی جس کا مرجع دوسرے مصرعہ میں نظر ہے۔ توجمہ :- بقلب مصرعین۔ (اے محبوب) اگر میری نظر کا گذر تیرے چہرے پر نہ ہوگا تو (پھر) میں اسکو حلقۂ چشم سے (ہی) باہر نہ نکلنے دونگا۔ کما قلت۔ گر ز شمع رخت نیابد نور + روشنائی مباد چشم را +

(۱۰) تشریح :- لابہ۔ خوشامد۔ ابرام۔ ضد۔ گالی۔ توجمہ :- اے معشوق تیری ایک ضد دیکھنے اور گالی سُننے کی آرزو میں میں نے سینکڑوں خوشامدیں کیں مگر افسوس! تونے ایک بار (بھی) اپنی تلخی (دشنام) کے بدلہ میری (منت و سماجت کی) شکر کو نہ خریدا۔

(۱۱) توجمہ :- نظیری میں غزل اور (شعر) کہنے سے کیسے توبہ کر لوں (جبکہ) زمانہ میرے سینکڑوں ہنروں میں سے اسی ایک ہنر کا خریدار ہے۔ (توضیح) یعنی میرے تمام ہنروں میں سے اسی ایک ہنر کی تو زمانہ قدر کرتا ہے۔ تو کیا اسے بھی چھوڑ دوں۔؟

بحر :- ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف۔

ارکان :- و تقطیع مثل ۲۳

(۱) ترجمہ :- اے (وہ ذات گرامی) کہ جس نے (گمراہی کے) گھروں کو اُجاڑ دیا (قیصر و کسریٰ کے) آستانوں کو درہم برہم کر دیا۔ (یا اپنے عشق میں اپنے عاشقوں کو خانہ خراب بنا دیا)۔

صیاد و شان بدام زلفت ۲ در باختہ صید خانہا را

کردہ بہ بتان دلربا شرط ۳ بُردہ بگرو نشانہا را

از بہر تو صد ہزار صیاد ۴ آراستہ دام و دانہا را

شاہاں بفصاحت تو دادہ ۵ مفتاح در خزانہا را

در عقدۂ جعد نیم تابت ۶ مشاطہ شکستہ شانہا را

تا کشتۂ غمزۂ تو گردم ۷ بر ساختہ ام بہانہا را

زآمد شد ہر مزار و معبد ۸ فرسودہ ام آستانہا را

شیرازۂ نظم خویش بندم ۹ منسوخ کنم فسانہا را

(۲) تشریح :- صید خانہ بمعنی دام۔ قفس۔ توجمہ :- شکار کرنے والے تیری زلف کے جال میں (پھنسکر اپنے) جالوں کو ہار بیٹھے۔ (توضیح) یعنی جو خون کے پیاسے تھے وہ جاں نثار بن گئے (یا) آپ کا حسن میں کوئی ہمسر نہیں کہ دلوں کو صید کرنے والے حسین بھی آپ کے دام گیسو میں گرفتار ہو گئے۔

(۳) تشریح :- شرط کردن "شرط لگانا اور مقابلہ کرنا۔ "نشان بردن" گھوڑ دوڑ وغیرہ کی بازی میں کچھ نیزے بطور نشان کے لگا دیتے ہیں جو آگے رہتا ہے وہ ان کو اٹھا لیتا ہے۔ اس لئے نشان بردن کے معنی کامیاب ہو جانے کے ہیں۔ توجمہ :- (جس نے) دلربا حسینوں کے ساتھ (دلربائی میں) شرط لگائی (اور) مقابلہ میں (سبقت کے) نشانات (اٹھا) لئے گئے۔ (توضیح) یعنی آپ حسن و جمال میں

(۴) توجمہ :- اور تیرے واسطے لاکھوں (طلبگار) شکاری جال اور دانے آراستہ کئے ہوئے ہیں۔ (یعنی پھیلائے ہوئے ہیں)

(توضیح) یعنی آپ کے طلبگار اور جاں نثار بے شمار ہیں۔

(۵) توجمہ :- تیری فصاحت (و بلاغت) پر بادشاہوں نے (اپنے) خزانوں کے دروازے کی کنجی (تیرے) حوالہ کر دی۔

(توضیح) یعنی آپ کی دعوت پر ایمان لائے اور اطاعت قبول کی۔

(۶) تشریح :- "جعد" گھنگھریالے بال۔ "مشاطہ" مشط بمعنی کنگھی سے ماخوذ ہے دلھن کو آراستہ کرنے والی عورت کو کہتے ہیں۔ توجمہ :- تیری گھنگھریالی زلف کی گرہ میں مشاطہ (قدرت) نے (اپنا) کنگھا (بھی) توڑ دیا (یعنی آرائش و مشاطگی ختم کر دی)۔ اشارہ :- ختم نبوت کی طرف اشارہ ہے

(۷) تشریح :- "غمزہ" اشارۂ چشم۔ توجمہ :- بقلب مصرعین :- تیرے غمزہ (دلنواز) کا شہید بننے کے لئے میں نے بہت سے حیلے بہانے گھڑ رکھے ہیں۔ (توضیح) یعنی میں اس تدبیر میں لگا ہوا ہوں کہ کسی طرح آپ کے غمزہ کا شکار ہو جاؤں۔

(۸) توجمہ :- (تیری جستجو میں) ہر مزار اور عبادت خانہ میں (کثرت) آمد و رفت کی وجہ سے میں نے چوکھٹوں کو گھس دیا ہے۔

(۹) تشریح :- "شیرازہ بستن" متفرق چیزوں کو یکجا جمع کرنا۔ توجمہ :- (مجھے چاہئے کہ) میں اپنی نظم کا مجموعہ تیار کر لوں (اور تمام شعراء کے) افسانوں کو منسوخ کر دوں۔ (توضیح) یعنی نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے اشعار کہوں جس سے دوسرے شعراء کا کلام اسی طرح......

صوتے بنوائے نو برآرم ۱۰ برباد دہم ترانہا را
گردید ندیم غم نظیری ۱۱ خواری نرسد یگانہا را

۴۲

نیست زیں دہر آب ودانۂ ما ۱ ملکوت است آشیانۂ ما
کبکِ کہسار و بلبلِ گلزار ۲ گوش دارند بر ترانۂ ما
ہر طرف صوتِ تازہ بربندند ۳ از غزلہائے عاشقانۂ ما
حرف شیریں شود فراموشش ۴ خسرو ار بشنود فسانۂ ما

(۱۰) ترجمہ:۔ نئے سروں میں گاؤں اور سب (پہلے) ترانوں اور راگوں کو برباد کرڈالوں۔

(۱۱) ترجمہ:۔ (دیکھو بیچارہ) نظیری غم (عشق) کا ہمنشین بن گیا ہے۔ (خدا کرے کبھی) اپنوں کو ذلت نہ پہنچے (کہ اس کی بڑی تکلیف ہوئی ہے) یا اے نبی! دیکھئے! اپنوں کی ذلت نہ ہو۔ (توضیح) دوسرا مصرعہ دعائیہ ہے یا ندائیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرکے کہتا ہے کہ دیکھئے اپنوں کی ذلت نہ ہو شفاعت فرمائیے گا یا خود غم عشق سے خطاب کرکے یہی درخواست کرتا ہے۔ بقول فانی ؎

اے دردِ عشق ان پہ کرم کی نظر رہے — صبر و قرار تیرے حوالے ہوئے تو ہیں

بحر:۔ خفیف مسدس مخبون محذوف — ارکان:۔ و تقطیع مثل ۴۲

(۱) تشریح:۔ "ملکوت" عالم روحانی۔ عالم فرشتگان۔ ترجمہ:۔ ہمارا دانہ پانی اس عالم (خاکی) سے نہیں ہے (بلکہ) ہمارا (اصلی) آشیانہ عالم روحانی ہے۔ (توضیح) مراد یہ ہے کہ روحِ انسانی کا اصلی مقام یہ دنیائے فانی نہیں ہے بلکہ اس کا اصلی مسکن عالم روحانی ہے۔ صرف کچھ دنوں کے لئے وہ اس عالم آب و گل میں جلوہ افروز ہوگئی ہے اس لئے اس دنیا سے دل نہ لگانا چاہئے۔

(۲) ترجمہ:۔ پہاڑوں کے چکور اور چمن کے بلبل (سب) ہمارے ترانۂ (عشق) پر کان لگائے ہوئے ہیں۔ (توضیح) یعنی انھوں نے جو عشق کا سبق ہم سے پڑھا ہے اُسی کے تکرار میں مصروف ہیں ؎

کچھ بلبلوں کو یاد ہے کچھ قمریوں کو حفظ — عالم میں ٹکڑے ٹکڑے میری داستاں کے ہیں

(۳) ترجمہ:۔ (طائرانِ چمن) ہر طرف ہماری عاشقانہ غزلوں (کے سُن لینے) کی وجہ سے نئے نئے سُر نکال رہے ہیں ؎

ہنسنا چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھل گیا — بلبلیں سُن کر میرے نالے غزلخواں ہوگئیں

(۴) ترجمہ:۔ بقلب مصرعین: خسرو اگر ہمارا افسانۂ (حسن و عشق) سُن لے تو شیریں کے لفظ کو (بھی) بھول جائے۔ (توضیح) یعنی ہمارا محبوب حُسن میں شیریں سے اور ہم عشق میں خسرو سے اتنے بڑھے ہوئے ہیں کہ اگر وہ ہماری داستان سُن لے تو اپنے عشق اور اپنی معشوقہ کو بھول جائے۔

دیں فروشانِ خانہ بردوشیم ۵ دلق و دستار ماست خانۂ ما
بسلمِ ملک و مال مے بازیم ۶ دل خورسند بس خزانۂ ما
لمن الملک میزنیم امروز ۷ غیر ما کیست در زمانۂ ما
خور پس از استوا سجود کند ۸ بس بلند است آستانۂ ما
حذر از ماکہ برق در ابریم ۹ رعدے نالد از زبانۂ ما
زخم قوسِ قضا بما نرسد ۱۰ ہست تیر قدر نشانۂ ما
خرج یک روزہ نظیری نیست ۱۱ حاصلِ عمر جاودانۂ ما

(۵) ترجمہ:۔ ہم (کفر عشق کے بدلے) دین کو بیچ ڈالنے والے اور خانہ بدوش لوگ ہیں (چنانچہ) ہمارا گھر ہماری گدڑی اور پگڑی ہے (جو ہمارے سر اور کندھے پر ہے)۔ (توضیح) یعنی عشق نے ہم کو دنیا و دین دونوں سے بے نیاز کردیا ہے۔

(۶) تشریح:۔ "سلم" خرید و فروخت کا ایک خاص طریقہ جس میں قیمت پیشگی دیجاتی ہے اور خرید کردہ جنس کی مقدار اور قبضہ کے لئے وقت اور جگہ کو متعین کرلیا جاتا ہے۔ ترجمہ:۔ ہم بیع سلم کے طور پر (اپنے) مال و ملک کی بازی لگا دیتے ہیں (اور ہار بیٹھتے ہیں) ہمارے لئے (تو) بس دل کا خزانہ ہے (توضیح) ہم نے عشق میں اپنا سب کچھ لٹا کر دل کو حاصل کرلیا اور ہمارے لئے یہی سب کچھ ہے۔

(۷) تشریح:۔ "لمن الملک" قرآن کی آیت کا ٹکڑا ہے جو کثرت استعمال سے بطور اسم مستعمل ہونے لگا ہے۔ پوری آیت یہ ہے لمن الملک الیوم ط للہ الواحد القہار۔ اللہ تعالیٰ حشر میں پکاریگا کہ آج کس کی حکومت ہے؟ صرف اللہ کی جو یکتا اور سب پر غلبہ والا ہے۔ ترجمہ:۔ آج ہم (بھی مملکت عشق کے بارے میں) لمن الملک کا نعرہ لگاتے ہیں (اس لئے کہ واقعی) ہمارے زمانہ میں ہمارے سوا اور ہے ہی کون؟ (توضیح) یعنی سلطنت عشق کی بادشاہی آج صرف ہم کو حاصل ہے۔

(۸) تشریح:۔ "خور" آفتاب "استوا" آفتاب کا سمت الراس پر پہنچنا برابر ہونا سیدھا ہونا۔ آفتاب کے خط استوا کے نیچے کو قیام سے اور حالت زوال و غروب کو رکوع و سجود سے تعبیر کیا ہے۔ ترجمہ:۔ استوا کے بعد آفتاب (ہماری چوکھٹ کو) سجدہ کرتا ہے (اس سے معلوم ہو گیا کہ) ہمارا آستانہ بہت بلند ہے۔ (توضیح) یعنی انسان حظیرۂ قدس کا مسند نشین طائر ہے۔ آفتاب بھی جس کیلئے مسخر کردیا گیا ہے۔

(۹) تشریح:۔ "قضا" وہ حکم خداوندی جو مخلوق کے حق میں نفاذ صادر ہوا اور "قدر" وہ حکم جو تدریجاً حکم اول کے مطابق صادر ہو اسی اعتبار سے قدر کو قوس قضا کا تیر قرار دیا ہے۔ ترجمہ:۔ قضا کی کمان کا زخم ہمارے نہیں لگ سکتا کیونکہ تیر قضا (تو خود) ہمارا نشانہ ہے۔ (توضیح) یعنی ہم السلطنہ مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ مقدرات عالم ہماری مرضی کے تابع ہو گئے ہیں۔ اسلئے اب قضا و قدر کے آسیب و گزند کا کوئی خوف نہیں رہا۔

(۱۰) تشریح:۔ حذر ڈرنا پرہیز کرنا "رعد" بجلی کی کڑک۔ ایک فرشتہ کا نام جو بادل کو چلاتا ہے "زبانہ" شعلہ۔ ترجمہ:۔ ہم سے بچو کہ ہم بادل کی بجلی ہیں (یعنی اپنے ابر سینہ میں برق تجلی رکھنے والے ہیں) رعد بھی ہمارے شعلہ کی وجہ سے چلاتا ہے۔

(۱۱) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ ہماری دائمی عمر کا حاصل ہو رہا ہے، نظیری ایک دن کا بھی خرچ نہیں ہے (یعنی حیات جاودانی بھی اس کی نظر میں ہیچ ہے کیونکہ عاشق صادق تو فنا کا طالب ہوتا ہے)۔

گره بر چینِ ابرو از چه داری ۶ سرِ این نافهٔ پیچیده بگشا
ز رمزِ عشق آگاهی نظیری ۷ معمائے دلِ ناشنیده بگشا

مستی ربوده از کفِ هستی زمامِ ما ۳۰/۱ مطرب نمیدہد خبرے از مقامِ ما
تا گشته ایم غافل ازو دور مانده ایم ۲ بدرام مے شویم که وحشی ست رامِ ما
دانی که نورِ مردمکِ چشمِ عالمیم ۳ بینی اگر بدیدهٔ معنی خرامِ ما
خود را برهنه بر صفِ شمشیر مے زنیم ۴ کاندر فنائے ماست بقاء و دوامِ ما

(۶) ترجمہ:۔ (اے محبوب) تو نے اپنی چینِ ابرو پر شکن کس لئے ڈال رکھی ہے (بہر خدا!) اس بند نافہ کے منہ کو کھول۔
اشارہ:۔ گرہ ابرو کی تشبیہ نافۂ مشک سے کسقدر پاکیزہ ہے اور لفظ چین سے ملک چین کا ایہام کتنا معنی خیز ہے۔
(۷) تشریح:۔ دوسرے مصرعہ میں متعدد نسخے ہیں جو نسخہ ہم نے اختیار کیا ہے اس میں لفظی و معنوی کوئی الجھاؤ نہیں "معما از دلِ ناشنیدہ" کی صورت میں دلِ ناشنیدہ کی ترکیب بے معنی سی ہے ہاں اگر دل کے بجائے دم ہو تو ترکیب صحیح و درست ہو جاتی ہے اور ناشنیدہ حال قرار پائے گا جس سے سوز عشق سے آگاہ ہونے میں نظیری کے امتحان کا پہلو نکلتا ہے۔ یہی توجیہ "معما ازل" کے نسخہ کی صورت میں ہوگی اور نسخہ مختار کی صورت میں "معمائے دل" ترکیب اضافی ہو موصوف اور ناشنیدہ صفت ہوگی بدیں رنگ کہ کبھی مضاف کی صفت کو مضاف الیہ کے بعد ذکر کر دیتے ہیں
ترجمہ:۔ نظیری! تو عشق کے اسرار سے واقف ہے (لہٰذا میرے) دل کے ان کہنے معمہ کو حل کر (توضیح) یعنی میں اپنے دل کے انوکھے معمہ کو تیرے سامنے پیش کر رہا ہوں کہ تو سوزِ عشق سے آگاہ ہے اسلئے شاید اس کا کوئی حل نکال سکے بقول اقبال ؎ پیشِ تو نہادہ ام دلِ خویش ؛ شاید کہ تو این گرہ کشائی۔ دوسرے نسخوں کی صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ اے نظیری! تو سوزِ عشق سے آگاہ ہے (تو) بدون سنے دل کے معمہ کو یا عہد ازل کے معمہ کو حل کر

[illegible]

بحر:۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف۔ ارکان:۔ دیکھئے تقطیع شکل (۲)،

(۱) ترجمہ:۔ بے خودی نے ہماری باگ خودی کے ہاتھ سے چھین لی ہے (یعنی شراب عشق پی کر ہم بے ہوش ہیں اور) مطرب (ہمکو) ہمارے مقام کی خبر نہیں دیتا۔ یعنی ؎
ہم وہاں ہیں جہاں سے ہمکو بھی ؛ کچھ ہماری خبر نہیں آتی۔
(۲) تشریح:۔ "تا" ابتدائیہ "بدرام" خوش "وحشی ست رامِ ما" میں رامِ ما مبتدا ہے اور وحشی خبر۔ رام بمعنی مطیع۔ وحشی متنفر غیر مانوس
ترجمہ:۔ جب سے کہ ہم اس سے غافل ہوئے ہیں (اس سے) دور پڑے ہیں (لیکن پھر بھی) ہم خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا (شکار) مطیع (جو غفلت کی وجہ سے ہمارے ہاتھ سے نکل گیا ہے) وحشی ہے (یعنی وہ کسی اور کے ہاتھ نہیں آ سکتا ہم اسکی طرف اگر متوجہ ہو جائیں تو پھر وہ ہمارے پاس آ سکتا ہے) (توضیح) یعنی بندہ خدا سے دور اپنی غفلت کی وجہ سے ہو جاتا ہے ورنہ اگر اس کی طرف متوجہ ہو تو اسکو رگِ گردن سے بھی زیادہ قریب پائے گا۔
(۳) ترجمہ:۔ نظیری بدیں۔ اگر تو ہماری حقیقت بین آنکھوں سے (ہمکو یا عالم کو) دیکھے گا تو تجھکو یقین ہو جائیگا کہ ہم (بلا شبہ) عالم کی آنکھ کی پتلی کے نور کی مثل ہیں (توضیح) یعنی دنیا میں تمام انسان کے دم سے ہے جس طرح کہ آنکھ کی رونق پتلی سے ہے۔

برکف کلیدِ جنت و برلب سلامِ حور ۵ رضوان ستاده در طلبِ بارِ عامِ ما
خرمن بباد رفت و درین دشت پر فریب ۶ مرغے نسود گوشهٔ بازوئے بدامِ ما
پستان دایه در کفِ مشتاق شاہد است ۷ بے گریه قطره نچکاند بکامِ ما
تا اقتدا بحافظِ شیراز کرده ایم ۸ گردیده مقتدائے دو عالم کلامِ ما
بارانِ گریه طبعِ نظیری بہار ساخت ۹ کو باد تا برد بگلستان پیامِ ما

(۴) ترجمہ:۔ ہم اپنے آپ کو ننگے بدن (یا کھلم کھلا) تلواروں کی صفوں پر ڈال دیتے ہیں (یعنی خوفِ فنا نہیں کرتے کیونکہ) ہمارے فنا ہو جانے میں (ہی) ہمارے لئے دائمی زندگی ہے (توضیح) یعنی ہم عشق میں موت سے پہلے ہی خودی کو ترک کر کے موت ارادی کیساتھ مر جاتے ہیں۔ مکاقیل مت بالارادہ تحیی بالطبیعۃ۔ کہ موت ارادی کے ساتھ فنا ہو جاؤ گے تو فطرت و طبیعت کے لحاظ سے زندگی حاصل کر لو گے۔
(۵) تشریح:۔ مصرعہ اول حال واقع ہوا ہے "بارِ عام" داخلہ عمومی۔ ترجمہ بقلب مضرعین:۔ رضوان (داروغۂ جنت) ہاتھ میں جنت کی کنجی اور لبوں پر حوروں کا سلام لئے ہوتے ہمارے داخلہ عام کے انتظار میں کھڑا ہے۔ (توضیح) یعنی عشق حقیقی نے ہمکو اس درجہ پر پہنچا دیا ہے۔ کہ رضوان اور حوریں سب ہمارے استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔
(۶) ترجمہ:۔ (دنیا کے) اس پر فریب جنگل میں (عمر کا) خرمن کا خرمن برباد ہو گیا اور (گلزارِ حقیقت کے) ایک پرندے نے (ابھی) ہمارے دام (نظر) سے اپنے بازو کا کنارہ تک نہیں لگایا۔ (توضیح) یعنی عمر ہوا و ہوس میں ضائع ہو گئی اور جو ہماری پیدائش کا مقصد اصلی تھا فوت ہو گیا۔
(۷) تشریح:۔ "مشتاق" اسم فاعل از اشتیاق مراد طفل۔ "دایہ" دودھ پلانے والی عورت۔ ترجمہ:۔ شیر خوار بچہ کے ہاتھ میں دایہ کی پستان (اس امر کی) گواہ ہے کہ (دایۂ فطرت) بغیر روئے چلائے ہمارے حلق میں (شیرِ معرفت کی) ایک بوند نہیں ٹپکاتی۔ (توضیح) یعنی بغیر گریہ و زاری عاشق کے لئے کامیابی ممکن نہیں کہ ؎
تا نگرید ابر کے خندد چمن ؛ تا نہ نالد طفل کے جوشد لبن
(۸) ترجمہ:۔ جب سے ہم نے حافظ شیرازی کی پیروی اختیار کی ہے (اس وقت سے) ہمارا کلام دونوں عالم کا پیشوا بن گیا ہے۔
(۹) تشریح:۔ "کو" بمعنی کجا۔ ترجمہ:۔ آنسوؤں کی بارش نے نظیری کی طبیعت کو (مثل) بہار بنا دیا۔ بادِ (صبا) کہاں ہے؟ تاکہ وہ ہمارا پیغام باغ کو پہونچا دے (کہ دیکھو بہار اسے کہتے ہیں جو بہارِ باغ کی طرح ناپائیدار نہیں) (توضیح) یعنی ہم کو گھر بیٹھے باغ کے مثل شگفتہ طبیعت حاصل ہو گئی ہے۔ اب باغ کی ہم کو ضرورت نہیں رہی۔ باغ کو پیغام پہنچانے کی آرزو طلب واد یا اس کو شرمندہ کرنے کے لئے ہے۔

در پردہ رہ نداند وقتِ سخن صبا را ۳۱/۱ من نیک مے شناسم پیغامِ آشنا را

عیشِ دیارِ غربت چوں برق درگذار است ۲ نتواں بقید کردن ذوقِ گریز پا را

وجدِ سماعِ صوفی خالی ازاں مقام ست ۳ چیزے بیار ماند آں آہوِ خطا را

از خوردہ کہ دارد گل در قبا نگنجد ۴ جائیکہ ہست ذوقے میگردد آشکارا

با فقر و تنگدستی شوم ست عجب و مستی ۵ در کشورِ غیوراں نخوت کشد گدا را

بر قدرِ قابلیت دادند ہر چہ دادند ۶ حق راست بر تو حجت تہمت مکن قضا را

بحر:- مضارع مثمن اخرب
ارکان:- مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن دوبار

تقطیع:- در پردہ / مفعول، رہ نداندِ / فاعلاتن، وقتے سُ / مفعول، خن صبا را / فاعلاتن، من نیک / مفعول، مے شناسم / فاعلاتن، پیغام / مفعول، آشنا را / فاعلاتن

(۱) ترجمہ:- (حریمِ دوست کے دربانوں نے) بات کرتے وقت (قاصدِ باد) صبا کو (بھی) پردہ کے اندر نہیں آنے دیا (جھ) میں (ہی) دوست کے پیغام کو خوب پہچانتا ہوں (توضیح) یعنی ہمارے اور دوست کے درمیان نامہ و پیام شوق کا سلسلہ جاری ہے۔ بادِ صبا کو بھی اس کا علم نہیں کیونکہ بادِ صبا کو قاصد بنانے کی صورت میں افشائے راز کا خطرہ ہے۔

(۲) ترجمہ:- ملکِ سفر و غربت (یعنی دنیا) کا عیش و آرام بجلی کی طرح گذرنے والا ہے اسلئے (اس) بھاگنے والے ذوق (یعنی عیشِ دنیا) کو (کسی) قید میں جکڑ کر نہیں رکھا جاسکتا۔ (توضیح) یعنی دنیا ناپائیدار ہے۔

(۳) تشریح:- وجد وہ طبعی کیفیت جو صوفی پر طاری ہوتی ہے "سماع" سننا "حاکی" بیائے معروف ہم قال از حکایت یعنی نقل کرنا بیان کرنا یا حرف سوم۔ لام بیائے مجہول یعنی کیفیت نفسانی جو قائم نہ رہے "مقام" وہ کیفیت روحانی ہے جو برقرار رہے۔ دوسرا مصرعہ مقام کا بیان ہے "خطا را" میں را علامت اضافت۔ خطا نام شہر ترجمہ:- صوفی کا وجد اور سماع اس مقام کو بیان کرنیوالا ہے کہ اس (ملک) خطا کے ہرن (یعنی معشوق مجازی) کی کوئی بات یارِ (حقیقی) کے مشابہ ہے (توضیح) یعنی عارف جلوۂ یارِ حقیقی کو مجاز کے مظاہر میں پہچانتا ہے اسلئے سر دھنتا ہے

(۴) تشریح:- خوردہ "پھول کا ریزہ جو پھول کے کھلنے پر ظاہر ہوتا ہے" در قبا نگنجیدن "آپے سے باہر ہو جانا۔ ترجمہ:- پھول اس ریزہ کی وجہ سے جو اس کے پاس ہے (خوشی میں) جامے سے باہر ہوا جاتا ہے (یہ ثابت ہو گیا کہ) جہاں کہیں (ذرا سا بھی) ذوق (دلی) ہوتا ہے وہ (بالآخر) ظاہر ہو کر رہتا ہے (توضیح) یعنی خوبیٔ فطرت اور ذوقِ دل چھپنے والی چیز نہیں۔ دوسرا مصرعہ دعوی ہے اور پہلا بمنزلہ دلیل جس میں صنعت حسنِ تعلیل پائی جاتی ہے۔

(۵) ترجمہ:- تنگدستی اور افلاس کے ہوتے ہوئے غرور اور مستی (ایک) نحوست ہے غیرتمندوں کے ملک میں (تو) غرور (جو علامت بے غیرتی ہے) گدا کو ہلاک کر دیتی ہے (توضیح) یعنی انسان کیلئے جو سراپا احتیاج ہے تکبر و غرور زیبا نہیں کیونکہ غرور روح کی موت ہے۔

(۶) ترجمہ:- کارکنانِ قضا و قدر نے تجھکو جو کچھ دیا ہے استعداد و قابلیت کے مطابق دیا ہے (اس لئے ان کا شکوہ بیجا ہے بلکہ) حق تعالے کی تجھ پر دلیل (میں غلبہ حاصل) ہے (اس لئے) تو قضائے الٰہی پر تہمت نہ لگا۔

از مرغزارِ عقبیٰ یا سبزہ زارِ دنیا ۷ تا دانم از کجائی حرفے بگو خدا را

انصاف و مہربانی عہد از جہاں بر انداخت ۸ شد داستی خوشامد شد دوستی مدارا

با شاہِ عشق بازاں آخر کسے بگوید ۹ بے آب و دانہ کشتی مرغانِ خوش نوا را

از کاہشِ محبّاں بر قدر خود فزائید ۱۰ با این خسیس مردم یاری مگیر یارا

خوش فطرتی نظیری حلِ دقیق خود کن ۱۱ حاصل ز کامِ مردم بانگ ست آسیا را

ادب گرفتہ عنانِ خمار و مستیٔ ما ۳۲/۱ برابر ست بلندیِ ما و پستیٔ ما

(۷) تشریح:- مرغزار و سبزہ زار "ہر دو ہم معنی۔ وہ جگہ جہاں بہت سبزہ اگا ہوا ہو۔ ترجمہ:- (قلب مومن) خدا کیلئے (اے انسان) تو کوئی بات تو کر تاکہ میں (یہ) معلوم کرسکوں کہ تو کہاں کا باشندہ ہے۔ آخرت کے مرغزار کا یا دنیا کے سبزہ زار کا۔ (توضیح) یعنی طائر روح انسانی مرغزارِ عقبیٰ کا رہنے والا ہے۔ اس لئے دنیا کے سبزہ زار میں دل نہ لگانا چاہئے۔

(۸) ترجمہ:- زمانے نے مہربانی و انصاف کی رسم کو دنیا سے مٹا دیا (چنانچہ) خوشامد کا نام سچائی ہے اور ظاہر داری کا نام دوستی ہو گیا ہے

(۹) تشریح:- عشق باز "عرف میں کبوتر باز کو کہتے ہیں یہاں پر شاہِ عشق بازاں سے مراد معشوق ہے کیونکہ وہ بھی عاشقوں کے دلوں سے کھیلتا ہے "خوشنوا" خوش آواز۔ ترجمہ:- (اس) عشق بازوں کے بادشاہ سے آخر کوئی انسان تو کہدے کہ (اے بے رحم) تو نے خوش آواز پرندوں (یعنی عاشقوں) کو بھوکا پیاسا مار ڈالا۔ اشارہ:- شعر میں حسرت اور بے بسی کا المناک منظر پیش کیا ہے۔

(۱۰) تشریح:- کاہش "گھٹانا مصدر از کاستن" یاری گرفتن "دوستی کرنا۔ ترجمہ:- (اہلِ زمانہ) دوستوں کو گھٹا کر اپنے مرتبے کو بڑھاتے ہیں (تو) اے دوست، ان ذلیل لوگوں کے ساتھ دوستی نہ کر یعنی (اہلِ زمانہ سے قطع تعلق کرے۔

(۱۱) تشریح:- خوش فطرت "اچھی فطرت والا" "حل" کھولنا تحقیق کرنا "دقیق" مشکل۔ باریک مشتق از دقت۔ اور معنی اور مراد پہلے معنی ہیں۔ مگر دوسرے معنی کے لحاظ سے آسیا سے مناسبت پیدا ہو گئی ہے۔

ترجمہ:- اے نظیری تیری فطرت اچھی ہے تو اپنی مشکل کو حل کر دوسروں سے سروکار نہ رکھ (دیکھتا نہیں کہ) لوگوں کی مراد بر آری سے چکی کو گڑگڑانا ہی حاصل ہے (توضیح) یعنی چکی دوسروں کے لئے آٹا پیستی ہے مگر اس کے لئے کوئی فائدہ نہیں۔ اسی طرح اس زمانہ میں دوسروں کی فکر کرنا بے سود ہے۔ سب سے پہلے اپنی حالت درست کرنی چاہئے۔

بحر:- مجتث مثمن مخبون محذوف   ارکان:- و تقطیع حب ۳۲/۱

(۱) تشریح:- "عنان" باگ "خمار" نشہ اترنے کے وقت بدن کا ٹوٹنا۔ ترجمہ:- بارگاہ دوست کے ادب نے ہماری مستی و خمار کی باگ تھام لی (نہ حالت وصل میں کوئی بات کہہ سکتے ہیں نہ حالت ہجر میں) اس لئے ہماری بلندی (حالت مستی) اور پستی (حالتِ خمار) دونوں برابر رہیں۔

بخود ز دوست نیائیم تا ز مے مستیم ۲ تمام دوست پرستی ست مے پرستی ما

ہزار ساغرِ دیدار شد تہی و ہنوز ۳ فرود حوصلۂ ماست شوق و مستی ما

خمارِ شوق ندارد صبوحِ ما ہرگز ۴ بیک طلوع بود نشۂ الستی ما

مثالِ صورتِ موہوم بے نشاں بودیم ۵ بمنظرِ تو کشیدند نقشِ ہستی ما

ز حقۂ گہرت کار بر نمے آید ۶ ز خستِ دہنِ تست تنگدستی ما

ز کوب ہائے نظیری طپانچہ پوست بریخت ۷ عذارِ دف نخورد ضربِ دو دستی ما

ز شہرِ دوست مے آئیم پیامِ عشق بر لبہا ۳۴/۱ بہ تلقینے کنم آزاد طفلاں را ز مکتبہا

(۲) تشریح: "بخود آمدن" ہوش میں آنا۔ ترجمہ: جب سے ہم شراب پی کر مست بنے ہیں۔ اپنے دوست کا خیال چھوڑ کر ہوش میں نہیں آتے یعنی ہمارے شراب نوشی سراسر محبوب پرستی ہے (پھر مے پرستی سے ہمیں کیوں روکا جاتا ہے۔

(۳) ترجمہ:- (شراب) دیدار کے ہزار پیالے خالی ہو چکے اور ابھی تک ہمارا شوق و مستی ہمارے (بلند) حوصلہ سے کم ہے (توضیح) یعنی ہم اس سے بھی زیادہ مستی و بیخودی کے خواہشمند ہیں۔

(۴) تشریح: "صبوح" شراب صبح "طلوع" ظاہر ہونا نکلنا۔ یہاں جام شراب کو آفتاب سے تشبیہ دیکر لفظ طلوع کو اس کے لئے استعارہ کیا۔ ترجمہ ہماری صبح کی شراب شوق کا خمار بالکل نہیں رکھتی (یعنی شوق جو بوقت محرومی ہوتا ہے نہیں رہتا۔ (اسلئے کہ خورشید جام کے ایکبار طلوع ہونے پر ہی ہمارا عہد الست والا نشہ شروع ہو جاتا ہے۔ (توضیح) یعنی جس طرح عہد الست میں ارواح محو دید ہو کر سربسجود ہو گئیں تھیں اسی طرح ہم اس عالم میں خدا کی تجلیات کا ایکبار نظارہ کر کے ہمیشہ کیلئے محو ہو جاتے ہیں۔

(۵) تشریح: "منظر" نقشہ صورت۔ بمنظر میں با بمعنی مطابقت یا باء سببیہ ہے ترجمہ: ہم وہمی تصویروں کے مانند بے نمود تھے (اے دوست کارکنان قضا و قدر نے) تیرے نقشہ کے مطابق یا بالطفیل ہمارے وجود کا نقش کھینچ دیا (ان اللہ خلق آدم علی صورتہ یعنی آدم کو اللہ نے اپنے صورت پر پیدا کیا یا لولاک لما خلقت الافلاک)

(۶) تشریح: "کار بر آمدن" مراد پوری ہو جانا۔ دہن کو حقہ سے اور دانتوں کو گہر سے تشبیہ دی ہے۔ ترجمہ:- (اے محبوب) تیرے موتیوں کی ڈبیا (منہ) سے ہماری مراد پوری نہیں ہوتی (پس) ہماری تنگدستی (ادائے مانگی) تیرے (ہی) دہن کے بخل کی وجہ سے ہے

(۷) تشریح: "پوست ریختن" کھال اڑا دینا "عذار" رخسار "دف" ایک قسم کا باجہ جو ایک طرف سے منڈھا ہوا ہوتا ہے۔ ترجمہ:- (حوادث کے) طمانچے نے نظیری کے گالوں کی کھال اڑا دی (جس طرح کہ) دف کا رخسارہ ہمارے دو ہتی تھاپ نہیں کھا سکتا (توضیح) یعنی جس طرح دف کو دو ہتی تھاپ کی برداشت نہیں ہوتی اسیطرح ہم کو طپانچہ حوادث کی تاب نہیں۔

(۱/۱) ۳۴

بحر:- ہزج مثمن سالم

ارکان:- تقطیع مثل ۱/۱

(۱) تشریح: "تلقین" تعلیم، سبق "پیام عشق بر لبہا" ضمیر متکلم سے حال ہے۔ ترجمہ میں محبوب کے شہر سے پیام عشق لبوں پر لئے آرہا ہوں (یعنی خود عاشق ہوں اور دوسروں کو اس کے حسن لاثانی پر فدا ہونیکی دعوت دے رہا ہوں) میں ایک سبق شوق (پڑھا کر) مدرسوں کی قید سے بچوں کو آزاد کر دوں گا۔

بگو منصور از زنداں انا الحق گو بروں آید ۲ کہ دینِ عشق ظاہر گشت و باطل سالف مذہبہا

چو من ہر کس طبیبے دارد از زحمت چہ غم دارد ۳ کہ آہے بر کشم بر کوہ و صحرا افگنم تبہا

سحر گہ خستہ و رنجور از خلوت بروں آئیم ۴ چو پروانہ کہ از صحبت بر آید آخرِ شبہا

ز دستِ او جراحتہائے زہر آلودہ بنمائیم ۵ بزخمم ناصحاں سوزن زنند از نیشِ عقربہا

دلِ شب داشت دردے از کدورتہائے حرمانم ۶ بسوئے آسماں دیدم فرو بارید کوکبہا

بمحضِ التفاتے زندہ دارد آفرینش را ۷ اگر نازے کند از ہم فرو ریزند قالبہا

زبیدادے کہ بر دل شد نکردم ضبطِ خود اوّل ۸ کنوں کاتش ہمے بارد پشیمانم زیاربہا

(۲) تشریح: "انا الحق گو" یعنی انا الحق گویاں اسم حال۔ ترجمہ: (اے کارکن) کہدو کہ (اب) منصور قید خانہ سے انا الحق کہتا ہوا نکل آئے (اب کوئی خطرہ نہیں ہے) اس لئے کہ مذہب عشق ظاہر ہو چکا ہے اور دوسرے دین باطل ہو گئے (یعنی احکام حقیقت نے شریعت ظاہر پر فتح پائی۔

(۳) تشریح: "زحمت" مراد مرض یعنی تکلیف۔ ترجمہ:- جو شخص مجھ جیسا طبیب رکھتا ہے اس کو مرض کا کیا کھٹکا۔ اس لئے کہ اگر میں ایک آہ کروں تو تمام بخار پہاڑ اور جنگلوں پر اٹھا کر پھینک دوں۔ (توضیح) یعنی میں آہ آتشبار سے تمام کائنات کو مبتلائے بخار بنا سکتا ہوں تو کیا مرض عشق کی تیمارداری نہیں کر سکتا۔

(۴) ترجمہ:- میں صبح کو خلوت خانہ (محبوب) سے اس پروانہ کی طرح خستہ و ملول نکلتا ہوں جو آخری شب میں اپنے ہمنشین (شمع) سے جدا ہوتا ہے (یعنی میرے رنج و حسرت کی کوئی حد نہیں رہتی)

(۵) ترجمہ: میں اس معشوق کے ہاتھوں کے لگے ہوئے زخم دکھلاتا ہوں اور نصیحت کرنیوالے میرے زخم میں بچھوؤں کے ڈنگ کی مانند وعظ و پند کی سوئیاں گھونپتے ہیں سہ یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح + کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا۔

(۶) تشریح: "دل شب" مراد وسط شب۔ ترجمہ:- (میری نامرادی کی یہ حالت ہے کہ) رات کا دل (بھی) میری محرومی کی کدورتوں سے دردمند تھا (پس) میں نے با امید کرم آسمان کی طرف دیکھا تو (الٹے) ستارے (بشکل تیر مجھ پر) برسنے لگے یا میری محرومی کا درد رکھنے کی وجہ سے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے جس سے اور شب ہجراں کی تاریکی بڑھ گئی۔

(۷) تشریح: "آفرینش" عالم، مصدر بمعنی اسم مفعول "التفات" توجہ۔ ترجمہ:- (خدا تعالیٰ نے) محض (اپنی) توجہ (کرم) سے عالم کو زندہ کر رکھا ہے (ورنہ) اگر ناز کرنے پر آجائے (یعنی تجلی رحمانی کا فیضان منقطع کر کے تجلی قہری کا ظہور کر دے) تو تمام اجسام ٹوٹ پھوٹ کر رہ جائیں۔

(۸) ترجمہ:- (میری ہی غلطی ہے کہ) اول دل پر جو ظلم میرے دلبر سے ہوئی اس سے میں نے اپنا ضبط نہ کیا (اور) یارب یارب کا شور برپا کر دیا اور اب جبکہ (دل پر) آگ برس رہی ہے تو (اپنی پہلی) ہائے ہائے سے شرمندہ ہوں (کہ نہ اس وقت ضبط کو ہاتھ سے دیتا اور نہ آج یہ مزید جور دیکھنا پڑتا جس کا سبب خود ہمارے نالے بنے ہیں) اشارہ کہ:- اس شعر میں درس تسلیم و رضا ہے۔

نظیری بر کشا تا دیدۂ دل در کشا بندت ۹ کہ از تنگی عالم تنگ مے گردند مشربہا

۳۴/۱

گر لبسخن در آورم عشق سخن سرائے را ۱ بر برد و دوش سر دہی گریہ ہاہائے را

گل بخزاں شگفتہ شد و ایں دل بستہ وا نشد ۲ در بن ناخن است نے بخت گرہ کشائے را

نے زرہے خبر دہم نے بدرے اثر کنم ۳ صوت کجم ز کاروان زمزمہ درائے را

ہر المے کہ صعب تر روزئی عاشقاں شود ۴ طعمۂ استخواں سزد حوصلہ ہمائے را

(۹) تشریح :- "بر کشا" بر بمعنی پہلو کشا امر از کشادن یا بر کشادن بمعنی کھولنا۔ اس صورت میں "دیدۂ" سر اس کا مفعول "دیدہ دل" کے قرینے کی وجہ سے محذوف ہے۔ مشرب اہل لغت میں گھاٹ یا آنکھ طرف از غرب ہے مجازاً بمعنی مذہب۔ ترجمہ :- اے نظیری (اپنا) سینہ وسیع کر (یعنی وسعت نظر سے کام لے) یا اپنے سر کی آنکھ کھول (یعنی غور سے دیکھ) تاکہ کارکنان قضا و قدر تیرے دل کی آنکھ کھولدیں (یعنی بصارت سے کام لے تاکہ بصیرت حاصل ہو) اسلئے کہ عالم کی تنگی (تنگ نظری) سے ہی مذاہب بھی تنگ ہو جاتے ہیں۔ (توضیح) یعنی تو اس تنگ نظری میں مبتلا ہو کر اپنے راستہ، اور طریق قبول کو محدود نہ کر بلکہ ہر چیز میں خدا کے جلوے کو دیکھ اور وسعت حوصلہ سے کام لے۔

بحر :- رجز مثمن مطوی مخبون ارکان :- مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن دو بار

تقطیع :- گر لبسخن | در آورم | عشق سخن | سرائے را | بر برد و دو | ش سر دہی | گریہ ہا | ہ ہائے را

مفتعلن | مفاعلن | مفتعلن | مفاعلن | مفتعلن | مفاعلن | مفتعلن | مفاعلن

(۱) تشریح :- "بسخن در آوردن" بولنے پر آمادہ کرنا۔ "سخن سرائے" اسم فاعل ترکیبی۔ "بر دادن" چھوڑ دینا۔ "ہائے ہائے" اسم صوت۔ رونے کی حالت میں یہ آواز منہ سے نکلتی ہے۔ "بر" بمعنی پہلو "دوش" کندھا۔ ترجمہ :- اگر میں (اپنے) مقرر عشق کو بولنے پر آمادہ کر لوں تو اسکی داستان سنکر تو اپنے پہلو و کندھے پر ہائے ہائے کرکے رونا شروع کر دیگا۔ خلاصہ :- داستان عشق بہت اندوہناک ہے۔

(۲) تشریح :- "در بن ناخن ہے بودن" ناخن میں پھانس لگی ہونا۔ "گرہ کشائے" اسم فاعل ترکیبی۔ ترجمہ :- خزاں (ذنگ) میں پھول کھل گئے مگر ہمارا بند (غنچہ) دل نکھلا کیا گر ہمارے گرہ کھولنے والے نصیب ہی کے ناخن میں پھانس لگی ہوگی۔

(توضیح) یعنی ہمارے دل کا شگفتہ نہ ہونا اپنی ہی بدنصیبی کے سبب سے ہے۔

(۳) تشریح :- "درا" قافلے کا گھنٹہ۔ "اعلامت اضافت" صوت کج "ٹیڑھی آواز" مراد صدائے بازگشت۔ ترجمہ :- تعلب متعین ہر قافلہ (اصحاب حقیقت) کے گھنٹہ کی صدائے بازگشت ہوں (واسطے) میں نہ کسی وضیح راستے کی اطلاع دیتا ہوں اور نہ کسی دلمیں اثر کرتا ہوں۔ (توضیح) یعنی بات یہ ہے اثر ہونیکی او کسی دلمیں اثر نکرنیکی وجہ کاروان حقیقت سے مخالف سمت میں ہونا ہے جسطرح کہ صدائے بازگشت سمت مخالف

(۴) تشریح :- تقدیر عبارت یہ ہے "ہر المے کہ سخت تر باشد" "حوصلہ" پوٹا پرندے کے دانہ بھرنے کی تھیلی۔ "ہما" مبارک فال طائر کا نام ہے مشہور ہے کہ جس کے سر پر سایہ فگن ہو جاتا ہے وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔ ترجمہ :- عاشق کی روزی ہر وہ رنج ہوتا ہے جو کہ سخت سے سخت ہو، کیونکہ ہما کے پوٹے کے واسطے ہڈیوں کا لقمہ ہی مناسب ہے۔ یعنی عالی حوصلہ عشاق مصیبت پر صبر کرتے ہیں۔ خواہ کتنی ہی بڑی مصیبت کیوں نہ ہو پہلے مصرعہ کو دعائیہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔

درس ادیب اگر بود زمزمۂ محبتے ۵ جمعہ بمکتب آورد طفل گریز پائے را

خاتم جم شکستہ تن ہیکل عشق ساختہ ۶ منظر دوست کردہ دل جام جہاں نمائے را

پیش نظیری از فلک در دوئے بہم کرہست ۷ بہ ورشہ اثر بلے نالۂ آں گدائے را

۳۵/۱

گر بند رہ عشق کہ نے خطوہ نہ گام ست اینجا ۱ دل بحسرت نہ و بس کار تمام ست اینجا

خط آزادگی سرو بمرغاں نہ دہند ۲ باز گر دید کہ سیمرغ بدام ست اینجا

(۵) تشریح :- "ادیب" معلم "گریز پا" بھگوڑا اسم فاعل ترکیبی "درس" سبق۔ ترجمہ :- استاد کا درس اگر عشق اور محبت کا ترانہ ہو تو وہ جمعہ کے دن بھی بھگوڑے بچے کو مکتب میں لے آئے (یعنی درس عشق کی کشش اس قدر ہے کہ بد شوق بھی ایسے شائقین بن جاتے ہیں کہ جمعہ کی بھی چھٹی نہیں کرنے سے

مکتب عشق کا دستور نرالا دیکھا ✦ اسکو چھٹی نہ ملی جسکو سبق یاد رہا۔

(۶) تشریح :- "خاتم جم" حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری جم کی طرف اگر خاتم منسوب ہو۔ باد نگیں یا طیور مصاف ہوں تو اس سے حضرت سلیمان مراد ہوتے ہیں اور اگر سد آئینہ یا آب حیات کو منسوب کیا جائے تو سکندر مراد ہوتا ہے اور جام یا بزم عیش و طرب کا تعلق ہو تو جمشید یعنی کیخسرو مراد ہوتا ہے۔ "ہیکل" نقش بصورت تعویذ ایک خاص زیور کا نام ہے "جام جم" کیخسرو کا وہ جام جس سے عالم علوی و سفلی کے حالات معلوم ہوتے تھے۔ "منظر" چہرہ محل نظر "خاتم جم" اور "تن" دونوں میں سے ہر ایک کو فاعل و مفعول قرار دیا جا سکتا ہے۔ اسیطرح دوسرے مصرع میں "دل" اور "منظر دوست" کو۔ ترجمہ :- خاتم جم نے (اپنا) تن توڑ کر عشق کا ہیکل تیار کر لیا (یعنی مادی عروج کو دور کرکے روحانی ترقی حاصل کی) اور دوست کے چہرے نے جام جہاں نمائے (جمشید) کو (عاشق کا) دل بنا دیا (یعنی دل جام جہاں نما کی طرح حقائق عالم ظاہر کرنے لگا۔ (توضیح) خاتم کے حلقہ کو تن قرار دیا ہے جس کے زائل ہو جانے کے بعد شکل تعویذ (ہیکل) باقی رہ جاتی ہے جو گلے کا زیور ہے۔ تو گویا انگشتری ترقی کرکے انگشت سے سینہ پر پہونچ جاتی ہے۔ اسیطرح مادیات کو ترک کر دینے کے بعد سالک عشق کے مقام ارفع و اعلی پر فائز ہو جاتا ہے اور دوست کے جلوۂ رخ کی وجہ سے اس کا دل مثل جام جمشید حقائق کا آئینہ بنجاتا ہے۔

(۷) ترجمہ :- نظیری کے سامنے فلک سے (فریاد) درد دل لیکر جاتا ہوں کیونکہ بادشاہ (حقیقی) کے دروازہ پر اسی گدا کے نالہ میں اثر ہے۔ (یعنی میں اپنا شفیع نظیری کو بناتا ہوں کیونکہ اس کے نالہ میں اثر ہے) ہاشا ✦ :شعر میں صنعت تجرید ہے

بحر :- رمل مثمن مخبون محذوف مشعث ارکان :- و تقطیع مثل ۳۵/۱

(۱) تشریح :- "از چیزے گذشتن" کسی چیز کا خیال چھوڑ دینا "خطوہ" دو قدم کا درمیانی فاصلہ "قدم" "دل بچیزے نہادن" رضامند ہو جانا قناعت کرنا۔ ترجمہ :- تو عشق کا خیال (ہی) چھوڑ دے اسلئے کہ یہاں (وادی عشق میں) گام و قدم کا کام نہیں۔ حسرت و محرومی پر راضی ہو جا۔ بس (پھر) یہاں کام ختم ہے (توضیح) یعنی رہ عشق قدموں کے ذریعہ سے طے ہونے والی نہیں یہاں تو حسرت و محرومی پر قناعت کر لینا اور اعتراف عجز کا کام آتا ہے سہ نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن ✦ کہ جاہا سپر باید انداختن۔

فکرِ طوبیٰ و جناں در رعِ عشق خطاست ۳ ہر چہ در شرع مباح ست حرام است اینجا

جُرعہ از شیشۂ خاطر بگلو بر گردد ۴ ہاں بہش باش کہ جام و لبِ بام ست اینجا

خود بخود بانگ زنم خود بخود آوا شنوم ۵ خبرم نیست کہ گویم چہ مقام ست اینجا

ہمہ نوشی و مستی و نشاط و طرب ست ۶ کس چہ داند کہ شب و روز کدام ست اینجا

زابرِ ساغر مہِ رخسارۂ ساقی بنمود ۷ شکر للہ کہ تجلی بدوام ست اینجا

(۲) تشریح: "سیمرغ" ایک طائر کا نام جس کے متعلق مشہور ہے کہ چالیس ہاتھی روز کھاتا ہے۔ سعدی گفتہ ؎

چناں پہن خوانِ کرم گسترد ❊ کہ سیمرغ در قاف قسمت خورد

یہاں اس سے اولیاء مراد ہیں۔ ترجمہ: سرو کی (سی) آزادی کا فرمان (کارکنان قضا و قدر عالم) پرندوں کو نہیں دیتے (بس) واپس لوٹ جاؤ کہ یہاں تو سیمرغ (تک) دام میں گرفتار ہے (توضیح) یعنی جب بڑے بڑے اولیاء اور عرفا دامِ عشق میں گرفتار ہیں تو عام طالبین تو کہاں آزادی پا سکتے ہیں اسلئے اگر آزادی کا خیال ہو تو واپس لوٹ جاؤ۔

(۳) تشریح: "طوبیٰ" درختِ جنت "جناں" جمع جنت "ورع" تقویٰ یہاں مذہب مراد ہے "مباح" جائز۔

ترجمہ: طوبیٰ اور جنت کا خیال کرنا (بھی) مذہبِ عشق میں گناہ ہے (یعنی) جو چیز کہ ظاہری شریعت میں مباح ہے وہ یہاں حرام ہے (یعنی عشق بے غرض ہونا چاہیے ورنہ وہ سوداگری ہو جائے گی)

(۴) تشریح: "جرعہ" گھونٹ "بہش" مخفف ہوش۔ ترجمہ: دل میں شبہ لانے سے (شراب معرفت کا) گھونٹ حلق سے لوٹ آتا ہے خبردار ہوش میں رہ!! کہ یہاں (قصر عشق کا) لب بام اور (مئے معرفت کا) جام ہے (توضیح) یعنی جس طرح لبِ بام پر جام پر سنبھالے رکھنے کی ضرورت ہے ورنہ ذرا سی غفلت میں خود بھی نیچے گر کر ہلاک ہو جائیگا اور جام بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اسیطرح طریق معرفت میں بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے دل کے ادنیٰ شک و شبہ سے تمام محنت ضائع ہو جاتی ہے۔

(۵) تشریح: "آوا" مخفف آواز یا آوائے۔ ترجمہ: خود ہی میں صدا لگاتا ہوں اور خود ہی (اسکی) آواز سنتا ہوں۔ مجھے تو خود معلوم نہیں کہ یہاں یہ کونسا مقام ہے۔ کہیں (اس کے متعلق) کچھ بتلا سکوں (یعنی یہ وحدت الوجود کا مقام ہے)

(۶) ترجمہ: (ہم کو بطفیل عشق) سراسر نوشی مستی اور عیش و مسرت (حاصل) ہے کسی کو کیا معلوم کہ رات دن یہاں (ہمارے نہاں خانۂ دل میں) کون (جلوہ افروز) رہتا ہے (جسکی وجہ سے یہ سب کچھ حاصل ہے)

(۷) ترجمہ: جامِ شراب کے بادل سے ساقی کے رخسارہ کا چاند (ہمکو) نظر آگیا۔ اللہ کا شکر کہ یہاں (مئے کدہ عشق میں) دائماً تجلی رہتی ہے۔ حافظ گوید ؎

ما در پیالہ عکس رخِ یار دیدہ ایم ❊ اے بے خبر ز لذتِ شربِ مدامِ ما

غائب از دیدہ بازم نشود یک ساعت ۸ آنکہ رم خوردہ ز وہمِ ہمہ رام ست اینجا

فیضِ آبِ خضر از نظمِ نظیری ریزد ۹ کہ صفائے سحری تا دمِ شام ست اینجا

از چاہِ غبغبش بدر آوردہ ماہ را ۱ ۳۶ بر ماہ عقربِ سیہ اش بستہ ماہ را

عابد کہ بیندش بدر آید ز خانقاہ ۲ سلطان کہ یابدش بگذارد سپاہ را

گر روزِ حشر پردہ ز رویش بر افگنند ۳ ایزد بروئے بندہ نیارد گناہ را

(۸) تشریح: "رم خوردن" بھاگ جانا "رام" تابع ہلا ہوا۔ ترجمہ: ایک گھڑی کیلئے بھی وہ میری کھلی ہوئی آنکھ سے اوجھل نہیں ہوتا (بس یہ سمجھو کہ) جو (شکار وحشی) کہ سبھوں کے وہم سے بچکر نکل گیا وہ یہاں رام ہے (یعنی ہمکو خدا کا جلوہ ہر وقت نظر آتا ہے حالانکہ وہ عام نظروں سے پوشیدہ ہے)

(۹) تشریح: "خضر" ایک مقدس ہستی کا نام جنکے متعلق مشہور ہے کہ آب حیات پی لینے کیوجہ سے زندگی جاوید رکھتے ہیں "کہ" بیانیہ یا تعلیلیہ ترجمہ: نظیری کے اشعار سے آب حیات کا سا فیض جاری ہے کہ یہاں شام کے وقت تک صبح کا سا نور رہتا ہے (یعنی آب حیات گو تاریکی میں ہے مگر اس کے پینے سے دل سراپا نور بنجاتا ہے اور حیات جاوید حاصل ہو جاتی ہے اسیطرح نظیری کے اشعار میں کامل نورانیت اور حیات جاوید کی خاصیت پائی جاتی ہے۔

بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف ارکان و تقطیع: ذیل ہے

(۱) تشریح: "چاہ غبغب" مراد ٹھوڑی کے نیچے کا گڑھا۔ یہاں باضافت بھی درست ہے اور بلا اضافت بھی "ماہ" مراد رخسار "عقرب سیہ" مراد زلف "بدر آوردہ" میں بدر گو یہاں باہر کے معنی میں مستعمل ہوا ہے مگر اس کے ایک معنی ماہ کامل کے بھی ہیں اس لئے ایہام پیدا ہو گیا ہے۔ چاند کے کنوئیں سے طلوع ہونے سے قصہ ماہ نخشب کی طرف تلمیح ہے اور عقرب سے ابن مقنع حکیم کے قصہ کی طرف اشارہ ہے جس نے ایک طلسمی بچھو بنایا تھا جو ماہ نخشب کا راستہ بند کر دیتا تھا عقرب ایک برج کا نام بھی ہے جب چاند اس برج کی آخری منزل میں پہنچ جاتا ہے تو نجومی اسوقت نیک کام کرنا ممنوع قرار دیتے ہیں۔ ترجمہ: (اس محبوب نے یا) اسکے غبغب نے چاہ ذقن سے ماہ (رخسار) کو باہر نکالا مگر (زلف کے) سیاہ بچھو نے (اس رشن) چاند کے آگے راستہ بند کر دیا۔ (یعنی زلفوں نے اسکو چھپا لیا گویا یہ چاند طلوع ہوتے ہی غروب ہو گیا)

(۲) تشریح: "کہ" ہر دو مصرعہ میں توصیفی ہے یا شرطیہ "ش" ضمیر مفعولی راجع بسوئے محبوب ترجمہ: (دوست کے حسن کا یہ عالم ہے کہ) اگر اسکو عابد دیکھ پائے تو خانقاہ سے (رسوائے عشق بنکر) نکل آئے اور اگر بادشاہ اس کو پائے تو (اپنی) فوج کو چھوڑ دے (اور اس کے در کی غلامی کو فخر سمجھے)

(۳) تشریح: "پردہ از رو افگندن" نقاب ہٹانا۔ ترجمہ: اگر قیامت کے روز اس کے چہرہ سے نقاب الٹ دیں تو خدا بندہ کے سامنے (اسکے گناہ عشق) کو پیش نکرے (یعنی اسکا دلفریب چہرہ خود ہمارے جرم عشق کا عذر خواہ بنجائے گا۔

آں کجکلہ چو باصفِ عشاق بگذرد ۴ شاہان زسر نہند ہوائے کلاہ را
از ہیبت تجلیِ دیدار سوختیم ۵ برق آورد بشارتِ باران گیاہ را
عاجز شدست دیدہ ز ادراکِ حسنِ او ۶ در حوصلہ جمال نگنجد نگاہ را
بارے چو در بغل ہمہ خرمن نمی رود ۷ بیجادہ در کنار کشد برگ کاہ را
امید ہست کز سرِ آں بام بگذرد ۸ پا در میانِ کوئے کشودیم آہ را
خاکش بفرق کن کہ بجاناں نمے رسد ۹ عاشق گر التفات کند مال و جاہ را

(۴) تشریح: ہوائے چیزے از سر نہادن "کسی چیز کی خواہش دماغ سے نکالدینا" ترجمہ:۔ وہ اونچی ٹوپی لگانے والا (معشوق) اگر (اپنے) عشاق کی جماعت کے ساتھ چلے تو (بڑے بڑے) بادشاہ تاج کی خواہش دماغ سے دور کر دیں (اور اسکی غلامی میں آجائیں)

(۵) تشریح:۔ دوسرا مصرعہ حال بھی قرار دیا جاسکتا ہے اور علت بھی پہلی صورت میں مضمون تعجب ہوگا اور دوسری صورت میں دعویٰ مع دلیل اور شعر میں ایجاد و حذف ہوگا۔ تقدیرِ عبارت یہ ہوگی۔ اگر ما از ہیبت تجلی دیدار سوختیم۔ اما امید کرم داریم الخ
ترجمہ (مراد کہ) ہم (برق) دیدار کی تجلی کی ہیبت سے جلگئے (حالانکہ) بجلی گھاس کے لئے بارش کا مژدہ لایا کرتی ہے (تو یہ کیسی بجلی ہے کہ جس نے ہمارے خرمن ہستی کو جلا دیا) دیگر: دیدار کی تجلی کی ہیبت سے ہم جلگئے (مگر ساتھ ہی باران لطف کی امید بھی ہے اس لئے کہ بجلی گھاس کیلئے بارش کا مژدہ لایا کرتی ہے۔

(۶) تشریح:۔ ادراک "علم، دریافت" را علامت اضافت۔ ترجمہ:۔ آنکھ اس کے حسن کے دریافت کرنے سے عاجز ہو چکی ہے (کیونکہ) نگاہ کے حوصلہ میں (اس کا) جمال نہیں سما سکتا۔ اشارہ:۔ آیت "لا تدرکہ الابصار" کی طرف تلمیح ہے۔

(۷) تشریح: بیجادہ "کہربا" ترجمہ:۔ بقلب مصرعین:۔ کہربا گھاس کی پتی کو ہی اپنے پہلو میں کھینچ لیتا ہے، جبکہ پورا خرمن (اسکی) بغل میں نہیں جا سکتا۔ (توضیح) یعنی اگر جمالِ دوست کا ادراکِ کامل ناممکن ہے تو کم از کم کہربا کی مانند قوت جذب سے کام لینا چاہئے اور جتنا کچھ حاصل ہو سکے کر لیا جائے۔

(۸) ترجمہ:۔ بقلب مصرعین ہم نے آہ کے پاؤں کوچۂ (دوست) میں کھولدیئے ہیں اسلئے کہ امید ہے کہ (شاید) وہ اس بام پر سے ہوکر گذر جائے (اور اس طرح شاید اس کو ہمارا حالِ دل معلوم ہو جائے۔

(۹) تشریح: "خاکش" میں ش ضمیر مجرور فرق کا مضاف الیہ ہے راجع ہوئے عاشق یا مال و جاہ۔
ترجمہ:۔ اس کے سر پر خاک ڈال اس لئے کہ عاشق اگر مال اور عزت (دنیا) کی طرف توجہ کرے گا تو وہ محبوب تک نہیں پہنچ سکتا۔ (یعنی مال و جاہ دنیوی ناقابل التفات ہے)

گر ایں عطش بخلد نظیری زجاں رود ۱۰ جوئیم ز سلسبیل بآتش پناہ را

برائے خشتِ خم خواہیم گو آں پیر ترسا را ۳۷/۱ کزیں بازیچۂ طفلاں خرد مشتِ گلِ ما را
جہاں را نیست آں معنی کہ باید فکر آں کردن ۲ الف با خوانِ ہر مکتب تگافد ایں معما را
بجو از بہر حسرت داد راہم ورنہ معلوم است ۳ ز دریا چند در آغوش گنجد موج دریا را
ہمیں بس شاہدِ بے اختیاری ہائے مشتاقاں ۴ کہ عذر از جانبِ یوسف بود جرم زلیخا را

(۱۰) تشریح: عطش "پیاس" سلسبیل "نہر جنت" آتش "مراد دوزخ" ترجمہ:۔ اگر اے نظیری جنت میں یہ پیاس (یعنی سوز عشق) جان و روح سے نکل جائے گی تو ہم سلسبیل چھوڑ کر (دوزخ کی) آگ میں پناہ لیں گا۔ (یعنی ہمارا مقصود یہی درد طلب ہے) سہ

کفر کافر را و دیں دیندار را ❊ ذرۂ دردت دلِ عطار را

بحر:۔ ہزج مثمن سالم ارکان:۔ (تقطیع خود کن)

(۱) تشریح: خشتِ خم "وہ اینٹ جو شراب کے مٹکے پر شراب کا جوش معلوم کرنے کیلئے رکھدیتے ہیں" بازیچۂ طفلاں "مراد دنیا" پیر ترسا "پیر مغاں، پیر میکدہ مراد رہنمائے حقیقت۔ ترجمہ:۔ ہم شراب کے مٹکے کی اینٹ بنانے کیلئے کا آرزو ہیں اس پیر میکدہ سے کہدو کہ وہ بچوں کے بازی گاہ سے ہماری مٹھی بھر مٹی کو خریدلے (توضیح) معلوم ہے کہ بچے مٹی سے کھیلا کرتے ہیں۔ اس لئے کہتا ہے کہ اس دنیا میں ہماری مٹی بچوں کے کھیل کا ذریعہ بن رہی ہے اس سے تو پیر میکدہ ہماری گل سے خشتِ خم ہی بنالے تو اچھا ہے تاکہ بعد مرگ بھی قرب شراب حاصل رہے۔

(۲) تشریح: معما "اسم مفعول از تعمیہ بمعنی چیستان۔ ترجمہ:۔ اس دنیا کے معنی ایسے نہیں ہیں کہ اس کے متعلق سوچنا پڑے (بلکہ) ہر مکتب کا الف با پڑھنے والا (بچہ) اس معمے کو حل کر سکتا ہے (یعنی ہر شخص جانتا ہے کہ دنیا ایک بے معنی چیز ہے)

(۳) تشریح: "را" علامت اضافت۔ ترجمہ:۔ مجھے محض حسرت میں مبتلا رکھنے کیلئے اپنی طرف متوجہ بنالیا۔ ورنہ (سب کو) معلوم ہے کہ موج دریا کے آغوش میں دریا میں سے کتنا حصہ آسکتا ہے؟ (یعنی کچھ بھی نہیں سو میں آغوش ضرور پھیلاتی ہیں مگر تہی آغوش ہی رہجاتی ہیں۔ اسیطرح ہم اس محبوب کو آغوش میں لینے کیلئے جدوجہد کرتے ہیں مگر حسرت ہی اٹھاتے ہیں۔

(۴) ترجمہ:۔ عاشقوں کی مجبوریوں کے ثابت کرنیکے لئے بس یہی گواہ کافی ہے کہ جرم زلیخا کے لئے "عذر یوسف علیہ السلام کی جانب سے ہوا۔ (توضیح) زنانِ مصر نے زلیخا پر طعن کیا تھا تراود فتاہا عن نفسہ کہ اپنے غلام کو بہلاتی ہے۔ اسکی تدبیر زلیخا نے یہ کی کہ ان کو مجلس میں جمع کرکے ترنج اور چھری ان کے ہاتھ میں دی اور یوسف علیہ السلام کو باہر بلایا۔ یوسف علیہ السلام کو دیکھتے ہی عورتیں حیران رہ گئیں اور ہاتھ کاٹ لئے اس پر زلیخا نے کہا فذلکن الذی لمتننی فیہ یہی ہے جس کے بارے میں تم نے مجھے نشانۂ ملامت ٹھہرایا تھا۔ تو گویا یوسف علیہ السلام کے حسن کا ظہور جرم زلیخا کے لئے عذر خواہ بنا۔ اسی سے عاشق کی مجبوری معلوم ہوگئی۔

خموشی نزلِ عشق آرم کہ بردرگاہِ سلطاناں ۵ کماں برزہ نہ آرند بازوئے توانا را
ہمیں مقدار میخواہیم از رخ پردہ برداری ۶ کہ بشناسیم قدر بینش ناداں و دانا را
نظیری خاطرت از داغ دل آزردہ تر دارد ۷ قدم ہشیار نہ اینجا کہ در خوں می نہی پا را
تو اگر زکعبہ راندی و گر از کنشت مارا ۳۸/۱ غم بندہ پرور تو بدری نہشت مارا
چو حدیث راست گویاں ہمہ مذاق تلخیم ۲ بسفینۂ عزیزاں نتواں نوشت مارا

(۵) تشریح :- "نزل" مہمانی - "کماں برزہ" کمان کا چلہ چڑھائے ہوئے ۔ ترجمہ :- (سلطان) عشق کی ضیافت، میں خاموشی سے کرتا ہوں اسلئے کہ بادشاہوں کی درگاہ میں بازوئے قوی کو کمان کا چلہ چڑھاتے ہوئے نہیں لایا کرتے ۔ (یعنی عشق پر کسی کا زور نہیں چلتا یہاں تو خاموشی کے بغیر چارہ نہیں ہے)

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب ؛ کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے ۔

(۶) ترجمہ :- ہم صرف اتنا چاہتے ہیں کہ تو (اپنے) چہرہ سے نقاب الٹ دے تاکہ ہم ناداں اور دانا کی بینائی کا اندازہ کر لیں (یعنی دونوں ادراک حسن سے عاجز ہیں یا مراد یہ ہے کہ جو دانا ہے وہ ہزار جان سے تیرے رخ زیبا کا شیدائی بن جائے گا اور جو ناداں ہے وہ محروم رہے گا ۔

(۷) ترجمہ :- (جب) نظیری (تیرا) داغ (دل) کی وجہ سے طبیعت بہت آزردہ رکھتا ہے (تو تیری تو کیا ہستی ہے) ذرا ہشیار ہو کر یہاں (وادیٔ عشق میں) قدم رکھنا اس لئے کہ (بس یہ سمجھ لے کہ) تو خون میں قدم رکھ رہا ہے (یعنی یہاں اول مرحلہ پر جان کو ترک کرنا پڑتا ہے) ۔

در رہ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں ؛ شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

بحر :- رمل مثمن مشکول
ارکان :- فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن دو بار

تقطیع :- تُ اگر زِ / کعبَ راندی / وگرزک / نشت مارا ؛ غمِ بندَ / پرورِ تو / بدرے نَ / ہشت مارا
فعلات / فاعلاتن / فعلات / فاعلاتن ؛ فعلات / فاعلاتن / فعلات / فاعلاتن

(۱) تشریح :- کنشت آتشکدہ معبد یہود، بتکدہ ۔ ترجمہ :- تو نے اگر ہم کو کعبہ اور بتکدہ (دونوں) سے نکال دیا تو کوئی حرج نہیں کہ تیرے بندہ پرور غم (عشق) نے ہمکو (اپنے دروازہ کے سوا) کسی اور دروازہ پر نہیں چھوڑا ۔
(توضیح) یعنی ہم کو دیر و حرم سے کیا مطلب ہمکو تو تیرے در کی غلامی درکار ہے اور وہ بطفیل غم عشق حاصل ہے

(۲) تشریح :- سفینہ بیاض ۔ ترجمہ :- سچ بولنے والوں کی بات کی مانند ہم سب (لوگوں) کے مذاق میں کڑوے ہیں (اسلئے) ہم کو (یعنی ہماری سرگزشت کو) عزیزوں کی بیاض میں نہیں لکھا جا سکتا (کہ مبادا ان کا عیش تلخ ہو جائے)

گل و برگ خانۂ ما ہمہ بلبلان مست ۳ کہ بعاشقی برآمد ہمہ کار و کشت مارا
کہ نشست نیم ساعت بر ما زلال طبعاں ۴ کہ زپردہ بر نیامد ہمہ خوب و زشت مارا
زعتابِ تلخِ ساقی دل ما غبار دارد ۵ بحلاوتِ حریفاں نتواں سرشت مارا
ہمہ روز دستِ حسرت چو مگس ز دور لیسیم ۶ کہ سر آستین مہمان بشکر نہشت مارا
بہ صنم بجائے یابی نہ گلے بآب و رونق ۷ زخطا بہم برآمد ہمہ خاک و خشت مارا نسخہ برآورد

(۳) تشریح :- "گل و برگ" مراد سامانِ زینت "کار و کشت" حاصل مصدر ترکیبی مرکب از امر و فعل ماضی ۔ مراد کاروبار "را" بمعنی برائے یا علامت اضافت ۔ ترجمہ :- ہمارے گھر کا سامان زینت تمام مست و بیخود بلبلیں ہیں اس لئے کہ ہمارا کاروبار صرف عاشقی میں منحصر ہو چکا ہے (اور حسب دستور جیسا کسی کا کاروبار ہوتا ہے اسی کے مناسب گھر کی زینت کا سامان ہوتا ہے ۔ دوسرا ترجمہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے گھر کا پھول ہے تو پھول اور پتہ ہے تو پتہ بلبل کا حکم رکھتا ہے الخ

(۴) تشریح :- "زلال طبع" صاف دل "را" علامت اضافت یا بمعنی برائے ۔ ترجمہ :- ہم صاف دل والوں کے پاس کون شخص تھوڑی دیر کیلئے بیٹھا کہ ہمارا بھلا برا (حال) سب ظاہر ہو گیا ہو؟ (یعنی ہمارے پاس تھوڑی دیر بیٹھنے والا بھی اتنا صاف دل ہو جاتا ہے کہ ہمارا تمام حال اس پر منکشف ہو جاتا ۔ اور ہم بھی صاف دلی کی وجہ سے کچھ چھپا کر نہیں رکھتے ۔ "را" کو برائے کے معنی میں لیا جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ ہم ایسے صاف اور آئینہ طبع ہیں کہ جو شخص تھوڑی دیر بھی ہمارے پاس بیٹھ جائے تو اس کا تمام حال ہم پر ظاہر ہو جاتا ہے ۔

(۵) تشریح :- "حریف" ہم پیشہ، ہم جنس، کہیں وجہ دشمنی ہو جاتی ہے اور کہیں وجہ دوستی لیکن اکثر حریف سے دشمن اور رقیب مراد ہوتا ہے ترجمہ :- ہمارا دل ساقی کے تلخ عتاب کی وجہ سے ایسا غبار (رنج) رکھتا ہے کہ ہم رقیبوں کی شیرینی (عیش) میں ہم کو شامل نہیں کیا جا سکتا (یعنی ان کے عیش میں بھی تکدر پیدا ہو جائیگا بعض شارحین نے عتاب تلخ ساقی کو دل کیلئے وہ غبار قرار دیا ہے جس سے آئینہ صاف کیا جاتا ہے تو گویا اس کے عتاب سے ہمارا آئینہ مجلی ہو جاتا ہے پس رقیبوں کی قسمت میں گو حلاوت آئی ہے مگر وہ اس رتبہ کو نہیں پہنچ سکتے مگر "غبار داشتن دل" کے یہ معنی بہ تکلف بنتے ہیں ۔

(۶) ترجمہ :- تمام دن مکھی کی طرح میں (رہا ہوں) دور ہی دور رہتے ہوئے دست حسرت کاٹتا اور چاٹتا رہتا ہوں کہ مہمان (رقیب) کی آستین نے ہم کو شکر (لب معشوق یا دوست) پر نہ چھوڑا ۔

(۷) تشریح :- "صنم و گل" کا تعلق خاک و خشت سے یہ ہے کہ صنم خشت و سنگ کا بنتا ہے اور پھول خاک سے نکلتا ہے اس لئے شعر میں لف و نشر غیر مرتب ہے ترجمہ :- بقول بعض ہماری خاک و خشت گناہوں کی وجہ سے ایسی تباہ و برباد ہوئی کہ نہ تو صنم کو اپنی جگہ پر قرار پائیگا ۔ اور نہ کسی پھول کو تر و تازہ (یعنی اگر ہماری خاک سے گل پیدا ہو یا خشت سے صنم تراشا جائے تو گل پژمردہ ہو گا اور صنم شکستہ اور ایسا بھی ممکن ہے خطا اور گناہ سے ہوا " ہم تو دو شکی سے تبیعیں یہ جلوہ نمایہ ہو گا یعنی اے خدا ہماری خاک و خشت کو خطا و گناہ سے پاک کر دے ۔

بتواضع جم و کے سر ما فرو نیاید ۸ کہ حدیثِ عشق و سودا شدہ سرنوشت مارا

بصداعِ غمِ نظیری ز خمار بادہ رستیم ۹ نکند دماغ خوشبو گلِ صد بہشت مارا

جز نامِ صنم نقش مکن لوحِ جبیں را ۱/۳۹ تا چپ نکنی راست نخوانند نگیں را

از شوقِ شہیدانِ حریمِ سر کوئیش ۲ چوں دانہ در آغوش نگنجند زمیں را

پیداست رہائی من از ضعف امیدم ۳ رہ زود بسر مے رسد آوازِ حزیں را

(۸) ترجمہ: جمشید و کیخسرو کے سامنے انکساری کرنے کیلئے ہمارا سر نیچا نہیں ہو سکتا اسلئے کہ عشق اور جنونِ ذوق (شوق) ہماری سرنوشت بن چکاہے (یعنی عاشق عروج دنیا رکھنے والوں کے آگے نہیں جھکتا اسلئے کہ عشق سے بالاتر کوئی رتبہ نہیں)

(۹) تشریح: "صداع" دردِ سر "خمار" نشہ ٹوٹنے کی حالت "را" علامت اضافت تقدیر عبارت یہ ہوگی "گلِ صد بہشت دماغ ما خوشبو نکند" ترجمہ: اے نظیری غم (عشق) کے دردِ سر کی وجہ سے ہم شراب کے خمار (کی تکلیف) سے چھوٹ گئے (اور یہ دردِ سر ایسا ہے کہ) ہمارے دماغ کو سو بہشتوں کے پھول (بھی مل کر) معطر و پرسکون نہیں کر سکتے یا ہمارا دماغ ان کو سونگھنا نہیں چاہتا اس لئے کہ وہ غمِ عشق کا طالب ہے فرحت کا خواہاں نہیں)

بحر: ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف ارکان: — تقطیع خل ۱۸/۱

(۱) تشریح: "منقش کردن" نقش کرنا، کھودنا "نکنی" مضارع منفی از "کندن" ترجمہ: (اے طالب حقیقت) اپنی پیشانی کی لوح پر بت کے نام کے سوا کچھ اور کندہ نہ کر (اس لئے کہ) جب تک تو نگینہ کو الٹا نہیں کھودیگا تو (لوگ) اسکو سیدھا نہیں پڑھ سکیں گے (یعنی بمقتضائے المجاز قنطرۃ الحقیقۃ عشق مجازی عشق حقیقی کا زینہ ہے اشارہ: تمثیل کی خوبی قابل صد آفریں ہے۔

(۲) تشریح: "را" علامت اضافت تقدیر عبارت یہ ہوگی "در آغوشِ زمین نگنجند"
ترجمہ: اس کے کوچہ کے حرم سرا کے شہید غایتِ شوق کی وجہ سے دانہ کی مانند زمین کی آغوش میں نہیں سما سکتے (یعنی جس طرح زمین کو پھاڑ کر دانہ باہر نکل آتا ہے اسی طرح شہدائے عشق پیوندِ زمین نہیں بن سکتے بلکہ وہ زندہ جاوید ہوتے ہیں۔

(۳) تشریح: "رہ بسر رسیدن" راستہ طے ہو جانا "را" علامت اضافت ترجمہ: میری امیدوں کی کمزوری سے (ہی) میری رہائی ظاہر ہے (جیسا کہ) غمگین آواز کا راستہ جلدی ہی طے ہو جاتا ہے (اور وہ سب کے کانوں تک پہنچ جاتی ہے (یعنی) راہِ عشق میں امیدوں کا کمزور و مضمحل ہو جانا ہی ذریعہ کامیابی ہے۔ یا ظاہر ہے کہ مجھے رہائی نہیں مل سکتی کیونکہ آواز حزیں حدِ فضا میں گم ہو جایا کرتی ہے کون اس پر متوجہ ہوتا ہے۔

من دام بہ نخچیر گہ انداختہ بودم ۴ شیر آمد و بگرفت ز من دام و کمیں را

آب رخے از آبلہ گفتم برسانم ۵ وادی بہم ریخت تفِ آبلہ چیں را

با تیغ بہ تسلیم و با خصم بشفقت ۶ با مہر بدل ساختم از عشقِ تو کیں را

بیروں ننہم از خویش اگر پائے نظیری ۷ یک پایہ فروتر ننہم عرش بریں را

دل شکستہ بود تحفۂ خزینۂ ما ۱/۴۰ نگیں ملک تواں ساخت ز آبگینۂ ما

تو کار غیب چہ دانی کہ چیست طعنہ مزن ۲ کہ جز بمصلحتے نشکند سفینۂ ما

(۴) تشریح: "نخچیر گہ" مراد دنیا۔ "شیر" مراد موت "کمین" گھات ترجمہ: میں نے ہوا و ہوس کا جال شکارگاہ (دنیا) میں بچھا رکھا تھا کہ ناگاہ شیر (اجل) آپہونچا اور مجھ سے دام و کمین چھین کر لے گیا (یعنی سب حسرتیں دل کی دل میں ہی رہ گئیں)

(۵) ترجمہ: میں نے دل میں سوچا تھا کہ (پاؤں کے) آبلوں سے آبرو حاصل کروں گا مگر افسوس کہ یہ آرزو بھی پوری نہ ہوئی اس لئے کہ) آبلہ پھوڑ دینے والی تپش صحرا نے میرے راستہ میں ڈال دی (جس سے آبلے پھوٹ کر ریت میں جذب ہو گئے) ؎

کانٹوں کی زباں سوکھ گئی پیاس سے یا رب ؛ اک آبلہ پا وادیٔ پُرخار میں آوے

(۶) ترجمہ: "بقلب مصرعین": (اے دوست) تیرے عشق کے سبب میں نے کینہ و عداوت کو مہر و محبت کے ساتھ تبدیل کر لیا (چنانچہ اب میں) (تیری) تلوار کے سامنے گردن جھکانے کیلئے آمادہ ہوں اور دشمن کیساتھ شفقت کرنے کیلئے (یعنی عاشق کا دل کینہ سے پاک ہوتا ہے)

(۷) ترجمہ: اے نظیری اگر میں اپنی خودی سے ایک قدم باہر رکھدوں تو عرش بلند و برتر کو بھی (اپنے سے) ایک درجہ نیچا کردوں (یعنی ترک خودی کر کے جب سالک اللہ سے واصل ہو جائے گا تو عرش کا ایک درجہ نیچے ہو جانا ظاہر ہے۔

بحر: مجتث مثمن مخبون محذوف ارکان: — تقطیع شل ۱۳/۱

(۱) ترجمہ: ہمارے خزانہ (سینہ) کا تحفہ ٹوٹا ہوا (شیشہ) دل ہے مگر ہمارے (اس) آبگینہ سے مملکت (عالم کی انگشتری) کا نگینہ بنایا جا سکتا ہے۔ توضیح: یعنی بمقتضائے "شیشہ چو بشکست نگیں می شود" ہمارا دل بھی شکستگی کے بعد مرتبہ بلند پاتا ہے۔ اقبال کا شعر ہے ؎

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ ؛ کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

(۲) ترجمہ: تو غیب کے معاملات کو کیا جانے کہ (وہ) کیا ہیں (بس) طعن و طنز نہ کر اس لئے کہ (خضرِ طریقت) ہمارے کشتی (دل) کو بے مصلحت نہیں توڑتا ہے توضیح: شعر میں واقعہ خضر و موسیٰ کی طرف تلمیح ہے کہ خضر نے ظالم بادشاہ سے بچانے کیلئے کشتی توڑنی شروع کر دی تھی اور موسیٰ نے عدم واقفیت کی بنا پر اعتراض کر دیا تھا ٹھیک اسیطرح ہمارے سفینہ دل کی شکستگی میں بھی کوئی مصلحت ہے گو ہمیں علم نہ ہو اس لئے معاملات غیبی پر اعتراض نہ کرنا چاہئے۔ عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم یعنی بہت ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے بھلے کی ہو۔

مکن بکشتنِ ما مشورت کہ تا بودہ است ۳ بفالِ دوست مبارک نہ بود کینۂ ما
ہزار کار درست از شکستِ ما گردد ۴ طلسمِ ما شکن و بر خوار از دفینۂ ما
یگانہ ایم بہ بے قدری ارچہ بر درِ دوست ۵ بقدرِ ذرہ تواں یافتن قرینۂ ما
چراغِ صومعہا زندہ مے تواں کردن ۶ بدوستی تو یعنی بسوزِ سینۂ ما
زبعد کعبہ نظیری زیارتِ ما کن ۷ کہ دلبرِ نمکین ست در مدینۂ ما
زبانِ پیامِ ہوس داشت کشتم انشا را ۱/۴۱ درونِ سینہ بریدم سرِ تمنا را

(۳) تشریح:۔ "تا بودہ ست" کا فاعل ضمیر راجع بسوئے کینہ ترجمہ:۔ (اے دوست) ہمارے قتل کے بارے میں مشورہ مکر (بلکہ بے تامل قتل کر ڈال اس لئے کہ جب سے کینہ کا آغاز ہوا ہے ہم سے کینہ رکھنا۔ دوست کی فال میں مبارک (ثابت) نہیں ہوا (اس لئے اس نا مبارک چیز کو دور کرنے کی صورت یہی ہے کہ تو ہمکو قتل کر ڈال تاکہ تجھکو اس منحوس خلش سے رہائی حاصل ہو جائے۔

(۴) تشریح:۔ طلسم "نقش پر فریب" بر خوردن "فائدہ اٹھانا۔ دفینہ" خزانہ۔ ترجمہ:۔ ہماری شکست (بربادی) سے ہزاروں کام ٹھیک ہو سکتے ہیں (اس لئے اے دوست!) ہمارے پر فریب نقش (ہستی) کو توڑ اور ہمارے (سینہ میں) دبے ہوئے خزانہ سے فائدہ اٹھا۔
توضیح:۔ یعنی ہمارے سینہ میں بھی دیوارِ یتیم کی طرح دولت عشق و ایمان موجود ہے جو طلسم پندار و خودی کی وجہ سے ظاہر نہیں ہوئی اس سے نفع اٹھانے کیلئے اس طلسم کو توڑنا چاہئے اگر ایسا ہو جائے تو سب کام درست ہو جائیں۔

(۵) تشریح:۔ "قرینہ" مرتبہ، درجہ ترجمہ:۔ اگرچہ ہم دوست کے دروازے پر بے قدری میں فرد و بے مثل ہیں (یعنی اتنی کوئی چیز بے قدر نہیں ہے جتنے کہ ہم ہیں) مگر ہمارے مرتبہ کو (آفتاب حقیقت کے سامنے) ذرہ کی برابر جاننا چاہئے (گو وہ آفتاب کے مقابلہ میں ہیچ ہے مگر جذب نور کی صلاحیت بھی اسی میں ہے اور کسی میں نہیں اسیطرح ہم بھی باوجود بے قدری کے مرتبہ بلند رکھتے ہیں۔

(۶) تشریح:۔ "صومعہ" عبادت خانہ غیر مسلم "بدوستی" بار قسمیہ ہے یا بار وسیلہ ترجمہ:۔ (ہمارے سینہ میں عشق کی ایسی آگ بھری ہوئی ہے کہ تیرے عشق یعنی ہمارے سینہ کی سوزش سے بتکدوں کے چراغ روشن کئے جا سکتے ہیں (یا تیری دوستی کی قسم کہ ہمارے سینہ کی سوزش سے الخ)

(۷) ترجمہ:۔ اے نظیری کعبہ (کی زیارت) کے بعد ہماری زیارت کرنا کہ ہمارے مدینہ (دل میں بھی (ایک نہایت) ملیح و حسین دلربا موجود ہے (یعنی معشوق حقیقی کا جلوہ ہمارے مدینہ (دل) میں ہے جسکی زیارت کعبہ ظاہر کی زیارت سے بہتر ہے۔ حاجی کعبہ کے حج کرنے کے بعد زیارت نبی کے لئے مدینہ جایا کرتے ہیں۔

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون محذوف مشعث ارکان:۔ درتقطیع مثل ۱/۱۳

(۱) ترجمہ:۔ (میری) زبان حرص و ہوس کا پیغام دے رہی تھی (اس لئے) میں نے خط کو دہ ٹکڑے! لالا و مرغ تمنا کا سر میں نے (قفس) سینہ میں کاٹ دیا (کہ عشق صادق میں اظہار تمنا بھی زیبا نہیں ہے)۔

چہ گونہ عرضِ تمنا کنم کہ حسنِ غیور ۲ نہ دادہ راہ دریں پردہ رمز و ایما را
دراں نظارہ کہ بر تیغ و کف شعور نبود ۳ زرشک سوختہ بود آگہی زلیخا را
ذخیرہ ز جنون بہار ننہادیم ۴ کم ست سودِ تنک مایگانِ سودا را
نوازش از کرم می کند محبت نیست ۵ تواں شناختن از دوستی مدارا را
گر از ورع بگدا ازاہداں قدح نہ دہند ۶ چہ مانعست حریفانِ بادہ پیما را
گذشت شوق ز اندازہ گوشۂ نظرے ۷ کہ مے خموش کند مستِ بے محابا را

(۲) تشریح:۔ "غیور" غیرت مند۔ "رمز و ایما" اشارہ و کنایہ ترجمہ:۔ میرے پاس اظہار تمنا کی کیا صورت ہے جبکہ اس (دوست) کے غیرت مند حسن نے اس پردہ (سرائے عشق) میں اشارہ و کنایہ تک کی گنجائش نہیں رکھی (یعنی اشارہ سے بھی جب اظہار مدعا کی اجازت نہیں ہے تو صراحت کیساتھ تو کہاں ہو سکتی ہے سہ کوئی امید بر نہیں آتی ✤ کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

(۳) تشریح:۔ "تیغ" چھری۔ "شعور" خبر و دھیان۔ "آگہی" عقل ترجمہ:۔ (جمال یوسف کے) اس نظارہ میں کہ (جہاں زنان مصر کو) چھری اور ہاتھ کا بھی دھیان نہ تھا۔ زلیخا کی عقل و خرد رشک کی وجہ سے جل بھن کر رہ گئی تھی (یعنی زلیخا کو اس پر رشک تھا کہ یہ عورتیں میرے محبوب کو دیکھکر کیوں اسقدر محو و بیخود بن گئی ہیں۔

(۴) تشریح:۔ ذخیرہ کی تنکیر تحقیر و قلت کا فائدہ دیتی ہے "تنک مایہ" تھوڑی پونجی والا ترجمہ:۔ (افسوس کہ موسم) بہار کے جنون میں سے ہم نے کچھ بھی ذخیرہ (اٹھا کر) نہ رکھا (کہ اب کام آتا سچ ہے کہ) جنون (عشق) کا سرمایہ کم رکھنے والوں کو نفع (بھی کم یا بالکل) نہیں پہنچتا۔ توضیح:۔ موسم بہار میں جنون میں زیادتی ہوتی ہے اگر اسوقت کچھ ذخیرہ رکھ لیا جاتا تو اب موسم خزاں میں کام آتا۔ مگر ذخیرہ تو اس وقت رکھا جا سکتا ہے جبکہ سرمایہ بہت ہو یہاں تو موسم بہار میں اتنا جنون نہیں جتنا کہ ہم چاہتے ہیں۔

(۵) تشریح:۔ "نوازش" بمعنی مصدر از نواختن "مدارا" ظاہر داری ظاہری حسن سلوک۔ ترجمہ:۔ اگر وہ (دوست اپنے اصلی) کرم کی وجہ سے ہمپر نوازش کرتا ہے تو یہ کوئی محبت (کی علامت) نہیں (ظاہر داری) اور محبت میں امتیاز کیا جا سکتا ہے۔
توضیح:۔ یعنی ہمکو دوست کے اس کرم کی ضرورت ہے کہ جو اس خیال کے پیش نظر ہو کہ وہ ہمارا دوست ہے کیونکہ ظاہر داری اور محبت کی نوازش میں بڑا فرق ہے۔

(۶) ترجمہ:۔ اگر زاہد (اپنے تقوی کی وجہ سے (مجھ) گدائے (میکدہ) کو ساغر (شراب) نہیں دیتے ہیں (نہ دیں لیکن ہمارے ہم پیشہ مے نوشوں کو کیا چیز مانع ہے کیونکہ نہیں پلاتے یعنی ان کیلئے تو ورع و تقوی کا عذر بھی نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ خود پیتے ہیں اور ہمیں محروم کر دیا ہے سہ میں اور بزم مے سے یوں تشنہ کام آؤں ✤ گر میں نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا

(۷) تشریح:۔ "گوشہ نظرے" مفعول فعل کن محذوف "بے محابا" بے باک ترجمہ:۔ (ہمارا اخمار) شوق اندازہ سے بڑھ چکا ہے (خدا کیلئے چشم مے آلود کا) ایک اشارہ ہماری طرف فرما کہ بے باک مست کو شراب (ہی) خاموش کر سکتی ہے۔

بگینهٔ دلِ بے رحم کافرت نازم ۸ که کرده است بمن دوست گبر و ترسا را

بدیهه سنج نظیری اگر تو خواهی بود ۹ شکر فروش کند طوطیِ شکر خا را ن کنی

هر گه رقم کنم تو عذرِ گناه را ۴۲/۱ بزم چو خامه از مژه خونِ سیاه را

شاید که شرم و ذلت ما را گراں خرند ۲ آنجا که نرخ منتے ست بها برگِ کاه را

مطرب رهِ سماع بآهنگ می زند ۳ صوفیِ خانقاه غلط کرده راه را

(۸) تشریح :۔ گبر "مجوسی" ترسا "آتش پرست" ترجمہ :۔ تیرے بے رحم کافر دل کے کینہ پر میں فخر و ناز کرتا ہوں کہ جس نے گبر و ترسا کو (بھی) میرا دوست بنا دیا (یعنی عاشقی میں دوست نے ہمکو ایسے ایسے آزار پہونچائے کہ دشمنوں کو بھی ہم پر ترس آنے لگا سه

اس رنگ سے اٹھائی کل اس نے اسد کی نعش دشمن بھی جسکو دیکھ کے غمناک ہو گئے

(۹) تشریح :۔ بدیہہ "وہ کلام جو بغیر سوچے کہا جائے" شکر خا "اسم فاعل ترکیبی مراد شیریں گفتار" "کند" کا فاعل ضمیر راجع ہوتے بدیہہ سنجی جو بدیہہ سنج سے مفہوم ہوتی ہے اگر کند کے بجائے کنی ہو تو زیادہ بہتر ہے بظاہر ایسا ہی ہوگا۔ کتابت کی غلطی سے کند لکھا گیا۔

ترجمہ :۔ اے نظیری اگر تو (اسطرح) بدیہہ گو رہے گا تو (تیری یہ بدیہہ سنجی) طوطی شیریں گفتار کو شکر فروش بنا دے گی دیا تو بنا دیگا یعنی تیرے کلام شیریں سے وہ اسقدر شکر جمع کرے گی کہ دوکان لگا کر بیٹھ جائے گی مراد یہ ہے کہ دوسرے لوگ بھی تجھ سے فصاحت و بلاغت سیکھ لیں گے۔

بحر :۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف ارکان و تقطیع غزل ۴۲/۱

(۱) ترجمہ :۔ جس وقت میں تجھ کو (اپنے) گناہوں کی معذرت لکھتا ہوں تو قلم کی طرح پلکوں سے خونِ سیاہ بہاتا ہوں (یعنی حسرت و ندامت میں خون کے آنسو روتا ہوں)

(۲) ترجمہ :۔ ساغلب معرعین۔ ہمکو یہ توقع ہے کہ اس بازار میں جہاں کہ ایک گھاس کے تنکے کی قیمت (نعمتوں کا) ایک خرمن قرار دی جاتی ہے ممکن ہے کہ ہماری ذلت و شرمساری کو (بھی) گراں خریدیں (یعنی ہمکو امید ہے کہ اللہ تعالی ہماری شرمساری پر نظر فرماتے ہوئے عفو و کرم کی بے انتہا نعمتوں سے ہمکو نواز دے گا۔)

(۳) تشریح :۔ مطرب "گویا" سماع "راگ" آہنگ "نغمہ" مقام موسیقی۔ راہ "پردہ موسیقی" رہ زدن "ڈاکہ ڈالنا۔ یہاں مراد پردہ ساز پر گانا۔

ترجمہ :۔ مطرب راگ کے پردہ کو خاص نغمہ کے ساتھ چھیڑتا ہے (کہ سننے والوں کو وجد میں لے آتا ہے) خانقاہ کے صوفی نے راستہ غلط اختیار کیا (کہ وہ سماع سے منع کرتا ہے یا وہ خود گمراہ ہے۔ اسکو بجائے خانقاہ کے یہاں آنا چاہئے تھا کہ یہی راہ حق ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ مطرب آہنگ کے ساتھ یعنی للکار کر راہ سرود و نغمہ میں رہزنی کر رہا ہے اور جو اس راستے پر آتا ہے اس کا دل و ایمان لوٹ لیتا ہے خانقاہ نشین صوفی ابتک اس سے مامون تھا مگر اب وہ بھی راستہ بھول کر ادھر آ نکلا اسلئے اب اس کے دین و ایمان کا خدا حافظ۔

آں عارفاں که در رمضان باده میخورند ۴ بینند در زلالِ قدح عکسِ ماه را

معراجِ ما نهایتِ افتادگی بود ۵ در عشق قربِ سدره بود قعرِ چاه را

آنجا که بے تفاوتیِ وسعِ رحمت ست ۶ بدخواه انفعال دهد نیک خواه را

گر خونِ یک قبیله ازاں رخ طلب کنند ۷ سلطان ز دادخواه نخواهد گواه را

گر غبنِ عشق بازی و مستی شود حساب ۸ فردا گنه برد بشفاعت گناه را

عشق آمد و بخرقهٔ پشمیں فروختیم ۹ تشریفِ شاه اکبر و عباس شاه را

(۴) تشریح :۔ عارف "خدا شناس" زلال "آب صاف و شیریں" ماہ "مراد رخسار دوست" ترجمہ :۔ وہ عرفا جو رمضان میں (بجائے روزہ رکھنے کے) شراب پیتے ہیں وہ ساغر کی شراب صاف میں (عید کے) چاند کا عکس دیکھتے ہیں (یعنی دوست کے رخسار کا عکس ماہ عید بنکر انکو نظر آتا ہے اس لئے رمضان بھی انکے لئے عید کا حکم رکھتا ہے اس لئے شراب پیتے ہیں سه ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم + اے بیخبر ز لذت شرب مدام ما

(۵) تشریح :۔ معراج "سیڑھی مجازاً ترقی و کمال" سدرہ "مقام جبرئیل" قعر "گہرائی تلی۔ ترجمہ :۔ (ہماری) انتہائی فروتنی و عاجزی ہی معراج کمال ہے (کیونکہ عشق میں کنویں کی تلی کو سدرۃ المنتہی کی سی رفعت اور قربت حاصل ہے۔ توضیح :۔ قعر چاہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور واقعی انکو عشق الٰہی میں باوجود کنویں میں ہونیکے سدرۃ المنتہی کی نزدیکی حاصل تھی۔

(۶) تشریح :۔ وسع "وسعت عموم" بدخواہ "مراد بدعمل گنہگار" نیک خواہ "مراد نیک پرہیزگار" ترجمہ :۔ اس بارگاہ خداوندی میں کہ جہاں رحمت کے وسیع اور عام ہونے میں کوئی تفاوت اور امتیاز نہیں بدعمل نیک عمل کو شرمندہ کر سکتا ہے (یعنی گنہگار شرمسار پرہیزگار مغرور پر فوقیت لے جائے گا۔

(۷) ترجمہ :۔ اگر اس رخ (دوست) سے ایک قبیلہ کے قبیلہ کا خون بہا طلب کریں تو بادشاہ فریادی سے گواہ کا مطالبہ نہیں کریگا۔ (یعنی رخ دوست خود اس امر کا شاہد ہے کہ واقعی اس نے قتل عام کیا ہے مراد یہ ہے کہ ہمارا معشوق بڑا ظالم انسان ہے)

(۸) تشریح :۔ غبن "نقصان۔ کمی" شفاعت "سفارش" ترجمہ :۔ اگر قیامت میں (ہماری) عشق بازی اور بیخودی کی کمی و نقصان کا (جو ہمارا ناقابل عفو گناہ ہے) حساب ہونے لگا تو ہمارا ایک گناہ سفارش کیلئے دوسرے گناہ کو پیش کریگا توضیح :۔ یعنی ہمارا سرمایہ اعمال صرف عشق بازی و مستی ہے اور اس میں بھی ہم سے کوتاہیاں ہوئی ہیں اگر ان پر ہمسے مواخذہ ہوا تو کوئی نیکی تو ہمارے پاس ہے نہیں۔ ہاں گناہ بے شمار ہیں اسلئے ہماری سفارش گناہ ہی کر سکتے ہیں سه

ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد ؞ یارب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے

(۹) ترجمہ :۔ سلطان عشق آیا اور ہم نے شاہ اکبر اور شاہ عباس کی (عطا کردہ) خلعتوں کو کمبل کی گدڑی کے بدلے فروخت کر ڈالا توضیح :۔ یعنی عشق کی نظر میں شوکت دنیوی ہیچ ہے سلطان عشق کی بارگاہ میں عجز و فروتنی درکار ہے۔

کردیم خاکِ مسکنت و نیستی بسر ۱۰ تعظیمِ صدرِ منزلتِ بارگاہ را
سرگشتہ اند خلق نظیری بیا کہ ما ۱۱ روشن کنیم زمزمۂ خانقاہ را
نگاہ گم شدہ بر راہِ کوئے یار مرا ۴۳/۱ گسستہ عقدِ گہر گریہ در کنار مرا
خود از محبتِ جاناں بخود حسد دارم ۲ ز رشکِ غیر کنوں بر گذشتہ کار مرا
زہے یقیں کہ شود صاف سینہ صاف ترم ۳ غبارِ دل نشوم گر کنی غبار مرا

(۱۰) تشریح :- "مسکنت" عاجزی و ذلت۔ "از" بمعنی برائے۔ ترجمہ :- بقلب مصرعین :- ہم نے بارگاہ (جمالِ حقیقت) کے مسند نشیں صدر کی تعظیم کیلئے (اپنے) سر پر خاک ڈال لی (یعنی انتہائی فروتنی کا اظہار کیا) اور ہمارے لئے ایسا ہی زیبا تھا اس لئے کہ حقیقت کے سامنے مجاز کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔
(۱۱) تشریح :- "زمزمہ روشن کردن" نغمہ تیز کرنا۔ ترجمہ :- اے نظیری! مخلوق (شبہات کی تاریکی میں) سرگشتہ و پریشان ہے تو آ تاکہ ہم (مل کر) خانقاہ کے نغموں کو روشن (تیز) کردیں (تاکہ مخلوق کو ہمارے نغموں سے نور یقین حاصل ہو اور اس سرگشتگی سے نجات ملے)

بحر :- مجتث مثمن مخبون محذوف۔
ارکان :- وتقطیع :- شل ۳/۱
(۱) تشریح :- "مرا" میں را ہر دو مصرعوں میں علامت اضافت یعنی نگاہِ من کنارِ من "عقد" لڑی۔ ترجمہ :- میری نگاہ کوچۂ دوست کے راستہ میں کھو گئی ہے (کہ) گریہ و زاری نے میری آغوش میں (اشک کے) موتیوں کی لڑی توڑ دی ہے (کہ مسلسل اشک ٹپک رہے ہیں اور نظر آنا بند ہو گیا ہے۔
(۲) ترجمہ :- معشوق کے عشق و محبت سے میں خود اپنے اوپر حسد و رشک کرتا ہوں (کہ ہائے میں بھی کیوں اس سے محبت کرتا ہوں) اب غیر پر رشک کرنے سے میرا معاملہ گذر چکا ہے (گویا مجھے اپنے سے بھی بد گمانی ہے۔ اس مضمون کو غالب نے یوں ادا کیا ہے۔
دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجائے ہے ❊ میں اسے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے
(۳) تشریح :- "یقین" علم بے شبہ۔ "سینہ صاف" اسم فاعل ترکیبی یعنی صاف سینہ والا۔ ترجمہ :- ہر اس یقین سے بھی کہ جو بالکل صاف و بے شبہ ہو میں زیادہ صاف دل ہوں کہ اگر (اے دوست!) تو مجھے ہلاک کر کے میری خاک کو غبار بھی بنا دے گا۔ تو میں کسی دل کے لئے غبار (یعنی باعثِ آزار) نہ بنوں گا۔
توضیح :- یعنی بطفیلِ عشق ہم صلحِ کل کے مقام پر پہونچ گئے ہیں کسی سے کینہ و پرخاش نہیں ہے کہ باعثِ آزار بنیں۔

بہ بے بری مزنم طعنہ کز ہزار چمن ۴ قضا گذاشتہ اینجا بیادگار مرا
ز روزگار چہ منت کہ بر سرِ من نیست ۵ بروزگارِ تو افگندہ روزگار مرا
خدا ز آفتِ پژمردگی نگہدارد ۶ شگفتہ است دل و طبع زیں بہار مرا
مزاجِ دوست خموشی خرد و لے چہ کنم ۷ گلِ مجسّم ایں نالہ ہست خار مرا
تعلقِ تو نظیری بہ پستیم دارد ۸ توجہے کہ کند دوست واگذار مرا
امشب خوشِ آشناست بروئیش نگاہ ما ۴۴/۱ گویا حجاب سوخت از برقِ آہِ ما

(۴) تشریح :- "مزنم" میں ضمیر میم مفعولی ہے۔ ترجمہ :- میرے درختِ وجود کو بے ثمر ہونے کا طعنہ نہ دے اس لئے کہ ہزاروں (وجود کے) گلزاروں میں سے (صرف) مجھی کو قضاو قدر نے یہاں بطور یادگار کے چھوڑا ہے۔ **توضیح** :- یعنی خواہ میں بے ثمر ہی مگر ہزاروں چمن کی یادگار ہوں کم از کم اسی کا خیال کر کے مجھے طعنہ نہ دے یعنی اسلاف کی یادگار صرف ہم رہ گئے ہیں بھلے ہیں یا برے بہر حال قابلِ قدر ہیں۔
(۵) ترجمہ :- زمانہ کا کون سا احسان ہے جو میرے سر پر نہیں (یعنی اس کا یہ ایک احسان تمام احسانات کے قائم مقام ہے کہ زمانے نے مجھے تیرے عہد میں پیدا کیا۔
(۶) ترجمہ :- بقلب مصرعین :- اس بہار سے میرا (غنچۂ) دل و طبیعت کھل گیا (دعا ہے کہ اب) اللہ اس کو پژمردگی و افسردگی کی آفت سے بچائے رکھے (نعوذ باللہ من الحور بعد الکور) یعنی کمال کے بعد زوال نہ ہو۔
(۷) تشریح :- "خرد" بمعنی طلبید۔ ترجمہ :- دوست کا مزاج (میرا) خاموش رہنا چاہتا ہے مگر میں کیا کروں یہ عاشق و محبت کا پھول ہے اور یہ نالہ و زاری میرا کانٹا ہے "گل بے خار کہ دید" یعنی گلِ بیدون خار کے نہیں پایا جاتا تو مجھ سے نالہ کیسے جدا ہو سکتا ہے اور کانٹے دور کرنا پھول کے بس میں بھی نہیں ہوتا۔
(۸) تشریح :- "توجہے" کے بعد فعل کو محذوف ہے" "واگذار" رہا، آزاد۔ ترجمہ :- اے نظیری تیرا تعلق مجھے پستی میں ڈالے ہے۔ (یعنی خودی اور تعلق دنیوی کی قید میں گرفتار ہوں) ایسی دلی توجہ کر کہ دوست (حقیقی) مجھے (قید تعلق سے) آزاد کر دے۔

بحر :- مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف
ارکان :- وتقطیع :- شل ۴/۱
(۱) ترجمہ :- آج کی رات ہماری نگاہ اس (دوست) کے چہرہ سے خوب آشنا ہے (یعنی اس کا دیدار حاصل ہے) گویا ہماری آہ کی بجلی نے (اس کا) نقاب جلا دیا (یعنی یہ ہماری آہ کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ اس کے برعکس حالت دید میں عدم نظارہ کا مضمون غالب نے خوب باندھا ہے۔
نظارہ نے بھی کام کیا واں نقاب کا ❊ مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکھر گئی۔

ازبسکہ شدیم بحسرت جدا ازو ۲ خونِ می چکید روزِ وداع از نگاہِ ما

شغلِ محبت ست کہ مانع ز طاعت ست ۳ روزِ جزا بس ست ہمیں عذر خواہِ ما

دوزخ اگر بچاشنی آتشِ دل ست ۴ اہلِ بہشت رشک برند از گناہِ ما

دل بے غمت مباد کزیں فیض گشتہ است ۵ رحمت طفیلِ نفسِ صبح گاہِ ما

صد سیل وصل آمد و صد تشنہ تازہ شد ۶ ہرگز نبود نشو و نما در گیاہِ ما

ما نخلِ ماتمیم نظیری ز ما حذر ۷ غمگین شود کسیکہ بود در پناہِ ما

(۲) ترجمہ: چونکہ بحد حسرت و رنج کے ساتھ ہم اس (محبوب) سے جدا ہو رہے تھے اس لئے جدائی کے دن ہماری آنکھ سے خون ٹپک رہا تھا (اس شعر میں کیفیت جدائی کا بیان ہے)

(۳) ترجمہ: جو چیز ہمکو طاعت و بندگی سے روکنے والی ہے وہ محبت و مشغولیتِ عشق ہے، لہذا قیامت کے دن یہی چیز ہماری طرف سے عذر خواہی کیلئے کافی ہے توضیح: یعنی عشق میں ہم ایسے محو و بیخود ہیں کہ طاعت کا ہوش ہی نہیں اسلئے ہماری یہ مدہوشی ہی ہمکو معذور ثابت کر دے گی۔ ؎ فرض و سنت ز تماشائے تو از یاد م رفت ٭ بردہ برخ فگن و باز من ایمان مطلب

(۴) ترجمہ: دوزخ (کی آگ) اگر دل کی آگ (سوزِ عشق) کے برابر (لذیذ) ہوتی تو جنت والے (ہم دوزخیوں کے) گناہ پر رشک کریں گے (کہ ہم نے یہ گناہ کیوں نہ کیا تاکہ یہ لذتِ سوز ہم کو بھی حاصل ہوتی)

(۵) تشریح: بے غمت میں تا دل کا مضاف الیہ ہے اور خطاب اپنے نفس سے ہے یا دوست سے خطاب ہے اور تقدیر عبارت یوں ہے۔ دلِ من بے غمِ تو مباد "طفیلے" تابع۔ ترجمہ: خدا کرے (اے نظیری!) تیرا دل (کبھی) غم سے فارغ نہ ہو یا اے دوست میرا دل کبھی تیرے غمِ عشق سے خالی نہ ہو کیونکہ رحمتِ (خداوندی) آہِ سحرگاہی کے تابع اسی فیض (غم) سے بنی ہے (یعنی یہ غمِ عشق کا اثر ہے کہ رحمتِ خداوندی متوجہ ہو گئی ہے)

(۶) تشریح: تازہ "سیراب" "نشو و نما" بڑھنا۔ بالیدگی۔ ترجمہ: وصلِ (یار) کے سینکڑوں سیلاب آئے۔ اور سینکڑوں پیاسے (عاشق) سیراب ہوئے (مگر وائے بدبختی!! کہ) ہماری گیاہِ (دل و روح) میں بالکل نشو و نما نہیں ہوا (یعنی ہم بدنصیب محروم رہے اور دوسرے وصلِ دوست سے شاد کام ہوئے)

(۷) تشریح: نخل "درخت خرما" "حذر" پرہیز کرنا۔ خوف و خطر۔

ترجمہ: اے نظیری ہم [illegible] ماتم و اندوہ کے درخت [illegible] ہم سے بچنا (اس لئے کہ) جو شخص ہماری پناہ میں آئے گا وہ بھی غمگین ہو جائے گا۔

ازیں ویرانہ ترمیخواستم ویرانۂ خود را $\frac{45}{1}$ ازیں ویرانہ بیروں می برم دیوانۂ خود را

حریفان نشۂ مہر و محبت را نمے دانند ۲ بدستِ دشمنِ خود میدہم پیمانۂ خود را

نمورش خواہد از سختی نمی غش چنید از تلخی ۳ نمی ہینم زجنس ہیچ خرمن دانۂ خود را

زبیم آنکہ طبلِ رحلتے ناگاہ بنوازند ۴ ہمیشہ رخت بر درگاہ دارم خانۂ خود را

عزیزاں دیدہ از خاکسترم سازند نورانی ۵ تو شمعِ بزمِ خلوت مے کنی پروانۂ خود را

بآیاتِ زبور و نغمۂ داؤد نفروشم ۶ بیانِ دردناک و نعرۂ مستانۂ خود را

بحر:- ہزج مثمن سالم ارکان و تقطیع مثل $\frac{1}{1}$

(۱) ترجمہ: میں اپنے ویرانہ (سینہ) کو اس سے بھی زیادہ ویرانہ (بنانا) چاہتا تھا اس لئے اس ویرانہ سے میں اپنے (دل) دیوانہ کو باہر لئے جاتا ہوں (کیونکہ اس کی ویرانی دلکی دیوانگی کے مطابق نہیں۔ کوئی اور ویرانہ تلاش کرنا چاہئے مراد یہ ہے کہ عاشقی میں اس امر کی ضرورت ہے کہ دل ماسوا اللہ سے بالکل خالی ہو جائے)

(۲) تشریح: حریف ہم پیشہ۔ ہم پیشہ شخص کبھی دوست ہوتا ہے اور کبھی دشمن اس لئے حریف کے معنی کہیں ہم مشرب و موافق کے آتے ہیں اور کہیں رقیب و مخالف کے ترجمہ:- ہم مشرب لوگ مہر و محبت (کی شراب) کے نشہ (کی قدر و قیمت) کو نہیں سمجھتے (اس لئے مجبوراً) میں اپنے دشمن کے ہاتھ میں اپنا جام دیتا ہوں (یعنی ہم خیالوں سے جب امید وفا نہ رہی تو دشمنوں سے امیدیں وابستہ کرلینی پڑیں)

(۳) تشریح: سورش (مرغش) میں شین ضمیر مفعولی ہے "خرمن" کھلیان انبارِ غلہ۔ ترجمہ لقلب مصرعین: میں اپنے دانۂ (ہستی) کو کسی خرمن کی جنس سے نہیں پاتا (کیونکہ) نہ اسکو سختی کی وجہ سے چیونٹی کھانا چاہتی ہے اور نہ کوئی پرندہ تلخی کی وجہ سے اس کو اٹھاتا ہے (یعنی کوئی بھی میرا خواہاں نہیں)

(۴) تشریح: رحلت کوچ "درگاہ" چوکھٹ، دہلیز "را" علامت اضافت یعنی "رخت بر درگاہِ خانہ خود دارم"

ترجمہ:- اس خوف سے کہ (کہیں ایسا نہ ہو کہ) کوچ کا نقارہ اچانک بجادیں میں سامانِ (سفر) ہمیشہ گھر کی چوکھٹ پر رکھے رہتا ہوں (یعنی میں سرائے دنیا سے سفر کرنے کیلئے ہر دم آمادہ ہوں)

(۵) ترجمہ لقلب مصرعین:- (اے محبوب!) تو اپنے پروانہ کو جلا کر محفلِ تنہائی کی شمع بنا دیتا ہے (چنانچہ دیکھ لو اکہ) عزیزانِ گرامی قدر میری راکھ سے (اپنی) آنکھوں کو منور کرتے ہیں (یعنی عاشق آتشِ عشق میں جلکر ایسا بلند مرتبہ پالیتا ہے کہ پھر لوگ اسکو آنکھوں میں جگہ دیتے ہیں۔

(۶) تشریح: زبور وہ آسمانی کتاب جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی "نغمۂ داؤد" داؤد کا نغمہ اور خوش آوازی مشہور ہے ترجمہ لقلب مصرعین:- میں اپنے (عشق کے) درد بھرے بیان اور مستانہ نعروں کو زبور کی آیتوں اور داؤد علیہ السلام کے نغمہ کے بدلے ابھی نہیں فروخت

نظیری قصۂ فرہاد و خسرو داستانے شد ۷ کنوں من ہم کتابی میکنم افسانۂ خود را

آنکہ بر ما رقمِ کیں زدہ از کینۂ ما $\frac{۴۶}{۱}$ نقشِ آئینہ خود دید در آئینۂ ما

عیدِ نوروز بود مکتبِ مارا ہر روز ۲ بجہت گذرد شنبۂ و آدینۂ ما

محضرِ سلطنتِ عشق اگر برخوانند ۳ خاتم و سکہ برآرند ز گنجینۂ ما

خوردہ دل زخمے ازاں غمزہ کہ نتوانی دوخت ۴ تو کہ صد بار فزوں دوختہ سینۂ ما

کرسکتا (یعنی میرا ایمان اور میرے نعرے زبور اور نغمہ داؤد سے زیادہ بیش قیمت ہیں)

(۷) ترجمہ:- اے نظیری (فرہاد و خسرو کا قصہ (عشق) ایک مدون (داستان بن گیا (اسلئے) اب میں بھی اپنے افسانۂ (عشق) کی کتاب تیار کئے دیتا ہوں (کیونکہ میں بھی عاشقی میں کچھ ان سے کم نہیں)

بحر:- رمل مثمن مخبون محذوف ارکان و تقطیع:- شل $\frac{۱۵}{۱}$

(۱) تشریح:- رقم، نقش، تحریر مراد الزام ترجمہ:- جس شخص نے ہم سے کینہ رکھنے کے سبب ہم پر کینہ وری کا الزام لگایا اس نے (درحقیقت) اپنے آئینہ کا عکس ہمارے آئینہ میں دیکھا ہے۔ توضیح:- دو آئینے جب ایک دوسرے کے بالمقابل رکھے جائیں تو ایک کا عکس دوسرے میں نظر آنے لگتا ہے اس تمثیل کے پیشِ نظر کہتا ہے کہ ہم تو صاف دل ہیں مگر جو شخص ہم پر کینہ کا الزام لگاتا ہے درحقیقت وہ اپنے دلِ پرکین کے آئینہ کا عکس ہمارے دلِ شفاف کے آئینہ میں دیکھ کر اپنی نادانی سے یہ سمجھتا ہے کہ کینہ ہمارے دل میں ہے۔

(۲) ترجمہ:- ہمارے مدرسہ (عشق) کا ہر دن عیدِ نوروز ہے (چنانچہ) ہمارا شنبہ اور جمعہ (درس) محبت میں گذرتا ہے

توضیح:- یعنی مکتبِ عشق میں باوجود کسی دن چھٹی نہ ہونے کے ہمکو ہر روز عیدِ نوروز کی سی مسرتیں حاصل ہیں ؎

درسِ ادیب اگر بود زمزمۂ محبتے ❊ جمعہ بمکتب آورد طفلِ گریزپائے را

مکتبِ عشق کا دستور نرالا دیکھا ❊ اسکو چھٹی نہ ملی جس کو سبق یاد رہا

(۳) تشریح:- "محضر" فرد- فرمان۔ "خاتم و سکہ" بمعنی مہر۔ ترجمہ:- اگر سلطنتِ عشق کے فرمان یا فہرست کو پڑھیں گے تو (تکمیل کے لئے) سکہ و مہر ہمارے ہی خزانہ سے نکال کر لائیں گے (یعنی فرمانِ عشق کی تکمیل ہمارے نام سے ہوگی جس طرح فرمانِ شاہی کی تکمیل شاہی مہر سے ہوتی ہے)

(۴) ترجمہ بقلبِ مصرعین:- (اے چارہ گر) تونے اگرچہ سو بار (بلکہ اس) سے بھی زیادہ ہمارے سینہ (کے چاک) کو رفو کیا ہے مگر (اب کی بار) دل نے اس غمزۂ (دوست) سے وہ (وسیع) زخم کھایا ہے کہ اسکو تو نہیں سی سکتا (یعنی یہ زخم کاری لگا ہے اور اب ہلاکت یقینی ہے)

زاں نگاہے کہ بدنبالۂ چشمت نرسید ۵ خوں فرومی چکد از خرقۂ پشمینۂ ما

آزمودیم بزورِ مئے امسال نبود ۶ قدحے داشت خم از بادۂ پارینۂ ما

طرفہ شورے سحر از سینۂ نظیری برخاست ۷ ساخت کارِ ہمہ را گریۂ دوشینۂ ما

غبار از دل بمژگاں روبم و بینم نشانش را $\frac{۴۷}{۱}$ بآبِ دیدہ شویم خاک و جویم آستانش را

ز مستی ہائے شوق آں بلبلِ شوریدہ احوالم ۲ کہ نشناسد اگر صد بار بیند آشیانش را

اثر میکرد گاہے نالہ ام از بسکہ نالیدم ۳ کنوں از نالۂ من خواب آید پاسبانش را

(۵) تشریح:- دنبالہ، پچھلا حصہ مراد گوشۂ چشم "خرقہ" گدڑی ترجمہ:- (اے دوست تیری اس نگاہ سے جو (ابھی تک) تیری آنکھ کے گوشہ تک بھی نہیں پہونچی (ہمارا دل ایسا زخمی ہوا کہ) ہمارے اونی خرقہ سے خون ٹپک رہا ہے (یعنی تیری نیم نگاہ نے ہمیں گھائل کردیا)

(۶) ترجمہ بقلبِ مصرعین:- "خم" (شراب) میں ہماری گذشتہ سال کی شراب میں سے ایک پیالہ بچا ہوا تھا ہم نے اس کو آزمایا اس سال کی شراب کے زور کے برابر نہ نکلا (حالانکہ پرانی شراب زیادہ تیز ہوتی مگر یہ شرابِ عشق ہے جس کا ہر نیا گھونٹ پہلے سے زیادہ تیز اور زور آور ہوتا ہے

(۷) ترجمہ:- اے نظیری صبح ایک عجیب شورِ (فغاں ہمارے) سینہ سے اٹھا کہ کل رات والی ہماری گریہ و زاری نے سب کے کام بنا دیئے (یعنی ہماری آہ موثر ثابت ہوئی اور ہمارے ساتھ اوروں کی مرادیں بھی حاصل ہوگئیں یا یہ کہ شور فغاں نے سب کا کام تمام کردیا)

بحر:- ہزج مثمن سالم ارکان و تقطیع:- شل $\frac{۱}{۱}$

(۱) ترجمہ:- میں پلکوں (کی جاروب) سے دل سے غبارِ آلودگیٔ (دنیا) کو صاف کرتا ہوں اور اس (دوست) کا نشان دیکھتا ہوں (کہ آیا چمکا یا نہیں اور) اشکوں سے خاکِ (آلودگی) کو دھوتا ہوں اور اسکا آستانہ ڈھونڈتا ہوں (یعنی دل مسکن دوست ہے مگر اس پر تعلق دنیوی کا گرد و غبار چھا گیا ہے اس لئے جاروبِ مژگان اور آبِ دیدہ کے ذریعہ سے اسکو صاف کرکے اس قابل بنانا چاہتا ہوں کہ دوست پھر جلوہ افروز ہو سکے)

(۲) ترجمہ:- عشق کی سرمستیوں کی وجہ سے میں ایسا پریشان حال بلبل (بن گیا) ہوں کہ اگر وہ سو بار بھی اپنے آشیانہ کو دیکھے تو نہ پہچان سکے (یعنی ہم عشق میں ایسے گم ہوگئے ہیں کہ ہمیں اپنی اور اپنے مقام کی کچھ خبر نہیں) سعدی گفتہ ؎

ایں مدعیان در طلبش بے خبرانند ❊ کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

(۳) ترجمہ:- میرا نالہ کبھی (کسی وقت) اثر کیا کرتا تھا (مگر) چونکہ میں برابر نالے کرتا رہا تو اب اس کے دربان کو میرے نالے سنکر نیند آجاتی ہے (کیونکہ اس کے لئے میرے نالے سننا کوئی نئی بات نہیں رہی) سنتے سنتے عادی ہو چکا ہے۔ گویا نالے افسانہ کا کام دینے لگے اور بالکل بے اثر ہوگئے۔

همہ در عشقِ او از رشک بامن دشمن جانند ۴ کہ بامن مہربان سازد دلِ نامہربانش را
مرا زیں عشقِ شور انگیز در رشک خواہد شد ۵ کہ ہر کس بر سرِ ہر کوئے خواند داستانش را
سوالِ بوسہ کردم از آں رخ لب گزید از قہر ۶ ضیافت کرد ابرامش بشیرینیِ لبانش را
نظیری قاتلے دارد کہ آمرزیدہ میگردد ۷ سگاں از کوئے او گر بگذرانند استخوانش را

هر روز جویم آبِ رخِ روز رفتہ را ۴۸/۱ گوئیم بفخر ننگ ز مردم نہفتہ را

(۴) ترجمہ :- سب (لوگ) اس کے عشق کے بارے میں رشک کی وجہ سے میرے جانی دشمن بن گئے ہیں تو اب کون (ایسا خیر خواہ باقی ہے) جو اس (دوست) کے نامہربان دل کو مجھ پر مہربان بنائیگا ؟ (یعنی اس کے عشق میں ہم نے دنیا سے دشمنی مول لے لی ہے اب کسی سے امید ہمدردی کرنا فضول ہے)

(۵) ترجمہ :- مجھے اس جنون خیز عشق کی وجہ سے ہر دروازہ پر رشک آئیگا اس لئے کہ ہر شخص ہر ایک کوچہ میں اس کی داستان (عشق) پڑھ رہا ہے **توضیح** :- داستانش میں ضمیر کا مرجع عشق اور معشوق دونوں کو قرار دیا جا سکتا ہے پہلی صورت میں اپنے عشق کے چرچے پر اظہار رشک ہے اور دوسری صورت میں معشوق کے طلبگاروں کی کثرت پر۔

(۶) تشریح :- ابرام "غصہ کرنا" "ضد" مراد دشنام ترجمہ :- میں نے اس (محبوب کے) رخسار سے بوسہ مانگا تو وہ جھنجلا کر ہونٹ کاٹنے لگا (یعنی) اس کی ضد یا گالیوں نے اس کے لبوں کی مٹھاس سے تواضع کی **توضیح** :- دشنام دوست کو شیرینی قرار دیا ہے اور اس امر پر اظہار تعجب کرتا ہے کہ سوال تو میں نے کیا تھا اور ضیافت لبوں کی ہوئی یعنی سوال دیگر جواب دیگر

(۷) تشریح :- "و" ضمیر راجع بسوئے قاتل "استخوانش" "ش" ضمیر راجع بسوئے نظیری۔

ترجمہ :- نظیری ایسا قاتل (با سعادت) رکھتا ہے کہ اگر اس کے کوچے سے کتے نظیری کی ہڈیاں لے کر گزر جائیں تو نظیری کی بخشش ہو جائے (یعنی یہ بڑی خوش نصیبی ہوگی اگر ایسا ہو جائے)

بحر :- مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف

ارکان و تقطیع : مثل ۴۸

(۱) تشریح :- "آب رخ" "آبرو" "ننگ" بدنامی کی بات "ز مردم نہفتہ" صفت ننگ

ترجمہ :- میں ہر روز گزرے ہوئے دن کی آبرو (یعنی رسوائی) کو تلاش کرتا ہوں (چنانچہ) لوگوں سے چھپی ہوئی بدنامی کی باتوں کو بھی میں فخر کے ساتھ بیان کرتا ہوں (تاکہ رسوائی کی تکمیل ہو جائے کہ ع بدنام شدن در دو جہاں غایت نام است)

لب بستم از سخن کہ دریں مجمعِ نفاق ۲ بہ یافتم ز گفتہ حدیثِ نہ گفتہ را
ہرگز شبِ امید بدورانِ من ندید ۳ جامِ مئے دو سالہ و ماہِ دو ہفتہ را
خفاشِ بختِ من چو نہ بیند چہ فائدہ؟ ۴ گر سرمہ ز آفتاب کشد چشمِ خفتہ را
در خوں ہمیشہ نشترِ مژگاں شکستہ ام ۵ ناسفتہ کردہ ام ہمہ در ہائے سفتہ را
فراش کوئے دوست تو اے نالہ یک سحر ۶ در چشمِ بخت کن خس و خاشاکِ رفتہ را
ز سرّتِ آب دیدہ نظیری نہ اشک تلخ ۷ در دیدہ آب میکنم الماس تفتہ را
دلا گداز کہ آئینہ کردہ سنگِ ترا ۴۹/۱ کدام صیقل ابرو زدودہ زنگِ ترا

(۲) تشریح :- "لب بستن" خاموش ہو جانا "نفاق" دل میں کچھ ہو اور زبان سے کچھ ظاہر کرنا ترجمہ :- میں نے بات کرنی ہی چھوڑ دی اس لئے کہ اس نفاق کے مجمع میں میں نے نہ کہی ہوئی بات کو کہی ہوئی بات سے بہتر پایا (کیونکہ لوگ سخن فہم نہیں ہیں اور نفاق ان کو حق بات ماننے سے روکتا ہے) ؎

دریں مشہد کہ انوارِ تجلی ست ❊ سخن دارم ولے ناگفتن اولی ست

(۳) ترجمہ :- امید (وصل) والی رات نے میرے عہد میں دو سال کی (پرانی) شراب اور چودھویں کے چاند (یعنی رخسار دوست) کو ہرگز نہیں دیکھا (اس ہماری محرومی کی بھی کوئی حد ہے !)

(۴) ترجمہ :- میرے نصیب اور مقدر کے چمگادڑ کو جب کہ نظر ہی نہیں آتا تو اگر وہ (اپنی) سوئی ہوئی (بند) آنکھ میں آفتاب کا سرمہ بھی لگائے تو کیا فائدہ ! (یعنی بے سود ہے بلکہ اور اندھا ہو جائے گا مراد یہ ہے کہ ہماری بدبختی کے دور ہونے کی کوئی تدبیر نہیں)

اشارہ :- چشم خفاش میں سرمہ آفتاب لگانا نظیری جیسے سحر نگاری کا کام ہے۔

(۵) میں نے خون کے اشکوں میں ہمیشہ پلکوں کے نشتر توڑے ہیں (افسوس کہ) بندھے ہوئے موتیوں کو میں نے بے بندھا بنا دیا۔
توضیح :- اشکوں کو موتی اور مژگان کو نشتر اور برما قرار دیا ہے۔ جس سے موتی میں سوراخ کیا جاتا ہے پس جب پلکیں اشکوں کے ساتھ ٹوٹ گئیں تو گویا یہ صورت ہوئی کہ برمے کی نوک ٹوٹ گئی اس لئے بندھا ہوا موتی پھر بے بندھا رہ گیا۔ اور مثل مشہور ہے کہ جو بندھ گیا سو موتی، رہ گیا سو پتھر۔

(۶) ترجمہ :- اے (میرے) نالہ ! (ایک مرتبہ) صبح کو تو (میرے) دوست کے کوچے کا جاروب کش بن جا اور جھاڑو سے سمیٹے ہوئے کوڑے کو (میرے) بخت کی آنکھ میں ڈال دے (شاید اسی کی برکت سے چشم بخت نورانی ہو جائے)

(۷) تشریح :- "اشک تلخ" اشک کو تلخ تلخی غم کی وجہ سے بھی کہتے ہیں اور خود اشک کا مزہ بھی تلخ ہوتا ہے "الماس تفتہ" سے مراد آنکھوں کی سپیدی ہے جو رونے کی حالت میں سرخ ہو جاتی ہے ترجمہ بقلب مصرعین :- اے نظیری میں آنکھوں میں سرخ تپے ہوئے ہیرے کو پگھلا کر پانی بنا رہا ہوں (اس لئے میری آنکھوں کا دیا) پانی زہر ہے (معمولی) تلخ آنسو نہیں ہیں۔ ہیرا زہر کا کام کرتا ہے۔

توکعبہ در دل ما کافراں چرا جوئی ۲ گرآذرے نہ تراشیدہ است سنگ ترا
کسے شکاری عشق ترا چہ مے داند ۳ نشانہ دیگر زخمی دگر خدنگ ترا
زخار خار محبت دل ترا چہ خبر؟ ۴ کہ گل بجیب نگنجد قبائے تنگ ترا
بہر کسے نظر از شیوۂ دگر داری ۵ کسے درست نفہمیدہ ریو و رنگ ترا

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون محذوف ارکان و تقطیع:۔ مثل ۳/۱

(۱) **تشریح**:۔ "کر" کدا میہ ہے "گداز" حاصل مصدر از گداختن "صیقل" صیغہ صفت بمعنی قلعی گر۔ **ترجمہ**:۔ اے دل کس (آتشین رخسار) کے سوز و گداز عشق نے تیرے سنگ (دل) کو آئینہ بنا دیا اور ابرو کے (یاں) کے کس قلعی گر نے تیرے زنگ کو دور کر دیا کہ اب تیرا دل مثل آئینہ روشن اور جمال حقیقت کا مظہر بن گیا ہے۔

(۲) **تشریح**:۔ "آذر" والد ابراہیم۔ مراد مرشد **ترجمہ**:۔ (اے غافل) اگر تیرے سنگ (دل) کو کسی آذر (یعنی بت گر کامل) نے نہیں تراشا ہے تو تو ہم جیسے کافروں کے دل میں کعبہ کو کیوں تلاش کرتا ہے **توضیح**:۔ یعنی کعبۂ حقیقت ہمارے دل میں موجود ضرور ہے مگر تو اسوقت تک اسکو نہیں پا سکتا جبتک کہ کسی مرشد کامل سے اصلاح دل نہیں کرائے گا اس لئے کہ حضرت ابراہیم نے کعبہ کو اسیوقت پایا جبکہ آذر سے پیدا ہوئے۔ ؎

عشق آورد و خلیل اللہ ز آذر چہ عجب ؛ یا صمد گوئے شود گر صنم از تیشۂ ما

(۳) **ترجمہ**:۔ تیرے عشق کے شکاری کو کوئی کیا جانے؟ کہ تیرے تیر (نگاہ) کا نشانہ کوئی ہوتا ہے اور زخمی کوئی۔ ؎

دو چشمت کہ تیر بلاے زند ؛ کجا می نماید کجاے زند ؛ کماں جانب دیگرے می کشد ؛ ولے تیر برما چراے زند

(۴) **تشریح**:۔ "خار خار" تکرار لفظ سے کثرت مراد ہے "قبا" چست۔ اچکن۔ **ترجمہ**:۔ (اے دوست) تجھکو عشق کے بے شمار کانٹوں (یعنی مصائب) کی کیا خبر؟ کہ تیری تنگ قبا کی جیب میں پھول کی (بھی) گنجائش نہیں **توضیح**:۔ یعنی اگر پھول بھی جیب قبا میں لگا دیا جائے تو وہ بھی تیرے لئے باعث تکلیف ہوتا ہے تو تجھ جیسا نازک بدن مصائب عشق کا حال کیا جان سکتا ہے کہ عاشقوں پر کیا گذرتی ہے۔

(۵) **تشریح**:۔ "شیوہ" طرز "ریو و رنگ" مکر و فریب۔ **ترجمہ**:۔ (اے دوست!) تو ہر ایک کی طرف نئے طرز سے دیکھتا ہے (یعنی کسی پر قہر کی نظر ہے تو کسی پر مہر کی) کوئی شخص تیرے فریب اور چال کو ٹھیک نہیں سمجھ سکا۔
توضیح:۔ یعنی تیرا عاشق نظر کرم کا مستحق تھا مگر اس پر نظر قہر ہے اور غیر غضب کا مستحق تھا مگر اسپر نگاہ کرم ہے۔ اس کا کچھ بھید نہیں کھلتا۔ دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ ہر ایک کو تو نئی نئی اداؤں سے شکار کر لیتا ہے۔ تیرے فریب حسن کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

بنغمۂ دگرم زندہ ساز اے مطرب ۶ چہ معجزست کہ در پردہ نیست چنگ ترا
تو حرف تلخ فروشی و من شکر نوشم ۷ کہ چاشنی ہزار آشتی ست جنگ ترا
تو از نسیم نظیری بشور می آئی ۸ چو گل نہاں تواں کرد بو و رنگ ترا
کردم ز شکوہ منع دل زار خویش را ۵/۱ انداختم بروز جزا کار خویش را
وقت نظارۂ بت پرہیزگار خویش ۲ شویم بگریہ دیدۂ خونبار خویش را

(۶) **تشریح**:۔ "دگرم" کا میم ضمیر مفعولی ہے "ترا" میں را علامت اضافت "چنگ" سارنگی۔
ترجمہ بقلب مصرعین:۔ اے مطرب (حقیقت) کون سا معجزہ ہے کہ تیرے ساز کے پردہ میں نہیں؟ (اگر ایک نغمہ سے مجھے تو نے ہلاک کیا ہے تو) دوسرے نغمہ سے مجھکو زندہ بھی کر دے۔

(۷) **تشریح**:۔ "حرف تلخ فروختن" برا بھلا کہنا گالیاں دینا "آشتی" صلح **ترجمہ**:۔ تو (مجھکو) گالیاں دیتا ہے اور میں (گویا) شربت (کے سے گھونٹ) پیتا ہوں اس لئے کہ تیری لڑائی میں بھی ہزاروں صلح کا سامزہ ہے **توضیح**:۔ یعنی بحکم ضرب الحبیب زبیب معشوق کی گالیوں میں بھی مزہ آتا ہے حافظ نے کہا ہے ؎ بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی ؛ جواب تلخ می زیبد لب لعل شکرخا را۔
غالب نے کہا ہے ؎ کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب ؛ گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا۔

(۸) **تشریح**:۔ "نسیم" صبح کی ہلکی ہوا "بشور آمدن" مضطرب ہو جانا شور برپا کرنا **ترجمہ**:۔ اے نظیری تو صبح کی ہلکی ہوا سے شور (و فغاں) مچانے لگتا ہے (گویا) پھول کی مانند تیری بو اور رنگ (عشق) کو بھی چھپایا نہیں جا سکتا **توضیح**:۔ یعنی بمقتضائے "دیوانہ بہوئے بس ست" تو بھی ادنیٰ سے محرک سے نالہ و فغاں کرنے لگتا ہے۔ نالہ و فغاں کو عاشق گل صفت کے لئے رنگ و بو قرار دیا ہے اور باد نسیم دونوں کے لئے چاک گریبانی کا باعث ہوتی ہے۔

بحر:۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف ارکان و تقطیع:۔ مثل ۲/۱

(۱) **ترجمہ**:۔ میں نے اپنے ناتواں دلکو شکوہ (و شکایت کرنے) سے منع کر دیا (اس لئے کہ اس کا حاصل کچھ نہیں) میں نے تو اپنا معاملہ قیامت کے دن پر چھوڑ دیا ہے (اس لئے کہ عمل عشق کی جزا روز جزا میں ہی مل سکتی ہے)

(۲) **تشریح**:۔ "بت" معشوق "پرہیزگار" متقی "گریہ" مراد آب گریہ "دیدۂ خونبار" خون کے آنسو رونے والی آنکھ۔ خون جاری ناپاک ہوتا ہے **ترجمہ**:۔ میں اپنے پرہیزگار معشوق کے دیدار کے وقت گریہ (شادی) کے پانی سے (زمانہ ہجر میں) خون برسانے والی آنکھوں کو دھو لیتا ہوں (یعنی پاک کر لیتا ہوں کیونکہ اس بت کی پرہیزگاری کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا دیدار بھی پاک آنکھیں کریں۔
اشارہ:۔ گریۂ شادی کی کیا خوب وجہ بیان کی ہے ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں دیدۂ خونبار کو اس لئے دھو لیتا ہوں تاکہ وہ مجھے اپنا عاشق نہ سمجھے کیونکہ یہ امر اسکی حیا اور پرہیزگاری کے خلاف ہے۔

جرمِ من است پیشِ تو گر قدرِ من کم است ۳ خود کردہ ام پسند خریدارِ خویش را

صد مشتری ست جنسِ دلم را چو آفتاب ۴ من گرم مے کنم بتو بازارِ خویش را

ترسم کہ رفتہ رفتہ بہ بیداد خو کنی ۵ برکیں مدار طبعِ ستمگارِ خویش را

اے دل مجو نجات کہ صیاد پیشگان ۶ در دام مے کشند گرفتارِ خویش را

عمرت بود کہ دوش نظیری بیادِ تو ۷ آسان نمود مردنِ دشوارِ خویش را

(۳) ترجمہ:۔ (اے محبوب!) اگر تیری نظر میں میری قدر و قیمت کم ہے تو یہ میرا جرم ہے (کیونکہ) میں نے اپنے خریدار کو خود پسند کیا ہے۔ (خریدار نے مجھکو پسند نہیں کیا) اور یہ قاعدہ ہے کہ جب گاہک خود تمنند نہ ہو اور مال زبردستی اس کے سر منڈھا جائے تو مال کی قیمت گر جاتی اس میں خریدار کا کیا قصور!

(۴) تشریح: "مشتری" صیغہ اسم فاعل از اشتراء بمعنی خریدار۔ مشتری ایک سیارہ کا نام بھی ہے اس لئے آفتاب کے ساتھ ہونے کی وجہ سے اس میں ایہام پیدا ہو گیا ہے۔ "چو آفتاب" صد مشتری کے لئے بھی تشبیہ ہو سکتی ہے اور جنس دل کے لئے صد مشتری ہونے کے واسطے بھی "بازار گرم کردن" رونق بڑھانا۔ ترجمہ: میرے متاع دل کے سینکڑوں آفتاب کے مثل (خوبرو) خریدار ہیں یا جس طرح آفتاب کے سینکڑوں سیارے خریدار ہیں اسی طرح میری جنس دل کے سینکڑوں گاہک ہیں (پھر میں نے تجھی کو کیوں انتخاب کیا) اسلئے کہ میں تیرے ذریعے اپنے بازار کو (رونق) رونق دینا چاہتا ہوں (کہ چو توچوں صاحب شوی ذوق خریداران شود پیدا) یعنی گو طالب دل بہت سے ہیں مگر تجھ سا کوئی نہیں تجھ سے میرے دل کی اور گرم بازاری ہو جائے گی۔

(۵) تشریح: "خو کردن" عادی بن جانا۔ ترجمہ: مجھے خوف ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تو رفتہ رفتہ ظلم کرنے کا عادی بن جائے (اس لئے) اپنی ظالم طبیعت کو (ہماری) دشمنی پر (جمائے) رکھ (مراد واضح ہے)

(۶) تشریح: "صیاد پیشہ" اسم فاعل ترکیبی بمعنی شکاری۔ "مجو" کے بجائے اگر "مکو" ہو تب بھی معنی درست ہو سکتے ہیں "نجات" سے مطلقاً آزادی مراد ہے یا نجات از دام صیاد۔ ترجمہ: اے دل! آزادی طلب نہ کر اس لئے کہ (مرغ دل کے) یہ شکاری اپنے گرفتار کو جال میں (تڑپا تڑپا کر) مار دیتے ہیں (پس آزادی کا حصول ناممکن ہے) ؎

اے وائے بر اسیرے کز یاد رفتہ باشد ❊ در دام ماندہ باشد صیاد رفتہ باشد

دیگر: اے دل دامِ گیسوئے یار سے) نجات کی خواہش نہ کر اس لئے کہ (یہ) شکاری اپنے اسیر کو جال ہی میں ذبح کر دیتے ہیں (اور ہماری آرزو یہی ہے) دیگر: اے دل نجات کی کوئی سبیل کر اس لئے کہ (یہ) شکاری (اتنے ظالم ہیں کہ) دام ہی میں اپنے شکار کو مار ڈالتے ہیں (لیکن نجات کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے)

(۷) ترجمہ: اے قاتل! تیری عمر دراز ہو کہ کل نظیری نے تیری یاد میں اپنی دشوار موت کو آسان بنا لیا (یعنی تیری یاد نے اس کا کام تمام کر دیا) تیرے تصور رنگین میں تکلیف جانکنی محسوس نہیں ہوئی۔

فراقِ دوستاں بسیار پیش آمد دلِ ما را ۱ غمِ مردن گرفت از ما ہوائے منزلِ ما را

گل افشاں بود با تو ہر سرِ خارے بن سنگے ۲ تو چوں رفتی ازینجا آفتے زد حاصلِ ما را

عفاک اللہ بقید عشقم از ہستی برآوردی ۳ بیک مشکل نمودی حل ہزاراں مشکلِ ما را

اگر مقبول اگر مردود حرفِ ما اثر دارد ۴ تواں تعویذِ بازو کرد سحرِ باطلِ ما را

سرشت ما خواصِ مہر و طبعِ دوستی دارد ۵ برہمن بت ہمے سازد مگر مشتِ گلِ ما را

ہمہ افسانہ گیسو و رخسارِ تو مے گویم ۶ شبِ ما نور مے بخشد چراغِ محفلِ ما را

(۱) تشریح: "ہوائے منزل" آرزوئے قیام گاہ۔ ترجمہ:۔ (چونکہ) دوستوں کا فراق ہمارے دل کو بہت پیش آیا ہے (اس لئے) موت کے غم نے ہم سے ہمارے مقام کی آواز کو چھین لیا ہے۔ توضیح: یعنی چونکہ دوستوں کا انجام زندگی دیکھ کر ہم کو اپنا انجام بھی معلوم ہو گیا ہے۔ اس لئے اب دنیا میں قیام کی آرزو نہیں رہی۔

(۲) تشریح: "گل افشاں" اسم فاعل سماعی۔ "حاصل" پیداوار۔ مراد نشاط۔ ترجمہ:۔ (اے محبوب) تیرے ساتھ (رہنے کے زمانہ میں) ہر کانٹا اور پتھر (بھی ہمارے لئے) پھول برسانے والا تھا۔ یعنی تیری صحبت ہمارے لئے باعث مسرت و نشاط تھی مگر) تو جب یہاں سے چلا گیا تو ہماری (کشتِ دل کی) پیداوار پر آفت نازل ہو گئی۔ (سعدی گفتہ ؎

پائے در زنجیر پیش دوستاں ❊ بہ کہ با بیگانگاں در بوستاں

(۳) تشریح: "عفاک اللہ" عفا فعل ماضی کاف ضمیر خطاب مفعول۔ اللہ فاعل جملہ دعائیہ ہے۔ ترجمہ:۔ (اے دوست!) اللہ تجھے عافیت سے رکھے تو نے قید عشق میں گرفتار کر کے مجھکو قید ہستی (دنیا) سے آزاد کر دیا (الحمد للہ کہ) تو نے ایک مشکل کے ذریعے ہماری ہزاروں مشکلوں کو حل کر دیا (یعنی غم عشق ایک مشکل ہے اور غم دنیا ہزار مشکل)

(۴) تشریح: "اگر" مکرر حرف شرط سے تردید کا فائدہ حاصل کیا ہے۔ "سحر باطل" جھوٹا جادو۔ مراد سخن۔ ترجمہ: خواہ مقبول ہو یا مردود (مگر) ہماری بات میں اثر ہے (اس لئے) ہمارے کلام باطل کو بازو کا تعویذ بنایا جا سکتا ہے (کیونکہ بے اثر نہیں ہے ہمارا کلام مقبول ہوتا ہے تو دوست آمادہ مہر ہو جاتا ہے اور اگر مردود ہوتا ہے تو آمادہ غضب پس یہ مہر یا غضب ہماری بات کا اثر ہے۔

(۵) تشریح: "خواص" جمع خاصہ "طبع" مزاج "سرشت" خمیر طبیعت۔ ترجمہ:۔ ہمارے خمیر میں محبت کی خاصیتیں اور دوستی کا مزاج موجود ہے (حتی کہ یہ خیال ہوتا ہے کہ) شاید برہمن ہماری ہی خاک نمناک سے بت بناتا ہے (کہ اس میں بھی مہر و محبت کے خواص پائے جاتے ہیں)

(۶) ترجمہ:۔ میں تیرے رخسار اور زلف کا پورا افسانہ (ان دو لفظوں میں) کہے دیتا ہوں کہ ہماری رات ہماری محفل کے چراغ کو نور عطا کر رہی ہے۔ توضیح: یعنی جس طرح شب کی تاریکی میں چراغ کا نور زیادہ نمایاں ہوا کرتا ہے۔ اسیطرح تیری زلف سیاہ کی وجہ سے تیرے رخسار کا نور اور زیادہ نمایاں ہو گیا ہے کہ وبضدها تتبین الاشیاء یعنی چیزیں اپنی اضداد سے پوری

بشارت درگذر دایم و شاہد در نظر دائم ۷ بدیدار تو چشم افتادہ بخت مقبل ما را
دریں صحرا نظیری نیست لاغر تر زما صیدے ۸ کہ بر فتراک مے بندد شکار بسمل ما را

زحرمانم غمے در خاطر یاراں شود پیدا ۵۲/۱ چو بیمارے کہ مرگش بر پرستاراں شود پیدا
چو پیدا گردم از راہے چناں یاراں منداز من ۲ کہ بدمستے میان جمع ہشیاراں شود پیدا

طرح نمایاں ہو جاتی ہیں۔ عرفانی پہلو یہ ہے کہ کثرت کی ظلمت، رخسار وحدت کیلئے گو زلف کی مانند بظاہر حجاب ہے مگر اس کا پورا ظہور بھی اسی تقابل سے ہوتا ہے۔

(۷) تشریح:۔ "بشارت" خوش خبری "درگذر داشتن" معروف آمد و رفت رکھنا "متعلق نصیبہ در۔ را علامت اضافت۔
ترجمہ بقلب مصرعین:۔ (اے دوست!) ہمارے نصیبہ و بخت کی نگاہ تیرے دیدار (چہرہ) پر پڑ گئی ہے (جس کے فیض سے اب) ہم ہمیشہ معشوق (حقیقی) کو نظر دل میں اور خوشخبریوں کو معروف آمد و شد رکھتے ہیں (دوسری جگہ اسی مضمون کو یوں ادا کیا ہے ؎

زدو تے بکمال ست وصالے بدوام ست ؎ امروز بما منزلت عشق تمام ست

(۸) تشریح:۔ "فتراک" شکار بند، وہ تسمہ جو زین کے دائیں اور بائیں جانب شکار کے لئے باندھ لیتے ہیں۔
ترجمہ:۔ اے نظیری اس دشت (عشق) میں ہم سے زیادہ دبلا اور ناتواں شکار اور کوئی نہیں (تو پھر) کون اپنے فتراک پر ہمارے (اس) نیم جاں شکار کو باندھتا ہے۔ توضیح:۔ اپنی ناتوانی اور ناقابل شکار ہونے پر اظہار حسرت کرتا ہے۔ اسی مضمون کو آگے چلکر یوں ادا کیا ہے ؎

از نگاہے شد نظیری صید و من در انفعال ؎ زانکہ ایں وحشی نمی ارزد بہائے تیر را

بحر:۔ ہزج مثمن سالم
ارکان وتقطیع:۔ مثل ۱

(۱) تشریح:۔ "حرمان" محرومی، "پرستار" تیماردار۔ ترجمہ: میری محرومی سے دوستوں کے دل میں (ایسا) غم پیدا ہو جاتا ہے جیسے کہ وہ بیمار کہ جس کی موت تیمارداروں پر ظاہر ہو جائے۔ توضیح:۔ مریض کی صحت سے جب مایوسی ہو جاتی ہے تو گو تیمارداروں کو اس کا غم ہوتا ہے مگر چونکہ وہ تیمارداری سے عاجز ہو جاتے ہیں۔ اس لئے خدا سے چاہتے ہیں کہ مریض کا جلد خاتمہ ہو جائے تاکہ نجات ملے۔ ٹھیک یہی میرا حال ہے کہ اس محرومی کے دور ہونے کی کوئی امید نہیں۔ دوست عاجز آ چکے ہیں۔ اس لئے چاہتے ہیں کہ میرا قصہ ہی پاک ہو جائے تو اچھا ہے۔

(۲) ترجمہ:۔ جب میں کسی راستہ سے (ناگاہ) سامنے آ جاتا ہوں تو دوست مجھ سے ایسے بھاگتے ہیں جیسے کہ کوئی بدمست (دیوانہ) ہوشیاروں کے مجمع میں آ جائے (یعنی عشق میں میری دیوانگی کا یہ عالم ہے کہ جو اپنے تھے غیروں کی طرح مجھ سے بچتے ہیں)۔

کسے نگریزد از ما گر ازیں تقوی برون آئیم ۳ طرب کز ما رمد در کوئے میخواراں شود پیدا
تبے از حلقۂ پرہیزگاراں برنمے خیزد ۴ کہ برمردم مسلمانی دیں داراں شود پیدا
پشیمانی مکش از بیع من کیں سہل قیمت را ۵ تو چوں صاحب شوی ذوق خریداراں شود پیدا
زلیخا گو میارا بزم و فرش دلبری مفگن ۶ کہ آں یوسف بزندان گرفتاراں شود پیدا
چراغ زندہ میخواہی در شب زندہ داراں زن ۷ کہ بیداری بخت از بخت بیداراں شود پیدا
نظیری کاش بنمائی کہ در ساغر چہ میداری ۸ کہ پیش زاہداں قدر گنہگاراں شود پیدا

(۳) تشریح:۔ "از چیزے بروں آمدن" کسی چیز کو چھوڑ دینا۔ "طرب" خوشی، نشاط۔ ترجمہ:۔ اگر میں اس پرہیزگاری کو چھوڑ دوں (اور راہ میکدہ اختیار کر لوں) تو (پھر) کوئی ہم سے نہ بھاگے (بلکہ سب بخوشی ہم سے ملے رہیں گے) اس لئے کہ جو خوشی کہ ہم سے بھاگ گئی ہے وہ شراب نوشوں کے کوچہ میں پہنچ جاتی ہے۔ توضیح:۔ یعنی تقوی دشمن نشاط و طرب ہے جس کی وجہ سے مسرت و شادمانی ہم سے کنارہ کش ہیں تو ہم کیوں نہ اسکو خیرباد کہکر بزم میخواراں میں جو نشاط و طرب کا گہوارہ ہے داخل ہو جائیں پھر کوئی بھی ہم سے نہ بھاگے گا۔

(۴) ترجمہ:۔ زاہدوں کے حلقہ سے کوئی بت پیدا نہیں ہوتا کہ لوگوں پر (ان) دینداروں کی مسلمانی (کا بھرم) کھل جائے۔
توضیح:۔ ان کا زہد اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے صنم کا مشاہدہ نہیں کیا اگر کر لیتے تو دینداری چھوڑ کر بت پرستی شروع کر دیتے۔

(۵) تشریح:۔ "بیع" بیچنا، خریدنا۔ "سہل قیمت" سستا۔ "را" علامت اضافت۔ ترجمہ:۔ (اے دوست) میری خریداری پر تو شرمندہ نہ ہو اس لئے کہ اس سستے سودے کا (یعنی میرا) جب تو مالک بن جائیگا تو (اس کی خریداری کا) گاہکوں کو شوق پیدا ہو جائیگا (یعنی جسکو دوست پسند کر لے وہ محبوب خلائق ہو جاتا ہے)

(۶) ترجمہ:۔ زلیخا سے کہدو کہ وہ (وصال کیلئے) محفل آراستہ نہ کرے اور دلبری کا فرش نہ بچھائے (یعنی اپنی آرائش نہ کرے) اس لئے کہ وہ یوسف (جسکی وہ طالب ہے) بزم میں نہیں آتا بلکہ قیدیوں کے قیدخانہ میں نمودار ہوتا ہے۔ توضیح:۔ مراد یہ ہے کہ جس طرح زلیخا نے اپنی اور اپنے گھر کی آرائش کی اور یوسفؑ سے مقصد برآری چاہی مگر یوسفؑ نے قیدخانہ کو ترجیح دی، اسیطرح معشوق حقیقی کا وصال دنیا طلبی کی حالت میں نہیں ہو سکتا۔ زندان عشق و بلا میں گرفتار ہو کر ہو سکتا ہے۔

(۷) تشریح:۔ "چراغ زندہ" روشن چراغ "شب زندہ دار" یاد خدا میں راتوں جاگنے والا۔ ترجمہ:۔ اگر تو (دل کے) روشن چراغ کی خواہش رکھتا ہے تو شب زندہ داروں کے دروازے پر دستک دے (یعنی انکو رہنما بنا) اس لئے کہ نصیبہ کی بیداری بیدار (دل) لوگوں کے نصیب سے حاصل ہوتی ہے۔

(۸) ترجمہ:۔ اے نظیری کاش تو ظاہر کر دے کہ تیرے پیالہ میں کونسی شراب ہے تاکہ (شراب کو حرام قرار دینے والے) زاہدوں کے سامنے (بادہ نوش) گنہگار کی قدر و منزلت ظاہر ہو جائے (یعنی ہمارے جام میں شراب طہور عشق ہے اگر یہ ظاہر کر دی جائے تو ہمارا سر

ازپئے آشوب ما در زلف دارد شانہ را ۱ شورشِ زنجیر در شور آورد دیوانہ را
حُسن بنیادِ محبت بر پریشانی نہاد ۲ تا نشورد خاک را دہقاں نہ ریزد دانہ را
حور و جنت جلوہ بر زاہد دہد در راہِ دوست ۳ اندک اندک عشق در کار آورد بیگانہ را
عشق کامل نیست تا در بندِ مال و مسکنی ۴ آنزماں آتش علم گردد کہ سوزد خانہ را
ہر چہ زد خود را بر آتش محوِ آتش گشت و رفت ۵ در حقیقت شعلہ بال و پر بود پروانہ را
جائے یک ناخن درستی در سراپایم نماند ۶ ہر زماں دیوانہ ویراں تر کند ویرانہ را

اونچا اور زاہدوں کا سر خجلت کی وجہ سے نیچا ہو جائے)

بحر:- رمل مثمن محذوف

ارکان و تقطیع بر شل ۱

(۱) تشریح:- "آشوب" پریشانی "شانہ" کنگھا **ترجمہ:-** (وہ محبوب) ہم کو پریشان بنانے کیلئے (اپنی) زلف میں کنگھا کرتا ہے (اس لئے کہ) دیوانہ تو زنجیر کی آواز سے شورش (وغوغا) کرنے لگتا ہے (کہ دیوانہ راہوائے بس است)، **اشارہ:-** دوسرا مصرعہ تمثیل ہے جس میں زلف کو زنجیر سے تعبیر کیا ہے۔

(۲) **ترجمہ:-** حسن نے محبت کی بنیاد پریشانی (عاشق) پر رکھی ہے (جس طرح کہ) کسان جب تک زمین (میں ہل چلا کر مٹی کو) منتشر نہیں کر لیتا اسوقت تک بیج نہیں ڈالتا (اس لئے اس پریشان حالی سے عاشق کو مایوس نہ ہونا چاہئے)

(۳) **ترجمہ:-** جنت اور حوریں دوست (حقیقی) کے راستہ میں زاہد کے سامنے جلوہ گر ہیں (یعنی اس لالچ میں وہ مصروف عبادت ہے مگر کوئی مضائقہ نہیں) عشق آہستہ آہستہ (ایک) ناآشنا کو کام میں لگا رہا ہے۔ **توضیح:-** یعنی عشق کا جادوگر زاہد کو طلسم جنت و حور کے ذریعہ سے حقیقت کی طرف کھینچ رہا ہے۔

(۴) **تشریح:-** "آتش علم گشتن" بلند ہونا۔ **ترجمہ:-** جبتک کہ تو مال اور گھر کے چکر میں ہے (تیرا) عشق کامل نہیں ہے (اس کی مثال ایسی سمجھو کہ) آگ اسی وقت پوری بلند ہوتی ہے کہ جب وہ گھر کو جلا ڈالتی ہے (اسی طرح عشق اسوقت کامل ہوتا ہے جبکہ خانۂ ہستی کو خود ہی جلا کر خاکستر بنا لیا جائے اور مال و مسکن کا خیال تک باقی نہ رہے)

(۵) **ترجمہ:-** جس نے اپنے آپ کو (عشق کی) آگ میں ڈالا وہ آگ میں محو اور نابود ہو گیا حقیقت میں پروانہ کے لئے شعلۂ شمع پرو بازو کا کام دیتا ہے (جس کے ذریعہ سے وہ منزل مقصود تک پہونچ جاتا ہے۔ اسی طرح عاشق جب محو دوست ہو جاتا ہے اسوقت اپنے مقصود کو پا لیتا ہے)

(۶) **تشریح:-** "سراپا" میں الف عطف کیلئے ہے مراد تمام جسم۔ **ترجمہ:-** میرے تمام جسم میں ایک ناخن کے برابر بھی جگہ صحیح و سالم نہیں رہی (قاعدہ ہے کہ) دیوانہ ہر لحظہ (اپنے) ویرانہ کو اور زیادہ ویران کیا کرتا ہے۔ **توضیح:-** یہی حال میرے جنون عشق کا ہے کہ میرے دلِ دیوانہ نے خانۂ ہستی کو بالکل ویرانہ بنا دیا ہے۔

گر رود عشق از مزاجِ پیر لذت کے رود ۷ بوئے مے باقی بود گر بشکنی پیمانہ را
عقدۂ دل در شکنجِ زلف نگشاید بعقل ۸ یک گرہ زاں زلفِ درہم بشکند صد شانہ را
سرگذشتِ عہدِ گل را از نظیری بشنوید ۹ عندلیبِ آشفتہ تر میگوید ایں افسانہ را

زعاشق مشہور معشوق را نام و نشاں پیدا ۱ ثمر نیکو نیاید تا نگردد باغباں پیدا
خود یہا محو گردد گر تو از رخ پردہ برداری ۲ گماں پوشیدہ گردد ہر کجا گردد عیاں پیدا

(۷) **ترجمہ:-** بوڑھے کے مزاج میں سے اگر عشق نکل (بھی) جائے تو (اس کی) لذت کب نکل سکتی ہے (جیسا کہ) پیمانہ کو توڑ دو تو شراب کی خوشبو پھر بھی باقی رہتی ہے (دوسری جگہ یہی مضمون اس طرح ادا کیا ہے ؎

از جوانی ہمت ذوقے در سرم ٭ از نمک ماند ست شورے در کباب

(۸) **تشریح:-** "شکنج" شکن "درہم" پریشان "ادہم" سیاہ "شانہ" کنگھا **ترجمہ:-** زلفِ (دوست) کی شکن میں (ہمارے) دل کی گرہ (جو لگی ہوئی ہے وہ ناخنِ) عقل کے ذریعہ سے نہیں کھل سکتی (اس لئے کہ) اس زلفِ پریشان (یا سیاہ) کی ایک ایک گرہ سو سو کنگھیوں کو توڑ دیتی ہے (اور خود نہیں کھلتی یعنی پنجۂ عشق سے رہائی کی کوئی سبیل نہیں)

(۹) **تشریح:-** "سرگذشت" حکایت "آشفتہ" پریشان، پراگندہ **ترجمہ:-** عہد گل کی حکایت نظیری سے سنو کیونکہ بلبل اس افسانہ کو زیادہ پراگندہ صورت میں بیان کرتی ہے **توضیح:-** شعر کے دو مطلب ہو سکتے ہیں اوّل یہ کہ سرگذشت گل نظیری سے سننی چاہئے۔ اس لئے کہ بلبل باغ اسکو مسلسل اور مرتب طور پر بیان نہیں کر سکتی ہے۔ دوم یہ کہ خود کو بلبل قرار دے کر کہتا ہے کہ سرگذشت گل مجھ سے سنو کہ میں چمن عشق کا بلبل ہوں اور بلبل ہی اس افسانہ کو زیادہ پریشان کن صورت میں بیان کر سکتی ہے اور پریشانی ہی اس افسانہ کا وصفِ خاص ہے۔

بحر:- ہزج مثمن سالم

ارکان و تقطیع:- مثل ۱

(۱) **ترجمہ:-** معشوق کا نام و نشان (شہرت)، عاشق سے ہوتا ہے (جس طرح کہ) اگر باغبان نہ ہو تو (باغ میں) پھل اچھا نہیں آتا ہے (مطلب واضح ہے)

(۲) **تشریح:-** "گمان" وہ علم جس میں خلاف کا امکان ہو "عیان" یقین علم بلا شک۔
ترجمہ:- (اے دوست!) اگر تو اپنے چہرہ سے پردہ اٹھا دے تو (تمام) ہستیاں نابود ہو جائیں (جس طرح کہ) جب یقین ظاہر ہوتا ہے تو گمان و قیاس پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ **توضیح:-** جس طرح یقین، گمان و شک کو نیست و نابود کر دیتا ہے اسیطرح تیرے چہرہ کا ظہور ہستی جہاں کے فنا کا باعث ہے کیونکہ وہ سب وہم و گمان ہے تو تیری ہستی یقین و عیاں۔

من آں روزیکہ بر رخ فتنہ میشد زلف میگفتم ۳ کہ روزے خوش نخواہد گشت ہرگز در جہاں پیدا
دراں صحرائے بے پرسش کہ رہبر راہزن باشد ۴ دل مجروح گردد کارواں در کارواں پیدا
تبے گر عارض جسمم شود آں را دوا سازم ۵ چہ سازم سوز عشقے را کہ شد در استخواں پیدا
تمنایش چو گردد گرد خاطر مضطرب گردم ۶ چو محتاجے کہ گردد در سرایش میہماں پیدا
بغل از نامۂ احباب پر کرد و نمے خواند ۷ کہ می ترسد شود مکتوب من ہم درمیاں پیدا
نمیدانم زمن در جاں سپاری ہا چہ نقصاں شد ۸ کہ اکثر مے شود در بدگمانی امتحاں پیدا

(۳) ترجمہ :- میں اسی روز جبکہ چہرۂ (دوست) پر زلف (باعث) فتنہ بن رہی تھی کہہ رہا تھا کہ اب دنیا میں کوئی خوشی کا دن نہ آئے گا یا کوئی خوش و خرم چہرہ نمودار نہ ہوگا یعنی سب کے سب ہمیشہ کیلئے غم عشق میں مبتلا ہو جائیں گے)

(۴) ترجمہ :- اس (عشق کے) جنگل میں کہ جہاں (کسی کی) پوچھ نہیں اور رہبر راہزنی کا کام کرتا ہے۔ زخم خوردہ (عاشقوں کے) دل قافلہ در قافلہ آتے ہیں (اور لوٹے جاتے ہیں یعنی جبکہ رہبر ہی راہزن بن گیا ہو۔ تو پھر حفاظت کی کیا صورت ہو سکتی ہے)

(۵) ترجمہ :- اگر میرے جسم کو بخار لاحق ہو جائے تو اس کی میں دوا کر لوں (مگر) سوزش عشق کا میں کیا بناؤں کہ وہ تو ہڈیوں تک میں پیدا ہو گئی ہے۔ **توضیح** :- جب بخار ہڈیوں تک سرایت کر جاتا ہے تو مزمن اور لاعلاج ہو جاتا ہے اس لئے کہتا ہے کہ سوزش عشق معمولی بخار نہیں ہے جس کی دوا ہو سکے یہ مزمن اور لاعلاج مرض بن چکا ہے ؎

مرا در دلیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد ❊ وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

(۶) ترجمہ :- اس (محبوب) کی آرزو جب میرے دل کے آس پاس (بھی) آجاتی ہے تو میں اس مفلس کی مانند پریشان ہو جاتا ہوں کہ جس کے گھر میں (اچانک) کوئی مہمان آجائے۔
توضیح :- یعنی اس کی تمنا مہمان ہے اور ہم بے نوا مفلس ہیں کہ اس مہمان کی کچھ مدارت نہیں کر سکتے۔

(۷) ترجمہ :- (دوست نے) بغل دوستوں کے خطوط سے بھر لی ہے مگر پڑھتا نہیں اس لئے کہ ڈرتا ہے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان میں میرا خط بھی نکل آئے (اس بے التفاتی کی بھی کوئی حد ہے!)

(۸) ترجمہ :- نہیں معلوم میری جانب سے جان نثار کرنے میں کیا کمی رہ گئی (کہ دوست میری آزمائش کر رہا ہے) اس لئے کہ اکثر بدگمانی کی حالت میں امتحان ہوا کرتا ہے۔
توضیح :- یعنی بظاہر جاں نثاری میں ہماری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی پھر نہ معلوم اس کی بدگمانی کا کیا سبب ہے جس کی وجہ سے وہ آزار پہونچا کر ہمارے اخلاص و وفا کا امتحان کر رہا ہے۔

نظیری سوئے او کم رو کہ امروزست یا فردا ۹ کہ از خاکسترت ہم نیست در کویش نشاں پیدا
زبس کہ بود دل خودکام ناسپاس مرا ۵۵/۱ ز ہر رہے ہم رسد اندوہ بے قیاس مرا
بلا مقام مرا پیش ازیں نمی دانست ۲ غم تو کرد دریں شہر روشناس مرا
چہ روز بود کہ تشریف عشق پوشیدم ۳ کہ خوش دلی نشناسد دریں لباس مرا
ز رشک دوش چنیں درہمم کہ نتواں برد ۴ بہ بزم وصل تو امشب بالتماس مرا
رخے کہ داشت ملک میلش از توجہ غیر ۵ چناں نمود بچشمم کہ شد ہراس مرا

(۹) ترجمہ :- اے نظیری اس کی طرف کم جا اس لئے کہ آج کل میں ہی (تیرا یہ حال ہو جانے والا ہے کہ) تیری راکھ کا نشان بھی اس کے کوچہ میں نہ ہوگا۔ **توضیح** :- یعنی انجام عشق فنا ہے اگر تو اس کے لئے آمادہ نہیں ہے تو اس کے کوچہ میں نہ جانا غالب نے کہا ہے ؎

ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی ❊ جس کو ہو دین و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

ارکان و تقطیع شل ۱۳/۱

بحر مجتث مثمن مخبون محذوف

(۱) ترجمہ :- چونکہ میرا دل بہت زیادہ خود غرض اور ناشکرا ہے اس لئے مجھ کو بے حد رنج پہونچتے ہیں (ظاہر ہے کہ خود غرض اور ناشکرا ہمیشہ رنج و محنت کا شکار رہتا ہے)

(۲) ترجمہ :- اس سے پہلے مصیبت میرا مقام نہ جانتی تھی (اے دوست!) تیرے غم (عشق) نے مجھے اس شہر میں مشہور کر دیا اور اب جو بلا آتی ہے وہ سب سے پہلے میرے مکان پر پہونچتی ہے۔

(۳) ترجمہ :- وہ بھی کیا دن تھا کہ جس روز میں نے عشق کا خلعت پہنا تھا کہ اب خوشی مجھے اس لباس میں نہیں پہچانتی (یعنی مجھ کو اوپرا سمجھ کر خوشی میرے پاس تک نہیں آتی مطلب یہ ہے کہ عاشق مصائب اور مشکلات سے ہی دوچار رہتا ہے)

(۴) **تشریح** :- "ہم" غم۔ "التماس" درخواست کرنا۔ ترجمہ :- کل رات کے رشک سے میں ایسا غمزدہ ہوں کہ آج کی رات درخواست کر کے بھی مجھے تیرے وصل کی محفل میں نہیں لے جایا جا سکتا (یعنی وصل کے بارے میں مجھے خود اپنے اوپر رشک آتا ہے اور رشک و رنج کی کیفیت اتنی بڑھ گئی ہے کہ اب درخواست بھی کی جائے تو میں بزم وصل میں نہ جاؤں گا یا مطلب یہ ہے کہ بزم وصل میں چونکہ میں نے دوست کو غیر کی جانب ملتفت دیکھا تھا اس لئے اس رشک کی وجہ سے میں آئندہ نہیں جانا چاہتا۔

(۵) ترجمہ :- وہ چہرہ جس کی رغبت فرشتہ (بھی) رکھتا تھا رقیب کی طرف توجہ کرنے سے (یا رقیب کی توجہ اور بہکانے سے) مجھے ایسا (غضب ناک) نظر آیا کہ مجھ پر خوف طاری ہو گیا۔

ازاں زآہ نظیری فراغتے داری ۶ کزیں فسردہ دلاں کردۂ قیاس مرا
شرم مے آید ز قاصد طفل محجوب مرا ۱ بر سر راہش بلیند از پئے مکتوب مرا
دست پرورد توام اے عشق پاس من بدار ۲ ہر کہ بیند از تو مے داند بد و خوب مرا
فرصتت بادا کہ می باید ستمگارے چنیں ۳ ایں قرار و طاقت و ایں صبر ایوب مرا
ناز پرورد وصالم گوش بر حرفم مکن ۴ آرزو بسیار باشد طبع محجوب مرا
بے سوالے خون خود در حشر مے بخشم باو ۵ زانکہ دانم از طلب عارست مطلوب مرا

(۶) تشریح :- "فسردہ دل" مرے ہوئے دل والا "قیاس کردن" اندازہ کرنا سمجھنا ترجمہ :- (اے دوست) نظیری کی آہ سے تو اس لئے بے فکر ہے کہ ان مردہ دلوں میں سے تونے مجھکو بھی سمجھ لیا ہے (حالانکہ میں زندہ دل ہوں اور میری آہ پُر تاثیر ہے

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن ✦ اجابت از درِ حق بہر استقبال مے آید

اشارہ :- شعر میں غیبت سے تکلم کی طرف التفات ہے۔

بحر :- رمل مثمن محذوف ارکان و تقطیع :- مثل ہے

(۱) تشریح :- "محجوب" شرمگین صیغہ اسم مفعول از حجاب ترجمہ :- میرے شرمیلے کمسن معشوق کو قاصد سے شرم آتی ہے (اس لئے) میرے خط کو اس کے راستہ میں ڈالدو تاکہ وہ شرم محسوس نہ کرے اور میرا خط دیکھ کر اٹھالے)

(۲) تشریح :- "دست پرورد" اسم مفعول ترکیبی "پاس" لحاظ ترجمہ :- اے عشق میں تیرے ہاتھوں کا پلا ہوا ہوں (کچھ تو) میرا لحاظ کر (اسلئے کہ) جو شخص بھی (مجھکو) دیکھے گا وہ میری بھلائی برائی کو تیری جانب سے سمجھے گا (کیونکہ غلام کے افعال کا ذمہ دار آقا ٹھہرتا ہے جو اسکی پرورش کرتا ہے پس میرے ساتھ اچھا سلوک کر ورنہ تیری ہی ناموری ہے اشارہ :- طرز استعطاف قابل داد ہے۔

(۳) تشریح :- "فرصت" مہلت، موقع مراد درازی عمر "ایوب" ایک پیغمبر کا نام ہے جنہوں نے بیماری پر صبر کیا تھا اس لئے صبر ایوب ضرب المثل ہے ترجمہ :- خدا کرے تجھکو (عمر سے) فائدہ اٹھانے کا موقع ملے کہ میرے اس ایوب کے سے صبر اور اس ضبط وسکون کو (برباد کرنیکے واسطے) ایسے ہی ستمگر کی ضرورت تھی (جیسا کہ تو ہے)

(۴) تشریح :- "ناز پرورد" نازوں کا پلا ہوا۔ اسم مفعول ترکیبی ترجمہ :- میں وصل کے نازوں کا پلا ہوا ہوں۔ تو میری باتوں پر کان نہ دھر۔ (اس لئے کہ میری شرمیلی طبیعت کی آرزوئیں بہت ہیں (تو کہاں تک پوری کرے گا)

(۵) ترجمہ :- میں حشر میں بغیر سوال کے اپنا خون اسکو بخشتا ہوں اس لئے کہ مجھے معلوم ہے کہ میرے محبوب کو مانگنے سے عار آتی ہے توضیح :- یعنی میرا قتل جو اسپر ثابت ہو چکا ہے مگر میں از خود معاف کئے دیتا ہوں کیونکہ وہ درخواست عفو کو عار سمجھتا ہے اس لئے حشر میں اسکی مرضی کے تابع ہوں سہ بقاتل خون خود پیش از سوال حشر می بخشم ✦ کہ می ترسم کہ در در ماندگی زاہجال من افتد

شوخ طبعی زاختلاط غیر منعت چوں کنم ۶ بیش ازیں تواں شنیدن حرف و لکوب مرا
امشب از یوسف رخے چشم نظیری روشنست ۷ باز نورے ہست در کاشانۂ یعقوب مرا
دیدمش در دل نہفتم آہ پر تاثیر را ۱ در کماں از بسکہ ورزیدم شکستم تیر را
پائے رفتن نیست زیں بزمم کہ در بیروں در ۲ بخت وارد در کمیں ہجر گریباں گیر را
خوشدل از غیرم کہ در بزم وصال و نیافت ۳ ذوقِ دردِ اضطراب و لذتِ تغییر را
از کمندِ عشق جستن مے شود ترکِ ادب ۴ ورنہ طغیانِ جنوں از ہم کند زنجیر را

(۶) ترجمہ :- (اے دوست) تو بہت چلبلی طبیعت کا ہے غیر (رقیب) کے ساتھ میل جول رکھنے سے میں تجھکو کیونکر روکوں (کہ) اس سے زیادہ تو میری دل آزار باتوں کو نہیں سن سکتا یعنی بوجہ شوخ طبعی تو کب میری بات مان سکتا ہے اور جبکہ وہ تیری مرضی کیخلاف بھی ہو)

(۷) تشریح :- "یوسف رخ" یوسف کے سے چہرہ والا۔ اسم فاعل ترکیبی "یعقوب" نام پدر یوسف علیہ السلام "کاشانہ" چھوٹا سا معمولی مکان جھونپڑا ترجمہ :- آج کی رات نظیری کی آنکھیں ایک یوسف کے سے چہرہ والے (حسین کے دیدار) سے منور ہیں (چلو) پھر میرے یعقوب (چشم) کے جھونپڑے میں نور موجود ہے (نہ کہ حضرت یعقوب کی طرح کہ حضرت یوسف کے گم ہونے کے بعد ان کا بے رونق اور آنکھیں بے بصر ہو گئی تھیں)

بحر :- رمل مثمن محذوف ارکان و تقطیع :- مثل ہے

(۱) تشریح :- "تیر در کمان دزدیدن" تیر کو کمان میں دبائے رکھنا ترجمہ :- میں نے اس (محبوب) کو دیکھا اور پُر تاثیر آہ کے تیر کو سینے میں چھپا لیا (یعنی اس کے دیکھتے ہی وہ کیفیت طاری ہوئی کہ آہ بھی نہ کر سکا تو گویا) میں نے کمان (سینہ) میں تیر (آہ) کو اتنا دبایا کہ اسکو (کمان میں ہی) توڑ دیا (یعنی آہ کے تیر خود میرے ہی سینہ میں پیوست ہو کر رہ گئے)

(۲) تشریح :- "پائے رفتن نداشتن" جانے کی طاقت نہ ہونا "بزمم" یں میم بمعنی مرا کمین" گھات ترجمہ :- مجھ میں اس بزم سے جانیکی طاقت نہیں اسلئے کہ دروازہ کے باہر (میرا) بدنصیب گریبان تھام لینے والے ہجر کو گھات لگائے کھڑا ہے توضیح :- یعنی چونکہ مجھکو اب ہجر کی برداشت نہیں رہی اسلئے بزم وصال سے جاتے ہوئے سخت خائف ہوں۔

(۳) تشریح :- "غیر" رقیب "ذوق" مزہ "تغییر" بدحالی ترجمہ :- میں رقیب سے خوش ہوں کہ (اچھا ہوا) کہ اس نے اس (دوست) کی محفل وصال میں بے چینی اور بدحالی کے درد کی لذت اور مزہ نہیں پایا (عشق میں خواہ حالت وصل ہو یا فراق اضطراب درد میں ہی مزہ ہے چونکہ رقیب کا عشق جھوٹا ہے اس لئے وہ اس لطف سے محروم رہا اس لئے ہم خاموش ہیں)

(۴) ترجمہ :- عشق کی کمند سے نکل کر نکل جانا بے ادبی ہے ورنہ (ہمارا) طوفانِ جنون زنجیر دل کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر سکتا ہے (بس عشق کا پاس ادب ہے کہ گرفتار بنے ہوئے ہیں)

بے سبب وادی گر آزارم خجل از من مباش ۵ کردہ ام خاطر نشانِ خویش صد تقصیر را
گشتہ دل پامالِ حسرت عشوہ در کارش مکن ۶ تلب زر اندود ما ضائع کند اکسیر را
از نگاہے شد نظیری صید و من در انفعال ۷ زانکہ این وحشی نمی ارزد بہائے تیر را

این غزل در دیوان نیست

کجا بودی کہ امشب سوختی آزردہ جانے را ۱ بقدر روزِ محشر طول دادی ہر زمانے را
سوالے کن زمن امروز تا غوغا بشہر افتد ۲ کہ اعجازِ فلانے کرد گویا بے زبانے را
بہر جنسے کہ میگیرند اخلاص و وفا خوب ست ۳ پس از عمرے گذار افتاد بر ما کاروانے را
کتاب ہفت ملت گر نخواند آدمی عامی ست ۴ نخواند تا ز جزوِ آشنائی داستانے را

(۵) ترجمہ:۔ (اے دوست!) اگر تونے مجھکو بغیر کسی وجہ کے ستایا ہے تو مجھ سے شرمندہ نہ ہو اس لئے کہ میں نے سینکڑوں خطائیں اپنے دل نشین کرلی ہیں (اسی مضمون کو پہلے یوں ادا کیا ہے ؂

نامنفعل ز بخشش بیجا نہ بینمش ☆ می آرام اعتراف گناہ نبودہ را

(۶) تشریح:۔ در کار کردن صرف کرنا ''زر اندود'' اسم مفعول ترکیبی ''اکسیر'' کیمیا جس سے تانبا سونا بنجاتا ہے ترجمہ:۔ (ہمارا) دل حسرتوں میں پامال ہوچکا ہے (اے دوست!) اب عشوہ و ادا (کے اکسیر) کو اسپر صرف نہ کر (کیونکہ) ہملا سونے کے ملمع والا (مس) دل اکسیر کو بھی ضائع کردیگا۔ توضیح:۔ کثافتِ اندوہ دلپر کچھ ایسی چڑھ گئی ہے کہ اب اسکی پوری طرح صاف ہونیکی امید نہیں۔

(۷) ترجمہ:۔ نظیری ایک ہی (تیر) نظر سے شکار ہوگیا اور میں شرمندہ ہوں اسلئے کہ (دشتِ عشق کا) یہ وحشی تو تیر کی قیمت کے برابر بھی نہیں توضیح: یعنی اس قدر لاغر و ناتوان ہے کہ اسکو شکار کرنا تیر ضائع کرنا ہے پس اگر محبوب نے تیر کے ضائع ہوجانے کے متعلق سوال کرلیا تو میرے پاس کیا جواب ہوگا۔ اسی مضمون کو پہلے اس طرح ادا کیا ہے ؂

دریں صحرا نظیری نیست لاغر تر ز ما صیدے ☆ کہ بر فتراک مے بندد شکارِ بسمل مارا

بحر:۔ ہزج مثمن سالم   ارکان و تقطیع:۔ شل ۱

(۱) ترجمہ:۔ (اے دوست!) تو کہاں تھا کہ تونے آج رات (آتش ہجر میں) ایک آزردہ جان (عاشق) کو جلا ڈالا اور ہر ہر لمحہ کو قیامت کے دن کا سا طول دیدیا یعنی ہجر میں ایک ایک پل کا کاٹنا مشکل ہوگیا غالب نے کہا ہے ؂ نہیں کہ مجھکو قیامت کا اعتقاد نہیں ☆ شبِ فراق سے روزِ جزا زیاد نہیں۔

(۲) ترجمہ:۔ (اے محبوب) آج تو مجھسے ایک سوال کرلے (یعنی صرف) اتنا پوچھ لے کہ ''تیرا کیا حال ہے'' تاکہ شہر میں یہ شور برپا ہوجائے کہ فلاں شخص کے معجزہ نے ایک بے زبان (خاموش) کو بولنے والا بنادیا (یعنی تیری ایک جنبش لب سے مجھکو گویائی عطا ہوجائیگی اور میرا اپنا سب حال کہہ ڈالوںگا۔

(۳) ترجمہ:۔ اخلاص و وفا کو جس جنس کے بدلے (بھی) لیں اچھا ہے (اس لئے کہ) ایک مدت دراز کے بعد ہم پر (خریدارانِ وفا کے) ایک قافلہ کا گذر ہوا ہے (اسلئے جو قیمت اٹھ جائے غنیمت ہے ورنہ اس زمانہ میں کوئی اس جنس کا قدردان نہیں ہے)

بافسون موم آہن کردن آسان تر ازاں باشد ۵ کہ از کین بر سر مہر آورم نامہربانے را
بعشاق اشک گرم و رنگ زرد از بہر آن دادند ۶ کہ از استغنا فرود آرند مستغنی جوانے را
اگر از خارِ بیوفائی ہائے گل نبود ۷ سحرگہ عندلیبے بر نہ خیزد گلستانے را
دلا سیلاب خوں را از شگافِ سینہ بیروں کن ۸ کہ امشب سودہ ام بر دیدہ خاک آستانے را
نمیدانم نظیری کیست چوں می آمدم زاں کو ۹ بحالِ مرگ دیدم بر سر رہ ناتوانے را
طعم ہلال ہید ہد زہر فراقت آب را ۱؍۵۹ تا تلخ کردی عیش من شیریں ندیدم خواب را

(۴) تشریح:۔ ہفت ملت مخفف ہفتاد و دو ملت) اہل سنت والجماعت کے علاوہ اصل گروہ چھ ہیں رافضیہ ۱ خارجیہ ۲ جبریہ ۳ قدریہ ۴ جہمیہ ۵ مرجیہ ۶) پھر ہر ایک کے بارہ بارہ فرقے ہیں ''عامی'' جاہل۔ ترجمہ:۔ اگر تمام ملتوں اور فرقوں کی کتابیں (بھی) آدمی پڑھ لے مگر جبتک وہ کتابِ مہر و محبت میں سے کوئی داستان نہ پڑھیگا جاہل ہی رہیگا (یعنی مہر و محبت ہی سب کچھ ہے اور باقی سب فضول)

(۵) ترجمہ: منتر اور جادو سے لوہے کو موم بنادینا (میرے لئے) اس سے زیادہ آسان ہے کہ ایک نامہربان (دوست) کو کینہ وری سے ہٹاکر محبت و مہر پر آمادہ بنادوں توضیح:۔ یعنی محال ممکن ہوسکتا ہے مگر دوست کا مہربان ہونا ممکن نہیں۔

(۶) ترجمہ: عاشق کو زرد رنگ اور گرم آنسو اس لئے دیتے ہیں تاکہ ایک بے پروا جوان (یعنی دوست) کو (مرتبۂ) بے پروائی سے نیچے اتاریں توضیح: یعنی ممکن ہے کہ دوست عاشق کا یہ حال دیکھکر اسپر رحم کھائے کیونکہ ایسی حالت کو دیکھکر دشمن بھی ترس کھانے لگتے ہیں۔

(۷) تشریح:۔ ''خار خار'' تکرار لفظ سے کثرت مراد ہے ترجمہ:۔ اگر بیوفائیوں کے خار زار سے (امید وفا کا) پھول پیدا نہ ہو تو صبح کے وقت کوئی بلبل (باغ میں جانے) کیلئے نہ اٹھے توضیح:۔ یعنی گو معشوق کی بیوفائیاں حد سے گذر چکی ہیں مگر ہمیں اب بھی اس سے امید وفا ہے جسطرح کہ بلبل خار زار میں پھول پیدا ہونے کی توقع پر باغ میں جاتی ہے ؂

ہم کو ان سے وفا کی ہے امید ☆ جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

(۸) ترجمہ: اے دل! خون کے سیلاب کو سینہ کے سوراخ سے باہر نکال دے (آنکھوں کی راہ سے نہ نکال) اس لئے کہ میں نے آج کی رات (دوست کے) آستانہ کی خاک کو آنکھوں میں (بطور سرمہ) لگایا ہے (ایسا نہو کہ یہ خاک بہ جائے مگر غالب نے سیل خون آنکھوں سے بہایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں ؂ جوئے خوں آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شامِ فراق ☆ میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہوگئیں ۔ فرق یہ ہے کہ نظیری نے خاک آستانِ یار کی خوب قدر کی اور غالب نے شامِ فراق میں سامانِ روشنی خوب بہم پہنچایا۔ دونوں مضمون اپنی اپنی جگہ بے نظیر ہیں۔

(۹) ترجمہ:۔ (یہ تو) میں نہیں جانتا کہ نظیری کون ہے (ہاں اتنا جانتا ہوں کہ) جب میں اس (دوست کے) کوچہ سے آرہا تھا تو جانکنی کی حالت میں ایک ناتوان شخص کو راستہ میں (پڑا ہوا) دیکھا تھا (شاید وہی نظیری ہو) اشارہ: شعر میں صنعت تجرید اور تجاہل عارف ستحق صد آفرین ہے۔

درہائے رحمت بر رخم تا شام مردن واکنند ۲ گر چشمم از رؤیت کند یک صبح فتح الباب را
از دولتِ گم گشتہ ام شاید نشانے وادہند ۳ بارے بدریائے امید افگندہ ام قلاب را
زاہلِ دروں باہش ترند آنانکہ بیروں درند ۴ اکثر بخاصاں میدہد سلطاں شرابِ ناب را
طوفاں بہر جانب بَرَد بکشا معلّم بادباں ۵ لنگر نبیند از کسے دریائے بے پایاب را
وعظِ طبیب و صبرِ من برجاں گوارا گشتہ اند ۶ من سخت تر سازم مرض و تلخ تر جلاب را

بحر :- رجز مثمن سالم　　　ارکان :- مستفعلن ہشت بار

تقطیع :-

طعمے ہلا	ہلی دہد	زہرے فرا	قت آب را	÷	تا تلخ کر	دی عیش من	شیریں ندی	دم خاب را
مستفعلن	مستفعلن	مستفعلن	مستفعلن		مستفعلن	مستفعلن	مستفعلن	مستفعلن

(۱) تشریح :- طعم " مزہ " ہلاہل " زہر قاتل " عیش تلخ کردن " بعیش مشکل کردینا ترجمہ :- اے دوست! تیرے فراق کا زہر پانی کو (بھی) زہر قاتل کا مزہ عطا کرتا ہے (یعنی حالتِ فراق میں پانی بھی زہر معلوم ہوتا ہے) جب سے تونے میری زندگی تلخ کی ہے میں نے نیند کو شیریں نہیں پایا (اسی مضمون کو حضرت حافظ نے یوں ادا کیا ہے ؎ زاں دم کہ دہر زہر فراق توام چشاند ٭ شد در مذاق عیش مرا خورد و خواب تلخ

(۲) تشریح :- رویت " مرکب اضافی " فتح الباب " دروازہ کھولنا ترجمہ بقلب مصرعین :- اگر میری آنکھ ایک بار صبح کو تیرے (دیدار) رخ سے (اپنے) دروازہ کو کھول لے (یعنی تیرا دیدار نصیب ہو جائے) تو (کارکنان قضا و قدر) موت کی شام تک (کیلئے) رحمت کے دروازے میرے سامنے کھولے رکھیں (یعنی تیری ایک نظر کرم ہمارے لئے عمر بھر کے واسطے باعث رحمت ہے)

(۳) تشریح :- قلاب " مچھلی کے شکار کا کانٹا ، آنکڑا " ترجمہ بقلب مصرعین :- میں نے امید کے دریا میں (جدوجہد کا) کانٹا ڈال (لگا) دیا ہے شاید کہ میری کھوئی ہوئی دولت کا پتہ نشان دیدیں توضیح :- دولت گم گشتہ سے وصل کی دولت یا عمر رفتہ مراد ہے یعنی اس جدوجہد میں لگا ہوا ہوں کہ حصولِ وصل کی کوئی تدبیر نکل آئے یا عمر رفتہ کی کوئی تلافی ہو جائے۔

(۴) ترجمہ :- جو لوگ کہ (خلوت خانہ سلطان سے) باہر ہیں وہ اندر والوں سے زیادہ باہوش ہیں (یعنی انکی مدہوشی و مستی کم ہے اس لئے کہ) بادشاہ اکثر (اپنے) خاص مصاحبین کو شراب خالص دیتا ہے توضیح :- یعنی اہل خلوت شراب صرف پیکر بالکل بیہوش ہیں اور جو غافل کہ اہل خلوت نہیں ہیں انکو شراب خالص نہیں ملتی اگرچہ وہ بالکل محروم بھی نہیں رہتے۔

(۵) تشریح :- معلّم " ملاح " بادبان " کشتی کے وہ پردے جن سے ہوا ٹکراتی ہے اور کشتی کے چلنے میں مدد دیتی ہے " لنگر " کشتی کو ٹھہرانے کا آلہ بے پایاب وہ ہے جسکی گہرائی معلوم نہ ہو۔ ترجمہ :- (ہماری کشتی ہستی کو حوادث کا) طوفان ہر جانب بہائے لئے جاتا ہے اے ملاح (رہنما) بادبان کھول دے (اور جلد اس طوفان سے کشتی کو نکال لیجا) کوئی عاقل شخص بے تھاہ دریا میں لنگر نہیں ڈالا کرتا۔
توضیح : یعنی عقلمندی اور ہوشیاری اسی میں ہے کہ جلد طوفان حوادث اور طغیانی ہوا و ہوس سے نجات حاصل کر لی جائے۔

(۶) ترجمہ :- چارہ گر کا وعظ و نصیحت اور میرا صبر کرنا (میری) جان کو (دونوں) گوارا ہو گئے ہیں (چنانچہ) میں مرض (عشق) کو اور سخت کرتا ہوں

اور وہ جلاب (وعظ) کو تو ضیح :- یعنی چارہ گر کی نصیحت و ملامت سنتے سنتے میں اس کا عادی ہو چکا ہوں اور رنج عشق سہتے سہتے مجھے رنج سہنے کی بھی عادت ہوگئی ہے اسلئے ان دونوں سے کوئی ناگواری نہیں ہوتی ؎ خستہ دل ترمی شوم تا تلخ تر نوشم دوا ٭ پندِ مردم در مذاقم خوشگوار افتادہ است

باغایتِ بے طاقتی از عشق توانم گریخت ۷ گوئی کہ آتش بستہ رہ از ہر طرف سیماب را
در انتظارِ رحمت لب تشنگاں افتادہ اند ۸ ساقی بکوثر زن قدح دریاب زود اصحاب را
کار نظیری در رضا غم خوردن و خوش بودنست ۹ دارم مے مرد آزما خوش باد شیخ و شاب را

(۷) ترجمہ :- انتہائی کمزوری و ناتوانی کی وجہ سے میں (آتش) عشق سے بچ نہیں سکتا گویا آگ نے پارہ کا ہر طرف سے راستہ روک لیا ہے۔ غالب نے کہا ہے ؎ عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب ٭ کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے۔

(۸) تشریح :- لب تشنہ " اسم فاعل ترکیبی " کوثر " حوضِ جنت " قدح " پیالہ ترجمہ :- تیری رحمت کے انتظار میں پیاسے پڑے ہوئے ہیں اے ساقی (حوض) کوثر میں پیالہ ڈال اور جلد (اپنے) ساتھیوں کی خبر لے۔ استعارہ :- شعر لعقبہ ہے

(۹) تشریح :- رضا " نام مقام از مقامات عارف جس میں سالک احکام قضا پر راضی رہتا ہے " مرد آزما " اسم فاعل ترکیبی۔ ترجمہ :- نظیری کا کام مقام رضا میں غم (عشق) کھانا اور خوش رہنا ہے میں (وہ) مردوں کی آزمائش کرنیوالی شراب رکھتا ہوں ، ہر بوڑھے اور جوان کو مبارک ہو (جس کا جی چاہے یہ شراب پئے مگر پیلے ہے اسکو پیکر غم کھانا اور خوش رہنا پڑتا ہے مراد یہ ہے کہ ہمارے سوا کوئی اتنا ہمت نہیں کہ اس شراب کو پی سکے غالب کہتے ہیں ؎ کون ہوتا ہے حریفِ مے مرد افگنِ عشق ٭ ہے مکرر لبِ ساقی پہ صلا میرے بعد۔

ردیف الباء

خانہ در کوئے مغاں کردم خراب ۱ عاقبت ہم طبع گشتم با شراب
دہر پیرم کرد اما ذوقِ عشق ۲ گرم تر دارد مزاجم از شباب

بحر :- رمل مسدس مقصور　　　ارکان :- فاعلاتن فاعلاتن فاعلات دوبارہ

تقطیع :-

خانہ درکو	ئے مغاں کر	دم خراب	÷	عاقبت ہم	طبع گشتم	با شراب
فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلات		فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلات

(۱) ترجمہ :- میں نے (اپنا) گھر مے سازوں کے کوچہ میں برباد کیا ہے (تاکہ) بالآخر میں شراب کے ہم مزاج ہو گیا (یعنی میری طبیعت میں وہ تیزی اور گرمی پیدا ہو گئی جو شراب کا خاصہ ہے)

(۲) تشریح :- پیرم " میں میم ضمیر مفعولی ہے ترجمہ :- زمانے نے (گو) مجھکو بوڑھا کر دیا مگر عشق کے ذوق نے میرے مزاج کو جوانی سے (بھی) زیادہ گرم رکھا ہے۔ یعنی بڑھاپے میں جوانی کے سے جذبات رکھتا ہوں۔ ؎
در پیری از ہزار جواں زندہ دل تریم ٭ صد نو بہار رشک برد بر خزان ما

از جوانی ہست ذوقے در سرم ۳ از نمک باندست شورے در کباب
ہر چہ خوانم در ورق از اشک و آہ ۴ عشقم افتادست بر درس کتاب
زندہ دارد مرد را آثار مرد ۵ نام گل باقی ست چوں گردد گلاب
گوش بر تشریف فرمانم کہ ہست ۶ جان مشتاقم سوالش را جواب
بر امید او بعجز بستہ ام ۷ باد را بر خاک و آتش را بآب
چارۂ ناسور تسلیم ست و بس ۸ خلق مرہم می نہند از اضطراب
از چہ پوشم چشم ازیں دل خفتگاں ۹ روئے بیداراں مگر بینیم بخواب

(۳) ترجمہ :۔ جوانی کا ذوق (باوجود پیری) ہر دو دماغ میں ہے (گویا) کباب (گو جل چکا ہے مگر اس) میں نمک کا کھار (مزہ) باقی ہے (یعنی اگرچہ بڑھاپا آگیا ہے مگر طبیعت میں ابھی تک نمکینی باقی ہے)

(۴) تشریح :۔ ہر چہ خوانم در ورق " مبتدا ہے اور " از اشک و آہ " خبر ہے حرف ربط " است " محذوف ہے دوسرے نسخہ کی صورت میں " ہر چہ خوانم " " ہر دو " کا مفعول ہے پہلی قسم میں ضمیر مجرور متصل ہے اور دوسرے نسخہ کی صورت میں ضمیر مفعولی۔
ترجمہ :۔ میں ورق (ذہنی) میں جو کچھ پڑھتا ہوں (سب) آہ و اشک سے (متعلق) ہے (گویا) مجھکو (ایک) کتاب پڑھنے کا شوق ہو گیا ہے۔
دیگر :۔ جو کچھ میں پڑھتا ہوں اشکوں کے ذریعہ ورق سے مٹا دیتا ہوں (گویا) عشق نے مجھکو ایک کتاب پڑھنے پر مجبور کر دیا ہے (مراد یہ ہے کہ عشق میں میرا کام آہیں کرنا اور رونا ہے)

(۵) ترجمہ :۔ مرد کو آثارِ مردانگی زندہ رکھتے ہیں (یعنی زندگی میں جو کام کر جاتا ہے مرنے کے بعد بھی اس کا نام زندہ رہتا ہے دیکھ لو) گل جب عرق گلاب بنجاتا ہے تو نامِ گل پھر بھی باقی رہتا ہے (سعدی گفتہ) ؎

قارون ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت ٭ نوشیرواں نمرد کہ نامِ نکو گذاشت

(۶) ترجمہ :۔ میں (دوست کے) حکم کی شرفیابی پر کان لگائے ہوئے ہوں (میری) پر شوق جان اس کے سوال کا جواب ہے (یعنی جس وقت وہ حکم جاں نثاری دے میں حاضر ہوں)

(۷) ترجمہ :۔ اس (کے وصل) کی امید میں میں نے عجز کے ساتھ ہوا کو خاک کے ساتھ اور آگ کو پانی کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے (یعنی امید وصل نہ ہوتی تو کب کا ان عناصر کو پریشان کر کے فنا ہو گیا ہوتا) اشارہ :۔ عناصر میں بسبب اختلاف مزاج تضاد پایا جاتا ہے۔ ان کا باہم ملا رہنا اعجاز نہیں تو اور کیا ہے ؎ زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب ٭ موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا۔

(۸) ترجمہ :۔ میرے ناسورِ (دل) کا علاج صرف تسلیم (بتقدیر) کر دینا ہے اور بس لوگ (ناحق) اضطراب کی وجہ سے مرہم لگاتے ہیں (یعنی مرض عشق لا دوا ہے)

(۹) ترجمہ :۔ میں ان غافل دل والوں سے کس لئے اپنی آنکھ بند رکھتا ہوں؟ (اسلئے کہ) ممکن ہے کہیں بیدار دل لوگوں کا چہرہ خواب میں (ہی) دیکھ لوں (یعنی دنیا دار مردہ دل ہیں ان کی طرف سے آنکھیں بند کر لینے کے بعد ہی بیدار دل عرفا کی زیارت ہو سکتی ہے۔

چشمۂ حیواں نظیری ہیچ نیست ۱۰ عالمے تاریک و قحط آفتاب

ہیم دو جام و ماہم تا سحر بروز لست امشب ۱ دو دستم تا بوقت صبح طوق گردنست امشب
دو چشمم حجلہ آئین بستہ انداز گریۂ شادی ۲ در و بامِ از چراغان خانۂ ام روشن ست امشب
شماری تا سحر دستم بزلف در ہمے دارد ۳ گریبانم گریبانست و دامن دامن ست امشب
ہمہ شب بر لب و رخسار و گیسوی زنم بوسہ ۴ گل و نسرین و سنبل را صبا در خرمن ست امشب
مغنی ہمگساری میکند ساقی نوا سازی ۵ ازیں شادی کہ در بزم حسوداں شیون ست امشب
بدل طرح وصال جاودانی نقش می بندم ۶ گرم خود دوست می آید بخلوت دشمن ست امشب

(۱۰) ترجمہ :۔ اے نظیری چشمۂ آبحیات بے حقیقت شے ہے (اسلئے کہ) عالم تاریک ہے اور آفتاب کا قحط ہے (اگر آبحیات ہوتا تو عالم دل کی تاریکی کا بے عالم نہ ہوتا) یا مراد یہ ہے کہ چشمۂ حیواں کی حقیقت صرف یہ ہے کہ ظلمات ہی ظلمات ہیں نور کا نام تک نہیں۔

بحر :۔ ہزج مثمن سالم   ارکان و تقطیع :۔ مثل ½ (الف)

(۱) تشریح :۔ " ہیم و ماہم " میں ضمیر " م " جام اور دو " ماہ " کا مضاف الیہ ہے۔ ترجمہ :۔ آج کی رات میرے جام میں شراب (در شام ہے) صبح تک میرے (دل کے) چہرے کی میں چاند (معشوق کا جلوہ) ہے میرے دونوں ہاتھ صبح تک (اس کی) گردن کا طوق بنے ہوئے ہیں (یعنی الحمد للہ کہ وصل حاصل ہے)

(۲) تشریح :۔ " آئین بستن " " آرائش کرنا سجانا " حجلہ " وہ جگہ جو دلہن کیلئے آراستہ کیجاتی ہے چپرکھٹ۔ ترجمہ :۔ میری دونوں آنکھوں نے خوشی کے گریہ (یعنی اشکوں) سے حجلہ (کی طرح) آراستہ کیا ہے (گویا میرے اشکوں کے چراغاں سے در و بامِ (خانۂ دل) روشن ہیں۔ (یعنی محبوب کی آمد کی خوشی میں اپنے گھر کو یوں سجایا ہے)

(۳) تشریح :۔ " زلف درہم " زلف پریشان۔ ترجمہ :۔ گویا صبح تک میرا ہاتھ (معشوق کی) زلف پریشان میں ہے (بس) آج کی رات میرا گریبان گریبان ہے اور میرا دامن دامن ہے (یعنی قابل فخر و مباہات میرا ہی دامن و گریبان ہے یا یوں کہ وصل آج دامن دامن کی شکل میں ہے اور گریبان گریبان کی) ورنہ حالت ہجر میں تو دامن و گریبان کا فرق مٹ جاتا یا خیال دوست میں محو ہو جانے کی وجہ سے گریبان و دامن چاک نہ کر سکا۔ اس لئے دامن دامن رہا اور گریبان گریبان۔

(۴) ترجمہ :۔ تمام رات اسکی لب و رخسار اور گیسو کے بوسے لیتا رہا ہوں (گویا) گلاب نسرین اور سنبل کے خرمن میں آج کی رات بادِ صبا آ داخل ہوئی۔
اشارہ :۔ لب و رخسار و گیسو کو علی الترتیب گل و نسرین و سنبل سے تشبیہ دی ہے اور بوقت بوسہ حرکتِ لب کو صبا کی حرکت سے۔

(۵) ترجمہ :۔ ... اس خوشی کی وجہ سے کہ حاسدوں کی محفل میں آج کی رات کہرام مچ رہا ہے ہماری بزم نشاط میں (مطرب) شراب پلا رہا ہے اور ساقی نغمہ سنجی کر رہا ہے (یعنی غلط بخشی میں ایک نے دوسرے کا کام شروع کر دیا ہے یا مغنی کیفیت نغموں کو شراب اور ساقی کی صدائے نوشانوش کو نغمہ بنا کر مغنی کو ساقی اور ساقی کو مغنی بنا دیا ہے۔

نہ من بانجت خویشتم نے نظیری بامنست امشب ۷ یاقبال محبت شاہدے در نظر دارم

سحر منادیٔ بلبل بگلستاں در یاب ۱/۶۲ صلائے صحبتِ گل میزند زماں دریاب

ہر آں دقیقہ کہ دریافتی زعمر از تست ۲ کہ می شود نفس رفتہ را ضماں دریاب

ترا فریضہ بود رفتنے بخانۂ دوست ۳ دروں اگرنہ گذارند آستاں دریاب

ہزار واقعہ با روزگارم افتادہ است ۴ بیک کرشمۂ لطفم اگر تواں دریاب

نظارۂ گل بہار از وداع یاد دہد ۵ ببیں بہار و معنیٔ خزاں دریاب

یاکیف آور نغموں کو شراب اور ساقی کو صدائے نوشا نوش کو نغمہ قرار دیکر مغنی کو ساقی اور ساقی کو مغنی کہا ہے

(۶) ترجمہ :۔ میں (آج رات) ولمیں اس کی وصل کی نبیاد ڈال رہا ہوں (اسلئے) اگر آج کی رات خود دوست (بھی) میرے خلوت خانہ میں آئے تو وہ (میرا) دشمن ہے (کیونکہ) اس کے آنے سے میرا شیرازہ خیال درہم برہم ہو جائیگا اس لئے جو کام دشمن کرتا وہ دوست سے ہو جائے گا۔

(۷) ترجمہ :۔ عشق و محبت خوش نصیبی سے شراب اور معشوق میری نظروں میں ہیں (خدا کا شکر ہے کہ) آج کی رات نہ میں اپنے بخت رسیاہ کے ساتھ ہوں اور نیز بخت نظیری میرے ساتھ ہے ورنہ یہ سعادت نصیب نہ ہوتی امشب ح :۔ شعر میں صنعت تجرید ہے۔

بحر :۔ مجتث مثمن مخبون مقصور مشعث

ارکان :۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلات دو بار

تقطیع :۔

سحر منا	دیٔ بلبل	بگلستان	دریاب	+	صلائے صح	بتِ گل می	زند زما	دریاب
مفاعلن	فعلاتن	مفاعلن	فعلات	+	مفاعلن	فعلاتن	مفاعلن	فعلات

(۱) تشریح :۔ منادیٔ ندا دینے والا "دریافتن" حاصل کرنا، غنیمت جاننا، خبر لینا، نہ کھونا، پانا، قبول کرنا۔ ترجمہ :۔ صبح کے وقت باغ میں بلبل کے منادی دکی دعوت کو) قبول کر لے (کہ) وہ گل کی ہم نشینی کی ندا دے رہا ہے وقت کو نہ کھو (یعنی صبح سویرے اٹھ اور جلوۂ دوست کا نظارہ کر)

(۲) تشریح :۔ دقیقہ منٹ "ضمان" مصدر بمعنی اسم فاعل ترجمہ :۔ عمر کا جو منٹ تو نے پا لیا (یعنی اس میں کام کر لیا) وہ تیرا ہے (ورنہ) جو وقت گذر گیا اس کا ضامن کون ہو سکتا ہے (کہ وہ واپس آجائیگا) یعنی گزشتہ عمر واپس نہیں آسکتی جتنی کچھ باقی ہے اس کو تو نہ کھونا چاہئے بس نہ چوک اور اسکو غنیمت جان۔

(۳) ترجمہ :۔ دوست کے گھر جانا تیرا فرض ہے (اس میں کوتاہی نہ کر) اندر اگر نہ آنے دیں تو آستانہ کو چھو (یعنی چوکھٹ پر بیٹھ جا) بہر حال دوست کے پاس جانا نہ چھوڑ دے۔

(۴) ترجمہ :۔ (جفا کار) زمانے کے ساتھ مجھے ہزاروں آفتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے (اے دوست!) لطف و کرم کی ایک ادا سے اگر ہو سکے (میری) خبر لے (یعنی زمانے کی جفا کاری کا شکار ہو چکا ہوں اب تو اپنے کرم سے نواز دے)

(۵) ترجمہ :۔ بہار کے پھولوں کا نظارہ فراق و جدائی کی یاد دلاتا ہے (اسکی دیا مادہ ہے) کی بہار کو دیکھ اور خزاں کے معنی سمجھ لے (یعنی دنیا چند روزہ ہے)

ہنوز بوئے دلے بر مشام مے آید ۶ دمے کہ آتشم افتد بخانماں دریاب

نہ پیالۂ بجور خاک کشتگاں ریزی ۷ مرا کہ سوختہ ام مغز استخواں دریاب

مباد زخم تو جز من بدیگرے آید ۸ گہے کہ تیر جفا مے کشی نشاں دریاب

بکش ہلال نظیری کہ جسم و جاں کاہست ۹ زلال جام کش و عمر جاوداں دریاب

سبزۂ عیش ز بوم و بر ہجراں مطلب ۱/۶۳ نے شکر حاصل مصرست ز کنعاں مطلب

رسن زلف پے حیلہ در آویختہ اند ۲ جز دلِ تشنہ ازاں چاہِ زنخداں مطلب

در دیار یکہ سجودِ خم ابرو رسمے ست ۳ غیر محراب کژ و قبلہ ویراں مطلب

(۶) ترجمہ :۔ ابھی تک (تو) دل (کے جلنے کی) بو (میرے) دماغ میں آ رہی ہے جس دم کہ میرے تمام گھر بار میں آگ لگ جائے (تب) خبر لینا۔

توضیح :۔ شعر سے دو مطلب نکلتے ہیں اول یہ کہ دوست سے طنزاً کہتا ہے کہ ابھی خبر لینے کی کیا ضرورت تھی ابھی تو صرف دل جل رہا ہے جب تمام خانۂ ہستی جل جائیگا جب خبر لینا۔ دوئم یہ کہ سوزشِ عشق کی تکمیل کی خواہش کرتا ہے کہ ابھی تو صرف دل جلا ہے جب تمام خانۂ ہستی جل جائے گا اس وقت دوست کی نظر کرم کا مستحق ہو سکتا ہوں۔

(۷) تشریح :۔ "پیالۂ" تلچھٹ "سوختہ ام" میں ہم "استخواں" کا مضاف الیہ ہے "خاک" قبر۔ ترجمہ :۔ (اے دوست!) جب تو (اپنے) شہیدانِ عشق کی قبر پر شراب کی تلچھٹ ڈالے تو (ذرا) میری خبر (بھی) لے لینا کہ (آتش عشق سے) میری ہڈیوں کا گودا تک جل گیا ہے۔

(۸) ترجمہ بقلب مصرعین :۔ جبکہ تو جفا کا تیر (مجھ پر) کھینچ رہا ہے تو نشانہ (ٹھیک) لگانا تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے سوا کسی اور کے زخم لگ جائے (اور میں محروم رہ جاؤں کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ تیرا تیر جفا میرے سوا کسی کے نہ لگے۔)

(۹) تشریح :۔ "جسم و جاں کاہ" اسم فاعل ترکیبی۔ ترجمہ :۔ اے نظیری (رنج دنیا) نہ اٹھا اسلئے کہ وہ جسم اور جان کو گھلانے والا ہے بلکہ جام معرفت کی نتھری ہوئی شراب پی اور زندگی دائم حاصل کرلے (یعنی مئے عشق حیات دائم عطا کرتی ہے)

*

بحر :۔ رمل مثمن مخبون محذوف

ارکان و تقطیع :۔ غزل ۱/۶۳

(۱) ترجمہ :۔ عیش و راحت کا سبزہ زار ہجر کی سر زمین سے طلب کر (کیونکہ) (اس میں تکالیف و صدمات کے خار زار کے سوا کچھ نہیں ہے) گنا مصر کی پیداوار ہے کنعان سے طلب نہ کر (یعنی عیش و راحت کی تمنا ہے تو وصل دوست کی تدبیر کر) مصر و کنعان سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی قصہ کی طرف بھی تلمیح ہے یعنی وصالِ دوست حاصل کرنیکے لئے ترک وطن ضروری ہے کہ یعقوبؑ کو بھی یوسفؑ کے حاصل کرنے کیلئے کنعان سے مصر جانا پڑا۔

(۲) تشریح :۔ "چاہ زنخداں" ٹھوڑی کے نیچے کا خوبصورت گڑھا۔ ترجمہ :۔ (ان معشوقوں نے) زلف کی رسی (محض) حیلہ (اور فریب) کے لئے (چاہ زنخداں کی طرف) لٹکا رکھی ہے (پس ان کے) چاہ ذقن سے سوائے پیاسے دل کے اور کسی چیز کی توقع نہ رکھو۔

(۳) تشریح :۔ "کژ" کج "محراب" مسجد کا وہ حصہ جہاں امام کھڑا ہوتا ہے ترجمہ :۔ (عشق کے) جن شہروں میں (معشوق کی) محراب ابرو میں سجدہ کرنے کی رسم ہے وہاں سوائے قبلہ سے پھری ہوئی محراب اور ویران کعبہ کے اور کسی چیز کی توقع نہ رکھ (یعنی جہاں شریعتِ عشق کا دور

فرض و سنت بتماشائے تو از یادم رفت ۴ پردہ برروئے فگن یا ز من ایماں مطلب

بعد ازاں کز چہ نسیاں بدرم آوردی ۵ بیش ازیں گم فگن و قیمتم ارزاں مطلب

مہر کین نیست کہ ہر جا طلبی یافت شود ۶ آنچہ ہرگز ندہد چرخ بدوراں مطلب

لخت دل قوت کن و شکرِ احباب مخواہ ۷ دود دل سرمہ کن و کحل صفاہاں مطلب

آب حیواں زکف دُردکشاں مے جوشد ۸ گو بخضر دشت پیماں و بیاباں مطلب

ہمہ از کاہش عشاق بخویش افزایند ۹ قیمت یاری ازیں مہر فروشاں مطلب

دورہ ہے وہاں شریعتِ ظاہر بے کسی کی حالت میں ہے)

(۴) تشریح :- "از یاد رفتن" بھولجانا۔ ترجمہ :- اے دوست! تیرے زیارتِ جمال کی وجہ سے فرض و سنت میرے دھیان سے نکل گئے (ا
میں میری کیا خطا!) مجھ سے ایمان کی توقع نہ رکھ یا پھر اپنے چہرہ پر پردہ ڈال (یعنی فرض و سنت کا بجا لانا تجھ سے غفلت کی علامت ہے اور جو تجھ
محو ہو چکا ہو اس سے ادائگی فرض و سنت کی توقع نہیں رکھی جا سکتی۔

(۵) تشریح :- "بدرم" اور "گم" میں میم ضمیر مفعولی ہے "نسیاں" غفلت۔ ترجمہ :- اس کے بعد کہ تو نے مجھے غفلت کے کنویں سے باہر نکال
لیا ہے (تو اب خواہ) مجھ کو بھیڑئے کے آگے ڈالدے (مگر) میری قیمت سستی اور کم نہ لینا یعنی یوسف کے بھائیوں کی طرح مجھے چند کھوٹی کوڑیوں کے
بدلے نہ دے ڈالنا۔ شعر میں یوسف علیہ السلام کے قصہ کی طرف تلمیح ہے۔

(۶) ترجمہ :- محبت کینہ وری نہیں ہے کہ جہاں طلب کرو مل جائے (یعنی محبت نایاب شے ہے اور کینہ کی فراوانی ہے) جو چیز کہ قضا و قدر نے
زمانہ کے حوالہ (ہی) نہیں کی اس کو طلب (بھی) نہ کر (سعدی نے اسی مضمون کو اسطرح ادا کیا ہے ؎

یا وفا خود نبود در عالم ٭ یا مگر کس دریں زمانہ نکرد

(۷) تشریح :- "قوت کردن" غذا بنانا، بنا رکھنا "کحل صفاہاں" نام شہر جہاں کا سرمہ مشہور ہے۔ ترجمہ :- (اپنے) دل کے ٹکڑے کھا۔ اور دوستوں
کی شیرینی (یعنی حسن معاشرت کی) توقع نہ رکھ (اور) اپنے دل کے دھوئیں کو (جو آہوں کی) دھوئیں کو کاجل بنالے۔ اور اصفاہاں کا سرمہ نہ مانگ (یعنی غیر کا احسان
نہ اٹھا، مومن کہتے ہیں ؎ منت حضرت عیسیٰ نہ اٹھائیں گے کبھی ٭ زندگی کے لئے شرمندۂ احساں ہوں گے۔

(۸) ترجمہ :- آب حیات (میخانہ دوست کے) تلچھٹ پینے والوں کے ہاتھ سے جوش مار رہا ہے (پس) خضر سے کہدو کہ (اس کی طلب میں)
جنگلوں کو طے نہ کرے اور نہ بیابان نوردی کرے اگر حاصل کرنا ہے تو یہاں آئے)

(۹) تشریح :- "مہر فروش" محبت کی نمائش کرنیوالا "کاہش" گھٹانا، مصدر "افزائیدن"۔ ترجمہ :- یہ سب کے سب (اپنے)
عاشقوں کو گھٹا کر اپنے آپ کو بڑھاتے ہیں ان محبت کی نمائش کرنیوالوں سے دوستی کی (قدر و) قیمت طلب نہ کر (یعنی اس زمانہ میں
محبت کی قدر نہیں اس مضمون کو پہلے یوں ادا کیا ہے ؎

از کاہش جہاں بر قدر خود فزاید ٭ با ایں خسیس مردم یاری مگستر یارا۔

جلوہ از حوصلہ بیش است نظیری ہشدار ۱۰ کشتی نوح نشد ساختہ طوفاں مطلب

آنکہ شب داد توبہ ام زشراب ۱ امشبم باز دید مست و خراب

لب ساغر چناں زنم بوسہ ۲ کہ در آرم حریف را از خواب

مژہ کز راح آتشیں گیرم ۳ خاک را در دہاں بگردد آب

عضو عضوم پُر است از مستی ۴ کاہلی ہا ہمہ شدند شتاب

ظرف لبریز کردم از بادہ ۵ ہمچو ماہِ دو ہفتہ از مہتاب

راہِ مستی گرفتہ جانب دوست ۶ میروم تا برآرمش ز حجاب

محو ترمے شوم زخود ہر دم ۷ رفتم از دست مطربا دریاب

(۱۰) ترجمہ :- اے نظیری (محبوب حقیقی کا) جلوہ حوصلہ ہمت سے زیادہ ہے (ذرا) خبردار رہنا نوح کی کشتی (ابھی) نہیں بنائی گئی (اسلئے) اسکول کا طوفان نہ طلب
کر یعنی اگر جلوہ دوست کے طوفانی دریا میں شناوری کی خواہش ہے تو کشتی نوح سا وسیع اور محکم حوصلہ پیدا کر۔

بحر :- خفیف مسدس مخبون محذوف ارکان :- فاعلاتن مفاعلن فعلات دوبار

تقطیع :- آنکہ شب دا | د توب ام | زشراب + امشبم با | ز دید مس | ت خراب

فاعلاتن | مفاعلن | فعلات + فاعلاتن | مفاعلن | فعلات

(۱) تشریح :- "توبہ ام" اور "امشبم" میں میم ضمیر مفعولی ہے۔ ترجمہ :- جس شخص نے کل رات مجھکو شراب (نوشی) سے توبہ دلائی تھی آج رات
اس نے مجھکو پھر (شراب میں) مست اور بدحال دیکھا (یعنی ہم توبہ پر قائم نہیں رہ سکتے)

(۲) ترجمہ :- ساغر (شراب) کے لبوں کو میں اسطرح (زور زور) بوسے لیتا ہوں کہ ندیم یا رقیب کو نیند سے جگا دیتا ہوں۔

(۳) تشریح :- "راح" شراب "آتشیں" آتش رنگ، سرخ۔ ترجمہ :- میں آتش رنگ شراب کے جو مزے لیتا ہوں، انکی وجہ سے زمین کے منہ میں
(بھی) پانی بھر آتا ہے۔ اشارہ :- زمین کا چاروں طرف پانی ہے گویا زمین کے منہ میں پانی بھر آیا ہے۔ جس طرح دوسرے کو کھاتے پیتے دیکھ کر حریص
شخص کے منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ راح کے معنی ہوا کے بھی ہیں۔ اس طرح عناصر اربعہ کے نام بھی شعر میں جمع کر دیئے ہیں۔

(۴) ترجمہ :- میرا ہر عضو مستی و بیخودی سے پُر ہے اور تمام سستیاں (مبدل بہ) چستی ہوگئیں (یعنی خاک کی کاہلی زائل ہو کر بدن میں چستی پیدا ہوگئی۔

(۵) ترجمہ :- میں نے شراب سے پیالہ کو ایسا پر کر لیا ہے جیسا کہ چودہویں کا چاند چاندنی سے (پر) ہوتا ہے)

(۶) ترجمہ :- مستی و بیخودی کی راہ اختیار کر کے میں دوست کی جانب جا رہا ہوں تاکہ اسکو پردہ و حجاب سے نکال لاؤں (غالب نے کہا)

؎ ہم سے کھل جاؤ بوقت مے پرستی ایکدن ٭ ورنہ ہم چھیڑیں گے رکھکر عذر مستی ایک دن

(۷) ترجمہ :- میں (تیری نغمہ سنجی سے) ہر لحظہ زیادہ محو ہوا جاتا ہوں (پس) اے مطرب! میں ہاتھ سے چلا (مجھے) تھامنا، سنبھالنا

توتم نیست پست کن پردہ ۸ طاقتم نیست گوش چنگ متاب
برنظیری مگر ببخشائند ۹ بجزع وا نشود ایں باب

چوں غنچہ دل ہبند وچو بو بر ہوا متاب ۱ برگل سوار باش وعنان از صبا متاب
آمیزش از صلاح دو یکدل بہم رسد ۲ جائے کہ تار مار مثل شد دو تا متاب
شوقے اگر نجات زخود بینیت دہد ۳ بگریز و رخ ز آئینہ ہم بر قفا متاب

کیا خوب کہا ہے ؎ کیفیتِ چشم اس کی مجھے یاد ہے سودا ٭ ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا میں

(۸) ترجمہ :- (اے مطرب!) مجھے سہارا نہیں ہے پردۂ (نغمہ) کو پست کر مجھ میں طاقت (برداشت) نہیں ہے ستارنگی کی گوشمالی نہ کر (یعنی اس کے لٹو کو نہ گھما اس لئے کہ نغمہ اور تیز ہو جائے گا)

(۹) ترجمہ :- نظیری (کے حال) پر شاید (خود ہی) رحم و کرم کر دیں (ورنہ) رونے پیٹنے سے یہ دروازہ نہیں کھلتا ؎
عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال ٭ صد سال می تواں بتمنا گریستن - مگر ؎ ایں سعادت بزور بازو نیست ٭ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

بحر :- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور   ارکان :- مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات دوبار
تقطیع :- شل ۱ (الف) البتہ ہر دو مصرعہ کا رکن آخر فاعلات واتاب / فاعلات یا متاب مقصور ہے۔

(۱) ترجمہ :- کلی کی طرح (اپنے) دل کو نہ گھونٹ اور بو کی مانند ہوا پر (اکھڑا) نہ جا بلکہ بو کی مانند پھول پر سوار رہ اور باد صبا کی جانب سے باگ نہ موڑ (یعنی جس طرح غنچہ باد صبا کے ہاتھ سے پیراہن چاک کرکے پھول بن جاتا ہے اسی طرح تو اپنے جامہ کو چاک اور آلودگی سے پاک و صاف کر۔ غنچہ کی طرح دلگیر نہ رہ)

(۲) تشریح :- "آمیزش" حاصل مصدر از آمیختن بمعنی ملاپ۔ "تار مار مثل شدن" تار اور مار دونوں خطی اعتبار سے ہم شکل ہیں اور معنوی لحاظ سے بالکل متغائر اس لئے یہ مثل ان دو شخصوں کے لئے بولی جاتی ہے جو ظاہر میں متفق ہوں مگر دونوں کے دل جدا ہوں ایک نسخہ میں "تار مار مثل شد" کے بجائے تارِ میل نما شود ہے جس کے معنی بل دار دھاگے کے ہیں ترجمہ :- دو یکدل (ایک خیال) شخصوں کے بنھاؤ سے ملاپ حاصل ہو جاتا ہے اور جہاں تار مار کی مثل (صادق) ہو (یعنی ظاہر میں ایک ہوں اور دلوں میں فرق ہو) وہاں) دونوں کو باہم ملانے کی کوشش نہ کرو (یعنی ان کا مل بیٹھنا ناممکن ہے) یا جہاں بل دار دھاگا ہو اس کو دہرا نہ کرو کیونکہ ایسے تار پھر کھل جائیں گے۔

(۳) تشریح :- "رخ برقفا تافتن" پلٹ کر دیکھنا۔ "قفا" پشت سر۔ "از آئینہ" میں از بیان اضافت کیلئے ہے یعنی رخِ آئینہ
ترجمہ :- اگر تجھکو ذوق (عشق) خود بینی سے نجات دیدے تو پھر اسباب خود بینی سے (یہاں تک) بھاگ کہ آئینہ کا رخ (بھی) پلٹ کر نہ دیکھ
توضیح :- یعنی آئینہ گو مذموم خود بینی کے اسباب میں سے نہیں ہے مگر اس سے بھی پرہیز کرنا لازم ہے قاعدہ ہے کہ آئینہ دیکھ کر الٹا رکھ دیتے ہیں تاکہ گرد و غبار سے محفوظ رہے سیدھا کرکے کو "رخ برقفا تافتن" سے تعبیر کیا ہے۔

درسفرہ ہیچ نیست سوال از برون چرا ۴ قفل کشودہ بر درِ گنج عطا متاب
شغل توام زگوشۂ خاطر نمے رود ۵ گوشم چو طفل از پئے ہر مدعا متاب
بر صفحہ نقشہا ہمہ زیبا کشیدہ اند ۶ بر قع بدست کوتہ چون و چرا متاب
ہرگز خضر بہ تشنہ زلالِ بقا نداد ۷ مس برامیدواری ایں کیمیا متاب
آہے زدیم و پیرہن پارہ سوختیم ۸ گو ہمنشیں فتیلہ پئے داغِ ما متاب
چشم از امیدواریِ دیدار روشن است ۹ گو روشنیِ مہر و مہم بر سرا متاب
معشوق ساقی ست مزن بر پیالہ دست ۱۰ یوسف نمودہ رخ بصر از توتیا متاب
افسونِ لب بکار نظیری کفایت است ۱۱ نعلش در آتش از پئے مہر و وفا متاب

(۴) ترجمہ :- (اے خدا ہمارے) دسترخوان (دستی) پر کچھ (بھی) نہیں ہے پھر باہر سے ہم پر سوال کیوں ہو رہے ہیں (کہ سرمایہ عمل لاؤ بس ہماری التجا یہ ہے کہ اپنے) عطا کے خزانہ پر کھلے کھلائے قفل کو نہ لگا (یعنی تیرا در عطا اپنے کرم سے ہمیں بھی بخشدے) بعض شارحین نے "درسفرہ ہیچ نیست" کو استفہام انکاری قرار دیکر یہ ترجمہ کیا ہے کہ کیا دسترخوان پر کچھ نہیں ہے؟ (یعنی سب کچھ ہے) پھر تو ناشکری کر کے) باہر سے کیوں سوال کرتا ہے خدا کی عطا کے خزانہ کے کھلے ہوئے قفل کو نہ بند کر (یعنی اگر تو ناشکری کریگا تو در عطا بند ہو جائیگا) مگر حرف استفہام کی تقدیر سے اس مقام پر ذوق انکار کرتا ہے بلکہ دوسری توجیہ یہ کیجائے تو مناسب ہے کہ اے طالب دنیا خوان دنیا میں کچھ نہیں پھر باہر کھڑا کیا مانگ رہا ہے خدا کے خزانۂ عطا کے کھلے ہوئے تالے کو بند نہ کر (یعنی تو دنیا طلبی میں منہمک ہو کر حسب فرمان خداوندی فَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ۔ اخروی نعمتوں سے محروم رہ جائیگا

(۵) تشریح :- "توام" میں ہمزہ "خاطر" کا مضاف الیہ ہے ترجمہ :- (اے محبوب!) تیرا دھیان میرے گوشہ دل سے نہیں نکلتا (اس لئے میں سب چیزوں سے غافل ہوں لہٰذا) بچہ کی طرح ہر بات پر میری گوشمالی نہ کر (یعنی ہماری محویت عبادات کے ترک کی وجہ بنی ہے پس ایسی بچوں کی سی باتوں پر

(۶) تشریح :- "چون و چرا" مراد اعتراضات ترجمہ :- (مصورِ قدرت نے عالم کے) صفحہ پر تمام تصویریں موزوں بنائی ہیں (بس چہرۂ حقائق کے) نقاب کو اعتراضات کے کوتاہ ہاتھ سے نہ الٹ (یعنی احکام قضا پر اعتراض مناسب نہیں)

(۷) تشریح :- "زلال" صاف و شیریں پانی۔ ترجمہ :- خضر نے پیاسے کو ہرگز آب حیات نہیں دیا (پس) اس کیمیا کی امید پر تو اپنے دل کے تانبے کو نہ تپا (یعنی یہ سعادت کسی دوسرے کے وسیلہ سے حاصل نہیں ہوتی ع کہ خضر آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را۔ بلکہ خود اپنی کوشش اور ادھر کی عطا پر موقوف ہے

(۸) تشریح :- "فتیلہ" بتی "تافتن" بٹنا بل دینا۔ ترجمہ بقلب مصرعین :- (ہمارے) ہمنشیں سے کہدو کہ تو ہمارے داغ کے واسطے بتی نہ بٹ (اس لئے کہ) ہم نے ایک آہ (آتشیں) کھینچی اور (اپنا) بوسیدہ لباس (یعنی) جلا ڈالا۔ توضیح :- داغ و زخم کے لئے روئی کی بتی بنا کر لگاتے ہیں مگر ہم اس کے محتاج نہیں کہ ہمنشیں کا احسان سر لیں ہم نے خود اپنا پیراہن جلا کر اس کی راکھ زخموں پر لگائی ہے یعنی اپنا علاج خود کیا ہے غیر کا احسان نہیں اٹھایا۔

(۹) تشریح :- "مہم" میں ہم "سرا" کا مضاف الیہ ہے ترجمہ :- دیدار (دوست) کی امید (ہی) سے (میری) آنکھیں روشن ہیں کہدو کہ چاند اور سورج کی روشنی میرے گھر پر نہ چمکے (یعنی مجھے ضرورت نہیں ہے جبکہ محبوب کے دیدار کی امید اسقدر نور بخش ہے تو خود دیدار کا نور کسقدر ہوگا)

(۱۰) تشریح :- "بہر چیزے دست زدن" ارادہ کرنا ترجمہ :- ساقی (خود) معشوق ہے اس لئے جام (شراب) کو ہاتھ نہ لگا (یعنی شراب کو روک کر) دیکھ لے چاند یوسف نے چہرہ کھول لیا

می باش و از مزاج حریفاں نشاں طلب ۱/۲۷ باطبع ہر کہ راست نیاید گراں طلب
چوں رہ بری بصحبتِ نیکاں گراں مباش ۲ جائیت اگر بصدر دہند آستاں طلب
مہمانِ کنج باش و قناعت بخاک کن ۳ ہمسایۂ ہمائے شو و استخواں طلب
مجموعۂ ایست عالم ازو انتخاب کن ۴ مغلوبۂ ایست و ہر در و مہرباں طلب
در طبع دوستاں ز حسد راستی نماند ۵ انصاف اگر طلب کنی از دشمناں طلب
از حلقہائے زلف طلسمے بچنگ آر ۶ و ز شغل آں ز وسوسۂ دل اماں طلب

ہے ہرزہ دیدن سے آنکھ پھیر (بلکہ جبتک دیکھا جائے اس کو دیکھنا)

(۱) تشریح:- نعل در آتش انداختن یا نافتن بمعنی مضطرب کرنا جس کی اصل یہ ہے کہ کسی گم گشتہ کی واپسی کیواسطے نعل پر کچھ افسوں دم کر کے آگ میں ڈالدیتے ہیں جس کے اثر سے وہ مضطرب ہو کر چلا آتا ہے۔ ترجمہ:- (اے دوست تیرے) لبوں کا افسوں ہی نظیری کے حق میں کافی ہے۔ اسکی محبت اور وفاداری کے امتحان کے واسطے نعل کو آگ میں نہ ڈال یعنی ایک لفظ زبان سے کہدے اور نظیری کی جان نثاری کا نظارہ کرلے)

بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف ارکان و تقطیع:- مثل ۱/۲

(۱) تشریح:- مے باش امر حاضر از مزاج گراں کنایہ حریف ہم مشرب مطابق راست آمدن ساز گار ہونا ترجمہ:- ٹھہرا رہ اور ہم مشربوں کے مزاج کی جانچ کرتا رہ جس کی طبیعت کے ساتھ نبھاؤ نہ ہو اس سے علیحدگی اختیار کر لے۔

(۲) تشریح:- گراں شدن باعث گرانی ہونا ترجمہ:- اگر تو نیک لوگوں کی مجلس میں پہنچ جائے تو ان کیلئے باعث گرانی و ناگواری نہ بن (بلکہ فروتنی اختیار کر تاکہ) اگر تجھکو صدر مقام پر بٹھائیں تو تو آستانہ کا خواستگار بن (یعنی) جوتے کی جگہ بیٹھنا طلب کر

(۳) ترجمہ:- گوشہ تنہائی کا مہمان بنا رہ اور خاک پر (یعنی ادنیٰ چیز پر) قناعت کر لے ہما کا ہمسایہ بن تاکہ دوسروں کو تجھ سے فیض ہو سکے اور اپنی خوراک کیلئے مثل ہما ہڈی کی خواہش کر (یعنی اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈال بلکہ دوسروں کی حاجت روائی کر اور خود ہڈی پر قناعت کر)

(۴) ترجمہ:- عالم (ظاہر یا باطن کا) ایک مجموعہ ہے اس سے (اچھا اچھا) چھانٹ لے اور یہ انقلاب و زیر و بم کی جگہ ہے اس میں مہرباں کی تلاش کر (مگر مہرباں ملنا مشکل ہے)

(۵) ترجمہ:- دوستوں کے مزاج میں حسد اور جلن کی وجہ سے سچائی کا مادہ (ہی) باقی نہیں رہا (بس اب) اگر تجھکو انصاف کی خواہش ہے تو دشمنوں سے طلب کر (یعنی اس زمانے میں دوست سے دشمن اچھے ہیں کہ بات تو صاف کہتے ہیں برخلاف دوستوں کے کہ زبان سے کچھ کہتے ہیں اور دل میں کچھ ہوتا ہے)

(۶) تشریح:- طلسم جادو، پیچ نقش "بچنگ آوردن" حاصل کرنا ترجمہ:- دوست کی زلف کے حلقوں میں سے ایک پیچ نقش حاصل کر اور اس کے شغل میں لگ کر دلی وسوسوں سے نجات پالے (صوفیا کی اصطلاح میں زلف عالم ظاہری سے کنایہ ہوتا ہے یعنی ان مظاہر عالم میں جلوۂ دوست کا مشاہدہ کر اور نفس کے وسوسوں سے نجات حاصل کر)

دست کسے بدامن محمل نمے رسد ۷ کورانہ بر صدائے جرس کارواں طلب
ہرگاہ یوسفے ز تو در راہ ماندہ است ۸ شیون کن و ز گم شدہ خود نشاں طلب
ننگ است در طریق کریماں معاملت ۹ جاں از نظیری ار طلبی رائگاں طلب

عشق دہد بادلِ شوریدہ تاب ۱/۲۹ پرورشِ ذرہ کند آفتاب
کم نشود سوزِ دل از سیلِ اشک ۲ آتش سودا نہ نشیند بآب
آہ کہ عاشق کشد از خامی ست ۳ دود کند دل چو نباشد کباب
با سخنِ تلخ تبسم خوش است ۴ نشہ دہد شہد چو گردد شراب
دیر رود جاں کہ توئی در دلم ۵ شعلہ کند بر سر شمع اضطراب

(۷) تشریح:- "کورانہ" اندھا دھند "جرس" قافلہ کا گھنٹہ "محمل" عماری ترجمہ:- کسی کا ہاتھ بھی محمل (دوست) کے دامن تک نہیں پہونچ سکتا (اسلئے تجھے جستجو جاری رکھنا ہے تو) آنکھ بند کر کے گھنٹے کی آواز پر قافلہ کو تلاش کرتا رہ۔ کسے چہ خوش گفتہ

دست از طلب ندارم تا کام من برآید ٭ یا جاں رسد بجاناں یا جاں ز تن برآید

(۸) ترجمہ:- جب کہ ایک یوسف تجھ سے راستہ میں گم ہو گیا ہے (تو بے صبر و سکون کیوں ہے؟) فریاد و فغاں کر اور اپنے کھوئے ہوئے (محبوب) کا پتہ چلا (یعنی دوست حقیقی، تعلقات دنیوی میں پھنس جانے کی وجہ سے تیری نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے۔ غفلت کا پردہ آنکھوں سے ہٹا کر اس کی تلاش کرنی چاہئے۔ مل جائے گا۔

(۹) ترجمہ:- کریم اور سخی لوگوں کے مذہب میں معاملہ (داد و ستد) کرنا عار و شرم کی بات ہے (اے دوست) نظیری سے اگر جان لینی ہے تو مفت لے لے (میں جان کے عوض کسی جزا کا خواہاں نہیں ہوں) کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی ٭ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

بحر:- سریع مسدس مطوی موقوف ارکان:- مفتعلن مفتعلن فاعلات دو بار

تقطیع:-
عشق دہد | بادلِ شو | ریدہ تاب | پرورشے | ذرّہ کند | آفتاب
مفتعلن | مفتعلن | فاعلات | مفتعلن | مفتعلن | فاعلات

(۱) ترجمہ:- عشق (ہمارے) دل پریشان کو نور عطا کر رہا ہے (گویا) آفتاب ذرہ کی پرورش کر رہا ہے۔

(۲) دل کی جلن آنسوؤں کے سیلاب سے کم نہیں ہو سکتی (اسلئے کہ) جنونِ (عشق) کی آگ پانی سے نہیں بجھا کرتی۔

(۳) ترجمہ:- وہ آہ جو عاشق کھینچتا ہے خامی (عشق) کی وجہ سے ہے (کیونکہ) دل (ایسی حالت میں) دھواں دیتا ہے جبکہ جگر کباب نہ ہو گیا ہو۔

(۴) تشریح:- "سخن تلخ" عتاب آمیز کلام۔ کا لیا ترجمہ:- (اے دوست) عتاب آمیز باتوں کے ساتھ ساتھ مسکرانے رہنا بہت اچھا ہے (کیونکہ شہد جب شراب بنجائے تب نشہ اور مستی پیدا کرتا ہے (تبسم کو شہد سے اور سخن تلخ کو شراب سے تشبیہ دی ہے)

در شبِ ہجراں نبود روشنی ۶ گرچہ بود تا بسحر ماہتاب
دیدہ نظیری نشناسد رخش ۷ بسکہ گدازد نگہم از حجاب

ردیف التاء

ابرے بنظر آمد و برقے زمیاں جست ۶۹/۱ صد فتنہ بہر مرحلہ از خواب گراں جست
انگیخت ازاں ظلمت و دیر تو دل و جانے ۲ و زپردہ بروں آمد و در خانۂ جاں جست
آسودہ ز آفات بہم ساختہ بودیم ۳ ناگاہ خطائے شد و تیرے ز کماں جست

(۵) ترجمہ:۔ میری جان دیرین نکلے گی اسلئے کہ میرے دل میں (ایک شعلہ سا) تو ہے (قلب المومن عرش الرحمٰن) (جیسے کہ) شعلہ (ہوا کے صدمات سے) شمع کے سر پر حرکت کرتا رہتا ہے (مگر جبتک روغن اور بتی موجود ہے بجھتا نہیں)

(۶) ترجمہ:۔ ہجر کی رات میں روشنی نہیں ہو سکتی اگرچہ چاند صبح تک (نکلا) رہے

(۷) ترجمہ:۔ اے نظیری (میری) آنکھ اس (معشوق) کے چہرہ کو نہیں پہچان سکتی (کیونکہ) میری نگاہ تو (جلوہ) نقاب سے (ہی) پگھل جاتی ہے
توضیح:۔ مظاہرِ عالم چہرۂ قدیم کے لئے بمنزلہ حجاب ہیں پس جب عالم ظاہر جو چہرۂ حقیقت کے لئے نقاب ہے اسی کی جلوہ سامانی آنکھوں کو خیرہ کئے دیتی ہے تو ذاتِ قدیم کے جلوہ کی تاب کیسے ہو سکتی ہے یا مراد یہ ہے کہ حجاب دوری کی وجہ سے روتے روتے میری آنکھیں جاتی رہیں تو اب چہرہ کو کیسے پہچان سکتی ہیں۔

بحر:۔ ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور ارکان:۔ مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل دوبار

تقطیع:۔

ابرے ب	نظر آمَ	دُ برقے ز	میاں جست	صد فتنَ	بہر مرحَ	لَ از خواب	گراں جست
مفعول	مفاعیل	مفاعیل	مفاعیل +	مفعول	مفاعیل	مفاعیل	مفاعیل

(۱) تشریح:۔ یہ غزل فلسفۂ آفرینش سے متعلق ہے "مرحلہ" پڑاؤ، منزل سفر۔ ترجمہ:۔ ایک (عدم کا) بادل نظر کے سامنے آیا اور ایک (وجود) کی بجلی اس میں سے کوند گئی (پھر کیا تھا سینکڑوں فتنے (سفر ہستی کے) ہر ہر پڑاؤ پر گہری نیند سے جاگ اٹھے (اور ساری آفتیں ہمارے وجود نے پیدا کر دیں) اسلئے غالب نے کہا ہے ع ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا تو کیا ہوتا۔

اشارہ:۔ عدم کو ابر سے اور "نورِ وجود" کو برق سے تشبیہ دی ہے۔

(۲) ترجمہ:۔ (قادر مطلق نے) اس تاریکی (عدم) اور نور (وجود) سے دل یا بدن اور روح جانکڑے کئے اور (وجود) پردہ سے باہر آیا اور روح کے خانہ میں داخل ہو گیا (یعنی روح اسی کا فیض ہے اور دلِ مومن اسی کا مسکن)

(۳) تشریح:۔ "بہم ساختن" آپس میں نبھاؤ رکھنا۔ ترجمہ:۔ (ہم تمام) آفتوں سے فارغ رہتے ہوئے آپس میں نبھاؤ رکھتے تھے (اور آرام سے جنت میں تھے لیکن) اچانک ایک غلطی ہو گئی (یعنی آدم نے دانۂ گندم کھا لیا) اور تیر کمان سے نکل گیا (یعنی حاملِ فطرت سے باہر ہو گیا جس کی

نشنید کس از کس سخنِ مہر و محبت ۴ شوقے بضمیر آمد و حرفے ز زباں جست
در مدعیاں غلغلہ افتاد از یں رشک ۵ منصف بمیاں آمد و منکر بکراں جست
ربطیست باو ہر سر اجزائے جہاں را ۶ زیں سلسلہ حاصل کہ بجائے نتواں جست
زیں بیش حکایت نتواں کرد نظیری ۷ از خویش ورق در کف و آتش ز بناں جست

گہ تجلی مانعست و گاہ ہجراں حائل ست ۱/۷۰ حیرت اندر حیرت و مشکل اندر مشکل ست

وجہ سے زمین پر اترنا پڑا۔

(۴) ترجمہ:۔ کسی نے (ابھی تک) کسی سے عشق و محبت کی بات نہ سنی تھی (ایک عالمِ سکوت تھا کہ یکایک) دل میں ایک شوق پیدا ہوا اور ایک حرف (بلیٰ) زبان سے نکل گیا۔ اشارہ "الست بربکم قالوا بلیٰ" کی طرف اشارہ ہے گویا بارِ عشق اور خلافت کی ذمہ داری قبول کرنے کا عہد تھا۔ جو ازل میں ارواح سے لیا گیا۔

(۵) ترجمہ:۔ (یہ سنتے ہی) دعویداروں میں ایک غل مچ گیا (یعنی فرشتے کہنے لگے "اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک") لیکن جو انصاف پسند تھا سامنے آیا اور آدم کو سجدہ کیا اور جو منکر (شیطان) تھا وہ کنارے ہٹ گیا (یعنی اس طرح حق و باطل کا فیصلہ ہو گیا)

(۶) ترجمہ:۔ اس سلسلہ جہاں کے تمام اجزا کو اس (قادر قیوم) کے ساتھ ایسا ربط و تعلق حاصل ہے جو کہیں ٹوٹ نہیں سکتا (یعنی سلسلۂ ہستی کو خدا کے ساتھ کامل ربط حاصل ہے)

(۷) تشریح:۔ "حکایت کردن" بیان کرنا، نقل کرنا۔ "بناں" سر انگشت انگلیوں کے پور۔
ترجمہ:۔ اے نظیری (اسرارِ حقیقت کا) اس سے زیادہ بیان نہیں کیا جا سکتا (اتنے بیان سے ہی) ہاتھ میں ورق جل گیا اور انگلیوں سے آگ نکلنے لگی۔ (اب خاموش ہو جانا بہتر ہے)

بحر:۔ رمل مثمن مقصور .... ارکان:۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات دوبار

تقطیع:۔

گہ تجلی	مانعَ سْتو	گاہ ہجرا	حائلَ ست	حیرت اندر	حیرت استو	مشکل اندر	مشکل ست
فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلات +	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلات

(۱) ترجمہ:۔ کبھی تجلی (دیدار سے) مانع (بنجاتی) ہے اور کبھی جدائی آڑے (آجاتی) ہے (پس) حیرانی در حیرانی اور دشواری در دشواری ہے (کیا تدبیر کروں) غالب کہتے ہیں ؎

دل کو نیاز حسرتِ دیدار کر چکے + دیکھا تو ہم میں طاقتِ دیدار بھی نہیں

بے نہایت از برِ ما بود تا مقصد مقام ۲ منزلِ کونین طے کردیم و آوّل منزل ست

زخم ما بیطالعاں پیدا و نہاں دست و تیغ ۳ نجیب مقتولے کہ چشمش بر جمالِ قاتل ست

از نم فیضے کہ با ایں تربتِ خاک آمیختند ۴ حاملانِ عرش را بارِ امانت در گل ست

عقدۂ ما را رسول و نامہ نتواں کشود ۵ بُعدِ ظاہر بین بچشم و دوری ما در دل ست

بام و در پُر جلوۂ حسن ست اہلِ حال را ۶ ہر کہ صورت دوست میدارد ز معنی غافل ست

سینہ را بخراش و در وے دانۂ اشکے فشاں ۷ اینکہ شوری خاک و ریزی تخم را بیجا حاصل ست

(۲) تشریح :۔ "بر" نزدیک "مقام" جگہ مراد فاصلہ۔ ترجمہ :۔ (راہ سلوک میں) ہمارے پاس سے (لیکر منزلِ) مقصود تک (کا) فا[صلہ]
بے انتہا تھا کہ دونوں عالم کی منزلیں ہم نے طے کرلیں اور (ابھی تک پہلی (ہی) منزل ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

اے برادر بے نہایت درگہیست ٭ ہرچہ بروے میرسی بروے مایست

(۳) تشریح :۔ "بےطالع" بدبخت "نجیب" خوب "مقتولے" جو خوش ست بخت مقتولے۔ ترجمہ :۔ ہم بدبختوں کا زخم (دل تو) ظاہر ہے اور قاتل [کا]
ہاتھ اور تلوار غائب (یعنی ہم قتل کے وقت بھی دوست کو نہ دیکھ سکے) کیا خوش قسمت ہے وہ مقتول جسکی نظر دم ازکم وقت قتل اپنے
قاتل کے حسن و جمال پر پڑ رہی ہے (ناسخ اسی کو فرماتے ہیں ؎ وقتِ مرگ بود دغایب از نگاہ بود ٭ یعنی دائم گر ایں فتنہ گر بود

(۴) تشریح :۔ "حاملان" جمع حامل اٹھانیوالا "بار در گل بودن یا افتادن" اٹھانے سے عاجز ہو جانا۔ ترجمہ :۔ اس فیض [کی]
تری کی وجہ سے جو (قضا و قدر نے آدم کی) اس مٹھی بھر خاک میں ملا دی ہے عرش اٹھانے والے فرشتے (بھی امانتِ خلافت) کا بوجھ
اٹھانے سے عاجز ہیں۔ آسماں بارِ امانت نتوانست کشید ٭ قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند۔ اشارہ :۔ آیت کریمہ :۔ انا عرضنا الامانۃ
علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنھا و اشفقن منھا وحملھا الانسان کی طرف تلمیح ہے۔

(۵) تشریح :۔ عقدہ گرہ "ظاہر بین" ظاہر پر نظر رکھنے والا اسم مجازی۔ ترجمہ :۔ ہماری گرہ (دل) کو قاصد اور خط نہیں کھ[ول]
سکتے (کیونکہ ظاہر بین شخص کی دوری تو آنکھ اور نگاہ کی (ہوتی) ہے اور ہماری دوری دل کی ہے (یہ خط و کتابت سے دور نہیں ہو[سکتی]
جس طرح کہ مکانی دوری کی تلافی نامہ و نامہ بر کر سکتے ہیں)

(۶) تشریح :۔ "حال" مشاہدہ کی کیفیت جو قائم نہ رہے "را" علامت اضافت "صورت" ظاہر "معنی" باطن۔
ترجمہ :۔ (کیفیت) حال رکھنے والوں کے (خانہ دل کا) در و بام حسنِ (دوست) کے جلوہ سے پُر ہوتا ہے (اور) جو شخص کہ ظاہر (کا)
کا دلدادہ ہوتا ہے وہ حقیقت سے غافل ہے۔

(۷) تشریح :۔ "خراشیدن" چھیلنا "شوریدن" زمین جوتنا، کریدنا۔
ترجمہ تقلب مصرعین :۔ (اے دہقان!) یہ جو تو زمین پر ہل چلا کر بیج ڈال رہا ہے۔ بے نتیجہ ہے (بلکہ اپنے) سینہ (کی زمین) [کو]
کھود اور اس میں آنسوؤں کے دانے بکھیر (پھر دیکھ ثمر و پھل ملتا ہے کہ نہیں)

از حدیثِ سود سودائے روم دیوانہ وار ۸ حرفِ لیلیٰ گوئے تا دانی کہ مجنوں عاقل ست

از کرم شاید درے بر روئے مسکیں وا کنند ۹ بیشتر شب ہا در ایں درگہ نظیری سائل ست

غیر من در پیش ایں پردہ سخن سازے ہست ۱ راز در دل نتواں داشت کہ غمازے ہست

زخم کاری ست صراحی و قدح برچینید ۲ نیم بسمل شدہ بر سر پروازے ہست

بلبلاں گل ز گلستاں بشبستاں آرید ۳ کہ دریں کنج قفس زمزمہ پردازے ہست

(۸) تشریح :۔ "سود" نفع "سودا" سامان خرید و فروخت۔ ترجمہ :۔ (اے زاہد!) اس نفع اور لین دین کی بات سے پاگلوں کی طرح بھاگتا
ہوں (یعنی عبادت کے بدلے جنت لینا سوداگر کا کام ہے ہمیں یہ کام نہیں آتا باقی ویسے میں پاگل نہیں ہوں (معشوقہ) لیلیٰ کی بات کر تاکہ تو جان لے
کہ (عاشقِ) مجنوں عقل و ہوش میں ہے (یعنی گو دنیا کے اعتبار سے دیوانے ہیں مگر "بکارِ خویش" ہوشیار ہیں۔

(۹) ترجمہ :۔ شاید کہ (اپنی) بخشش و کرم سے کوئی دروازہ (رحمت) اس مسکین کے سامنے کھول دیں (کیونکہ) اکثر (بیشتر) راتوں کو نظیری اس درگاہ
پر بھکاری بن کر آتا ہے۔

بحر :۔ رمل مثمن مخبون مقصور مشعث

ارکان :۔ فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتْ دو بار

تقطیع : مثل (الف) مگر ضرب و عروض [ہے ہست / فعلات] مسکن مقصور ہے

(۱) تشریح :۔ "سخن ساز" باتیں بنانیوالا چغلخور۔ لگائی بجھائی کرنیوالا "غماز" اشارے کرنیوالا، چغلخور۔ ترجمہ :۔ اس پردہ میں میرے
سوا ایک اور لگائی بجھائی کرنیوالا ہے (اس لئے عشق کے) بھید کو دل میں نہیں رکھا جا سکتا کیونکہ یہاں (بھی) چغلخور موجود ہے (یعنی جذبات شوق
یا خود محبوب حقیقی جو پردہ وجود میں پنہاں ہے راز عشق کو افشاء کر دیتا ہے۔

(۲) تشریح :۔ "برچیدن" اٹھا لینا اور "درچیدن" چننا، لگانا۔ "بر سر پرواز بودن" اڑنے کے لئے آمادہ ہونا۔ ترجمہ :۔ (میرا) زخم
(دل) کاری ہے صراحی اور پیالہ اٹھالو۔ (عیش و نشاط کا اب وقت نہیں کیونکہ) ایک نیم جان (طائر روح) اڑنے کو آمادہ ہے اب روح
پروانہ کیا چاہتی ہے "اب جام و مینا کا کیا کام" غالب اس کے برعکس کہتے ہیں ؎

گو ہاتھوں میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے ٭ رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

(۳) تشریح :۔ "شبستان" وہ گھر جس میں رات گذارتے ہیں "زمزمہ پرداز" اسم فاعل ترکیبی "نغمہ سنج" گانے والا۔
ترجمہ :۔ اے چمنِ حقیقت کی بلبلو! (اپنے) باغ سے پھول (ہمارے) گھر میں لے آؤ کیونکہ اس قفسِ (سینہ) کے گوشہ میں
(بھی) ایک بلبلِ نغمہ سنج ہے (تاکہ تمہارے طفیل میں ہمکو بھی دیدارِ دوست نصیب ہو جائے)

گوکہ این صف شکناں قصد ضعیفاں نکنند ۴ کہ دریں قافلہ گاہے قدر اندازے ہست
تو مپندار کہ این قصہ بخود میگویم! ۵ گوش نزدیک لبم آر کہ آوازے ہست
عشق بازیم بمعشوق مزاجی انداخت ۶ کز نیازیم کہ با اوست بخود نازے ہست
دی نظیری نرسیدہ است کہ امروز رود ۷ صحبتے را بود انجام کہ آغازے ہست

رہ حریف گرفتم کہ شیشہ یار من است ۱ خرد پیادہ شد از من کہ مے سوار من است
جراحتم ہمہ راحت شد از سعادت عشق ۲ گلے کہ در رہ من بشگفد ز خار من است

(۴) تشریح:۔ صف شکن "ترتیب صف توڑ دینے والا بہادر مراد عشق "قدر انداز" ایسا نشانہ باز جس کا تیر خطا نہ جائے مراد دل "قافلگاہ" قافلے کے ٹھہرنے کا مقام۔ ترجمہ:۔ (دیکار کر) کہہ دو کہ یہ صف (عشاق) توڑ دینے والے (معشوق ہم) ضعیفوں کی تباہی) کا ارادہ نہ کریں اس لئے کہ (ہم ضعیفوں کے) قافلہ گاہ میں بھی ایک سچے نشانہ والا تیر انداز ہے (یعنی ہمارا جذبۂ عشق انکو پکڑ نہ جانے دیگا)۔

(۵) ترجمہ:۔ تو (یہ) نہ سمجھ کہ یہ قصہ (عشق) میں اپنی طرف سے کہہ رہا ہوں (اور اس میں واقعیت نہیں ہے بلکہ) کان میرے لبوں کے پاس لا کہ (دل سے) آواز آرہی ہے (پس میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ اپنی طرف سے نہیں ہے بلکہ کوئی کہلوا رہا ہے)۔

(۶) تشریح:۔ عشق بازیم "میں یائے مصدری اور میم مفعولی" نیازیم "میں یائے توصیفی اور میم بمعنی مرا۔ ترجمہ:۔ مجھکو عاشقی نے معشوق مزاج بنا دیا کیونکہ اپنی نیازمندی پر جو میں دوست کے ساتھ کر رہا ہوں مجھے ناز ہے (یعنی دوست اگر حسن میں بے مثال ہے تو میں عشق میں بے مثال ہوں)

(۷) ترجمہ:۔ کل (گذشتہ) نظیری (محفل یار میں) نہیں پہنچا (ہی) نہیں کہ آج (وہاں سے) چلا جائے (کیونکہ) انتہا (تو) اسی ملاقات کی ہوتی ہے جس کی ابتدا بھی) ہو (یہاں ملاقات کی ابتدا ہی نہیں ہوئی تو انتہا کیسے ہو جائے)

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون مقصور...... ارکان:۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلات دوبار

تقطیع:۔ مثل ۳ (الف) مگر عروض و ضرب من است / فعلات مخبون مقصور ہے

(۱) تشریح:۔ "راہ گرفتن" راستہ بند کر دینا "حریف" ہم پیشہ، مقابل، دشمن "پیادہ شدن" سواری سے اتر جانا۔
ترجمہ:۔ میں نے (آج) دشمن (عقل) کا راستہ روک لیا کیونکہ (شراب کی) بوتل میری یار و مددگار ہے عقل میرے دماغ سے اتر گئی کیونکہ (مستی) شراب مجھ پر سوار ہے۔ خلاصہ:۔ یعنی شراب پی کر ہم مست و بیخود ہو گئے ہیں۔ خیام کا قول بھی ملاحظہ ہو۔ رباعی:۔

مے گرچہ حرام ست مراش مے نوش + با نغمہ و چنگ صبح و شامش مے نوش
جامے زمے لعل گرت دست دہد + یک قطرہ مکن تمامش مے نوش

(۲) ترجمہ:۔ عشق کی برکت سے میرے سب غم (میرے لئے) راحت بن گئے (چنانچہ راحت و سکون کا) جو پھول (بھی) میرے راستہ میں کھلتا ہے وہ میرے خار (رنج) سے (پیدا ہوتا) ہے (یعنی عشق میں تکلیفیں راحتوں سے بدل گئی ہیں) (ع) مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں۔

اگر درستیٔ درکار جام و مینا ہست ۳ شکستہ لبتہ از عہد استوار من است
صبا بطرف چمن خواند ابر بر لب کشت ۴ بہر دو گام حریفے در انتظار من است
شراب و حور میسر نگشت و توبہ گری ست ۵ شفیع جرم خوشیہائے روزگار من است
شبے کہ با تو قدح نوشم و لبے بگزم ۶ کنند فرشتہ سجودم کہ کار کار من است
گلم بآتش دل آب کم خورد ہمہ عمر ۷ شگفتہ روئی جاوید با بہار من است
لبسوز و ساز حریفیم باہ و نالہ حریص ۸ غم ست دارو و دردے کہ سازگار من است

(۳) تشریح:۔ "شکستہ لبتہ" وہ ٹوٹی ہوئی چیز جو جوڑ دی گئی ہو "درستی" پختگی۔ ترجمہ:۔ اگر صراحی اور ساغر کے معاملات میں کوئی درستی (اور پختگی) ہے تو وہ (میرے) ہی) پختہ پیمانِ (وفا) کی ایک جڑی ہوئی ٹوٹن ہے (تو جب اس جڑی ہوئی ٹوٹن کا یہ حال ہے کہ جام و مینا ہمیشہ ساتھ رہتے ہیں تو میرے پیمان وفا کی پختگی کا حال خود سمجھ لو۔

(۴) ترجمہ:۔ باد صبا (مجھے) چمن کی طرف بلاتی ہے اور بادل کھیت کے کنارے (اور) ہر دو قدم پر ایک دشمن میرے انتظار میں ہے۔
توضیح:۔ جبکہ باد صبا دل میں سیر چمن کا ولولہ پیدا کر رہی ہو اور بادل کو دیکھ کر کسان کھیتوں کی طرف دوڑ رہے ہوں تاکہ بونے جوتنے میں مصروف ہوں ایسے وقت میں کوئی شخص کام میں کاوٹ پیدا کر دے تو کس قدر ناگوار گذرتا ہے۔ ٹھیک اسیطرح نسیم لطفِ الٰہی سے چمن دل کھل رہا ہے اور باران فیض کو دیکھ کر دل کی اصلاح کا خیال ہے مگر ہر دو قدم پر ہوا و ہوس کے رہزن، رخنہ اندازی اور رہزنی کے لئے موجود ہیں۔

(۵) تشریح:۔ "توبہ گری" میں علامت فاعلیت اور یائے مصدری ہے اس شعر کی شرح میں مترجمین پریشان ہیں اور بات اتنی ہے کہ پہلا مصرعہ زاہد پر تعریض ہے جس سے بطور مفہوم مخالف اپنے لئے شراب نوشی کا اثبات ہے، اور دوسرا مصرعہ حسن معذرت ہے۔ ایک نسخہ "شکیب و توبہ کراست" بھی ہے اس صورت میں مطلب بلا تامل درست ہے یعنی جب شراب و حور میسر ہیں تو صبر و توبہ ممکن نہیں۔
ترجمہ:۔ (حضرت زاہد کو) شراب و حور میسر نہیں ہوئی تو توبہ گری اختیار کر لی ہے (مجھے میسر ہے میں توبہ کیوں کروں جبکہ میرے) جرم کی سفارشی (خود) میرے زمانہ کی مسرتیں ہیں یعنی مجھے یہ لذتیں میسر تھیں تو پھر کیسے بچتا۔ حکیم خیام نے یہی عذر عجیب انداز میں پیش کیا ہے۔ (رباعی)

یارب تو جمال ایں مہ مہر انگیز + آراستہ بسنبل عنبر بیز
پس حکم ہمی کنی کہ در وے منگر + ایں حکم چناں بود کہ کج دار و مریز

(۶) تشریح:۔ "کار کار من" میں لفظ کے تکرار اور اضافت سے تخصیص اور تعظیم کا فائدہ مقصود ہے۔ ترجمہ:۔ جس رات کو (اے محبوب!) میں تیرے ساتھ پیالۂ (شراب) پیتا ہوں اور (تیرے) لبوں کو بوسہ دیتا ہوں تو فرشتہ بھی مجھے سجدہ کرتا ہے اس لئے کہ در حقیقت کام یہی ہے جو میں کر رہا ہوں (یعنی بقول شخصے ع کام کرنے کا یہی ہے تمہیں کرنا یہی)

باضطراب دلا جاں سپار و حال مپرس ۹ کہ اختیار نظیری ہم اختیار من است

ذوقے بکمال ست وصالے بدوام است ۴/۱ امروز بما منزلت عشق تمام است

بر صوفی بے وجد وبال ست عبادت ۲ بر شیشہ کہ خالیست زمے سجدہ حرام است

دادیم بمعشوقہ و مے دنیا و دیں را ۳ بدنام شدن در دو جہاں غایت نام است

احیائے شب ما و صبوحے حریفاں ۴ مہتاب ہمہ روزن و صبح ہمہ بام است

(۷) ترجمہ: میری (دل کی) زمین کی آبیاری دل کی آگ (یعنی عشق) سے کیجاتی ہے (اسی لئے میری بہار کو دائمی شگفتگی حاصل ہے (یعنی میں سدا بہار ہوں، ہر حال میں خوش ہوں۔

(۸) تشریح: "حریف" ساتھی "زار و درد" میں یائے توصیفی مضاف کے بیان وصف کے لئے ہے ترجمہ: میں درد کی، جلن اور بیکلی کا ساتھی اور آہ و زاری کا مشتاق ہوں (اس لئے کہ میرے) درد عشق کی دوا جو مجھے موافق ہے وہ غم ہے (اسلئے بغیر آہ و نالہ کے مجھکو سکون نہیں ہوتا)

(۹) ترجمہ: اے دل تڑپ تڑپ کر جان دیدے اور حال نہ پوچھ اس لئے کہ نظیری کو بھی وہ بات منظور ہے جو تجھے منظور ہے (یعنی جب میں نے تڑپ تڑپ کر جان دیدینے پر رضامندی کا اظہار کر دیا ہے تو نظیری بھی اس کے خلاف نہیں کریگا۔

اشارہ: شعر میں صنعت تجرید ہے۔

بحر: ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور — ارکان و تقطیع: شکل ۶۹/۱ (ت)

(۱) تشریح: "ذوقے" اور "وصالے" میں یائے تنکیر تعظیم شان کے لئے ہے ترجمہ: (ہمکو) ایک کامل ذوق اور ایک دائمی وصال حاصل ہے آج ہمیں عشق کا درجہ ختم ہے (یعنی) اس سے آگے عشق کا اور کوئی مرتبہ نہیں) توضیح: سالک جب پوری طرح اپنی خودی کو فنا کرکے حقیقت میں جذب ہو جاتا ہے تو یہ آخری منزل ہوتی ہے)

(۲) ترجمہ: کیفیت وجد نہ رکھنے والے صوفی پر عبادت و بندگی (بھی) ایک وبال ہے (کہ جسکا کچھ حاصل نہیں) اس لئے کہ اس بوتل کو جو شراب سے خالی ہو سجدہ کرنا حرام ہے (یعنی شراب سے بھری ہوئی بوتل جھکائی جایا کرتی ہے، خالی بوتل نہیں جھکائی جاتی۔ بوتل کی اس حالت کو سجدہ سے تعبیر کیا ہے مراد یہ ہے کہ بے وجد صوفی خالی بوتل کی طرح ہے جسمیں صرف ہوا بھری ہوئی ہوتی ہے)

(۳) ترجمہ: معشوق اور شراب کے شغل میں ہم نے دنیا اور دین (دونوں) دے ڈالے (ہمارے لئے) بدنام (عشق) ہو جانا ہی دونوں جہاں میں انتہائی ناموری ہے۔

(۴) تشریح: "احیا" زندہ رکھنا "احیائے شب" شب زندہ داری رات بھر جاگنا "صبوحی" صبح کی شراب نوشی "مہتاب ہمہ روزن و صبح ہمہ بام بودن" باعث رونق عالم ہونا آشکار ہونا ترجمہ: ہمارا راتوں جاگنا اور یاروں کا شراب صبح پینا سب جھروکوں کی چاندنی اور سب اٹاریوں کی صبح ہے (یعنی ہمارا راتوں یاد دوست میں جاگنا اور صبح کو ہم مشربوں کے ساتھ شراب دیدینا ہی باعث رونق عالم ہے یا سب پر آشکارا ہے۔

جمعے کہ گرفتاری ایام شناسند ۵ چوں شپرہ از نور گریزند کہ دام است

می گریم و از گریہ چو طفلم خبرے نیست ۶ در دل ہوسے ہست ندانم کہ کدام است

ساقی غم دوراں مخور و رطل گراں دہ ۷ تا دست جہاں تا مے حسن تو بجام است

گوئید بزاہد بچہ عصمت نفروشد ۸ بوئے مے دوشینہ ہنوزم بمشام است

رنجور و الم دیدۂ پیری ست نظیری ۹ جام سحری چوں نخورد ماہ صیام ست

ہوا بدیہہ رسانست و باغ موزوں ست ۴/۱ بہر ترنم مرغے ہزار مضمون ست

زبان بلبل شوخ از سخن نمے افتد ۲ اگرچہ خوردۂ گل ہمچو دُرّ مکنون ست

(۵) ترجمہ: وہ لوگ جو زمانہ کی قید و بند کو پہچانتے ہیں وہ روشنی (اسباب دنیا) سے چمگادڑ کی طرح بھاگتے ہیں کیونکہ (یہ انکے واسطے) جال ہے

(۶) ترجمہ: میں رو رہا ہوں اور شیرخوار بچے کی طرح مجھے رونے کا سبب معلوم نہیں، دل میں ایک طلب ہے (لیکن) نہیں جانتا کہ وہ کون سی (چیز کی) ہے (یعنی) زبان بیان شوق سے عاجز ہے البتہ آنکھیں عرض حال کر رہی ہیں۔

(۷) تشریح: "رطل گراں" بھرا ہوا پیالہ ترجمہ: ساقی! زمانہ کا غم نہ کھا اور مجھے ایک بھرا ہوا پیمانہ دے تاکہ میں مست و بیخود ہو جاؤں کیونکہ جب تک تیرے حسن کی شراب جام (رخسار) میں ہے عالم شاد و خرم ہے پھر کس بات کی فکر ہے رطل گراں کیوں نہ پئیں۔

(۸) تشریح: "زاہد بچہ" تحقیراً استعمال کیا ہے "عصمت فروختن" پاکی جتلانا "ہنوزم" میں میم "مشام" کا مضاف الیہ ہے "مشام" دماغ، ناک۔ جمع مشم سونگھنے کا آلہ۔ ترجمہ: (اس) زاہد کے بچے سے کہدو کہ (زیادہ) پاکبازی نہ بگھارے کیونکہ کل رات کی شراب کی بو (ابھی تک) میری ناک میں آرہی ہے (یعنی پیتے ہم بھی ہیں اور یہ بھی فرق اتنا ہے کہ یہ چھپ کر پیتا ہے اور ہم برملا)

(۹) ترجمہ: نظیری بیمار (اور) بڑھاپے کا رنج دیکھے ہوئے ہے پھر پیالہ (شراب) سحری کیوں نہ پئے (جبکہ) روزوں کا مہینہ (آگیا) ہے

اشارہ: "سحری" یہاں دو معنی ہیں شراب صبح اور وہ طعام جو روزہ دار آخر شب میں کھاتے ہیں اس لئے اس لفظ سے ایہام پیدا ہو گیا ہے پھر جام سحری پینے کا عذر کتنا بہتر پیش کیا ہے کہ بیماری اور بڑھاپا دونوں موجود ہیں جن کا علاج شراب کے سوا اور کچھ نہیں غالب کہتے ہیں ؎

جس پاس روزہ کھول کے کھانے کو کچھ نہ ہو + روزہ اگر نہ کھائے تو ناچار کیا کرے

بحر: مجتث مثمن مخبون محذوف۔ ارکان و تقطیع: شکل ۳۱/۱ (الف) مگر عروض و ضرب زدنست/فعلات اور موزونست/فعلات مشعث و مقصور ہے

(۱) تشریح: "بدیہہ" بغیر فکر کئے شعر کہنا "ترنم" نغمہ گانا ترجمہ: ہوا ہمارے دماغ میں بے سوچے مضمون پہونچانے والی ہے اور باغ (بھی) مناسب ہے بلبل کے ہر چہچہے پر ہزاروں مضمون (ہمارے ذہن میں آرہے) ہیں۔

(۲) تشریح: "از سخن نیفتادن" چپ نہ رہنا "خوردۂ گل" پھول کا زیرہ "دُرّ مکنون" سیپ میں چھپا ہوا موتی۔ ترجمہ بتقلیب مصرعین: اگرچہ پھول کا زیرہ ابھی (سیپ میں) چھپے ہوئے موتی کی طرح ہے (یعنی ابھی پھول کھلا نہیں) مگر بے باک بلبل کی زبان چپ نہیں رہتی (برابر چہچہا رہی ہے) پھول کھل جانے کے بعد اس کی نغمہ سرائی نہ معلوم کس حد تک پہونچے گی جبکہ ابھی سے یہ حال ہے)

بہوش زی کہ تو گر از بروں نے بینی ۳ دروں پردہ بہ بینند ہر چہ بیروں ست
اگر بلذت لطفِ نہاں رسی دانی ۴ کہ اندکی تو و زشتت چگونہ افزوں ست
بشورِ وادی و فریادِ سیل خوش داریم ۵ کہ زاہلِ سلسلۂ ماست ہر کہ مجنوں ست
ز روئے دوست ہویدا بود سعادت دوست ۶ نوشتہ اند بعنواں کہ خاتمت چوں ست
اگر کنارِ بیابانِ عشق دریابی ۷ زخون کشتہ بہ بینی ہزار جیحوں ست
نشانِ ذوقِ حقیقت بنازکاں ندہند ۸ چہ شد کہ فاختہ خوشگوئی و سرو موزوں ست

(۳) ترجمہ :- (ذرا) ہوش کے ساتھ زندگی بسر کر اس لئے کہ اگر تو باہر سے نہیں دیکھ سکتا ہے تو وہ پردے کے اندر (سے) جو کچھ باہر ہو رہا ہے اس کو دیکھ رہے ہیں (یعنی اپنے اعمال پر نظر رکھ کیونکہ اگر تو خدا کو نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے اعبد ربک کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنی عبادت کرتے ہوئے یہ سمجھ کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے کیونکہ اگر تو اس کو نہیں دیکھتا ہے تو وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔)

(۴) ترجمہ :- اگر تو (اس کے) کرم پوشیدہ کے مزے کو پائے گا تو جان جائیگا کہ تو حقیر ہے مگر تیری برائیاں کسقدر زیادہ ہیں (یعنی اپنے عیوب تجھپر واضح ہو جائینگے۔ زشت کے بجائے اگر لطفش نسخہ رکھا جائے تو معنی بے تکلف درست اور پاکیزہ نکلتے ہیں یعنی تجھپر یہ امر واضح ہو جائیگا کہ تو کم مقدار ہے مگر دوست کا لطف و کرم کس قدر زیادہ ہے)

(۵) ترجمہ :- ندی نالے کے شور اور سیلاب کی فریاد پر ہم خوش ہوتے ہیں اس لئے کہ جو کوئی بھی دیوانہ ہے وہ ہمارے ہی سلسلہ کا ہے (اور اپنے سلسلہ کی چیز دیکھنے سے طبعاً مسرت ہوتی ہے) اشارہ :- وادی میں پانی کی آواز کو شورِ عشق سے تعبیر کر کے اس کو اپنے سلسلہ کا ٹھہرایا ہے یہ محض حسن تعلیل ہے)

(۶) ترجمہ :- دوست کے چہرے سے (ہی) دوست کی نیک بختی ظاہر ہے (کتابِ حسن) کے سرنامہ پر ہی لکھدیا کہ (اس کا) اختتام کیسا ہے اس کے چہرہ سے اس کے بے انتہا حسن کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ہندی کی مثل ہے "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات"

(۷) تشریح :- "جیحوں" ایک دریا کا نام جو خراسان اور ماوراء النہر کے درمیان ہے۔
ترجمہ :- اگر تو عشق کے صحرا کے کنارے پر پہونچے گا تو دیکھے گا کہ (عشق کے) شہید ہوں کے خون سے ہزاروں دریا (بہ نکلے) ہیں۔ (یعنی صحرائے عشق میں عشاق کے خون کے دریا جاری ہیں۔

(۸) تشریح :- "نازکاں" مراد نازک مزاج اور تنگ حوصلہ لوگ۔
ترجمہ :- حقیقت کے ذوق کا نشان نازک مزاج لوگوں کو نہیں دیتے۔ کیا ہوا اگر قمری خوش آواز اور سرو موزوں (قد) والا (یعنی قمری سرو پر عاشق ہے مگر کم حوصلہ ہے) عشقِ حقیقی کا ذوق نہیں رکھتی یہ محض چند روز کا جوش و خروش ہے (جاتا رہے گا)

ہیچ کاسۂ چشمِ گدائے پُر نہ شود ۹ بجز کاسۂ آزادگاں کہ واژوں ست
چو نام توبہ گرفتم قدح بیاد آمد ۱۰ نوش بادہ نظیری کہ فال میموں ست
بے عشق عقل را ہنرے در دماغ نیست ۱ بد سوز داں فتیلہ کہ از شعلہ داغ نیست
ہرگز فرشتہ از سرِ بامش نمے رود ۲ آنجا کہ مرغ نامہ برے در سراغ نیست
طعنم بہ بے خودی چہ زنی محتسب برو ۳ مارا فراغت است ترا گر فراغ نیست
ما حالِ خویش بر پرِ عنقا نوشتہ ایم ۴ در بالِ ہدہد و پرِ منقارِ زاغ نیست

(۹) ترجمہ بقلب مصرعین :- (حریص) بھکاری کی آنکھ کسی پیالہ سے نہیں بھرتی مگر آزاد دروں کے پیالہ سے جو کہ الٹا (رکھا) ہے (یعنی قناعت سے پر ہو سکتی ہے سعدی کہتے ہیں ؎ آں شنیدی کہ در صحرائے غور ✽ بارِ سالارے بیفتاد از ستور
گفت چشمِ تنگ دنیادار را ✽ یا قناعت پر کند یا خاکِ گور

(۱۰) تشریح :- "میمون" اسم مفعول از یمن بمعنی مبارک۔ فال " شگون۔ ترجمہ :- جب میں نے (زبان سے) توبہ کا نام لیا تو پیالہ (شراب) یاد آ گیا (تو پھر) نظیری شراب پی ڈال کہ شگون مبارک ہے (یعنی شراب سے توبہ کرتے وقت شراب کا پیالہ یاد آ جاتا ہے۔ یہ یاد آ جانا نیک فال مبارک ہے جس کے بعد شراب پینا لازمی ہو جانا چاہیں توبہ کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔

بحر:- مضارع اخرب مکفوف مقصور ارکان و تقطیع (مثل ۱۲ والف) مگر عروض و ضرب باغ بنت (فاعلات) داغ بنت (فاعلات) مقصور ہے۔

(۱) تشریح :- "ہنر" کمال و خوبی۔ فتیلہ " بتی۔ ترجمہ :- (سوزِ) عشق کے بغیر دماغ میں عقل کی کوئی خوبی نہیں (دیکھتے نہیں ہو کہ) وہ بتی خراب جلتی ہے (جس میں) شعلہ کا داغ نہ ہو۔ اشارہ :- بتی پہلے پہل خراب جلتی ہے اور جب شعلے سے اس کے زائد ریشے جلجاتے ہیں تو اس کی لو ٹھیک ہو جاتی ہے شعر میں عقل کو فتیلہ سے اور عشق کو شعلے سے تشبیہ دی ہے یعنی عشق عقل کا مصلح ہے)

(۲) تشریح :- "بامش" کے شین ضمیر کا مرجع دوسرے مصرعہ میں لفظ "آں" ہے اور "آں" سے خانہ کی طرف اشارہ ہے مشار الیہ محذوف ہے "را" علامت اضافت۔ ترجمہ :- (سعادت کا) فرشتہ ہرگز اس گھر کے بام پر سے نہیں گذرتا جس کی تلاش میں کوئی نامہ بر طائر نہ ہو (یعنی سعادت والا گھر وہی ہے کہ جس کی تلاش میں نامہ بر رہتے ہوں اور وہ خانۂ محبوب ہے یا اس عاشق کا گھر ہے جس کو محبوب کے قاصد تلاش کرتے ہوں مقصد یہ ہے کہ عشق باعث سعادت ہے)

(۳) تشریح :- "محتسب" کوتوال اسم فاعل از احتساب بمعنی نگرانی کرنا "طعنم" میں میم ضمیر مفعولی ہے۔ ترجمہ :- اے محتسب تو مجھے مدہوشی پر کیا طعنہ دیتا ہے جا (اپنا کام کر) ہمکو (تو) فراغت ہے اگر تجھکو نہیں ہے (نہ ہو) یعنی کیوں شراب نوشی سے روکتا ہے یعنی دنیادار اگر دنیا کے جھگڑوں میں پھنسا ہوا ہے وہ اہل دل پر کیوں معترض ہوتا ہے

(۴) تشریح :- "ہدہد" نامہ طائر نامہ بر سلیمان علیہ السلام۔ "زاغ" نامہ بر نوح علیہ السلام۔ ترجمہ :- ہم نے اپنا حال عنقا کے

چوں جغد بر خرابیٔ خود فال میزنیم ۵ کیں نغمہ از ترانۂ مرغانِ باغ نیست
از خندہ ہائے تلخ صراحی بکار ما ۶ جز خونِ دل بگردشِ چشمِ ایاغ نیست
تلخ ست بے تو عمر نظیری چہ زندگی ست ۷ بیمار را کہ بر سر بالیں چراغ نیست

صافی نشوم از کون کہ در دُرد صفا نیست $\frac{76}{1}$ بر عرش زنم جوش کہ در خم کدہ جا نیست
ریزم ہمہ چوں سایہ کہ در خدمتِ خورشید ۲ صد گونہ سجود ست کہ در طاعتِ ما نیست

پر سوال پر لکھا ہے (یعنی ہمارا قاصد عنقا ہے) ہدہد کے بازو یا کوّے کی چونچ میں نہیں ہے (یعنی ہدہد و زاغ دونوں ہمارے قاصد بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ ہم نے ملک عدم سے پکڑ کر عنقا کو اپنا قاصد بنا لیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہم درجۂ فنا کو پہونچ چکے ہیں۔ اس لئے عنقا ہی ہمارا قاصد بن سکتا ہے۔ حضرت غالب عدم سے بھی آگے پہنچ گئے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

ہیں عدم سے بھی پرے ہوں ورنہ غافل بارہا ✤ میری آہِ آتشیں سے بالِ عنقا جل گیا

(۵) ترجمہ :- ہم الو کی طرح اپنی ویرانی و تباہی کی (خود ہی) فال نکالتے ہیں کیونکہ (ہمارا) یہ نغمہ (عشق) باغ کے پرندوں کے چہچہوں میں سے نہیں ہے (یعنی جنونِ عشق اختیار کر کے اپنی ویرانیٔ دل کا سبب ہم خود بن گئے ہیں)

(۶) تشریح :- خندہ تلخ سے مراد کی ہنسی صراحی کی آواز کو خندہ کہا ہے۔ ایاغ۔ پیالہ۔ جام۔ ترجمہ بقلب مصرعین :- چشمِ ساغر کے دَور میں صراحی کی غم آمیز ہنسی میں سے ہمارے حصہ میں یا ہمارے لئے کارآمد خونِ دل کے سوا (اور کچھ) نہیں (یعنی صراحی خندۂ تلخ کرتی ہے اور پیالہ میں خونِ دل (شراب) ڈالتی ہے مگر ہمارے حصہ میں خونِ دل تو آیا خندۂ تلخ تک میسر نہ ہوا۔ مراد یہ ہے کہ ان دونوں چیزوں میں سے ہمارے لئے کارآمد خونِ دل ہے)

(۷) ترجمہ :- اے محبوب! تیرے بغیر نظیری کی زندگی تلخ ہے (اس لئے کہ) اس بیمار کی بھی کیا زندگی ہے جس کے سرہانے چراغ (شمع) نہ ہو (یعنی) اے دوست تو ہی ہمارا شمع و چراغ ہے جب تو ہمارے پاس نہ ہو تو پھر ہماری زندگی کچھ نہیں) ؎

بے تو اے آرامِ جانم زندگانی چوں کنم ✤ چوں نہ باشی در کنارم شادمانی چوں کنم

بحر :- ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور
ارکان و تقطیع :- مثل $\frac{69}{1}$ دت)

(۱) ترجمہ :- (مجھے چاہئے کہ) میں دنیا کے تعلقات کی کدورت سے صاف ہو جاؤں کیونکہ (اس) تلچھٹ میں صفائی نہیں ہے اور جوش مار کر عرش پر پہونچ جاؤں کیونکہ اس میخانہ (دنیا) میں گنجائش نہیں ہے۔ توضیح :- یعنی ترکِ دنیا کر کے مجھے عرش تک رسائی حاصل کرنی چاہئے دنیا کی وسعت میرے لئے تنگ ہے اسی مضمون کو آگے چل کر یوں ادا کیا ہے ؎

شاہانہ فرشِ مسند کرسی نہادہ اند ✤ ایں طاقِ خراب چہ جائے نشستِ ماست

(۲) ترجمہ :- میرا پورا چہرہ سایہ کی طرح (سیاہ) ہے کیونکہ آفتاب (حقیقت) کی خدمت میں سینکڑوں قسم کے ایسے سجدے (کئے جانے کے قابل) ہیں جو ہماری عبادت میں (موجود) نہیں ہیں (اس شرمندگی کی وجہ سے ہم منہ دکھانے کے بھی قابل نہیں رہے)

لطفِ نظرِ سوختگاں تابشِ برق ست ۳ اینجا پرِ پروانہ طلب بالِ ہما نیست
چنداں کہ دراں جبہۂ خدنگ ست نصیب ست ۴ در ہمت ما جستن و در شست خطا نیست
بخرام بگلشن کہ پئے سیرِ صبوحی ۵ پیغامِ گلے نیست کہ با بادِ صبا نیست
توفیقِ نکوکاریٔ ما و تو عطائیست ۶ اخلاص بدینار و مروت بہا نیست
صد گونہ دوا در سرِ ہر شاخِ گیاہ است ۷ اما چو ترا درد نداد ند دوا نیست
گر کفر و ضلالت بود ار دیں و ہدایت ۸ خوش باش کہ کار ازلی جز بعطا نیست
با حکم قضا ساز کہ در دیر نظیری ۹ مقبولِ مغاں نیست نماز یکہ قضا نیست

(۳) ترجمہ :- دل جلے عاشقوں کی نظر کا لطف برق (تجلی) کی چمک سے ہے (پس) یہاں (مقامِ عشق میں) پروانہ کے پروں کی جستجو کر ہما کا بازو درکار نہیں ہے سعدی کہتے ہیں ؎ اے مرغِ سحر عشق ز پروانہ بیاموز ✤ کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد
اشارہ :- پر پروانہ سے درد طلب اور بالِ ہما سے شوکتِ دنیوی مراد ہے۔

(۴) تشریح :- جعبہ۔ ترکش جبر میں۔ ترجمہ :- اس (محبوب کے) ترکش (چشم) میں جس قدر بھی تیر (نگاہ) ہیں (سب ہمارا حصہ ہیں (کیونکہ) ہمارے بس میں بچ نکلنا اور (اس کے) نشانہ میں خطا کا احتمال نہیں ہے (اس لئے سب تیر ہمارے ہی لگیں گے)

(۵) تشریح :- صبوحی۔ بالضم صادبمعنی صبحگاہی۔ ترجمہ :- چمن میں جا کر ٹہل اس لئے صبح کی سیر کیلئے کسی پھول کا پیغام (بھی ایسا) نہیں جو بادِ صبا نہ لائی ہو (یعنی ہر گل پیامِ گلگشتِ چمن دے رہا ہے مراد یہ ہے کہ مناظرِ قدرت تمکو دعوتِ نظارہ دے رہے ہیں پس نظارہ کر)

(۶) ترجمہ :- اے دوستو! ہماری تمہاری عبادت کی توفیق (خدا کی) دین ہے (جس میں اپنا دخل نہیں) اخلاص اشرفیوں کے بدلے اور مروت قیمت سے (حاصل نہیں (ہوتی) ہے۔

(۷) ترجمہ :- گھاس کی شاخ میں سینکڑوں قسم کی دوائیں ہیں مگر جب تجھکو (قضا و قدر نے) درد ہی نہیں بخشا تو (تیرے لئے کوئی) دوا نہیں ہے (یعنی ہر برگ مظہر جمالِ الٰہی ہے مگر اس شخص کے لئے جسکو دردِ عشق نصیب ہوا ہو ؎

ہر گیاہے کہ از زمیں روید ✤ وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

(۸) تشریح :- تکرار حرف شرط یہاں تردید کا فائدہ دیتا ہے ترجمہ :- خواہ گمراہی اور کفر ہو خواہ ہدایت اور دینداری تو (ہر حال میں) خوش رہ کیونکہ (تقسیم عمل کا) معاملۂ قدیم صرف بخشش و عطا ہے (یعنی جو اس نے مناسب سمجھا دیدیا)

(۹) ترجمہ :- اے نظیری حکمِ الٰہی کے ساتھ موافقت کر (اور تسلیم و رضا سے کام لے) کیونکہ دیرِ عشق کے اندر جو نماز قضا نہیں ہوئی وہ مغوں کے نزدیک مقبول نہیں ہے (یہاں اس نماز کی قدر ہے جو قضا ہو گئی یعنی مظاہرِ حقیقت کو دیکھ کر ایسے محو ہو جانا چاہئے کہ نماز کا بھی خیال نہ رہے دوسری جگہ نظیری نے اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے ؎ فرض و سنت بتماشائے تو از یادم رفت ✤ پردہ بر روئے فگن یا ببریں ایمان مطلب
با محاورہ معنی :- قضا کے معنی حکمِ الٰہی کے بھی ہو سکتے ہیں اور نماز قضا کے بھی۔

اخترشناس در روشِ بختِ من گم ست ۞ مشکل فتادہ کار کہ در دستِ انجم ست
دوراں صلائے تفرقہ داد و شراب نیست ۞ ۲ یک پارہ در صراحی و یک پارہ در خم ست
ساقی چو فیضِ اوست ہمہ صرفِ او کنم ۞ ۳ ایں جرعہ کہ در تہِ جام تکلم ست
شیریں نکردہ خندۂ شادی مذاقِ کس ۞ ۴ گل نیز تلخ گشتۂ زہرِ تبسم ست
باشد بنا امیدی خویشم محبتے ۞ ۵ کو آشنائے گوشۂ چشمِ ترحم ست
آسودۂ اگر بخودم کس گذاشتے ۞ ۶ از جورِ او کشندہ ترم رحمِ مردم ست
ناخن ہمیشہ در جگرِ خارہ مے زنم ۞ ۷ دیر لیست رخشِ سعی مرا سنگ در سم ست

بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور ۞ ارکان و تقطیع:- مثل ۵/۴ (ق)

(۱) تشریح:- "اخترشناس" نجومی "روشن بخت" جسکو اصطلاح نجوم میں طالع کہتے ہیں۔ ترجمہ: نجومی بھی میرے نصیب کے اختر کی چال میں حیران ہے (تو اب) مشکل آپڑی ہے کہ ستاروں کے ہاتھ بھی معاملہ نہیں رہا (یعنی ہمارے نصیب کا مسئلہ عجیب پیچیدہ ہے، اسکو کوئی نجومی بھی حل نہیں کر سکتا۔

(۲) تشریح:- "صلا" "ذرا" "یک پارہ" ذرا سی۔ ترجمہ:- زمانے نے دوستوں کو منتشر کرنے کی آواز لگادی اور افسوس کہ ازالۂ غم کے لئے شراب نہیں ہے) ذرا سی صراحی اور ذرا سی مٹکے میں ہے (اس سے کیا ہو سکتا ہے)

(۳) ترجمہ بقلب مصرعین:- اے ساقی! (شراب نوش کا) یہ ایک گھونٹ جو (ہمارے) گویائی کے جام میں ہے، جب اس کا ہی فیض ہے تو تمام اسی کے (حق ثنا کی ادائیگی) کے لئے ہم صرف کئے دیتے ہیں (یعنی گویائی خدا نے عطا کی ہے اس لئے اسی کے ذکر و ثنا میں صرف ہونی چاہئے!

(۴) ترجمہ:- خوشی کی ہنسی نے کسی کے حلق کو شیریں نہیں کیا (یعنی راحت بہت جلد ہی تکلیف سے بدلجاتی ہے، دیکھو لو) پھول بھی تبسم کے زہر سے تلخ بنا ہوا ہے۔ توضیح: شعرا تبسم کو زہر سے تعبیر کیا کرتے ہیں یعنی پھول نے چمن میں ذرا تبسم کیا تھا کہ تلخئ عیش سے دوچار ہونا پڑا کہ پھر اسکو چمن میں نہیں چھوڑا گیا کسی نے توڑ کر دستار میں لگایا اور کسی نے عرق کشید کیا یہی حال ہر دنیا میں آنے والا کا ہے۔

(۵) ترجمہ:- مجھ کو اپنی مایوسی کے ساتھ (بھی) محبت ہے اس لئے کہ وہ (دوستی) رحم و کرم کی آنکھ کے گوشے کی آشنا ہے یعنی دوست، مایوس دیکھ کر نظر کرم کرتا ہے پس مایوسی نظر کرم کا سبب ہوتی ہے اس لئے ہمیں اس سے محبت ہے۔

(۶) ترجمہ:- اگر کوئی مجھے اپنی حالت پر چھوڑ تا تو میں (ذرا) سستا لیتا (مگر میرے نصیب میں راحت کہاں ہے) اس (محبوب کے) ظلم سے زیادہ مجھے لوگوں کی ہمدردی مارے ڈالتی ہے (یعنی میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا کوئی حال نہ پوچھے مگر ہمدردی جتانے والوں نے وعظ و پند سنا کر ناک میں دم کر دیا ہے ان سے جتنی تکلیف پہونچی اتنی دوست کی جفا سے نہیں پہونچی)

(۷) تشریح:- "ناخن در خارہ زدن" ناقابل برداشت اور بے سود سعی کرنا "سنگ در سم اسپ در آمدن" گھوڑے کا چلنے سے عاجز ہو جانا۔ ترجمہ:- میں ہمیشہ سخت پتھر کے جگر کو ناخن سے کھرچتا ہوں (یعنی ناقابل برداشت اور بے سود سعی کرتا ہوں) ایک مدت

کے سبز کار بستہ برآرم کہ چرخ را ۞ ۸ دوراں نماند و رشتۂ امیدِ من گم ست
گفتارِ بے نتیجہ نظیری نمے خرند ۞ ۹ عودیکہ سوز دو ندہد بوئے ہیزم ست

لختِ دل بر جیب و چیبم بر کنار افتادہ است ۞ ۵/۴ دستِ دل گم گشتہ تا بازم چکار افتادہ است
ساز و برگِ شادمانی را کہ میداند کجاست ۞ ۲ در ہم اندوہ و نشاطِ روزگار افتادہ است
خستہ دل تر میشوم تا تلخ تر نوشم دوا ۞ ۳ پندِ مردم در مذاقم خوشگوار افتادہ است
از کدورت بر نیائیم گر صفا دستم دہد ۞ ۴ تیرہ روزم بخت با من سازگار افتادہ است

گذر چکی ہے کہ میرا جدوجہد کے گھوڑے کے سم میں پتھر (گھس گیا) ہے (یعنی ناقابل برداشت مصیبتوں سے دوچار ہوں اور ناچار و بے بس ہو چکا ہوں۔

(۸) تشریح:- "رابستہ" الجھا ہوا۔ ترجمہ: میں (اپنی) الجھے ہوئے کام کا سرا کیونکر حل کر سکتا ہوں (یعنی اپنی مشکل کو کیسے حل کر سکتا ہوں) آسمان کے واسطے گردش نہ رہی اور ادھر میری امید کا رشتہ گم ہے (یعنی تمام عمر دشواریوں اور نامرادیوں ایسی ہی گذر گئی)

(۹) ترجمہ:- اے نظیری لوگ بے نتیجہ باتوں کو نہیں خریدتے (بے نتیجہ بات کی کوئی قدر نہیں کرتا) اسلئے کہ جو عود (خوشبودار لکڑی) جلے اور خوشبو نہ دے، وہ ایندھن سمجھا جاتا ہے یعنی بے نتیجہ بات مثل عود بے بو ہے جسکی کوئی قدر نہیں۔

بحر:- رمل مثمن مقصور..... ۞ ارکان و تقطیع:- مثل ۵/۴ (ق)

(۱) تشریح:- "تا" تنبیہ ہے "چکار" میں "چہ" حرف استفہام استعجاب مع تعظیم کا فائدہ دیتا ہے۔ ترجمہ:- (میرے) دل کے ٹکڑے گریبان پر اور گریبان (جھٹکر) پہلو میں آپڑا ہے۔ (اور میرے) ہاتھ یا دل گم ہو چکے ہیں (یعنی سرگشتہ بنا ہوا ہوں) دیکھو ابھی مجھ پر کیسی افتاد پڑی ہے۔ غالب اور ترقی کرتے ہیں سہ دیوانگی سے دوش پہ زنار بھی نہیں ۞ یعنی ہماری جیب میں ایک تار بھی نہیں۔

(۲) تشریح:- "کہ" کلامیہ ہے "درہم" مجتمع۔ ترجمہ:- (خالص) مسرت و خوشی کے ساز و سامان کو کون جانتا ہے کہ کہاں ہے (عالم میں زمانہ کا رنج و راحت ملا جلا واقع ہوا ہے (خالص خوشی و راحت میسر نہیں ہو سکتی۔ دوسری جگہ اسی مضمون کو نظیری اس طرح ادا کرتا ہے سہ
فرحتے نیست کہ در پہلوئے آں صدم نیست ۞ روز ہمو لوجہاں کم ز شب ماتم نیست

(۳) تشریح:- "مذاق" اسم ظرف "ذوق" مراد حلق، زبان۔ ترجمہ: میں زیادہ زخمی دل بنتا ہوں تاکہ میں زیادہ کڑوی دوا پیوں (یعنی افزائش عشق چاہتا ہوں تاکہ لوگوں کی ملامتیں اور زیادہ ہوں کیونکہ) لوگوں کی (یہ تلخ) نصیحتیں میرے حلق میں خوش مزہ واقع ہوتی ہیں۔

(۴) تشریح:- "صفا" حسن صفائی بجلا "دست دادن" حاصل ہو جانا۔ ترجمہ: اگر صفائی مجھ کو نصیب (بھی) ہو جائے پھر بھی میں (طبیعت کے) میل کچیل سے صاف نہیں ہو سکتا اس لئے کہ میں سیہ بخت ہوں اور سیہ نصیب میرے موافق واقع ہوا ہے (وہ مجھ سے الگ نہیں ہو سکتا اور جب تک میرے ساتھ وہ ہے میری تیرگی زائل نہیں ہو سکتی)

غصہ مرد وغم بماتم سوخت اکنوں ہجر را ۵ صد چراغ مردہ بر گردِ مزار افتادہ است
ظرفِ ایں ہنگامہ پیدا کن خراباتست ایں ۶ گرد ہر ویرانہ صد منصور دار افتادہ است
کے نظیری خوار ماند عشق را نسبت قویست ۷ یک دو روزے غایتش از اعتبار افتادہ است

عشق تو قیدِ علایق زرہ ما برداشت ۹/۱ ہر کہ مجنونِ تو شد سلسلہ از پا برداشت
جنس ارزندہ و ارباب بصارت مشتاق ۲ نتواں دست زبیعانہ سودا برداشت
چوں تواں گشت کنوں ساکنِ خلوت گہِ باغ ۳ مجلس آراست گل و مرغ تقاضا برداشت

(۵) تشریح :۔ "غصہ" رنج وغم۔ جمع جنس گلے میں پھندا لگ جانا "ہجر را" میں را علامت اضافت یعنی مزار ہجر۔ ترجمہ :۔ (وصل حاصل ہونے پر) رنج مرگیا اور غم (ہماری خوشی کی وجہ سے) ماتم (کی آگ) میں جلگیا (گویا) اب ہجر کے مزار پر سینکڑوں بجھے ہوئے چراغ پڑے ہوئے ہیں توضیح :۔ یعنی خانہ ہجر کی رونق رنج وغم کی وجہ سے تھی اب ہم وصل حاصل ہوجانے کی وجہ سے ہجر گویا قبر میں دفن ہوگیا اور رنج و غم کے چراغ بجھ گئے۔ یا حالتِ فراق ہی ہے جس کے صدمے برابر اٹھاتے اٹھاتے اور ماتم کرتے کرتے رنج وغم بھی فنا ہوگئے جو مزار ہجر کے لئے چراغ تھے۔

(۶) تشریح :۔ "ظرف" حوصلہ "خرابات" ویرانے۔ میکدہ "ہنگامہ" شورش۔ ترجمہ :۔ اس ہنگامہ (عشق) کا حوصلہ پیدا کر (اس لئے کہ) یہ خرابات (عشق) ہے جس کے ہر ہر ویرانے کے گرد سینکڑوں منصور پڑے ہوئے اور سولیاں لٹکی ہوئی ہیں ؎

در رہِ منزلِ لیلی کہ خطر ہاست بجاں + شرطِ اول قدم آں ست کہ مجنوں باشی

(۷) ترجمہ :۔ نظیری ذلیل کب رہ سکتا ہے؟ عشق کی نسبت بہت قوی ہے (یعنی عشق اس کو ذلیل نہ رہنے دے گا) زائد سے زائد ایک دو روز کے لئے وہ (نظیری) اعتبار سے گرگیا ہے (یعنی یہ رسوائی چند روزہ ہے جس کے بعد دائمی عزت حاصل ہوجائیگی)

———— (٭) ————

بحر رمل مثمن مخبون مقصور مشعث۔ ارکان و تقطیع :۔ تثل ہے مگر عروض و ضرب $\frac{\text{برداشت}}{\text{فعلات}}$ مقصور مشعث مقصور ہے۔

(۱) ترجمہ :۔ (اے دوست) تیرے عشق نے تعلقات (دنیوی) کی بندشیں ہمارے راستہ سے اٹھادیں (اس لئے کہ) جو شخص تیرا دیوانہ بن گیا اس نے اپنے پاؤں سے (اس) زنجیر کو نکال دیا (یعنی دنیا کے علائق سے آزادی حاصل کرلی)

(۲) تشریح :۔ "ارزندہ" قیمتی "بیعانہ" وہ رقم جو سودا کرتے وقت پیشگی دیدیجائے۔ ترجمہ :۔ متاع (حسن) قیمتی ہے اور دیکھنے والے (اس کے) مشتاق ہیں پس (اس) سودے کے بیعانہ سے ہاتھ نہیں اٹھایا جاسکتا (یعنی اس کی خریداری کو نہیں چھوڑا جاسکتا کیونکہ خطرہ ہے کہ اور کوئی لے اڑے گا)

(۳) ترجمہ :۔ اب چمن (عالم) کے خلوت خانہ میں کیسے ٹھہرا جاسکتا ہے (جبکہ) گل (حقیقت) نے محفل آراستہ کرلی اور بلبل (شیدا) نے تقاضے شروع کردیئے۔ ہیں یہی مضمون پہلے اس طرح ادا کیا ہے۔

سحر منادی بلبل گلستان در یاب + پہلائے صحبت گل مے دہد زباں در یاب

دست در گردنِ معشوق حمائل کردم ۴ نتواں کف پئے ہر عرضِ تمنا برداشت
عارفاں گوشۂ چشمے بدو عالم ندہند ۵ ہر کجا باد نقاب از رخِ زیبا برداشت
محضرِ بندگی از مرتبۂ من بیش ست ۶ ایں نشاں را دل مفلس ز کجا تا برداشت
پردہ میبایدم آویخت کہ ہر کس نگریست ۷ شرح سودائے ترا نسخہ ز سیما برداشت
بس کہ نازک دلم از عشق حدیثے تافت ۸ اشکم از پردہ بروں آمد و غوغا برداشت
طفل در گریہ نظیری چو تو کافر خو نیست ۹ پدرت تا ز کدامیں در ترسا برداشت

(۴) تشریح :۔ "حمائل کردن" لٹکانا۔ ترجمہ :۔ میں نے محبوب کے گلے میں باہیں ڈال لی ہیں (اب) ہر تمنا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھایا جاسکتا (یعنی ہماری سب سے بڑی تمنا پوری ہوگئی۔ اس لئے اب کسی اور تمنا کے پیش کرنے کا موقع نہیں۔ علاوہ ازیں اگر طلب کے لئے ہاتھ اٹھایا جائے گا تو گردن دوست سے الگ ہوجائے گا اور یہ ناقابل برداشت ہے۔

(۵) ترجمہ بقلب مصرعین :۔ جہاں ہوانے (دوست کے) حسین چہرے سے نقاب ہٹائی تو (محبوب کا یہ) ایک گوشۂ نظر (جو اس وقت عشاق کی طرف ہوجاتا ہے (اس) کو خدا شناس لوگ دونوں عالم کے عوض (بھی) نہیں دے سکتے ؎

قیمتِ چشمت دو عالم گفتہ + نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

(۶) تشریح :۔ "محضر" پروانہ فرمان "نشان" تمغہ "تا" تنبیہ۔ ترجمہ :۔ بندگی کا پروانہ یا فرمان (بھی) میرے مرتبہ سے زائد ہے دیکھو! (معلوم میرے) مفلس دل نے یہ نشانِ امتیاز کہاں سے اٹھالیا ہے (یعنی ہم بندگی کے قابل بھی نہ تھے یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے ہم کو شرف بندگی عطا فرمادیا ہے۔ مفلس کے پاس کوئی قیمتی چیز دیکھ کر اس پر چوری کا شبہ ہونے لگتا ہے۔ دوسرے مصرعہ کا طرز ادا اسی مفہوم کی طرف اشارہ کرتا ہے)

(۷) ترجمہ :۔ اے دوست تیری طرح مجھ کو (بھی) چہرہ پر نقاب ڈال لینی چاہئے اس لئے کہ جو شخص (میرے چہرہ کو) دیکھتا ہے وہ (میری) پیشانی سے تیرے جنون عشق کی تفصیلات کی ایک نقل لے لیتا ہے (یعنی میرا چہرہ دیکھ کر یہ سمجھ جاتا ہے کہ تجھ پر عاشق ہوں۔ اس لئے عشق کو پنہاں رکھنے کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ میں بھی اپنے چہرہ پر نقاب ڈالے رکھوں)

(۸) ترجمہ :۔ چونکہ میں بہت زیادہ کمزور دل ہوں اس لئے جب تک عشق کی داستان بیان ہوتی رہی میری آنکھ کے پردے سے آنسو نکلتے رہے اور ایک شور برپا کرتے رہے۔

(۹) تشریح :۔ "کافر خو" ضدی "ترسا" آتش پرست۔ ترجمہ :۔ اے نظیری بچہ (بھی) رونے میں تجھ سا ضدی نہیں ہے (یعنی بچہ بھی کسی صورت سے بہل جاتا ہے مگر تو کسی طرح نہیں تھمتا) تو ہاں (بتا) تیرا باپ تجھ کو کس کافر کے دروازے سے اٹھا لایا ہے (یعنی معلوم ہوتا ہے کہ تو کسی بت ترسا پر عاشق ہے جس کی جدائی پر اس قدر رو رہا ہے)۔

بوئے ازاں دو سلسلۂ خم بخم گذشت ۸۱/۱ شیخ از حرم برآمد و گبر از صنم گذشت

خیز از سفالِ خضر زلالِ بقا بنوشش ۲ کیں آبِ زندگی ز سرِ جامِ جم گذشت

نبود علائق دو جہاں گرد دامنش ۳ چوں من مجردے کہ ز دیر و حرم گذشت

ناموس و ننگ در نظرِ من برابر ست ۴ ہر کس ز خود گذشت ز شادی و غم گذشت

جز رفت و آمدِ نفسے نیست درمیاں ۵ جاوید زیست ہر کہ ازیں یک دو دم گذشت

بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور ارکان و تقطیع:- مثل ۵/۱ (ب)

(۱) تشریح:- "خم بخم" پیچ در پیچ "سلسلہ" مراد زلف "از چیزے گذشتن" کسی چیز کو چھوڑ دینا ترجمہ:- (معشوق کی) ان پیچ در پیچ زلفوں سے خوشبو مہکی (یہی تھی کہ) شیخ حرم سے نکل گیا اور برہمن نے بت کو چھوڑ دیا (یعنی دونوں اپنے اپنے مرکزِ خیال سے ہٹ کر اس پر عاشق ہو گئے)

(۲) تشریح:- "سفال" مراد مٹی کا پیالہ "خضر" مراد توفیق خداوندی یا مرشد کامل "زلال بقا" آبِ حیات۔ مراد شرابِ عشق "آب از سرِ جام گذشتن" پیالہ میں نہ سمانا "جامِ جم" جام جہاں نما مراد عروجِ شاہی۔

ترجمہ:- اٹھ اور خضر کے جامِ سفالیں سے آبِ حیات (عشق) پی اس لئے کہ یہ آبِ حیات جام جہاں نمائے جمشید میں نہیں سما سکتا (یعنی عشق دائمی حیات کا سبب ہے نہ کہ عروج دنیوی)

(۳) تشریح:- "علائق" جمع علاقہ "دامنش" میں ضمیر شین کا مرجع مجرد ہے "مجرد" علائق دنیوی سے پاک۔

ترجمہ بقلب مصرعین:- مجھ سا دنیوی آلائشوں سے پاک صاف انسان جو بتخانہ اور کعبہ دونوں کو چھوڑ بیٹھا ہے دونوں عالم کے تعلقات اس کے دامن کے لئے گرد نہیں بن سکتے (یعنی مجھ سا پاک باطن شخص نہ دیر و حرم کو نظر میں لاتا ہے اور نہ تعلقات دو جہاں سے اپنے دامن کو آلودہ کرتا ہے۔

(۴) ترجمہ:- میری نظر میں عزت اور دولت (دونوں) برابر ہیں (اس لئے کہ) جو شخص خودی چھوڑ دیتا ہے وہ غم و شادی سے بالاتر ہو جاتا ہے (یعنی نہ اس کو عزت کی خوشی ہوتی ہے اور نہ ذلت کا غم۔ یہ درجہ تزکیۂ نفس کے درجوں میں سے آخری ہے، چنانچہ عرفا کا مقولہ ہے وآخر ما یخرج من راس الصدیقین حب الجاہ (یعنی جاہ طلبی کا خیال سب سے آخر میں دماغ سے نکلتا ہے)

(۵) ترجمہ:- (ظاہری زندگی) سانس کی آمد و رفت کے سوا اور کچھ نہیں ہے (یعنی دو سانس کا نام زندگی ہے، ایک آتا ہے اور ایک جاتا ہے، پس جس شخص نے ان ایک دو سانسوں کو چھوڑ دیا وہ ہمیشہ زندہ رہا (یعنی پندارِ ہستی کو چھوڑ دینا حیاتِ ابدی کا سبب ہے)

برقِ دلِ رمیدۂ ما را طلب مکن ۶ کیں بر تو از سوادِ وجود و عدم گذشت

چوں عندلیبِ مست نظیری ترانہ گو ست ۷ از خار و گل برید و شد از مدح و ذم گذشت

فرخندہ نیست کہ در پہلوئے آں صد غم نیست ۱/۸۲ روزِ مولود جہاں کم ز شبِ ماتم نیست

ہمہ جا تیر کماں خانۂ ابرو رفت ست ۲ نیش ہر جا طلبی ہست و لے مرہم نیست

رنج ازاں ست کہ ایں فتنہ برانگیختہ اند ۳ ذلت ما ز نزاعِ ملک و آدم نیست

عارفاں گوش کہ بر پردۂ سازِ ازل اند ۴ در پسِ پردہ شناسند کہ نامحرم نیست

(۶) ترجمہ:- ہمارے بے تاب دل کی بجلی کو نہ ڈھونڈھ اس لئے کہ یہ (بجلی کا سا) عکس تو وجود و عدم کی سرحد سے گذر چکا ہے (یعنی دل بجلی کی طرح تیزی کے ساتھ ہمارے پہلو سے غائب ہو گیا اب اس کی تلاش فضول ہے ؎

جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا + کریدتے ہو جواب راکھ جستجو کیا ہے

(۷) ترجمہ:- نظیری مست بلبل کی طرح نغمہ سنج ہے (حتی کہ) کانٹے اور پھول تک سے بے تعلق اور تعریف و مذمت سے بالاتر ہو گیا ہے (یعنی عالم بے خودی میں اسکو اپنا راگ الاپنے سے سروکار ہے، راحت و رنج اور مدح و ذم کی کوئی پرواہ نہیں)

بحر:- رمل مثمن مخبون مقصور مشعث ارکان و تقطیع:- مثل ۱/۱ (ت)

(۱) ترجمہ:- (دنیا میں) کوئی خوشی ایسی نہیں ہے جس کے پہلو میں سیکڑوں غم نہ ہوں (حتی کہ) دنیا میں پیدائش (کی خوشی) کا دن بھی ماتم کی رات سے کم نہیں ہے (یعنی ہر راحت کے ساتھ رنج اور ہر پیدائش کے ساتھ موت کا کھٹکا لگا ہوا ہے۔ گویا ولادت کی خوشی کا روزِ روشن شبِ ماتم کی طرح تاریک ہے)

(۲) ترجمہ:- (دوست کے) ابرو کی کمان کا تیر (غمزہ) تمام جگہ پہنچ چکا ہے (یعنی تمام لوگوں کے دل اس کے غمزہ کے تیروں سے زخمی ہیں چنانچہ) نشتر جہاں تلاش کرو موجود ہے مگر مرہم کا وجود کہیں نہیں۔

(۳) ترجمہ:- غم اس بات کا ہے کہ (حسن و عشق کا) یہ فتنۂ عظیم برپا کر دیا ہے (جس سے مصائب کا ایک طوفان امنڈ آیا ہے، ورنہ) ہماری ذلت فرشتوں اور آدم (علیہ السلام) کی باہمی چپقلش سے کچھ نہیں ہوئی (بلکہ اس میں تو آدم علیہ السلام ہی غالب رہے)

(۴) ترجمہ:- وہ خدا شناس لوگ جو ساز ازل کے پردہ پر کان لگائے ہوتے ہیں یعنی الست بربکم قالوا بلیٰ کا نغمہ سن رہے ہیں) وہ پہچانتے ہیں کہ (اس مجاز کے) پردہ کے پیچھے کوئی نامحرم (غیر) نہیں ہے (یعنی عارفین راز کے محرم راز ہوتے ہیں اور پردہ کثرت میں وحدت کا نظارہ کرتے ہیں)

بدمِ عیسوی و معجزِ رُوحُ اللّٰہی ۵ خلق دانند کہ از اہلِ خطا مریم نیست
رسمِ ناموسِ جہاں زدوز سر بر داریم ۶ کیں علاقہ بہ پرِ افسرِ ما محکم نیست
ترکِ دیگر نفزائیم کہ پشمینۂ فقر ۷ جز بہ اندازۂ فرقِ پسرِ ادہم نیست
علمے چند زعیبِ دگراں بر دوزیم ۸ کانقدر جامۂ رسوائی ما معلم نیست
نتواں حکمِ خطا کرد نظیری بقضا! ۹ حکم بر صورتِ اسباب ست کہ آں مبہم نیست

۱ امروز آنچہ تاجِ سرِ ماست دستِ ماست ۹۳/۱ سرمایۂ درستیٔ ما در شکستِ ماست
ناداں بر آبگینۂ ما سنگ می زند ۲ گر ہوشمندیٔ بجہے ہست مستِ ماست

(۵) تشریح: "روح اللہ" حضرت عیسیٰؑ کا لقب مریم حضرت عیسیٰ کی والدہ ترجمہ: حضرت عیسیٰؑ کی (مردہ کو زندہ کر دینے والی) پھونک اور ان کے دیگر معجزوں کی وجہ سے مخلوق جانتی ہے کہ حضرت مریمؑ خطاکاروں میں سے نہیں ہے۔ توضیح: حضرت عیسیٰ کے بغیر باپ کے پیدا ہونے پر مریمؑ پر لوگوں نے طرح طرح کی تہمتیں تراشی تھیں جو اللہ تعالے نے حضرت عیسیٰؑ کو مشہور معجزے اور عالم شیرخوارگی میں گویائی عطا فرما کر دور فرما دیں۔

(۶) ترجمہ: (ہم کو چاہئے کہ) دنیوی عزت کا نشان جلد (اپنے) سر سے اتار پھینکیں اس لئے کہ یہ علاقہ ہمارے پرِ کلاہ پر پختہ نہیں ہے (یعنی عزت دنیوی جلد زائل ہونے والی ہے اس لئے یہ قابلِ اعتماد نہیں)

(۷) تشریح: "ترک" کلاہِ فقیرانہ "پسرِ ادہم" ابراہیم بن ادہمؒ جنہوں نے گدائی کو شاہی پر ترجیح دی ترجمہ: (ہم کو چاہئے کہ) ہم کسی اور (نئی) فقیرانہ ٹوپی کا (اپنے لباس میں) اضافہ کریں یا اضافہ نہ کریں (یعنی خیال درویشی چھوڑ دیں) اس لئے کہ فقیری کی کملی تو پسرِ ادہم ہی کے سر کے موافق ہے۔ توضیح: یعنی لباس پشمینہ پسرِ ادہم کے لئے زیبا ہے ہم کو کوئی نیا طرزِ درویشی اختیار کرنا چاہئے، یا مطلب یہ ہے کہ درویشی ابن ادہم کے لئے ہی زیبا ہے، جس نے شاہی چھوڑی ہم جیسوں کا کام نہیں ہے۔

(۸) تشریح: "عَلَم" نشان "مُعلَّم" نشان دار ترجمہ: (ہم کو چاہئے کہ) دوسرے لوگوں کے عیبوں کے نشان اور علامتیں بھی ہم (اپنے جامہ) پر سی لیں اس لئے کہ ہمارا جامہ رسوائی اس قدر نشان دار نہیں ہے (جتنا کہ ہونا چاہئے) یعنی دوسروں کے عیبوں کو بھی اپنی طرف منسوب کر کے اپنی رسوائی کی تکمیل کرنی چاہئے)

(۹) ترجمہ: اے نظیری حکم خداوندی پر خطا اور غلط ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا اس لئے کہ وہ حکم ظاہری حال پر ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں (یعنی دنیا دار اسباب ہے جیسا عمل کرو گے ویسی جزا پاؤ گے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں)

بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور — ارکان و تقطیع: مثل ۹۲/۱ (ت)

(۱) ترجمہ: آج جو چیز ہمارے سر کا تاج بنی ہوئی ہے وہ ہمارا ہاتھ ہے (یعنی فرطِ غم میں ہم نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیا ہے) ہماری درستی اور بہتری کا سامان ہماری شکست میں ہے (یعنی عاشق کی کامیابی عاجزی اور درماندگی میں ہی ہے)

سرمی کنیم در سرِ پیمانِ خویشتن ۳ ایمانِ ما ہماں بندائے الستِ ماست
اندیشہ از فرازِ ثریا گذشتہ است ۴ کوتاہی کہ ہست ز تقریرِ پستِ ماست
بر چہرۂ حقیقت اگر ماند پردۂ ۵ جرمِ نگاہِ دیدۂ صورت پرستِ ماست
شاہانہ فرشِ مسند کرسی نہادہ اند ۶ ایں طارمِ خراب چہ جائے نشستِ ماست
ننگ ست اگر بخاتمِ جمشید بنگریم ۷ پیچاکِ زلفِ یار نظیری بشستِ ماست

(۲) ترجمہ: نادان شخص ہمارے (دل کے) شیشہ پر (طعن و تشنیع کے) پتھر مارتا ہے (یعنی عالم میں نادانی کا دور دورہ ہے) اگر کسی کو ہوش ہے تو وہ ہمارا (دل) مست و بیخود ہے (یعنی مستی و بیخودی حاصل کر لینا ہی ہوشمندی ہے) دنیا والے چونکہ اس نعمت سے محروم ہیں اس لئے نادان ہیں اور ہماری آبگینہ دل کو توڑتے ہیں۔

(۳) تشریح: "سر کردن" فدا ہونا" ترجمہ بقلبِ مصرعین: ہمارا ایمان اسی الست کی ندا پر ہے (جس کا جواب ازل میں ہم نے بلیٰ کہہ کر دیا تھا) پس ہم اپنے پیمانِ (وفا کو پورا کرنے) کے خیال میں سر کھپا رہے ہیں (یعنی ازل میں معشوقِ حقیقی کے ساتھ ہم نے عہدِ وفا اور اقرارِ بندگی کیا تھا۔ اسکو پورا کرنے میں ہم لگے ہوئے ہیں)

(۴) ترجمہ: ہمارا تخیل ثریا کی بلندی سے (بھی) آگے نکل چکا ہے جو کچھ کوتاہی اور کمی ہے، وہ ہماری پست تقریر کی وجہ سے ہے (یعنی ہمارے تخیل کی پرواز تو بہت بلند ہے مگر ان کیفیات کو ادا کرنے کے لئے ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں۔

(۵) ترجمہ: حقیقت کے چہرہ پر اگر کوئی پردہ باقی رہ گیا ہے تو یہ ہماری ظاہر پرست آنکھ کی نظر کا قصور ہے (یعنی نگاہِ ظاہر بیں کو چہرۂ حقیقت نظر نہیں آتا ورنہ چہرہ بے نقاب ہے جو نگاہِ باطن رکھتا ہے وہ دیکھ سکتا ہے)

(۶) ترجمہ: فراشانِ قدرت نے ہمارے لئے (عرش و) کرسی پر شاہانہ فرش بچھا رکھا ہے (ہم کو وہاں بیٹھنا چاہئے) یہ ویران بامِ دنیا ہمارے بیٹھنے کے لئے کیا (نامناسب) جگہ ہے (یعنی عاشقِ حقیقی کے لئے تکیہ گاہ عرش و کرسی ہیں اس کی نظر میں دنیوی عروج ہیچ ہے)

(۷) تشریح: "خاتمِ جمشید" انگشتری سلیمان علیہ السلام جو ذریعہ سلطنت تھی "پیچاک" اسم مفعول سماعی از پیچیدن الف و کاف علامت اسم مفعول ہے مثل خوراک و پوشاک مراد حلقہ زلف "شست" چھنگلی
ترجمہ بقلبِ مصرعین: اے نظیری (جب کہ) زلفِ یار کا چھلا (حلقہ) ہماری چھنگلی میں موجود ہے تو (بڑے) شرم کی بات ہوگی۔ اگر ہم خاتمِ سلیمان کی طرف "آنکھ اٹھا کر بھی" دیکھیں (یعنی زلف یار کا حلقہ خاتمِ سلیمانی سے بہتر ہے اور سلطنتِ عشق سلطنتِ دنیا سے وسیع تر)

چناں زخانہ بروں رفتنم بدل تنگ ست ۴۴/۱ کہ آستانہ بیابان وگام فرسنگ است
بجان درتنِ مفلوج گشتہ می مانم ۲ کہ در برآمدنم رنج و بودنم ننگ است
رگ و رواں بگدازد چوں گریہ گرم شود ۳ شرارہ دردلِ فولاد و قطرہ در سنگ است
بدامنِ دل پاکِ تو داغِ من نرسد ۴ زبس گریستہ ام خونِ دیدہ بے رنگ است
دلم زصورتِ کارم غریق اندوہ است ۵ کہ عکسِ طلعتِ زنگی بر آئینہ زنگ است
بگردشِ مہ و خورشید طعنہا داریم ۶ و بختِ خویش زیاں کار بر سرِ جنگ است

بحر: مجتث مثمن مخبون مقصور مشعث   ارکان و تقطیع: مثل ۴۲/۱ (ت)

(۱) تشریح: "رفتنم" میں میم ضمیر مفعولی ہے "تنگ" عار اگر اس کے بجائے تنگ ہوتا تو زیادہ مناسب تھا۔ "فرسنگ" تین میل کی مسافت
ترجمہ: (ضعف سے) مجھکو گھر سے باہر نکلنا ایسا ناگوار ہے یا میرے لئے باعث ننگ ہے کہ (گھر کی) چوکھٹ (تک کی مسافت) ایک بیابان (معلوم ہوتی) ہے اور ایک ایک قدم فرسنگ (کے برابر) ہے (یعنی خانہ نشینی میرے لئے زیبا ہے یا بوجہ ضعف اسیر مجبور ہوں)

(۲) تشریح: "می مانم" مثل حال از ماندن ترجمہ: میں اس جان کے مشابہ ہوں جو فالج زدہ بدن میں ہو کہ میرے باہر نکلنے میں تکلیف اور میرا رہنا باعث ننگ ہے (یعنی ناتوانی نے مجھے مفلوج کے مثل بنا دیا ہے جس کا جینا باعث ننگ ہوتا ہے اور مرنا باعث رنج)

(۳) ترجمہ: جب (میرے) گرم آنسو نکلتے ہیں تو رگوں اور روح کو گھلا دیتے ہیں (بلکہ یہ سمجھو کہ یہ آنسو نہیں ہیں بلکہ) فولاد کے دل کے شرارے اور پتھر کے (جگر کے) قطرے ہیں توضیح: فولاد سے شرار اور پہاڑ سے چشمے نکلتے ہیں مگر میرے دل سے شرارے بھی نکلتے ہیں اور سیل اشک بھی جس سے میرے رگ و ریشے پگھلے جاتے ہیں)

(۴) ترجمہ: تیرے دل کے پاک دامن پر میرے (اشکوں کا) داغ نہیں لگیگا اس لئے کہ بہت زیادہ رونے کی وجہ سے میری آنکھوں کا خون بے رنگ ہو گیا ہے توضیح: یعنی میرے خونیں اشکوں سے دوست اپنے دامن دل کو بچاتا ہے کہ مبادا اس کے چھینٹے پڑ کر دامن ناپاک ہو جائے مگر اب اس کو یہ خیال نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ اب روتے روتے خون پانی بن چکا ہے۔

(۵) ترجمہ: میرا دل میری صورت حال کی وجہ سے غم میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس پر کوئی تعجب نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ) زنگی کے چہرہ کا عکس آئینہ پر زنگ بنجاتا ہے۔ توضیح: یعنی میری صورت حال مثل چہرۂ زنگی تاریک ہے اور یہی میرے آئینہ دل کو تاریک بنائے ہوئے ہے، حالت غم میں دل پر ایک تاریکی چھا جاتی ہے۔

(۶) ترجمہ: ہم چاند اور سورج کی گردشوں کو طعنہ دیتے ہیں (یعنی اپنی بدحالی کا سبب ان کو ٹھہراتے ہیں) حالانکہ خود اپنا نقصان رساں مقدر (ہم سے) برسر پیکار ہے (یعنی ہماری نامرادی کا سبب خود اپنی بدبختی ہے گردش زمانہ کا کوئی قصور نہیں زمانہ کو فضول ہم مجرم قرار دیتے ہیں۔

غریب نقشِ خیالے بر آب زد دیدہ ۷ بجز خدائے کہ داند کہ ایں چہ نیرنگ است
نوا بگوشت اگر مختلف رسد چہ عجب ۸ کہ یک ترانۂ ما در ہزار آہنگ است
سخن بذوق بود در مذاق بنشیند ۹ بصفحہ کلکِ نظیری چو زخمہ بر چنگ است

حریفِ صافی و دُردی نۂ خطا اینجاست ۴۵/۱ تمیزِ ناخوش و خوش میکنی بلا اینجاست
بغیرِ دل ہمہ نقش و نگار بے معنی ست ۲ ہمیں ورق کہ سیہ گشتہ مدعا اینجاست
زفرق تا قدمش ہر کجا کہ مے نگرم ۳ کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجاست

(۷) ترجمہ: آنکھوں نے (حالت گریہ میں) ایک عجیب خیالی تصویر (دوست) پانی پر بنا دی۔ خدا کے سوا کون سمجھ سکتا ہے کہ یہ کیا طلسم ہے۔ توضیح: یعنی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے ہیں اور دوست کا نقش خیالی نظروں کے سامنے ہے گویا پانی پر تصویر کھینچ گئی ہے یہ غم عشق کی حیرت انگیز کارپردازی ہے۔

(۸) ترجمہ: (اے مرد مجازی!) اگر تجھ کو نغمہ مختلف سنائی دے رہا ہے تو کیا تعجب ہے اس لئے کہ ہمارا ایک ترانہ ہزاروں سروں میں (گایا جا رہا) ہے توضیح: یعنی نغمہ ایک ہے مگر سر مختلف ہیں تو اگر یہ سمجھتا ہے کہ نغمے مختلف ہیں تو یہ تیری غلطی ہے، مراد یہ ہے کہ ذات واحد کا ظہور مختلف مظاہر میں ہو رہا ہے، لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حقیقتاً کثرت کا وجود ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔

(۹) ترجمہ: اگر کلام با ذوق ہوتا ہے تو (لوگوں کے) مذاق میں جاگزیں ہو جاتا ہے اے نظیری! صفحہ (قرطاس) پر قلم (کی) مثال ایسی ہے جیسا کہ) سارنگی پر مضراب ہوتا ہے (یعنی مضراب اگر قاعدہ میں تار دل پر پڑتا ہے تو نغمہ درست اور مؤثر ہوتا ہے۔ ورنہ غلط اور غیر مؤثر۔ یہی حال قلم کا ہے۔ اگر مضامین درست اور الفاظ شیریں لکھے جاتے ہیں تو ان کا اثر ہوتا ہے ورنہ نہیں)

—— ۴۵ ——

بحر: مجتث مثمن مخبون مسکن مقصور   ارکان و تقطیع: مثل ۴۲/۱ (ت)

(۱) ترجمہ: تو شراب صاف اور تلچھٹ (دونوں) کا حریف نہیں ہے، غلطی یہ ہے کہ تو بھلے اور برے کا فرق کرتا ہے مصیبت یہ ہے (یعنی رند بے اشام کو تو شراب سے غرض ہے صاف ملے یا تلچھٹ اس سے کوئی غرض نہیں مراد یہ ہے کہ عشق اسی وقت کامل ہوتا ہے جب کہ رنج و راحت کی تمیز جاتی رہے ورنہ ناقص ہے۔

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو + اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہئے

(۲) ترجمہ: (پاک صاف) دل کے بغیر سب نقش ونگار (ہیچ) بے حقیقت ہے (یعنی وہی شخص دنیا و دنیا کی اشیاء کی صحیح حقیقت سمجھتا ہے جو صاف دل ہے) بس یہی ورق (دل) جو سیاہ ہو گیا ہے مقصد (حیات) یہیں ہے (اس کو دھو کر صاف کر اور زندگی کا مقصد سمجھ)

(۳) ترجمہ: اس (محبوب) کے سر سے لیکر پاؤں تک میں جہاں نظر ڈالتا ہوں اداے حسن (میرے دل) کا دامن کھینچتی ہے کہ بس تیرے ٹھہرنے کا مقام یہیں ہے (یعنی معشوق سراپا حسن و خوبی ہے اور اس کی ہر ادا دلکش ہے)

خطا بمردم دیوانہ کس نمے گیرد ۴ جنوں نداری و آشفتہ خطا اینجاست

بدل ز دل گذرے ہست تا محبت ہست ۵ رہِ چمن نتواں بست تا صبا اینجاست

بدی و نیکی ما شکر بر تو پنہاں نیست ۶ ہزار دشمن دیرینہ آشنا اینجاست

سرشک دیدہ دل بے تو بستہ نکشاید ۷ اگرچہ یک گرہ و صد گرہ کشا اینجاست

بہر کجا روم اخلاص را خریدار لیست ۸ متاعِ کاسد و بازار نارروا اینجاست

زکوئے عجز نظیری سر نیاز مکش ۹ ز ہر رہے کہ در آیند انتہا اینجاست

(۴) ترجمہ بقلبِ مصرعین:- تو (واقعی) دیوانگی نہیں رکھتا اور پریشان حالی ظاہر کرتا ہے۔ غلطی یہاں ہے (اسی لئے سب تجھکو خطا کار ٹھہراتے ہیں ورنہ جو واقعی دیوانہ شخص ہو خطا کوئی نہیں بتایا کرتا (سب اسکو معذور سمجھتے ہیں (یعنی اگر تو لوگوں کی طعن و تشنیع سے بچنا چاہتا ہے تو حقیقی جنونِ عشق حاصل کر)

(۵) جب تک (علاقہ) محبت موجود ہے دل کو دل سے راہ رہیگی۔ (اسلئے کہ) جب تک بادِ صبا موجود ہے چمن کے راستہ کو بند نہیں کیا جا سکتا (اسیطرح محبت کی بادِ صبا چمنِ حسن کے تماشہ کی دعوت دیتی ہے اس لئے عاشق و معشوق کے دلی تعلق کو منقطع نہیں کیا جا سکتا)

(۶) ترجمہ بقلبِ مصرعین (اے ہمارے) ہزاروں دوست کے واقف کار دشمن یہاں موجود ہیں (جو ہماری برائیاں تجھ سے بیان کرتے ہیں لیکن یہ) خدا کا شکر ہے کہ ہماری نیکی اور بدی تجھ پر پوشیدہ نہیں ہے۔ **توضیح**: یعنی اے خدا ہماری نیکی، بدی تجھ پر واضح ہے، اچھے ہیں یا برے تیرے پیدا کئے ہوتے ہیں اس لئے امیدِ بخشش ہے۔

(۷) ترجمہ:- (اے دوست!) تیرے ہجر میں چشمِ دل کے آنسو (دل میں ایسی) گرہ بن گئے ہیں جو نہیں کھل سکتی اگرچہ گرہ ہے ایک اور گرہ کھولنے والے سینکڑوں ہیں **توضیح**: یعنی حالتِ ہجر میں ضبط کرتے کرتے آنسو گرہ بن گئے ہیں۔ اسی مضمون کو پہلے یوں ادا کیا ہے ؎

در درونِ ہمچوں عنب شد خوشہ اشکم گرہ ✤ بس فرو خوردم بدل خونہائے ناپالودہ را

اگر "دیدۂ دل" باضافت پڑھا جائے بلکہ "دل بے تو بستہ" بترکیب توصیفی پڑھا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ حالتِ ہجر میں دل کی گرہ کو آنکھ کے آنسو نہیں کھول سکتے ہیں۔ اگرچہ گرہ دل ایک ہے اور اشک گرہ کشا سینکڑوں ہیں یعنی اس گرہ کے کھلنے کا ذریعہ وصل کے سوا اور کچھ نہیں۔ اقبال کا شعر ہے ؎ پیش تو نہادہ ام دلِ خویش ✤ شاید کہ تواں گرہ کشائی۔

(۸) ترجمہ:- (میں دنیا میں) جہاں جاتا ہوں وہاں اخلاص (و وفا) کی خریداری ہے (یا اس کے خریدار موجود ہیں) مگر یہاں وہ کھوٹی پونجی اور اس کا بازار غیر رائج (گرا ہوا) ہے (یعنی اخلاص و وفا کی سب جگہ قدر ہے مگر ہمارا دوست اسکی کچھ قدر نہیں کرتا)

(۹) ترجمہ:- اے نظیری تو اپنے نیاز مندی کے سر کو عجز و انکسار کے کوچے سے ہٹا اس لئے کہ (شہرِ عشق میں) جس راستہ سے بھی آئیں انتہا اسی جگہ ہوتی ہے (یعنی حقیقت کا علم پورا حاصل نہیں ہو سکتا، بہر حال اعترافِ عجز کرنا پڑتا ہے حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ما عرفناک حق معرفتک کہ ہم سے تیری معرفت کا حق ادا نہیں ہو سکا

شب از فسانۂ ام ز جنوں خانہ پُر شدہ است ۱ و ز گریہ ام دیار ز ویرانہ پُر شدہ است

زاں طرہ کے شکایتِ آشفتگی رسد ۲ ما را کہ کف ز دوست کف شانہ پُر شدہ است

افگندہ پردہ از رخِ ساقی نسیمِ صبح ۳ دیر و حرم ز نعرۂ مستانہ پُر شدہ است

بام بکلبہ کیست نہ شمع و نہ آفتاب ۴ بام و در ہم ز ذرہ و پروانہ پُر شدہ است

ترسم بلالہ و سمن اوریاں رسد ۵ طرفِ چمن ز سبزۂ بیگانہ پُر شدہ است

تنگ است جائے بر نفس امشب بخلوتم ۶ یک آشنا نیامدہ و خانہ پُر شدہ است

بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور ارکان و تقطیع:- فعل فعل (ت)

(۱) ترجمہ:- (آج کی) رات میرے (جنوں خیز) افسانہ کی وجہ سے تمام گھر دیوانگی سے بھر گیا ہے اور میری گریہ و زاری کی وجہ سے شہر ویرانوں سے غالب نے کہا ہے ؎ یوں ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہلِ جہاں ✤ دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گئیں۔

(۲) **تشریح**:- "ما را" میں "را" علامتِ اضافت ہے یعنی کف ما۔ کف شانہ (کنگھی کے شانے) **ترجمہ**:- اس زلفِ (یار) کی پریشانی کے شکوہ کا حق (ہمیں) کب پہونچتا ہے جبکہ ہمارا ہاتھ اس سے کف شانہ کی طرح پُر ہو گیا ہے (یعنی جب اس کی پریشانی ہمارے مقصد میں حارج نہیں ہے تو پھر ہمکو شکایت کا کیا حق ہے۔

(۳) **ترجمہ**:- بادِ صبح نے ساقی کے چہرہ سے نقاب الٹ دی (دور کیا تھا) دیر اور حرم دونوں مستانہ نعروں سے پُر ہو گئے (یعنی شیخ و برہمن ساقی حقیقی کا جمال دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو گئے)

(۴) **تشریح**:- "بام" میں میم کلبہ کا مضاف الیہ ہے "کلبہ" کوٹھری، خانہ کوچک **ترجمہ**:- میرے خانہ دل میں شمع ہے اور نہ پروانہ تو پھر کون ہے؟ کہ میرے خانہ دل کے) بام و در ذروں اور پروانوں سے پُر ہو گئے ہیں (یعنی ضرور کوئی شمع چہرہ اور آفتاب رخ معشوق ہے)

اشارہ:- ذرہ کا تعلق آفتاب سے اور پروانہ کا شمع سے اس لئے شعر میں صنعتِ لف و نشر غیر مرتب ہے۔

(۵) **تشریح**:- "سبزۂ بیگانہ" خودرو گھاس جو لگائے ہوئے پودے کے پاس اگ آتی ہے چونکہ اس سے نقصان پہونچتا ہے اس لئے اکھاڑ دی جاتی ہے یہاں خطِ رخسار مراد ہے **ترجمہ**:- مجھے ڈر ہے کہ (کہیں ایسا نہ ہو کہ) اس کے لالہ اور چنبیلی (کے مانند رخسار) کو نقصان پہونچے کیونکہ چمنِ (چہرہ) کے کنارے بیگانہ سبزہ (خط) سے پُر ہو گئے ہیں۔

(۶) **ترجمہ**:- آج کی رات میرے خلوت خانہ میں سانس لینا دوبھر ہے آشنا ایک نہیں آیا اور گھر بھر گیا ہے **توضیح**:- یعنی ناواقف لوگوں کا اتنا ہجوم ہے کہ سانس لینا مشکل ہو گیا ہے مگر آشنا اور دوست کوئی نہیں یعنی ہمجنس اور آشنا کا ملنا مشکل ہے۔ اس مضمون کو پہلے یوں ادا کیا ہے ؎ سعدی آرزوئے یک تن ہمجنس کہ عنقاست ✤ از بسکہ تپیدیم شکستیم قفس را۔ ایک مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ میں قریب بمرگ ہوں سانس نکل رہا ہے مگر میری بالیں پر غیروں کا ہجوم ہے دوست اسوقت بھی نہ آیا۔ کسے چہ خوش گفتہ ؎

بلبم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم ✤ پس ازاں کہ من نہ مانم بچہ کار خواہی آمد۔

ہرگز عطائے ساقیِ ما را کرانہ نیست ۷ از تنگ ظرفیست کہ پیمانہ پر شدہ است
آں شاخِ گل بچوں تو نظیری نمی رسد ۸ دار الشفائے شہر ز دیوانہ پر شدہ است

بے تو دوشم و درازی از شب یلدا گذشت ۱ آفتاب امروز چوں برق از سرائے ما گذشت
نیش خارے نیست کز خونِ شکارے سرخ نیست ۲ آفتے بود انِ شکار افگن کزیں صحرا گذشت
شوکتِ حسنش کسے را فرصت آہے نداد ۳ گرچہ پر شور و نواے بود او تنہا گذشت
جلوہ اش ننمود از بس محوِ رفتارش شدم ۴ نالہ ام نشنید از بس گرم استغنا گذشت

(۷) ترجمہ :- ہمارے ساقی کی عطا کی ہرگز کوئی حد نہیں ہے۔ (یہ ہماری) تنگ ظرفی کی وجہ ہے کہ (ہمارا) پیمانہ بھر گیا ہے (یعنی ہم کم حوصلہ ہیں ورنہ اس کا کرم و عطا تو بے حد و نہایت ہے)

(۸) ترجمہ :- اے نظیری! وہ شاخِ گل (یعنی یار) تجھ جیسے شخص کو نہیں مل سکتی اس لئے کہ شہر کا شفاخانہ (یعنی خانۂ محبوب) دیوانوں سے پر ہو گیا ہے (یعنی جب پہلے سے کامل دیوانے پہونچ چکے ہیں تو تجھ جیسے نیم دیوانے کو جو بعد میں آیا ہے یہ شاخِ گل کیسے مل سکتی ہے دیوانہ کے لئے خوشبو کی چیزیں مفید ہوتی ہیں)

بحر :- رمل مثمن مقصور ..... ارکان و تقطیع :- مثل ۱/۲۴ (ت)

(۱) تشریح :- یلدا تاریک۔ پہلے مصرعہ میں ہجر کا بیان ہے اور دوسرے میں وصل کا ترجمہ :- (اے محبوب!) تیرے بغیر میری گذشتہ شب تاریک رات سے (بھی) درازی میں بھی بڑھ گئی اور آج آفتاب ہمارے گھر سے مثل بجلی کے مانند (تیزی سے) گذر گیا (یعنی شبِ ہجر کاٹے نہ کٹتی تھی اور روزِ وصل بہت جلد گذر گیا) یا دونوں مصرعوں میں کیفیتِ ہجر کا بیان ہے یعنی رات بھی تاریک ہے اور دن بھی اس لئے کہ آفتاب بجلی کی طرح گذر جاتا ہے اور پھر تاریکی چھا جاتی ہے حافظ گوید ؎

بے مہر رخت روز مرا نور نماندست + وز عمر مرا جز شبِ دیجور نماندست

(۲) ترجمہ بقلبِ مصرعین :- یہ شکاری (بھی) جو اس صحرا سے گذرا ایک آفت کا پرکالہ تھا کہ ایک کانٹے کی نوک بھی (ایسی) نہیں جو کسی نہ کسی شکار کے خون سے سرخ نہ ہو (یعنی صیاد حسن نے اسقدر عاشقوں کو شکار کیا ہے کہ تمام صحرائے عالم ان کے خون سے لالہ زار بن گیا ہے۔

(۳) ترجمہ بقلبِ مصرعین :- اگرچہ سراسر شور و فریادی (عاشق) ہو رہا تھا مگر اس کے حسن کے رعب نے کسی کو آہ کرنے تک کی مہلت نہ دی اور وہ دوست تنہا گذر چلا گیا (یعنی رعبِ حسن نے سب کو حیرت زدہ بنا دیا سب کی زبانیں بند ہو کر رہ گئیں)

(۴) ترجمہ :- میں چونکہ اسکی (مستانہ) چال میں محو ہو کر رہ گیا اس لئے اس کا جلوہ (مجھے) نظر نہ آیا اور وہ چونکہ بہت زیادہ بے نیازانہ انداز سے گذرا اس لئے میرا نالہ نہ سن سکا (خلاصہ یہ کہ ہم نہ اس کا جلوہ دیکھ سکے اور نہ ہمارا نالہ اس کے گوش گذار ہو سکا)

خواست آشفتگی دستار بردن از سرش ۵ بسکہ سرمست و بخود مغرور و بے پروا گذشت
با پریشانان چگویم صولتِ ہجرش چہ کرد ۶ باد یاسے آمد و بر دفترِ دلہا گذشت
باز امشب با سگِ کویش نظیری ہمرہ است ۷ شوکتے دیدم کہ پنداری جم و دارا گذشت

در شہرِ ما بدولتِ عشق احتیاج نیست ۱ در ہیچ گوشہ نیست کہ صد تخت و تاج نیست
چشمِ تر بچیں جبیں سے تواں فروخت ۲ کارِ وفا ہنوز چناں بے رواج نیست
خاطر بخندۂ گل و مل وا نمے شود ۳ غیر از گریستن غمِ دل را علاج نیست
شہرے بشیشۂ دلِ ما سنگ می زند ۴ در ہیچ پائے نشترے از زجاج نیست

(۵) ترجمہ بقلبِ مصرعین :- (دوست) چونکہ بہت زیادہ مست اور (اپنے حسن) پر مغرور اور بے پروایانہ گذرا تو اس کی رفتار کی مستی و پریشانی اس کے سر سے دستار گرا ہی چاہتی تھی (یعنی وہ اس انداز سے چل رہا تھا کہ قریب تھا کہ دستار سر سے اتر جائے)

(۶) ترجمہ :- کیا بتاؤں اس کے ہجر کے غلبہ اور شدت نے عشاقِ پریشان حال کے ساتھ کیا کیا (بس یہ سمجھو کہ) مایوسی کی ایک ہوا چلی اور دلوں کے دفتر پر ہو کر گذر گئی (یعنی تمام آرزوؤں پر پانی پھر گیا اور دل پر ایک مایوسی کی کیفیت چھا گئی)

(۷) ترجمہ :- آج کی رات پھر نظیری اس دوست کے کوچہ کے کتے کے ہمراہ ہے (اسی لئے تو میں نے اس کی) ایسی شان و شوکت دیکھی کہ گویا جمشید یا دارا گذرا (یعنی دوست کے سگِ کوچہ کی ہمراہی اتنی بابرکت اور قابلِ فخر ہے اگر خود دوست کی ہمراہی حاصل ہو جائے تو پھر عروج کا کیا پوچھنا)

بحر :- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور ارکان و تقطیع :- مثل ۱/۵۶ (ت)

(۱) ترجمہ :- ہمارے شہر میں عشق کی بدولت محتاجی (باقی) نہیں رہی (بلکہ) کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں سینکڑوں تخت و تاج نہ ہوں یعنی ہم عشق کی بدولت درویشی میں شاہی کرتے ہیں خواجہ میر درد کہتے ہیں ؎

اے درد بدولتِ فقیری ایں جا + در کسوتِ بندگی خدائی کردیم

(۲) ترجمہ :- (عاشق کی) چشم پرنم آنکھ (معشوق کی) شکنِ پیشانی کے بدلے فروخت کیجا سکتی (الحمد للہ کہ) وفا کا کاروبار ابھی ایسا بے رواج نہیں ہوا کہ وفا کی کوئی قیمت ہی نہ اٹھے یعنی عاشق کی اشکبار آنکھوں کو دیکھکر دوست کی پیشانی پر بوجہ عتاب شکن پڑ جاتی ہے یہی اسکی قیمت ہے۔

(۳) ترجمہ :- شراب اور پھول کی ہنسی سے (بھی ہماری) طبیعت شگفتہ نہیں ہوتی (بس اب) رونے کے سوا غمِ دل کا (اور کوئی) علاج نہیں۔ اشارہ :- پھول کے کھلنے اور صراحی کی آواز کو خندہ سے تعبیر کیا ہے)

(۴) تشریح :- زجاج "شیشہ، کانچ" ترجمہ :- ایک شہر کا شہر ہمارے دل کے شیشہ پر پتھر مار رہا ہے (اور حیرت ہے کہ پھر کسی کے پاؤں میں کانچ کا نشتر نہیں لگا (یعنی ہم پر سب طعن و تشنیع کی بوچھار کی مگر ہم نے کسی کو آزار نہیں پہونچایا اگر دوسرے مصرعہ کو اول

کس زیر چرخ توسنِ آزادگی نتاخت ۵ تاراج می کنند براہے کہ تاج نیست

ما خط رسانده ایم بہر مسلکے ۶ آفت رسیده را غمِ باج و خراج نیست

از نوشِ روزگار نظیری گداختیم ۷ ایں باده را موافقتے با مزاج نیست

شورِ چمن ز نغمۂ آزادئ من است ۱/۵۹ روئے شگفتۂ سحر از شادئ من است

میخانه ام بروئے بہارم کشاده اند ۲ ہر جا خرابی ست ز آبادی من است

بیہوشیم بجلوه گہِ گلستاں برد ۳ من بلبلم کہ نکہتِ گل ہادی من است

بے ذوقِ عشق کار بساماں نمے رسد ۴ شاگردِ عشق بودن از استادی من است

کے لئے علت قرار دیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ لوگ ہمارے شیشہ دل کو اس لئے توڑ رہے ہیں کہ اس کے پاؤں میں نشترِ زجاج نہیں لگا۔ کانچ کے پاؤں میں چبھنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے یعنی ابھی یہ لوگ آزارِ عشق سے نا واقف ہیں اس لئے ہمیں ملامت کرتے ہیں۔

(۵) تشریح: توسن، گھوڑا۔ تاج، مراد دبدبۂ شاہی ترجمہ: کسی شخص نے (اس) آسمان کے نیچے اسپ آزادی نہیں دوڑایا (یعنی سب گرفتارِ مصائب ہیں) اگر جائے تعجب نہیں (اس لئے کہ) جس راستے میں تاجِ شاہی کا رعب نہیں ہوتا (رہزن) لوٹا ہی کرتے ہیں (یعنی سلطان عشق کی پناہ میں آئے بغیر راہِ ہستی کا پُر امن ہونا اور فلک کی دستبرد سے بچنا ناممکن ہے)

(۶) تشریح: خط پروانہ واگذاری "مسلم" درست۔ باج وخراج، ٹیکس محصول لگان۔ ترجمہ: ہم نے پروانۂ واگذاری (شاہی) درست مہر والا حاصل کر لیا ہے (کہ) آفت زدہ شخص کو ٹیکس وغیرہ کا کچھ کھٹکا نہیں ہوتا۔ توضیح: رعایا پر جب کوئی آفت آپڑتی ہے تو بادشاہ محصول معاف کر کے معافی کا پروانہ دیا کرتے ہیں اسی اصول کے ماتحت کہتا ہے کہ ہم نے بھی (فی الحال) زندگی پر آفتِ عشق نازل ہو جانے کے بعد غمِ دنیا سے آزادی کا پروانہ حاصل کر لیا ہے۔

(۷) ترجمہ: اے نظیری! زمانے کے نوشدارو سے تو ہم (اور الٹے) گھل گئے (ہیچ یہ ہے کہ) یہ شراب کسی مزاج کے موافق نہیں (یعنی دنیا اور اس کا عیش سازگار نہیں، اس لئے کہ اس کو ترک کر دینا ہی بہتر ہے)

بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور ارکان وتقطیع: یش ۱/۵۹ (ت)

(۱) ترجمہ: میرے (ہی) نغمۂ آزادی کی وجہ سے چمن میں شورِ بلبل ہے اور میری ہی خوشی کی وجہ سے صبح کا چہرہ کھلا ہوا ہے (یعنی چمن میں بلبلوں کا شور اور صبح کا نور ہمارے نغموں کی حکایت اور شادمانی وصل کا اثر ہے)

(۲) ترجمہ: میں مجسم ایک میخانہ ہوں کہ مجھکو (قضا وقدر نے) موسم بہار کی خوشبو کے آغاز کے ساتھ ساتھ کھول دیا (پس اب) جس جگہ بھی ہے میری آبادی کی وجہ سے ہے (یعنی) اس میخانہ کا دروازہ کھلتے ہی عالم خرابات کا مجموعہ بن گیا۔ مراد یہ ہے کہ میرے کیف آور نغموں نے سب کو مست و بیخود بنا دیا۔

(۳) تشریح: بیہوشیم "میں" یم ضمیر مفعولی ہے۔ ہادی، رہبر۔ ترجمہ: بیخودی مجھکو باغِ (حسن) کی جلوہ گاہ کی طرف لئے جا رہی ہے (گویا)

عشقم نوید زندگیِ جاوداں دہد ۵ آں چشمۂ کہ گم شده در وادئ من است

گردوں بعشق زائچۂ طالعم نوشت ۶ نیک اخترے نشانۂ ہمزادئ من است

حسرت برم ہمیشہ نظیری ز صید گاه ۷ زیں خوئے رحم کآفتِ صیادئ من است

بحرف اہلِ غرض قرب دلبر مابند ست ۱/۹۰ دلِ شکستۂ ما را ہزار پیوند است

میں ایک بلبل ہوں کہ پھول کی خوشبو میری رہنمائی کر رہی ہے (یعنی جس طرح نکہتِ گل بلبل کو چمن کی دعوت دیتی ہے اسی طرح بیخودی بھی عشق مجھ کو جلوہ گہ یار کی طرف بلا رہی ہے)

(۴) تشریح: کار بساماں رسیدن "اسبابِ کار مہیا ہونا، انجام پانا۔ ترجمہ: عشق کے ذوق کے بغیر (کوئی) مراد پوری نہیں ہوتی (بس) میرا شاگرد عشق بنجانا میری کمالِ استادی کی وجہ سے ہے (یعنی میں نے بڑی استادی سے کام لیا کہ عشق اختیار کر لیا۔ اشارہ: استادی اور شاگردی میں صنعتِ تضاد ہے۔

(۵) ترجمہ: عشق مجھکو دائمی زندگی کی خوشخبری دے رہا ہے (یعنی) وہ چشمہ (حیات) جو گم ہو گیا ہے (حتی کہ سکندر تک کو نہ ملا) میری وادئ (سینہ) میں ہے (یعنی وہ چشمۂ عشقِ حقیقی کا ہے)

(۶) تشریح: زائچۂ طالع "وہ نقشہ جو مولود کا طالع دیکھنے کے لئے قواعدِ نجوم کے مطابق تحریر کیا جاتا ہے۔

ترجمہ: آسمان نے میرے طالع کا زائچہ عشق کے ساتھ لکھا ہے (یعنی وقتِ ولادت میرے طالع سے آثارِ عشق ہویدا تھے گویا) ایک بہت ہی سعادت اندوز ستارہ میری پیدائش کے ساتھ ساتھ نمودار ہوا (یعنی یہ میری بڑی خوش نصیبی ہے)

(۷) تشریح: صیادی "میں یائے مصدری ہے۔ ترجمہ: اے نظیری! میں ہمیشہ (اپنی اس) عادتِ رحم کی وجہ سے جو میری صید افگنی کے لئے آفت ہے شکار گاہ (دلبر) سے حسرت کے ساتھ واپس آتا ہوں (یعنی رحمدلی اور رقتِ قلب کی وجہ سے میں ناکام رہتا ہوں)

دیگر: ہمیشہ دوست کے شکار گاہ سے میں اس کی عادتِ رحم کی وجہ سے جو میرے صیاد کی صیادی کے لئے آفت ہے قتل ہونے کی حسرت لے کر واپس آتا ہوں (یعنی دوست بوجہ رحم مجھے قتل نہیں کرتا جس کی مجھے حسرت رہجاتی ہے مگر اس صورت میں "صیادی من" کے درمیان ایک مضاف او محذوف ماننا پڑے گا یعنی صیادی صیادِ من)

بحر: مجتث مثمن مخبون مقصور مشعث ارکان وتقطیع: خل ۱/۴۲ (ت)

(۱) ترجمہ: (اگرچہ ظاہر میں) ہمارا (سلسلۂ) نزدیکی و دوری غرضمندوں (رقیبوں) کی باتوں کی وجہ سے رکا ہوا ہے (مگر در پردہ) ہمارے ٹوٹے ہوئے دل کو (دوست کے ساتھ) ہزاروں لگاؤ ہیں (یعنی رقیبوں کے ڈر سے گو میری اور دوست کی ملاقات نہیں ہوتی مگر دلوں میں لگاؤ موجود ہے)

ازاں دمم کہ بحسرت فگندہ دیدن او ۲ نگہ بگوشۂ چشمم ہنوز در بند است
نظر دلیر نشد تا مژہ بہ پیش آمد ۳ حجاب اگر پر کاہیست کوہ الوند است
دو چشم ساکن بیت الحزن بمن گرید ۴ کہ من اسیر بمعشوقم او بفرزند است
درازدستی حسن کہ گل بجیبم ریخت ۵ کہ تا بدامنم از جیب در شکر خند است
بکینہ جوئی افلاک عشق مے بازیم ۶ کہ ہر کہ دشمن ما شد بدوست مانند است
نہ عیب تست کہ بیگانہ وار مے گذری ۷ کسے کہ زود گسل نیست دیر پیوند است

(۲) ترجمہ :- اس وقت سے کہ اس (محبوب) کے دیدار نے مجھے حسرت میں مبتلا کیا ہے ابتک میری نگاہ آنکھ کے گوشہ میں بند ہے (یعنی میں اس کے سوا کسی کو نہیں دیکھنا چاہتا مگر اس کے دیکھنے کی بھی حسرت رہی جاتی ہے۔

(۳) تشریح :- "نظر دلیر شدن" نظر بلند ہونا ۔ نظر جمنا "الوند" نام کوہ بلند در نواحی ہمدان ۔ ترجمہ :- (ابھی محبوب کے چہرہ پر میری) نظر جمی بھی نہ تھی کہ پلکیں سامنے آگئیں (یعنی پلک جھپک گئی اور باعث دل گرانی ہوگئی کیونکہ) اگر گھاس کا ایک تنکا بھی حجاب بنجائے تو وہ بھی الوند پہاڑ معلوم ہوتا ہے (یعنی بوقت دید پلکوں کا بند ہوجانا بھی ہمکو بہت شاق گذرتا ہے)

(۴) تشریح :- "ساکن بیت الحزن" ساکن غمخانہ مراد یعقوب علیہ السلام ترجمہ :- غمخانہ میں بیٹھنے والے (یعقوب ع) کی دونوں آنکھیں میری حالت پر آنسو بہا رہی ہیں اس لئے کہ میں دوست (کے دام عشق) کا اسیر ہوں اور وہ بیٹے (کے دام محبت) کا (یعنی میری حالت بہت زیادہ قابل حسرت و افسوس ہے گویا یعقوب ع میرے حال زار پر گریہ وزاری کر رہے ہیں یا اس امر پر گریہ کر رہے ہیں کہ میں بھی اسیر عشق کیوں نہ ہوا مراد یہ ہے کہ میرا معشوق فرزند یعقوب سے زیادہ حسین ہے)

(۵) ترجمہ :- اس (شوخ) کے حسن کی درازدستی نے میرے گریباں میں پھول لگا دیا کہ (میرا پیراہن) گریباں سے لیکر دامن تک ہنس رہا ہے توضیح :- یعنی چاک گریبان بڑھتے بڑھتے دامن تک آپہنچا ہے یہ کسی شوخ حسین کے عشق کا اثر ہے پھول زینت کے لئے گریبان میں لگاتے ہیں پھر پھول کی چاک گریبانی اور عاشق کے چاک پیراہن میں مناسبت ظاہر ہے اور اس کو خندہ سے تعبیر کرتے ہیں اور یہی طرفگی ہے۔

(۶) ترجمہ :- ہم آسمان کی دشمنی و کینہ وری سے (بھی) محبت کرتے ہیں اس لئے کہ جو ہمارا دشمن بناوہ (ہمارے) محبوب کے مشابہ ہے (یعنی فلک کا شیوہ بھی محبوب کے مثل ہمیں آزار پہونچانا ہے اس لئے آزار دوست کی طرح آزار فلک بھی ہمیں محبوب ہے۔

(۷) تشریح :- "زود گسل" جلد قطع تعلق کرنے والا "دیر پیوند" دیر میں تعلق جوڑنے والا ترجمہ :- اے دوست ! اگر تو اجنبی شخص کی طرح (ہمارے پاس سے) گذر جاتا ہے (اور ہمارے التفات) نہیں کرتا تو یہ تیرے لئے کوئی عیب کی بات نہیں (بلکہ خوبی ہے) اس لئے کہ جو شخص جلد روٹھنے والا نہیں ہوتا وہ دیر میں ملنے والا ہوتا ہے (اور جو جلد روٹھتا ہے وہ جلد ہی من بھی جاتا ہے۔

بیا کہ از مئے یارینہ تلخ کام تریم ۸ اگر تو زہر حکانی بکام ما قند است
ہمہ ترانۂ آفاق راز بر دارم ۹ بگوشم آنچہ نمے گردد آشنا پند است
نظیری از تو بجاں کندنست لب بکشا ۱۰ بایں قدر کہ بگوئی بمیر خورسند است

دل کہ جمعست غم از بے سروسامانی نیست ۱|۹ فکر جمعیت اگر نیست پریشانی نیست
بیضۂ در چنگل شہباز نہند طائر ما ۲ در فضائے کہ منم بال و پر افشانی نیست
گر کنم یاد ز بت خانہ مرا عیب مکن ۳ ہر کرا مہر وطن نیست مسلمانی نیست

(۸) ترجمہ :- اے دوست ! چلا آ اس لئے کہ شراب (کہنہ) پینے کی وجہ سے ہمارا حلق بہت کڑوا ہو رہا ہے تو اگر زہر (دشنام) بھی (ہمارے حلق میں) ٹپکادے گا تو وہی (ہمارے لئے) قند ہے (شراب کے بعد نقل کی ضرورت ہوتی ہے تو کیا اچھا ہو اگر تیرے عتاب و دشنام کا نقل ہمیں میسر ہو جائے)

(۹) تشریح :- "آفاق" جمع افق ۔ کنارۂ آسمان عالم کو چونکہ کنارہائے آسمان محیط ہیں اس لئے عالم پر آفاق کا اطلاق ہوتا ہے" ز بر حفظ ترجمہ :- دنیا بھر کے تمام افسانے مجھے حفظ یاد ہیں مگر میرے کان سے جو چیز آشنا نہیں ہوتی وہ (ناصح) کی نصیحت ہے (یعنی عشق کے معاملہ میں نصیحت ناصح ناگوار ہوا کرتی ہے چنانچہ غالب کہتے ہیں ؎

حضرت ناصح گر آئیں دیدہ و دل فرش راہ + کوئی مجھکو یہ تو سمجھادو کہ سمجھائیں گے کیا

(۱۰) ترجمہ :- اے محبوب ! نظیری تیری (ناراضی اور خاموشی کی) وجہ سے جان کنی کی تکلیف میں مبتلا ہے (خدا کے لئے) لب کھول حرف تیرے اتنا کہدینے پر کہ "مرجا" وہ خوش ہے (یعنی اتنا ہی کہدے تاکہ اس کی جان آسانی سے نکل جائے)

بحر :- رمل مثمن مخبون مقصور محذوف ارکان و تقطیع :- فعِلاتن (ت)

(۱) تشریح :- "کہ" بمعنی اگر حرف شرط "جمعیت" سکون دل ۔ اطمینان ۔ ترجمہ :- دل اگر مطمئن ہے تو بے سروسامانی کا کچھ غم نہیں (کیونکہ) اگر جمعیت و اطمینان کی فکر نہیں ہے تو کوئی پریشانی نہیں (لیکن اگر دل مطمئن نہ ہو اور دولت دنیا حاصل ہو تو زندگی سراسر مجموعہ پریشانی ہے)

(۲) ترجمہ :- ہمارا طائر دل شہباز (تجلی) کے پنجہ (کو آشیانہ بناکر اس) میں بیضہ دیتا ہے جس فضا میں میں ہوں اس میں پرد بازو جھاڑنے کی ضرورت نہیں اشارہ :- استغناء و علو ہمت کو بیان کرتا ہے کہ ہم حد جہد کے دائرے سے باہر نکل چکے ہیں۔

(۳) ترجمہ :- اگر میں بت خانہ کو یاد کروں تو (اے شیخ حرم !) مجھ پر حرف گیری نہ کر اس لئے کہ جو شخص وطن (اصلی) سے محبت نہ رکھتا ہو وہ مسلمان نہیں (کہ گفتہ اند حب الوطن من الایمان ملکہ حضرت غالب تو اس کو اصل ایمان قرار دیتے ہیں ؎

وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے + مرے بتخانہ میں تو کعبہ میں گاڑو برہمن کو

لاابالی شود رباب فراخیٔ انشاط ۴ چند در تنگیٔ مشرب که فراوانی نیست
نیست لذت ز نظربازی بزمے که درو ۵ خندهٔ زیر لب و گریهٔ پنہانی نیست
ترکِ ادبار بتاج سرِ جم دوختہ اند ۶ ہیچ سر نیست کش ایں ننگِ پیشانی نیست
بر درِ خلوتِ ما ہر ہمائے بخشند ۷ ہدہدے راکہ بسر تاجِ سلیمانی نیست
طبلِ درویشیٔ ما بر درِ جاوید زدند ۸ بر لبِ بام بجز نوبتِ سلطانی نیست
صحبتِ آئینہ طبعاں بدے تیرہ شود ۹ در چنیں بزم کہ جائے گرانجانی نیست

(۴) تشریح :۔ لاابالی صیغہ واحد متکلم مضارع منفی از بالاۃ فارسی میں معنی بے نیاز تعبیرت اسم صفت مستعمل ہے "چند در تنگیٔ مشرب" کے بعد "باشی" اور "کہ" کے بعد لفظ "درو" محذوف ہے۔ ترجمہ :۔ (رسوم و قیود سے) تو بے نیاز ہوجا اور مسرت و شادمانی کی فراخی حاصل کرے تو کب تک مشرب و مسلک کی تنگی میں (پھنسا) رہیگا کہ جس میں وسعت (بالکل) نہیں۔

(۵) ترجمہ :۔ اس محفل کی نظربازی میں (بالکل) لطف نہیں جس میں (دوست کا) آہستہ مسکرانا اور (عاشق کا) چھپکر رونا نہ پایا جائے۔ (یعنی بغیر عشق کے کسی محفل میں کوئی لطف نہیں)

(۶) ترجمہ :۔ ادبار بدبختی کی کلاہ (خیاطانِ قدرت نے) جمشید کے سر کے تاج پر (بھی) سی دی ہے (یعنی عروجِ شاہی کو بھی بالآخر زوال ہے) چنانچہ) ایسا سر کوئی نہیں جس کی پیشانی پر اس ذیل (فنا) کا داغ نہ ہو (کل شیٔ ھالک الا وجہہٗ) (یعنی ذاتِ قدیم کے سوا سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں)

(۷) تشریح :۔ ہدہد ایک پرندہ کا نام ہے ہندی میں کھٹ بڑھیا کہتے ہیں حضرت سلیمان کا پیغام بلقیس کے پاس ہدہد لے کر گیا تھا یعنی انکا ادنی خادم تھا۔ ترجمہ :۔ ہمارے خلوت خانے کے دروازہ پر (ہمارے خدام کارکنانِ قضا) اس ہدہد کو ہما کا (مبارک) بازو عطا کر دیتے ہیں جس کے سر پر تاج سلیمانی نہیں ہے توضیح :۔ ذکر ہدہد و سلیمان سے ان کے قصہ کی طرف تلمیح ہے مراد یہ ہے کہ ہمارے فیض سے ناقص لوگ ایسے کامل ہوجاتے ہیں کہ وہ دوسروں کی تکمیل کر دیتے ہیں۔ خواجہ حافظ فرماتے ہیں ؎

آنچہ زر می شود از پرتو آں قلب سیاہ + کیمیائے ست کہ در صحبت درویشاں ست

(۸) ترجمہ بقلب مصرعین :۔ (کاخ شاہی کے) بام پر تو صرف (چند روزہ) نوبت رکھی ہوئی ہے (مگر) ہماری (سلطنت) فقیری کا نقارہ (ذلقارچیانِ قضا و قدر نے) دوام و ثبات کے دروازے پر بجایا ہے توضیح :۔ یعنی عروجِ دنیوی جلد زائل ہوجانے والا ہے۔ حافظ کہتے ہیں ؎

دولتے راکہ نباشد غم آسیبِ زوال + بے تکلف بشنو دولتِ درویشاں ست

(۹) تشریح :۔ "آئینہ طبع" اسم فاعل ترکیبی بمعنی صاف باطن "گرانجانی" کدورتِ طبع" ترجمہ :۔ صاف دل لوگوں کی مجلس ذرا سی بات میں مکدر ہوجاتی ہے پس اس کا خیال رکھو کہ) ایسی محفل میں گرانجانی کا موقع نہیں ہے (یعنی محفلِ عرفا کے آداب کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ اسی مضمون کو بیدل نے یوں ادا کیا ہے ؎ چوں رہ بری بصحبت نیکاں گراں مباش + جائیکہ اگر بقدر و سند آستاں طلب)

تو بمعموری مصری و من مجنوں را ۱۰ نبرد شوق بر آں کوچہ کہ ویرانی نیست
از فسوں دانیٔ چشماں سیاہے کہ تراست ۱۱ صد نظری بنگہ داشتن ارزانی نیست

محبت تو بہر دل نشست کیں نشست ۹۲/۱ دمے بہر کہ نشستی دگر غمیں ننشست
بمحفلے کہ تو دامن برنجش افشاندی ۲ بگیر تلخیٔ عیشم برانگبیں ننشست
ہمیشہ گرمیٔ خوئے در آتشم دارد ۳ بخود نشستم و آں خوئے آتشیں ننشست
حجابِ عشق غبارے میانِ ما انگیخت ۴ کہ از فشاندنِ داماں و آستیں ننشست
گرہ بگوشہ ابرو نگہ بجانبِ غیر ۵ بہ پیش تیغ کسی خود بمجلس چنیں ننشست

(۱۰) ترجمہ :۔ تو شہر کی آبادی میں ہے اور مجھ دیوانہ کو عشق اس کوچہ میں کبھی نہیں بھیجتا جس میں ویرانی نہ پائی جائے۔
توضیح :۔ یعنی یوسف چہرہ دوست آبادی مصر میں ہے اور ہم اس کے عشق میں ویرانہ طلب ہیں کے ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

(۱۱) ترجمہ :۔ اے دوست! تیری ان سیاہ آنکھوں کی جادوگری سے سو نظریں ایک نگاہ میں پھانس لینا (بھی) ارزانی نہیں ہے (بلکہ گرانی ہے) یعنی سو نظریں ملکر بھی تیری ایک نگاہ کی قیمت ادا نہیں کر سکتے مراد یہ ہے کہ تیری چشمِ سحر آلود ایک ایک نگاہ سے سو سو نہیں بلکہ ہزار ہزار عاشقوں کو دامِ عشق میں گرفتار کر سکتی ہے)

بحر :۔ مجتث مثمن مخبون مقصور ارکان و تقطیع :۔ مثل ۲/۱ (ت)

(۱) ترجمہ :۔ (اے دوست) جس دل میں (ایک دفعہ) تیری محبت جاگزیں ہوگئی (پھر کبھی اس میں) کینہ نہیں بیٹھا۔ اور جس کے ساتھ تو ایک لمحہ کے لئے بیٹھ گیا پھر وہ (عمر بھر) غمگین نہیں ہوا (یعنی تیرا عشق دل کو کینہ سے پاک کر دیتا ہے اور تیرا وصل) دائمی نشاط کا موجب ہے

(۲) تشریح :۔ "رنجش" حاصل مصدر از رنجیدن "عیشم" میں میم "انگبیں" کا مضاف الیہ ہے۔ ترجمہ :۔ جس محفل میں تو نے خفگی کے ساتھ دامن جھٹک دیا تو زندگی کی تلخی (اتنی بڑھ گئی کہ اس) کے باعث مکھی میرے شہد پر نہیں بیٹھی (تا بہ دیگرے چہ رسد۔ یعنی تیری خفگی نے ہماری زندگی کی شیرینیوں کو تلخیوں سے بدل دیا۔

(۳) ترجمہ :۔ مجھے ہمیشہ دوست کی آتش مزاجی آگ میں جلاتی ہے (حتی کہ) میں خونِ (دیدہ) میں ڈوب گیا مگر دوست کی وہ شعلہ مزاجی کم نہ ہوئی (غالب کا شعر ہے) ؎ نہ شعلہ میں یہ کرشمہ نہ برق میں یہ ادا + کوئی بتاؤ کہ وہ شوخِ تند خو کیا ہے)

(۴) ترجمہ :۔ عشق کے حجاب و پردہ نے ہمارے درمیان وہ غبار (دوئی) پیدا کر دیا کہ جو دامن اور آستین کے جھٹکنے سے نہ گیا (یعنی عشق خود عاشق و معشوق کے مابین ایک حجاب ہے جس کا منشا دوئی ہے اور اس کا دور کرنا ہمارے بس سے باہر ہے۔

(۵) ترجمہ بقلب مصرعین :۔ (اے دوست!) کوئی شخص (آج تک) اپنے دشمن کے سامنے (بھی) اس طرح نہیں بیٹھا (ہوگا جس طرح کہ تو عاشق کے سامنے بیٹھا ہے) کہ ابرو پر بل پڑے ہوئے ہیں اور نگاہ رقیب کی طرف ہے۔

تو میروی و من از اضطراب مے میرم ۶ کسے بحالِ چنیں روزِ واپسیں ننشست
چناں گرانی خویش از درت سبک بردم ۷ کہ از سجودِ توام گرد بر جبیں ننشست
غمت ندیدہ رہ خانۂ نظیری را ۸ کہ چوں بہانۂ خو تو در کمیں ننشست

عشق ست کہ حکمِ دو جہاں مختصرِ اوست ۹۴ مجموعۂ احوالِ دو عالم خبرِ اوست
صد رہزنم در صفِ اندیشہ نشستہ ۲ حرزِ دلِ آگاہ نشین از نظرِ اوست
بیگانگیش بار دہد اشکِ ندامت ۳ ایں تخم ہمانست کہ طوفانِ ثمرِ اوست
یاد آورِ شیں راہ نمائید بوصالش ۴ ایں خانہ ہمانست کہ امید درِ اوست

(۶) ترجمہ:- (اے دوست!) تو جا رہا ہے اور میں اضطراب سے مرا جا رہا ہوں کوئی ایسی حالت میں موت کے دن بھی مبتلا نہ ہوا ہوگا جیسی حالت میں میں وداعِ دوست کے دن مبتلا ہوں سعدی روی و گریہ می آید مرا + ساعتے بنشیں کہ باراں بگذرد

(۷) ترجمہ:- اپنی (پیشانی کی) بار کو میں نے ایسی پھرتی کے ساتھ تیرے دروازہ سے ہٹا دیا کہ تیرے (آستانہ پر) سجدہ کرنے سے میری پیشانی پر گرد بھی نہیں لگی (یعنی آستانۂ دوست کیلئے ہمارا سر بھی باعثِ ننگ ہے اس لئے دوست کی ناگواری کے خیال سے ہم نے اسکو آستانہ سے فوراً اٹھا لیا۔

(۸) ترجمہ:- تیرے غم (عشق) نے نظیری کے گھر کے دروازے کو نہیں دیکھا کہ تیری عادت کی حیلہ سازی کی طرح گھات میں نہ لگ گیا ہو (یعنی غم عشق ہر انسان پاتے ہی میری گھات میں لگ گیا ہے)

بحر:- ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور ارکان و تقطیع:- مفعول ۹۶ (ت)

(۱) ترجمہ:- یہ عشق ہی ہے کہ دونوں عالم کی تفصیلات اس کا خلاصہ ہیں اور ہر دو عالم کے حالات کا مجموعہ اس کی ایک حکایت ہے (یعنی مرتبۂ عشق بلند و برتر ہے دونوں عالم اور اسکی تفصیلات کتابِ عشق کا ادنیٰ جزو ہیں)

(۲) ترجمہ:- میرے سلسلۂ تصور و خیال کے انتظار میں سینکڑوں (ہوا و ہوس کے) رہزن بیٹھے ہوتے ہیں (لیکن مجھے کوئی خطرہ نہیں اس لئے کہ میرے) ہوشیار دل کا تعویذ دوست کی نظر (رحمت) ہے (یعنی خدا کی رحمت جبکہ شاملِ حال ہے تو ان رہزنوں سے مجھ کو کوئی کھٹکا نہیں)

(۳) ترجمہ:- اس (محبوب) سے بے تکلفی کا ثمرہ اشکِ ندامت ہے اور یہ وہ تخم ہے کہ جس کا ثمر طوفانِ نوح ہے (مراد یہ ہے کہ خدا کی لگن دل میں ہر وقت لگی رہنی چاہیئے ورنہ حسرت و ندامت کے آنسو طوفانِ نوح برپا کر دیتے ہیں)

(۴) ترجمہ:- اور اسکی یاد آوری اس کے (حریم) وصال کا راستہ بتاتی ہے اور یہ وہ گھر ہے کہ جس کا دروازہ امید ہے (یعنی جو اسکی یاد کرتا رہتا ہے اور وصل سے مایوس نہیں ہوتا تو ضرور کامیاب ہو جاتا ہے عربی کی مثل ہے من قرع بابا و لج و لج یعنی جو شخص برابر دروازہ پر دستک دیتا رہتا ہے وہ ضرور داخل ہو جاتا ہے)

گر ناخوشت از جا ببرد جائے نگہدار ۵ کاں دل کہ زناوک نہراسد سپرِ اوست
گر زمزمہ رہ زندت از پئے آں رو ۶ کاں دل کہ ز جا رفت ہمانش بر گذرِ اوست
گریاں ز گلستانِ جہاں رفت نظیری ۷ ہر لالہ کہ از خاک دمد چشمِ ترِ اوست

نشاطِ عیدِ گدا عجب بادشاہ شکست ۹۴ شد از معانقہ صیں بر رخ قبا بشکست
چناں بیک دگر آمیختند شیخ و ندیم ۲ کہ شیشۂ مست در آغوشِ پارسا بشکست
رئیس و قاضی و مفتی بہ رقص بر جستند ۳ نشاطِ ما دلِ شرمِ روستا بشکست

(۵) تشریح:- ناخوش، حال از ضمیر خطاب مفعولی یا بمعنی کلمۂ ناخوش مراد دشنام پہلی صورت میں ببرد کا فاعل ضمیر راجع بسوئے دوست اور دوسری صورت میں فاعل ناخوش ہے۔ ترجمہ:- اگر (دوست) تجھکو ناراض کرکے (یا دوست کا کوئی برا لفظ) تجھکو اپنی جگہ سے ہٹائے تو تو اپنی جگہ قائم رہنا اس لئے کہ جو دل (دوست کے) تیر سے نہیں ڈرتا وہی اس کے لئے ڈھال ہے (یعنی کسی حال میں بھی آستانۂ دوست کو چھوڑنا نہ چاہیئے صبر کرنا چاہیئے آئندہ راحت نصیب ہوگی عربی مثل ہے من صبر ظفر "صبر کرنے والا کامیاب ہو جاتا ہے"

(۶) ترجمہ:- اگر کوئی (عشق کا) راگ تیرے متاعِ دل پر ڈاکہ ڈالے تو اس کے پیچھے چل اس لئے کہ جو دل اپنے مقام سے گذر گیا اس کا راستہ اس (محبوب) کی گذرگاہ پر ہے (یعنی عشق گو متاعِ صبر و قرار کو لوٹ لیتا ہے مگر جو اسکی پیروی کرتا ہے اسکو منزلِ دوست تک پہنچا دیتا ہے)

(۷) ترجمہ:- معلوم ہوتا ہے کہ نظیری باغِ عالم سے روتا ہوا گیا ہے کیونکہ جو گلِ لالہ زمین سے اگتا ہے وہ اس کی چشمِ تر معلوم ہوتا ہے (یعنی وہ دنیا میں ناکامیوں پر خون کے آنسو روتا رہا ہے کہ مرنے کے بعد زمین سے اگنے والے لالہ کے پھول اسکی خون آلود آنکھوں کی مثال ہیں)

بحر:- مجتث مثمن مخبون مقصور ارکان و تقطیع:- فعل ۴۲ (ت)

(۱) ترجمہ:- فقیر کی عید کی خوشی نے بادشاہ کے تکبر و غرور کا سر نیچا کر دیا (چنانچہ وہ گدا کے ساتھ) گلے ملکر الگ ہوا اور قبا کی شکنیں تو دیں

توضیح:- قبا میں کمر کے حصہ میں شکن ڈالے جاتے ہیں مراد یہ ہے کہ روزِ عید گدائے عشق شاہِ حسن کے ساتھ ایک صف میں کھڑا ہو گیا اور یہ معانقہ معشوق کی قبا کے شکن بگاڑ گئے۔ یا مراد یہ ہے کہ مردانِ باخدا کے سامنے بادشاہوں کا بھی سر جھک جاتا ہے۔

(۲) ترجمہ:- اور آج شیخ (حرم) اور ندیم (میکدہ) آپس میں اس قدر بغلگیر ہوئے کہ ندیم مست کی بوتل (شیخ) پارسا کی آغوش میں ٹوٹ گئی (یعنی آج پارسا نے بھی طریقِ رندی اختیار کر لیا)

(۳) ترجمہ بانقلاب مصرعین:- آج ہماری (محفل کی) طبلہ اور بانسری نے دیہاتیوں کی شرم کو (بھی) دور کر دیا (چنانچہ) رئیس قاضی شہر اور مفتی سب ناچ رہے ہیں (مراد واضح ہے)

نسخہ: مباد

مُبادا فراز پئے جاں بود چشمِ قربانی ۴ نگاہ تا نرود زاں بساط پا بشکست

دلِ شکستہ دِراں کوئے می کنند درست ۵ چنانکہ خود نشناسی کہ از کجا بشکست

بآبِ خضر سکندر نبرد ز آئینہ راہ ۶ سفال مے کدہ جامِ جہاں نما بشکست

بفطرِ روزہ مے داد پیر بادہ فروش ۷ کہ ہم گدا ز حسد کاسۂ گدا بشکست

زمانہ طفل طبیعت شد آنقدر کہ ادیب ۸ کمر ببست پئے شوخی و عصا بشکست

شکست توبہ ہر کس بقدرِ حال امروز ۹ نظیری از خمِ مے صوفی از ہوا بشکست

(۴) تشریح:۔ "مبادا" کے بجائے ایک نسخہ میں "مساز" ہے اس صورت میں لفظ "بود" بصیغہ ماضی برمحل ہے "مبادا" کے ساتھ صیغہ مضارع آتا ہے اور مضارع قرار دینے کی صورت میں شعر وزن سے گر جاتا ہے۔ ترجمہ:۔ ایسا نہ ہو کہ جان کے پیچھے قربانی کی آنکھ بھی جاتی رہے اس لئے نگاہ نے اپنے پاؤں قلم کردئے تاکہ اس کی بساط قتل سے دور نہ ہوسکے (یعنی گو جان نکل چکی ہے مگر نگاہ بساط قتل سے جدا نہیں ہوئی جیسا کہ قربانی کے جانور کی آنکھ کھلی رہ جاتی ہے اس طرح بعد قتل بھی میری آنکھیں نظارۂ قاتل کرنے کے لئے کھلی ہوئی ہیں۔

(۵) ترجمہ:۔ اس کوچۂ جاناں میں (اس کی مہر و عنایت کے صناع) ٹوٹے دلکو ایسا درست کر دیتے ہیں کہ خود تم نہ پہچان سکو کہ کہاں سے ٹوٹا ہے (یعنی دوست کی ایک نظر کرم گذشتہ تمام غموں کو بھلا دیتی ہے)

(۶) ترجمہ:۔ سکندر آئینہ سے آب حیات کا پتہ نہ لگا سکا (اور یہاں ہمارے) میکدہ کے مٹی کے پیالے نے جام جہاں نمائے جمشید کی قدر گھٹا دی۔

توضیح:۔ مشہور ہے کہ سکندر آب حیات کی طلب میں خضر کے ساتھ نکلا تھا مگر ناکام رہا کیونکہ وہ آئینہ کا موجد ہے جو کہ سامان خود بینی ہے اور ہمکو بوجہ عشق وہ شرف حاصل ہے کہ ہمارے جام سفالیں کے آگے جام جمشید کی بھی کوئی حقیقت نہیں یعنی ہماری نظر میں عروج دنیا ہیچ ہے اس لئے کہ ہم کو عشق کا آب حیات مل چکا ہے

(۷) تشریح:۔ "فطر" روزہ کشائی، صدقۃ الفطر۔ ترجمہ:۔ روزہ کشائی کے لئے یا صدقۃ الفطر میں (بجائے غلہ کے) مے فروش پیر مے کدہ نے شراب دی کہ ایک گدا نے دوسرے گدا کے پیالہ کو حسد کی وجہ سے توڑ ڈالا (حالانکہ گدا کو حسد سے پاک ہونا چاہئے یعنی شراب چیز ہی ایسی ہے کہ جس پر گداؤں کو بھی حسد ہونے لگتا ہے)

(۸) ترجمہ:۔ زمانہ کے مزاج میں اس قدر بچپن آگیا ہے کہ استاد نے (جو بچوں کو ادب سکھاتا ہے) خود شوخی و شرارت پر کمر باندھ لی اور آلۂ تادیب و وقار (یعنی) عصا کو توڑ دیا (یعنی آج عید وصل ہے ہر شخص کے مزاج میں شوخی آگئی ہے)

(۹) ترجمہ:۔ آج ہر ایک نے اپنے اپنے حال کے مطابق توبہ توڑی (چنانچہ) نظیری نے خم شراب سے (توبہ کر رکھی تھی اس نے وہ توڑی) اور صوفی نے حرص و ہوا سے (یعنی رند و پارسا سب بمعرفت سے نوشی و لطف اندوزی ہو گئے۔ صوفی کی توبہ کے ہوا سے ٹوٹنے میں جو مزاحی رنگ پایا جاتا ہے وہ شعر کو خاصہ شوخ بنا رہا ہے۔

خمارے بلبم قفل زد ایاغ کجاست ۹۵/۱ کلیدے کدہ گم کردہ ام چراغ کجاست

نہ عندلیب غزل خواں نہ شاخ گل خنداں ۲ دریں بہار کسے را دل و دماغ کجاست

شگوفہ را بہ رہنِ ابر جامہ در گرو ست ۳ برہنہ را سر و سامانِ عیش باغ کجاست

یکے بگرد گلستانِ خویش سیری کن ۴ ببیں کہ یک گل بے صد ہزار داغ کجاست

ہزار ضبس مرادم بوقت در گرو ست ۵ دمے کہ صاحبِ وقتے دہد سراغ کجاست

ز شغل کار نبودم یک نفس رہائی نیست ۶ محبتی کہ دہد از خودم فراغ کجاست

بخونِ دیدہ نظیری بساز و بادہ مخواہ ۷ برائے راغ مئے ہمچو چشمِ زاغ کجاست

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون مقصور ارکان و تقطیع:۔ شل ۲/۱ (ت)

(۱) تشریح:۔ "خمار" نشہ ٹوٹنے کی حالت "ایاغ" پیالہ۔ ترجمہ:۔ شراب کے خمار نے میرے لبوں پر قفل لگا دیا۔ پیالہ۔ شراب کہاں ہے (لاؤ یعنی) شراب خانہ کی کنجی گم ہوگئی ہے۔ چراغ کہاں ہے (لاؤ) تاکہ اس کو تلاش کرلیں یعنی کوئی صورت مے نوشی کی ہونی چاہئے تاکہ خمار دور ہو اور لب مصروف گویائی ہوں)

(۲) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ اس بہار میں کہ جس میں نہ کوئی بلبل غزل خواں ہے اور نہ کوئی پھولوں کی ڈالی ہنس رہی ہے کسی کا (یعنی میرا) دل و دماغ (ٹھکانے) کہاں ہے؟ (یعنی اس بہار زندگی میں جو خزاں سے زیادہ بدتر ہے کسی کو لطف اندوزی اور سیر گلشن کا خیال نہیں آسکتا)

(۳) ترجمہ:۔ کلی (تکمہ) کے کپڑے، ابر کی تری کے بدلے رہن پڑے ہیں (پس) ننگے کو باغ کے عیش کا ساز و سامان کہاں (میسر) ہے (یعنی کلیاں ابھی کھلی نہیں ہیں ناشگفتگی کو جامہ گرو ہونے سے تعبیر کرنا حسن تعلیل ہے)

(۴) ترجمہ:۔ ذرا اپنے باغ دل کے گرد بھی گشت لگا اور دیکھ ایک (آرزو کا) پھول بھی ایسا نہیں جس میں (حسرتوں کے) لاکھوں داغ نہ ہوں (یعنی چمن کے لالوں میں تو صرف ایک ایک داغ ہے اور باغ دل کے ایک ایک لالہ میں لاکھ لاکھ داغ ہیں ؎

دل ز داغ آتشیں باغ ست ادول چشم من + ایں بہارم گر کسے بنگر یستے بگریستے

(۵) ترجمہ:۔ میری مراد کی ہزاروں جنسیں وقت و زمانہ کی مرہون ہو رہی ہیں) وہ لمحہ جو صاحب وقت (مرشد) کا کھوج نکال دے، کہاں ہے؟ (یعنی ایسا رہنما کیسے میسر آئے جو ہمارے دل کی مرادوں کو پورا کر دے ؎

آناں کہ خاک را بنظر کیمیا کنند + آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

(۶) ترجمہ:۔ مجھے اپنی مشغولیتوں سے ایک لحظہ کی فرصت نہیں وہ عشق جو مجھے اپنی خودی سے نجات دلا دے کہاں ہے؟ (یعنی میں چاہتا ہوں کہ عشق اختیار کرکے خودی و پندار سے نجات حاصل کرلوں کیونکہ عشق ہی نجات دلا سکتا ہے)

(۷) ترجمہ:۔ اے نظیری! اشک خونیں کے ساتھ موافقت پیدا کر اور شراب (سرخ) نہ مانگ اس لئے کہ بر دشت کے لئے چشم زاغ کے مثل (سرخ) شراب کہاں ہے؟ (یعنی دیوانۂ عشق جس کا کام صحرا نوردی ہے، اس کو شراب سرخ کی خواہش نہ کرنی چاہئے بلکہ خون آلود اشکوں کو بجائے شراب پینا چاہئے)

گر شرر گر شعلہ ہر جا گشت پیدا آتش ست ‏ ۹۶/۱ ‏ چارۂ دل کن کہ با آتش مدارا آتش ست

زتنک مانع شوق غالب رتو یارب چوں سہم ‏ ۲ ‏ راہِ عاشق بر میانِ ہفت دریا آتش ست

چوں چراغِ مردہ از صحبت دلے آوردہ ام ‏ ۳ ‏ از دمِ خلوت نشینانم تمنا آتش ست

گر بظاہر کاہلم اما بباطن چالکم ‏ ۴ ‏ تن اگر خاک ست اما دل سراپا آتش ست

گر بکفرستان بری ایں روئے آتشناک را ‏ ۵ ‏ برہمن در رقص آید کہ حق با آتش ست

از نسیم صبح مے سوزد حریفاں را جمال ‏ ۶ ‏ نازکاں را بر سرِ آں کوئے سرما آتش ست

بحر :- رمل مثمن مقصور ‏ ‏ ارکان و تقطیع : فاعلاتن ۳ بار فاعلات

(۱) تشریح : حروفِ شرط کا تکرار تردید کے لئے ہے۔ مدارا :- حسن سلوک، نرم برتاؤ۔ ترجمہ :- خواہ چنگاری ہو خواہ شعلہ جس جگہ ظاہر ہو (سمجھ لو کہ) آگ ہے (اس لئے اے غافل تو اپنے دل کی (آگ بجھانے کی) تدبیر کر) آگ کے ساتھ نرمی کا برتاؤ بھی آگ کا حکم رکھتا ہے (یعنی عشق خواہ ابتدائی درجہ میں ہو خواہ انتہائی درجہ میں اس کی مثال آگ کی سی ہے جسکو معمولی نہ سمجھنا چاہئے۔ لیکن دل کو بچانے کی تدبیر بھی کوئی نہیں)

(۲) ترجمہ :- اے خدا میں تجھ تک کیسے پہونچوں زہرہ تک رکتا ہے اور شوق غالب ہے (معلوم ہوا کہ) عاشق کا راستہ سات دریاؤں کے عین وسط میں بھی آگ کا ہے (یعنی آبِ ہفت دریا بھی آتشِ شوق کو نہیں بجھا سکتا۔ عاشقوں کو نہ وصل میں سکون و قرار ہوتا ہے نہ ہجر میں۔ غالب کہتے ہیں سہ ‏ عاشقی صبر طلب اور تمنا بے تاب ‏ + ‏ دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہونے تک

(۳) ترجمہ : صحبت (دنیا) سے میں بجھے ہوئے چراغ کی مانند (بے نور) دل لایا ہوں (اب ان) خلوت نشینوں کے دم (سوزاں) سے آگ کی تمنا ہے (جس سے میرا چراغِ دل پھر روشن ہو جائے یعنی دنیا طلبی سے چراغِ دل بے نور ہو جاتا ہے)

(۴) ترجمہ :- اگرچہ ظاہر میں میں سست ہوں مگر باطن کے لحاظ سے میں بڑا چست ہوں (یعنی) میرا بدن اگرچہ خاک کا ہے (جو بالکل بے حس و حرکت ہے) مگر میرا دل مجسم شعلہ ہے (جو سراپا حرکت ہے یعنی مادیت کے لحاظ سے گو مجھ میں گرانی و سستی ہے مگر روحانی اعتبار سے میں بہت سبک اور چست ہوں۔ مادہ کثیف ہوتا ہے اور روح لطیف)

(۵) ترجمہ :- (اے دوست!) اگر تو اس آتش رنگ چہرہ کو کفرستان میں لیجائے تو برہمن (خوشی سے) رقص کرنے لگے گا کہ حقانیت آگ کے ساتھ ہے (یعنی تیرا آتشیں رخسار جو قابل پرستش ہے آتش پرستی کی تائید کر دے گا)

(۶) ترجمہ :- صبح کی ٹھنڈی ہوا سے (بھی میرے محبوب کے) حریفوں (یعنی مدعیانِ حسن) کا جمال جل جاتا ہے (پس ثابت ہوا کہ) نازک اندامی کے لئے اس کوچہ میں سردی بھی آگ (کا کام کرتی) ہے (یعنی میرے محبوب کے حسن کا اظہار نسیم صبح کرتی ہے جس سے مدعیانِ حسن کا رنگ فق ہو جاتا ہے حالانکہ نسیم صبح سرد ہوتی ہے مگر ان کے ساتھ آگ کا معاملہ کرتی ہے)

در سلم ہمت ما را دین و دنیا باختن ‏ ۷ ‏ ہر کرا در سر قمارے ہست سودا آتش ست

عاشقی و حسن را در پردہ نتواں داشتن ‏ ۸ ‏ شعلہ غمازی کند ناچار ہر جا آتش ست

گریۂ گرمِ نظیری ریگِ وادی گداخت ‏ ۹ ‏ از سر شکش تا بزانو در تہ پا آتش ست

نشست پہلوئے من و ز رقیب جام گرفت ‏ ۹۷/۱ ‏ گلِ تلافیِ من رنگِ انتقام گرفت

بصد کمند نہ استاد غم چو مست شدیم ‏ ۲ ‏ در سرائے بہ بستیم راہِ بام گرفت

قضا سمندِ نشاطِ کرام پیش آورد ‏ ۳ ‏ قدر عنانِ مرا از کفِ لئام گرفت

معانداں بت پندار جملہ بشکستند ‏ ۴ ‏ کہ کارِ بت شکنی رونقِ تمام گرفت

(۷) تشریح :- سلم خرید و فروخت کے خاص طریقہ کا نام ہے جس میں قیمت پیشگی دیدی جاتی ہے اور بعض شرائط کے ساتھ جنس بعد میں دیجاتی ہے۔ ترجمہ :- ہمارا طریقۂ بیع سلم میں دین و دنیا کو ہار جانا ہے جس کے دماغ میں خیالِ قمار بازی ہو (تو سمجھ لو کہ!) وہ آگ کا سودا کر رہا ہے (یعنی طالبِ دوست ہیں ہم دین و دنیا کو پہلے ہی دے بیٹھے ہیں اور کسی اجر کے خواہاں نہیں اس لئے کہ خواہش اجر قمار بازی ہے سہ

ننگ در طریق کریماں معاملت ‏ + ‏ جاں از نظیری ار طلبی رائیگاں طلب

(۸) ترجمہ :- عشق اور حسن (دونوں) کو پردہ میں نہیں چھپایا جا سکتا (کیونکہ) جہاں آگ ہوتی ہے تو ضرور شعلہ (اس کی) چغلی کھا دیتا ہے (یعنی جس طرح آگ کے شعلے آگ کا وجود ثابت کر دیتے ہیں اسی طرح آثارِ عشق و حسن ان کا وجود بتا دیتے ہیں)

(۹) ترجمہ :- نظیری کے گرم آنسوؤں نے وادی کی ریت کو پگھلا دیا (چنانچہ گرم) آنسوؤں کی وجہ سے اس کے پاؤں تلے گھٹنوں گھٹنوں آگ ہے (یعنی آنسو آگ کے برابر گرم ہیں)

بحر :- مجتث مثمن مخبون مقصور ‏ ‏ ارکان و تقطیع : مفاعلن فعلاتن ۲ بار (فعلات)

(۱) ترجمہ :- (دوست) میرے پہلو میں بیٹھا اور جام (شراب) رقیب سے لیا (تو گویا) میری تلافی (مافات) کے پھول نے انتقام کا رنگ قبول کر لیا۔ توضیح :- یعنی دوست نے پہلو میں بیٹھکر ہماری گذشتہ محرومیوں کی مکافات کرنا چاہی تھی کہ رقیب کے ہاتھ سے جام شراب پینے کی وجہ سے اس تلافی نے انتقام کا رنگ اختیار کر لیا یعنی مجھکو اس سے تکلیف ہوئی کہ پہلی ناکامیوں پر بھی نہ ہوئی تھی)

(۲) ترجمہ :- جب ہم (شراب پی کر) مست ہو گئے تو غم سینکڑوں کمند کے ذریعہ سے بھی نہ ٹھہر سکا۔ گھر کا دروازہ بند کر دیا کو ٹھے پر سے بھاگ گیا (شراب ہی علاجِ غم ہے۔ مست ہو جانے کے بعد غم پاس نہیں پھٹکتا)

(۳) ترجمہ :- قضا نے سخیوں کے عیش و نشاط کا اسپ (میرے سامنے) پیش کر دیا اور قدر نے میری باگ بخیلوں کے ہاتھ سے چھین لی (یعنی بطفیل ہستی سخاوت و کرم مجھے نصیب ہو گیا اور ذلت و بخل میری طبیعت میں باقی نہیں رہا)

(۴) ترجمہ :- عناد و دشمنی رکھنے والوں نے پندار و نخوت کے بت کو توڑ ڈالا کہ (عہدِ عشق میں) بت شکنی کے کام نے کافی رواج پا لیا ہے

بنیافت صبحدم آغوشِ وصل از برِ دوست ۵ تمتعے کہ لب از ذکر ایں پیام گرفت

بجنگ و عربدہ راضی شدم ز شرم برآ ۶ کہ تیغ غمزہ دگر زنگ در نیام گرفت

نظیری و مے و مطرب گدائے خواہد شد ۷ فقیہ شہر کہ او عادت کرام گرفت

آں دہد در گریہ پندِ ما کہ با ما دشمن ست ۹۸/۱ ہر کہ میگیرد شناور را بدریا دشمن ست

ہر کرا دل از درون شاد ست با بیروں چکار ۲ شمع را خلوت نگہبانست و صحرا دشمن ست

(یعنی بڑے بڑے سرکشوں نے اس شاہِ حسن کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا اور پندار کو چھوڑ دیا۔

(۵) ترجمہ:۔ وہ لطف جو (میرے) لبوں نے (دوست کے) اس پیام سے حاصل کیا وہ صبح کے وقت کسی عاشق کی آغوش نے (اپنے) معشوق کے جسم سے (بھی) حاصل نہ کیا (ہوگا یعنی دوست کے وعدۂ وصل اور اس کے پیام کے ذکر میں وہ لطف ہے جو حقیقتاً وصل میں نہیں)

(۶) تشریح: "عربدہ" جنگ، خلاف۔ "نیام" میان تیغ۔ ترجمہ:۔ (اے دوست!) میں جنگ اور خلاف پر راضی ہو گیا ہوں۔ بس شرم کو چھوڑ (اور مجھ کو بے باکانہ قتل کر ڈال کہ غمزہ و ناز کی تلوار نے پھر میان میں زنگ آلود ہونا شروع کر دیا (یعنی اپنی تلوار کا زنگ مجھے قتل کر کے زائل کر لے)

(۷) ترجمہ:۔ (اب) نظیری ہے اور ساز و بادہ و شراب ہے اگر یہی حال قائم رہا تو فقیہ اور مفتی شہر جس نے آہستہ آہستہ شراب نوش (سخیوں کی سی) عادتیں اختیار کرنی شروع کر دی ہیں (نظیری کے در کا) گدا بن جائے گا۔ (یعنی نظیری کے پاس گدا بن کر مانگنے آئے گا)

دیگر:۔ نظیری نے (کہ جو فقیہ شہر تھا) اب مے و طرب سے سروکار رکھنا شروع کر دیا ہے تو (اب یہ) فقیہ شہر جس نے کرام کی خصلت اختیار کرلی ہے (اور دولت لٹانی شروع کر دی ہے ضرور ایک (روز) گدا بن کر رہ جائے گا۔

بحر:۔ رمل مثمن مقصور ارکان و تقطیع:۔ فاعلاتن (ت)

(۱) ترجمہ:۔ رونے کی حالت میں جو شخص ہم کو نصیحت کرتا ہے وہ ہمارا دشمن ہے (اس لئے کہ) پیراک کو دریا میں جو شخص پکڑ لیتا ہے وہ (اس کا) دشمن ہوتا ہے (یعنی جس طرح پیراک کو اگر دریا میں پکڑ لیا جائے تو وہ بھی ڈوب جاتا ہے اسی طرح ناصح نصیحت اور روکنے کی کوشش کر کے ہم کو سیلابِ اشک میں ڈبونا چاہتا ہے لہٰذا یہ کھلی دشمنی ہوئی۔ ؎

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح ٭ کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

(۲) ترجمہ:۔ جس کا دل خلوت میں خوش ہے اس کو جلوت (کے ہنگاموں) سے کیا سروکار؟ (بلکہ بیرونی باتوں سے تعلق رکھنے میں نقصان ہے اس لئے کہ شمع کے لئے خلوت نگہبان ہوتی ہے اور صحرا دشمن ہوتا ہے اسی طرح چراغِ دل دنیا طلبی میں منہمک ہو کر بادِ حوادث سے بجھ جاتا ہے اور خلوت نشینی میں جلوۂ حقیقت سے روشن رہتا ہے)

خود مگر از در در آئی ورنہ از ما تا بہ تو ۳ صد بیابانست و در ہر گام صد جا دشمن است

دل ازاں آزردہ تر داریم کآزارش کنند ۴ خصمیِ خود میکند ہر کس کہ با ما دشمن است

خوں ز چشمِ کاروانے ریخت در بازارِ مصر ۵ ہر کرا یوسف بود کالا بسودا دشمن است

تا غمم گردید مونس کلفتم با کس نماند ۶ دوست چوں ہمخوابگی گردد ہوبر اعضا دشمن است

ہائے ہائے گریہ باید کہ دل خالی کنند ۷ ورنہ چوں در دل گرہ باشد مدا وا دشمن است

گر بہار آید نظیری ور خزاں با من مگو ۸ خاطرِ مشغولِ عاشق را تماشا دشمن است

جز محبت ہر چہ بردم سود در محشر نداشت ۹۹/۱ دین و دانش عرض کردم کس بچیزے بر نداشت

(۳) ترجمہ:۔ (اے محبوب) شاید تو خود (ہمارے دل کے) دروازے سے اندر آجائے (تو آجائے) ورنہ ہم سے لیکر تجھ تک سینکڑوں بیابان (درمیان میں حائل) ہیں اور ہر قدم پر سینکڑوں (ہوا و ہوس کے) دشمن موجود ہیں (اسلئے ہمارا اپنی سعی سے تجھ تک پہنچنا ناممکن ہے)

(۴) ترجمہ:۔ ہمارا دل اس سے بڑھکر رنجیدہ ہے کہ اسکو (لوگ) اور تکلیف پہونچائیں (یعنی آزردگی کی انتہا ہو چکی ہے بس اب) جو شخص ہمارا دشمن ہے (یعنی ہم کو ستانا چاہتا ہے) وہ اپنے ساتھ ہی دشمنی کر رہا ہے (یعنی بیکار اپنے آپ کو تکلیف میں مبتلا کر رہا ہے اس لئے کہ جو جو آزارِ عشق ہم کو پہنچ چکا ہے اس سے بڑھکر کوئی آزار نہیں ہو سکتا)

(۵) ترجمہ:۔ مصر میں یوسف کو فروخت کر دینے پر) قافلہ کی آنکھوں سے خون ٹپکنے لگا (یعنی اشکِ خونیں نکل آئے اس لئے کہ) واقعی جس کے پاس یوسف جیسی متاع ہو وہ سوداگری میں (اپنا یا اپنی متاع کا) دشمن ہے یا وہ سوداگری کا دشمن ہے (کیونکہ جس قیمت پر بھی فروخت کریگا بہرحال خسارہ میں رہے گا) یہی حال طلبِ دنیا میں منہمک ہو کر خدا سے غافل ہو جانے والے شخص کا ہے کہ متاعِ دل و دین کھو بیٹھتا ہے)

(۶) ترجمہ:۔ جب سے غمِ عشق میرا ہمدم و مونس بنا ہے مجھے کسی سے محبت نہیں رہی (اس لئے کہ) جب دوست ساتھ لیٹا ہو تو (اپنے) اعضاء کے بال بھی دشمن معلوم ہوتے ہیں (کہ وہ کیوں بیچ میں حائل ہیں) پس میں غیر اللہ سے کیونکر دل لگا سکتا ہوں۔

(۷) ترجمہ:۔ ہائے ہائے کر کے رونے کی ضرورت ہے تاکہ وہ دل کو صاف کر دے (یعنی دل کا بخار نکل جائے) ورنہ جب دل میں گرہ (غم) لگی ہو تو (ہر) علاج ناموافق رہتا ہے (یعنی علاجِ غم بجز گریہ اور کوئی نہیں)

(۸) ترجمہ:۔ اے نظیری خواہ بہار آئے خواہ خزاں مجھ سے نہ کہہ (اس لئے کہ) عاشق کے (خیالِ دوست میں) مشغول دل کیلئے (چمن کا) تماشا دشمن ہے (یعنی دوست کی طرف سے توجہ کے ہٹانے کا سبب ہے)

بحر:۔ رمل مثمن مقصود........ ارکان و تقطیع:۔ فاعلاتن (ت)

(۱) ترجمہ:۔ محبت و عشق کے سوا جو کچھ بھی (دنیا سے ساتھ) لے گیا روزِ حشر اس نے کچھ فائدہ نہ دیا عقل و دین کو میں نے پیش کیا (کہ اس کے عوض کچھ اجر ملے) مگر کسی نے کسی چیز کے عوض (بھی) اسکو نہ اٹھایا (یعنی دین و دانش کی قیمت روزِ جزا کچھ نہیں وہاں عشق و محبت کی پوچھ ہے)

هر عمل را اجر سنجیدند در میزانِ حشر ۲ قیمتِ چشمِ ترِ آبم چشمۂ کوثر نداشت
در دلم از عشق سوزے ماند وز جاں شعلۂ ۳ ہیزمے را کاتشِ ما سوخت خاکستر نداشت
در دلِ او دردِ ما از نالہ تاثیرے نکرد ۴ بُرد مرغِ نالۂ ما را کہ بال و پر نداشت
شکر کز غم مردم و پیشت نگشتم شرمسار ۵ حالِ خود ہر چند میگفتم دلت باور نداشت
کاتبِ اعمال چوں اجرِ فراقم را نوشت ۶ جز رقم بر وصل دادن چارۂ دیگر نداشت
از دلِ پُر درد جانم را نظیری ریش کرد ۷ کم دو چارم شد کہ چشمے تا بدامن تر نداشت

باز دل جائے گلِ دیوانگی بو کردہ است ۱/۱ دیدہ ام از گریہ آبے تازہ در جو کردہ است

(۲) ترجمہ:۔ (کارکنانِ قضا و قدر نے) ہر عمل کے لئے ترازوئے حشر میں (مساوی) اجر تولدیا (مگر) میری آنسوؤں سے تر آنکھ کی قیمت (اتنی زیادہ نکلی کہ) حوضِ کوثر نہ بن سکا۔ (یعنی عاشق کے آنسو حوضِ کوثر سے زیادہ قیمتی ہیں)

(۳) ترجمہ:۔ میرے دل میں عشق سے ایک سوزش اور روح سے ایک (بھڑکتا) شعلہ باقی رہ گیا۔ (مادی کدورت نابود ہوگئی اس لئے کہ) جس ہستی کے ایندھن کو ہماری آگ نے جلایا وہ راکھ (کا مادہ ہی) نہ رکھتا تھا (یعنی آتشِ عشق کثافت سے پاک کردیتی ہے)

(۴) ترجمہ:۔ اس (دوست) کے دل میں نالہ (بے اثر) کے ذریعہ سے ہمارے درد (عشق) نے کوئی اثر نہیں کیا (اس لئے کہ نامۂ شوق) ایسا کبوتر لے گیا جس کے پر و بال نہ تھے (یعنی مرغِ نالہ جو ہمارے درد کا پیغامبر ہے تاثیر کے بال و پر سے محروم ہے)

(۵) ترجمہ:۔ خدا کا شکر کہ میں غم سے مرگیا اور تیرے سامنے (حالِ دل کہکر) شرمندہ نہ ہوا (ورنہ) میں ہر چند اپنا حال (تجھ سے) کہتا مگر تیرا دل یقین نہ کرتا (بس حالِ دل کہہ کر خواہ مخواہ شرمندہ ہونا پڑتا اس لئے اچھا ہوا کہ غم نے اس سے پہلے ہی کام تمام کردیا)

(۶) ترجمہ:۔ اعمال لکھنے والے (منشی قضا و قدر) نے جب میرے ہجر و فراق کی جزا کو لکھا تو سوائے تحریرِ وصل دینے کے اس کیلئے اور کوئی چارہ کار تھا ہی نہیں (یعنی ہجر کی جزا وصل ہی ہے)

(۷) تشریح:۔ "دو چار شدن" ملاقات کرنا ترجمہ:۔ نظیری نے (اپنے) درد بھرے دل سے میری روح کو مجروح کردیا کیونکہ ایسے حال میں) مجھے اس سے ملنے کا (بہت) کم اتفاق ہوا کہ وہ آنکھوں کو دامن تک تر نہ رکھتا ہو (یعنی جب کبھی ملا تو اشکوں سے اسکی آنکھ اور دامن تر نظر آئے) اشارہ:۔ نظیری کو اپنے علاوہ ایک دوسرا شخص فرض کرلیا ہے اس صنعت کو تجرید کہتے ہیں)

بحر:۔ رمل مثمن مقصور۔۔۔۔ ارکان و تقطیع:۔ مثل ۱/۲ (ت)

(۱) تشریح:۔ "بو کردن" سونگھنا ترجمہ:۔ (شاید) پھر کہیں (میرے) دل نے دیوانگی و وحشت کا پھول سونگھ لیا ہے کہ میری آنکھوں نے (باران) گریہ و زاری سے تازہ پانی ندی میں (جاری) کردیا (یعنی دخورِ شوق نے طوفانِ اشک بپا کردیا)

خاطرے دارم چناں کز نو بہارِ دوستی ۲ صد گلستانم پدید از زیرِ ہر مو کردہ است
اے توئی دمساز و حرفِ ماست چندیں دلپذیر ۳ عشق را نازم کہ موم از آہن و رو کردہ است
از چراغِ وصل دل را نور دہ کانجائے تست ۴ ورنہ با تاریکیِ ہجراں نظر خو کردہ است
ہر کہ جز خود دید با من آشنا بیگانہ ساخت ۵ عشقِ تو با دشمن و با دوست یکرو کردہ است
دست و دل بشکن کہ اینجا عاجزی آید بکار ۶ ایں کماں را چاشنی کے زورِ بازو کردہ است
در مرادِ ما نظیری یاربت کارے نکرد ۷ برہمن ایں دعا در کارِ ہندو کردہ است

(۲) تشریح:۔ "گلستانم" میں "م" مو کا مضاف الیہ ہے "بن مو" بیخ مو۔ بال کی جڑ ترجمہ:۔ (بطفیلِ عشق) میں ایسی طبیعت رکھتا ہوں کہ جس نے دوستی کی تازہ بہار کی وجہ سے (میرے) ہر ہر رونگٹے کے نیچے سے سیکڑوں (سدا بہار) باغ نمودار کردیئے ہیں (یعنی تمام جسم و اعضا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا باغِ گلِ لالہ سے پر ہے)

(۳) تشریح:۔ "رو" مخفف روئین یعنی کانسی "اے" حرفِ ندا منادی محذوف ہے ترجمہ:۔ اے (دوست کہ اب) تو (ہمارا) مونس و دمساز ہے اور ہماری بات اس قدر دلپسند ہے (ورنہ پہلے تو تو وحشی تھا اور ہماری بات تجھ کو ناپسند تھی لیں) میں اپنے عشق پر ناز کرتا ہوں جس نے لوہے اور کانسی (کے مانند تیرے سخت دل) کو موم بنادیا (یعنی دوست کا مائل ہونا گویا لوہے کا موم بنجانا ہے)

(۴) تشریح:۔ "خو کردن" عادی ہوجانا ترجمہ:۔ وصل کے چراغ سے (میرے) دلکو نور عطا کر کہ یہ تیری (ہی) جائے قیام ہے (یعنی اس میں تیرا ہی نفع ہے) ورنہ (ہماری) نظر (تو) ہجر کے اندھیرے کی عادی ہوچکی ہے (یعنی ہمکو تو روشنی کی ضرورت نہیں اس لئے کہ ہم اندھیرے کے عادی ہوچکے ہیں، ہاں تو اگر اپنے مسکن کو روشن رکھنا چاہتا ہے تو ہمارے دل کو منور کردے۔ طرزِ طلب قابلِ تحسین ہے)

(۵) تشریح:۔ "دید" کا فاعل عشق ہے جو دوسرے مصرعہ میں مذکور ہے۔
ترجمہ:۔ (تیرے عشق نے) اپنے سوا جس کو میرے ساتھ آشنا پایا اسکو (مجھ سے) بیگانہ بنادیا (حتیٰ کہ میری خودی کو بھی مجھ سے الگ کردیا گویا) تیرے عشق نے دشمن اور دوست (سب) کے ساتھ ایک رویہ اختیار کررکھا ہے (یعنی بیگانے تو بیگانے تھے ہی تیرے عشق نے میرے دوستوں حتیٰ کہ خود مجھکو بھی مجھ سے بیگانہ کردیا۔

(۶) تشریح:۔ "چاشنی کردن" چکھنا ترجمہ:۔ (میدانِ عشق میں) ہاتھ (پاؤں) اور دل توڑ کر بیٹھ جا کہ یہاں عاجزی (ہی) کام آتی ہے (ورنہ) اس (ابروئے یار کی) کمان کو زورِ بازو نے کب چکھا ہے (یعنی اس کمان کا تیر خطا نہیں جاتا۔ اور بچاؤ کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی اس لئے زورِ بازو دکھانے سے عاجزی بہتر ہے)

(۷) ترجمہ:۔ اے نظیری تیری دوستی نے ہماری مراد برآری میں کچھ کام نہ آئی، حالانکہ تو مسلمان ہے) اس سے بہتر دعا (تو) برہمن نے ہندو کے حق میں کردی ہے۔ اشارہ:۔ شعر میں صنعتِ تجرید ہے

آنچہ رحم از دل برد تاثیر فریادِ من ست	۱	وآنچہ نسیان آورد خاصیت یادِ من است
ساختن ممنونِ دیدار و بحسرت سوختن	۲	از تصرف ہائے حرمانِ خدادادِ من است
حرفِ عاشق بیزبانی شکوۂ دل عاجزیست	۳	آنچہ ہرگز آشنا بالب نشد دادِ من است
نیست در عالم تمنائے کہ از قیدم نجست	۴	ہر کجا بینی ہوائے صید آزادِ من است
مضطرب دارم چرا دل در رہِ آوارگی	۵	پشتِ توفیق و توکل خستۂ زادِ من است
آں شکارم من کہ لائق ہم بکشتن نیستم	۶	شرم مے آید مرا زاں کس کہ صیادِ من است

بحر:- رمل مثمن مقصور........ ارکان و تقطیع:- [illegible] (ت)

(۱) ترجمہ:- (وائے بدبختی کہ) جو چیز دل (دوست) سے رحم نکال لیتی ہے وہ خود میری فریاد وفغان کی تاثیر ہے اور جو چیز کہ فراموشی پیدا کردیتی ہے وہ خود میری یاد کی خاصیت ہے (یعنی میری فریاد اور یاد کی تاثیریں الٹی ہوگئیں سو جب میں جتنی زیادہ فریاد کرتا ہوں دوست اور بے رحمی سے کام لیتا ہے اور جتنا زیادہ میں اس کو یاد کرتا ہوں وہ مجھے فراموش کرتا ہے۔

(۲) تشریح:- "خداداد" دہی، خدا کی جانب سے عطا شدہ اسم مفعول ترکیبی۔

ترجمہ:- دیدارِ (دوست) کا امیدوار رہنا اور (ناکام رکھکر) حسرت میں جلانا یہ میری خداداد حرمان نصیبی کی کارپردازیوں میں سے ہے (یعنی ہجر میں امیدِ وصل بھی ہوتی ہے اور ناکامی پر حسرت بھی)

(۳) تشریح:- "حرف" گفتگو "داد" فریاد۔

ترجمہ:- عاشق کی بے زبانی (یعنی اس کی گفتگو اور شکوے) عاجز رہنا ہی شکوہ دل ہے (چنانچہ) میری فریاد (ہی ایک) ایسی چیز ہے جو کبھی لبوں کے ساتھ آشنا نہیں ہوئی (یعنی میں نے صبر و خاموشی سے کام لیا اور فریاد و فغان سے احتراز کیا)

(۴) تشریح:- "از قید جستن" رہا ہوجانا "ہوا" خواہش، آرزو، تمنا۔

ترجمہ:- دنیا میں کوئی آرزو ایسی نہیں ہے جو میری قید سے رہا ہوئی ہو (یعنی تمام تمنائیں میری آزاد کردہ ہیں چنانچہ) تو جس جگہ بھی کوئی خواہش و تمنا پائے گا وہ میرا ہی آزاد کردہ شکار ہوگا)

(۵) ترجمہ:- آوارگی کے راستہ میں میں (اپنے) دل کو پریشان کیوں رکھوں (جبکہ) توفیق اور توکل کی کمر میرے زادِ راہ (کے بوجھ سے) زخمی ہوئی جاتی ہے (یعنی استغنا کا اس قدر توشہ ہوتے ہوئے اور کس چیز کی فکر ہے جسکی وجہ سے دل پریشان ہو)

(۶) ترجمہ:- میں ایسا (لاغر) شکار ہوں کہ صید ہونے کے بھی لائق نہیں ہوں (اس لئے) مجھ کو اس شخص سے شرم آتی ہے جو میرے شکار کا ارادہ رکھتا ہے (یعنی معشوق مجھے ہلاک کرکے اپنے تیر نگاہ کے ضائع ہونے پر افسوس کریگا اس لئے میں شرمندہ ہوں ؎

خونِ تراچہ قدر نظیری خموش باش + ایں لبکہ دعوی از طرفِ قاتل تو نیست

خشم مرد و شکوہ رفت اکنوں ز شستِ عشقِ تو	۷	آرزو غلطاں بخون و محنت آبادِ من است
کارِ دشوار نظیری گریہ مے آرد کہ او	۸	شادا زتدبیر ہائے سست بنیادِ من است
شہرِ ویراں شدۂ گریۂ مستانۂ ماست	۱	ہر کجا ہست غمے در بدر از خانۂ ماست
از ہمہ سو رہ بیغولۂ صحرا بستند	۲	ہر کرا مے نگری در پئے دیوانۂ ماست
بال و پر سوختہ ہر یک بکنارے رفتند	۳	آنکہ نایدبدرا ز بزمِ تو پروانۂ ماست
بتماشائے جہاں بازنمانیم از تو	۴	آنچہ دامِ دگراں ساختۂ دانۂ ماست
بسرِ بادہ فروشاں کہ بمسجد نرویم	۵	تا بمیخانہ نمے در تہ پیمانۂ ماست

(۷) ترجمہ:- میرا غصہ مرگیا شکوہ و شکایت ختم ہوا اور (اب آخر میں) تیرے عشق (تیر انداز) کی نشانہ بندی سے تمنا بھی (میرے) تکلیف آباد (دل) میں خاک و خون میں تڑپ رہی ہے (یعنی عشق نے شکوہ و شکایت، غصہ اور تمناؤں سب کا ہی خاتمہ کردیا)

(۸) تشریح:- "سست بنیاد" غیر موثر، کمزور بنیاد والی۔ ترجمہ:- نظیری کا دشوار حال مجھے رولاتا ہے اس لئے کہ وہ (اتنا سادہ) خوش ہوا ہے کہ میری غیر موثر تدبیر دل کی وجہ سے خوش ہورہا ہے (یعنی یہ سمجھ رہا ہے کہ بس مرض عشق سے اسکو اچھا کردوں گا) شعر میں صنعت تجرید ہے۔

بحر:- رمل مثمن مخبون مقصور ارکان و تقطیع:- [illegible] (ت)

(۱) ترجمہ:- ہماری بحالت مستی گریہ وزاری کی (ہی) وجہ سے شہر ویران بنا ہوا ہے جہاں کہیں غم در بدر (مارا پھرتا) ہے وہ ہمارے گھر سے ہی نکلا ہوا ہے (یعنی دنیا میں غم کا ظہور مجھ سے ہی ہوا ہے غالب نے کہا ہے ؎

یونہی گر روتا رہا غالب تو اے اہلِ جہاں + دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہوگئیں

(۲) تشریح:- "بیغولہ" جانب کنارہ ترجمہ:- ہر طرف سے (لوگوں نے) صحرا کی ناکہ بندی کردی (اب) جسکو تم دیکھتے ہو وہ ہمارے (دل) دیوانہ کے پیچھے پڑا ہوا ہے (یعنی ہمارا دل وحشی آبادی چھوڑ کر ویرانہ میں نکل گیا تھا مگر ستانے والوں نے وہاں بھی نہ چھوڑا)

(۳) ترجمہ:- (اے دوست!) ہر ایک (خام عاشق پروانہ وار اپنے) پر و بال جلا کر الگ ہٹ گیا (ہے) ہمارا (ہی) پروانہ (دل) ہے جو تیری بزم سے باہر نہیں نکل سکتا خواہ جلکر خاکستر ہوجائے کہ کمال عشق کا تقاضا یہی ہے)

(۴) تشریح:- "از چیزے باز ماندن" چھوڑ دینا، غافل ہوجانا۔ ترجمہ:- (اے دوست!) دنیا کے تماشے میں (مصروف ہوکر) ہم تجھ سے غافل نہیں ہوسکتے (بلکہ) جس چیز کو تونے اوروں کے لئے جال بنایا ہے وہ ہمارے لئے دانہ ہے (یعنی دنیا کا تماشا لوگوں کے لئے تجھ سے غفلت کا سبب ہے مگر ہم اس میں بھی تیرا ہی جلوہ دیکھتے ہیں اسلئے ہمارے لئے وہ غذائے روح ہے اور یہی وجہ تجھ سے غافل نہ ہونے کی ہے۔

(۵) تشریح:- "بادجیہ" ہے ترجمہ:- مے فروشوں کے سر کی قسم جبتک کہ میخانہ کے اندر ہمارے پیالہ کی تلی میں ذرا سی تری بھی (باقی) ہے ہم مسجد میں نہیں جاسکتے (یعنی زہد خشک پر رندی کو قربان نہیں کرسکتے اور مجاز کے پیچھے پڑکر حقیقت کو نہیں چھوڑ سکتے)

ماکہ خورشید پرستیم بمحفل چہ کنیم ۶ آفتاب از ہمہ جا روئے بویرانۂ ماست
خوابِ ما را بصد افسون و نگہ مے بندند ۷ جادوٗاں را ہمہ جا گوش بر افسانۂ ماست
تا کے از موعظتِ خلوتیاں مے شنویم ۸ ہوش با محوِ تماشا گہ جانانۂ ماست
صحن و دیوار و در و بام نظیری امشب ۹ ہمہ در وجد و سماع اند کہ در خانۂ ماست

پیشِ مشتاق تو ویرانہ و آبادیکے ست ۱۰۳/۱ ہر طرف راہ فتد کوفہ و بغداد یکیست
بحریم دل شیریں نبود صفِ نعال ۲ عشق چوں بار دہد خسرو و فرہاد یکیست
ماکہ تسلیم بشمشیر ارادت شدہ ایم ۳ پیشِ ما بیمددی کردن و امداد یکیست

(۶) ترجمہ :- ہم آفتابِ (حقیقت) کی پرستش کرنے والے ہیں ہم محفل میں (رہ کر) کیا کریں گے (جبکہ) آفتاب ہمارے ویرانہ کی طرف ہر جانب سے متوجہ ہے (یعنی اپنا مقصد جب ویرانہ میں کامل طور پر پورا ہوتا ہے تو بستی میں آنے سے کیا فائدہ؟ کیونکہ ویرانہ میں دیواریں نہ ہونے کی وجہ سے آفتاب ہر سمت سے مقابل رہتا ہے مراد یہ ہے کہ ہر عارف کامل کے بالمقابل ہر وقت آفتاب حقیقت رہتا ہے)

(۷) تشریح :- "جادوٗاں" بمعنی جادوگران۔ ترجمہ :- (یہ جادو نگاہ معشوق) نگاہ کے سینکڑوں منتروں کے ذریعہ ہماری نیند کو روکتے ہیں یعنی ان کے عشق نے ہماری نیند اڑا دی گویا) ان جادوگروں کا کان سب جگہ ہمارے (ہی) افسانہ پر لگا ہوا ہے (ہم ہی ان کے جادو کا مرکز بنے ہوئے ہیں)

(۸) ترجمہ :- (ان) واعظانِ خلوت نشین کی نصیحت ہم کب تک سنتے رہیں (یہ ہمارے بس کا کام نہیں) ہمارے ہوش تو اپنے معشوق کے جلوہ گاہ میں محو ہیں (ہمیں انکی نصیحت سننے کا ہوش کہاں؟ اور نصیحت سے فائدہ کیا؟)

(۹) ترجمہ :- اے نظیری آج کی رات (ہمارے خانۂ دل کا) صحن، دیوار، در، بام سب وجد اور نغمۂ وحدت سننے میں مصروف ہیں۔ (نہ معلوم) کون ہمارے گھر میں آگیا ہے (یعنی ہو نہ ہو یہ ہمارا معشوق ہی ہے)

بحر :- رمل مثمن مخبون محذوف — ارکان و تقطیع :- شل ۱/۱ (ت)

(۱) ترجمہ :- (اے دوست!) تیرے عاشق کی نظر میں آبادی اور ویرانہ برابر ہیں جس طرف بھی (اس کا) گذر ہو کوفہ ہو یا بغداد (اس کے نزدیک) ایک ہے (یعنی عاشق قیدِ مکان و زمان سے آزاد ہوتا ہے)

(۲) تشریح :- "صف نعال" نعال جمع نعل وہ جگہ جہاں جوتے نکالے جاتے ہیں مراد مقام پست۔ ترجمہ :- شیریں کے خانۂ دل میں کوئی پست مقام نہیں ہے (بلکہ) جب عشق (اجازت) داخلہ عطا کرتا ہے تو (اس کے نزدیک) خسرو اور فرہاد برابر ہیں (یعنی یہاں عشق کی پوچھ ہے شخصیتوں کی نہیں! پس جو عشق میں بڑھا ہوا ہے اسی کا درجہ بلند ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

(۳) تشریح :- "تسلیم شدن" بمعنی مسلم شدن۔ ترجمہ :- ہم (جب) کہ اپنے آپکو شمشیرِ ارادہ (دوست) کی تلوار کے حوالہ کر چکے ہیں تو ہمارے

در بر اغیار مبندید کہ در گلشنِ ما ۴ شانۂ باد و سرِ طرۂ شمشاد یکیست
با گل ماندہ اگر گلبن اگر خار بن است ۵ باغ را سرو خرامندہ و شمشاد یکیست
تو بزاری و توانائی ما در نگرفت ۶ موم در پنجۂ عشقِ تو و فولاد یکیست
نیم بسمل شدہ ماندیم نظیری افسوس ۷ صید در یکدگر افتاد و صیاد یکیست

در خونِ دیدہ گشتہ تنم بسمل تونیست ۱۰۴/۱ زیں مرحمت ملاف کہ کارِ دل تونیست
از آبگینہ حوصلۂ ما تنک تر است ۲ صبر از دلے طلب کہ در و منزل تونیست
گویا دواندہ ریشہ نہالِ محبتم ۳ مے بینم از تو آنچہ در آب و گلِ تونیست

نزدیک (ہماری) امداد کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہیں (یعنی ہم کسی کی امداد در کار نہیں ہم تسلیم جاں پر خوش ہیں)

(۴) ترجمہ :- غیروں پر دروازہ بند نہ کرو (بلکہ آنے دو) اس لئے کہ ہمارے باغ (دل) میں ہوا کے کنگھے اور شمشاد کی زلف میں کوئی فرق نہیں (یعنی ہوا غیر ہے جو زلفِ شمشاد کو پریشان کر دیتی ہے مگر ہمارے گلشن دل میں انکے درمیان کوئی فرق نہیں مراد یہ ہے کہ ہماری نظر میں اپنے اور غیر برابر ہیں۔

(۵) ترجمہ :- (اس چمن عالم میں) سب تغیر میں خواہ درختِ گل ہو یا درخت خار (کیونکہ اس) باغ کے نزدیک جھومنے والا سرو اور شمشاد (جھاؤ اور چیڑ کا درخت) دونوں برابر ہیں (یعنی دنیا میں سب لوگ مبتلائے غم روزگار ہیں)

(۶) تشریح :- "در گرفتن" موثر ہونا۔ ترجمہ :- ہماری زاری و عاجزی نے تیرے دل میں کوئی اثر کیا اور نہ توانائی و زور آزمائی نے بس تیرے عشق کے پنجہ میں موم اور فولاد دونوں برابر ہیں یعنی تو خود ہی مہربان ہو جائے ورنہ ہماری نرمی و گرمی سب بے سود ہے)

(۷) تشریح :- "بیکدگر افتادن" مجتمع ہو جانا بھیڑ لگ جانا۔ ترجمہ :- اے نظیری افسوس کہ ہم نیم جان ہو کر رہ گئے (اور صیاد کی توجہ ہماری طرف نہ رہی شکل یہ آن پڑی ہے کہ) شکار ایک پر ایک ٹوٹا پڑتا ہے اور شکاری (یعنی معشوق) صرف ایک ہے (پس کیسے اس کا تیر نگاہ پورا ہمارے حصہ میں آسکتا ہے یعنی یک انار و صد بیمار والا معاملہ ہو رہا ہے۔

بحر : مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور — ارکان و تقطیع :- شل ۱/۱۰۴ (ت)

(۱) تشریح :- "لاف زدن" دعوی کرنا، بڑائی مارنا۔ ترجمہ :- میرا بدن (میری) آنکھوں کے خون (آنسوؤں) میں ڈوبا ہوا ہے تیرا بسمل نہیں ہے (یعنی میرا ہجر کی وجہ سے یہ حال ہے) اس عنایت پر کہ تیری تیغ ادا نے مجھکو زخمی کیا ہے بڑائی مت مار کیونکہ یہ کام تیرے دل کے بس کا نہیں (یہاں زبانِ ناز آمیز کا مضمون خوب باندھا ہے)

(۲) تشریح :- "تنک تر" کم تر۔ ترجمہ :- ہمارا حوصلہ اور ہمت شیشہ سے (بھی) زیادہ کمزور ہے (یعنی ہم میں اتنی ہمت بھی نہیں جتنی کہ شیشہ میں ہے) صبر کی توقع اس دل سے رکھ جس میں تیرا قیام نہ ہو (ہم سے صبر کی توقع نہیں کیجا سکتی)

(۳) تشریح :- "ریشہ دوانیدن درخت" درخت کی جڑ کا ایک جگہ سے دوسری جگہ پھوٹ نکلنا اسی مناسبت سے ریشہ دوانی سازش کے معنی میں مستعمل ہے "نہال" پودا "آب و گل" خمیر طبیعت۔ ترجمہ :- گویا میرے نہالِ محبت کی جڑ پھوٹ نکلی ہے کہ میں تیری جانب سے اس (محبت) کا اظہار دیکھتا ہوں جو تیرے خمیر و سرشت میں ہی نہیں ہے (یعنی تیری سرشت میں مہر و محبت نہیں تھی یہ میرے جذبۂ محبت نے تجھ کو آمادہ مہر بنا دیا)

زین بیش شیشۂ دلِ ما ہم ز سنگ بود ۴ بے نسبت آشنا دلِ ما با دلِ تو نیست
بے یار ماندہ روئے تو از بیم خوئے تو ۵ ورنہ کدام کس کہ دلش مائلِ تو نیست
بس جانگداز میگذرد سرگذشتِ شمع ۶ پروانۂ لنسوختہ در محفلِ تو نیست
خونِ ترا چہ قدر نظیری خموش باش ۷ ایں بس کہ دعوی از طرفِ قاتلِ تو نیست

آنکہ صد نامۂ ما خواند و جوابے ننوشت ۱۰۵/۱ سطرے از غیر نیامد کہ کتابے ننوشت
شمع بے شعلہ بپروانہ فرستاد آں دوست ۲ گر بما نامہ رواں کرد عتابے ننوشت
ہمہ جا شوق تو لب تشنہ براہم آورد ۳ دمِ آبے نگرفتم کہ شتابے ننوشت

(۴) ترجمہ:- پہلے ہمارا شیشہ دل بھی پتھر کا تھا پس معلوم ہوا کہ ہمارا دل تیرے دل کے ساتھ بغیر مناسبت کے آشنا اور مائل نہیں ہے (یعنی سخت سنگدل ہے اور عشق سے پہلے ہمارا دل بھی مثلِ سنگ تھا بمقتضائے کند ہم جنس باہم جنس پرواز + ہمارا دل دوست کی طرف مائل ہو گیا۔

(۵) ترجمہ: بیتر اچہرہ حسین (تیری سخت) عادت کے خوف کی وجہ سے بے یار رہ گیا (یعنی تیری تند خوئی کے خوف سے کسی میں اظہارِ عشق کی جرأت نہیں) ورنہ کون سا دل ہے جو تجھ پر مائل نہیں۔

(۶) تشریح:- سرگذشت "آپ بیتی سوانح حیات ترجمہ: شمع کی سرگذشت بہت (ہی) روح فرسا ہے (کہ خود بھی جلتی ہے اور لاکھوں پروانوں کو جلاتی ہے، اسی طرح اے دوست) تیری محفل میں (بھی) کوئی پروانہ نہیں جو سوختہ جان نہ ہو (تو شمع ہے اور عشاق پروانے)

(۷) ترجمہ:- اے نظیری تیرے خون کی کیا قدر و قیمت ہے بس خاموش رہ یہ کیا کم ہے کہ تیرِ نگاہ کے تجھ جیسے لاغر صید پر ضائع جانے کا) دعوی تیرے قاتل کی طرف سے نہیں ہوا (اگر یہ دعوی ہو جاتا تو تیرے پاس کوئی جواب نہ تھا) اشعار:- اسی مضمون کو نظیری نے مختلف عنوان سے کئی شعر میں باندھا ہے

ے دیں صحرا نظیری نیست لاغر تر ز ما صیدے + کہ ہر فتراک می بندد شکارِ بسمل ما را ے
آں شکارم من کہ ہم لائق بکشتن نیستم + شرم می آید مرا از کس کہ صیادِ من ست
از نگاہے خستہ نظیری صید و من در انفعال + زانکہ ایں وحشی نمی ارزد بہائے تیر را

بحر:- رمل مثمن مخبون مقصور ارکان و تقطیع رمل ۱۰۵/۱ (ت)

(۱) تشریح "غیر" رقیب۔ ترجمہ:- وہ (دوستِ نامہربان) کہ جس نے ہمارے سو خط پڑھے اور ایک (کا جواب (بھی) نہیں لکھا (اس کی حالت یہ ہے کہ) رقیب کی طرف سے (اسکے پاس کبھی) ایک سطر نہیں آئی کہ (جواب میں) کتاب کی کتاب نہ لکھی ہو (یعنی افسوس کہ دوست ہم پر اتنا نامہربان ہے اور رقیب پر اس قدر مہربان)

(۲) تشریح:- بے شعلہ بجھی ہوئی۔ ترجمہ لقلب مصر عین:- اگر اس دوست نے کبھی) ہمارے پاس کوئی خط بھیجا (بھی) تو عتاب (آمیز) نہیں لکھا (گویا اس نے پروانہ کے پاس بجھی ہوئی شمع بھیجی (یعنی ہم کو اس کے عتاب میں ہی لطف آتا ہے)

(۳) تشریح:- "براہم" میں ہم مفعولی بمعنی مرا "شتاب" نوشتن "شتاب مقدر کردن" "دمِ آب" گھونٹ۔ ترجمہ:- تیرا عشق (اے دوست) مجھکو ہر جگہ راہ میں پیاسا لے چلا ہے لیکن ایسا ایک گھونٹ پانی نہیں پیا کہ اس نے جلدی نہ مچادی ہو (یعنی زیادتی شوق کا حال یہ ہے کہ اطمینان سے پانی کا ایک گھونٹ پینا میسر نہیں۔

کفِ پائے برہ بادیہ ام ریش نشد ۴ کہ فریب سرِ خارش بسرابے ننوشت
قدمے نامدم از منزلِ ساماں بیروں ۵ در رہِ عشق کہ گنجے بخرابے ننوشت
اشک و آہ از درِ ایں مدرسہ بردم کہ ادیب ۶ حرزِ حسنِ تو بہر مشک و گلابے ننوشت
سینۂ ریش نہ دیدی از نگر دید کہ عشق ۷ قصہ بر سرِ منقار عقابے ننوشت
عقد در چند نظیری بہوس نظم کنی ۸ ہیچکس نظم تو بر طرفِ نقابے ننوشت

یک آہ گرم صیقلِ زنگارِ عالم است ۱۰۶/۱ موقوفِ لب کشودنِ ما کارِ عالم است

(۴) تشریح:- "بادیہ ام" میں میم پائے کا مضاف الیہ ہے "کفِ پا" تلوا "سرِ خارش" میں ش ضمیر مفعولی "ننوشت" بمعنی نہ مقدر کردہ "سراب" چمکتا ہوا ریت جس پر پانی کا دھوکا ہوتا ہے۔ ترجمہ:- میرے تلوے صحرا کے راستے میں (کانٹوں سے) زخمی نہیں ہوئے کہ کانٹوں کی نوکوں کے فریب (تدبیر) نے انکو چمکتے (اور تپتے) ریت کیلئے مقدر نہ کر دیا ہو (تپتے ہوئے ریت پر قدم یونہی جلتے ہیں اور جبکہ زخمی ہوں تو تکلیف کا کیا ٹھکانا ہوگا۔ یعنی عشق میں سخت سے سخت مصیبتوں کا سامنا ہوتا ہے)

(۵) ترجمہ:- میں نے راہِ عشق میں ساز و سامان (دنیا) کی منزل سے ایک قدم آگے نہیں بڑھایا کہ (عشق نے) ویرانہ (دل) میں خزانہ (معرفت) نہ مقدر کر دیا ہو (یعنی ترکِ دنیا راہِ عاشقی کا پہلا قدم ہے اور اس کے بعد ہی دولتِ وصل دائمی میسر ہو جاتی ہے)

(۶) ترجمہ:- اس مکتبِ (عشق کے) دروازہ سے میں آنسو اور آہ (کی رسوائی واپس) لے گیا اس لئے کہ معلم تیرے حسن کیلئے (نظر بد) کا تعویذ ہر مشک اور گلاب (کی بنی ہوئی روشنائی) سے نہیں لکھتا (یعنی بارگاہ حسن میں ہماری نالہ و زاری کو بھی درجۂ قبول حاصل نہ ہوا) اشعار:- اشک و آہ شبیہ اور مشک و گلاب مشبہ بہ ہیں۔ بطور لف و نشر غیر مرتب۔

(۷) تشریح:- "عقاب" باز ایک تیز پرواز اور بلند پرواز پرندہ ہے اس لئے "بر سرِ منقار عقاب نوشتن" بمعنی تشہیر کردن و رسوا نمودن مستعمل ہوتا ہے "منقار" چونچ ترجمہ:- اس رازِ عشق (سے کوئی سینہ زخمی نہیں ہوا کہ عشق نے (سینہ چاکی کا قصہ) باز کے سرِ منقار پر نہ لکھ دیا ہو (یعنی عاشق رسوائے عام ہو جاتا ہے)

(۸) تشریح:- "چند" بمعنی تاکے۔ ترجمہ لقلب مصر عین:- اے نظیری کسی (معشوق) نے تیری (موتیوں کے مانند) نظم کو گوشۂ نقاب پر نہیں لکھا تو کب تک (اس) ہوس میں موتیوں کی لڑی پروتا رہے گا (یعنی اس زمانے میں بازار شعر بے رواج ہے، نقاب پر اشعار و غیرہ لکھنے کا پہلے دستور تھا)

بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور ارکان و تقطیع:- رمل ۱۰۶/۱ (ت)

(۱) تشریح:- "صیقل" صیغہ صفت ہے فارسی میں بمعنی مصدر بھی مستعمل ہے یعنی جلا
ترجمہ:- عالم کے زنگ (یعنی کثافت دنیا) کے لئے (ہماری) ایک گرم آہ صیقل ہے (یعنی اگر ہم ایک آہ کر دیں تو ساری دنیوی الکدورتیں دور ہو جائیں یا عالم جو خود آئینہ حقیقت پر زنگ کی حیثیت رکھتا ہے فنا ہو جائے بس) ہمارے ہونٹ ہلانے پر دنیا کا معاملہ منحصر ہے۔

مشاطۂ فراق تو بر چہرہ ام سرشت	۲	خونابۂ کہ گونۂ رخسارِ عالم است
خودرائی خیالِ تو از دیدہ ام رماند	۳	آں معنئ کہ قبلۂ گفتارِ عالم است
برمن شبِ فراق شد از جرم ناکسی	۴	صبحے کہ طالع از در و دیوارِ عالم است
صیادئ کرشمۂ تو دانہ نفگند	۵	در دام ہر نگہ کہ نہ پرکارِ عالم است
ایں عیب و عارِ عشق و ہنر را کجا برم	۶	کانم نے خرد کہ خریدارِ عالم است
حور و کنارِ کوثر و رضوان و صحنِ خلد	۷	ماؤ جمالِ یار کہ گلزارِ عالم است
تا یک دلت پسند کند قربِ او مجوئے	۸	سرمایۂ قبول در انکارِ عالم است

(۲) **تشریح**:۔ "مشاطہ" زنے کہ آرائش عروس کند "سرشتن" بمعنی گوندھنا مراد لگا دینا یا جما دینا "خونابہ" خونِ خالص "گونہ" غازہ

ترجمہ:۔ (اے دوست!) تیرے ہجر کی مشاطہ نے میرے چہرہ (و رخسار) پر (آنکھ ہائے خونیں کی) وہ سرخی جما دی ہے جو رخسارِ عالم کے واسطے (باعث زینت) غازہ ہے (یعنی عاشق کے لئے اشک خونیں سامانِ زینت ہے)

(۳) **تشریح**:۔ "خودرائی" اپنے سوا کسی کی بات نہ ماننا "رمانیدن" بھگا دینا، نکال دینا۔ ترجمہ:۔ (اے محبوب) تیرے تصور و خیال کی خودرائی نے میری آنکھ سے ایسے معنی و مضمون (رنگ) کو اوجھل کر دیا جو کلامِ عالم کا قبلہ تھا (تا بار دگر چہ رسد یعنی تیرے خیال نے مجھکو اپنے سوا سب سے غافل کر دیا ہے) ؎

لبکہ در جان فگار و چشم بیدارم توئی + ہر چہ پیدا می شود از دور پندارم توئی

(۴) **تشریح**:۔ "ناکسی" نااہلیت ترجمہ بقلب عین:۔ وہ صبح وصل جو عالم کے در و دیوار سے طلوع ہو رہی ہے ناقابلیت کے جرم میں وہ میرے لئے ہجر کی تاریک رات بن گئی (یعنی خدا کا جلوہ ہر جگہ ظاہر ہے مگر یہ ہماری بدقسمتی اور ناقابلیت ہے کہ ہم محروم ہیں)

(۵) **تشریح**:۔ "صیادی" یائے مصدری "پرکار" دائرہ مجازاً ترجمہ:۔ تیرے کرشمہ و ادا کا ملکہ صید افگنی اس نگاہ کے جال میں دانہ (تجلی) نہیں ڈالتا جو دائرہ عالم (کے مانند وسیع) نہو (یعنی وسیع النظر اور بلند حوصلہ شخص ہی دوست کے جلوں سے بہرہ اندوز ہو سکتا ہے)

(۶) **تشریح**:۔ "کانم" اصل کہ آنم ہے "بمعنی مرا" ترجمہ: عشق و ہنر کے اس عیب و ننگ کو اے خدا میں کہاں لیجاؤں جبکہ وہ شخص بھی میرا گاہک نہیں ہے جو دنیا دبھر کا خریدار ہے (یعنی میرے عشق اور ہنر کی دوست کی نظر میں کوئی قیمت نہیں حالانکہ وہ سارے عالم کا خریدار ہے "اشارہ": عیب و عار اور عشق و ہنر میں لف و نشر مرتب ہے)

(۷) **تشریح**:۔ "حور" جمع حوراء "رضوان" نام داروغۂ جنت ترجمہ: حوریں کنارہ (حوض) کوثر صحن جنت ہو اور رضوان ہو (یعنی یہ سب رضوان کو مبارک رہے ادھر) ہم ہوں اور (ہمارے) یار کا جمال ہو جو کہ سراپا چمن عالم ہے (یعنی عالم کو زینت دینے والا ہے اسی مضمون کو نظیری پہلے یوں ادا کر چکا ہے ؎ ما را تو و قبول نیازے و خلوتے + مال و منال ہر دو جہاں از رقیبِ ما

(۸) ترجمہ:۔ (اے سالکِ راہِ حقیقت) جب تک تجھکو (دنیا میں) ایک دل بھی پسند کرے اس (دوست) کی نزدیکی کا طالب نہ بن (کہ وہ میسر نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اس بارگاہ میں مقبول بننے کا سرمایہ عالم کے رد کر دینے میں ہے (یعنی جب دنیا میں تو کسی کا اور کوئی تیرا نہیں رہے گا۔ اسیوقت دوست حقیقی کی درگاہ میں مرتبہ قرب حاصل ہو سکتا ہے اور جو شخص دنیوی عزت و جاہ کا طالب ہوتا ہے وہ بارگاہ خداوندی میں مردود ہے)

گر پیر سالکے خبر از طفلِ راہ پرس	۹	شرم از طلب مدار کہ زنارِ عالم است
دانائی فریب تو معنی نپرورد	۱۰	در ضمن نکتہ کہ نہ اسرارِ عالم است
قانونِ شکوہ چند نظیری نوا کنی	۱۱	ایں لغمۂ تو باعث آزارِ عالم است
زہے نسخۂ آفرینش جمالت	۱ (۱۰۷)	نکتیاب مجموعۂ گل خیالت
بفطرت فزونی نکاہد ز نورت	۲	ز ظلمت بروں نباشد زوالت
ہمیشہ حق از قول و رائے تو روشن	۳	نپوشیدہ موج حوادث زلالت
بجد خرد ہست پروازِ ہر تن	۴	تو روحی خرد پرواز پر و بالت

(۹) **تشریح**:۔ "زنارِ عالم است" بمعنی کہ ایں زنارِ عالم است مشبہ بہ کی اضافت مشبہ کی طرف ہے ترجمہ:۔ اگر تو بوڑھا تجربہ کار سالک (بھی) ہے (تب بھی) راستہ کسی بچہ (نمک) سے پتہ پوچھ اور پوچھنے میں شرم نکر اسلئے کہ یہ عالم کی زنار ہیں (وہ فا زنار سے حجاب کثرت مراد لیتے ہیں یعنی عالم مجازی حقیقت کے لئے حجاب ہے اس لئے دھوکا کا غالب گمان ہے اپنے تجربہ پر بھروسہ نکرنا چاہئے اور صحیح راستہ معلوم کرنے میں شرم نکرنی چاہئے۔

(۱۰) ترجمہ:۔ (اے دوست!) تیرے فریب (حسن) کی دانائی اس نکتہ میں معنی پروری نہیں کرتی جو کہ رازہائے عالم پر مشتمل نہو (یعنی ذرہ ذرہ میں اسرار حقیقت کا ایک عالم مستور ہے)

(۱۱) **تشریح**:۔ "قانون" ساز "نوا" پردہ موسیقی۔ ترجمہ:۔ اے نظیری شکوہ و شکایت کے ساز کو کبتک (پردہ نوا پر) بجاتا رہے گا۔ (بس کر) تیرا نغمہ عالم کے لئے رنج کا سبب ہے (یعنی شکوہ و شکایت کا سلسلہ بند کر اس لئے کہ دوسروں کا عیش اس سے مکدر ہوا جاتا ہے)

بحر:۔ متقارب مثمن سالم   ارکان:۔ فعولن ہشت بار

تقطیع	زہے نس	خۂ آ	فرینش	جمالت	+	نکت یا	ب مجمو	عۂ گل	خیالت
	فعولن	فعولن	فعولن	فعولن		فعولن	فعولن	فعولن	فعولن

(۱) **تشریح**:۔ یہ غزل نعتیہ ہے "نکت" جمع نکتہ "زہے" کلمہ تعجب "مجموعہ گل" بضم کاف فارسی مراد حسن کامل بکاف عربی مراد عالم۔ ترجمہ:۔ (اے نبی!) آپکا جمال کائنات کا کیا بہتر نسخہ (کاپی) ہے اور آپ کا خیال (تصور) حسن کامل یا عالم کی باریکیاں معلوم کرنیوالا ہے (یعنی آپ باعث تکوین عالم ہیں اور تمام عالم کی حقیقت آپ پر منکشف ہے)

(۲) آپ فطرت و سرشت میں بالاتر ہیں آپ (کے مرتبہ) کو پستی نہیں گھٹا سکتی اور آپ تاریکی سے مبرا خورشید رسالت ہیں آپکو زوال نہیں ہو سکتا۔

(۳) ترجمہ: آپکی رائے اور قول سے ہمیشہ حق روشن ہوتا ہے اور حادثات کی موجیں آپکے (کلام کے) آب صاف و شیریں کو نہ چھپا سکیں۔

(۴) ترجمہ:۔ ہر شخص کی پرواز عقل کی حد تک ہو سکتی ہے اور آپ (جسم لطیف) روح ہیں کہ عقل کی پرواز بھی آپکے پر و بال و (کی امداد) سے ہے (یعنی ہر شخص کے لئے عقل ذریعہ ترقی ہے اور آپ عقل کے لئے ذریعہ کمال ہیں۔

همه وجدها صوفیان راز قولت ۵ همه حالها قدسیان راز حالت

باعجاز قولت که ایمان نیارد ۶ حلالت بود خونِ منکر حلالت

بباطن ترا دیده آدم مقدم ۷ ز صدر جنان شد بصف نعالت

به پیرامنت سایه ظاهر نگردد ۸ که خورشید طالع فراز نهالت

بحسن تو نقاش نقشے نیارد ۹ که صنعتگری ختم شد بر کمالت

توان گفت لیس کمثله بشانت ۱۰ که در غیب نبود مثال مثالت

نظیری چنان ساز صافی سخن را ۱۱ که روح نبی خوش شود از مقالت

گر کند گیتی وفائے با وفاداران خوش است ۱۰۱/۱۲ زندگانی با عزیزان عیش با یاران خوش است

(۵) تشریح: "قدسیان" جمع قدسی یعنی پاک باطن مراد عرفا یا ملائکہ۔ ترجمہ: صوفیوں کو وجد کی تمام کیفیات آپ کے کلام (روح پرور) کی وجہ سے حاصل ہیں اور عارفین کو تمام حالاتِ (روحانی) آپکے حال کی وجہ سے (یعنی صوفیوں اور عرفا کو آپکی رہنمائی کی وجہ سے ترقی مقامات نصیب ہوئی)

(۶) تشریح: "کہ" بمعنی ہر کہ یا کہ امیہ "حلالت" تا ضمیر مفعولی بمعنی ترا۔ ترجمہ: آپکے معجزنما (ناقابل مقابلہ) کلام پر جو شخص ایمان نہلائے تو (اس) منکر کا خون آپکو حلال ہے (اور (بلا شبہ) حلال، یا کون ہے جو ایمان نہلائے گا کہ خون منکر الخ

(۷) ترجمہ: (عالم روحانی میں) آدم علیہ السلام نے آپکو (وجود کے لحاظ سے) مقدم پایا تو جنت کے صدر مقام کو چھوڑ کر آپکے صف نعال (یعنی مقام خدام) میں آ گئے۔ (حدیث کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَ الطِّیْنِ کی طرف اشارہ ہے یعنی میں نبی ہو چکا تھا اور ابھی آدم علیہ السلام کا خمیر ہی تیار ہو رہا تھا)

(۸) تشریح: "پیرامن" گرد "نہال" پودا۔ ترجمہ: آپکے گرد آپکا سایہ ظاہر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آفتاب (حقیقت) آپکے نہال (قد) پر طلوع ہو چکا ہے (اور یہ مشاہدہ ہے کہ جب آفتاب ٹھیک سر پر ہوتا ہے تو سایہ ادھر ادھر نہیں پڑتا)

(۹) ترجمہ: آپکے حسن کے مطابق مصور (ازلی اب) کوئی نقش پیدا نہیں کریگا اس لئے کہ آپکے کمال (رسالت وخلق) پر نقاشی ختم ہو چکی ہے۔ (یعنی آپکے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا)

(۱۰) تشریح: "لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ" اس جیسا کوئی نہیں، یہ خدا کی شان ہے۔ ترجمہ: آپکی شان میں (بھی) لیس کمثلہ کہا جا سکتا ہے اس لئے کہ عالم غیب میں بھی کوئی آپ کے مثل کا مثل نہیں (چہ جائے کہ آپکا مثل ہو اور وہ بھی عالم شہود میں)

(۱۱) ترجمہ: اے نظیری! اپنے کلام کو ایسا صاف اور پاکیزہ بنا کہ تیرے کلام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح (پاک) خوش ہو جائے۔

بحر: رمل مثمن مقصور   ارکان و تقطیع: فاعلن ۴ (ت)

(۱) ترجمہ: اگر دنیا وفاداروں کے ساتھ وفاداری کرے تو بہت اچھا ہے (مگر کہاں کرتی ہے) عزیزوں کے ساتھ زندگانی بسر کرنا اور دوستوں کے ساتھ عیش و عشرت سے گذارنا بہت اچھا ہے (مگر کہاں میسر ہوتا ہے؟)

محنتِ شب گیر با شوقِ حرم دشوار نیست ۲ گر بیادت بگذرد شبہائے بیداران خوش است

نرگسِ شوخ تو مست از نالۂ شب خیز ماست ۳ می فروشان را سحر از غوغائے میخواران خوش است

مال و عصمت از زلیخا بدر، سودا نباخت ۴ ماہِ کنعان بردن از خیلِ خریداران خوش است

فرجۂ نگذاشت گردون تا از آن بیرون روم ۵ پیر کودک دل چہ با قیدِ گرفتاران خوش است

ذوق با مرغان پر اندر مرغ نو پرواز را ۶ گہ بکوئے دوست رفتن با ہوا داران خوش است

حیرتم نیکو ز استیلائے عشق آزاد ساخت ۷ چوں مرض طغیان نماید خواب بیماران خوش است

ساقیٔ گلرنگ باید ساغرِ گل رنگ را ۸ مے پرستان را نظر بر لالہ رخساران خوش است

غرقِ طوفان شد نظیری ہر کہ دل بر مال بست ۹ رخت بیروں دہ کہ کشتی سبکساران خوش است

(۲) تشریح: "محنت" رنج تکلیف "شبگیر" رات بھر رہنے والی "حرم" خانہ کعبہ۔ ترجمہ: حرم کے شوق میں راتوں کی محنت (سفر) کوئی دشوار نہیں کیونکہ اگر (شب) بیدار لوگوں کی راتیں (اے دوست!) تیری یاد میں گذر جائیں تو بہت بہتر ہے ورنہ بیکار ہے (یعنی حج جو رشوق و حرم با شد) سہل ہے سست بیابانہا۔

(۳) تشریح: "سر خوش شدن" خوشی میں مست ہو جانا "نالۂ شب خیز" رات میں پیدا ہونیوالا۔ ترجمہ: (اے محبوب) تیری بیباک نرگس چشم ہمارے شب خیز نالوں کی وجہ سے مست ہے (کیونکہ دراصل شراب نوشوں کے شور و غوغا سے میفروشوں کے دماغ میں مستی آ جاتی ہے (یعنی جتنے شراب کے گاہک زیادہ آتے ہیں اسیقدر وہ خوش ہوتا ہے بالکل اسی طرح ہمارے شب خیز نالوں کی کثرت سے تیری سیفروش آنکھیں مست ہو رہی ہیں)

(۴) ترجمہ: زلیخا نے (اپنے) مال اور پاکدامنی کو اس سودائے عشق) میں غلط نہیں کھویا اسلئے کہ خریداروں کی جماعت سے ماہ کنعان (یوسف علیہ السلام) کو چھین لیجانا ہے (یہی) اچھا (یعنی مال اور آبرو کو راہ دوست میں کھو کر اگر اسکو حاصل کر لیا جائے تب بھی یہ سودا سستا ہے)

(۵) تشریح: "فرجہ" درز کشادگی "کودک دل" طفل مزاج، بچوں کی سی طبیعت والا۔ ترجمہ: آسمان نے کوئی درز (اور شگاف) باقی نہیں چھوڑا کہ میں اس سے باہر نکل سکوں (دیکھو) یہ بچوں کی سی طبیعت والا بڈھا (آسمان) قیدیوں کی گرفتاری سے کیسا خوش ہے! (یعنی زمانہ کے ہاتھوں ہم گرفتار ہیں اور رہائی کی کوئی شکل نہیں۔)

(۶) تشریح: "نو پرواز" مبتدی، ابتداءً اڑنیوالا۔ ترجمہ: بقلب مصرعین کبھی کبھی (دوسرے) عاشقوں کیساتھ کوچۂ دوست میں جانا (بھی) اچھا ہے کیونکہ عشق نو پرواز مرغ کو دوسرے پرندوں کیساتھ اڑنے پر آمادہ کیا کرتا ہے (یعنی فضائے عشق میں شروع شروع اڑنے والے طائر دل کو رہنما کی ضرورت پڑتی ہے)

(۷) تشریح: "حیرتم" میرا ہم معنی مرا "استیلا" غلبہ۔ ترجمہ: مجھکو حیرت نے خوب عشق کے غلبہ سے رہائی دیدی (واقعی) جب مرض میں زیادتی ہو جائے تو بیمار کو نیند آ جانا ہی بہتر ہے (یعنی ہماری عشق میں حواس باختگی نے مجھکو تمام تکالیف سے نجات دیدی جس طرح کہ بیمار سو جانیکی وجہ سے تکلیف کا احساس نہیں کرتا۔

(۸) تشریح: "گلرنگ" سرخ۔ ترجمہ: (شراب کے) گلرنگ جام کیلئے ساقی (بھی) گل چہرہ ہونا چاہئے (بس) مے پرستوں کی نظر کا لالہ کے مانند رخسار رکھنے والے معشوق کی طرف رہنا مناسب ہے (تاکہ ساقی و ساغر ہم رنگ ہو جائیں۔

(۹) ترجمہ: اے نظیری! جس نے مالِ (دنیا) سے دل لگایا وہ طوفان (حوادث) میں ڈوب گیا (پس) تو سامان (کشتی سے) باہر نکال پھینک اس لئے کہ کم سامان لوگوں کی کشتی بہتر رہتی ہے (یعنی تعلق دنیوی سے کنارہ کشی کشتی عمر کو ساحل مقصود پر پہونچا دیتی ہے)

جزائے حسنِ عمل در شریعتِ عربی ست — ١٠٩ بعرف عفو نکردن گناہ بے ادبی ست
سوادِ دل زمے سالخوردہ روشن کن — ٢ کہ عینکِ بصرش از آبگینۂ حلبی ست
قبولِ بے ہنراں ز التفاتِ معشوق ست — ٣ عنایتِ ازلی را نشانہ بے سببی ست
جمالِ حال شود ترجمانِ استحقاق — ٤ دلیل آب جگر تفتگی و تشنہ لبی ست
زمن مشاطۂ بستاں صداق مے طلبد — ٥ ہنوز دخترِ رز در سراچۂ عنبی ست
مگو کہ رفتم و قسمت نبود دریا بم — ٦ کہ نارسیدنِ سالک نشانِ بے طلبی ست
ز دوست روئی مگرداں و تن بفرماں دہ — ٧ کہ ہر کہ صاحبِ ایں حال شد ولی وہبی ست

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون مقصور — ارکان و تقطیع:۔ مثل ٤٢

(١) تشریح:۔ "عرف" رواج عام ترجمہ:۔ عربی شریعت (یعنی محمدی شریعت) میں اچھے کام کا ثواب ملتا ہے اور عرفِ عام میں (بھی) خطا کو معاف نہ کرنا بے ادبی خیال کیجاتی ہے (پس) اے دوست ہم توبہ کرتے ہیں ہماری خطا معاف کر۔

(٢) ترجمہ:۔ دل کی سیاہی کو پرانی شراب کے ذریعہ سے روشن کر اس لئے کہ اس (دل) کی آنکھ پر عینک حلبی شیشہ کی لگتی ہے (حلب کا شیشہ مشہور ہے شراب صاف کو حلبی شیشہ کی عینک سے تشبیہ دی ہے یعنی شراب معرفت سے دل کی بے نور آنکھ روشن ہو سکتی ہے۔

(٣) ترجمہ:۔ بے ہنر لوگ (بھی) معشوقِ حقیقی کی توجہ (کرم) سے مقبولِ (بارگاہ) ہو جاتے ہیں (خدائے تعالےٰ کی) عنایتِ قدیم کیلئے کوئی وسیلہ ہونا ہی بہانہ بن جاتا ہے یعنی یہ اسکی دین ہے بے وسیلہ کامیاب ہو جاتا ہے اور وسیلے والے محروم رہ جاتے ہیں)

(٤) تشریح:۔ "جمالِ حال" مراد صورتِ حال "ترجمان" مترجم، ترجمہ کرنیوالا مراد ذریعہ اظہار، ترجمہ:۔ عاشق کا ظاہر حال ہی (اس کے) مستحقِ (دیدارِ یار) ہونیکا ذریعہ اظہار ہے (جسطرح کہ) جگر کی سوزش اور لبوں کی خشکی پانی کی (خواہش کی) توضیح:۔ یعنی جس طرح پانی کا استحقاق جگر کی حرارت اور لبوں کی خشکی سے ثابت ہوتا ہے اسیطرح عاشق قربِ دیدار کا مستحق انتہائی سوزشِ قلب و جگر کے بعد ہو سکتا ہے)

(٥) تشریح:۔ "صداق" زرِ مہر "دخترِ رز" شراب انگوری "سراچہ" تصغیر سرائے۔ ترجمہ:۔ باغ کی مشاطہ مجھ سے (ابھی سے) مہر مانگتی ہے (حالانکہ) دخترِ رز ابھی تک خانۂ انگور سے باہر نہیں نکلی۔ توضیح:۔ یعنی قاعدہ یہ ہے کہ دلہن کے آجانیکے بعد مہر دیا جاتا ہے مگر یہاں الٹا معاملہ ہے رخصت ہونے سے پہلے ہی مہر کا مطالبہ ہو رہا ہے مراد یہ ہے کہ ابھی تک گو شراب کشید نہیں ہوئی مگر انگوروں کو دیکھکر ہی دل قابو سے باہر ہوا جا رہا ہے۔

(٦) ترجمہ:۔ یہ نہ کہہ کہ میں (طلبِ دوست میں) نکلا تھا مگر پا نہ سکا میری قسمت میں نہ تھا اس لئے کہ سالک کا (منزلِ مقصود تک) نہ پہونچنا درحقیقت صحیح طلب نہ ہونیکی علامت ہے۔ ورنہ ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد + اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

(٧) تشریح:۔ "وہبی" ایک عارف باکمال کا نام ہے۔ ترجمہ:۔ دوست سے منہ کو نہ موڑ اور (اس کے) حکم کو مان (خواہ تیری سمجھ میں آئے یا نہ آئے) اس لئے کہ جو اس مرتبہ پر پہونچ جاتا ہے وہ ولی وہبی (کا رتبہ پا لیتا) ہے۔

خلافِ رسم دریں عہد خرقِ عادت داں — ٨ کہ کارہائے چنیں از شمار بوالعجبی است
شبِ سیاہ صباحِ سفید مے آرد — ٩ چراغِ مطلب از دودمانِ بولہبی است
بتیغِ قطعِ ارادت نمے شود مارا — ١٠ خلوصِ بندگی ما شرافتِ نسبی است
مگو ز دوست ملالت بود نظیری را — ١١ کہ ہستئ سحری از نیاز نیم شبی است
ترا بکعبہ مرا کار با دل افتادہ است — ١١١ بکعبہ بت کدۂ من مقابل افتادہ است
صدائے بے جرس از مثنوی غریب مداں — ٢ کہ روحِ ما ست بدنبالِ محمل افتادہ است

(٨) تشریح:۔ "رسم" طریق مقرر "خرقِ عادت" طرزِ عام کے خلاف امر کو کہتے ہیں از قبیل معجزہ و کرامات "بوالعجبی" حیرت ترجمہ:۔ اس زمانہ میں رسمِ عام کے خلاف کرنے کو معجزہ یا کرامات سمجھنی چاہئے کہ ایسے کام اہلِ حیرت کاموں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ توضیح:۔ شعر کا مفہوم عام ہے جسکی متعدد توجیہیں کیجا سکتی ہیں۔ یعنی دو صورت کا رسمِ ستمگری کو چھوڑنا خرقِ عادت ہے یا کسی عامی و جاہل کا عارف باکمال بنجانا نادر ہے یا عادت خداوندی کیخلاف شاذ و نادر ہی کوئی واقعہ پیش آتا ہے ورنہ عام طور سے سب کام اسباب کے ماتحت ہوتے ہیں اس دعویٰ کا بیان اگلے شعر میں ہے۔

(٩) تشریح:۔ "چراغِ مطلب" مراد ذاتِ گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم "مطلب" آپ کے دادا کا نام ہے "بولہب" آپکے چچا کا نام ہے اصلی نام عبد العزیٰ تھا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا۔ تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ اسی کے حق میں نازل ہوئی ترجمہ:۔ (چنانچہ) تاریک رات روشن صبح پیدا کر دیتی ہے (اور) مطلب کے گھر کا چراغ خاندانِ ابولہب سے پیدا ہو جاتا ہے۔

(١٠) ترجمہ:۔ تلوار (کے خوف) سے بھی ہماری عقیدت منقطع نہیں ہو سکتی (اس لئے کہ دوست کی بارگاہ میں) ہماری خالص بندگی ہماری خاندانی شرافت (کا تقاضا) ہے (اس کو کسی حال میں نہیں چھوڑا جا سکتا)

(١١) تشریح:۔ "ملالت" میں تائے مصدری ہے یعنی اکتا جانا ترجمہ:۔ یہ نہ کہو کہ نظیری دوست کے ذکر و خیال سے اکتا گیا ہے اس لئے کہ (کیفیت) بیخودی (جس کو تم نتیجہ ملال سمجھ رہے ہو یہ) تو اس کے بوقت نصف شب عرض نیاز کرنے سے پیدا ہوئی ہے (یعنی دوست نے ہماری عرض و نیاز کو قبول کر لیا ہے جسکی وجہ سے ہم پر بیخودی و مستی طاری ہو گئی ہے)

(*)

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون مقصور۔ ارکان و تقطیع:۔ مثل ٤٢ (ت) مگر ضرب و عروض فعلات بجائے فاعلات شعث مقصور ہے۔

(١) ترجمہ:۔ (اے حاجی حرم) تیرا معاملہ کعبہ سے وابستہ ہے اور میرا (اپنے) دل سے (گویا میرے دل کا) بتکدہ (تیرے) کعبہ کے بالمقابل آگیا ہے (یعنی جس ذات کو تو کعبہ میں جلوہ گر دیکھتا ہے ہم اپنے صنم کدۂ دل میں دیکھتے ہیں کہ طریقِ عشق میں دیر و حرم کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا)

(٢) تشریح:۔ "جرس" گھنٹہ "دنبال" پیچھے "محمل" ہودج، کجاوہ۔ ترجمہ:۔ (اے دوست!) اگر تو بغیر گھنٹے کے آواز سن رہا ہے تو اس بات کو عجیب نہ سمجھ اس لئے کہ ہماری روح (تیرے) ہودج کے پیچھے لگی ہوئی (یہ اسی کی آہ و فغاں کی آواز ہے)

اسپندِ طالع اگر حرص ان یکاد کند ۳ صلیبِ زلفِ بتانم حمائل افتادہ است
بعزمِ کعبہ کنید اتفاق خلوتیان ۴ کہ پیرِ صومعہ ام بار در گل افتادہ است
بکنج ز مستیِ مے کردہ قبلہ بادہ فروش ۵ دلش بگوشۂ میخانہ مائل افتادہ است
شکستہ بر ورقِ جبہۂ تو خامۂ حکیم ۶ کہ ابروانِ ترا عقدہ مشکل افتادہ است
حریف بین چہ براحت بساطِ مے چیند ۷ ز نیرہ بازیِ افلاک غافل افتادہ است
حریمِ خاک چو قربانگہِ منا دیدم ۸ کہ ہر طرف نگری صید بسمل افتادہ است
یکے بگور عزیزانِ شہر سیرے کن ۹ ببین کہ نقشِ املہا چہ باطل افتادہ است

(۳) تشریح: "سپند" کالا دانہ جو نظر بد سے حفاظت کے لئے جلایا جاتا ہے۔ "ان یکاد" مخفف آیت وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِهِمْ نظر بد کیلئے یہ آیت دم کیجاتی ہے مصرعِ اول شرط ہے جزا محذوف ہے یعنی میز سید باکند "صلیب" سولی۔
ترجمہ: (میرے) بخت کا سپند ان یکاد (کے اثر) کی حرص کرے تو بجا ہے (کیونکہ) حسینوں کے زلف کی سولی میرے گلے میں پڑی ہوئی ہے (یعنی پھل حاصل ہو گیا اور ہجر کا خطرہ جاتا رہا گویا میرے سپند طالع نے بالکل تعویذ ان یکاد کا سا اثر دکھا دیا (دیگر) اگر سپندِ بخت ان یکاد (کے اثر) کی بھی حرص کرے تو کرتا ہے (بے سود ہے کیونکہ) زلفِ دوست کی صلیب تو میرے گلے میں لٹک چکی ہے (یعنی جو آفت پہونچنی تھی وہ پہونچ چکی ہے اب اس کو سپند طالع دور کر سکتا ہے اور نہ تعویذ ان یکاد)
(۴) ترجمہ: اے خلوت نشینو! کعبہ کی طرف جانے کے ارادہ پر اتفاق کر لو (یعنی متفق ہو کر کعبہ کی طرف جاؤ) کہ پیر صنم کدہ کا سامان دلدل میں گر چکا ہے (یعنی وہ عاجز و درماندہ ہو کر رہ گیا ہے تم ہی کعبہ میں جا کر اسکو دعا کا سہارا لگا دو۔ یہ زاہدانِ خلوت نشین پر طنز ہے)
(۵) ترجمہ: میفروش شراب کی مستی کی وجہ قبلہ سے منحرف نہیں ہوا (بلکہ) اس کا دل ہی میخانہ کے گوشہ کی طرف مائل ہے یعنی مے فروش اپنا قبلہ میخانہ کو ہی سمجھتا ہے اسلئے نماز کی نیت بھی اسکی طرف رخ کرکے باندھتا ہے اس کی وجہ مدہوشی نہیں ہے)
(۶) تشریح: "حکیم" مرد دانا فلسفی ترجمہ: اے دوست! تیری پیشانی کے صفحہ پر دانشوروں اور فلسفیوں نے (اپنا) قلم توڑ لیا اس لئے کہ تیرے ابروؤں کی گرہ بہت مشکل (اور پر پیچ) ہے (یعنی ان عقدوں کو علم فلسفی بھی حل نہیں کر سکتا۔
(۷) ترجمہ: حریف (دنیا) کو دیکھو کس مزے سے فرشِ عیش و طرب بچھا رہا ہے بیچارہ آسمانوں کی نیرہ بازی سے غافل ہے (یعنی اسکو یہ معلوم نہیں کہ گردشِ فلک کسی کو بھی عیش و عشرت پر نہیں رہنے دیتی ورنہ وہ ایسا نہ کرتا)
(۸) تشریح: "حریم" احاطہ "منا" مکہ معظمہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے جہاں حجاج قربانیاں کرتے ہیں۔ ترجمہ: میں نے ساری زمین کو منا کے مقام قربانی کے مثل پایا کہ جس طرف دیکھو شکار تڑپ رہے ہیں۔ (یعنی تمام دنیا رنج و غم کا شکار ہے۔ راحت کسیکو نصیب نہیں)
(۹) ترجمہ: اہل شہر کے قبرستان (یعنی آبادیوں) کی قبروں کی بھی سیر کرکے دیکھ کہ کیسے کیسے آرزوؤں کے نقش برباد ہو گئے ہیں۔ توضیح: یعنی سب حسرت و یاس کے ساتھ دنیا سے کوچ کر گئے جن کے دلوں میں ہزاروں رنگ کے فانوس تھے جو جا اُنکی قبر پر ہیں اور نشاں کچھ بھی نہیں

مجردانِ سبک سیر از جہاں رفتند ۱۰ گہر بقعرِ یم و خس بساحل افتادہ است
گدائے پیرِ مغاں شو کہ بادشاہ و فقیر ۱۱ بر آستانۂ میخانہ سائل افتادہ است
ضرر بمالِ نظیریِ پیش بیں نرسد ۱۲ کہ او بوادیِ درنقش منزل افتادہ است

۱۱۳ فخرِ والا نسبتاں از بندِ اوست ۱ آنچہ ہرگز نگسلد پیوندِ اوست
گردنِ شمشاد از زلفش شکست ۲ سرو از آزادگانِ بندِ اوست
گرچہ شکلِ نیستی دارد دہانش ۳ ہستیِ جانہا ز شکر خندِ اوست
نقضِ زلفش دایہ بر عہدش شکست ۴ گر شکستے ہست در سوگندِ اوست

(۱۰) تشریح: "مجرد" علائق دنیا سے پاک شخص "سبک سیر" تیز رفتار "قعر" گہرائی "یم" دریا۔ ترجمہ: تیز رفتار پاکباز لوگ دنیا سے کوچ کر گئے (گویا) موتی دریا کی تہ میں (بیٹھ گیا) اور کوڑا کباڑ کنارے پر پڑا ہوا ہے۔ توضیح: دنیاداروں کو خس و خاشاک اور پاکبازوں کو موتی قرار دیا ہے۔
(۱۱) ترجمہ: پیر مغاں (یعنی رہبر کامل کے در) کا بھکاری بن جا کہ بادشاہ اور فقیر (دونوں) میکدہ کے آستانہ پر سائل کی حیثیت رکھتے ہیں
(۱۲) تشریح: "پیش بین" انجام پر نظر رکھنے والا۔ ترجمہ: انجام بین نظیری کے مال کا نقصان نہیں ہو سکتا اسلئے کہ وہ خود تو صحرائے (ہستی) میں معروفِ سفر ہے (مگر) اس کا سامان (پہلے سے) منزل پر پہونچ چکا ہے (یعنی از روئے پیش بینی سب کچھ لٹا کر ذخیرۂ آخرت بنا چکا ہے پس جب کچھ سامان ساتھ میں ہے ہی نہیں تو رہزن کا کیا خطرہ۔

بحر - رمل مسدس مقصور   ارکان و تقطیع: مثل ۷۰/۱ (ت)

(۱) تشریح: "والا نسبت" بلند خاندان، بلند مرتبہ شخص ترجمہ: اس (دوست) کی قیدِ (عشق) پر بڑے بڑے خاندانی اور مرتبہ والے فخر کرتے ہیں (اسلئے کہ) جو تعلق کبھی نہیں ٹوٹتا وہ اسی کا تعلق ہے (یعنی رابطۂ عشق ہی پائندہ اور قابل فخر ہے)
(۲) ترجمہ: شمشاد کی (اکڑی ہوئی متکبر) گردن کو اسی کی زلف نے توڑ دیا (یعنی شمشاد کو اپنی زلف پر ناز تھا مگر میرے معشوق کی زلف دیکھ کر اسکی گردن شرم سے جھک گئی) (باقی رہا) سرو (تو وہ) بھی اسیکی قید و بند سے آزاد ہونے والوں میں سے ایک (غلام) ہے (گویا اسی لئے سرو کو آزاد کہتے ہیں کہ وہ قید زلفِ دوست سے آزاد کر دیا گیا ہے)
(۳) تشریح: "شکر خند" اسم فاعل ترکیبی موصوف محذوف کی صفت ہے ترجمہ: اگرچہ اس کا دہن عدم کی صورت رکھتا ہے مگر عاشقِ جانباز یا عشاق کی جانوں کا وجود اسی کے (لب) کے شیریں تبسم کے دم سے قائم ہے (گویا شکر خندہ آب حیات ہے جو ظلمات عدم میں ہے۔ اشارہ: ہستی و نیستی میں صنعت تضاد ہے
(۴) تشریح: "نقض" شکستگی "شکن" ترجمہ: اسکی زلف کی شکستگی کو دایۂ (فطرت) نے اسکے عہد و پیمان پر ڈال دیا ہے (چنانچہ) اگر کوئی شکست و خفت ہے تو اسکی قسم میں ہے۔ توضیح: یعنی حسینوں کا عہد استوار نہیں ہوتا باقی اور سب باتیں درست ہیں ... حسن تعلیل ہے مگر حضرت غالب نے خود دوست کی نزاکت کو عہد کے استوار نہ ہونیکی وجہ قرار دیا ہے۔ ع تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا ۔ کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا۔

طرۂ اش راحت پیوندے بصلح ۵ چین ابرو گرچہ خویشاوند اوست
ہر شبم ہیچو است مے آید بخواب ۶ بسترم مشک و عبیر آگند اوست
مغز ریش صفرائے بیماران شکست ۷ نوش مے خوش از ترنج و قند اوست
زود آمیزش بمردم مے کنند ۸ مشکبویان اند کے مانند اوست
حسن گل برباد حرمان زود رفت ۹ ہر کہ تمکینے ندارد پند اوست
کینہ کشش از دوستان مہر جوئے ۱۰ طبع مغرور و بخود خرسند اوست
بار تکلیفش ز دوش انداختم ۱۱ گو بکش ہر کس کہ حاجتمند اوست
ظلم اخوان بر نظیری مے کنند ۱۲ معنی او بہتر از فرزند اوست

(۵) **ترجمہ بقلب مصرعین**: - اگرچہ ابرو کے بل اس (زلف) کے قرابت دار ہیں مگر پھر بھی اسکی زلفوں کو صلح کے ساتھ تعلق رہا ہے (یعنی) اگرچہ شکن ابرو سے اظہار عتاب ہو رہا ہے مگر اسکی زلف عشاق کے دلوں کے ساتھ صلح کا اظہار کرکے انکو اپنی طرف مائل کر رہی ہے۔

(۶) **تشریح**: - "ہر شبم" میم خواب کا مضاف الیہ ہے "عبیر" ایک قسم کی مشک کی خوشبو جسکو کپڑوں پر چھڑکتے ہیں۔ **ترجمہ**: - ہر رات میں وہ (دوست) از خود میرے خواب میں آجاتا ہے (جس کا اثر یہ ہے کہ) میرا بستر اس کی وجہ سے مشک و عبیر میں بس گیا ہے۔

(۷) **تشریح**: - "مشرب" مصدر میمی بمعنی پینا "نوش" خوشگوار و تریاق۔ "ترنج و قند" بمعنی سکنجبین جو صفرا کے لئے مفید ہے۔ **ترجمہ بقلب مصرعین**: - دوست کے لب دہن کی شراب کا تریاق اس کے ترنج (ذقن یا رخسار) اور قند (لب) کی وجہ سے اچھا بن گیا ہے کہ جس کے پینے سے (عشق کے) بیماروں کا صفرا دور ہو گیا (یعنی صفرائے عشق کیلئے دوست کے لب و رخسار کا اثر سکنجبین ہی تریاق کا کام کرتا ہے ورنہ مے یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے۔

(۸) "مے کنند" کا فاعل ضمیر ہے راجع لبویتے مشک۔ **ترجمہ**: - مشک کی خوشبو لوگوں کے (دماغ کے) ساتھ جلد گھل مل جاتی ہے (معلوم ہوتا ہے کہ) مشک کی خوشبو کچھ کچھ اُس (خوش ادا دوست) کے مشابہ ہے۔

(۹) **تشریح**: - "ہر کہ تمکینے ندارد" مبتدا ہے اور خبر محذوف ہے یعنی "زود بگذرد" جو پہلے مصرعے سے مفہوم ہوتی ہے۔ **ترجمہ**: - پھول کا حسن (شوخ) جلد ہی محرومیوں میں برباد ہو جاتا ہے (پس اسکی) محبت ہے کہ جو شخص وقار نہیں رکھتا جلد برباد ہو جاتا ہے یعنی شوخی اور سبکسری باعث تباہی ہے) اگر تمکینے کے بجائے تمکنی پڑھا جائے جو میرے نزدیک بہتر ہے تو عذرت کے بغیر معنی صاف اور لطیف ہو جاتے ہیں یعنی اسکی یہ نصیحت کہ حسن گل زوال پذیر ہونے کی وجہ سے قابل اعتماد نہیں گو اپنی جگہ صحیح ہے مگر یہ نکتہ

(۱۰) **ترجمہ بقلب مصرعین**: - اس (دوست) کی طبیعت مغرور اور اپنے اوپر گھمنڈ کرنیوالی طبیعت مہر و محبت کے طلبگار دوستوں کے ساتھ عداوت اور کینہ پروری پر آمادہ ہے (یعنی دوست کو اپنے حسن پر ناز اور اپنی طاقت پر غرور ہے۔ اسلئے آمادہ ظلم ہے)

(۱۱) **تشریح**: - "تکلیف" مراد حکم شرعی۔ **ترجمہ**: - (میں احکام دین کی بجا آوری) کے بوجھ کو میں نے اپنے کندھے پر سے اتار دیا ہے۔ کہدو کہ جو شخص اس کا ضرورتمند ہو وہ اٹھائے (یعنی ہم کو محو تماشا ہیں عبادات کے ادا کرنے کا ہمکو ہوش کہاں؟ یا تکلیف سے مراد تکلیف عشق ہے۔ اس صورت میں معنی شعر بیزاری اور دلسوختگی ہوگا یعنی جب مدت کہ بار عشق بگاڑا ہے تو میں بھی اسکو چھوڑتا ہوں اب جسکو ضرورت ہو وہ یہ بوجھ اٹھائے۔

(۱۲) **تشریح**: - "ظلم اخوان" باضافت تشبیہی اخوان جمع اخ معنی بھائی ظلم اخوان سے برادران یوسف کے ظلم کی طرف اشارہ ہے۔ **ترجمہ**: - دلوگ

معشوق من قبلہ نما قبلہ نظر گشت ۱ تا گشت نظر از رخ چو آئینہ بر گشت
غرق کرم حیلہ گرانم کہ دران کوئے ۲ سفتم شبہ دیدہ و ہم سلک گہر گشت
زد خندۂ شیریں نمکے بر دل ریشم ۳ اشکم بحلاوت شد و آہم با اثر گشت
اوراق گل اندر بغل غنچہ نگنجید ۴ تا عطر دمم ہم نفس باد سحر گشت
پیداست دل آمیزیم از گونۂ گفتار ۵ چوں رنگ ثمر گشت بلے طعم ثمر گشت
شائد شوم انگشت نما ہمچو مہ نو ۶ نعلم کہ در آتش زرخش بود قمر گشت

کلام کی بے قدری کرکے) نظیری پر برادران یوسف کا سا ظلم کر رہے ہیں (اس لئے کہ نظیری کے) معانی و مضامین (اس کے نزدیک) اس کی اولاد سے زیادہ بہتر ہیں۔ **توضیح**: - یعنی یوسف کے بھائیوں نے یوسف کی تحقیر و تذلیل اور آغوش پدر سے انکو جدا کرکے جو ظلم یعقوب پر کیا تھا اسی قسم کا بلکہ اس سے بھی بڑا ظلم لوگ میرے کلام کی ناقدری کرکے مجھ پر کر رہے ہیں کیونکہ اپنا کلام مجھے اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

*

بحر: - ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور　　**ارکان و تقطیع**: - مثل ۱۲۲ وت)

(۱) **تشریح**: - "قبلہ نما" ایک آلہ کا نام جس سے سمت قبلہ معلوم کرتے ہیں اس مصرعہ کی شرح ہوگی "معشوق من قبلہ نما گشت و نظر من قبلہ گشت" "برگشت" کا فاعل ضمیر ہے جو رخ یا قبلہ نما کی طرف پھرتی ہے۔ **ترجمہ**: - میرا معشوق مثل قبلہ نما ہے اور میری نظر مثل قبلہ (چنانچہ) جب میری نظر اسکے آئینے کی مانند روشن چہرے سے پھری تو وہ بھی مثل قبلہ نما پھر گیا۔ **توضیح**: - شعر میں آیت "انما تولوا فثم وجہ اللہ" کے مضمون کو ادا کیا ہے یعنی جدھر دیکھتے ہیں ادھر تو ہی تو ہے۔

(۲) **تشریح**: - "حیلہ گر" مراد دشمن۔ "رقیب" "شبہ" پوتھ سیاہ رنگ کا بے قیمت موتی۔ مراد آنکھ کی پتلی۔ **ترجمہ**: - میں حیلہ گر رقیبوں کے کرم میں ڈوبا ہوا ہوں کہ اس کوچہ میں میں نے پتلیوں کی پوتھ کو بیندھا اور (قسمت سے) وہ موتیوں کی لڑی میں شامل ہو گئے۔ **توضیح**: - یعنی ان بہانہ بازوں نے دوست کو ورغلایا۔ اور یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ میری اشکباری مکاری ہے اور وہ سچے عاشق ہیں۔ اس چیز نے دوست کو میری طرف ملتفت کر دیا اور اس نے میرے پر اخلاص آنسوؤں کو قبول کر لیا گویا بے قیمت پوتھ بیش بہا گوہر بن گئے پس رقیبوں کا یہ احسان واقعی عظیم الشان ہے۔

(۳) **ترجمہ**: - (دوست کی) شیرین تبسمی نے میرے زخمی دل پر (اور) نمک چھڑک دیا (یعنی اسکو مسکراتا دیکھ کر جنون عشق میں اور زیادتی ہو گئی) بس اب میرے آنسو لذیذ و شیریں ہو گئے اور میری آہیں پر تاثیر ہو گئیں (ورنہ اس سے پہلے اشک بے مزہ تھا اور آہ بے اثر تھی)

(۴) **ترجمہ بقلب مصرعین**: - جب کہ میری آہ (سحر گاہی) کا عطر نسیم صبح کا ہمدم بن گیا ہے اس وقت سے پھول کی پنکھڑیاں غنچہ کی آغوش میں نہیں سماتیں یعنی تنہا باد سحر پھولوں کو نہ کھلا سکی جبتک کہ اس نے میری عطر آہ سحر گاہی سے فیض حاصل نہیں کیا مراد یہ ہے کہ آہ سحر گاہی میں اتنا اثر ہے کہ غنچے اسے امید بن کھلے نہیں رہ سکتے۔

(۵) **تشریح**: - "دل آمیزی" دلمیں اتر جانا "طعم" مزہ۔ **ترجمہ**: - (میرے) طرز گفتگو سے ہی (کہ جو پھلوں کے رنگ کے مثل خوشنما) بلکہ پھلوں کے ذائقہ کے مثل (خوش کیف) ہے میری دل آمیزی ظاہر ہے (یعنی میرا کلام لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیتا ہے)

(۶) **تشریح**: - "نعل در آتش بودن" مضطرب بیقرار ہونا۔ نعل کی مناسبت ماہ نو کے ساتھ ظاہر ہے۔ **ترجمہ**: - ممکن ہے کہ میں بھی (ہلال کی مانند)

زاں کلکم از و عطرفشانست کہ دستم ۷ باسنبلِ خوش بوش براں طرفِ کمر گشت
تابوسہ گہِ خیرہ مذاقاں نکند دست ۸ دنداں زدم آں ساعدِ چوں شاخِ شکر گشت
در ہر خمِ آں زلف کمیں گاہِ بلائیست ۹ با ایں ہمہ زاں روئے نکو اہم بخطر گشت
عقلے کہ کلیدِ درِ گنجینہ ام آں بود ۱۰ تا عشق در آمد بمیاں حلقۂ در گشت
با ایں دلِ پُر عربدہ شرمندۂ عشقم ۱۱ ہر جاکہ غمے تیغ برآورد سپر گشت غمت
ہر نسخۂ شعرے کہ برآورد نظیری ۱۲ از غیرتِ آں نافۂ چیں خونِ جگر گشت

نظر بظاہر و صیاد در قفا خفتہ است ۱۱۳/۱ اجل رسیدہ چہ داند بلا کجا خفتہ است

(بقیہ صفحہ ۱۷۱) انگلیوں سے اشارے ہونے لگیں (اسلئے کہ) میر العلِ (دل) جو اس (محبوب) کے آتش رنگ چہرہ کی آگ میں تپلیا جارہا تھا اب (مثل) قمر ہوگیا ہے
توضیح :- یعنی جس طرح کہ آفتاب سے نور حاصل کرتے کرتے ہلال قمر اور بدر کامل بنجاتا ہے اسی طرح آتشِ رخسار یار میں تپتے تپتے میرا لعلِ دل جو مثلِ ہلال تھا قمر کی مانند منور ہوگیا ہے خلاصہ یہ ہے کہ عشق کی بیقراریاں سہنے کے بعد اب ہمارا عشق کامل اور وصل دست حاصل ہوگیا ہے ۔

(۷) ترجمہ میرا قلم اس وجہ سے عطر فشانی کر رہا ہے کہ میرا ہاتھ اس (محبوب) کے معطر سنبلِ (زلف) کے ساتھ ساتھ اسکی کمر تک پہونچ چکا ہے (یعنی میں دوست سے ہم آغوش ہوا ہوں اور اسکی زلفوں نے میرے ہاتھوں کو معطر کردیا ہے اس لئے میرا قلم عطر پاشی کر رہا ہے)

(۸) تشریح :- "خیرہ مذاق" بد ذوق "دنداں زدم" اسم مفعول ترکیبی "چوں شاخِ شکر" ساعد کی صفت ہے ۔ ترجمہ :- تاکہ (دوست اپنا) ہاتھ کو بد ذوق لوگوں کا بوسہ گاہ نہ بنائے اسلئے میں نے اسکی شاخِ نیشکر کے مثل (شیریں) کلائی پر کاٹ کھایا ۔ توضیح :- یعنی گو میری یہ حرکت خیرہ مذاقی سمجھی جائیگی مگر میں نے دوسرے بد ذوق لوگوں یعنی رقیبوں سے اس کے ہاتھ کو بچانے کیلئے دانستہ ایسا کیا ہے ۔

(۹) ترجمہ :- اگرچہ اس (محبوب کی) زلف کا ہر پیچ و خم بلا (دل) کا کمین گاہ ہے مگر میں اس کے باوجود (اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر) بھی اس چہرہ (حبیب) سے منہ نہ موڑونگا

(۱۰) تشریح :- "حلقۂ در" دروازے کے باہر لوہے کا حلقہ لگاتے ہیں تاکہ آنیوالا اسکو ہلاکر اپنے آنیکی اطلاع دے ۔ ترجمہ :- جب عشق درمیاں میں کود آیا ہے (میری) وہ عقل جو میرے خزانہ (دل و دماغ) کے دروازہ کی کنجی تھی حلقۂ در بنکر رہ گئی ہے ۔ (یعنی عشق کے آنے سے پہلے سب کام عقل و خرد کے منشا کے مطابق ہوتے تھے لیکن اب عقل کی کوئی بات نہیں مانی جاتی ۔

(۱۱) ترجمہ :- میں (اپنے) اس جنگجو دل کیوجہ سے عشق کے آگے شرمندہ ہوں (اسلئے کہ) جہاں غم (عشق) نے مجھکو ہلاک کرنیکے لئے تلوار سونتی (جھٹ) بڑھ کر ڈھال بنگیا (یعنی دل نے غموں کو برداشت کیا ۔ کیا اچھا ہوتا کہ بیقراری میں جان نکل جاتی تو آج عشق کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑتا)

(۱۲) ترجمہ :- نظیری نے اپنے مشک بو اشعار میں سے جس شعر کا نسخہ پیش کیا اس کے رشک و غیرت کی وجہ (غزالِ چین کا نافہ جلا ہوا) خونِ جگر بن گیا (یعنی مشک میں وہ خوشبو اور خوبی کہاں جو شعرِ نظیری میں ہے)

بحر مجتث مثمن مخبون مقصور ارکان تقطیع، مثل ہے مگر ضرب و عروض خفتہ ست (فعلات) مشعث مقصور ہے ۔

(۱) ترجمہ :- نظریں سامنے ہیں اور صیاد پیٹھ پیچھے چھپا ہوا ہے جسکی موت آ پہونچی ہے اسے کیا معلوم ؟ کہ بلا کہاں چھپی ہوئی ہے یعنی ناگاہ

کجا ز عشوۂ آں چشمِ نیم باز رہیم ۲ کہ فتنہ خاستہ از خواب پائے ما خفتہ است
کسے بقلبِ شبم ترک تازے آرد ۳ کہ در فراشِ قصب پائے در حنا خفتہ است
شمیمِ مہر ز باغِ وفائے آید ۴ بہر چمن کہ گلِ نوشگفتہ صبا خفتہ است
طبیبِ عشق ببرد طمع ز بیمارے ۵ کہ شب براحت ازیں دردِ بے دوا خفتہ است
کس از معانقۂ روزِ وصل یابد ذوق ۶ کہ چند شب بہم آغوشِ خود جدا خفتہ است
بگیر کامِ دل اے کعبتینِ مردمِ چشم ۷ کہ نرد کامدہ نقش در قفا خفتہ است نقاش

مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے اور انسان دیکھتا کا دیکھتا رہجاتا ہے ۔ اسی طرح معشوق یکبارگی عاشق کے متاعِ صبر و قرار لوٹ لیتا ہے اور اسے کچھ خبر نہیں ہوتی ۔ کہ یہ افتاد کہاں سے آپڑی)

(۲) ترجمہ :- ہم (دوست کی) ان نیم باز (ادھ کھلی) آنکھوں کی غمزہ سے بچکر کہاں جاسکتے ہیں کہ (یہ) فتنہ تو بیدار ہوگیا ہے اور ہمارا پاؤں سوگیا ہے (یعنی حسن جب نیم باز آنکھوں کے غمزہ کی تلوار لیکر نکلتا ہے تو عاشق پر "نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن" کی مثل صادق آنے لگتی ہے)

(۳) تشریح :- "قلب شب" نصف شب "م" ضمیر مفعولی ہے "قصب" ریشمی کپڑا ۔ ترجمہ :- عجب تماشا ہے ! آدھی رات کیوقت مجھپر وہ نازک اندام حملہ آور ہوتا ہے جو ریشمی بستر پر پاؤں پر مہندی لگائے سو رہا ہے (یعنی پاؤں میں مہندی لگی ہوئی ہے نزاکت کا یہ حال ہے کہ بستر ریشمی ہے اور آدھی رات کا ڈراونا وقت ہے ایسے حالات میں یہ جرأت دیکھنے کے قابل ہے ۔ مراد ۔ دوست کے نقش خیالی کا آنا ہے)

(۴) ترجمہ بقلب مصرعین :- وہ گل چہرہ جس چمن میں نو کھلا ہے ایسی باد صبا سوئی ہوئی معلوم ہوتی (ہے) (یعنی نئے تو نہیں) باغِ وفا سے مہر و محبت کی عطر آگیں ہوا مجھ تک نہیں آتی (دوست کی بے مہری کی نہایت لطیف پیرایہ میں شکایت کی ہے)

(۵) تشریح :- "طبیبِ عشق" اضافت معالج بسوئے مرض یا اضافت مشبہ بسوئے مشبہ "ازیں" طبیب عشق کی پہلی توجیہ کی بنا پر سببیہ ہے اور دوسری توجیہ کی بنا پر خفتہ است کے متعلق ہے ترجمہ :- مرض عشق کا چارہ گر اس بیمار سے (صحت کی) امید منقطع کرلیتا ہے جسکو رات میں اس لا دوا مرض کیوجہ سے چین سے ساتھ نیند آگئی ہو (یعنی جبکہ مریض عشق اس دردِ بے دوا میں بھی راحت و سکون پاتا ہو تو پھر اس کے اچھا ہونے کی کیا صورت ہوسکتی ہے دیگر :- خود طبیب عشق اس (مریض دنیا) سے امید منقطع کرلیتا ہے جو اس دردِ بے دوائے (عشق) کو چھوڑکر رات کو راحت و آرام کیساتھ سوتا ہے توضیح :- (یعنی دردِ عشق درحقیقت بیمار دنیا طلب کیلئے اکسیر اور ہے تلخ ہے گو اس درد کا کوئی مداوا نہیں مگر یہ دنیا کے لاکھوں دردوں سے بچادیتا ہے پس اگر کوئی حرماں نصیب اسکو چھوڑکر دنیوی راحتوں میں منہمک ہوجائے ۔ تو اس کا کیا علاج ؟ عشق کے اس وصف خاص کو بیدل نے یوں ادا کیا ہے سہ عفاک اللہ بقید عشقم از ہستی رہا کردی ٭ بیک مشکل نمودی حل ہزاراں مشکلِ مارا ۔

(۶) ترجمہ :- (دیکھو) وہی شخص وصل کے دن (دوست سے) ہمکنار رہنیکا لطف اٹھا سکتا ہے جس نے چند راتیں اپنے ہم آغوش سے جدا رہ کر بسر کی ہوں (یعنی جو چیز مصیبتوں کے بعد حاصل ہوتی ہے اسی کی قدر ہوتی ہے)

(۷) تشریح :- "کعبتین" پانسے "نرد آمدن" نرد ایک کھیل کا نام ہے مثل چوسر ۔ جیت کی چال نکلنا کو نرد آمدن بولتے ہیں ۔

شبِ امید بہ از صبح عید میگذرد ٨ کہ آشنا بتمنائے آشنا خفت است

فسانہ صرف نظیری مکن کہ خواب کند ٩ شکستۂ کہ بصد درد مبتلا خفت است

خوئے شہ عربدہ جو افتادہ ست ١١٤/١ کشتہ بر ہر سر کو افتاداست

باادب زی کہ سرِ مستاں را ٢ بدکمندے بہ گلو افتاداست

آنکہ افتاد بریں در راہش ٣ قدمش از تگ و پو افتاداست

در خراباتِ مغان مستاں را ٤ کاسہ بشکستہ سبو افتاداست

ترجمہ:- اے (میری آنکھ کی پتلیوں کے پالنو ادا بنی) مراد حاصل کر لو کہ تمہاری جیت کا داؤ آگیا ہے اور تقشیر (مراد اس کے پیچھے چھپا ہوا ہے (یعنی دوست سامنے موجود ہے آنکھوں کو حسرتِ دید نکال لینی چاہیئے)

(٨) ترجمہ:- (وہ) امید و تمنا بھری رات عید کی صبح سے بھی بہتر بسر ہوتی ہے جیس ایک عاشق (اپنے) محبوب کی تمنا کرتے کرتے سو جائے (یعنی ؎ جو مزا انتظار میں دیکھا + نہ کبھی وصل یار میں دیکھا۔

(٩) ترجمہ:- اپنا درد بھرا افسانہ نظیری پر صرف نہ کر (یعنی اسکو نہ سنا) کہ وہ شکستہ حال جو سینکڑوں درد دل میں مبتلا ہو کر (ذرا) سو گیا ہے کچھ تو سولے (اسی مضمون کو میر اور سودا نے عجیب انداز میں ادا کیا ہے میر صاحب فرماتے ہیں ؎

سرہانے میر کے آہستہ بولو + ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے، سودا کہتے ہیں ؎ سودا کے جو بالیں پہ ہوا شورِ قیامت + خدامِ ادب بولے ابھی آنکھ لگی ہے

بحر:- رمل مسدس مخبون مشوث مقصور ارکان:- فاعلاتن فعلاتن فعلات

تقطیع:- خوئے شہ ع | بدہ جو اف | تادہ ست + گشتہ بر ہر | سر کو اف | تادست

فاعلاتن | فعلاتن | فعلات + فاعلاتن | فعلاتن | فعلات

(١) تشریح:- عربدہ جو جنگجو ترجمہ:- شاہِ (حسن) کی عادت جنگجو واقع ہوئی ہے (چنانچہ) ہر گلی کوچہ پر مقتولوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔

(٢) ترجمہ:- ادب و لحاظ کے ساتھ زندگی بسر کر کہ سردارِ عاشقاں کے گلے میں بری کمند پڑ گئی ہے۔ توضیح:- شعر کی دو توجیہیں ہو سکتی ہیں اول یہ کہ عاشق کو بزمِ دوست کے آداب کو ملحوظ رکھنا چاہیئے اسلئے کہ جن عاشقوں نے مست و بیخود ہو کر ادب و لحاظ کو خیرباد کہدیا وہ منصور کی طرح تختہ دار پر نظر آئے دوم کہ عاشق کو خود اپنی عاشقی کا لحاظ کرنا چاہیئے اور کوئی بات تقاضائے عشق کے خلاف نہ ہونی چاہیئے اسلئے کہ انکے گلے میں عشق کا برا پھندا پڑا ہوا ہے کہ مجال دم زدن نہیں، اسی مضمون کو پہلے یوں ادا کیا ہے، ؎

ادب گرفتہ عنانِ خمار و مستی ما + برابرست بلندی ما و پستی ما

(٣) ترجمہ:- جس شخص کا گذر اس (میکدۂ عشق کے) دروازہ پر ہو گیا ایکے قدم دوڑ دھوپ سے عاجز ہو گئے (یعنی مبتلائے عشق عاجز و درماندہ ہو کر رہ جاتا ہے)

(٤) ترجمہ:- میکدہ میں (بدمستی) کا یہ عالم ہے کہ مستوں کے جام و سبو گر پڑے اور ٹوٹ گئے۔

خوشئی ما ز گل و بستاں نیست ٥ صحبتِ یار نکو افتاداست

خوش عبیرے بہم آمیختہ عشق ٦ خو بخو بوئے ہوا افتاداست

عشق از سنبل و گل واچیدم ٧ رہ برآں گلشن کو افتاداست

جائے دل خوردۂ مینا چینم ! ٨ وہ اکہ ہارم بغلو افتاداست

دلبرم را سرِ رسوائی نیست ٩ کارِ جیبم برفو افتاداست

باخودم دشمن جان باید بود ١٠ چکنم دوست عدو افتاداست

ہر نفس دلق نظیری رنگیست ١١ عشق را چشم بر او افتاداست

جمالِ ساقی ما ور ضمیر لالہ گذشت ١١٥/١ کہ لالہ را مئے لعل از سرِ پیالہ گذشت

(٥) ترجمہ:- ہم (کچھ) پھل اور باغ کی وجہ سے خوش نہیں ہیں (بلکہ بات یہ ہے کہ) دوست کی ہمنشینی خوب میسر آئی (اسلئے مسرور ہیں یعنی گلہائے چمن کی صورت میں گویا خود یا گلچہرہ ہمارا ہمنشیں ہے۔ یا یہ پھول اسکی ہم نشینی کی یاد تازہ کراتے ہیں)

(٦) ترجمہ:- عشق نے کیا خوب معجون عبیر تیار کیا (یعنی عاشق و معشوق کی طبیعتوں میں تناسب پیدا کر دیا) کہ دونوں کی خوبو بالکل ایک سی ہے یعنی فرق من و تو مٹ گیا۔

(٧) میں نے سنبل اور گلاب سے محبت کا تعلق منقطع کر لیا (اسلیئے کہ میرا گذر اس کوچہ یا چہرۂ دوست کے چمن پر ہو گیا ہے (یعنی میں دوست کے سنبل و زلف اور گلِ عارض کا شیدا بن گیا ہوں۔

(٨) ترجمہ بقلب مصرعین:- افسوس کہ میرا سامان (دل) ہجوم (غم) میں گر کر پامال ہو گیا۔ چنانچہ بجائے دل کے (اب) آبگینہ (دل) کے ریزے چن رہا ہوں (خوردہ مینا سے مراد اشک ہیں یعنی اب دل کی بیماری سے اشکِ حسرت دامن میں گرا رہا ہوں)

(٩) ترجمہ بقلب مصرعین:- میرے چاک گریباں کا معاملہ رفوگری سے وابستہ ہو گیا (اسلئے کہ میرا محبوب رسوائی کیلئے آمادہ نہیں (یعنی دوست کو رسوائی سے بچانے کیلئے اپنا چاک گریبان رفو کر لیا اسلئے کہ میرا گریبان چاک دیکھکر لوگ محبوب کو ستمگر کہتے۔

(١٠) ترجمہ:- مجھے خود اپنی جان کا دشمن بننا پڑ گیا کیا کروں دوست دشمن ہو گیا ہے (یعنی دوست جب ہماری ہلاکت کا خواہاں ہے تو دوست رضا طلبی کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم خود بھی اپنی جان کے دشمن بن جائیں)

(١١) ترجمہ:- ہر لمحہ نظیری کی گدڑی رنگ برنگ کی رہتی ہے (معلوم ہوتا ہے) کہ اس پر عشق کی نگاہ پڑ گئی ہے (یعنی نیرنگیٔ عشق نے دلق نظیری کو یہ رنگینیاں عنایت کر دی ہیں ورنہ اس کے پاس کیا دھرا تھا۔

بحر:- مجتث مثمن مخبون مقصور ارکان تقطیع:- عمل ٢/١ (ب)

(١) ترجمہ:- (اللہ رے ہماسے) ساقی کے جمال کا دل میں تصور کیا (تو ایسا محو ہو گیا ہو) کہ لالہ کی شراب لعل (رنگ) لب ساغر سے چھلک گئی (یعنی گلِ لالہ اس لیے سرخ ہے کہ اس نے ہمارے محبوب گلچہر کا تصور کر لیا ہے

گلِ مہر دستہ بستہ اوست ۱۱/۱ مہر در دلِ خسک شکستۂ اوست
ہمہ جا ناخنِ تصرف بند ۲ ہر کرا سینۂ ایست خستۂ اوست
ایں کہ گم گشتہ عہد و شرطِ وفا ۳ ریو و رنگ زیادہ جستۂ اوست
بر اندیشۂ بتاں زدلم ۴ کعبۂ دل صنم شکستۂ اوست
حسنِ بستان و خارِ دیوارش ۵ قیدِ مرغِ رسن گسستۂ اوست
سروِ بالا و عبہر نظرش ۶ دست پرورد و خانہ رستۂ اوست
تا بر آید برنگ رخسارش ۷ بادہ در خونِ دل نشستۂ اوست

بحر:۔ خفیف مسدس مخبون مقصور
ارکان و تقطیع:۔ غزل ۲۰/۱ (الف) مگر
رکن اول کبھی مخبون استعمال ہوا ہے اور کبھی سالم۔ عروض و ضرب ستۂ اوست/فعلات مخبون مقصور ہے۔

(۱) ترجمہ:۔ جور و وفا کا گلدستہ اسی کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے۔ اور مہر و وفا کے دل میں کانٹا اسی کا توڑا ہوا ہے۔ (یعنی دوست نے جور و ستم کو اختیار اور مہر و وفا کو ترک کر رکھا ہے)

(۲) ترجمہ:۔ سب جگہ ناخنِ تدبیر بند ہے (یعنی غم کی گرہ نہیں کھلتی) اور ہر شخص کا سینہ اسی کے تیرِ مژگان کا زخمی ہے (یعنی دوست نے سب کو مبتلائے غمِ عشق کر رکھا ہے)

(۳) تشریح:۔ "ریو و رنگ" حیلۂ و فریب۔ "زیادہ جستہ" اسم مفعول ترکیبی بمعنی بھولا ہوا۔ ترجمہ:۔ یہ امر کہ (اس زمانہ میں) اس کا عہد و پیمانِ وفا غائب ہے یہ تو گویا اس کا ایک بھولا ہوا حیلۂ و فریب ہے (پس جو ریو و رنگ کہ اسکو یاد ہیں۔ وہ کس غضب کے ہونگے جبکہ یہ بھولا ہوا فریب عاشق کی تباہی کے لئے کافی ہے)

(۴) ترجمہ:۔ (تصورِ دوست نے) میرے دل سے (دوسرے) بتوں کے خیال کو نکال دیا (پس میرا کعبۂ دل جس میں ہزاروں بت تھے) اسی کا صنم شکستہ ہے (یعنی اس نے ان تمام بتوں کو توڑا اور اس کعبہ کو پاک کر کے اپنا مسکن بنا لیا جس طرح کہ اسلام نے آ کر بتوں سے کعبہ کو پاک کیا)

(۵) ترجمہ:۔ باغ کے (احاطہ کے) جھاڑ اور اسکی دیوار کے (آہنی یا غیر آہنی) خار اس طائر کے لئے قید و بند کا کام کرتے ہیں۔ جو اسکی رسی سے آزاد ہوتا ہے اشارہ:۔ باغ سے چہرۂ دوست مراد ہے اور خس و خارِ دیوار سے خطِ رخسار اور رسن سے زلف اور مرغ سے دلِ عاشق۔

(۶) ترجمہ:۔ اسکی نرگسِ چشم اور قدِ سرو آسا اس کے اپنے ہاتھوں کا پرورش یافتہ اور اپنا خانہ زاد ہے (یعنی محبوب کا حسن و جمال اپنا ذاتی ہے)

(۷) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ شراب (اپنے) خونِ دل میں اسی کیوجہ سے ڈوبی ہوئی ہے تاکہ اس (محبوب) کے رخسار کے رنگ کے مطابق (سرخ) ہو جائے۔ توضیح:۔ یعنی شراب کو بھی وہ رنگ اور تابانی حاصل نہیں جو رخِ دوست کو حاصل ہے۔ اسی رشک سے گویا اس کا دل خون ہو گیا ہے اور وہ اسمیں ڈوب کر رخِ دوست کے مطابق ہونا چاہتی ہے)

موجۂ بادہ بر گلِ مہتاب ۸ رخ از آبِ بادہ شستۂ اوست
عشق ہر دم بتازہ سودائیش ۹ عقل کہنہ فروشِ رستۂ اوست
لب بوئے مغاں خطا نرسد ۱۰ کہ بدستِ کریم دستۂ اوست
نزلِ روح الامیں نظیری را ۱۱ نامۂ پیک پے خجستۂ اوست

دلے دارم کہ طاقت کارِ او نیست ۱۱۸/۱ تحمل غیرِ عیب و عارِ او نیست
دلے دارم کہ قلزم ہائے امواج ۲ حریفِ آہِ آتش بارِ او نیست
دلِ سختم براحت مے ستیزد ۳ فلک اوست بر آزارِ او نیست

(۸) تشریح:۔ گلِ مہتاب: چاندنی کا پھول۔ درخت کے پتوں میں سے چھنتی ہوئی چاند کی روشنی۔ ترجمہ:۔ اس کا آبِ شراب سے دھلا ہوا چہرہ (گویا) چاندنی کے پھول ہیں جن پر بادۂ شبنم ہو جہاں ہے (یعنی دوست کا چہرہ تابناک اور حسن دھلا ہوا ہے)

(۹) ترجمہ:۔ عشق ہر دم اس کا نو بنو سودا (خیال) رکھتا ہے اور عقل اس کے بازار کا کہنہ فروش (یعنی کباڑی) ہے۔ توضیح:۔ تازہ سودا اور کہنہ فروش میں صنعت مقابلہ ہے مراد یہ ہے عشق کے آگے عقل کی کچھ پیش نہیں جاتی۔

(۱۰) ترجمہ:۔ مغوں کے خمِ (شراب) میں کمی نہیں آسکتی اس لئے کہ اس کا دستہ کریم و سخی (مطلق) کے ہاتھ میں ہے (یعنی مئے وحدت پلانے والا ساقی بہت کریم ہے اور یہ شراب وہ ہے جو کم یا ختم نہیں ہو سکتی)

(۱۱) تشریح:۔ "نزل" سامانِ ضیافت مراد وحی۔ "روح الامیں" لقب جبرئیل ع۔ ترجمہ بقلب مصرعین:۔ اس (دوست) کے مبارک قدم قاصد کا (لایا ہوا) خط نظیری کے حق میں جبرئیل کا (لایا ہوا) سامانِ ضیافت یعنی وحی ہے

بحر:۔ ہزج مسدس مقصور ارکان:۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل

تقطیع:۔
دلے دارم | کہ طاقت کا | رِ او نیست | + | تحمل غے | رِ عیب و عا | رِ او نیست
مفاعیلن | مفاعیلن | مفاعیل | + | مفاعیلن | مفاعیلن | مفاعیل

(۱) ترجمہ:۔ میں ایسا (ناتواں) دل رکھتا ہوں جس کا کام ضبط و طاقت نہیں اور جسکے لئے (غم کو) برداشت کرنا عیب اور ننگ کی بات ہے

(۲) تشریح:۔ "قلزم" گہرا دریا۔ "حریف" مقابل۔ ترجمہ:۔ میں ایک ایسا (شعلہ زن) دل رکھتا ہوں کہ موجیں مارنے والا گہرے دریا بھی اسکی آگ برسانے والی آہوں کے آگے نہیں ٹھہر سکتے۔

(۳) ترجمہ:۔ میرا سخت (اور مشکل پسند) دل خود راحت و آرام کے ساتھ برسرِ پیکار ہے۔ اس کو آزار پہنچانے میں فلک کا ہاتھ نہیں (یعنی میرا دل اپنے ہاتھوں آزارِ عشق میں مبتلا ہوا ہے فلک بیچارہ کیا آزار پہنچاتا ہے)

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم + کہ با من ہر چہ کرد "ایں" آشنا کرد

نشاطِ عندلیب از بو و رنگ ست ۴ نوائے مازموسیقارِ او نیست

کجا پا شد بہ بند و قید دستار ۵ تنِ مجنون کہ جز سر بارِ او نیست

مریضِ عشق را مُردن علاج است ۶ دوائے درد در بازارِ او نیست

سرِ مرغے نپرد از کمیں گاہ ۷ کہ آب و دانہ در منقارِ او نیست

زباں بازی کند سوسن از آنست ۸ کہ آبِ شرم در رخسارِ او نیست

باین شد کعبہ از کوئے تو ممتاز ۹ کہ رنگے بر در و دیوارِ او نیست

کجا کنعاں کجا بغدادِ مستاں ۱۰ انا الحق گو سرے بردارِ او نیست

نظیری ایں عبیر از عشق سازد ۱۱ کہ ایں عطر از گلزارِ او نیست

(۴) ترجمہ:- (پھول کے) رنگ و بو کی وجہ سے بلبل خوش ہو رہا ہے (مگر) ہمارا نغمہ اس کے ترنم و نوا کا نہیں ہے (یعنی ہم باطن و حقیقت کے عاشق ہیں۔ اور وہ ظاہر و مجاز کا)

(۵) ترجمہ تقلیب مصرعین:- مجنون کا بدن جسکو سر ہی وبالِ دوش معلوم ہو رہا ہے وہ (اسکو) دستار کی قید و بند میں کہاں چھپائے گا۔

توضیح:- یعنی عاشق آرائش ظاہر کا خواہاں نہیں ہوتا بلکہ وہ تو راہ راست میں بقول غالب سر کو گنوا دینا پسند کرتا ہے۔

شورِ یدگی کے ہاتھ سے ہے سر وبالِ دوش + صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں

(۶) ترجمہ:- مریض عشق کیلئے مر جانا ہی علاج ہے (اسلئے) کہ اس کے بازار میں (اس) درد کی دوا نہیں ملتی ؎

عمر یست بیمارِ تو ام در کشتنم تعجیل کن + زیرا کہ غیر از تیغ تو نبود شفائے عاجلم

(۷) ترجمہ:- کمین گاہ (صیاد) سے وہ طائر (دل) نہیں اڑ سکتا جسکی چونچ میں آب و دانہ نہیں (یعنی جو بھوکا ہے) مراد یہ ہے کہ دل گرسنۂ عاشق بہر حال صیادِ حُسن کا صید بن ہی جاتا ہے۔ دیگر:- کوئی طائر کمین گاہ (عدم) سے (جلوہ گاہ وجود کی جانب) پرواز نہیں کرتا کہ اسکی منقار میں آب و دانہ موجود نہو (یعنی وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا)

(۸) ترجمہ:- سوسن زبان درازی کر رہی ہے وجہ یہ ہے کہ اسکے چہرہ پر آب حیا نہیں (یعنی بیشرم و گستاخ ہے برگ سوسن کو زبان سے تشبیہ دیا کرتے ہیں)

(۹) ترجمہ:- (اے دوست) کعبہ تیرے کوچے سے اس بات میں الگ ہے کہ اس کے در و دیوار پر رنگ نہیں آتا اور تیرے کوچہ کے در و دیوار پر رنگ ہوتا ہے (یعنی تیرا کوچہ کعبہ سے افضل ہے)

(۱۰) ترجمہ:- کہاں (حُسن کا) کنعان اور کہاں مست عاشقوں کا بغداد؟ (یعنی دونوں میں بڑا فرق ہے کیونکہ) کنعان میں کوئی انا الحق کہنے والا سولی کے تختے پر نہیں چڑھا (اور بغداد عشق میں سینکڑوں دل منصور دار پر چڑھا دیئے گئے) ؎

شوق ہند منصور گشت و عشق صد یوسف فروخت + بو العجب ہنگامہ گرم ست در بازار ما اشارہ ہے کنعان حضرت یوسف کا وطن ہے اور بغداد منصور کا۔

(۱۱) ترجمہ:- نظیری یہ عبیر عشق سے تیار کر رہا ہے کونسا عطر ہے جو اسکے گلزار (سخن) سے ماخوذ نہیں یعنی نظیری کا کلام مثل عطر تمام عالم کو معطر کر رہا ہے اور یہ عشق کا فیضان ہے)

بختم ایں بس کہ مشتری شدہ دوست ۱ ہر چہ خلقم بہا نہند نکوست

بشکنم رنگِ رخ چو مستسقی ۲ آب ہر کس بقدرِ ظرفِ سبوست

در برارباب ذوق کم بندند ۳ اثرِ قبض و بسط در ابروست

قطعِ دنیا نے شود چہ کنم ۴ قوتِ مور و جستن از سرِ جوست

نیست ممکن بزندگی آرام ۵ تا نفس باقی است در تگ و پوست

شاہدانِ چمن تہی دست اند ۶ جامۂ سرو تا سرِ زانوست

باش عریاں بدن کہ جامۂ گل ۷ کم دہد بو کہ حُلہ تو بر توست

بوئے گل چاشنئ مل دارد ۸ آں شکر خندہ را چہ بو چہ خوست

بحر:- خفیف مسدس مخبون مقصور

ارکان و تقطیع:- شکل ۲۰/۱ (الف) مگر عروض و ضرب مخبون مقصور ہے

(۱) ترجمہ:- میری یہی بڑی خوش نصیبی ہے کہ دوست (میرا) خریدار بن گیا ہے (اب لوگ) جو کچھ میری قیمت قرار دیں درست ہے (یعنی خواہ لوگ مجھے عزیز سمجھیں خواہ ذلیل نظر دوست میں وقعت حاصل ہو جانے کے بعد مجھے ذلت کی کچھ پروا نہیں)

(۲) تشریح:- مستسقی مریض استسقاء ایک بیماری جسمیں پیاس نہیں بجھتی پیٹ پھول جاتا ہے۔ اور رنگ زرد ہو جاتا ہے۔

ترجمہ:- (آب دیدار بہت پینے کے بعد بھی) میرا رنگ مستسقی کی طرح زرد نہیں پڑتا (اسلئے کہ) ہر شخص کا پانی ظرف سبو کے بمقدار ہوتا ہے (یعنی میرے کسی حال سے رازِ عشق فاش نہیں ہوتا جو فاش کرتے ہیں وہ کم حوصلہ ہوتے ہیں)

(۳) تشریح:- یکم بمعنی نفی "قبض و بسط" حالات لبت و کشاد جو صوفیا پر تجلیات باری تعالیٰ کے انقطاع و فیضان کے وقت طاری ہوتے ہیں ترجمہ:- کارکنانِ قضا و قدر (اصحاب ذوق پر در (لطاف) بند نہیں کرتے (باقی رہا) قبض و بسط کا اثر (تو وہ) ابروئے یار میں ہے توضیح:- یعنی ذوق عشق رکھنے والوں کو برابر نظارہ دوست حاصل ہوتا ہے باقی حُسن اس امر کا مقتضی ہے کہ عاشق پر مختلف صورتوں میں ظاہر ہو اسی وجہ سے عاشق پر مختلف کیفیتیں

(۴) ترجمہ:- (مجھ سے) دنیا کے علائق منقطع نہیں ہوتے کیا کروں (مشکل یہ آن پڑی ہے کہ) طاقت چیونٹی کے برابر ہے اور ایک (دبڑی) نہر کو عبور کرنا ہے (یعنی جسطرح کہ چیونٹی کیلئے دریا کو عبور کرکے زندہ و سلامت کنارے پر پہنچنا مشکل ہے اسی طرح دنیا کے ہلاکت خیز بھنور سے میرا بچنا مشکل ہے)

(۵) ترجمہ:- زندگی میں آرام ممکن نہیں، جبتک سانس باقی ہے (انسان) دوڑ دھوپ میں لگا ہوا ہے۔

(۶) ترجمہ:- چمنِ (دنیا) کے حسین پودے (بھی) مفلس ہیں (دیکھ لو) سرو کا پیرہن صرف گھٹنوں تک ہے (باقی بدن برہنہ ہے۔ جب حسین اتنے مفلس ہیں تو اوروں کا کیا حال ہوگا)

(۷) ترجمہ:- (اے سالک) تو بھی (لباس آلودگی) سے برہنہ ہو جا اسلئے کہ پھول کی کلی (یا خود پھول) کے حلے اگر تہ بتہ ہوں تو خوشبو پیدا نہیں ہوتی۔ (یعنی جب گل اپنے پیرہن کو چاک کرتا ہے تب خوشبو مہکتی ہے۔ پھول کی پنکھڑیوں کو تہ بتہ حلہ سے تعبیر کیا ہے)

(۸) ترجمہ:- (وہ دوست) پھول کی سی خوشبو اور شراب کا سا ذائقہ رکھتا ہے (تو دیکھو) اس شیریں ہنسی ہنسنے والے کی کیا عجیب خو، بو ہے

آب تلخے بعطر پروردند ۹ نام کردند ایں گل خوشبوست
خطِ قرآن نگارِ او کوفی ۱۰ چشمِ محرابِ گردِ او ہندوست
خط فریبندہ کس چنیں ننوشت ۱۱ یارب ایں معجزست یا جادوست
برنظیری ست گوشِ خلق امروز ۱۲ میرِ مجلس ندیمِ شیریں گوست

ہر کہ نوشید مئے شوقِ تو نسیانش نیست ۱۲۰/۱ دانکہ محوِ تو شد اندیشۂ حرمانش نیست
دل کہ بستن تو مقید شد و جاوید بماند ۲ کز فکرِ تو بروں آمدن آسانش نیست
تا بکے فکر لواں کرد و سخن تازہ نوشت ۳ قصۂ شوق حدیثے ست کہ پایانش نیست
ہیچکس نامۂ سربستۂ ما فہم نکرد ۴ نہمیں خاتمہ اش نیست کہ عنوانش نیست
سبب از عقل مپرسید کہ غم نامۂ ما ۵ درسِ عشق ست کہ از علم دبستانش نیست

(۹) ترجمہ:۔ (حقیقت یہ ہے کہ) آبِ شور کو معطر بنا دیا اور نام یہ رکھدیا کہ یہ خوشبودار پھول ہے (پھول کا مزہ تلخ ہوتا ہے اسلئے اسکو آبِ تلخ کہا ہے۔

(۱۰) تشریح:۔ قرآن نگار "اسم مفعول ترکیبی، قرآن کے مانند لکھا ہوا" کوفی "ایک قسم کے طرز تحریر کا نام جس میں اکثر حروف خطوطِ مستقیمہ کو ملا کر بنائے جاتے ہیں۔ "محراب گرد" اسم مفعول ترکیبی، محراب میں گھری ہوئی "ہندو" شعرا آنکھ کی تپلی اور خال کو ہندو سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ ترجمہ:۔ اس کا خط (رخسار) مثل قرآن خطِ کوفی میں لکھا ہوا ہے اور محراب (ابرو) میں گھری ہوئی آنکھ ہندو بچہ ہے (تو دیکھو! کہ ایک ہندو محراب میں قرآن کی تلاوت کر رہا ہے)

(۱۱) ترجمہ:۔ ایسا دلفریب خط (آج تک) کسی نے نہیں لکھا (جیسا کہ خطِ رخسار یار ہے) تو اے خدا یہ معجزہ ہے یا جادو ہے۔

(۱۲) ترجمہ:۔ آج سب کے کان نظیری (کے کلام) پر لگے ہوئے ہیں (اسلئے کہ) وہ (بزم شعرا کا) میر مجلس اور شیریں کلام ہمنشین ہے۔

بحر:۔ رمل مثمن مخبون مشعث مقصور   ارکان و تقطیع:۔ شل ۱/۲ (ت)

(۱) ترجمہ:۔ جس نے (ایک بار) تیرے عشق کی شراب پی لی پھر وہ عمر بھر نہیں بھولتا اور جو شخص تیری دید میں محو ہو گیا پھر اس کو (کسی چیز سے) محروم ہونے کا کھٹکا نہیں (یعنی عاشق کا انتہائی مقصد اور آخری منزل یہی ہے)

(۲) ترجمہ:۔ (اے محبوب!) ہمارا دل تیرے دام حسن میں گرفتار ہوا اور (پھر) ہمیشہ گرفتار ہی رہا اسلئے کیتیرے فکر و تصور سے رہا ہو جانا اسکے لئے (کچھ) آسان نہیں۔

(۳) ترجمہ:۔ کبتک فکر کو کام میں لایا جائے اور نئے نئے مضمون لکھے جائیں؟ داستانِ شوق تو ایک ایسا افسانہ ہے جس کا اختتام نہیں۔

(۴) تشریح:۔ "کہ" اضافیہ ہے بمعنی بلکہ۔ ترجمہ:۔ کسی شخص نے بھی ہمارے سربند مکتوبِ (عشق) کو نہیں سمجھا، صرف یہی نہیں کہ اس کا انجام نہیں ہے بلکہ اس کا تو عنوان و آغاز بھی نہیں۔

(۵) ترجمہ:۔ (ہمارے غم عشق کا) سبب عقل سے دریافت نہ کرو اسلئے کہ ہمارا غم نامہ، عشق کا درس ہے یہ مکتبِ عقل کے علم و حکمت کے سلسلہ کا نہیں ہے (یعنی غم عشق کا سبب عقل کیا بتا سکتی ہے وہ تو خود اس کوچہ سے نابلد ہے)

از دلم رہ بدلت عشق نموداست خوشم ۶ کہ بآں خانہ درے ہست کہ دربانش نیست
راہ دیگر بسوئے کعبہ اے اعرابی ہست ۷ کہ غم از سرزنشِ خارِ مغیلانش نیست
خاطرِ غیب نمائے تو مگر جامِ جم است ۸ کہ رخِ حالِ من از آئینہ پنہانش نیست
سایۂ نامہ تو بالِ ہما میداند ۹ ہدہدِ ما کہ بسر تاجِ سلیمانش نیست
مردِ تاجر کہ بہ غربت ز وطن مے آید ۱۰ تحفۂ خوبتر از نامہ اخوانش نیست
چوں قلم گریۂ شادی کنم از نامۂ دوست ۱۱ کہ بجز از دلِ خنداں قطرہ گریانش نیست
بسکہ از دقتِ فہم تو نظیری بگداخت ۱۲ نکتۂ نیست کہ آمیختہ با جانش نیست

قرعہ بر وصل زند دیدۂ و سامانش نیست ۱۲۱/۱ کیں خیالست ازاں چشم کہ حیرانش نیست

(۶) ترجمہ:۔ عشق نے مجھکو میرے اپنے دل سے تیرے دل تک کا راستہ دکھا دیا ہے، میں خوش ہوں کہ اس گھر کا دروازہ ایسا ہے کہ اس پر دربان نہیں (یعنی گو دربار پر دربان بیٹھا ہوا ہے اور وہ ہمکو یار تک نہیں پہونچنے دیتا لیکن خانہ دل پر تو کوئی دربان نہیں جو تصور یار سے مانع ہو یعنی از دل بدل رہے ست

(۷) تشریح:۔ "اعرابی" صحرائی "مغیلاں" کیکر، ببول ترجمہ:۔ اے اعرابی! کعبہ کی جانب ایک اور راستہ بھی (جاتا) ہے جسمیں کیکر کے کانٹوں کے چبھنے کا اندیشہ نہیں (یعنی وہ دل کا راستہ ہے جس سے کعبۂ حقیقت تک رسائی ہو جاتی ہے اور جنگلوں کی خاک چھاننی نہیں پڑتی)

(۸) ترجمہ:۔ (اے مرشد یا اے دوست!) تیرا غیب کی باتیں ظاہر کرنیوالا دل شاید جامِ جہاں نمائے جمشید ہے کہ میری صورتِ حال اس کے آئینہ سے مستور نہیں (یعنی میرا تمام حال تجھ پر روشن ہے)

(۹) ترجمہ بقلبِ مصرعین:۔ ہمارا وہ ہدہد (دل) جس کے سر پر سلیمانی تاج نہیں تیرے (مبارک) خط کے سایہ کو بازوئے ہما سمجھتا ہے توضیح:۔ ہدہد کے سر پر کلغی سی ہوتی ہے وہ شاہی تاج نہیں ہوتا مگر ہمارا ہدہد دوست کے خط کو بالِ ہما کی طرح مبارک سمجھتا ہے، یعنی دوست کا پیام آجانے کے بعد ہمارا درجہ اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ کسی بادشاہ کا بھی کیا ہوگا۔ اشارہ:۔ ہدہد و سلیمان کے قصہ کی تلمیح ہے

(۱۰) ترجمہ:۔ وہ تاجر شخص جو وطن سے غربت و مسافرت کی طرف آرہا ہے (اس کے لئے) بھائیوں کے خطوط سے بہتر کوئی تحفہ نہیں (اسی طرح ہمارے لئے دوست کے خط سے بہتر کوئی تحفہ نہیں کیونکہ ہم بھی اس سے جدا ہو کر گویا غریب الوطن ہو گئے ہیں۔

(۱۱) ترجمہ:۔ نامۂ دوست کے آنے پر میں (بھی) قلم کی طرح گریۂ شادی کر رہا ہوں کیونکہ اسکی پلکیں بھی حرف خندۂ زنِ دل کی وجہ سے معروفِ اشک ریزی ہیں۔ توضیح:۔ قلم روتا ہے مگر اس کا دل ہنستا ہے اسیطرح نامۂ دوست سے میں دل میں خوش ہوتا ہوں اور آنکھوں سے اشکِ مسرت گرتے ہیں۔ اور از قلم کو خندۂ دل نوکِ قلم کو مژگاں اور سیاہی کو اشک قرار دیا ہے۔

(۱۲) ترجمہ:۔ تیری (حقیقت کی) دریافت کے دقیق و مشکل ہونے کی وجہ سے نظیری فنا ہو گیا (یہاں تک کہ) جو نکتہ بھی ہے وہ اسکی جان کے ساتھ آمیزش رکھتا ہے۔

اشارہ:۔ اس غزل کے آخری پانچ شعر خاص کر خانخاں کے خط کے جواب میں لکھے گئے ہیں۔

بحر:۔ رمل مثمن مخبون مقصور   ارکان و تقطیع:۔ شل ۱/۲ (ت)

نرگس از گردشِ چشمت بشراب افتادہ است ۲ مے پرستے ست کہ مخمور بدورانش نیست
شد ز شرمِ قلمت خضر نہاں در ظلمات ۳ کہ بجاں بخشیٔ آں چشمۂ حیوانش نیست
در جوابِ تو فرو ماندہ ترم از طفلے ۴ کہ بسفتن شکند گوہر و تا دانش نیست
دل ز اندیشۂ وصلِ تو بجاں باز نگشت ۵ کہ جدائی ز ملاقاتِ تو آسانش نیست
عشقِ ما واقعۂ نیست کہ آخر گردد ۶ ہر چہ آغاز ندارد غمِ پایانش نیست
شادم از دل کہ مئے عشقِ تو مدہوشش کرد ۷ خبر از رشکِ وصال و غمِ ہجرانش نیست
چرخ را کاسۂ پر خوں بشفق گردانست ۸ لالہ را سنگ بہ پیمانہ کہ پیمانش نیست

(۱) ترجمہ :- (عاشق کی) آنکھ ڈبڈبا کر پیالۂ وصل (دعوت) پر قرعہ اندازی کر رہی ہے اور اس کا بند وبست کچھ نہیں بلکہ یہ خیال (وصل) تو اس آنکھ کی طرف سے معلوم ہوتا ہے جو اس (کے جمال) میں محو نہیں (کیونکہ احساسِ جدائی اور وصل کے لئے قرعہ اندازی عدمِ محویت پر دلالت کرتی ہے حالانکہ قرعہ اندازی سے کام نہ چلیگا بلکہ ایسا محو تصور ہو جانا چاہئے کہ نہ طلب وصل رہے اور نہ احساسِ ہجر)

(۲) ترجمہ :- تیری (نشیلی) آنکھ کی گردش سے نرگس شراب میں غرق ہو چکی ہے (یعنی تیری آنکھ) ایسا مے پرست ہے کہ اس کے عہد میں کوئی خمار آلود نہیں ہو سکتا (یعنی چشمِ نرگس نے بھی مستی چشمِ محبوب سے حاصل کی ہے)

(۳) ترجمہ :- تیرے قلم (کے آبِ حیات) کی شرم سے خضر ظلمات میں جا چھپے اسلئے کہ ان کا چشمۂ آبِ حیات اسکی حیات بخشی کے برابر نہیں۔ اشارہ ظلمات و آبِ حیات کا ربط معلوم ہے پھر خضر چونکہ نگاہوں سے مستور ہیں اس لحاظ سے بھی ظلمات میں چھپ جانا لطف سے خالی نہیں۔

(۴) ترجمہ :- تیرے (سوال کے جواب) میں میں اس (خورد سال) بچے سے بھی زیادہ عاجز ہوں جو بیندھتے وقت موتی توڑ دیتا ہے حالانکہ جس کا تاوان کچھ اسپر نہیں پڑتا (یعنی ایسے بچے سے اگر سوال کیا جائے تو وہ اپنی خورد سالی کو ذریعہ معافی خیال کرتے ہوئے کچھ نہ کچھ جواب دے سکتا ہے مگر میں اس سے بھی زیادہ عاجز ہوں اور اشک کے موتی نوکِ مژگان سے میں بھی توڑ رہا ہوں۔

(۵) ترجمہ :- دل تیرے خیالِ وصل کو چھوڑ کر زندہ واپس نہیں ہوا اسلئے کہ تیری ملاقات سے جدا ہونا اس کیلئے کوئی آسان کام نہیں

(۶) ترجمہ :- ہمارا افسانۂ عشق کوئی ایسا افسانہ نہیں جو ختم ہو جائے (اسلئے کہ) جس چیز کا آغاز نہیں اسکو انجام کا بھی خطرہ نہیں۔
(یعنی ؎ قصۂ شوق مدیست کہ پایانش نیست۔

(۷) ترجمہ :- میں (اپنے) دل سے خوش ہوں کہ تیرے عشق کی شراب نے اسکو بیہوش کر دیا (چنانچہ اب) اس کو رشکِ وصل اور غمِ ہجر کا کچھ احساس نہیں (یعنی اگر ہوش میں ہوتا تو غیروں کو دوست کیساتھ ملتا دیکھ کر جلتا اور اپنی محرومی کا ماتم کرتا)

(۸) تشریح :- "را" ہر دو مصرعہ میں علامتِ اضافت ہے "شفق" طلوع و غروب کے وقت جو سرخی افق پر ظاہر ہوتی ہے ترجمہ :- آسمان کا خونِ شفق سے بھرا ہوا پیالہ (آفتاب یا شفق کا خون سے بھرا ہوا پیالہ برابر) گردش میں ہے لالہ کے پیمانہ پر پتھر (پڑیں) کہ اس کیلئے کوئی عہد و پیمان نہیں (یعنی اس سے اچھا تو پیمانۂ فلک ہی ہے کہ اس کا دور تو برابر جاری ہے اگرچہ وہ پر خون ہے مراد یہ ہے کہ راحتوں کے غم و رنج ہی اچھے ہیں کہ ساتھ تو ہیں)

دولتِ عشق ندارد خطر از عینِ کمال ۹ کیں سعادت بکمالیست کہ نقصانش نیست
ما بہ پیمانِ قوی عہدِ تو محکم داریم ۱۰ آنکہ پیماں شکند قوتِ ایمانش نیست
ہر جراحت کہ دلم داشت بمرہم بہ شد ۱۱ داغِ دوریست کہ جز وصلِ تو درمانش نیست
گر نظیری بفلک بر شدہ باشد چو مسیح ۱۲ بیتِ معمور بہ از کلبۂ ویرانش نیست

عشق عصیانست اگر مستور نیست ۱۲۲/۱ کشتۂ جرمِ زباں مغفور نیست
عشق در صنعت تصرف میکند ۲ درمیاں فرہاد جز مزدور نیست
برتر از عشق ست عالم پایۂ ۳ راہ از من تا جنوں چنداں دور نیست
آنکہ منصور ست بر دارش کنید ۴ ایں انا الحق گوئے خود منصور نیست
حسنت از سر ہوش بیروں مے برد ۵ بیش ازیں گنجائشِ مقدور نیست

(۹) تشریح :- "عینِ کمال" نظرِ بد۔ ترجمہ :- عشق کی دولت کو نظرِ بد کا خطرہ نہیں اسلئے کہ یہ سعادت ایسی کامل ہے کہ اسکو کسی طرح نقصان نہیں پہونچ سکتا

(۱۰) ترجمہ :- ہم پختہ ایمان کیساتھ تیرے عہدِ (عشق) کو پختہ رکھتے ہیں (اسلئے کہ) جو شخص عہد شکنی کرتا ہے وہ ایمان بھی نہیں رکھتا (کیونکہ یَنقُضُونَ عَہدَ اللّٰہِ مِن بَعدِ مِیثَاقِہٖ کفار کی شان ہے)

(۱۱) ترجمہ :- میرے دل میں جو زخم تھا مرہم سے اچھا ہو گیا سوائے داغِ جدائی کے کہ یہ ایسا داغ ہے جسکا مداوا وصل کے سوا کچھ نہیں (؎ درد مند عشق را دارو بجز دیدار نیست)

(۱۲) ترجمہ :- اگر عیسیٰ کی طرح (نظیری) فلکِ چہارم پر بھی پہونچ جائے (پھر بھی) بیتِ معمور (عبادت خانہ ملائکہ) اس کے ویران جھونپڑے سے (اس کے نزدیک) بہتر نہیں (یعنی بطفیل عشق مجھے وہ استغنا حاصل ہے کہ مقامِ عیسیٰ اور بیتِ معمور کو بھی اپنے خلوت خانہ سے فروتر سمجھتا ہوں)

بحر :- رمل مسدس مقصور ارکان و تقطیع برخل ۲۰/۱ (ب)

(۱) ترجمہ :- عشق اگر چھپا ہوا نہیں ہے تو گناہ ہے (شریعتِ عشق میں) زبان کے جرم کا مارا ہوا بخشا نہیں جاتا۔ اشارہ :- شعر میں منصور پر طنز ہے

(۲) ترجمہ :- یعنی اسکو کنی میں عشق عمل پیرا ہے اور اس درمیان میں فرہاد ایک مزدور سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا (یعنی یہ سب کارنامہ عشق کی ہے فرہاد بیچارہ

(۳) ترجمہ :- میرا حال عشق کی وجہ سے (یا مرتبۂ عشق سے بھی) ایک مرتبہ اور بلند ہو گیا (چنانچہ اب) مجھ سے لیکر دیوانگی تک راستہ کچھ زیادہ دور نہیں رہا۔
(یعنی محبت کا آخری درجہ محویت و بیہوشی ہے اور اب اس درجہ پر پہونچا ہی چاہتا ہوں)

(۴) ترجمہ :- جو منصور ہو اسکو سولی پر چڑھا دو (باقی) یہ اناالحق کہنے والا تو خود منصور نہیں ہے توضیح :- یعنی منصور نے اپنی ذات کو فنا کر کے اور ذاتِ حق سے واصل ہو کر اناالحق کہا تھا گویہ صدائے حق تھی منصور کی صدا نہ تھی تو اب سولی کسے دے رہے ہو؟

(۵) ترجمہ :- (اے دوست!) تیرا حسن (میرے) سر سے ہوش اڑائے لئے جاتا ہے (اور) اس سے زیادہ (میری) مقدرت میں کچھ نہیں (یعنی حسن کے سامنے ہم اپنے ہوش و حواس کا تحفہ ہی پیش کر سکتے اور ہمارے پاس کچھ نہیں ہے)
؎ ایں جان عاریت کہ بحافظ سپردہ دوست + روزے رخش ببینم و تسلیم وے کنم

مایۂ صد ماہ کنعانی بحسن ۶ مصر در خوبی چنیں معمور نیست
کے بشر استغفر اللہ گومیت ۷ راست می گفتم ولے دستور نیست
دلفریبی ہائے دشمن دیدہ ۸ جانسپاریہائے ما منظور نیست
عشرت عیش نظیری کوتہ است ۹ در سرائے تنگ مستاں سور نیست

این نخل کہ از چشمۂ حیواں ہمہ گشت است ۱۲۳ ویں خط کہ بہ یاد معجزہ نوشت است
ما فتنۂ زمشاطہ حسیم از عشق ۲ زنار نہاں رشتۂ خط و زلف کہ رشت است
جز از اثر دہشت تو وحشت ما نیست ۳ با پردہ بگو پردۂ رخسار کہ ہشت است
زیں لخت دل و پارۂ جاں چاشنی گیر ۴ بر گریۂ تلخ و نمک خندہ بہشت است

(۶) تشریح:۔ ماہ کنعان مراد یوسف علیہ السلام۔ معمور آباد، بھرا ہوا۔ ترجمہ:۔ (اے محبوب) تو حسن کے اعتبار سے سینکڑوں یوسفوں کیلئے سرمایۂ (خوبی) ہے شہر مصر حسن و خوبی میں اتنا بھرپور نہیں (جتنا تیرے حسن سے سارا عالم معمور ہے)

(۷) ترجمہ: پناہ بخدا! میں تجھکو انسان (فانی نژاد) کب کہہ سکتا ہوں۔ میں سچ سچ کہہ دیتا مگر (کیا کروں؟) اجازت نہیں ہے (سب کچھ کہہ کر بھی کچھ نہ کہنا اسی کو کہتے ہیں شعر بہت بلند ہے)

(۸) ترجمہ:۔ (اے دوست!) دشمن و رقیب کی دلفریبیوں پر تیری نظر ہے اور افسوس! کہ ہماری جان نثاریاں تیرے پیش نظر نہیں (یعنی رقیبوں کی جھوٹی محبت کو سچی سمجھ کر ان پر لطف التفات کرتا ہے اور ہمیں جاں نثاروں کو محروم رکھتا ہے)۔

(۹) ترجمہ: نظیری کا عیش و راحت (بہت) ناقص ہے۔ (سچ ہے) خالی ہاتھ لوگوں کے گھر میں مسرت و شادمانی نہیں ہوتی (یعنی نظیری کے پاس سامان و متاع ہی کہاں ہے جس پر خوشی منائے)

بحر ۵ ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور ارکان و تقطیع: مثل ۳/۱ (ت)

(۱) ترجمہ:۔ یہ درخت خرما (صلہ راست قد) جو جان و روح کے چشمہ سے اُگا ہے (یہ معلوم) کس نے بویا ہے (اسی طرح) یہ خط (رخسار) جو معجزہ و کرامات کی یاد تازہ کر رہا ہے (یہ معلوم) کس نے لکھا ہے۔ توضیح: یعنی نخل قد دوست جان و روح کی چشمے سے سیراب ہوتا ہے جبھی تو اس میں یہ لطافت و خوبی ہے اور خط

(۲) تشریح: ہر فتنہ بمعنی مفتون "مشاطہ" آرائش دہندہ۔ ترجمہ:۔ ہم حسن کو آرائش دینے والے کی وجہ سے مفتون و شیدا نہیں عشق کی وجہ سے ہیں۔ زنار تو آتش پرستوں نے (خود) تیار کر لی (مگر یہ بتاؤ کہ یہ) خط رخسار اور زلف (کی زنار) کو کس نے تیار کیا۔ توضیح: یعنی خط و زلف کی زنار خدا نے تیار کی ہے بس وہی اس حسن کی مشاطہ ہے اور ہم اسی کی وجہ سے فتنۂ عشق میں مبتلا ہیں۔

(۳) ترجمہ:۔ ہماری وحشت تیرے (رعب حسن) کے سوا کسی اور وجہ سے نہیں (یعنی تیرے رعب کی وجہ سے ہمکو مجال سوال نہیں) تو اے پردہ نشین! (یا اے دوست) اتنا ہی نہیں تو پردہ کھول کر ہی بتا دے کہ چہرہ پر پردہ کس نے ڈال لیا ہے (یعنی تو نے ہی خود اپنے چہرہ پر نقاب کثرت ڈال کر ہمکو متوحش بنا رکھا ہے)

(۴) ترجمہ:۔ اے دوست (جان) داغ جان کے ٹکڑوں کا مزہ بھی چکھ لے (اس لئے کہ یہ کباب) تلخ آنسوؤں اور (تیری) ہنسی کے نمک کے ساتھ

ذوق غمم از طینت خاکی نرود ہیچ ۵ ہر چند بشادی گل آدم بسرشت است
گو روئے تو نظارہ کن و جہت تو بنگر ۶ گو بد کس اگر آدمیی را کہ فرشتہ است
سرتا سر صحرائے رخت لالہ و نسرین است ۷ صد رنگ دگر گل کہ ندانند کہ کشت است
گل جامہ ز بربس سبک از نازکی انداخت ۸ عریانی گلزار ز کوتاہی رشت است
در حیرتم از ترک فنائے تو نظیری ۹ کس غیر اجل فرش امل در نوشت است

نالۂ ما نغمۂ اہل نوا را گرم ساخت ۱۲۴ شوری ما ہنگامۂ ایں ماجرا را گرم ساخت
ز آتش وادی بیفگندیم نعلین از قدم ۲ ہوسی ما گرم رو گردید و ما را گرم ساخت

ہونے گئے ہیں (ضرور مزیدار ہونگے)

(۵) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ ہر چند کہ آدم کے خمیر آب و گل کو مسرت و خوشی کے ساتھ نہیں گوندھا گیا گوندھا ہو مگر میرے مزاج طبعی سے غم عشق کا مزہ دور نہیں ہو سکتا (یعنی خمیر انسانی مسرت سے خالی ہو تو ہو مگر مجھکو غم عشق کی دائمی مسرت حاصل ہے یا خواہ خمیر آدم میں کتنی ہی مسرت کیوں نہ ملا دی گئی ہو مگر میری طبیعت سے یہ غم نہیں نکل سکتا)

(۶) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ اگر کوئی آدمی کے متعلق کہے کہ وہ فرشتہ ہے تو اس سے کہہ دو کہ وہ (اے دوست) تیرے چہرہ اور تیری عادت کو دیکھے۔ توضیح: شعر میں تصدیق دعوی اور تکذیب دعوی دونوں پہلو نکل سکتے ہیں یعنی تیرا چہرہ اور عادت مثل فرشتہ فرخندہ و پاک ہے اس طرح دعوی کا ثبوت ہو جاتا ہے یا تیری عادت اور چہرہ آتشیں ہیں اور فرشتہ نوری ہوتا ہے اس طرح دعوی کی تکذیب ہو جاتی ہے۔

(۷) ترجمہ:۔ (اے محبوب!) تیرے چہرہ کا صحرا ایک کنارے سے لیکر دوسرے کنارے تک گل لالہ و نسرین سے بھرا ہوا ہے (انکے علاوہ) اور بھی سینکڑوں رنگ کے پھول ہیں نہ معلوم کس نے بوئے ہیں (یعنی چہرہ دوست، باغبان قدرت کا لگایا ہوا انوکھا گلزار ہے)

(۸) تشریح:۔ عریانی گلزار کنایہ از شگفتگی "کوتاہی" بمعنی عدم۔ ترجمہ: گل نے بوجہ نزاکت بہت جلدی سے لباس (غنچگی) اتار پھینکا (چمن کا اس طرح) برہنہ ہو جانا عیب نہ ہونے کی وجہ سے ہے (اس سے معلوم ہوا کہ جو بدن کو لباس رنگا رنگ سے چھپاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے عیب بدن کو چھپانا چاہتے ہیں ورنہ سے از خوردہ کہ دارد گل در تہ بانہ گنجد + ہر جا کہ ست دو تے مہگر دو آشکارا

(۹) ترجمہ:۔ اے نظیری! میں تیرے فنا اور تارک دنیا ہو جانے سے متحیر ہوں اس لئے کہ موت کے سوا کوئی چیز آرزوں کی بساط کو لپیٹ نہیں کرتی (مگر تو نے موت سے پیشتر ہی یہ مقام حاصل کر لیا)

بحر ۶:۔ رمل مثمن مقصور ارکان و تقطیع:۔ مثل ۴/۲ (ت)

(۱) ترجمہ:۔ ہمارے نالوں نے نغمہ گران (عشق) کے نغموں کو اور تیز کر دیا اور ہمارے عشق نے ماجرائے (عشق) کا یہ ہنگامہ گرم کر دیا (یعنی عشق کی گرم بازاری اور اہل نوا کے نغموں کی تیزی ہمارے دم سے ہے)

(۲) ترجمہ:۔ (عشق کی) وادی (ایمن) میں آگ بھڑکتی دیکھکر ہم نے پاؤں سے جوتے نکالکر پھینک دئے۔ ہمارے ہوس (صفت) دل یا ہمانے تیز روی

درگرفت از بہرِ خاطر گرمیٔ پروانہ سوخت ۳ شمعِ مجلس شد کہ در کاشانہ جاں را گرم ساخت

گرمیٔ ہنگامۂ گلشن پے آشوبِ ماست ۴ گل شگفت از نعرۂ بلبل کہ ما را گرم ساخت

مایۂ مہر و محبت از رواج افتادہ بود ۵ صحبتِ یاروں بازارِ وفا را گرم ساخت

کینِ خسرو گر نبودے ساختے فرہادِ کار ۶ طعنۂ ناموس خوئے بادشہ را گرم ساخت

ہر مِنِ مژگاں بچشمِ خلق قرباں کردہ است ۷ گریۂ من داستانِ کربلا را گرم ساخت

اعتمادے بر شمیمِ حلۂ یوسف نداشت ۸ سرمۂ خاکسترم بادِ صبا را گرم ساخت

شد ز غربت قدرِ من معلوم بر اہلِ وطن ۹ گرمیٔ ہنگامۂ مہر آشنا را گرم ساخت

اختیار کی اور ہم کو بھی گرم رفتار بنا دیا۔ توضیح: حضرت موسیٰ نے وادیٔ ایمن میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ بشکلِ آتش دیکھا تھا اور بحکمِ خداوندی جوتے نکال کر قریب گئے تھے شعر میں اس واقعہ کی طرف تلمیح ہے یہاں وادیٔ ایمن سے وادیٔ عشق، آتش سے تجلیات، نعلین سے علائق و عالم اور موسیٰ سے دل لیا۔

(۳) تشریح: "سوخت" فعل مصدر یعنی سوزش "کاشانہ" چھوٹا سا مکان جسکے تابدانوں میں روشنی کیلئے آئینے لگائے جاتے ہیں "جاگرم کردن" اطمینان سے دیر تک بیٹھنا۔ ترجمہ: شمع نے پروانہ کے دل کو گرمانے کیلئے جلنا شروع کیا چنانچہ وہ جاں نثاروں کی محفل کی شمع بن گیا، اس لئے کہ وہ کاشانہ (فانوس) میں جم کر بیٹھ گیا (یعنی جل گیا) توضیح: یعنی شمعِ حسن عاشقوں کو پروانہ وار جلانے کیلئے روشن ہے اور جہاں جاتا ہے وہی بزمِ عشاق کیلئے باعثِ زینت

(۴) ترجمہ: ہنگامۂ چمن کی گرمی ہم کو آشفتہ حال بنانے کیلئے ہے (چنانچہ) اور بلبل پر پھول کھلا ہی تھا کہ ہمکو بھی سرگرمِ (فریاد و فغاں) بنا دیا۔ (یعنی پھولوں کو دیکھکر ہم اپنے دوست کی یاد میں مصروف ہوگئے کہ ؎ اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری۔

(۵) ترجمہ: عشق و محبت کی جنس کا رواج جاتا رہا تھا آج ہمارے صحبت و ہمنشینی نے وفا کے کاروبار بازاروں کی رونق بڑھا دی (یعنی عشق کی گرم

(۶) ترجمہ: خسرو کی عداوت اگر آڑے نہ آتی تو فرہاد کا کام بالکل بگڑا ہی جاتا (یعنی جوئے شیر نکال لاتا مگر کیا کیجئے) عزت و آبرو پر طعنہ زنی (کے خوف) نے بادشاہ کے مزاج کو مشتعل کر دیا (کہ شیریں کے مرنے کی جھوٹی خبر پہنچا کر فرہاد کو ہار دیکر خودکشی کر دیا)

(۷) ترجمہ لقلب مصرعین: میرے آہ و بکا نے میدانِ کربلا کی داستان گرم کر دی کہ لوگوں کی نظروں کے سامنے تمام پلکوں کو قربان کر دیا گویا طالب حق بن حضرت حسین کی طرح اپنے سارے ساتھی کٹوا دئے مراد یہ ہے کہ روتے روتے تمام پلکیں بھی ٹوٹ گئیں)

(۸) تشریح: "شمیم" بادِ معطر و خوشبو "نداشت" کا فاعل ضمیر ہے جو بادِ صبا یا سرمہ خاکستر کی طرف پھرتی ہے۔ ترجمہ: باد صبا کو یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی خوشبو پر کوئی بھروسہ نہ تھا (بلکہ) میری خاکستر کا سرمہ باد صبا کو حرکت میں لایا جسکو اس نے لیجا کر دیدۂ یعقوب میں ڈالدیا اور وہ بینا ہو گئے۔

دیگر: میرے سرمۂ خاکستر کو پیراہن یوسف علیہ السلام کی عطر آمیز ہوا پر اعتماد نہ تھا اسلئے اس نے باد صبا کو سرگرمِ رفتار بنایا تاکہ دوست تک پہونچ سکے شمیم ہلکی ہوا کو کہتے ہیں اور صبا تیز کو بس عدمِ اعتماد کی وجہ شمیم کا ضعف ہوتا ہے۔

(۹) ترجمہ: وطن والوں کو میری قدر میرے سفر میں چلے جانے کے بعد معلوم ہوئی (چنانچہ) مہر و محبت کی ہنگامہ آرائی نے آشناؤں کو (میری یاد میں) سرگرم کر دیا (یعنی اب وہ سب یاد کرتے ہیں کہ واقعی اس سے مرد افگن کا حلیف نظیری ہی تھا)

دیدم اشفاقِ رخت محروم گشتم از لبت ۱۰ وسعتِ احسان در استغنا گدا را گرم ساخت

از غلوئے رقتم معلوم شد حسنِ قبول ۱۱ چوں مرادِ دل اجابت شد دعا را گرم ساخت

رشحِ ابر است ایں نظیری یا صبا یا عطرِ گل ۱۲ بلبل از شعرِ ترت صوت و نوا را گرم ساخت

گل صلائے عام زد مرغ از سحر خوانی نشست ۱۳ روز شد پروانہ از بال و پر افشانی نشست

خانۂ زیں گشت جولانگاہ ماہِ خرگہے ۲ بر سرِ بازار شورِ ماہِ کنعانی نشست

دیدہ پا اندازِ بخشش تحفۂ لایق ندید ۳ در مقامِ پا ہمہ جا فرشِ پیشانی نشست

مردمِ چشم از فروغش بست آئیں خانہ را ۴ بادشہ در کلبۂ مسکیں مہمانی نشست

(۱۰) ترجمہ: میں نے تیرے چہرے کے احسان و کرم کو دیکھا مگر تیرے لبوں سے محروم رہا (یعنی شرفِ ہمکلامی نصیب نہوا) اس احسان کی فراوانی نے ہی (مجھ) گدا کو سرگرمِ بے نیازی بنا دیا (یعنی تیرے چہرہ کا دیدار کرکے ہم سب سے بے نیاز ہوگئے اگر شرفِ ہمکلامی بھی نصیب ہو جاتا تو ہمارا استغنا نہ معلوم کہاں سے کہاں پہنچ جاتا۔

(۱۱) ترجمہ: میری رقت و دل سوزی کی فراوانی سے (میرا) حسنِ قبول (دوست) معلوم ہوگیا (یعنی میری رقت آمیز حالت یہ بتا رہی ہے کہ دوست نے ہماری التجا کو قبول فرما لیا ہے کیونکہ) جب مرادِ دل قبول ہوتی ہے تو دعا میں گرمی آجاتی ہے (گویا گرمیٔ دعا قبول و مقبولیت کی علامت ہے)

(۱۲) ترجمہ: اے نظیری! یہ (تیری غزل) بادل کی ہلکی ہلکی پھوار ہے یا بادِ صبا ہے یا عطرِ گلاب ہے کہ بلبل نے تیرے تر و تازہ اشعار سے اپنے نغموں کو تیز کر لیا (یعنی تیرے اشعار رشحۂ ابر، بادِ صبا اور عطرِ گلاب کی طرح کیف آور ہیں کہ بلبل بھی تیرے اشعار کو سنکر مست ہوگیا ہے) اشارہ: شعر میں تشبیہ

بحر: رمل مثمن مقصور ارکان و تقطیع: رمل ۲ (ث)

یہ ایک مختصر سا قصیدہ ہے بطرزِ غزل۔

(۱) ترجمہ: پھول نے (نظارہ کی) ندائے عام دیدی اور (فراقِ گل میں) بلبل نے صبح کی نالہ و زاری چھوڑ دی۔ دل کی روشنی پھیل گئی (چنانچہ) پروانے نے پر و بال کو پھڑ پھڑانا چھوڑ دیا (یعنی دن ہوگیا اور سیر چمن کا وقت آگیا)

(۲) ترجمہ: زین کا خانہ ایک حسین خیمہ نشین کی جولانگاہ بنگیا (یعنی ممدوح یا معشوق گھوڑے پر سوار ہوا) کنعان کے چاند (یوسف) کے حسن کا چرچا

(۳) تشریح: "پا انداز" وہ فرش جو راستے میں بچھاتے ہیں "ندید" کا فاعل دیدہ ہے یا دیدہ مفعول ہے اور فاعل ضمیر راجع بسوئے دوست۔ ترجمہ: آنکھوں نے اپنی آپکی اس گھوڑے کا فرش پا انداز بننے کیلئے مناسب تحفہ نہیں سمجھا یا دوست نے اپنے گھوڑے کے پا انداز کیلئے فرشِ دیدۂ عاشق مناسب خیال نہیں کیا (اسلئے) جہاں جہاں (گھوڑے کے) قدم پڑے سب جگہ (ملنگار نکی) پیشانیوں کی فرش بچھ گیا (یعنی اسکے نقشِ پا پر مشتاق سجدہ کرتے ہیں۔

(۴) ترجمہ: (میری) آنکھ کی تپلی نے اسکے نورِ چہرہ سے خانۂ دل کی آرائش کرلی (یہ میری خوش قسمتی ہے کہ) ایک فقیر کے گھر میں بادشاہ (حسن) مہمان بن گیا۔ ؎

وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے + کبھی ہم انکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں۔

تشنہ لب ماندیم از دے چوں آب کوثر در زحی ۵ جنتے از خویشتن کرد و برضوانی نشست

خندہ زد بر طرز مجلس و دل زغم آزاد گشت ۶ نکتہ انداز درج لب عقل از پریشانی نشست

جانفشانی عذر بے سامانیٔ غم خانہ گفت ۷ ناپشیمان رفت اگرچہ با پشیمانی نشست

تا پئے تعظیم از شکوہ طلعتش برخاستم ۸ آنچناں محوم کہ نتوانم ز حیرانی نشست

پیشتر چندانکہ رفتم بیش شد سرگشتگی ۹ چوں تواند ذرہ با خورشید نورانی نشست

سرور احرار عبداللہ خان گنج بخش ۱۰ کز خود و از ہرچہ در ملک جہاں فانی نشست

در چمن با خار و گل در کوہ با خارا و لعل ۱۱ قطرۂ باران انعامش بعمانی نشست

تخت شاہان دکن بے شک اقامت گاہ اوست ۱۲ بیں ز صدر سلطنت بر مسند خانی نشست

شاہ از شغل جہانگیری مسلّم شد باد ۱۳ با دل وارستہ بر تخت سلیمانی نشست

(۵) ترجمہ:- ہم اس کے دلبر (محبوب دیدار) سے ایسے پیاسے رہ گئے جیسے آب کوثر (حوض جنت) سے دوزخی (پیاسا رہتا ہے) خود اپنے ہی قد و بالا سے (اس نے جنت تیار کی اور خود ہی) پہرہ دار بنکر بیٹھ گیا (رضوان داروغہ جنت کا نام ہے) رضوانی داروغگی وپہرہ داری۔ مراد یہ ہے کہ ؎

دیدار می نمائی و پرہیز می کنی + بازار خویش و آتش ما تیز می کنی

(۶) ترجمہ:- (محبوب یا ممدوح نے محفل کے طور طریق پر قہقہہ لگایا اور میرا دل غم سے آزاد ہوگیا اور اس نے لبوں کی ڈبیہ سے دُرّ ہائے نکات نکالے کہ میری عقل کی پریشانی جاتی رہی (یعنی اس کی ہنسی اور گفتگو نے دل کو غم سے اور عقل کو پریشانی سے نجات دیدی)

(۷) ترجمہ:- (میرے غمخانے کی بے سروسامانی کا عذر (میری) جان نثاری نے بیان کر دیا (چنانچہ دوست) اگرچہ ندامت کیساتھ (میرے گھر میں) بیٹھا تھا مگر پشیمان ہو کر نہیں گیا (یعنی دوست کو ہمارے گھر کی بے سروسامانی دیکھ کر اولاً پشیمانی ہوئی کیونکہ اس کے قدموں پر نثار کرنے کیلئے گھر میں کچھ نہ تھا مگر جب ہمنے اپنی جان نثار کر دی تو اس کی پشیمانی جاتی رہی)

(۸) ترجمہ:- جبکہ میں تیرے چہرہ کی وجاہت دیکھکر تعظیم کیلئے کھڑا ہوا ہوں ایسا محو ہوں کہ میری حیرانی دور نہیں ہو سکتی (یعنی تجھکو دیکھکر میں تصویر حیرت بنگیا)

(۹) ترجمہ:- میں جتنا آگے بڑھتا گیا اتنا ہی حیرانی میں اضافہ ہوتا گیا (واقعہ بھی یہ ہے کہ) ایک ذرہ روشن آفتاب کے روبرو کیسے ٹھہر سکتا ہے۔ (یعنی میں مثل ذرہ ہوں اور دوست مثل آفتاب)

(۱۰) ترجمہ:- (میرا ممدوح) شرفا کا سردار عبداللہ خان ہے جو خزانے لٹانیوالا ہے (اور ایسا آزاد منش کہ) اپنی خودی اور دنیا وما فیہا سب کو ترک کر بیٹھا ہے۔

(۱۱) ترجمہ لقلب مرصعین:- اس کے انعام وعطا کی بارش کے قطرے چمن میں گل وخار کیساتھ اور پہاڑوں میں سنگ خارا اور لعل کیساتھ (موتی لٹانے میں) عمان کی سی دریا دلی کیلئے آمادہ ہوگئے (یعنی اس کا فیض کرم ہر کہ ومہ کو پہونچتا ہے)

(۱۲) ترجمہ:- شاہان دکن کا تخت بلا شبہ اس کی قیامگاہ بن گیا ہے تو دیکھو! (کس طرح) صدر سلطنت (کے عہدہ) سے (ترقی کرکے) مسند شاہی پر بیٹھ گیا (یعنی پہلے امیرو والی کی حیثیت تھی اور اب مستقل بادشاہ کا سا درجہ حاصل ہو گیا)

اینکہ گویند اسم اعظم داشت جم افسانہ ایست ۱۴ ہمت او داشت بر تخت جہانبانی نشست

ہمت از وے جو کہ ایں ہمت اگر دستت دہد ۱۵ جذبہ گیر دگریبانت کہ نتوانی نشست

رشک ملک شیرواں امروز شادروان اوست ۱۶ کو بہ از خاقان نظیری بہ ز خاقانی نشست

ما و عیش و عشرت دائم کہ دولت بر سریر ۱۷ مہربان تر باد سے از معشوق پنہانی نشست

بشرح حالت من نامہا در اطراف است ۱ ہزار قافلہ در زیر بار اوصاف است

بمہربانی او اعتماد نتواں کرد ۲ کہ تازہ عاشقیم وخاطرش بمن صاف است

(۱۳) ترجمہ:- (اب) شہنشاہ ہند کا ملک فتح کرنے کا کام اس کے سپرد ہوگیا اور وہ (بادشاہ) آزاد دل ہو کر جہانبانی کے تخت پر بیٹھ گیا (یعنی بادشاہ نے فتح ممالک کا کام اس کے حوالہ کر دیا اور حفاظت ملک کا کام آزادی کیساتھ خود شروع کر دیا)

(۱۴) التشریح:- "اسم اعظم" خدا کے ناموں میں سے ایک نام جو سب ناموں سے زیادہ عظمت والا ہے اسکی صحیح تعین معلوم نہیں۔ ترجمہ:- یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ سلیمان (اپنی انگوٹھی پر) اسم اعظم (کندہ) رکھتے تھے (اور اسلئے سلطنت ہفت اقلیم ان کو حاصل تھی) یہ محض ایک من گھڑت افسانہ ہے (حقیقت یہ ہے کہ) انکو ممدوح کا سا عزم وحوصلہ حاصل تھا اسلئے وہ تخت سلیمانی پر بیٹھ گئے تھے (یعنی ایک شاعرانہ بیاک تخیل ہے)

(۱۵) ترجمہ:- اس (ممدوح) سے دعا یا حوصلہ طلب کر (اگر تو صاحب ہمت بننا چاہتا ہے) اسلئے کہ اگر تجھکو یہ ہمت حاصل ہو جائے گی تو ایسا جذبۂ عمل تیرا گریبان تھام لے گا کہ (پھر) تو بیٹھ نہیں سکیگا۔

(۱۶) التشریح:- "شیروان" نام شہر جو خاقانی کا وطن ہے اور نیز شہر خاقان کبیر منوچہر اخستانی ہے۔ ترجمہ:- آج اس کا شاہانہ ملک شیروان کے لئے باعث رشک بنا ہوا ہے اس لئے کہ وہ خاقان (منوچہر اخستان) سے افضل ہے اور نظیری خاقانی سے (یعنی میرا ممدوح اوصاف وخصائل میں ممدوح خاقانی سے بڑھا ہوا ہے اور میں مدح گوئی میں خاقانی سے آگے ہوں)

(۱۷) ترجمہ:- (اب) ہم ہونگے اور دائمی عیش وعشرت۔ اس لئے کہ سلطنت خلوتی معشوق سے بھی زیادہ مہربان بنکر اس کے ساتھ تخت پر جلوہ افروز ہے (یعنی اللہ تعالی ممدوح اور اس کی سلطنت کو برقرار رکھے پھر ہمارے لئے عیش وراحت کی کیا کمی ؟)

بحر:- مجتث مثمن مخبون مشعث مقصور ارکان وتقطیع:- مثل ۱۲ (ت)

(۱) ترجمہ:- میری حالت کی شرح وبسط کے خطوط اطراف ملک میں پھیلے ہوئے ہیں (چنانچہ) ہزاروں قافلے میرے احوال کے بوجھ سے لدے ہوئے ہیں (یعنی میری عاشقی کی تشہیر سارے عالم میں ہو گئی ہے)

(۲) ترجمہ:- (ابھی) اس کی مہربانی پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ میں نیا نیا عاشق ہوا ہوں اور (ابھی) اس کی طبیعت میری طرف سے صاف ہے (یعنی ذرا عشق پرانا ہو جائے اور دل اچھی طرح اس کے قابو میں آجائے پھر اس کا ظلم وستم دیکھنا!)

بنالہ اشک فشانم کہ تازہ دولت را ۳ عطائے نیم درم دستگاہ صد لاف است
بعشوہ کرد تبسم بخندہ جاں دادم ۴ خلاف دوست نکردن خلاف انصاف است
بہشت روزیٔ نابالغ محبت نیست ۵ کسے کہ طفل بمیرد تماشۂ اعراف است
تبلّخی از لب ایں شاہدانِ شاہ شناس ۶ اگر شویم مکرم کمالِ الطاف است
ہزار مصرِ شکر صرفِ منعماں سازند ۷ نوالہ بفقیر ار دہند اسراف است
زعالمے کہ کسے دوستی بسر نرساند ۸ وفا مجوئے کہ عنقا ہنوز در قاف است
اگر ز رازِ دلت آگہم عجیب مداں ۹ کہ علم کشف نہ از قسم علمِ کشاف است

(۳) ترجمہ:- میں نالہ وزاری کیساتھ (اسلئے) اشک گرا رہا ہوں کہ نو دولتے شخص کیلئے آدھے درم کی عطا بھی سینکڑوں بلند بانگ دعووں کا سرمایہ ہوا کرتی ہے توضیح:- یعنی نو دولتا جسکو قسمت سے کچھ ملگیا ہے فقیر کو ایک پیسہ دیکر اپنی سخاوت کی ڈینگیں مارا کرتا ہے اسیطرح میں عشق کی دولت پاکر اگر ذرا سی اشک فشانی کر رہا ہوں تو گویا فریاد وفغاں کے ذریعے اسکی تشہیر کرنا چاہتا ہوں۔

(۴) ترجمہ:- دوست نے عشوہ وادا کیساتھ تبسم کیا تو میں نے بھی ہنسکر جان دیدی (اسلئے کہ) دوست کی مرضی کے خلاف کرنا ناانصافی ہے (یعنی عشوۂ دوست کا تقاضا یہ تھا کہ ہم جان قربان کردیں تو جسطرح دوست نے ہنسکر عشوہ دکھایا تھا اسیطرح ہنسکر ہم نے جان حوالہ کردی اور یہی دوست کی رضا جوئی کا عین تقاضا تھا)

(۵) تشریح:- اعراف نام مقام درمیان دوزخ وجنت ترجمہ:- جو شخص عشق ومحبت کے لحاظ سے نابالغ ہے اسکو جنت (وصل) نصیب نہوگی اسلئے کہ جو شخص عالم طفلی میں مرجاتا ہے اس کا مقام اعراف ہے (یعنی جو عشق میں ناقص ہے وہ جنت میں جہاں دیدار دوست ہوگا نہیں جاسکتا)

(۶) تشریح:- شاہ شناس بمعنی آداب شاہی جاننے والا مراد مہذب ومؤدب ترجمہ:- ان مہذب حسینوں کی گالیوں (ہی) سے اگر ہم سرفراز ہو جائیں تو بڑی مہربانی ہو۔

(۷) ترجمہ:- دنیا والوں کا یہ حال ہے کہ ناز ونعمت والوں کیلئے ہزاروں شکر کے مصر (یعنی بیحد سامانِ ضیافت) صرف کر ڈالتے ہیں مگر فقیر کو اگر ایک نوالہ دیدیتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ یہ فضول خرچی ہے۔

(۸) ترجمہ:- اس عالم سے کہ جسمیں کسی نے دوستی ومحبت نہیں نباہی، وفا کی توقع نہ کر اسلئے کہ ابھی تک وفا کا عنقا کوہِ قاف میں ہی ہے (ان شہروں میں نہیں آیا کہ کوئی اس سے واقف ہو سکتا مراد یہ ہے کہ دنیا وفا کے نام تک سے ناواقف ہے)

(۹) تشریح:- کشاف علامہ زمخشری کی تفسیر قرآن کریم علم کشاف سے کسبی علم مراد ہے ترجمہ:- اے دوست اگر میں تیرے دل کے راز سے واقف ہو گیا ہوں تو اسکو عجیب وغریب بات نہ جان اسلئے کہ کشفی علم کشافی علم کے قبیل سے نہیں ہوتا توضیح:- یعنی عشق نے میرے دل کو آئینہ بنا دیا ہے اسلئے تیرے دل کا بھید مجھ پر منکشف ہو جاتا ہے یہ ایسا علم نہیں جس کے پڑھنے پڑھانے کی ضرورت ہو تو پھر تعجب کی کیا بات ہے یعنی

بدل زدل گذرے ہست تا محبت ہست + رہِ چمن نتواں بست تا صبا اینجاست

بیک تبسم دزدیدہ ام فراہم ساز ۱۰ کہ چوں رخ تو پریشانیم ز اطراف است
نظیری از رہ سنجیدگی شو غالب ۱۱ دغل مساز کہ میزان بدست صراف است

ہاں قدح شمع شبستاں ایں است ۱۲ مونس خلوت مستاں ایں است
پر ترک دہ کہ بدوتے برسیم ۲ مرکب ما بگلستاں ایں است
باش تا سجدہ بمیخانہ کنم ۳ کعبۂ بادہ پرستاں ایں است
غافل از طوف صراحی مگذر ۴ دست زن عروۂ مستاں ایں است
یک بت سادہ ویک خم بادہ ۵ برگ وسامان زمستاں ایں است

(۱۰) تشریح:- ام ضمیر مفعولی تبسم دزدیدہ ہونٹوں کو دبا کر مسکرانا جس سے مسکرانا معلوم نہو ترجمہ:- (اے دوست) ایک ہلکی سی مسکراہٹ سے مجھکو جمعی عطا کردے اسلئے کہ تیرے چہرہ کی طرح مجھکو بھی پریشانی نے گھیر رکھا ہے (چہرہ یار کی پریشانی سے خط رخسار اور زلف کی پریشانی مراد ہے)

(۱۱) تشریح:- سنجیدگی معقولیت۔ وزن رو وقار ترجمہ:- (اے صاحب) نظیری وزن اور جانچ کے لحاظ سے تجھپر غالب ہی رہیگا تو کھوٹ نہ ملا (دغا بازی نہ کر) اسلئے کہ نقد کی ترازو صراف کے ہاتھ میں ہے (یعنی مبصرین جانتے ہیں کہ میرا نقد کلام کھرا ہے حاسدوں کے کھوٹا بتانے اور دھوکے بازی سے

بحر:- رمل مسدس مخبون مشعث مقصور ارکان:- فاعلاتن فعلاتن فعلات

تقطیع:-
ہاں قدح شم	ع شبستا	ایں است	+	مونس خل	وت مستا	ایں است
فاعلاتن	فعلاتن	فعلات		فاعلاتن	فعلاتن	فعلات

(۱) تشریح:- ہاں حرف تنبیہ قدح یعنی قدح بگیر بیار۔ شبستاں موسم سرما میں شبینہ محفلوں کا مکان ترجمہ:- ہاں! پیالہ (شراب) لاؤ کہ یہی رندوں کی راتوں کی محفل خانہ کی شمع ہے اور یہی شراب تو شوق کے خلوت خانوں میں ان کا ہمدم ومونس ہے۔

(۲) تشریح:- پر ترک میں تر علامت تفضیل اور کاف علامت تصغیر ہے مرکب سواری ترجمہ:- (ہاں اے ساقی!) ذرا اور بھر کردے تاکہ مجھ پر ایک خاص کیف طاری ہو جائے اس لئے کہ گلشن (چہرۂ یار) تک پہونچنے کیلئے یہی میری سواری ہے (یعنی ہم شراب پی کر گلشن روئے یار کا نظارہ کرتے ہیں)

(۳) ترجمہ:- اے رفیق راہ! کعبہ کی طرف لیجانے میں جلدی نہ کر، ذرا ٹھہر تاکہ میں (درِ میخانہ پر سجدہ) تو کرلوں اس لئے کہ مے پرستوں کا قبلہ یہی ہے (یعنی ہمارے لئے درِ میخانہ آستانۂ کعبہ کا حکم رکھتا ہے)

(۴) تشریح:- طوف کسی چیز کے گرد گھومنا طوف صراحی میں مصدر کی اضافت فاعل کی طرف ہے یا مفعول کی طرف ہے۔ عروہ بتن کا حلقہ دستہ قابل اعتماد چیز مراد ذریعہ نجات ترجمہ:- (دیکھ) میں صراحی کے طواف یا صراحی کے گرد طواف کرنے سے غفلت برتتے ہوئے نہ گذر بلکہ ہاتھ بڑھا کر (اس کا دستہ تھام لے) اسلئے کہ رندانِ مست کا عروۃ الوثقیٰ (ذریعۂ نجات) یہی ہے

(۵) ترجمہ:- ایک سادہ (رخ حسین) اور ایک مٹکے بھر شراب یہ ہے (ہمارے لئے) جاڑوں کا ساز وسامان۔

مئے دخمارِ خراباتِ مغاں ۶ درس و استاد و دبستاں این است

گردنِ تاک بہ بازی نبرند ۷ سرِ جمہر فتنۂ بستاں این است

کہربا رنگ تہمتن زورست ۸ زال یا رستم دستاں ایں است

مئے فردوس نظیری جستی ۹ بمیانِ آمدہ بستاں ایں است

دل بقرب و بعد او مہجور نیست ۱۲۸/۱ از نظر دور است از دل دور نیست

گرچہ زاں نور است روشن دیدہا ۲ دیدہ ہا را طاقتِ آں نور نیست

(۶) ترجمہ: شراب اور مے فروش اور میخانہ یہی ہمارا سبق اور استاد اور مکتب ہے۔ اشارہ: شعر میں صنعت لف و نشر مرتب ہے۔ اگر دوسرے مصرع میں حروفِ عطف نہوں تو مطلب یہ ہوگا کہ ہمارے مدرسہ کے استاد کا پڑھایا ہوا سبق یہی ہے کہ ان تین چیزوں کو ہم مہیا رکھیں۔

(۷) ترجمہ:۔ (باغ کے مالی) انگور کی بیل کی گردن (یونہی) کھیل سمجھ کے نہیں کاٹتے (بلکہ وہ اسی کی سزاوار ہے کیونکہ) باغ کے لئے اس کا وجود سراسر فتنہ ہے (پس فتنہ کا سر قلم ہونا ہی بہتر ہے یعنی شراب جو باعث فتنہ ہے اسی سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی مضمون کو اکبر الہ آبادی نے مزاحی رنگ میں ادا کیا ہے ؎ ایک لڑکی نے اٹھا رکھی ہے دنیا سر پر + خیریت ہو گئی انگور کے لڑکا نہ ہوا

(۸) تشریح: "کہربا رنگ" اسم فاعل ترکیبی مراد شراب زرد۔ "تہمتن" لقب رستم مرکب از "تہم" بمعنی دلاور و قوی و "تن" بمعنی جسم "زال" لقب پدر رستم "رستم دستاں" باضافت ابنی۔ دستاں رستم کے باپ کا نام ہے۔ ترجمہ:۔ (یہ شراب ہے تو کہربائی (زرد) رنگ والی (جیسے بیمار ہوتے ہیں) مگر رستم کا سا زور رکھتی ہے (بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید رستم یا رستم کا باپ یہی ہے۔

(۹) تشریح: "بمیان آمدہ" اس جملہ کی کئی ترکیبیں ہو سکتی ہیں اول یہ کہ "بمیان آ" امر ہے اور "مدہ" صیغہ نہی الگ بمعنی از دست مدہ دوئم یہ کہ آمدہ ماضی قریب ہے اور اس کا فاعل ضمیر ہے۔ راجع لبوئے مے سوئم یہ کہ آمدہ کی ہ عطف کے لئے ہے بمعنی بمیان آ و بستاں

ترجمہ:۔ اے نظیری! تو جنت کی شراب کی تلاش میں تھا (میکدہ کے) اندر آ جا، ہاتھ سے نہ جانے پائے، لے یہ موجود ہے یا وہ شراب محفل میں آ چکی ہے، لے، یہ ہے یا محفل میں آ کر لے لے۔ یہ موجود ہے۔

بحر:۔ رمل مسدس مقصور ارکان و تقطیع:۔ مثل ۶/۱ (ب)

(۱) ترجمہ:۔ (ہمارا دل (دوست سے) جدا نہیں نہ قرب کی حالت میں اور نہ دوری کی حالت میں (اس لئے کہ اگر وہ دور بھی ہے تو) نظر سے دور ہے۔ دل سے دور نہیں (یعنی دل میں ہر وقت اس کا تصور موجود رہتا ہے (نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ اس کی شان ہے)

(۲) ترجمہ:۔ اگرچہ آنکھیں اسی (کے) نور سے روشن ہیں مگر آنکھوں کو اس نور کی تاب نہیں (چنانچہ موسیٰ مدہوش ہو ہی گئے تھے یعنی اسکی شان لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ہے)

شمع مجلس تیغ غیرت آختہ است ۳ نیست یک پروانہ کور نخور نیست

عجز واصل شد چو عجب از سر نہاد ۴ کبر جز از سرکشی مہجور نیست

اجتہاد عقل نفی شاہد است ۵ بس بزرگ است ایں خطا مغفور نیست

بہ نے گردد بمرہم زخمِ ما ۶ عشق غیر از علتِ ناسور نیست

تا الفرمانِ بت پرستی میکنند ۷ بندہ در افعال جز مجبور نیست

سرو را زاں گل ہوائے در سر ست ۸ غیر شورے در سرِ مخمور نیست

بس نظیری زیں فغانِ جاں خراش ۹ نالۂ دل نغمۂ طنبور نیست

(۳) ترجمہ: محفل کی شمع نے غیرت کی تلوار میان سے نکال لی چنانچہ ایک پروانہ ایسا نہیں، جو زخم خوردہ نہو (یعنی محبوب نے اس غیرت میں کہ عشاق میری طرف کیوں دیکھتے ہیں سب کو قتل کر ڈالا)

(۴) ترجمہ:۔ عاشق نے جب غرور (پندار) دماغ سے نکال دیا (اور عجز و نیاز اختیار کر لیا تو اس کا) عجز دوست سے واصل ہو گیا کبر و غرور بعض سرکشی کی وجہ سے (دوست سے) جدا پڑا ہوا ہے۔ توضیح: یعنی دوست کی بارگاہ میں کبر مردود ہے اور عجز مقبول چنانچہ شیطان کبر کی وجہ سے مارا گیا اور فرشتے اظہار عجز کی وجہ سے مقربین بارگاہ بنے رہے۔

(۵) ترجمہ:۔ (اپنی) عقل سے اجتہاد اور کوشش (ادراک کرنا (در حقیقت) شاہد حقیقی کی نفی کرنا ہے (پس) یہ خطا بہت بڑی ہے یہ نہیں بخشی جائیگی۔ توضیح: یعنی دلیل عقلی سے خدا تک پہنچنے کی کوشش کرنا بڑی سخت غلطی ہے یہاں ایمان بالغیب کی ضرورت ہے ورنہ عقل تو شکوک و شبہات میں مبتلا کر کے چھوڑ دیتی ہے ؎ در تو با اجتہاد و نظر کے تواں رسید + صد شبہہ در رہ است قیاس و دلیل را

(۶) ترجمہ:۔ ہمارا زخم (دل) مرہم سے اچھا نہیں ہو سکتا اس لئے کہ عشق تو ناسور کی بیماری ہے (اور ناسور لا علاج ہوتا ہے) ؎

مریض عشق را مردن علاج است + دوائے درد در بازار او نیست

(۷) ترجمہ: "تا" حرف تنبیہ "الفرمان" میں یا مطابقت ہے "میکنند" کا فاعل کافران عشق ہیں اگر "تا" کی جگہ "ما" ضمیر متکلم اور "میکنند" کی جگہ "میکنیم" ہوتا تو زیادہ بہتر تھا ترجمہ:۔ سنو! (کافرانِ عشق یا ہم) حکم کے مطابق بت پرستی کر رہے ہیں اس لئے کہ بندہ اپنے افعال و اعمال میں محض مجبور ہے (یعنی ہم بحکم الٰہی تمام موجودات میں تفکر کرتے ہیں اور بتوں تک میں اسی کا جلوہ دیکھ کر انکی پرستش کرتے ہیں اور ایسا کرنے پر ہم مجبور ہیں پھر ہم پر کیوں طعن و تشنیع کی جا رہی ہے)

(۸) ترجمہ:۔ سرو کے دماغ میں بھی اسی گل (چہرہ) کا سودا سمایا ہوا ہے (یعنی اس) مخمور کے سر میں شور عشق کے سوا کچھ نہیں (یعنی سرو بھی قدِ یار پر فریفتہ معلوم ہوتا ہے)

(۹) ترجمہ:۔ نظیری! بس اب اس روح فرسا فریاد و فغاں کو بند کر (کیونکہ) دل کی آہ و فغاں کوئی طنبورہ اور سارنگی کا نغمہ تو ہے نہیں (جس سے سننے والے خوش ہوں بلکہ فریاد و فغاں کرنا تو اپنے علاوہ دوسروں کو بھی غمگین بناتا ہے)

کس بجُنبش جرعہ کز جگرم گزک نخواست ۱۲۹/۱ بے نمکی نگفت کس کز سخنم نمک نخواست

ہر کہ زیادہ دادمش بیشتری بمن نمود ۲ پُر ترکش نساختم کاسہ کہ پُر تُرک نخواست

آمدہ نقش بازیم ورنہ فراز دیدہ ام ۳ کس ننشست کز حسد جائے دو شش دو یک نخواست

من ہمہ عجز و ہمگناں میل نزاع میکنند ۴ ہر کہ حریر باف شد عاقل از و خسک نخواست

رنگ رخ سخن نشاں میدہد از عیار مرد ۵ صاحب فہم خوردہ بیں ناصرہ را محک نخواست

بحر:- رجز مثمن مطوی مذال ارکان: مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلان دو بار

تقطیع:-

کس بجُنبش	جرعۂ	کز جگرم	گزک نخواست	+	بے نمکے	نگفت کس	کز سخنم	نمک نخواست
مفتعلن	مفاعلن	مفتعلن	مفاعلان		مفتعلن	مفاعلن	مفتعلن	مفاعلان

(۱) ترجمہ:- کوئی شخص ایسا نہیں جس نے (شراب سخن کا) کوئی گھونٹ پیا ہو اور میرے جگر (پارہ) کو گزک نہ بنایا ہو (اور اسی طرح) کوئی ایسا نہیں جس نے بے نمک (یعنی بے ذوق کلام) کہا ہو اور میرے کلام سے سلونا پن (حاصل کرنا) نہ چاہا ہو (یعنی ہمعصر مجھ سے جلتے بھی ہیں اور میرے ہی کلام کو دیکھکر اپنے کلام میں اصلاحیں کرتے ہیں یہ پوری غزل ہمعصر حاسدوں کے متعلق ہے)

(۲) تشریح: "دادمش" میں "ش" ضمیر مفعولی یعنی او را "بیشتری" برتری "پُر ترکش" میں کاف تصغیر اور "ش" ضمیر مجرور "کاسہ" کا مضاف الیہ ہے۔ ترجمہ: جسکو میں نے (فیض سخن) زیادہ بخشا اس نے (الٹی) مجھ پر برتری جتلائی۔ میں نے اس کے جام کو کامل طور سے نہیں پُر کیا۔ اسلئے کہ اس نے (اپنے اوچھے پن سے خود) بھرپور نہیں مانگا (کہ اگر موصولہ قرار دیا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا کہ میں اس شخص کے جام کو پُر نہیں کرتا جس نے بھرپور پینے کی خواہش نہیں کی سے کس نیاموخت علم تیر از من + کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد)

(۳) تشریح: "فراز" بمعنی "جیت" "نقش بازی آمدن" جیت کا نقشہ جانا "دو شش و دو یک" بازی نرد کے دو داؤ ہیں "دو شش" بارہ کا داؤ اور "دو یک" دو کوڑی کا۔ پہلے میں جیت ہے اور دوسرے میں ہار۔ ترجمہ:- (قسمت سے) ہی میری جیت کا نقشہ جم گیا ورنہ میری آنکھوں کے سامنے کوئی ایسا شخص (اس بازی میں) نہیں بیٹھا جس نے حسد کی وجہ سے (میرے لئے بجائے بارہ کے داؤ کے دو کوڑی کی خواہش نہ کی (یعنی تقدیر نے ہی مجھے چمکا دیا ورنہ حاسدوں نے تو میری بدخواہی میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی)

(۴) ترجمہ:- میں سراپا عجز و فروتنی ہوں اور یہ سب (مجھ سے ہی) جھگڑا باندھنے کی خواہش کرتے ہیں (اور چاہتے ہیں کہ میں بھی انکے بارے میں ہجویہ اشعار کہوں حالانکہ یہ بے وقوفی ہے اسلئے کہ) جو شخص (نرم) ریشم بننے والا ہو عاقل شخص اس سے گوکھرو بنانے کی خواہش نہیں کرتا۔ "خسک" ایک قسم کی خاردار جھاڑی کا خار (اصل) ہے جس کی شکل لوہے کے گوکھرو کی سی جو میدان جنگ میں ڈالے جاتے تھے مطلب یہ ہے کہ کہاں ریشم باف اور کہاں خسک ساز دونوں میں بڑا فرق ہے۔ میں حاسدوں کے جواب کے درپے ہو کر خسک ساز بننا نہیں چاہتا)

(۵) ترجمہ: کلام کے رخ (یعنی ظاہری سطح) کا رنگ، اور طرز ہی انسان (کی طبیعت) کے کھرے پن کا پتہ دیدیتا ہے (چنانچہ) باریک بین عقلمند آدمی کھوٹے (سکہ کو پرکھنے) کیلئے کسوٹی نہیں مانگتا (بلکہ دیکھتے ہی پھینکدیتا ہے اسی طرح طرز کلام کی بلندی یا پستی سے ہی متکلم کی بلند خیالی یا پست خیالی کا علم ہو جاتا ہے۔

گفت و شنود دوستاں مایۂ عیش میشود ۶ آنکہ شمردہ زد نفس ہمدمی ملک نخواست

عالم و یک مسیح دم دیر مغان و یک صنم ۷ ہر چہ بخواست سائے من اختر فلک نخواست

مصرع نظم بے غلط صیغۂ نثر بے سقط ۸ نسخۂ نظم و نثر من نقطہ سہو و شک نخواست

طبع نظیری از ازل معجزہ خیز آمدہ ۹ کز لک جاہلی مکش نسخۂ صنع حک نخواست

گریز داز صف ما ہر کہ مرد غوغا نیست ۱۳۰/۱ کسے کہ کشتہ نشد از قبیلۂ ما نیست

جمال غنچہ و میدی شراب مغبچہ نوش ۲ مگوئی عذر کہ در کیش ما مدارا نیست

نپائے تا بسرش ناز و عشوہ صف بستہ ۳ ہزار معرکۂ و رخصت تماشا نیست

(۶) ترجمہ:- دوستوں کے ساتھ مصروف گفتگو رہنا تو راحت (یا نقصان) کا سرمایہ ہوتا ہے مگر جس نے گن گن کر (احتیاط سے) سانس لئے (تو وہ فرشتہ کی ہمدمی اور مصری (بھی) نہیں چاہتا (اسلئے کہ اس کا مرتبہ فرشتے کے مرتبے سے بھی بالاتر ہو جاتا ہے)

(۷) ترجمہ:- عالم ہو اور ایک دم عیسیٰ کی سی خاصیت رکھنے والا (محبوب ہو) بتکدۂ (عشق) ہو اور ایک بت (کا فراد) ہو (یہ) جو کچھ میرے ذوق نے خواہش کی ہے تو آسمانوں کے ستارے نے (بھی) نہیں کی (ہوگی یعنی میرا ذوق نظر چشم فلک کے ذوق سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے) دیگر:- سارا عالم ہے اور مسیح دم ایک ہے پورا دیر مغاں ہے اور بت ایک ہے (افسوس کہ) جو کچھ میرے ذوق نے چاہا تھا وہ اختر فلک نے نہیں چاہا یعنی میں چاہتا تھا کہ بہت سے مسیح دم اور بت ہوں مگر فلک نے ایسا نہ ہونے دیا۔

(۸) ترجمہ: میری (نظم کا (ایک ایک) مصرع اور نثر کا (ایک ایک) لفظ غلطی اور لغزش سے پاک ہے (بلکہ) میری نظم و نثر کے نسخے نے (تو) شک اور بھول چوک کا ایک نقطہ (بھی) نہیں چاہا (یعنی میرا کلام سہو اور غلط سے بالکل پاک ہے)

(۹) تشریح: "کز لک" بکسر اول و سوم یعنی کارد کو چک ٹک کھر چنا رگڑنا۔ ترجمہ: نظیری کی طبیعت ہمیشہ سے معجزہ انگیزی (یعنی ناقابل مقابلہ مضامین باندھنے والی) رہی ہے (اے نکتہ چین!) تو جہالت کی چھری نہ نکال (اسلئے کہ) صنعت (فصاحت و بلاغت سے بھری ہوئی) تحریک حک و فک کا تقاضا نہیں کرتی (یعنی میرے کلام میں کوئی چیز ناقابل حک نہیں)

بحر: مجتث مثمن مجنون اشعث مقصور + ارکان و تقطیع: دیکھو ۲/۱ (ت)

(۱) ترجمہ:- جو شخص کہ شور (عشق) کا مرد (میدان) نہیں ہے وہ ہماری قطار سے گریز کرتا ہے (اسی طرح) جو مقتول (تیغ عشق) نہیں بنا وہ ہمارے قبیلہ و جماعت سے نہیں (یعنی عشق سے خالی لوگوں سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں)

(۲) تشریح: "مغبچہ" طفل آتش پرست مراد معشوق حسین "جمال" مظہر حسن الخ۔ ترجمہ:- بت کا فر ادا کا (حسن) تو نے جمال دیکھ لیا (تو اس کی دی ہوئی) شراب (عشق) بھی پی لے۔ کوئی عذر بیان نہ کر اسلئے کہ ہمارے مذہب میں ظاہر داری کا برتاؤ نہیں ہے (یعنی حسن کو دیکھنے کے بعد اس کی پیشکش کو بھی بلا تردد قبول کر لینا چاہئے)

(۳) ترجمہ:- اس کے سر سے قدم تک ناز و ادا (کی افواج) نے صف بندی کر رکھی ہے (مقام حسرت ہے کہ) ہزاروں (جانستان) معرکہ درپیش

بنجاک مے نخری کاکلے کہ دل نبرد ۴ کفارِ خشک بہ از سنبلے کہ بویا نیست

بحکم عقل عمل در طریقِ عشق مکن ۵ کہ راہ دور کند راہبرے کہ دانا نیست

فلک سراسر بازارِ دہر غم چیداست ۶ نشاط نیست کہ یک جائے ہست ویکجا نیست

نشاطِ رفتہ زدوراں بصبر بستانم ۷ کہ بدمعاملہ آزردہ از تقاضا نیست

بپائے خویش کجا میتواں رسید کجا ۸ کہ طیِّ راہِ فنا جز ببالِ عنقا نیست

ہوائے وصل کسے میکند کہ بوالہوس ست ۹ دراں دلے کہ محبت بود تمنا نیست

نظیری ہست بجائے زغمزہ خونیں تر ۱۰ بشکوہ تا دلت آزردہ است گویا نیست

ہیں اور (پھر کبھی ہمکو) دید کی اجازت نہیں (یعنی عشق میں ہمکو ناز و ادا کے ہزاروں تیر و خنجر کھانے پڑ رہے ہیں مگر دیدار اب بھی نصیب نہیں۔

(۴) ترجمہ:۔ (دیکھو!) اس زلف کو جسے حرم الرباعی نہو خاک کے بدلے (بھی) نہ خریدنا اسلئے کہ اس سنبل سے (تو) خشک کلا تنا بہتر ہے جو مہکتا نہ ہو۔

(۵) ترجمہ:۔ رہِ عشق میں عقل کے حکم کے مطابق عمل نہ کر اس لئے کہ جو رہنما دانشمند نہو وہ راستہ کو اور بعید کر دیتا ہے (یعنی راہِ عشق میں عقل کی حیثیت نادان رہنما کی سی ہے)

(۶) ترجمہ:۔ آسمان نے زمانہ کے بازار کے ہر طرف غم (کے انبار) لگا رکھے ہیں (یعنی متاعِ غم کی بہت فراوانی ہے) یہ کوئی جنس نشاط نہیں ہے کہ ایک جگہ ہو اور ایک جگہ نہو (یعنی خوشی تو کہیں کہیں پائی جاتی ہے ہاں غم ہر جگہ موجود ہے)

(۷) ترجمہ:۔ زمانہ سے گذشتہ نشاط و مسرت بذریعہ صبر لیلوں (تو لے لوں یعنی فوت شدہ عیش و راحت پر صبر ہی کر لینا چاہئے) اس لئے کہ (اس) بدمعاملہ کو تقاضوں سے کوئی ملال نہیں ہوتا (یعنی کتنے ہی تقاضے کئے جائیں مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا)

(۸) ترجمہ:۔ اپنے قدموں سے کہاں تک چلا جا سکتا ہے (یعنی بہرحال تھک کر بیٹھا ہا ہے) اس لئے کہ فنا کے راستے کو طے کرنا بغیر عنقا کے بغیر (ممکن) نہیں۔ توضیح:۔ یعنی راہِ فنا میں اپنی سعی پر اعتماد نہ کرنا چاہئے بلکہ راہبر کامل جو عنقا کا حکم رکھتا ہے اس کی رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اشارہ:۔ عنقا کو فنا و عدم سے جو علاقہ ہے اس کا پیش نظر راہِ فنا بالِ عنقا ہی سے طے کی جا سکتی ہے)

(۹) وصل کی خواہش وہی شخص کر سکتا ہے جو حریص ہوتا ہے (اس لئے کہ جس دلمیں سچی محبت ہوتی ہے اسمیں تمنا نہیں ہوتی (اس لئے کہ تمنا بھی خود غرضی ہے)

(۱۰) ترجمہ:۔ (اے دوست!) نظیری (تیری تیغ) غمزہ کی وجہ سے بہت زیادہ خون آلود حالت میں مبتلا ہے (مگر) جب تک کہ تیرا دل رنجیدہ ہے شکوہ زبان پر نہیں لاتا کیونکہ شکوہ بھی کسی امید پر کیا جاتا ہے اور ؎

جب توقع ہی اٹھ گئی غالب + کیا کسی کا گلا کرے کوئی۔

عشق مرا زبانِ حکایت برید نیست ۱۳۱/۱ مکتوب سر بمہر دلم ناشنید نیست

رازیکہ در دست زدل بایدم نہفت ۲ گلہائے ناشگفتۂ ایں باغ چید نیست

جلد و بیاض و دفترم از رازِ دل پرست ۳ چشمم بہر چہ مے فتد از ہم درید نیست

در سینہ تا بچند بر آرم فرو برم ۴ ایں نیم قطرہ خوں کہ زمژگاں چکید نیست

خصم آں حریف نیست کہ دل کیں کشد ازو ۵ زیں تیر نیم کش ہر و پیکاں کشید نیست

گفتم اگر بمنزلِ مقصود پے برم ۶ بکبار چند گام بہر سو دوید نیست

چوں یافت دل کہ بر سرِ راہے رسیدہ ام ۷ نشست لے ز طلب کہ بآں کو رسید نیست

بحر:۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور ارکان و تقطیع:۔ مثل ۲ (الف) مگر عروض و ضرب مقصور ہے

(۱) ترجمہ:۔ میرے عشق کے بیان و اظہار کی زبان کاٹ ڈالنے کے لائق ہے (کیونکہ) میرے دل کا سربند خط سننے کے قابل نہیں (یعنی کسی زبان کو فسانۂ عشق کے بیان کا یارا ہے اور نہ کسی کان کو سننے کا)

(۲) ترجمہ:۔ جو رازِ عشق میرے دلمیں ہے مجھکو وہ (خود اپنے) دل سے (بھی) چھپانا چاہئے (پس) اس باغ (دل) کے بے کھلے پھول توڑ دینے کے قابل ہیں۔ (یعنی آرزوئے دل کو خالی کر لینا چاہئے ایسا کرنے سے رازِ عشق خود دل کو بھی معلوم نہ ہوگا)

(۳) ترجمہ:۔ میری کتاب، بیاض اور دفتر (سب کے سب) دل کے راز سے بھرے ہوئے ہیں (چنانچہ) جس پر (بھی) میری نظر پڑتی ہے (جوشِ غیرت میں) وہ پرزہ پرزہ کر دینے کے قابل ہے تاکہ رازِ دل چھپا رہے کتاب بیاض اور دفتر سے سراپا مراد ہے یعنی میرا چہرہ مہرہ اور رنگ روپ رازِ عشق کو فاش

(۴) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ یہ خون کی آدھی بوند جو پلک سے ٹپک جانے دہی کے قابل ہے اس کو تا بکے سینہ کے اندر ہی اندر نکالتا اور دباتا رہوں؟ یعنی اچھا ہے کہ کچھ اشک بہکر طبیعت ہلکی ہو جائے آخر ضبط کب تک کرتا رہوں)

(۵) تشریح:۔ خصم سے اپنی ذات یا دوست مراد ہے "تیر نیمکش" یعنی تیر نیم کشیدہ وہ تیر جسکو کمان میں دبا کر پورا نہ کھینچا گیا ہو۔ ایسا تیر عموماً جسم سے پار نہیں ہوتا اسی لئے اسکی تکلیف زیادہ ہوتی ہے غالب نے کہا ہے ؎ کوئی میرے دل سے پوچھے تیرے تیر نیمکش کو + یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا۔ پر شاتیر میں لگانے کا خاص طریقہ ہے جس سے وہ سیدھا نشانہ پر جا کر لگتا ہے "پیکان" بوٹر۔ ترجمہ:۔ اے دوست! تیرا دشمن (نظیری یعنی جسکو تو دشمن سمجھتا ہے) ایسا مدِ مقابل نہیں ہے جس سے دل کی کینہ نکالا جائے (پس) یہ تیرِ نیمکش (نظیری) اس قابل ہے کہ اس سے پر و پیکانِ تیر (مژگان) نکال لئے جائیں (یعنی میں تو تیرا جان نثار ہوں جان نثاروں کیساتھ تو یہ معاملہ ہونا چاہئے۔ دیگر:۔ (میرا دشمن (جان دوست) ایسا مقابل نہیں جس سے کینہ نکالا جائے (پس) اس (آہ کے) تیر نیمکش سے پر و پیکانِ (درد) نکال لینے چاہئیں (یعنی دوست کے جور و جفا پر ہم کو درد بھری آہ بھی نہ کرنی چاہئے)

(۶) ترجمہ:۔ میں نے (دلمیں) کہا کہ ایکدفعہ چند چند قدم ہر طرف دوڑنے کی ضرورت ہے شاید (اس طرح سے) مجھے منزلِ مقصود کا پتہ چل جائے۔

(۷) ترجمہ:۔ (مگر) جب دل نے یہ معلوم کر لیا کہ میں راہ پر لگ گیا ہوں تو اس نے طلب و جستجو کو (پھر بھی) نہ چھوڑا (اب تو ذرا اور آگے بڑھکر اس کوچہ میں داخل ہو پہنچنا لازم ہے۔

رفتیم درہ بکنہ جمالش نیافتیم ۸ قانع نگشت دل برسیدن کہ دید نیست
دیدیم و دیدنش ز خودی بیخودی بداد ۹ ایں زہر اگر بحوصلہ گنجد چشید نیست
زیں عشق صد بلاست نظیری فسانہ چند ۱۰ افسونِ خامشی بلب و دل دمید نیست
بیا کہ مردمِ دیرہ چشمِ جان باز است ۱۳۲ بگفتگوئے تو زخمِ مرادہاں باز است
بخونِ ما اگرت میل ہست مانع نیست ۲ مے مغانہ مبیل و درِ مغاں باز است
چہ یوسفی تو کہ در مصرِ حسن چوں تو کسے ۳ بروں نیامدہ تا راہِ کارواں باز است

(۸) ترجمہ: ہم اس کوچہ میں گئے مگر اس (دوست) کے حسن و جمال کی حقیقت دریافت کرنیکا موقع نہ ملا (یعنی دیدارِ دوست ابھی نصیب نہوا) اور دل نے فقط پہونچ جانے پر اکتفا نہ کی بلکہ دیکھا کہ دوست بھی دیکھنے کے قابل ہے (یعنی اب دیدارِ دوست کی طلب پیدا ہو گئی)

(۹) ترجمہ: (بالآخر) ہم نے اسکو دیکھ لیا اور اسکے دیدار نے ہمکو خودی سے بیخودی میں مبتلا کر دیا (یعنی جلوۂ یار دیکھا اور ضبط نہ کر سکے بیہوش ہو گئے۔ البتہ یہ حقیقت منکشف ہو گئی کہ) یہ زہر (دیدار) اگر حوصلہ میں سما سکے تو ہے چکھنے کے قابل (مگر موسیٰ کلیم اللہ تک سے تو برداشت ہو نہیں سکا پھر کس کا حوصلہ ہے کہ برداشت کر سکے۔ اشارہ: نمبر ۸ سے نمبر ۹ تک کے اشعار باہم مربوط اور مسلسل ہیں۔

(۱۰) ترجمہ: اے نظیری! اس عشق سے تو سینکڑوں بلائیں اور مصیبتیں (پیدا) ہوتی ہیں (اس کا) افسانہ تا کجے؟ (بس اب) دل اور ہونٹوں پر خاموشی کا افسون دم کر لینا چاہئے (تاکہ نہ دل سے آہ نکلے اور نہ لب سے فغاں) ؎

بس نظیری زیں فغانِ جاں خراش + نالۂ دل النمۂ طنبور نیست

بحر: مجتث مثمن مخبون مشعث مقصور ارکان و تقطیع: شل ۱۲ دت)

(۱) ترجمہ: اے دوست! آجا کہ میں (گو) مر چکا ہوں مگر (میری) روح (ابھی) چشم براہ ہے اور تجھ سے بات کرنیکے لئے میرے زخم کا منہ کھلا ہوا ہے (یعنی عمر بھر میں اس حال کو پہونچ چکا ہوں اب تو کرم فرما)

(۲) ترجمہ: اگر تجھکو ہمارے خون کا شوق ہے تو بسم اللہ (کوئی) رکاوٹ نہیں (دیہ) مغوں کی سی شراب حاضر اور وقف ہے اور در میخانہ کھلا ہوا ہے (یعنی ہم حاضر ہیں اور ہمارا خون تیرے لئے حلال ہے۔ غالب کہتے ہیں ؎

آج واں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں + عذر میرے قتل کرنے میں وہ اب لائیں گے کیا

(۳) ترجمہ: تو کس بلا کا حسین یوسف ہے کہ جب سے قافلوں کی آمد و رفت کا دروازہ کھلا ہے تجھ سا کوئی (حسین) مصر حسن کے بازار میں پیدا نہیں ہوا (یعنی تو حسن میں بے مثال ہے) اشارہ: مصر و کارواں کے الفاظ سے قصہ یوسف کی طرف تلمیح ہے۔

در آرزوئے نثارِ قدومِ تو ہمہ شب ۴ گہر فروشِ دو چشم مرادکاں باز است
نے رو د چوں گرسنہ دلی چہ سود ازیں ۵ کہ خوانِ وصل پر و دستِ میہماں باز است
چو بلبل قفسم من ازیں چہ ذوق مرا ۶ کہ گل شگفتہ و در ہائے بوستاں باز است
صمد بجائے صنم بر زبانم آمدہ است ۷ ہتم فتادہ و زنارم از میاں باز است
دعا کنید بوقتِ شہادتم او را ۸ کہ آں دمے ست کہ درہائے آسماں باز است
مکن شتاب نظیری بکار جاں بازی ۹ کہ چشم کار شناسانِ کارواں باز است
زبانِ طعنہ ما گوتہ از بریدن نیست ۱۳۳ علاجِ شکوہ عاشق بجز شنیدن نیست

(۴) ترجمہ: تیرے قدموں (یا تیری آمد) پر نثار کرنیکی آرزو میں میری دونوں گہر فروش آنکھوں کی دوکان ساری ساری رات کھلی رہتی ہے

توضیح: یعنی جوہری چشم نے اشک کے بہت سے موتی جمع کر کے دوکان لگا رکھی ہے اور اس آرزو میں بیٹھا ہوا ہے کہ تو آئے اور تیرے قدموں پر انہیں نثار کیا جائے۔

(۵) ترجمہ: جب دل کی بھوک نہیں جا سکتی تو اس سے کیا فائدہ؟ کہ (دوست کا) خوانِ وصل (ہر قسم کی نعمتوں سے) بھرا ہوا ہے۔ اور مہمان کا ہاتھ (بھی) بند نہیں توضیح: یعنی عاشق کی دل کی ہوس وصل میسر ہو جانے کے بعد بھی پوری نہیں ہوتی۔ "دست باز شدن" خالی ہونے سے بھی کنایہ ہوتا ہے مگر یہاں یہ درست نہیں۔

(۶) ترجمہ: میں تو قید و بندِ قفس میں گرفتار بلبل کی مثل ہوں مجھے اس سے کیا لطف حاصل ہو سکتا ہے کہ باغ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور پھول کھل رہے ہیں (بات تو جب ہے کہ میرے قفس کا دروازہ کھل جائے ورنہ جب سے بلبل نے آشیانہ چمن سے اٹھا لیا ہے اسکی بلا سے بوم بسے یا ہما رہے

(۷) ترجمہ: صنم صنم کے بجائے (اب) میری زبان پر صمد صمد جاری ہو گیا (بس میری آغوش سے) میرا بت (پندار) گر پڑا اور میری کمر سے زنار کھل گئی

توضیح: یعنی المجاز قنطرۃ الحقیقۃ کے مطابق میں مجاز کی سرحدوں کو عبور کر کے حقیقت تک پہونچ گیا ہوں۔

(۸) ترجمہ: میری شہادت کیوقت اس (قاتل) کیلئے دعائیں کرو اسلئے کہ یہ وہ وقت ہے کہ اسوقت آسمان کے دروازے کھلے ہوتے ہیں (یعنی یہ دعا کے قبول ہونیکا وقت ہے پس میرے بجائے میرے قاتل کیلئے دعا کرو کہ اللہ اسکو معاف کرے یا اس کی عمر دراز کرے کہ اس نے مجھے قتل کر کے ایک دیرینہ حسرت پوری کر دی)۔

(۹) ترجمہ: اے نظیری! جاں نثاری کے معاملہ میں جلد بازی نہ کر اسلئے کہ (معاملاتِ عشق کے) واقف کار اور معاملہ فہم لوگوں کی نظریں (تیری طرف) لگی ہوئی ہیں توضیح: یعنی راہِ دوست میں بڑے صبر و سکون کے ساتھ جان فدا کرنی چاہئے مبادا جلدی میں کوئی مضطربانہ سبک حرکت ہو جائے اور مجمع عشاق میں شرمندہ ہونا پڑے۔

بحر: مجتث مثمن مخبون مشعث مقصور ارکان و تقطیع: شل ۱۲ دت)

(۱) ترجمہ: کاٹ والنے سے (بھی) ہماری طعنہ زن زبان خاموش نہیں ہو سکتی عاشق کے شکوہ و شکایت کا علاج سن لینے کے سوا اور کچھ

زبسکہ گشتہ ام از دردِ انتظار ضعیف ۲ نگاہ را بہ رخت قوتِ رسیدن نیست
چنانکہ خانہ زندانیاں فرود آید ۳ شکستہ جانِ قفس و جراَتِ پریدن نیست
زبے تعلقی خویشتن بایں شادم ۴ کہ جاں سپردن اگر ہست دل طپیدن نیست
بہ ہجر و وصل و ملال و نشاط گریہ کنم ۵ دراں دلے کہ طلب ہست آرمیدن نیست
ز تارِ زلفِ تو زنار بر میاں دارم ۶ بیا کہ مصلحت پیرہن دریدن نیست
گرفتہ طبع نظیری سوال از و مکنید ۷ درختِ گل نشگفت ست و وقتِ چیدن نیست

نہیں **توضیح**: یعنی عاشق اسوقت خاموش ہوسکتا ہے جبکہ اس کا شکوہ گوشِ التفات سے سن لیا جائے ورنہ اسکی زبان کاٹ دینا بھی مفید نہیں۔ بزبان بے زبانی شکوہ کرتا رہے گا ؂

حرفِ عاشق بے زبانی شکوہ دل عاجزی ست ❋ آنچہ ہر گز آشنا با لب نشد داد من ست۔

(۲) **ترجمہ**: چونکہ میں انتظار کی تکلیف سہتے سہتے بہت ناتواں ہوگیا ہوں اس لئے میری نگاہ میں اتنی طاقت بھی نہیں کہ وہ تیرے چہرے تک پہونچ سکے (یعنی ؂ دلکو نیازِ حسرتِ دیدار کر چکے ❋ دیکھا تو ہم میں طاقتِ دیدار بھی نہیں

(۳) **ترجمہ**: جس طرح کہ قیدیوں کے قید خانہ کی چھت گر پڑے (اور وہ دب کے دبے رہجائیں) بالکل یہی مجھ بلبلِ گرفتار کا حال ہے کہ قفس بوسیدہ ہوچکا ہے اور (مجھ میں) اڑنے کی طاقت نہیں (یعنی کسی روز اس قفس میں دب کر جان نکل جائے گی۔ اور آزادی کا ارمان دل کے دل میں ہی رہ جائے گا)

(۴) **ترجمہ**: (دنیا سے) اپنی بے تعلقی پر میں اس لئے خوش ہوں کہ جان اگر حوالے بھی کرنی پڑی تو (دنیا کی حسرتوں پر) دل تو نہیں تڑپے گا (یعنی ہم نے علائقِ دنیا کو ترک کرکے اپنا مرنا سہل کرلیا ہے)

(۵) **ترجمہ**: ہجر اور وصال غم اور خوشی (غرض ہر حالت) میں میں گریہ و زاری کرتا رہتا ہوں (اسلئے کہ) جس دل میں دردِ عشق ہوتا ہے اسکو کسی حال میں سکون نصیب نہیں ہوتا۔

(۶) **ترجمہ بقلب مصرعین**: (اے دوست) آجا کہ پیراہن چاک کرنا خلافِ مصلحت ہے اسلئے کہ تیرے زلف کے تاروں کی زنار (میری) کمر پر بندھی ہوئی ہے **توضیح**: یعنی تیرے جنونِ عشق کا تقاضا تو یہی تھا کہ ہم پیراہن چاک کر ڈالتے لیکن اگر ہم نے ایسا نہیں کیا تو تو آزردہ نہ ہو، پیراہن چاک کرنا خلافِ مصلحت ہے۔ اس سے تیری رسوائی ہوجائے گی۔ کیونکہ ہم تیری زلف کے تاروں کی زنار پہنے ہوئے ہیں، اگر پیراہن چاک کیا گیا تو یہ راز سبکو معلوم ہوجائے گا۔

(۷) **تشریح**: "گرفتن طبع" رنجیدہ ہونا۔ دوسرے مصرعہ میں "طبع گرفتہ" کو "غیر شگفتہ درختِ گل" سے اور "سوال" کو "چیدن" سے تعبیر کیا ہے۔ **ترجمہ**: (آج) نظیری کی طبیعت ملول ہے اس سے (زیادہ) پوچھ گچھ نہ کرو (یعنی ابھی) درختِ گل پر پھول نہیں کھلے۔ اس لئے پھول چننے کا وقت نہیں آیا وہاں جب اس کا گلشنِ طبیعت کھل جائیگا تو اسوقت خوب گلہائے سخن حاصل کرنا)

این پیشِ خیلِ کج کلہاں از سپاہ کیست ۱۳۴/۱ وین قبلۂ کج شدہ طرفِ کلاہ کیست
دامن کشاں چو ابر بگلزار میرود ۲ تا آبِ نرگس کہ و برقِ گیاہِ کیست
پایم بہ پیش از سرِ ایں کو نمے رود ۳ یاراں خبر دہید کہ ایں جلوہ گاہِ کیست
آں ابروے کشیدہ کماں از چہ خانہ خاست ۴ وین غمزہ گرفتہ کمیں در پناہِ کیست
گیرم تبسمت کند انکارِ کشتنم ۵ آں غمزۂ حریصِ سیاست گواہِ کیست
گرد سرت گشتن و مردن گناہِ من ۶ دیدن ہلاک و رحم نکردن گناہِ کیست
بر باد دادہ طرۂ رخسار باد اگر ۷ لختِ جگر بجیب کہ گل در نگاہِ کیست

بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور   ارکان و تقطیع: (شل ۱/۳۵ دت)

(۱) **تشریح**: "پیش خیل" گروہ سواجماعت "کج کلہ" اسم فاعل ترکیبی آڑی ٹوپی والا مراد حسین بانکمین **ترجمہ**: یہ آڑی ٹوپی والے حسینوں کا پیش رو کس کی فوج کا (دبانکمین ترک) ہے اور یہ قبلہ جو ذرا کج نظر آرہا ہے کس (حسین بانکمین) کی ٹوپی کا کنارہ ہے (یعنی دوست کا گوشہ کلاہ عاشقوں کا قبلہ ہے مگر وہ قبلۂ امامیہ کے قبلہ کی طرح صحیح سمت سے کچھ پھرا ہوا ہے۔ **اشارہ**: شعر میں استفہام بطور تجاہلِ عارفانہ ہے)

(۲) **تشریح**: "تا" حرفِ تنبیہ ہے۔ **ترجمہ**: دوست اٹھلا کر بادل کی طرح دامن گھسیٹتا ہوا باغ کی طرف جارہا ہے (تو دیکھئے) کس کی نرگس (چشم) کے واسطے پانی بنتا ہے اور کسکی گیاہ (دل) کے واسطے بجلی **توضیح**: یعنی دیکھئے! کس خوش قسمت کی آنکھیں اس کے آبِ دیدار سے سیراب ہوتی ہیں اور کس کے خرمنِ ہستی پر بجلی گرتی ہے۔ آب و برق، ابر کے لوازم میں سے ہیں محبوب کو ابر سے اور اسکی نظرِ مہر اور نظرِ قہر کو آب و برق سے تشبیہ دی ہے۔

(۳) **ترجمہ بقلب مصرعین**: اے رفیقو! بتاؤ تو سہی کہ آخر یہ کسکی جلوہ گاہ ہے کہ میرا قدم اس کوچہ سے آگے نہیں سرکتا (یعنی معلوم ہوتا ہے کہ کسی شوخِ فتنہ سامان کی جلوہ گاہ ہے کہ قدم خود بخود رک گئے بس اب دل و جان کی خیریت نہیں)

(۴) **ترجمہ**: (اور ذرا یہ بھی بتاؤ کہ) وہ ابرو کی تنی ہوئی کمان کس کے کارخانہ سے نکل آئی ہے اور یہ غمزہ (جو دل و جانِ عاشق کی) گھات میں ہے کس کی پناہ میں ہے (کہ ایسی بے باکی سے تیر اندازی کر رہا ہے یعنی ابروئے یار غضب کی کمان۔ غمزے غضب کے تیر انداز اور نگاہیں غضب کے تیر ہیں)

(۵) **تشریح**: "غمزہ" اشارہ چشم و ابرو "سیاست" سزائے قتل **ترجمہ**: میں مانے لیتا ہوں کہ تیرا مسکرانا میرے قتل سے انکار کر رہا ہے (مگر یہ تو بتا کہ) وہ قتل کا شوقین غمزہ کس کا گواہ تھا **توضیح**: یعنی تیری آنکھ کے اشارے میرے قتل کا ثبوت پیش کر رہے ہیں باوجودیکہ تیرا تبسم خوشدلی کا اظہار کرتے ہوئے

(۶) **ترجمہ**: تیرے سر کے گرد گھومنا اور جان دیدینا (مانا کہ) میرا گناہ ہے (مگر یہ تو بتا کہ) ہلاک ہوتے دیکھنا اور پھر (بھی) رحم نہ کرنا یہ کس کا گناہ ہے (یعنی میں صاف تو نہیں کہہ سکتا کہ تیری خطا ہے باقی تو خود ہی سمجھ لے)

(۷) **ترجمہ**: اگر ہوا نے رخسارِ (یار) سے زلفوں کو منتشر کردیا تھا (دیا تو دیکھنا یہ ہے کہ) کس کے جیب و دامن میں (آنکھ سے) جگر کے

مے بینندم بخون و نے آردم بیاد ۸ کایں گریہائے تلخ ز زہرِ نگاہِ کیست

از کف بعذر دامنِ دوستت نمیدہم ۹ دانستہ ام کہ گوشۂ چشمت براہِ کیست

کف میکشد بزلف و نے گویدش کسے ۱۰ کاں زلف درہم از اثرِ دودِ آہِ کیست

چوں بگذرد نظیری خونیں کفن بحشر ۱۱ خلقے فغاں کنند کہ ایں دادخواہ کیست

۱۲۵
خواہم ایں بستانِ پرغم را الشبوے در شکست ۱ ایں قفس تنگست بر مرغِ تو بال و پر شکست

روزگار از خاطرم چوں نیل از رخسار شست ۲ آسماں برآتشم چوں عود در مجمر شکست

شکوے کرتے ہیں اور کس کے دامنِ نظر میں (نظارے کے) پھول (یعنی دیکھئے کون نظارہ سے محروم رہکر آنکھوں سے لختِ جگر بہاتا ہے اور کون محوِ نظارہ ہوکر اپنے دامن کو جلوۂ یار کے پھولوں سے بھرتا ہے)

(۸) تشریح:۔ "بینندم اور نآردم" میں میم ضمیر مفعولی ہے "گریہائے تلخ" مراد اشکہائے تلخ ترجمہ:۔ (دوست) مجھکو خون کے اشکوں میں غرق دیکھ رہا ہے اور پھر بھی مجھے خاطر میں نہیں لاتا (یہ نہیں سوچتا) کہ یہ (میرے خونیں) تلخ آنسو (آخر) کس کی زہریلی نگاہوں کا نتیجہ ہیں؟ (یعنی یہ خیال کرکے کہ اسی کی نگاہ زہرآلود سے ہم اس نوبت کو پہنچے ہیں دوست کو کچھ تو ترس کھانا چاہیئے)

(۹) ترجمہ:۔ (اے دوست) میں تیرے دامن اور ہاتھ کو (اب) کسی عذر و معذرت پر نہیں چھوڑوں گا (اسلئے) کہ مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ تیرا گوشۂ چشم کس کے انتظار میں ہے توضیح:۔ یعنی یہ معلوم کرلینے کے بعد کہ تو رقیب کی طرف مائل ہے میری غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ میں تجھکو نہ جانے دوں اور کوئی

(۱۰) ترجمہ: معشوق زلف پر ہاتھ پھیر کر (بالوں کو) سنوار رہا ہے اور کوئی اس سے یہ نہیں دریافت کرتا کہ وہ زلفیں کس کے آہ کے دھوئیں کے اثر سے پریشان ہو رہی ہیں توضیح:۔ یعنی دوست کو بار بار بالوں کو سنوارنے کے بجائے عاشق پر نظرِ التفات فرماکر دودِ آہ کو بند کرانا چاہیئے کہ یہی پریشانیٔ زلف کا حقیقی سبب ہے جبتک یہ زائل نہ ہوگا دوست کے ہاتھوں کی پریشانی بھی نہیں جاسکتی۔

(۱۱) ترجمہ: جب نظیری میدانِ حشر میں خون آلود کفن پہنے گذریگا۔ تو ساری مخلوق شور و فغاں برپا کردیگی کہ یہ کس (بے رحم) کا فریادی ہے (یعنی وہ کون سنگدل قاتل ہے جس نے نظیری کو اس بری طرح ہلاک کیا)

بحر:۔ رمل مثمن مقصور ارکان و تقطیع:۔ مثل ۲ (ت)

(۱) ترجمہ بقلبِ مصرعین:۔ (اے دوست!) تیرے مرغِ (اسیر) پر یہ قفس (دنیا) بہت تنگ ہے چنانچہ اس کے (سب پر و بازو توڑ ڈالے (پس) میں بھی چاہتا ہوں کہ اس غم سے بھرے ہوئے باغ (عالم) کو شور و فغاں سے درہم برہم کر ڈالوں توضیح:۔ یعنی علائقِ دنیا نے ہمیں بالکل مجبور کردیا اسلئے چاہتے ہیں کہ سینہ سے ایک ایسا شور و فغاں اٹھے کہ یہ کارخانہ ہی تہ و بالا ہوجائے۔

(۲) تشریح:۔ خاطرم اور آتشم میں میم ضمیر مفعولی ہے بمعنی مرا "عود" ایک خوشبودار لکڑی "مجمر" انگیٹھی ترجمہ:۔ زمانہ نے مجھکو دل سے ایسا دھو ڈالا جیسے کہ نیل (کا داغ) رخسار سے دھو دیا جاتا ہے) اور آسمان نے مجھکو آتشِ (مصائب یا عشق) میں اس طرح جھونک دیا

پائے در پیش آمد و کارم زپس دامن گرفت ۳ دست در اندیشۂ بارم بزیرِ سر شکست

طعمِ شکر داد عشق ار در گلو کافور ریخت ۴ تلخیِ مے داد غم در شیرم ار شکر شکست

دیدنش بر حسرتِ من حسرتِ دیگر فزود ۵ خواستم پیکاں برآرم در جگر نشتر شکست

دوستاں ہرگز نہ بینند از محبت عیبِ دوست ۶ خاطرم خوش شد اگر مے ریخت گر ساغر شکست

در خشِ آہے کشیدم خاطرم آزادہ شد ۷ باد بر بستانِ زید و شاخِ نازک تر شکست

میکشم حرمانِ مے بے ظرف در بزمِ وصال ۸ شوقِ دل پیمانہ ام را بر لبِ کوثر شکست

جس طرح کہ عود کو دہکتی انگیٹھی پر ڈالدیا جاتا ہے یعنی زمانے نے میرا ذرا خیال نہیں کیا اور فلک نے ستانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی)

(۳) تشریح:۔ "دست زیرِ سر شکستن" کنایہ ہے وقتِ سر کے نیچے ہاتھ رکھ لینا۔ ترجمہ:۔ (میرا) قدم آگے بڑھا مگر پیچھے سے میرے کاروبار نے (میرا) دامن پکڑ کر کھینچ لیا (یعنی کہ میرا ہاتھ اپنے سامانِ (عصیاں) کی فکر میں سر کے نیچے دبے دبے ٹوٹ گیا (کہ اتنے بھاری بوجھ کے ہوتے ہوئے یہ سفر کیسے طے ہوگا۔ کاروبار سے عشق اور مصائبِ عشق بھی مراد ہوسکتے ہیں یعنی یہ فکر ہے کہ عشق کی ذمہ داریوں سے کیونکر عہدہ برآ ہوسکونگا)

(۴) ترجمہ: عشق نے اگر (میرے) حلق میں (تلخ) کافور بھی ڈالا تو اس نے شکر کا سا مزہ دیا اور غم (ہجر یا غمِ دنیا) نے اگر میرے لئے دودھ میں شکر بھی ملائی تو اس نے شراب کی سی تلخی پیدا کردی (یعنی عشق کی تلخیاں بھی گوارا ہیں اور غمِ ہجر یا غمِ دنیا کی شیرینیاں بھی ناگوار)

(۵) تشریح:۔ "دیدنش" مصدر مضاف ہے شین ضمیر مفعول یا ضمیر فاعل (ترجمہ:۔ اس کے دیدار نے (یا اس کے دیکھ لینے نے) میری حسرت پر ایک اور حسرت کا اضافہ کردیا (یعنی) میں چاہتا تھا کہ یہ (اس کے تیرِ نگاہ کے) پیکان کو نکالوں (مگر) جگر میں نشتر ٹوٹ کر رہ گیا۔ توضیح:۔ یعنی جبتک اس کے دیدار یا گوشۂ التفات سے محروم تھا تو اسکی حسرت تھی اب میسر ہوا تو دل و جگر زخمی ہوکر رہ گئے ہے

ہے ایک تیر جس میں دونوں چھدے پڑے ہیں + وہ دن گئے جب اپنا دل جگر جدا تھا۔

(۶) ترجمہ:۔ فرطِ محبت کی وجہ سے دوست، دوست کا عیب نہیں نکالتے (اسلئے) اگر (میرا) جام ٹوٹ گیا اور شراب گرگئی تو میرا جی خوش ہوگیا (یعنی اچھا ہوا کہ سر و سامانِ دوستی ہی ختم ہوگیا)

(۷) تشریح:۔ "خاطرم آزادہ شد" کی جگہ اگر "خاطرش آزردہ شد" ہوتا تو دوسرے مصرعہ کا ربط بلا تکلف درست ہوجاتا۔ ترجمہ:۔ دینے ہجر کے سامنے آہ کی تو (میرا دل (غم سے) آزاد ہوگیا) اسکی طبیعت ملول ہوگئی (گویا) باغِ (حسن) پر (یہ آہ کی) ایک ہوا چلی اور اس نے ایک نازک ترین شاخ کو توڑ دیا (یعنی دوست ہماری اس بیباکی کے ساتھ آہ کرنے سے آزردہ ہوگیا) "شاخِ نازک تر" سے دوست مراد ہے۔

(۸) ترجمہ:۔ جام نہ ہونیکی وجہ سے میں بزمِ وصال میں شراب سے محرومی (کی حسرت) اٹھا رہا ہوں (افسوس اکہ) شوق و اضطرابِ دل نے میرا جام حوضِ کوثر کے کنارے (پہونچکر) توڑ دیا (یعنی جب اس کے دیدار کی شرابِ طہور پینے کا وقت نزدیک آیا اسی وقت جام حوصلہ ٹوٹ گیا۔

در برونِ در نظیری شد ہلاک از انتظار ۹ مژدہ بخشید مسکیں راکہ مجلس بر شکست

دانند اخلاصِ مرا وز حالِ من آگاہ نیست ۱۳۶/۱ در دلش رہ دارم و بر آستانم راہ نیست

بخت با ما سرگرانست و مدعا با ما بجنگ ۲ کہربائے شوقِ ما را جذبۂ یک کاہ نیست

فصلہا شد از تباہی بر نیاید عمرِ ما ۳ کشتیِ ما را سفر از سیرِ سال و ماہ نیست

شستِ دل صد رہ کشودم بر ہدف کارے نکرد ۴ گوئیا پیکان و پرہا این خدنگِ آہ نیست

خاطرِ ویراں ز کینِ دوستاں در عہدِ تو ۵ آنچناں پر شد کہ دلہا را بدلہا راہ نیست

عرضِ حالِ چارہ دارد بخلوتگاہِ قرب ۶ جز دعائے من کہ آں مقبولِ ایں درگاہ نیست

(۹) ترجمہ :- (دوست کے محفل خانہ کے) دروازہ کے باہر نظیری انتظار کرتے کرتے مرتا (اگر بلاتے نہیں ہو تو) اس بیچارہ کو یہی خوشخبری پہونچا دو کہ مجلس برخاست ہوگئی (تاکہ زحمتِ انتظار تو ختم ہو) اشارہ :- نظیری نے اس شعر میں اپنی بیچارگی کا نقشہ کھینچ دیا ہے)

بحر :- رمل مثمن مقصور ✤ ارکان و تقطیع :- مثل ۱/۲ (ت)

(۱) ترجمہ :- (دوست) میرے اخلاص و وفا کو (خوب) جانتا ہے مگر میرے حالات سے واقف نہیں (کہ مجھ پر کیا گذر رہی ہے یعنی) اس کے دل کے اندر تو میں پہونچ رکھتا ہوں مگر اس کے آستانہ پر نہیں جا سکتا (سبحان اللہ! کیا عجیب حال ہے!!)

(۲) ترجمہ :- (خود ہمارا) نصیبہ ہمارے ساتھ آمادۂ سرکشی ہے اور (خود ہمارا) مدعا اور مقصد ہمارے ساتھ بر سرِ جنگ ہے (ادھر) ہمارے شوق کے کہربا میں گھاس کے ایک تنکے کو (بھی) کھینچنے کی طاقت نہیں (رہی جائے دوست کو کھینچ سکے یعنی ہماری محرومی میں جورِ فلک یا تغافلِ دوست کا دخل نہیں اصلی سبب اپنی بدبختی اور جذبۂ شوق کی کمی ہے ✤ سرگرانست ✤ خورشید طعنہا دارم ✤ و بخت خویش زیانکار بر سرِ جنگ ست

(۳) تشریح :- سیرِ سال و ماہ "رفتارِ زمانہ ماہ و سال کی رفتار سے ہی فصلیں پیدا ہوتی ہیں ترجمہ :- (موافق و مخالف سب قسم کی) فصلیں گذر گئیں مگر ہماری عمر (کی کشتی گرداب) تباہی سے نہ نکلی۔ (معلوم ہوتا ہے کہ) ہماری کشتی (عمر) کا سفر گردشِ سال و ماہ کے ذریعہ سے طے نہیں ہوتا۔

توضیح :- مطلب یہ ہے کہ رفتارِ زمانہ سے موافق و مخالف سب قسم کی فصلیں پیدا ہوتی ہیں مگر ہماری عمر کی کشتی کیلئے کسی موسم میں موافق ہوا نہیں چلتی۔

(۴) تشریح :- "شست" شوفار کی گرفت "ہدف" نشانہ "خدنگ" تیر ترجمہ بطلبِ مصرعین :- یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس تیرِ آہ میں (شاید سوز و گداز کے) پر و پیکان نہیں لگے ہوئے ہیں کہ سو بار میں نے دل کی شست (کھینچ کر تیرِ آہ) کو چھوڑا (مگر) نشانہ پر ایک تیر نہ لگا (یعنی آہ نے دوست کے دل پر کوئی اثر نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی سوز و گداز میں کمی ہے)

(۵) ترجمہ :- (اے دوست!) تیرے عہد میں زمانہ (یا دوستوں) کا دل دوستوں کے بغض و عداوت سے ایسا بھر گیا ہے کہ (اب) دلوں کو دلوں سے راہ باقی نہیں رہی (یعنی تیری بے مہری کے زمانے میں سب آشنا بیگانے بن گئے)

(۶) ترجمہ :- (دوست کی) خلوتگاہِ تقرب میں سب لوگوں کو عرضِ حال کا موقع مل سکتا ہے۔ سوائے میری درخواست کے کہ (یہیں)

پیش ازیں در جانِ ما پیہا ز آں لب قسمتم ۷ حرفِ تلخے بود اکنوں گاہ ہست و گاہ نیست

جستجوئے وصل ما ایں زندگی بے طاقتی است ۸ مرغ را ذوقے ز پرواز با ایں رشتۂ کوتاہ نیست

گر نظیری شکوہ از بے مہریت دارد مرنج ۹ عیبِ صاحب را گر پوشد بندہ دولتخواہ نیست

ہر کس شہیدِ آں مژہائے دراز نیست ۱۳۷/۱ در شرع بر جنازۂ آں کس نماز نیست

محمود را اگرچہ جہاں زیرِ خاتم است ۲ جائے بہش ز گوشۂ چشمِ ایاز نیست

شہ را چو پردہ از رخِ شاہد برافگنند ۳ چشمش سوئے خراجِ خطا و طراز نیست

معذورم از ضعیف و جگر خستہ ماندہ ام ۴ در عرصہ پرم کہ بجز شاہباز نیست

یہی اس درگاہ میں مقبول نہیں ہوتی (یعنی سب بامراد ہیں۔ ایک میں ہی نامراد ہوں)

(۷) ترجمہ :- اس سے پہلے جان نثاری کے بالعوض میرے حصہ میں (کوئی نہ کوئی) گالی آجاتی تھی (لیکن) اب وہ بھی کبھی ملتی ہے اور کبھی نہیں۔

(۸) ترجمہ :- اس فانی اور مختصر زندگی کے رکھتے ہوئے وصلِ (دوست) کی جستجو کرنا کم حوصلگی اور بے صبری ہے (اس لئے کہ) اس چھوٹے سے رشتۂ حیات کے ساتھ (مرغِ گرفتار کو) پرواز کا کوئی لطف نہیں آسکتا۔ توضیح :- یعنی ہمارا حال بالکل اس طائر کا سا ہے جس کے پاؤں میں ایک چھوٹا سا دھاگا باندھکر اڑا دیا جائے تو اسکی ہوس بلند پروازی کیسے پوری ہو سکتی ہے۔ بس اس کوتاہ رشتۂ حیات کے ہوتے ہوئے ہمارا بھی اوجِ وصل پر پہونچنا معلوم)

(۹) ترجمہ :- (اے دوست) نظیری اگر تیری سرد مہری کا شکوہ سنج ہے تو تو برا نہ مان (اس لئے کہ) جو غلام آقا کے عیب کو چھپاتا ہے وہ (در حقیقت) اس کا خیر خواہ نہیں ہوتا۔ توضیح :- یعنی خیر خواہ غلام کا یہ فرض ہے کہ اگر کوئی نامناسب بات دیکھے تو اسکو بتا دے اور آقا کا فرض ہے کہ وہ غور کرے اگر واقعی نامناسب ہے تو اسکو چھوڑ دے اسمیں ناراض ہونیکا کیا کام۔ نظیری نے جوازِ شکوہ کیلئے وجہ خوب نکالی۔

بحر :- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور ✤ ارکان و تقطیع :- مثل ۱/۵۵ (ت)

(۱) ترجمہ :- جو شخص کہ (محبوب کی) ان لمبی لمبی پلکوں کا شہید نہیں (شریعتِ عشق) میں اسکے جنازہ کی نماز (پڑھنا جائز) نہیں۔

(۲) ترجمہ :- اگرچہ سارا عالم محمود کے زیرِ نگیں ہے (یعنی اگرچہ وہ تختِ سلطنت پر جلوہ افروز ہے مگر) ایاز کے گوشۂ نظر سے بہتر اس کے لئے کوئی جگہ نہیں (یعنی محبوب کی نظر میں جگہ حاصل کر لینا ہی در حقیقت عاشق کا معراج ہے)

(۳) تشریح :- "بدرا" بمعنی برائے "خطا" نام شہر مابین ترکستان و چین و توران "طراز" نام شہر حسن خیز از حدودِ ترکستان۔

ترجمہ :- اگر (میرے) معشوق کے چہرے سے نقاب، بادشاہ کے سامنے ہٹا دیں تو پھر اسکی نگاہ خطا اور طراز کے ٹیکس کی طرف نہ جائے (اسی مضمون کو پوری جامعیت کے ساتھ پہلے اس طرح ادا کیا ہے ؎

عابد کہ بیندش بدر آید ز خانقاہ ✤ سلطاں کہ یابدش بگذارد سپاہ را

(۴) ترجمہ :- اگرمیں (طلبِ دوست میں) ناتواں اور زخمی جگر ہو کر رہ گیا ہوں تو مجھ میں (حد درجہ رسول د سزاوار ملامت) نہیں اسلئے کہ میں ایسی

عاشق وفا نمائد و معشوق سرکشی ۵ حسن از حجاب خالی و عشق از نیاز نیست

دائم کمانِ کشتنِ بکمیں گرشسته است ۶ آں طاقِ ابرو گرہ فتنہ باز نیست

گو غمزہ خشمگیں شود و گو ناز کینہ ورز ۷ یک شیوہ بے کرشمۂ عاشق نواز نیست

مارا چہ اعتبار و اثر با وجودِ دوست ۸ جائے کہ جلوہ کرد حقیقت مجاز نیست

یار از غرور مست و نظیری بخود اسیری ۹ بیچارہ دل کہ ہیچ کسش چارہ ساز نیست

عشق را کام بعہدِ دلِ خود کام تو نیست ۱۳۸ صبح امید و شبِ وصل در ایامِ تو نیست

دیدہ ام دفترِ پیمانِ وفا حرف بحرف ۲ نامِ خوباں ہمہ ثبت ست ہمیں نامِ تو نیست

فضا میں پرواز کر رہا ہوں کہ جہاں شاہ باز کے سوا اور کوئی طائر نہیں۔ توضیح :- یعنی عشق کی بلند اور وسیع فضا میں پرواز کرنا عالی ہمت شہبازوں کا کام ہے پس اگر مجھ سا حقیر و ضعیف طائر تھک کر رہ گیا ہے تو نہ جائے تعجب ہے اور نہ جائے ملامت بلکہ میرا حوصلہ قابلِ داد ہے۔ کہ ہمت تو نہیں ہاری کہ سہ شیریں اگر نہ پا بھی سکا سر تو کھو سکا۔

(۵) ترجمہ :- عاشق اظہارِ (اخلاص) وفا کرتا ہے اور معشوق اظہار سرکشی (و بے نیازی) اسلئے کہ حسن حجاب (و حیا) سے اور عشق عجز و نیاز سے خالی نہیں ہوتا۔ توضیح :- یعنی عاشق کا طرۂ امتیاز عجز و نیاز ہے اسلئے اس کا پیشہ اخلاص و وفا ہونا ہی چاہئے اور معشوق کا وصفِ خاص ہے وہ دارئی حیا ہے اسلئے سرکشی و سرتابی اسکا لازمی نتیجہ ہے سہ کجا ناز و نیاز عشق و معشوق گم گردد ۔ کہ حاجت حسن مستغنی و ما محتاج استغنا

(۶) ترجمہ بقلبِ مصرعین :- (دوست کی) وہ محرابِ ابرو کبھی فتنہ انگیز گرہ سے صاف نہیں رہتی (گویا) ہمیشہ ایک تیرانداز (عاشق کی) گھات میں بیٹھا رہتا ہے۔ اشارہ : گرہِ ابرو کو کمان کش ، طاقِ ابرو کو کمین گاہ اور ابرو کو کمان قرار دیا ہے۔

(۷) ترجمہ : غمزہ دہاں سے کہدو کہ خوب غصہ کھائے اور ناز سے کہدو کہ خوب کینہ ورزی کرے دونوں طریقوں سے کوئی طریق بھی اداے عاشق نوازی سے خالی نہیں (یعنی دوست کا خشمگیں غمزہ اور کینہ ور ناز عاشق کیلئے نوازش کا حکم رکھتا ہے کیونکہ اسکو تو دوست کی ہر ادا پسند ہے۔

(۸) ترجمہ :- دوست کے سامنے ہمارا نشان و نمود اور اعتبار کیا کیونکہ جہاں حقیقت جلوہ گر ہو وہاں مجاز نہیں ٹھہر سکتا (یعنی ہیچ و پوچ ہوا مانند ذرہ با...

(۹) ترجمہ :- دوست (اپنے) غرور میں مست ہے اور نظیری اپنی الجھنوں میں گرفتار (رہا بیچارہ دل تو) کوئی اس کا چارہ گر اور پرسانِ حال نہیں (شعر کیا ہے بے کسی و بے بسی کی مجسم تصویر ہے۔

بحر :- رمل مثمن مخبون مقصور ارکان و تقطیع :- مثل ۱۳۷/۲ (ت)

(۱) ترجمہ :- (اے دوست) تیرے خود غرض دل کے عہد میں عاشق کی کوئی مراد حاصل نہیں (یعنی عاشق نامراد ہی رہتا ہے) تیرے زمانے میں نہ امید کی صبح پائی جاتی ہے اور نہ وصل کی شب (یعنی تیرے زمانے کا یہ انقلاب ہے کہ ایک دن اور ایک رات ہی سرے سے غائب ہیں اور ہماری محرومی کا یہ دردناک منظر قابلِ دید ہے۔

(۲) ترجمہ :- میں نے عہدِ وفا باندھنے والوں کا رجسٹر ایک ایک حرف کر کے دیکھ لیا سب کا نام درج ہے ایک تیرا ہی نام نہیں (یعنی تمام معشوق اپنے اپنے عاشقوں سے کبھی نہ کبھی وعدہ وفا کرتے ہیں ، ایک تو ہی ایسا ہے کہ وفا سے بالکل ناآشنا ہے)

منِ دل شیفتہ آزارِ تو دانم چیست ۳ کہ ز خویشم خبر از لذتِ دشنامِ تو نیست

آبحیواں نخورد صیدِ تو از لذتِ تیغ ۴ جاں بحسرت دہد آں مرغ کہ در دامِ تو نیست

آتشم در سر و ساماں بچہ تدبیر زدی ۵ یکسر موئے چو مرا نیست کہ از رامِ تو نیست

آخر اے درِ گرامی ز کدام آب و گلی ۶ ہیچ دل نیست کہ پروردۂ اکرامِ تو نیست

بہ برازندگیٔ قامتِ موزوں نازم ۷ یک قبا نیست کہ شائستۂ اندامِ تو نیست

باش در دوستی از خویش نظیری نومید ۸ کہ ز آغازِ تو پایندہ تر انجامِ تو نیست

ہر کرا معنی نخیزد ز دل گفتار نیست ۱۳۹ نیست یک عارف کہ خود ساقی و خود خمار نیست

(۳) تشریح :- دل شیفتہ " فریفتہ دل مبتلائے عشق " دشنام " مرکب از دش بمعنی زشت و نام۔ ترجمہ :- مجھ فریفتہ دل کو کیا خبر کہ آزار کسے کہتے ہیں (جبکہ) تیری گالیوں کی لذت کی وجہ سے مجھے اپنا بھی ہوش نہیں۔ سہ

تو حرفِ تلخ فروشی و من شکر نوشم کہ چاشنی ہزار آشتی ست جنگ ترا

(۴) ترجمہ :- اے محبوب! تیرا شکار (تیرے) آبِ تیغ کی لذت کو چھوڑ کر (یا اس لذت کی وجہ سے) آبِ حیات نہیں پی سکتا (حتی کہ) وہ طائر جو تیرے دامِ (عشق) میں گرفتار نہیں وہ بھی (گرفتاری کی) حسرت میں جان دیدیتا ہے) یعنی ہر ایک شخص تیرے دامِ عشق میں گرفتار اور تیری تیغ نگاہ کا شہید بننے کا آرزومند ہے اسلئے کہ آبِ حیات سے بڑھکر جاں بخش تیرا آبِ تیغ ہے)

(۵) تشریح :- " آتشم " میں م ، سر و ساماں کا مضاف الیہ ہے " رام " تابع مطیع۔ ترجمہ :- (اے دوست) تباہ کی میرے ساز و ساماں میں تو نے کیا سمجھ کر آگ لگا دی (جبکہ) میرا رونگٹا رونگٹا تیرے تابعداروں میں سے (اور تیری ملک) سے ہے۔ توضیح :- یعنی تو نے میرا کچھ نقصان نہیں کیا اس لئے کہ میں سرتاپا تیری ملکیت تھا تو نے میرے خانماں ہستی کو تباہ کر کے درحقیقت اپنا نقصان کر لیا تو نے کیا سوچ کر ایسا کیا!

(۶) ترجمہ :- اے بلند قدر موتی (یعنی دوست) آخر تو کون سے آب و گلِ (کے خمیر) سے بنا ہے (کہ اسقدر کریم و رحیم ہے) کہ ایک دل بھی ایسا نہیں جو تیرے رحم و کرم میں نہ پلا ہو (یعنی تیرا لطف عمیم اور تیرا نام رحیم و کریم ہے)

(۷) ترجمہ :- اے یارِ حقیقی) میں تیرے قد کے سجیلے پن پر ناز کرتا ہوں کہ کوئی قبا ایسی نہیں جو تیرے بدن پر راست نہ آتی ہو (یعنی تجھ پر ہر لباس پھبتا ہے ، کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ)

(۸) ترجمہ :- اے نظیری (عشق و محبت میں (اگر قدم رکھا ہے تو) اپنی جان سے ہاتھ دھو لے اسلئے کہ تیرا انجام بھی تیرے آغاز سے کچھ زیادہ پائیدار نظر نہیں آتا (یعنی اگر عشق و محبت کا نام لیا ہے تو اپنے انجام و آغاز سے بے خبر اور دل و جان کو خیرباد کہنے کیلئے تیار ہو جانا چاہئے)

بحر :- رمل مثمن مقصور ارکان و تقطیع :- مثل ۲/۱ (ت)

(۱) ترجمہ :- جس شخص کے دل سے معانی پیدا نہیں ہوتے اسکو گویائی (بھی کا اثر) نہیں ملتی (اور) عارف (صاحبِ دل) کوئی ایسا نہیں ہے

خار خار کوئے یارے ہست ہر کس را دلیست ۲ نشگفد ہر گل کہ در پائے دلش این خار نیست

سحر چشم بت بکار ست و دعائے برہمن ۳ گبر ہائے کہ بندد بر میاں زنار نیست

توبۂ ہشیارے گویند می گردد قبول ۴ تا نوشم مے مرا یارائے استغفار نیست

مستی و شاہد پرستی ہرزہ خندی و نشاط ۵ کار کار میگسار انست و دیگر کار نیست

پیش پائے گرم و سرد روزگار افتادہ ایم ۶ سایۂ در دیر از ما ام از پستی دیوار نیست

اندکے اے نالہ امشب بے اثر یا بیست ۷ آنکہ ہر شب مے شنید امشب مگر بیدار نیست

مردم از شرمندگی تا چند ہا ہر نا کسے ۸ مرومت از دوستی نمائید و گویم یار نیست

(بقیہ صفحہ ۲۰۹)
جو خود ہی مے ساز اور ساقی ہو۔ توضیح :۔ یعنی حالانکہ ساقی و خمار جدا جدا ہوتے ہیں مگر صاحبِ دل خود اپنے دل سے کیف آور معانی و عرفان پیدا کرتا ہے اور اپنی موثر گفتار سے سامعین کے دلوں پر اثر ڈالتا ہے لیکن اگر دل مضمون آفریں نہ ہو تو گفتار بھی بے اثر ہوتی ہے)

(۲) تشریح :۔ خار خار تکرارِ الفاظ سے کثرت مراد ہے "یارے" میں یائے تنکیر تعظیم کیلئے ہے "ہر کس را دلیست" کے بعد "بسم اللہ" قدم بنہد "محذوف" ہے۔ دوسرا مصرعہ دعا بھی قرار دیا جا سکتا ہے اور علت بھی۔ ترجمہ :۔ ایک یار (فتنہ سامان) کے کوچہ کا خار زار موجود ہے جو شخص دل رکھتا ہے بسم اللہ اس کوچہ میں قدم رکھے اسلئے کہ جس پھول کے پائے دل میں یہ کانٹا نہ لگ چکا ہو وہ کھلتا ہی نہیں دیا خدا کرے وہ پھول کبھی نہ کھلے جس کے پائے دل میں یہ کانٹا نہ لگ چکا ہو)

(۳) ترجمہ بقلبِ مصرعین :۔ مگر آتش پرست جو زنار بھی کمر پر باندھے وہ زنار قرار نہیں دیا جا سکتا (بلکہ کافرِ عشق کیلئے) بتِ (کافر ادا) کا جادو ئے نظر اور برہمن (یعنی رہنما) کی دعائیں بھی درکار ہیں توضیح :۔ یعنی محض زنار باندھ لینے سے کفرِ عشق کی تکمیل نہیں ہو جاتی جبتک کہ بتِ حقیقت کا سحر آلودگوشۂ چشم اور رہنمائے طریقت کی دعائیں شاملِ حال نہوں۔

(۴) ترجمہ :۔ لوگ کہتے ہیں کہ صاحبِ عقل و ہوش کی توبہ قبول ہوتی ہے مگر میں جبتک شراب پی کر مدہوش نہ ہو جاؤں مجھکو توبہ کرنے کی قدرت حاصل نہیں ہوتی (پس توبہ کا ہونا معلوم)

(۵) ترجمہ :۔ مست و بیخود رہنا محبوب کی پرستش کرنا خوب ہنسنا اور خوش ہونا یہی کام جو شراب نوشوں کے ہیں درحقیقت کام ہیں اور انکے علاوہ کوئی کام کام نہیں۔

(۶) ترجمہ :۔ ہم زمانے کے گرم و سرد (یعنی رنج و تکلیف) کے سامنے پڑے ہوئے ہیں (اسلئے کہ) ہمارے ویرانے میں دیوار کی پستی کیوجہ سے سایہ نہیں آتا کہ جس کے ذریعہ سے ہم زمانہ کی گرمی و سردی سے محفوظ رہ سکیں مراد یہ ہے کہ آلامِ روزگار بیشمار پیش آ رہے ہیں جن سے بچنے کی تدبیر کوئی نہیں)

(۷) ترجمہ :۔ اے نالہ! آج کی رات میں تجھے (دربارِ) اثر پاتا ہوں شاید ہر رات جو (محبوب) سنا کرتا تھا وہ آج کی رات بیدار نہیں (یعنی روزانہ نالہ کی تاثیر کچھ نہ کچھ ہوتی تھی مگر آج کی رات کچھ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ دوست بیدار ہی نہیں کہ سنتا اور ہم پر رحم کرتا)

(۸) ترجمہ :۔ (اے دوست!) میں تو شرم کے مارے مرا جاتا آخر کہاں تک لوگ مجھکو دوست ہر کس و ناکس کے ساتھ (ملتا ہوا) دکھاتے رہیں اور

مجلس آخر شد نظیری حالِ خود با او بگو ۹ ہر نفس نزدے و ہر دم صحبتے در کار نیست

داغِ دل در عشق افسردن نمیداند کہ چیست ۱۴۰/۱ لالۂ این باغ پژمردن نمیداند کہ چیست

خندہ بر حالم مزن کین گریہ ہر کس را گرفت ۲ دامن از خونِ دل افشردن نمیداند کہ چیست

باغبانِ دہر نخلِ عمر را آبے نداد ۳ کاشتن دانست پروردن نمیداند کہ چیست

عشق از یک تاختن نگاہ دل تاراج کرد ۴ صبر بیدل حملہ آوردن نمیداند کہ چیست

زخم پیکانم بآبِ زندگی شوید دہن ۵ ہر کہ تیر او خورد مردن نمیداند کہ چیست

ترکِ خصمی کن کہ دارد خوئے افعیٔ روزگار ۶ نیست تا آزردہ آزردن نمیداند کہ چیست

(بقیہ صفحہ ۲۱۰)
میں یہ کہتا رہوں کہ یہ تو میرا محبوب نہیں ہے کوئی اور ہوگا یعنی مجھ پر رنگ تو ہے کستے ہیں خدا کیلئے تو رقیبوں سے ملنا چھوڑ دے)

(۹) ترجمہ :۔ اے نظیری! مجلس ختم ہونے کو ہے اپنے دل کا حال اس سے کہدے ہر دم (ایسی) محفل اور ہر لحظہ (ایسی) مجلس میسر نہیں ہوتی (یعنی اس موقعہ کو غنیمت سمجھ اور جو کچھ عرض کرنا ہے کرلے)

بحر :۔ رمل مثمن مقصور   ارکان و تقطیع :۔ مثل ہے (ت)

(۱) ترجمہ :۔ عشق میں میرے دل کا داغ ہمیشہ ہرا رہتا ہے (کھلا) ناداغ تو جانتا ہی نہیں کہ کس کو کہتے ہیں (یعنی) اس باغ (عشق) کا گل لالہ پژمردہ ہونا قطعی نہیں جانتا۔

(۲) ترجمہ :۔ اے فارغ دل! میرے حالِ (زبون) پر نہ ہنس اسلئے کہ اس گریۂ (خونیں) نے جسکو ایکبار گھیر لیا (پھر) وہ خونِ دل سے دامن نچوڑ کر صاف کرنا جانتا ہی نہیں کہ کیسا ہوتا ہے (یعنی عاشق کا دامن ہمیشہ خونیں اشکوں سے تر رہتا ہے)

(۳) ترجمہ :۔ زمانے کے باغبان نے (ہماری) عمر کے درخت کو بالکل نہیں سینچا (یعنی) اس نے بونا تو جانا (مگر) پالنا جانتا ہی نہیں کہ کس چیز کا نام ہے۔

(۴) تشریح :۔ بنگاہ سامان رکھنے کی جگہ جیل خانہ۔ ترجمہ :۔ عشق نے ایک ہی حملہ میں دل کے سامانِ (ضبط و قرار) کے تمام کو لوٹ لیا اور (ادھر عاشق) بیدل کا صبر و تحمل حملہ کرنا بالکل نہیں جانتا (یعنی عشق نے عاشق کے خانۂ دل کو بالکل ویران کر ڈالا اور وہ چپ کھڑا دیکھتا رہا)

(۵) ترجمہ :۔ (تیر یار کے) پیکان سے لگا ہوا میرا زخم اپنے منہ کو آبِ حیات سے دھوتا ہے (پس واضح رہے کہ) جو اس (محبوب کا) تیر کھا لیتا ہے (پھر) وہ نہیں جانتا کہ موت کسے کہتے ہیں۔ توضیح :۔ یعنی؎ کشتگانِ خنجرِ تسلیم را + ہر زماں از غیب جانے دیگر ست طریقہ ہے کہ مرہم لگانے سے پہلے زخم کو دھوتے ہیں اس لئے کہتا ہے کہ میرے زخم کو اس معمولی پانی سے دھونے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کا منہ تو آبِ حیات سے دھل چکا ہے۔

(۶) ترجمہ :۔ (زمانے کے ساتھ) دشمنی کو چھوڑ دے اسلئے کہ زمانہ کی سانپ کی سی خاصیت ہے کہ جب تک خود اسکو نہ ستایا جائے وہ ستانا نہیں جانتا۔

غنج و افسونِ زلیخا کار در یوسف نہ کرد ۷ ہر کہ دل در باخت دل بردن نمیداند کہ چیست

عشرتِ تنگِ دلِ ما نو رسِ ہر گلشن ست ۸ غنچہ برگِ عیش گستردن نمیداند کہ چیست

از حجاب امشب نظیری بادہ بر سجادہ ریخت ۹ پارسا آدابِ مے خوردن نمیداند کہ چیست

گشت دوزخ شررے ز آتشِ سودا آتش ریخت ۱۴۱/۱ شد قیامت قدرے فتنہ زبالا آتش ریخت

ہر کہ از زلف بجوئے مشک بہ پیمانہ فگند ۲ خندہ مشکے نمکِ سودہ بصہبا آتش ریخت

حسن در پردہ نہاں بود کہ نقدِ دو جہاں ۳ عشق از گریہ بدل گرمیٔ سودا آتش ریخت

(۷) **ترجمہ**:- زلیخا کے ناز و ادا نے یوسف پر کوئی اثر نہ کیا (او حقیقت یہ ہے) کہ جو اپنا دل ہار بیٹھا وہ (دوسرے کا) دل چھین لینا نہیں جانتا۔ (یعنی جو اپنا دل قابو میں نہیں رکھ سکتا وہ دوسرے کا دل کیا قابو میں کر سکتا ہے)

(۸) **تشریح**:- نورس، میوہ تازہ اور ہر وہ چیز جو تازہ ہو یہاں غنچۂ نورس مراد ہے **ترجمہ**:- ہمارے دل کی تنگ زندگی اور عیش و عشرت کی مثال ہر گلشن کی تازہ کلی کی سی ہے اور کلی سامانِ عیش و عشرت کو پھیلانا نہیں جانتی کہ کسے کہتے ہیں۔ **توضیح**:- یعنی ہمارا دل ہمیشہ غنچہ نما اور گھٹا ہوا رہتا ہے۔

(۹) **ترجمہ**:- آج رات نظیری نے شرم و حجاب کی وجہ سے شراب مصلّے پر گرا دی (بیچارہ) یہ پارسا (ابھی) شراب نوشی کے آداب نہیں جانتا کہ کیا ہیں۔ **توضیح**:- یعنی آدابِ مے نوشی میں سے ایک چیز یہ ہے کہ پیالہ نگٹ بل پینا چاہئے اور مصلّے کو پہلے ہی سے خیرباد کہہ دینا چاہئے مگر نظیری کی شراب نوشی کی چونکہ ابھی ابتدا ہے اسلئے ابھی مصلیٰ بھی نہیں چھوٹتا اور لوگوں کا حجاب بھی باقی ہے تو چھپاتے ہیں کہیں پیالہ الٹا ہو گیا اور مصلیٰ شراب سے تر ہو گیا غریب کی پارسائی کی بڑی بھد ہو گئی۔

بحر:- رمل مثمن مخبون مشعث مقصور **ارکان و تقطیع**: مثل ۱/۱۴ (ف)

(۱) **تشریح**:- "ز آتش" اور "ز بالا آتش" کے پہلے کاف سرجملہ محذوف ہے یہ جملے صفت ہیں "شررے" اور "فتنہ" موصوف ہیں۔ **ترجمہ**:- وہ چنگاری جو اس (محبوب) کے عشق کی آگ سے نکلی دوزخ بن گئی۔ اور جو فتنہ کہ اس کے (فتنہ سامان) قد سے پیدا ہوا قیامت کا ہم رتبہ ہو گیا (یعنی آتشِ عشق کا ہر شرارہ دوزخ بکف اور قدِ یار کی ہر فتنہ زا ادا قیامت بدوش ہے)

(۲) **ترجمہ**:- جس کے پیمانہ (شراب) میں زلفِ یار نے جو برابر مشک ڈالی تو (دوست کی) ہنسی نے اس کی شراب میں مٹھی بھر نمک جھونک دیا۔ **توضیح**:- تیزی اور خوشبو کیلئے شراب میں مشک ملایا کرتے ہیں اور نمک ملانے سے شراب سرکہ بنجاتی ہے ان دونوں باتوں کے پیشِ نظر کہتا ہے کہ ہماری شرابِ زندگی میں زلفِ یار کی جو برابر مشک ملجانے سے جو لطف پیدا ہوا تھا وہ سب اسکی مسخرا میز اور طنزیہ ہنسی کے مٹھی بھر نمک ملجانے سے جاتا رہا جسی کہ شراب کھٹا سرکہ بنکر رہ گئی اور یہ شوخی تو دیکھئے کہ مشک جو برابر ڈالی اور نمک مٹھی بھر۔

(۳) **ترجمہ**:- حسن (ابھی) پردہ ہی میں مستور تھا کہ عشق نے اس کا سودا کرنے کی شوق میں آنسو گرا کر نقد دو عالم (سامنے) ڈال دیا۔ **توضیح**
یعنی حسنِ قدیم نے ابھی چاہا ہی تھا کہ پردہ سے باہر آئے کہ عشق خریداری کیلئے تیار ہو گیا اور محبت کے آنسو جو نقدِ دو عالم کے مساوی ہیں۔ قیمت کے طور پر نکال کر رکھدیئے شعر میں کُنتُ کَنزاً مَخفیاً فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ کے پورے مضمون کو ادا کر دیا ہے کہ خود

کامم از آں یافت زلیخا کہ چو یوسف را دید ۴ اول اسبابِ تعلق ہمہ در پا آتش ریخت

از پے تربیتم خضر دہد آبِ حیات ۵ عشق تا بر گلِ من تخمِ تمنا آتش ریخت

سرمہ در چشمِ بلا غمزۂ بے باکش کرد ۶ بادہ در کامِ حیا نرگسِ شہلا آتش ریخت

نخلِ پیوند تو ہر چند نظیری بر کند ۷ در نفس تخم نوئے عشق تو ہر جا آتش ریخت

رفتی بہ بزمِ غیر نکو نامی تو رفت ۱۴۲/۱ ناموسِ صد قبیلہ ز یک خامی تو رفت

اکنوں اگر فرشتہ نکو گوید ت چہ سود ۲ در شہر صد حکایت بد نامی تو رفت

ہم صحبتِ رقیب شدی از غرورِ حسن ۳ نامِ خوشِ تو در سرِ خود کامی تو رفت

یاراں متفق ہمہ انکار مے کنند ۴ ہر جا حدیثِ نیک سرانجامی تو رفت

حسنِ قدیم کو اپنے اظہار کا شوق ہوا تو یہی شوق خریدار حسن ٹھہرا اور وجودِ دو عالم جو اس شوق کا نتیجہ تھا بمنزلہ قیمت قرار پایا۔ جنس کا مرتبہ پہلا ہوتا ہے، خریدار کا دوسرا اور قیمت کا تیسرا اسی ترتیب سے حسن، شوق اور ہر دو عالم وجود میں آگئے۔

(۴) **ترجمہ**:- زلیخا نے اپنی مراد (یعنی ملاقات یا عشق میں ناموری) اسوجہ سے حاصل کر لی کہ اس نے جب یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو سب سے پہلے تمام تعلق (دنیوی کا سامان اس کے قدموں میں ڈال دیا۔ (لہٰذا قربِ دوست کے ہر طلبگار کو ایسا ہی کرنا چاہئے)

(۵) **ترجمہ تعلیہ مصرعین**:- جب کہ عشق نے میرے (سینہ کی) زمین میں اس کی تمنا کا بیج بو دیا ہے (اسوقت سے برابر) خضر آبِ حیات سے میری آبیاری کر رہا ہے (یعنی عشق دوامِ حیات کا موجب ہے)

(۶) **تشریح**:- "شہلا" وہ نرگس جس میں بجائے زردی کے سیاہی ہوتی ہے یہی نرگس مشابہ چشم ہوتی ہے **ترجمہ**:- اس (دوست) کے بیباک غمزہ نے بلا کی آنکھ میں سرمہ لگا دیا (جسکی وجہ سے ہم اس کی نگاہوں سے کہیں نہ چھپ سکے اور اسکی (آنکھ کی) نرگسِ شہلا نے حیا کے کام (دہن) میں شراب ڈالدی کہ خود حیا بھی مست و بیخود ہو گئی مراد یہ ہے کہ اسکے غمزے بڑے فتنہ انگیز اور بلا خیز ہیں اور اسکی آنکھیں بڑی مست اور شرمیلی)

(۷) **ترجمہ**:- نظیری نے تیرے تعلق دلی کے درخت کو ہر چند اکھاڑا مگر تیرے عشق نے اس (اکھڑے ہوئے درخت) کی جگہ دل میں (دھیرے) نیا بیج ڈالدیا (یعنی مجھکو جو تعلقِ خاطر دوست سے ہے وہ کسی تدبیر سے دور نہیں ہو سکتا)

بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور **ارکان و تقطیع**: مثل ۵/۷ (ق)

(۱) **ترجمہ**:- (اے دوست!) تو رقیب کی محفل میں چلا گیا جس سے تیری تمام نیکنامی جاتی رہی (اتنا ہی نہیں بلکہ) سیکڑوں قبیلوں کی آبرو تیری (اس) ایک خامی کی وجہ سے جاتی رہی (یعنی تو نے تمام حسینوں کو بدنام کر دیا اسلئے کہ سب چرا تو بے یکے بے دانشی کرد + نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را)

(۲) **ترجمہ**:- اب فرشتہ بھی تجھے اچھا بتائے تو کیا فائدہ کہ شہر میں تیری بدنامی کے سینکڑوں قصے مشہور ہو چکے ہیں۔

(۳) **ترجمہ**:- تو غرورِ حسن کی وجہ سے (مجھ سے کٹ کر) رقیب کا ہمنشین بنا پس تیرا نامِ نیک تیری خود کامی و خود غرضی کے پیچھے جاتا رہا۔

(۴) **ترجمہ تعلیہ مصرعین**:- جہاں تیری نیک کرداری کا ذکر ہوا تو تمام احباب متفق طور پر اس کا انکار کر دیتے ہیں۔

رندے کہ مے فروش ندادیش دُرد مے ۵ مشہورِ خاص و عام بہ بیجائی تو رفت

بردار ز رخ تو رنگِ حیا بادۂ ہوس ۶ شرمے کہ بود در ہمہ جا حامی تو رفت

باکاوکاوِ غمزہ نظیری اثر نماند ۷ فارغ نشین کہ خونِ دل آشامی تو رفت

۱۴۳

ہیچ راز از دیدۂ صاحب تمیزان دور نیست ۱ تا بصد رازت خبر دارم وے دستور نیست

ہر کہ از معشوق غافل گشت لذت در نیافت ۲ دیدۂ بے معرفت را در دو دنیا نور نیست

گل گریباں چاک و نرگس مست رفتند از چمن ۳ سرو را غیر از ہوائے در سرِ مخمور نیست

(۵) ترجمہ:- وہ (ذلیل) رند (یعنی رقیب) کہ جس کو مے فروش تلچھٹ تک نہ دیتا تھا تیرا ہمکاسہ بنجانے کی وجہ سے خاص و عام میں مشہور ہوگیا۔

(۶) ترجمہ:- شراب ہوسناکی نے تیرے چہرے سے حیا کا رنگ کھو دیا (یں) وہ شرم و حیا جو ہر جگہ تیری حمایت کرتی تھی جاتی رہی (یعنی تیری حیا تجھکو بدنامی سے بچا لیتی تھی مگر تیرے ہرجائی پن نے اس کو بھی کھو دیا)

(۷) تشریح:- "کاوکاو" حاصل مصدر از کاویدن مرکب از دو امر ترجمہ:- اے نظیری (اب دوست کے) غمزہ کی کاوشوں میں کوئی اثر نہیں رہا تو بھی مطمئن ہو کر بیٹھ جا۔ کہ اب تیرا خونِ دل پینا بھی ختم ہو گیا (یعنی دوست کی رقیب نوازی اور ہرجائی پن نے اب عشق سے ہی دل کھٹا کر دیا" جب دوست کو ہمارا کوئی خیال نہیں تو ہمیں ہی کیا پڑی ہے کہ خونِ دل پئیں۔)

بحر:- رمل مثمن مقصور + ارکان و تقطیع:- مثل ۲۴ (ت)

(۱) ترجمہ:- صاحب عقل و تمیز لوگوں کی آنکھوں سے کوئی راز مخفی نہیں حتی کہ میں تیرے سینکڑوں راز بخوبی جانتا ہوں مگر بتانے کی اجازت نہیں توضیح:- یعنی دوست کے خلوت خانہ میں باتمیز عاشقوں کا گذر ہوتا ہے اور وہ من و تو کی تفریق کے مٹ جانے سے پوری طرح واقف ہوتے ہیں مگر اس کے اظہار کی اجازت نہیں ورنہ منصور کی طرح بے تمیز ٹھہر کر دار پر نظر آتے ہیں۔

(۲) ترجمہ:- جس نے معشوق سے غفلت برتی وہ (کبھی) کوئی لطف نہ پا سکا (دلوں) معرفت نہ رکھنے والی آنکھ دونوں عالم میں نور سے بے بہرہ رہتی ہے۔

اشارہ:- آیت مَن کَانَ فِی ھٰذِہٖ اَعمٰی فَھُوَ فِی الآخِرَۃِ اَعمٰی کی طرف تلمیح ہے یعنی جو اس عالم میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ اور برخلاف اس کے سے

دید حسن و جمال آنجا را + دلبر ہر کہ گل سود اینجا

(۳) ترجمہ:- پھول گریبان چاک کر کے اور نرگس مست و بیخود ہو کر اس چمن سے چلے گئے۔ اور سرو کے خمار آلود سر میں (بھی) سودائے عشق کے سوا کچھ نہیں (یعنی تمام موجوداتِ عالم پر عشق و مستی طاری ہے)

بر درِ پیرِ مغاں ہرگز نمے میرد کسے ۴ در مقامے کآبِ حیوانست غیر از سور نیست

چوں سرائے کاروانگاہست دنیا بر گذر ۵ شب نمے آید کہ صد مسکین و رنجور نیست

سینۂ دارم کہ از مرہم جراحت مے شود ۶ زخمے از نیشِ محبت نیست کآں ناسور نیست

بندہ گر بیباکی کرد از خداوندی ببخش ۷ گرچہ مغرور است اما جز تو مغرور نیست

ہر کجا گر عشق اینجا لافِ رفعت میزند ۸ جلوہ ہا در چشمِ عاشق ہست کاندر طور نیست

کوہکن را خود بناخن سنگ می باید برید ۹ جوئے شیر و نقشِ شیریں کارِ ہر مزدور نیست

عشق یوسف را دریں سودا بدینارے فروخت ۱۰ بندگی خواہد ہمہ میرزادگی منظور نیست

(۴) ترجمہ:- پیر مغاں (یعنی رہنمائے حقیقت) کے دروازہ پر (پہونچکر) کوئی نہیں مرتا اس لئے کہ جس جگہ کہ آب حیات موجود ہو وہاں عیش و مسرت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ شراب کو آب حیات قرار دیا ہے مراد یہ ہے کہ جسکو ایک دفعہ شراب عشق ملگئی پھر وہ مرنے کا نام نہیں لیتا)

(۵) ترجمہ:- دنیا قافلوں کے ٹھہرنے کی سرائے کے مثل ہے (جو گذر گاہ پر بنی ہوئی ہوتی ہے پس) کوئی رات ایسی نہیں کہ سینکڑوں مسکین بیمار اور دردمند اسمیں (پڑے ہوتے) نہوں (یعنی دنیا جائے قیام نہیں ہے بلکہ جائے سفر ہے)

(۶) ترجمہ:- میں ایسا (زخمی) سینہ رکھتا ہوں جو مرہم سے اور (زیادہ) زخمی ہوجاتا ہے اسلئے کہ نشتر عشق کا کوئی زخم ایسا نہیں جو ناسور نہ بنگیا ہو۔

بہی گردد بمرہم زخمِ ما + عشق غیر از علتِ ناسور نیست

(۷) ترجمہ:- (اے خدا!) اگر بندہ نے بیباکانہ کوئی گناہ کیا ہے تو تو اپنے رحم و کرم سے بخشدے (اسلئے کہ) اگرچہ وہ مغرور ہے مگر اسکو تیرے ہی اوپر غرہ ہے (یعنی تیری رحمتِ وسیع کے بھروسہ پر اس سے بے باکیاں ظہور میں آجاتی ہیں)

(۸) ترجمہ:- اگر عشق یہاں (پہونچکر) ہر بلندی کا دعوی کرنے لگے تو بالکل بجا ہے کیونکہ عاشق کی آنکھ (یا دل) میں وہ وہ جلوے ہیں جو طور میں نہیں توضیح:- یعنی طور پر تو بہت ہی ادنی تجلی کا ظہور ہوا تھا مگر موسی اس کی بھی تاب نہ لاسکے اور یہاں عاشق کی نظر میں اس سے بہت اعلی جلوے ہیں اسلئے اگر عشق دعوی رفعت کرے تو کیا بیجا ہے۔

(۹) تشریح:- "سنگ بناخن بریدن" نہایت مشقت اٹھانا ترجمہ:- (فرہاد) کوہکن کو خود اپنے ناخن سے پتھر تراشنا چاہئے تھا۔ (ورنہ) جوئے شیر (نکال لانا) اور نقشِ شیریں (حاصل کر لینا) ہر مزدور کا کام نہیں۔ توضیح:- یہ فرہاد پر طنز ہے کہ اس نے عام مزدوروں کی طرح تیشہ کیوں استعمال کیا اسکو تو ناخن سے کوہکنی کرنی چاہئے تھی۔ مراد یہ ہے کہ طلب دوست میں آلات و اسباب پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے۔

(۱۰) ترجمہ:- عشق نے یوسف ؑ کو اسی (الفت و محبت کے) معاملہ میں ایک دینار کے بدلے بکوا دیا (اسلئے کہ) عشق تو (اپنی) بندگی اور غلامی میں لینا چاہتا ہے (کسی کا) میرزادہ ہونا اسکی نظر میں وقعت نہیں رکھتا۔ توضیح:- بھائیوں نے چند درہم کے بدلے یوسف ؑ کو قافلہ کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا پھر مصر کے بازار میں جا کر بکے یہ ساری کار فرمائی عشق کی تھی جو کسی کی میرزادگی کا بھی لحاظ نہیں کرتا بلکہ سب کو غلام دیکھنا پسند کرتا ہے۔

گر شرح گر عرش اینجا الاف رفعت میزند ۱۱ جلوه ها در بطن ماہی ہست کاندر طور نیست

عافیت خواہی نظیری بستۂ خوباں مشو ۱۲ از سلاحِ حسن اگر حور ار ملک مستور نیست

ردیف الثاء

عطا ش را نہ صوابت نہ نے خطا باعث ۱۴۴/۱ بس است بہر کرم نالۂ گدا باعث

اگر چہ رزقِ گدا باز پس نے گردد ۲ مقدر است کہ می گردوش دعا باعث

خزاں فرود و سحاب آب داد و دہقاں کشت ۳ ببیں کہ بُرد و کہ پرورد شد چہا باعث

(۱۱) ترجمہ:- خواہ زمین کی تہ ہو یا عرش (کی چوٹی) یہاں (پہونچ کر) سب سر بلندی کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں (کیونکہ) مچھلی کے پیٹ میں بھی وہ وہ جلوے ہیں جو طور میں نہیں (اگرچہ مچھلی پستی میں ہے اور طور بلند ہے مگر درجۂ عشق میں دونوں برابر ہیں) بلکہ بعض اوقات جو پست ہے وہ بلند سے بھی بلند تر ہو جاتا ہے کہ بطن ماہی میں یونس علیہ السلام نے وہ وہ جلوے دیکھے جو طور پر موسیٰ نہ دیکھ سکے (گویا بطن ماہی سر طور سے بلند تر نکلا)

(۱۲) ترجمہ:- اے نظیری اگر تو راحت و عافیت چاہتا ہے تو حسینوں سے دل نہ لگا (اس لئے کہ) حسن کے تیر (یعنی درد والم) سے خواہ حور ہو یا فرشتہ کوئی بچ کر نہیں جا سکتا۔ **توضیح**: یعنی حسن تو وہ بلا ہے کہ حور و ملک تک کو آرام و سکون سے نہیں رہنے دیتا تو انسان کی کیا حقیقت ہے مگر حسن سے قطع نظر کرنا بھی مقدور میں نہیں خلاصہ یہ کہ درد والم سے خلاصی ناممکن ہے۔

بحر: مجتث مثمن مخبون مشعث مقصور ارکان و تقطیع بہ شکل ۱۴۱/۱ (الف)

(۱) ترجمہ:- اس (خدا) کی عطا و بخشش کا سبب نہ (درست کاروں کی) درست کاری ہے اور نہ (خطا کاروں کی) خطا، (بلکہ اس کے) رحم و کرم کا سبب بننے کیلئے گدا کا نالہ کافی ہے (یعنی خدائے بزرگ بندوں کے ایمان و کفر اور اطاعت و معصیت سے بے نیاز ہے وہ چاہے تو عاصیوں کو بخش دے اور عابدوں کو پکڑ لے۔ اس کے رحم و کرم کی طلب کے لئے اظہار عجز و نیاز کافی ہے۔ ؎

دست و دل بشکن کہ اینجا عاجزی آید بکار + ایں کمال را جاشنی کے زور بازو کردہ است

(۲) ترجمہ:- اگرچہ (یہ صحیح ہے کہ) فقیر کا (مقدر) رزق پلٹ نہیں سکتا (اسکو ضرور ملیگا مگر یہ بھی) ازل سے طے ہو چکا ہے کہ اس کا (ظاہری) سبب دعا بنتی ہے۔

(۳) ترجمہ:- کسان نے بویا۔ بادل نے سینچا اور خزاں کاشت کر لیگئی تو غور کرو کہ کس نے تو بویا تھا اور کس نے پرورش کی تھی؟ اور لے کون گیا؟ (بس یہی حال دنیا کا ہے کہ انسان سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے)

جنونِ عشق بتقدیر بود من چہ کنم ۴ ببوئے گل کہ شدم مست شد صبا باعث

بر آستانۂ پیر مغاں رہے خواہم ۵ تو گر سبب نشوی می شود خدا باعث

خراب و مست چنیں میزیم نمیدانم ۶ در آفریدنِ من شد چہ مدعا باعث

لئیم رائے و معشوق اگر کریم نکرد ۷ نخاش الشود گنجِ کیمیا باعث

عجب ز ہمت درویش اگر قبول کند ۸ سعادتے کہ شود سایۂ ہما باعث

ریا ز دیر بمسجد برد نظیری را ۹ کہ فقر بادہ کش و گبر پارسا باعث

بر طبع سادہ زود شود خوشگوار بحث ۱۴۵/۱ دارد برائے طفل شکر در کنار بحث

پر خشمگیں مباش چناں کز پئے نزاع ۲ بر ہر غبارِ خاستہ سازی سوار بحث

(۴) ترجمہ:- جنونِ عشق میرے مقدر میں تھا (اس میں) میں کیا کروں پھول کی خوشبو سونگھ کر جو میں بیخود ہو گیا ہوں۔ اس کا سبب بادِ صبا بنی ہے (یعنی ظاہر میں یہ چیزیں سبب بن گئی ہیں اور جو امر تقدیری تھا وہ پیش آ کر رہا)

(۵) ترجمہ:- اے ہمدم یا اے زاہد) میں پیر مغاں کے دروازے پر جانا چاہتا ہوں اگر تو وسیلہ نہیں بننا چاہتا ہے (نہ بن) خدا وسیلہ بن جائے گا۔ (یعنی جذبۂ طلب اگر صادق ہے تو کسی کی رہنمائی کی حاجت نہیں، خود توفیق خداوندی رستہ دکھا دے گی)

(۶) ترجمہ:- (جبکہ) میں بربادی اور بیخودی کے اس عالم میں زندگی بسر کر رہا ہوں تو نہیں معلوم میرے پیدا کرنے کا کیا مقصد تھا (یعنی ؎

نہ تھا کچھ تو خدا تھا نہ ہوتا کچھ خدا ہوتا + ڈبویا مجھکو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا؟

(۷) ترجمہ: بخیل کو اگر شراب او معشوق سخی نہیں بنا سکتے تو پھر اسکی سخاوت کیلئے خزانۂ کیمیا بھی سبب نہیں بن سکتا۔ **توضیح**: یعنی عشق اور شراب کی وجہ سے انسان اپنا تمام مال و دولت حتی کہ اپنی جان اور عقل و ہوش بھی لٹا دیتا ہے مگر جسکو یہ بھی سخی نہ بنا سکیں تو پھر کون سی چیز بنا سکیگی۔

(۸) ترجمہ: اگر درویش (با صفا) کی ہمتِ عالی اس سعادت دنیوی (یعنی شاہی) کو قبول کرے جس کا سبب بازوئے ہما بنتا ہے تو یہ بڑی حیرت کی بات ہوگی (یعنی ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ نور حبث تحقیری ہے)

(۹) ترجمہ:- ریاکاری نظیری کو دیر سے مسجد کی طرف لیجاتی ہے اس کا سبب بادہ کش زاہد اور پارسا کافر ہے (یعنی زاہد نے چونکہ مے نوشی شروع کر دی ہے اور گبر کو پارسائی کا ہیضہ ہو چلا ہے اسلئے میں نے دیر سے مسجد کا رخ کر لیا کہ نماز کے بہانہ سے شراب تو ملتی رہے گی)

بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور ارکان و تقطیع بہ شکل ۵/۱ (ت)

(۱) ترجمہ: بحث سادہ دل (ناواقف شخص کی) طبیعت کو بہت جلد بھلی معلوم ہونے لگتی ہے (گویا یہ بحث) بچے کیلئے (بحث نہیں) پہلو میں مٹھائی لئے ہوئے ہوتی ہے (یعنی جس طرح بچے مٹھائی پر مائل ہوتے ہیں اسیطرح امر حقیقت سے ناواقف لوگ بحث و مباحثہ کی رغبت رکھتے ہیں)

(۲) ترجمہ:- تو اتنا زیادہ غصہ ور کہ جھگڑا باندھنے کو ہر اٹھی غبار پر بحث و مباحثہ شروع کر دے (یعنی اے دوست! معمولی لغزشیں تو قابل عفو ہوتی ہیں۔ ان پر بحث و مباحثہ نہیں کیا کرتے)

از ہر غمے بخاطر ما کیں سبک تر است ۳ ایں راحِ ما بروح کند در عیار بحث
آنم کہ حالِ مستی و مخموریم یکیست ۴ ہرگز نکردہ ام بکسے در خمار بحث
ز بزم گل نیاز و تضرع در اضطراب ۵ زاں بر نتیزہ ام نگرفتہ است بار بحث
خط مسلمے بکفِ صدق دادہ اند ۶ ہرگز ز راستی نشود شرمسار بحث
مطلب گم بز دار تو نیظری جفا مکش ۷ جز در ضمیرِ کند نگیرد قرار بحث

ردیف الجیم

فسونِ خطِ تو پیغامِ لعبتِ شبِ داج ۱۴۶/۱ نگاہ بر رخ تو مصطفےٰ است بر معراج

(۳) (دوست کا ہیسے) عداوت کھنا ہماری طبیعت پر سب غموں سے ہلکا ہے (حتیٰ کہ صلح جوئی یا خشق کی) ہماری یہ شراب روح کے ساتھ کھرے پن میں بحث و مقابلہ کرتی ہے۔ توضیح: یعنی اپنی خصلتِ صلح پسندی کی وجہ سے ہم دوسروں کو آزار پہونچانے کا خیال تک نہیں کرتے یا عشق میں دوست کا کینہ ہمارے لئے دل گرانی کا باعث نہیں۔

(۴) ترجمہ: میں وہ ہوں کہ میری مستی اور خمار کی حالت یکساں ہے (یعنی کہ) میں نے خمار کی حالت میں بھی کسی سے جھگڑا نہیں کیا (یعنی میرا شرب صلح کل ہے)

(۵) ترجمہ: میرا انتہائی اضطراب کی حالت میں بھی عجز و نیاز کے پھول گرتا ہوں اس لئے مجھ سے جھگڑا باندھنے کا بحث و مناظرہ نے کوئی موقع نہیں پایا۔ توضیح: یعنی میرا لڑائی جھگڑے سے سروکار نہیں پڑتا بلکہ اضطراب و ہیجان پر بن آنیکے وقت میں بھی عجز و انکسار سے کام لیتا ہوں حالانکہ ایسی حالت میں مجبور ہو کر عام طور سے انسان سب کچھ کر بیٹھتا ہے۔

(۶) ترجمہ: سلامتی کا پروانہ (کارکنانِ قضا و قدر نے) سچائی کے ہاتھ میں دیدیا ہے (چنانچہ) سچ بولنے سے بحث کبھی شرمندہ نہیں ہوتی۔ (یعنی سانچ کو آنچ نہیں) اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُہْلِکُ، سچ نجات دلاتا ہے اور جھوٹ ہلاک کراتا ہے۔

(۷) ترجمہ: اے نیظری! (بحث و مباحثہ کی) زحمت نہ اٹھا (اصلی مقصد تجھ سے دور ہوا جاتا ہے بحث تو صرف کند ذہن اور غبی لوگوں کے) دل میں جاگزیں ہوا کرتی ہے۔ (یعنی یہ کام احمقوں کا ہے کہ بیکار بحثوں میں پڑ کر اصلی مقصد کو فوت کر دیں۔)

بحر: مجتث مثمن مخبون مقصور ارکان و تقطیع: مثل ۱/۲ (ت)

(۱) تشریح: "داج" صیغہ اسم فاعل یعنی تاریک "معراج" بمعنی آلۂ عروج، نردبان عرف خاص میں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمانوں کو طے کر کے بارگاہ رب العزت تک جانیکے معنی میں مستعمل ہونے لگا ہے گویا افلاک سے نردبان کا کام لیا گیا ترجمہ: ۔ (اے دوست!)

ظہورِ حسنِ تو امنیتے بدوراں داد ۲ کہ بادشہ ز رعیت نے ستاند باج
چہ صلح بود کہ حسنِ تو با وفا انگیخت ۳ کہ آب و آتشِ ما برد اختلاف مزاج
میانِ زخم و خدنگِ تو آں الفتے پیوست ۴ کہ از دکانِ مسیحا نمی خرند علاج
حسودِ مہرۂ دل قلب کرد و غافل از یں ۵ کہ کعبتینِ دغاخانہ مے دہد تاراج
بہ نرخِ سکۂ زرقِ دراں کور و انمی گرود ۶ بنود سیم دغل را ہیچ جائے رواج
نماند شوکتِ شاہاں کسے نمی داند ۷ دراز دستیٔ حسنے کہ میر باید تاج
سوارِ معرکۂ آخر الزمان ایرج ۸ کہ طالعش بظفر کردہ اند استخراج

تیرے خط (رخسار) کا جادو (گویا) تاریک رات کا پیغام ہے اور تیرے رخسار پر (عاشق کی) نظریں (گویا مصطفےٰ ہیں جو معراج پر جا رہے ہیں۔ توضیح: تیرے خط رخسار اور اس پر نظر عاشق نے لیلۃ المعراج کا پورا نقشہ پیش کر دیا ہے۔

(۲) ترجمہ: تیرے حسن کے جلوہ نے زمانہ کو ایسا امن و امان عطا کر دیا کہ اب بادشاہ (تک) رعایا سے محصول نہیں مانگتا کیونکہ اس نے شاہی چھوڑ کر تیرے در کی گدائی اختیار کر لی ہے۔ شہ را چو پردہ از رخ شاہد برافگنند ٭ چشمش سوئے خراج خطا و طراز نیست

(۳) ترجمہ: ۔ وہ بھی کیا (عجیب) صلح تھی جو تیرے حسن نے (ہماری) وفاداری کے ساتھ کی کہ ہماری آگ پانی کے مزاج سے اختلاف کو دور کر دیا (یعنی عاشق و معشوق میں اتحاد پیدا ہو گیا۔ آتش سے حسن کی طرف اشارہ ہے اور آب سے وفا کی طرف)

(۴) ترجمہ: تیرے تیر اور (ہمارے) زخم کے درمیان ایسی محبت پیدا ہو گئی کہ وہ مسیحا کی دوکان سے بھی دوا نہیں خریدتے۔ توضیح: یعنی ہمکو یار کے تیر ناز سے اپنا سینہ زخمی کر لینا منظور ہے لیکن مسیحا سے علاج کرانا منظور نہیں اس لئے کہ جو اس زخم میں لطف ہے وہ اچھا ہو جانے میں کہاں حضرت غالب تو زخمِ دل دکھانا بھی پسند نہیں کرتے ؎

نظر لگے نہ کہیں اس کے دستِ بازو کو ٭ یہ لوگ کیوں مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں

(۵) تشریح: "حسود" حاسد "مہرہ قلب کردن" مہرہ بدل لینا، جو کہ کرنا "کعبتین" پانسے ترجمہ: ۔ (میرے) حاسد نے (اپنے) دل کا مہرہ پلٹ لیا دگر) اس سے غافل ہے کہ دغا کے پانسے (خود اپنا) گھر تباہ و برباد کر دیتے ہیں (یعنی حسد اور دغابازی کا انجام خود حاسد کے حق میں خراب ہوتا ہے)

(۶) ترجمہ بطلب مصرعین: کھوٹی چاندی کہیں نہیں چلتی (یعنی دست کے) اس کو ہم نے دیا کہ آنسو نہیں چل سکتے (یعنی عشق سچا ہونا چاہیے اسی وقت کچھ قدر و قیمت ہو سکتی ہے۔ اشکِ زرق کو سیم دغل قرار دیا ہے۔

(۷) ترجمہ: بادشاہوں کی شان و شوکت باقی نہیں رہی اور کوئی نہیں جانتا کہ یہ کس کے حسن کی دراز دستی تاج اتارے لئے جا رہی ہے (یعنی یہ تیرے محبوب کے حسن کی کارفرمائی ہے جس نے بادشاہوں کا تاج چھین کر انکو اپنا بندہ بنا لیا ہے)

(۸) تشریح: "ایرج" عبدالرحیم خانخاناں کے بیٹے کا نام "طالع" ستارہ بخت جو وقت ولادت طلوع ہو "استخراج" نکالنا ترجمہ: ۔ (میرا ممدوح) اپنے زمانہ کا آخری (یعنی یکتا) سوار معرکہ (جنگ) میرزا ایرج (ہے) جسکے طالع کو (نجوموں نے ظفر و فتحمندی کے ساتھ (تقویم سے) استخراج کیا ہے۔

چناں بعربدہ قلب عدو بہم شکند ۹ کہ شیر پنجہ کشاید بر بساطِ زجاج
مثالِ نسبتِ اعقاب جدا و اینست ۱۰ کہ آنقدر گہر بیش بیش قیمتِ تاج
قبولِ تربیتِ استاد میکند شاگرد ۱۱ ہوائے معرکہ شہباز میکند دراج
بیانِ قصۂ رزمش نکو نمیدانم ۱۲ وگرنہ نظم کنم بود مے ہم آنجا کاج
غنیمتے کہ من از گنج فقر یافتہ ام ۱۳ خراجِ ملک نہ دہند ونی دہم بخراج
سرِ نظیری و خاکِ سرائے پیرِ مغاں ۱۴ ز آستانِ کریماں کجا رود محتاج

ردیف جیم فارسی

اے کعبہ کہ گردت ننشیند بصفا ہیچ ۱۴۷/۱ جائیکہ عطائے تو بود کفر و خطا ہیچ

(۹) تشریح :- "قلب" لشکر کا وسطی حصہ "زجاج" شیشہ "بساط" فرش، خوان ترجمہ :- وہ جنگ میں دشمنی کے (لشکر کے) قلب کو ایسا چکنا چور کر دیتا ہے جیسے کہ شیر شیشہ کے فرش پر پنجہ مار دے (تو شیشہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے)

(۱۰) تشریح :- "اعقاب" جمع عقب بمعنی خلف "جد" دادا ترجمہ :- اس کے دادا اور اولاد کی نسبت کی مثال ایسی ہے کہ جسقدر موتی زیادہ ہوتے ہیں۔ اتنی ہی تاج کی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے (یعنی میرزا ایرج اور اس کے بھائی عبدالرحیم خانخانان اور بیرم خان کے لئے بمنزلہ تاج کے موتی ہیں)

(۱۱) ترجمہ :- استاد کی تربیت شاگرد قبول کیا کرتا (ہی) ہے اور شہباز کے معرکہ آرائی کی خواہش تیتر کیا (ہی) کرتا ہے (اسیطرح یہ بیٹے اپنے آباؤ اجداد کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۱۲) ترجمہ :- اس کی لڑائی کے قصے کو میں اچھی طرح بیان نہیں کر سکتا کا شکر ہیں ہاں ہوتا تو خوب نظم کرتا دیئے شعر مقام مدح کچھ مناسب نہیں۔

(۱۳) ترجمہ :- وہ مال غنیمت جو میں نے خزانہ درویشی سے حاصل کر لیا ہے اگر مجھے (پوری) سلطنت کا (وصول شدہ) خراج بھی دیں تو میں اس میں سے بقدر خراج نہیں دے سکتا (یعنی یہ دولت عشق ہے جس نے تمام دولتوں سے بے نیاز کر دیا ہے اور یہ ہمکو اتنی عزیز ہے کہ اسکو ہم دنیا و مافیہا کے بدلے بھی نہیں دے سکتے۔

(۱۴) ترجمہ (اب) نظیری کا سر ہے اور پیر مغاں (یعنی مرشد) کے گھر کی زمین (تمہیں بتاؤ کہ) سخیوں کا آستانہ چھوڑ کر محتاج جائے تو کہاں جائے؟

اشارہ :- یہ اشعار اسوقت کے ہیں جبکہ نظیری نے ملازمت ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔

بحر :- ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور ارکان و تقطیع :- مثل ۶۹/۱ دت)

(۱) تشریح :- "گردت" میں تا ضمیر "صفا" کا مضاف الیہ ہے "صفا" صفائی، جلا "صفا مروہ" دو پہاڑیوں کے نام بھی ہیں جن کے درمیان

نرخِ نظرِ حسنِ قبولِ تو بلند است ۲ در یم دل ار بر سرِ دل تا لبِ سما ہیچ
گر بہرہ از خلق و سرشتِ تو ندارد ۳ خاک پے روح القدس و آبِ بقا ہیچ
با قہرِ تو علت نہ و با مہر بہانہ ۴ آنرا کہ مراد تو بلا خواست دعا ہیچ
عشقِ تو مرا از بت و زنار بر آورد ۵ آنرا کہ تو کردی طلب اغراض و رضا ہیچ
با آنکہ ز پے چشمِ عزیزاں نگراں بود ۶ رفتیم و نکردیم نگاہے بقفا ہیچ
کونین چہ کار آیدم ار با تو نباشم ۷ بے دولتِ وصلِ تو نعیمِ دوسرا ہیچ
کم حوصلگی از طرفِ ماست وگرنہ ۸ از بحر نوالت نشود کم بعطا ہیچ
از تست کہ این زمزمہ با طبعِ نظیری ست ۹ بانگے کہ نباشد نکند کوہ صدا ہیچ

حاجی سعی کرتے ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے صنعت ایہام پائی جاتی ہے ترجمہ :- اے کعبہ (مقصود!) کہ تیرے صفا اور آب و رونق پر کوئی گرد نہیں بیٹھ سکتی (یعنی تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے) جہاں تیری عطا ہو وہاں کفر و گناہ ہیچ ہیں۔

(۲) ترجمہ بقلب مصرعین :- اگر ہم دل پر دل ڈالکر آسمان تک ڈھیر بھی لگا دیں پھر بھی تیری رضا و قبول کی نظر کا نرخ (اس سے) زیادہ ہے (یعنی ہم تیری نظر کرم کی کوئی قیمت ادا نہیں کر سکتے یہ سب کچھ تیرا تفضل و احسان ہے۔

(۳) ترجمہ بقلب مصرعین :- اگر روح القدس (جبرئیل) کی خاک قدم اور آبحیات تیرے خلق اور سرشت سے بے بہرہ ہوں تو وہ ہیچ ہیں (یعنی آبحیات اور خاک پائے جبرئیل میں بھی جان بخشی تیرے فیض سے آئی ہے خاک قدم جبرئیل سے سامری کے گوسالہ بنانے اور اسکو زندہ کرنے کی طرف اشارہ ہے)

(۴) ترجمہ :- تیرے قہر و غضب کیلئے کوئی (دوسری چیز) علت نہیں اور مہر و محبت کیلئے کوئی قیمت نہیں (کہ کوئی قیمت دیکر حاصل کر سکے) جس کے متعلق تیرا ارادہ آزمائش و ابتلا کا ہو اس کی دعائیں بیکار ہیں (اس کے برعکس جس پر نظر کرم ہو اس کو دعا کی بھی ضرورت نہیں)

(۵) ترجمہ :- تیرے عشق نے مجھ کو بت (پرستی) اور زنار (پوشی) سے آزاد کر دیا (پس) جسکو تو نے اپنی طرف بلا لیا اسکی روگردانی اور رضا ہیچ ہیں (یعنی ؎ رشتۂ در گردنم افگندہ دوست + مے برد ہر جا کہ خاطر خواہِ اوست

(۶) ترجمہ :- اس کے باوجود کہ ہمارے پیچھے عزیزوں کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں (مگر) ہم (سیدھے) چلے گئے اور ذرا مڑ کر نہیں دیکھا (یعنی ترک دنیا کرتے وقت ہم نے تعلقات کی پرواہ نہیں کی)

(۷) ترجمہ :- (اے دوست) اگر میں تیرے ساتھ نہوں تو دونوں عالم میرے کس کام کے؟ اس لئے کہ دونوں عالم کی نعمتیں تیری وصل کی نعمت کے بغیر ہیچ ہیں۔

(۸) ترجمہ :- ہماری طرف سے کم حوصلگی (ظاہر) ہو رہی ہے ورنہ (اے محبوب!) تیرا دریائے عطا بخشش کرنے سے گھٹ نہیں سکتا۔

(۹) ترجمہ :- یہ نغمہ جو نظیری کی طبیعت کے ساتھ ہے یہ تیری ہی طرف سے ہے (اس لئے کہ) اگر کوئی آواز نہو تو پہاڑ سے بھی صدائے بازگشت نہیں آتی (گویا یہ النغمہ تیری ہی صدائے بازگشت ہے)

ردیف الحاء

دل وانمودیم بآوازهٔ صبح ۱۴۸/۱ بانگِ فتحے نشنیدیم ز دروازهٔ صبح
دیر گشتیم ز فیضِ سحر آگاہ دریغ ۲ جامۂ پارہ نکردیم باندازهٔ صبح
مئے معشوق باندازہ نامی باید ۳ رطلِ خورشید کند چارهٔ خمیازهٔ صبح
کم خراشست دمِ مرغ سحر برخیزید ۴ جگرے تازه کنیم از نمکِ تازهٔ صبح
مغفرِ جام بیار ابرشِ مے درزیں کش ۵ تا بیک حمله کنیم غارتِ جمّازهٔ صبح

بحر:- رمل مثمن مخبون مقصور　　ارکان وتقطیع:- مثل ۱۴۲ (ت)

(۱) ترجمہ:- گلبانگِ سحر پر ہم نے (بجائے بجاتے اور پیٹتے پیٹتے) بانسری اور ڈھول پھاڑ اور توڑ ڈالے (مگر) پھر بھی صبح کے دروازے سے فتح وکشائش کی کوئی آواز نہ سنی۔ توضیح:- یعنی وقتِ سحر ہم نے بہت آہ وبکا کی مگر سب بے اثر ثابت ہوئی، عقدۂ دل نہ کھل سکا۔

(۲) ترجمہ:- افسوس کہ ہم فیضِ صبح سے دیر میں واقف ہوئے کہ ہم نے گریبانِ صبح کے مطابق اپنے پیرہن کو چاک نہ کیا۔ توضیح:- یعنی صبح کی روشنی کے پھیل جانے کے بعد جس طرح تاریکی بالکل غائب ہو جاتی ہے اسی طرح اگر ہم اپنے جامۂ مادیات کو بالکل چاک کر ڈالتے تو ہم بھی نورِ معرفت حاصل کر لیتے مگر افسوس کہ یہ راز بہت دیر میں معلوم ہوا جبکہ آفتابِ عمر بر سرِ بام ہے۔

(۳) ترجمہ:- ہمارے (شوق وطلب کے) مطابق ہی حصولِ شراب اور وصلِ دوست (بھی) ہونا چاہئے (کیونکہ) پیالۂ آفتاب ہی صبح کی انگڑائی کا علاج کر سکتا ہے۔ توضیح:- خمار کی حالت میں انگڑائیاں آنے لگتی ہیں صبح کے طلوع کو انگڑائی سے تعبیر کر کے اس کو مخمور قرار دیا ہے جس کا علاج طلوعِ آفتاب ہے۔ اسی طرح ہمارے شوقِ بے انتہا کے مطابق ہم کو بھی مے ومعشوق ملنا چاہئے۔ اس تھوڑی سی شراب اور رخِ یار کی ہلکی سی جھلک سے تو ہماری تشنگی دور نہیں ہو سکتی۔

(۴) تشریح:- دم" نالۂ مرغِ سحر" بلبل جگرے تازہ کنیم" یعنی زخمِ جگر تازہ کنیم ترجمہ:- بلبل کا نالہ تو بہت کم دل خراش ہے (اے دوستو!) اٹھو تا کہ ہم (سب مل کر) زخمِ جگر کو صبح کا تازہ نمک چھڑک کر تازہ کر لیں (یعنی ایسے دلخراش نالے کریں کہ سارا عالم شور وفغان سے پُر ہو جائے۔

(۵) تشریح:- "مغفر" خود۔ لوہے کی ٹوپی "ابرش" وہ گھوڑا جس پر مخالف رنگ کے نقطے ہوں یا سرخ وسپید رنگ کا ہو "جمازہ" تیز رفتار اونٹنی۔ ترجمہ:- جامِ شراب کا خود لاؤ اور شراب کے اسپ پر زین کسو تاکہ ہم ایک ہی حملے میں (قافلۂ صبح کی (فیضِ تجلی سے لدی ہوئی) اونٹنی کو لوٹ لوں۔ توضیح:- قزاق قافلہ کے اونٹوں کو لوٹ لیا کرتے ہیں اسی تمثیل کے پیشِ نظر کہتا ہے کہ فیوضِ تجلی سے لدی ہوئی صبح کی اونٹنی کو لوٹنے کے لئے کچھ یہی اسپ اور اسلحہ کام دے سکتے ہیں۔ جام کو وضع کے لحاظ سے خود اور شراب کو تیزی وتندی کی وجہ سے اسپ اور طلوعِ سپیدۂ صبح کو ناقۂ تیز رفتار قرار دیا ہے۔

سپہِ شب بشبیخونِ دعا بشکستم ۶ عَلَمِ روز زنم بر درِ دروازهٔ صبح
فقد اوراقِ شب و روز بہم برچینیم ۷ بخیۂ ثابت وسیاره وشیرازهٔ صبح
دست در گردنِ عذرائے جہاں اندازم ۸ حلیۂ روز بہم بر زنم و غازهٔ صبح
سرو وشمشاد بوجد اند نظیری وقت ست ۹ لب برِ شاخ سرائیم سرآوازهٔ صبح

گوشِ گل میدرد از مژدهٔ پیغامِ صبوح ۱۴۹/۱ زنده دار د نفس باد صبا نامِ صبوح
تا تو مرغِ فلکی رام گلستاں شدهٔ ۲ خوابِ مرغِ سحری رفته و آرامِ صبوح

(۶) ترجمہ:- میں نے شب (غم) کی فوج کو دعاؤں کا چھاپہ مار کر شکست دیدی (اب مجھے چاہئے کہ) دن کا (سفید) جھنڈا صبح کے دروازے پر گاڑ دوں (یعنی اس طرح شبِ ہجر کی شکست اور صبحِ وصل کے حاصل ہو جانے کا اعلان کر دوں)۔

(۷) تشریح:- دوسرے مصرعہ کی نثر یہ ہوگی بخیۂ ثابت وسیارہ زنم وشیرازۂ صبح بندم۔ شیرازہ بندی عرفِ جلد سازی میں اجزائے کتاب کی سلائی کے دھاگوں کو کہنے کا نام ہے "ثابت" غیر متحرک ستارہ "سیارہ" متحرک ستارہ ترجمہ:- مجھے چاہئے کہ رات اور دن کے گئے گذرے (منتشر) ورقوں کو جمع کروں اور ثابت وسیارہ کی بخیہ کروں اور صبح کا شیرازہ ان پر کس دوں (تاکہ کتابِ زندگی محفوظ ہو جائے مراد یہ ہے کہ گذشتہ زندگی پر نظر ڈالنی چاہئے اور گردشِ دوراں کا خوب مطالعہ کرنا چاہئے)۔

(۸) تشریح:- "عذرا" دوشیزہ "حلیہ" زیور "غازہ" پاؤڈر۔ ترجمہ:- (مجھے ایسا بھی کرنا چاہئے کہ) دوشیزۂ عالم کے گلے میں باہیں ڈال دوں اور بوس وکنار سے اس کا زیورِ روز اور غازۂ صبح کو درہم وبرہم کر دوں (یعنی خوب دادِ عیش وعشرت دوں)۔

(۹) تشریح:- "سرآوازہ" نغمہ، گیت ترجمہ:- سرو وشمشاد حالتِ وجد میں ہیں اے نظیری! یہ وقت ہے کہ ہم بھی (مثلِ بلبل) کسی شاخ پر بیٹھ کر صبح کے گیت گائیں۔ توضیح:- یعنی جبکہ ساری کائنات پر کیف ووجد کا عالم طاری ہے، تو ہمیں بھی خواب وغفلت میں نہ پڑا رہنا چاہئے۔ صبح کا سہانا وقت ہے کچھ ذکرِ خدا کرنا چاہئے۔

بحر:- رمل مثمن مخبون مقصور　　ارکان وتقطیع:- مثل ۱۴۲ (ت)

(۱) تشریح:- "صبوح" وقتِ صبح شرابِ صبح۔ ترجمہ:- پیامِ صبح کی خوشخبری سے پھول کے کان پھٹے جاتے ہیں (یعنی) صبح کا نام بادِ صبا کے دم سے زندہ ہے (مراد یہ ہے کہ بادِ صبا صبح کے طلوع ہونے کی خوشخبری باغ میں پہونچاتی ہے جسکو سنکر پھول کھل جاتے ہیں۔ اگر بادِ صبا نہ ہوتی تو صبح کو یہ نیکنامی کیسے حاصل ہوتی کہ وہ پھول کھلا دیتی ہے)۔

(۲) ترجمہ:- اے آشیانۂ فلک میں رہنے والے طائر! جب سے تو اس چمن (عالم) سے مانوس بن گیا ہے اسوقت سے بلبل کی (رات کی) نیند اور صبح کا آرام جاتا رہا۔ توضیح:- یعنی یارِ حقیقی نے اس عالم میں جلوہ فگن ہو کر سب کو مبتلائے عشق بنا دیا کہ اب نہ رات کو نیند ہے اور نہ دن کو چین۔

نوگل از مرغِ سحرگاہ گرفتار تری ۳ دم نزد صبح حریفاں کہ نشد دامِ صبوح
در جناں بزم کہ مستانِ سحر مے نوشند ۴ صافِ خورشید لبِ دردِ تہ جامِ صبوح
دست و پا گر نزند دل نفسم می گیرد ۵ در گوِ روز فتادم ز لبِ بامِ صبوح
غمِ مطلوب سر از دامنِ دلبر نگرفت ۶ لابہ نیم شبی کردم و ابرامِ صبوح
حقِ دیدار نظیری نرسانی بتمام ۷ در شبِ وصل ادا گر نکنی وامِ صبوح

دلبر

ماندہ ام بادلے از ہجرِ عزیزاں مجروح ۱۵۱ دیدہ شد غرقۂ طوفاں چو جگر گوشۂ نوح

(۳) ترجمہ :- اے تازہ پھول! تو بلبل سے بھی زیادہ گرفتار ہے (اس لئے کہ) ایسا کبھی نہیں ہوا کہ حریفانِ (بادہ پیما) کی صبح طلوع ہوئی ہو اور وہ جام صبوحی کے لئے دام نہ بن گئی ہو۔ **توضیح** :- جس طرح طلوعِ صبح کے وقت جامِ صبوحی کا ہونا لازمی ہے۔ اسی طرح تو کھلنے پر مجبور ہے گویا تو محفلِ رنداں کا جامِ صبوحی ہے۔

(۴) ترجمہ :- ایسی دلکشا طاماذ(؟) محفل ہیں کہ جس میں صبح کے متوالے شراب نوشی کر رہے ہیں، آفتاب کی نتھری ہوئی شراب (انکے) جامِ صبوحی کی تلچھٹ دکا درجہ رکھتی ہے **توضیح** :- یعنی صبح کے وقت عاشقانِ حقیقی جامِ صبوحی میں جلوۂ رخسارِ ساقی دیکھتے ہیں جس کے آگے جامِ آفتاب بھی گدلا تلچھٹ سے بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

(۵) **ترجمہ بقالب مصرعین** :- میں (پرسکون) صبح کے لبِ بام سے دن کے (شور و شغب والے) گڑھے میں گر پڑا ہوں (جس سے نکلنے کے لئے) اگر (میرا) دل ہاتھ پاؤں نہیں مارتا تو میرا دم گھٹنے لگتا ہے۔ **توضیح** :- یعنی صبح کا وقت سکون و اطمینان کا وقت تھا جس میں دیدارِ دوست حاصل تھا، دن نکل آنے کے بعد دنیوی دھندوں میں مشغول ہو جانے کی وجہ سے دوست نظروں سے اوجھل ہو گیا یہی امر ہمارے لئے باعث دل گرفتی۔

(۶) ترجمہ :- دوست (کی جدائی) کے غم نے اپنا سر (میرے) دلبر کے دامن سے نہیں ہٹایا یا دلبر کے دامن کو نہیں پکڑا (ہر چند کہ) میں نے آدھی رات کو خوشامدانہ التجائیں بھی کیں اور صبح کو اصرار بھی۔ **توضیح** :- یعنی ہر چند میں نے دعائیں اور التجائیں کی مگر غم ایکبار میرے دامنِ دل میں آکر پھر نہیں نکلا یا اسلئے دامنِ دوست نہیں پکڑا یعنی بہر صورت وصل سے محروم رہا۔

(۷) **ترجمہ بقالب مصرعین** :- اے نظیری! اگر تو شب وصل میں صبح کی شراب نوشی کے قرضہ کو نہ چکائے گا تو دیدارِ دوست کے حق کو بکمال ادا نہ کر سکے گا۔ **توضیح** :- یعنی دیدارِ دوست کا تقاضا یہ ہے کہ شب و روز مست و بیخود رہا جائے۔ رات بھر شرابِ دیدار سے اور صبح کو جامِ صبوحی سے گویا صبوحی پینا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ ادائیگی قرضہ جسکی ادائیگی پر حق دیدار کا ادا ہونا موقوف ہے شراب صبوحی سے مراد مئے عرفان و فیضان ہے۔

بحر :- رمل مثمن مخبون مقصور   **ارکان و تقطیع** :- (مثل ۱۵۰ کے)

(۱) ترجمہ :- عزیزوں کے (غم) ہجر کی وجہ سے میں زخمی دل ہو کر رہ گیا ہوں۔ اور میری آنکھیں (کنعان) فرزندِ نوح علیہ السلام کی طرح طوفانِ (اشک) میں غرق ہو گئی ہیں۔

در رہِ دوست ہلاکِ زن و فرزند بجاست ۲ بر درِ وصل وداعِ کس و پیوند فتوح
صد بہانہ کہ یکے بر نزند بر تقصیر ۳ صد کنایت کہ یکے زانبوہ رنگِ وضوح
گاہم از باد ہوا سنگ ببارد ظاہر ۴ گاہم از کلکِ قضا جرم نیاید مشروح
بر دل و سینۂ من داغِ جفا گردد مہر ۵ در رگ و ریشۂ من قوتِ بلا گردد روح
نہ بخود حاملِ پیمانِ محبت گشتم ۶ عشوۂ دیدم و خوش آبود سر از جامِ صبوح
صالح و طالح اگر جملہ چو من وا جویند ۷ توبہ در توبہ ز زشتی بگریزد چو نصوح

(۲) ترجمہ :- دوست کے راستہ میں بیوی بچوں کا ہلاک ہو جانا درست ہے اور لوگوں اور (انکے تعلقات کا رخصت ہو جانا دروازۂ وصل کا کھل جانا ہے (یعنی وصلِ دوست علائق دنیوی سے پوری طرح سے قطع تعلق کر لینے کے بعد ہی حاصل ہو سکتا ہے)

(۳) ترجمہ :- (دوست کے پاس مجھے آنا پہونچانے کے) سینکڑوں بہانے ہیں جنمیں سے ایک بھی (میرے) جرم پر منطبق نہیں ہوتا اور سینکڑوں ایسے اشارے کنائے ہیں جنمیں سے ایک کو بھی وضاحت کا رنگ حاصل نہیں (یعنی ہم پر جو فردِ جرم لگا کر سزا دی جا رہی ہے اس کی کوئی دفعہ واضح نہیں اور نہ کسی دلیل سے ہمارا گناہ ثابت ہوتا ہے ہم کو بے خطا ستایا جا رہا ہے۔

(۴) **تشریح** :- "ہوا" حرص و ہوس "فضائے عالم" "مشروح" "سینہ" اسم مفعول بمعنی مفصل ترجمہ :- کبھی مجھ پر حرص و ہوس (یا فضائے عالم) کے ابر و باد سے کھلم کھلا پتھر برستے لگتے ہیں اور کبھی قلم قضا و قدر سے میرے گناہ تفصیل سے (پیدا) آشکارا ہونے لگتے ہیں (غرضیکہ راحت و اطمینان ایک لمحہ کیلئے

(۵) ترجمہ :- مہر محبت میرے دل اور سینہ پر داغِ جفا بن جاتی ہے اور روح رگ و ریشہ (جسم) میں آفتوں کی غذا۔ **توضیح** :- یعنی میں دوست سے محبت کرتا ہوں اور وہ مجھ پر جفا کرتا ہے بالفاظِ دیگر یہ سمجھئے کہ محبت ہی داغِ جفا بنکر ظاہر ہو رہی ہے اور روح کو عشق کی آفتیں گھلا رہی ہیں۔

(۶) ترجمہ :- میں خود بخود پیمانِ عشق کا حامل نہیں بنا (بلکہ) میں نے (تیری) ایک ادا دیکھی اور (بس میرا) دماغ جامِ صبوحی سے سرشار تھا (یعنی میں تیرا انداز معشوقانہ دیکھتے ہی مست و بیخود ہو گیا بس یہیں سے عشق کی بنیاد پڑی)

(۷) **تشریح** :- "صالح" نیک "طالح" بد "واجستن" ادراک حقیقت کرنا۔ دوسرے مصرعہ کی شرح یہ ہوگی توبہ از زشتی مثل نصوح در توبہ بگریزد "در چیزے گریختن" طلب کرنا، پناہ لینا "نصوح" سچے دل کی توبہ ایک شخص کا نام جس کا پیشہ دلالی تھا اس کے توبہ کرنے کا قصہ مثنوی مولانا روم میں تفصیل سے مذکور ہے۔ یہاں یہی مراد ہے ترجمہ :- نیک اور بد سب ملکر (بھی) اگر میری طرح دریافت حقیقت کر لیں تو بد عملی کی وجہ سے توبہ نصوح کی طرح توبہ کی پناہ میں چلی جائے گی۔ **توضیح** :- میں اپنے بد اعمال پر توبہ کا طلبگار ہوں مگر توبہ کو مجھ سے عار آتی ہے تو جس طرح نصوح نے اپنے اعمال پر توبہ کی پناہ لی تھی اسی طرح میری توبہ خود توبہ کی پناہ میں چھپ جائے گی یعنی سچ ہے استغفارِ ما محتاجِ استغفارِ ما۔

دیگر :- اگر تمام نیک و بد لوگ میری طرح (اپنے اعمال کی) تحقیق و جستجو کر لیں تو (میری طرح انکی) توبہ بھی زشتئ اعمال کی وجہ سے نصوح کے مانند توبہ کی پناہ تلاش کرنے لگے (یعنی سب کا یکساں حال ہے، بے عیب صرف خدا کی ذات ہے۔

سوئے رحمٰن علی العرش توجہ کردم ۸ بانگ زد عرش کہ پاکی ز مکان یا سبّوح
در صحبت ہمہ بر روئے نظیری بستند ۹ بجز اے فاتح الابواب درے کن مفتوح

ردیف الخاء

چگونہ نامِ تو آریم بر زبانِ گستاخ ۱۵۱/۱ کہ یادِ تو نتواں کرد در نہاں گستاخ
اگر بگلبنِ تو بلبلے پناہ آرد ۲ کسے نمیزندش گل بر آشیاں گستاخ
ہزار جمند کہ در راہِ تو شہید شود ۳ ہما نمیکندش قصدِ استخواں گستاخ
بآبِ خنجرِ جلاد دہ طہارتِ ما ۴ کہ پیش تو نتوانیم داد جاں گستاخ
اگر سوالِ ازاں لب کنیم خیرہ ببخش ۵ بمیزبانِ کرمست میہمان گستاخ

(۸) تشریح:۔ "رحمٰن علی العرش" تلمیح بآیت اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى یعنی خدا عرش پر آگیا۔ "سبّوح" خدا کے ناموں میں سے ایک نام بمعنی پاک از عیب۔ ترجمہ:۔ میں نے آیت الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ پر غور کیا تو (خود) عرش نے پکار کر کہا کہ اے خدائے پاک تو مکان سے منزہ ہے (یعنی اللہ تعالیٰ مکان اور جسمیت سے منزہ ہے لہٰذا استوا علی العرش سے جسمانیت اور مکانیت کا وہم بھی پیدا نہ ہونا چاہیے۔

(۹) ترجمہ:۔ سبھوں نے صحبت و ہمنشینی کا دروازہ نظیری پر بند کر دیا ہے تو اے دروازوں کے کھولنے والے خدا تو اپنی طرف دروازہ کھول دے (یعنی مجھ مردودِ خلائق کو تو ہی اپنی بارگاہ میں قبول فرمالے)

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون مشعث مقصور ارکان و تقطیع:۔ (مثل ۱۴۲/۱ دت)

(۱) ترجمہ تقلب مصرعین:۔ اے دوست! جبکہ تیری یاد بھی ہم دل میں بے باکانہ طور پر نہیں کر سکتے تو تیرا نام گستاخی سے زبان پر کہاں لا سکتے ہیں (یعنی ہمارے آلودہ دل و زبان اس قابل نہیں کہ تیری یاد اور ذکر کر سکیں)

(۲) ترجمہ:۔ (اے خدا تیرا حرم امن ایسا ہے کہ) اگر کوئی بلبل تیرے گلشن میں پناہ لے تو پھر کوئی اس کے آشیانہ پر (پھول) پھینک تو کہاں (پھول بھی بے باکی کیساتھ ...

(۳) ترجمہ:۔ ہر وہ قابل قدر شخص، جو تیری راہ میں شہید ہو جائے اس کی ہڈیاں ہما بھی بے باکانہ طور پر نہیں کھا سکتا (یعنی تیرے شہید ناز کا ادب مبارک خیال ہما بھی کرتا ہے تو دوسرے تو اسکیا آزار پہونچا سکتے ہیں)

(۴) ترجمہ:۔ اے شاہِ حسن پہلے جلاد کے آب خنجر سے ہمیں پاک کرے کہ تیرے سامنے بیباکی کے ساتھ ہم (اپنی آلودہ) جان پیش نہیں کر سکتے (یعنی پہلے آب تیغ تجلی سے مادیت کی آلودگی زائل ہو کر روح پاکیزہ ہو جائے اسوقت وہ شاہِ حسن کے سامنے پیش کرنے کے قابل بن سکتی ہے)

(۵) ترجمہ:۔ اگر ہم شوخی سے کوئی سوال (بوسہ تیرے) ان لبوں سے کر بیٹھیں تو (اللہ کیلئے) بخشدینا (یعنی ہماری جرأت رندانہ کو معاف کر دینا اسلئے کہ) صاحب کرم میزبان پر مہمان جری ہو جایا کرتا ہے (یعنی تیرا لطف و کرم ہی ہم کو اس سوال کی جرأت دلا رہا ہے)

بکعبہ سجدۂ عارف نمی کنند قبول ۶ اگر بہ دیر نہد پا بر آستاں گستاخ
محرمات حرم گاہ ہائے معبود اند ۷ بمقتضائے طبیعت مدعیاں گستاخ
عجب کہ جاں بسلامت برند مغروراں ۸ ستارگاں قدر انداز و آسماں گستاخ
چگونہ حرمتِ درویش پارسا ماند ۹ سوال زشت غنی سخت دل زباں گستاخ
مباد صاعقۂ بے نیازیٔ بجہد ۱۰ چنیں مجوئے نظیری ازو نشاں گستاخ
چو نیست حد کہ ببالیں نہم سرے گستاخ ۱۵۲/۱ چہ سود از حرمِ امن و خوابگاہ فراخ
ہزار بار بروں می زنند طبل رحیل ۲ ہنوز رخت زایواں کسے نبردہ بکاخ

(۶) ترجمہ تقلب مصرعین:۔ اگر کوئی عارف بے تمیزی کیساتھ بتکدہ کے آستانہ پر قدم رکھے گا تو پھر اس کے سجدے خانۂ کعبہ میں (بھی) ناقابلِ قبول ہو جائینگے (یعنی ع "الیس بزرگ است این خطا معفو" نہیں مراد یہ ہے کہ دونوں مقام دیر و کعبہ جلوہ گاہ ہیں لہٰذا جو بتکدۂ حقیقت کا احترام نہیں کرتا وہ کعبہ سے بھی بے مراد لوٹیگا۔

(۷) تشریح:۔ "محرمات" جمع محرمہ یعنی زن منکوحہ کہ برائے بیگاں حرام می گردد و نیز پردہ نشین ترجمہ:۔ مدعیانِ حسن و عشق (معبودِ حقیقی) کے حرم سرا کے پردہ نشین ہیں (ان کو اپنے) طبعی تقاضے کے مطابق بے پردہ نہ کرے توضیح:۔ یعنی عاشق و معشوق کے درمیان جو (بالظاہر) اتحاد ہے وہ برملا کہنے کی چیز نہیں منصور سے یہی غلطی تو ہو گئی تھی جس پر سولی سزا بھگتنی پڑی۔

(۸) ترجمہ تقلب مصرعین:۔ ستارے بہت نشانہ والے تیر انداز ہیں اور آسمان (قتل کرنے میں) بیباک ہے (پھر بھی اگر) مغرور اور سرکش لوگ سلامتی کے ساتھ بچ نکلیں تو یہ بڑے تعجب کی بات ہوگی (یعنی سرکش و مغرور کیلئے نجات نہیں اسکی تباہی و بربادی یقینی ہے۔

(۹) ترجمہ:۔ متقی اور پارسا درویش کی عزت کیسے باقی رہ سکتی ہے (جبکہ) زمانہ بے حیا و مالدار سخت دل بخیل بنگیا ہو اور سوال کرنا ذلت ٹھہرایا جا چکا ہے توضیح:۔ یعنی زمانہ کی بیحیائی اور مالداروں کی بیرحمی ایک روز ضرور درویش پارسا سے بھیک منگوا کر رہے گی ورنہ چاہئے تو یہ تھا کہ زمانہ اس کی موافقت کرتا اور مالدار بغیر مانگے اس کی حاجت پوری کر دیتے۔

(۱۰) تشریح:۔ "صاعقہ" گرنے والی بجلی ترجمہ تقلب مصرعین:۔ اے نظیری! اس (رب حقیقی) کا نشان اس طرح بے باک بنکر نہ تلاش کر کہیں ایسا نہ ہو کہ (اسکی طرف سے) بے نیازی کی بجلی گر پڑے (اور تجھے جلا کر خاکستر کر دے یعنی راہ سلوک و معرفت میں بڑے ادب و احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ ذراسی بے ادبی اور بے قاعدگی سے سب کیا دھرا غارت ہو جاتا ہے)

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون مشعث مقصور ✣ ارکان و تقطیع:۔ (مثل ۱۴۲/۱ دت)

(۱) تشریح:۔ "حد" مجال، اختیار۔ "امن" بمعنی مامون۔ "گستاخ" آزادانہ ترجمہ:۔ جب کہ میری یہ مجال بھی نہیں کہ آزادانہ تکیہ پر ہی سر رکھ سکوں تو حرم سرائے (عالم) کے پر امن اور خوابگاہ (دنیا) کے وسیع ہونے سے (مجھے) کیا فائدہ؟ توضیح:۔ یعنی اگر دنیا میں اسباب راحت ہیں تو ہوا کریں جب مجھے حاصل نہیں تو میری طرف سے ان کا وجود و عدم برابر ہے۔

(۲) تشریح:۔ "ہزار بار بروں" اس فقرے کی دو ترکیبیں ہو سکتی ہیں اول بمعنی از ہزار بار بروں یعنی ہزار بار سے بھی سوا دوم بمعنی بیرونِ در

نشستہ نغمہ سرایاں بہم چہ دانستیم ۳ کہ سنگ تفرقہ ماں می براندازِ سرِ شاخ
ز دام و دانۂ صیاد مرغ سے نالد ۴ خبر نداشت کہ بر سیخ می کشد طبّاخ
غبارِ لشکرِ یاجوجِ غم جہاں بگرفت ۵ کہ گفت سدِّ سکندر نمی شود سوراخ
بہیچ حیلہ ز پیشِ اجل خلاصی نیست ۶ ز گرگ اگر بجہی پوست می کند سلّاخ
چناں رسید جراحت بدل کہ دیدہ ندید ۷ ز زخمِ حادثہ ز د ناگہاں نظیری آخ

ہزار بار" ایوان " بڑا دالان نشستگاہ . کاخ . محل مکان ترجمہ بقلب معرعین :۔ ابھی تک کوئی دالان سے اٹھا کر گھر کے اندر (بھی) سامان نہیں بیجا سکا ہے کہ باہر سے (تغیرات زمانہ کے نقارچیوں نے) کوچ کا نقارہ ہزاروں بار بجا ڈالا (یا ہزاروں بار سے بھی سوا بجا ڈالا یعنی حیف کہ بیٹھے بھی نہ تھے کہ اٹھا دئے بھی گئے
اسی مضمون کو پہلے اس طرح ادا کیا ہے سہ ہنوز گشتہ عالم ہی ملک غیر تو * ناکردہ گرم جھاڑ دہ کوس رحیل را۔

(۳) تشریح :۔ "ما" ضمیر مفعولی معنی ہمارا ترجمہ :۔ (ہم بلبلان مست کی طرح) باہم بیٹھے ہوئے (مزے سے) گیت گا رہے تھے ہمیں کیا خبر تھی کہ سنگ تفرقہ (عیش و طرب کی) شاخ سے ہمکو ناگاہ اڑا دے گا۔ توضیح :۔ یعنی جیسے لڑکے ڈھیلا پھینکدیتے ہیں تو درخت پر بیٹھی ہوئی چڑیاں اڑ جاتی ہیں۔ اسی طرح حوادث زمانہ نے ہماری جمعیت کو پریشان کردیا۔

(۴) ترجمہ :۔ مرغ (تو گرفتار شکاری کے دام و دانہ کی وجہ سے تو نالہ و زاری کر رہا ہے (مگر) اسے یہ معلوم نہیں کہ (ابھی تھوڑی دیر میں) باورچی اسکو سیخ پر چڑھا دیگا اور کباب بنا ڈالیگا مراد یہ ہے کہ انسان اپنی غفلت کی بنا پر دنیوی تکلیفوں پر جزع فزع کرتا ہے کیونکہ اسکو آگے کی کٹھن منزلوں کی خبر نہیں ہے۔
(۵) تشریح :۔ "یاجوج و ماجوج" ایک مردم آزار قوم کا لقب جنکو روکنے کیلئے سکندر ذوالقرنین نے سیسہ اور کانسی کی دیوار بنائی۔ پورا قصہ قرآن مجید میں مذکور ہے "سد" دیوار ترجمہ :۔ یاجوجِ رنج و غم کے لشکر کا غبار عالم پر چھایا ہوا ہے (مگر یہ) کون کہتا ہے کہ سدِ سکندر میں سوراخ نہیں ہوتا۔ توضیح :۔ یعنی یاجوجِ غم نے ضبط و قرار کی سدِ سکندری کو توڑ کر سارے عالم کو مبتلائے رنج و الم بنا دیا ہے۔
(۶) تشریح :۔ سلاخ " پوست کَن قصاب ترجمہ :۔ کسی تدبیر سے (بھی) موت کے آگے سے (جان بچاکر) نکل جانا ممکن نہیں بھیڑیئے سے اگر تو بچ نکلا (بھی) تو (پھر) کھال قصائی کھینچ ڈالیگا (یعنی بہر حال موت کا آنا لازمی ہے مثل مشہور ہے کہ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی)
(۷) تشریح :۔ "آخ" اسم صوت بمعنی چیخ ترجمہ :۔ دل پر ایسا زخم لگا ہے جو (کہ کسی) آنکھ نے نہ دیکھا تھا (یہ) کہ اس دردناک حادثہ کے زخم کی وجہ سے نظیری کے منہ سے (بھی) اچانک چیخ نکل گئی (یعنی زمانہ کے حوادث نے بالآخر نظیری سے ضبط و تحمل والے شخص کو بھی آمادہ فغان بنا دیا)

الحمد للہ و المنۃ کہ آج بتاریخ ۲ محرم الحرام ۱۳۵۹ھ نغمات عبیری شرح غزلیات نظیری کی پہلی جلد کی تسوید سے فراغت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد دوسری جلد شروع ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تکمیل کی توفیق بخشے اور شرف قبول عطا فرمائے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین *

۱۱ فروری سنہ ۱۹۴۰ء

محبوب الٰہی
(پروفیسر اورینٹل کالج فتحپوری دہلی)
(نظر ثانی برائے طبع دوم ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۲ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف الدّال

پردہ برداشتہ ام از غمِ پنہانے چند ۱ بزیاں میرود امروز گریبانے چند
زاں ضعیفاں کہ وفا داشت دریں شہر اسیر ۲ قفسے چند بجا ماندہ و زندانے چند
سرو سامانِ سخن کردن ایں جمعم نیست ۳ بپہلوی من بنشانید پریشانے چند
بس خرابی کہ زیکدیگر ماں نشناسند ۴ ماندہ ایم از دہ غارت زدہ ویرانے چند
کشتہ از بسکہ فتادند کفن نتواں کرد ۵ فکر خورشیدِ قیامت کن و عریانے چند

بحر :۔ رمل مثمن مخبون مقصور مشعّث

تقطیع :۔
پردہ بردا	شتہ ام از	غمِ پنہا	نے چند
فاعلاتن	فعلاتن	فعلاتن	فعلات

(۱) تشریح :۔ "چند" پہلے مصرعہ میں "پردہ" اور "غم پنہانے" دونوں کے ساتھ مرتبط ہو سکتا ہے "بزیاں رفتن" نقصان ہو جانا۔ ترجمہ :۔ میں نے (اپنے) مخفی غم کے چند پردے اٹھا دیئے ہیں یا چند مخفی غموں کو ظاہر کر دیا ہے اس لئے یقین ہے کہ آج کئی گریبانوں کا نقصان ہو جائیگا۔ یعنی ہمارے افسانۂ غم کو سنکر سننے والے بھی گریباں چاک کر ڈالیں گے۔
(۲) ترجمہ :۔ جن ناتوان (طائران روح) کو (پاس) وفا نے اس شہر (ہستی) میں قید کر رکھا تھا (اب) چند قفس (کالبد بے روح) اور چند قید خانے ان کے بجائے باقی رہ گئے ہیں۔
(۳) تشریح :۔ "سر و سامان" اسباب مراد حوصلہ و ہمت "جمعم" میں "م" بمعنی مرا۔ ترجمہ :۔ مجھے اس مجمع (با ہوش و خرد) سے بات چیت کرنے کا حوصلہ نہیں میرے پہلو میں (تو) چند دیوانوں کو بٹھا دو (یعنی جو عشق سے خالی ہیں وہ میری ہمکلامی کے لایق نہیں) مجھ سے دیوانۂ عشق کو تو دیوانوں کی ضرورت ہے۔
(۴) ترجمہ :۔ ویرانی کی بھی حد ہو گئی کہ (لوگ) ہم (غارت زدوں) کو ایک دوسرے سے ممتاز نہیں کر سکتے (وجہ یہ ہے کہ) ہم لٹے ہوئے گاؤں کے چند کھنڈر بن کر رہ گئے ہیں یعنی جس طرح غارت زدہ گاؤں کے اجڑے ہوئے گھروں میں امتیاز نہیں رہتا اسی طرح ہم غارت زدہ گان عقل و ہوش بے امتیاز بن گئے ہیں۔
(۵) ترجمہ :۔ (تیغ نگاہ یار کے) کشتوں کے (اتنے) پشتے لگ گئے ہیں کہ (انکو) کفنایا بھی نہیں جا سکتا پس خیال کرو کہ چند (عشاق) بے کفن کا آفتاب قیامت کی تمازت و حرارت (میں کیا حال ہوگا قیامت میں مردے قبروں سے) انہی کفنوں میں ملبوس اٹھیں گے جن میں ان کو دفن کیا جائیگا۔ اس امر کو پیش نظر رکھ کر کہتا ہے کہ ان بے کفن عاشقوں کا وہاں کیا حال ہوگا سوچو!

ہیچ دل را ستم حادثہ مجروح نہ کرد ۶ کہ نہ لعلِ تو براں ریخت نمکدانے چند
ہیچکس را سرِ پائے تزدِ ایام کہ ما ۷ پشت دستے نگزیدیم بدندانے چند
بر عشرت طلبی لختِ دل آرام بیروں ۸ چیدہ ام از گل ایں بادیہ دامانے چند
چشم بر فیضِ نظیری ہمہ خوباں دارند ۹ کاسہ در پیش گدا داشتہ سلطانے چند

شمع را زندہ دلی در شب تار آخر شد ۱ روز عشرت ہمہ در خواب و خمار آخر شد
شاخ سرکش شد و دست ہمہ کوتاہ بماند ۲ جور گل چین و نزاعِ سر خار آخر شد
عندلیب ار نسرائید بقفس معذور است ۳ گل ببازار نبردند و بہار آخر شد

(۶) ترجمہ:۔ کسی دل کو (زمانہ کی) افتاد کے جور نے زخمی نہیں کیا کہ تیرے لعل (لب) کے تبسم نے اس پر کئی نمکدان نہ چھڑک دیئے ہوں یعنی دوست کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ بجائے رحم کھانے کے تکلیف کو اور دوچند کر دیا۔

(۷) ترجمہ:۔ زمانہ نے کسی کے ٹھوکر نہیں ماری کہ ہم نے (افسوس و حسرت میں) چند دانتوں سے ہاتھ کی پشت نہ کاٹی ہو یعنی چونکہ ہم جور زمانہ سے واقف ہیں اسلئے دوسروں کو مبتلائے غم دیکھکر ہمارا جذبۂ رحم ابھر آتا ہے اور روش زمانہ پر افسوس کرتے ہیں

(۸) ترجمہ: جو ثمرہ زندگانی کا طالب ہے اور میں دل کے ٹکڑے نکالکر دکھاتا ہوں (گویا یہ ہے زندگی کا پھل) میں نے اس دشت (دل) کے پھولوں یعنی لخت ہائے دل سے کئی دامن بھرے ہیں یعنی میں مصائب زندگانی سے خوب واقف ہوں۔

(۹) ترجمہ:۔ آج نظیری کے فیضان پر سب حسین نظریں لگائے ہوئے ہیں یعنی بوجہ کمال عشق اب حسین بھی گوشۂ التفات کے خواہاں ہیں) گویا چند بادشاہ فقیر کے سامنے کاسۂ گدائی پھیلائے ہوئے ہیں (یہ سب کچھ عشق صادق کا کرشمہ ہے)

بحر:۔ رمل مثمن مخبون محذوف مشعث۔ تقطیع مثل ۴ مگر عروض و ضرب فَعِلُن خبن شدہ محذوف مشعث ہے

(۱) ترجمہ:۔ افسوس کہ شمع کی زندہ دلی تاریک رات میں (جبکہ روشنی کی ضرورت تھی) ختم ہوگئی اور عیش و عشرت کے تمام دن (عہد جوانی) خواب (غفلت) اور خمار (پندار) میں ختم ہوگئے یعنی کچھ کام نہ کیا۔ شمع میں ایک باریک بتی ہوتی ہے جب تک وہ باقی رہتی ہے شمع جلتی رہتی ہے اور جب ختم ہو جاتی ہے شمع بجھ جاتی ہے اس کو زندہ دلی کے ختم ہو جانے سے تعبیر کرنا ایک لطیف تخیل ہے۔

(۲) ترجمہ:۔ شاخ نے (ہی خود اپنا) سر اونچا کر لیا اور سب کے ہاتھ (اس تک پہنچنے سے قاصر رہ گئے چلو اچھا ہوا) پھول توڑنے والے کا ظلم اور کانٹے کی نوک کا جھگڑا (تو) ختم ہو گیا یعنی شاخ مراد اتنی بلند ہے کہ ہر ہوسناک کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ سکتا۔

(۳) ترجمہ:۔ اگر بلبل (گرفتار) قفس میں نہ چہچہائے تو وہ معذور ہے کہ (بیچنے والے) پھول (باغ سے) بازار میں لیجا بھی نہ پائے اور بہار ختم (بھی) ہو گئی۔ توضیح:۔ یعنی اگر بہار کچھ بھی پائیدار ہوتی تو بلبل اس توقع پر کہ گل بازار میں آنیکے بعد شاید مجھ گرفتار قفس تک بھی پہونچ جائے ضرور نغمۂ شوق گاتا مگر بہار کو اتنا ثبات کہاں ہے۔ عندلیب عاشق سے قفس گوشۂ ہجر سے اور

خلعتِ دہر باندازہ حال اکنوں نیست ۴ چرخ را رشتہ بہم رفت و مدار آخر شد
ہمچو دینار کہ در پائے کریماں افتد ۵ کس نگفت از چہ شماریم و شمار آخر شد
کمتر از رنگ حنا بود بما لطف جہاں ۶ سر دستے نفشاندیم و نگار آخر شد
فکر ناآمدہ اینست کہ امسال گذشت ۷ غم آیندہ ہماں بود کہ پار آخر شد
نقش رخسار تو بر صفحۂ جاں گشت رقم ۸ پردہ بر یک طرف انداز کہ کار آخر شد
شاہداں گوشۂ چشمے بنظیری دارند ۹ ہرچہ دل صید ہمی کرد شکار آخر شد

بہار کو جلوۂ یار کی اٹھتی سی جھلک سے استعارہ مان کر شعر کا عاشقانہ پہلو اور علی الترتیب روح۔ بدن اور نمائش دنیوی کا استعارہ قرار دیکر عارفانہ پہلو سامنے آجاتا ہے۔

(۴) تشریح:۔ خلعت "لباس فاخر" رشتہ بہم رفتن "الجھ جانا۔ ٹوٹ جانا" مدار "خط محوری" مراد گردش۔ مدار لکڑی کے اوس رول کو بھی کہتے ہیں جس پر کپڑا بنتے وقت لپیٹا جاتا ہے۔ ترجمہ۔ اب لباس زمانہ موجودہ وقت کے مناسب و موافق نہیں اسلئے کہ رشتۂ فلک الجھ گیا اور (اسکے) محور کا بھی خاتمہ ہو گیا اور ظاہر ہے کہ تانا بھی الجھ چکا ہو اور کپڑے کے تھان کو درست رکھنے کے لئے رول بھی نہ ہو تو وہ کپڑا کیا موزوں ہو سکتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ گردش زمانہ کسی کے موافق نہیں۔

(۵) ترجمہ:۔ (ہم دولت میں) اوس دینار کے مثل رہیں (جو اہل سخاوت کے قدموں میں پڑا ہو۔ (چنانچہ) کسی نے (ابھی) نہ پوچھا کہ ہم کس گنتی میں ہیں اور گنتی ختم ہوگئی (یعنی دوست کی نظر انتخاب نے قسمت والوں کو منتخب کر لیا اور ہم بدقسمت محروم رہ گئے

(۶) ترجمہ:۔ ہمارے ساتھ دنیا کا لطف و کرم حنا کے رنگ سے بھی کم پائیدار تھا۔ (چنانچہ) ہم نے (خوشی میں) ایک بار بھی ہاتھ نہ اچھالا تھا کہ رنگ زائل ہو گیا یعنی سرور و شادمانی سریع الزوال ہے۔

(۷) تشریح:۔ "ناآمدہ" غیر حاصل شدہ۔ "پار" گذشتہ سال۔ ترجمہ:۔ غیر حاصل شدہ چیز کا غم یہی ہے جو اس سال گذرا اور آئندہ کی فکر (بھی) وہی ہے جو کہ گذشتہ سال ہو گذری (یعنی ماضی، حال اور مستقبل ہمارے لئے تینوں مایوسی اور محرومی کو زمانے ہیں

(۸) ترجمہ:۔ (اے محبوب!) تیرے رخسار کا نقش (میرے) روح کے صفحہ پر ثبت ہو گیا ہے۔ (اس لئے اب) پردہ الگ اٹھا کر پھینک کر (اب) پردہ کا معاملہ ہی جاتا رہا (یعنی بیگانگی کی صورت میں پردہ کیا جاتا ہے لیکن جب یگانگی اس درجہ ہو چکی ہو کہ لوح جان پر تیری تصویر کھنچ گئی ہے تو پردہ بیکار ہے)

(۹) ترجمہ:۔ (آج) حسینان جہاں نظیری پر گوشۂ نظر لگائے ہوئے ہیں (خدا کی شان! کہ جو لوگ (ابتک عشاق کے) دل شکار کیا کرتے تھے آخرکار وہ خود شکار ہو گئے (یعنی عشق کامل معشوق کو التفات پر مجبور کر دیتا ہے)

ذوقے زمے نزاد کہ صد شور و شر نشد ۳/۱ بیباکئے از مذاقِ خمِ مے بدر نشد

ایں رسمہائے تازہ زحرمانِ عہدِ ماست ۲ عنقا بروزگارِ کسے نامہ بر نشد

باز ایں چہ آفت ست درختِ اُمیدِ ما ۳ امسال ہم شگوفہ فشاند و ثمر نشد

بیہودہ بر گذر گہِ آفت نشستہ ایم ۴ شد کاروان و مردِ رہے جلوہ گر نشد

رسوا منم، دگرنہ تو صد بار در دلم ۵ رفتی و آمدی کہ کسے راخبر نشد

دستارِ مارِ گنج گرہ در گلو شود ۶ جسم را کہ خشتِ میکدہ تاجِ سر نشد

شب زندہ دار باش کہ تا پیر بت تراش ۷ بیدار بود بت کدہ زیر و زبر نشد

در صدر چوں حضور نبود آستاں گزید ۸ ہر گز گدائے کوئے مغاں معتبر نشد

• بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف۔ تقطیع:- ذوقے ز / مے نزاد / کہ صد شور / و شر نشد — مفعول / فاعلات / مفاعیل / فاعلن

(۱) ترجمہ:- شراب سے کوئی کیف پیدا نہیں ہوا کہ سینکڑوں فتنہ و فساد برپا نہ ہوگئے ہوں (معلوم ہوا کہ ابھی تک) بے باکی خُمِ شراب کے مذاق سے نہیں نکلی (یعنی مے خواری میخواروں کی آشفتگیٔ احوال کا باعث ہے۔)

(۲) ترجمہ:- یہ نئی نئی رسمیں ہمارے زمانہ کی حرماں نصیبی کے سبب ہیں (ورنہ) کسی کے عہد میں (بھی) عنقا قاصد نہیں تھا۔ (عنقا ایک طاہر معدوم کا نام ہے اور اسکے نامہ بر بننے کے یہی معنی ہیں کہ سلسلہ نامہ و پیام بھی معدوم پس اس کا نامہ بر ہونا ہمارے عہد کی طرفگی ہے۔

(۳) ترجمہ:- پھر یہ کیا آفت نازل ہوگئی ہے کہ اس سال بھی ہمارے درختِ امید کی کلیاں جھڑ گئیں اور پھل نہ آیا۔ (یعنی ہم کو پیہم نامرادیوں سے پالا پڑ رہا ہے۔)

(۴) ترجمہ:- ہم بیکار آفتوں کے راستہ پر بیٹھے ہوئے ہیں، قافلہ گذر گیا لیکن کوئی راہ سے باخبر شخص نمودار نہیں ہوا (یعنی مرشد کامل کا وجود نادر ہے)

(۵) ترجمہ:- بدنام میں ہو رہا ہوں ورنہ سینکڑوں بار تو میرے دل میں اس طرح آیا اور گیا کہ کسی کو خبر تک نہیں ہوئی (یعنی رسوا ہونا تجھے چاہیئے مگر ہو رہا ہوں میں)

(۶) ترجمہ:- (خدا کرے) خزانہ والا سانپ بشکل دستار اوس بادشاہ جمجاہ کے گلے کا پھندہ بنجائے جس کے سر کا تاج میخانہ (عشق کی خشت و خم) نہ بنی ہو (یعنی دنیا طلب اور عشق و محبت سے کنارہ کش کو نامراد ہونا چاہیئے)

(۷) ترجمہ:- تو راتوں کو بیدار رہنے والا بن۔ اسلیئے کہ جب تک بت تراشنے والا پیر جاگتا رہا بتخانہ تہ و بالا نہیں ہوا یعنی بتکدۂ دل کی حفاظت رکھ اور صنمِ حقیقت کی پوجا میں لگا رہ، ایسا نہو کہ غلبۂ ہوا و ہوس تجھ کو اُس سے غافل کردے اور یہ بتکدہ برباد ہو جائے)

(۸) ترجمہ مسند صدارت پر بیٹھنا جب (میسر) نہ ہوا تو غریب نے (چوکھٹ ہی) کو منظور کر لیا (غرضکہ) کوچۂ مغاں کا سائل

بس نغمہا بگوشِ نظیری ہوس کشید ۹ در از درونِ دل بہ بست و بہ بیروں در نشد

قاصد دلے آزردہ تر از آبلہ دارد ۴/۱ مے آید از آں کوئے و از رفتن گلہ دارد

کس خیمہ نیفراخت بہ سرچشمۂ حیواں ۲ گاہے گذرے خضر بریں مرحلہ دارد

شاید کہ شود جلوہ گر از عیب جمالے ۳ چشمے ہمہ کس بر رہِ ایں قافلہ دارد

معشوق جمیل ست و غیورست ارنہ بگویم ۴ مجنوں نسب از لیلیِ ایں سلسلہ دارد

ہوئے بفراغت نکند در رہِ صحرا ۵ دیوانہ کہ آہوئے رماں در گلہ دارد

کبھی قابل اعتبار و اعزاز نہیں ہوا لیکن وہ بھی مے کدہ کو چھوڑنے والا نہیں مسند پر جگہ نہیں ملیگی تو وہ استانہ پر ہی جما رہے گا یعنی اسی طرح طلب میں لگے رہنا چاہیئے)

(۹) ترجمہ:- ہوس نے بہت سے نغمے نظیری کے کان میں پہونچائے (یعنی جذبات دنیا طلبی کو ابھارا مگر) اوس نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ اور دروازے سے باہر نہ نکلا (یعنی دنیا کی رنگینیوں پر نظر رکھا)

• بحر:- ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف۔ ارکان:- مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن دوبار

تقطیع:- قاصد د / لِ آزردہ / تر از آب / لہ دارد — مفعول / مفاعیل / مفاعیل / فعولن

(۱) ترجمہ:- (ہمارا) نامہ بر آبلہ پا سے زیادہ آزردہ دل رکھتا ہے یا آبلوں کیوجہ سے زیادہ آزردہ دل ہے (کہ) اس کوچہ سے آرہا ہے اور جانیکا شاکی ہے (یعنی دوست کے پاس سے ناکام آنیکی وجہ سے بیحد آزردہ ہے اور جانے پر اظہار افسوس کر رہا ہے)

(۲) ترجمہ:- چشمۂ آبحیات پر ہر شخص خیمہ نصب نہیں کر سکتا، خضر کا گذر رہی، کبھی کبھی اس مقام پر ہو تا ہے (یعنی عرفان کے آبحیات سے دانائے راز اور رشناسائے راہ ہی سیراب ہو سکتا ہے ہر کوئی نہیں)

(۳) ترجمہ:- ممکن ہے کہ غیب سے پرتو جمالِ (حقیقت) ظاہر ہو جائے اسلیئے ہر شخص نے نظر اس قافلہ کے گذرگاہ پر لگا رکھی ہے (یعنی جمال حقیقت کی تمنائے دید میں ہر ذرہ چشم وا بنا ہوا ہے)

(۴) ترجمہ:- دوست صاحب جمال اور غیرت مند ہے (اس لئے خاموش ہوں، ورنہ میں کہہ دیتا کہ مجنوں اس سلسلہ (حسن و عشق) کی لیلی کا ہم نسب ہے (یعنی ہمہ اوست برحق ہے مگر اس لئے نہیں کہتا ہوں کہ ممکن و فانی کا ذات واجب و باقی کے ساتھ اتحاد کا دعوی کرنا بے ادبی ہے۔

(۵) ترجمہ بقلب مصرعین۔ وہ دیوانہ جس کا آہو (دوست) اوسکے قابو سے نکلکر گلہ (آہوان) میں جا ملا ہو وہ پورے بیابان میں بھی اطمینان سے ہو حق نہیں کر سکتا کہ اس سے آہوؤں کے اور زیادہ متنفر ہو جانے کا خطرہ ہے۔ یعنی اس کے بغیر نہ قرار آتا ہے اور نہ یارائے فریاد و فغان ہے)

دریاکش ہمے باید و در ظرف نگنجد ۶ صد گونہ الم طائر کم حوصلہ دارد
فارغ نشوم یک نفس از بندگیِ عشق ۷ شکرانۂ فرضے کہ کنم نافلہ دارد
بے بادہ کنم مستی و بے نغمہ زنم ذوق ۸ اینک مے و نے ہر کہ سر مشغلہ دارد
چوں گفتہ و ناگفتہ بسنجیدن بخت است ۹ شعرے کہ نگفتست نظیری صلہ دارد

کمال عاشقی حیرانی دیدار مے آرد ۱ چو آتش دیر میماند سمندر بار مے آرد
نہ رشک خود فروشاں میکشد نے ناز کم سنجاں ۲ فریب حسن غوغا از سرِ بازار مے آرد
تو در خواہ از قضا چندانکہ فیروزی شود روزے ۳ بخت ار در نبندی اختر از دیوار مے آرد

(۶) ترجمہ:- (ہمارا) کم حوصلہ طائر یا طالب (دل) سینکڑوں قسم کے غم و الم میں مبتلا ہے (اس لئے کہ) اس کو ضرورت تو دریا کی ہے اور ظرف میں سمائی نہیں (یعنی افسوس!) کہ دریائے حقیقت کو اس کوزۂ دل میں بند نہیں کیا جاسکتا)

(۷) تشریح:- "نافلہ" نماز نفل۔ عطا، انعام ترجمہ:- میں عشق کی بندگی سے ایک لمحہ کے لئے بھی فارغ نہیں ہو سکتا کیونکہ جو (نماز) شکرانہ فرض ادا کرتا ہوں وہ (حکم) نفل رکھتا ہے (اور فرض ذمہ پھر واجب رہ جاتا ہے) یا جو شکرانہ فرض ادا کرتا ہوں۔ وہ اپنے پہلو میں عطیہ و انعام رکھتا ہے جس پر شکرانہ پھر واجب ہو جاتا ہے اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

(۸) ترجمہ:- میں بغیر شراب کے ہی مست ہوں اور بدون نغمہ اور راگ کے نعرۂ شوق لگاتا ہوں (لو) شراب اور بانسری یہ موجود ہے جس کو (ان سے) شغل کرنیکا خیال ہو (آئے) شوق سے کرے ہم ان کے محتاج نہیں۔ یعنی ہم شوق و مستی کے اسباب ظاہری سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔

(۹) ترجمہ:- جبکہ کہنے اور بے کہے کلام کا دار و مدار مقدر کی تول (قدر دانی) پر ہے تو جو شعر ابھی تک نظیری نے کہا تک نہیں سزاوار انعام ہے (یعنی یہ میری خوش بختی ہے کہ نہ کہے ہوئے شعروں پر بھی مجھے استحقاق داد حاصل ہے۔

بحر:- ہزج مثمن سالم۔ ارکان:- مفاعیلن ہشت بار۔ تقطیع:- کمالے عا (مفاعیلن) شقی حیرا (مفاعیلن) نئے دیدا (مفاعیلن) رمے آرد (مفاعیلن)

(۱) ترجمہ:- عشق کا درجہ کمال پر پہونچ جانا حیرت دیدار پیدا کر دیتا ہے (یعنی عاشق جلوہ دوست دیکھ کر حیران و مبہوت بنجاتا ہے دیکھو (لو) جب آگ مدت تک (برابر جلتی) رہتی ہے تو اس کا ثمرہ سمندر ہوتا ہے جو آگ میں پیدا ہو جاتا ہے اور آگ اس کے لئے ذریعہ حیات ہوتی ہے اسی طرح عاشق تجلیاتِ حسن میں محو ہو جاتا ہے اور وہی اسکے لئے سرمایۂ زندگی بنجاتی ہیں

(۲) تشریح:- "خود فروش" اپنی نمائش کرنیوالا، مغرور۔ "کم سنج" ناقدردان، کم قیمت لگانے والا۔ ترجمہ:- (میرے محبوب کا) فریب حسن نہ اپنی نمائش کرنیوالوں پر رشک کرتا ہے اور نہ کم قیمت لگانیوالوں کے ناز اٹھاتا ہے۔ (بلکہ) وہ تو سر بازار (بھول) سے شور مچوا دیتا ہے (یعنی سب کو اپنا شیدا اور والہ بنا لیتا ہے اور خود فروشونکی خود فروشی اور کم سنجوں کی کم سنجی دھری کی دھری رہ جاتی ہے)

۳ ترجمہ:- تو قضا و قدر سے طلب کو برابر جاری رکھ یہانتک کہ ایکدن ایسی کامیابی ہو جائیگی کہ اگر تو نصیب کے سامنے دروازہ (بھی) بند کر دیگا تو اختر بخت لاس مطلوب کو دیوار پر سے لا ڈالیگا (یعنی اگر مشیتِ خداوندی ساتھ دیگی تو

بہ ہند خط جمال یار سودائے عجب دارد ۴ ہمہ اقرار و ایماں مے برد انکار مے آرد
مسلماں عاشقِ رخسار ہندو والہ زلفش ۵ موحد بیں کہ باہم مصحف و زنار مے آرد
مبارک فال صبحِ دولتِ دیدار میخواراں ۶ کہ دست و پائے بخت خفتہ را در کار مے آرد
ز خود بیناں چہ میگوئی ببزم بیخوداں بنشیں ۷ کہ آب خضر اگر حاجت شود خمار مے آرد
نظیری از نوازشہائے درد دوست در ذوقم ۸ کہ چوں چنگم بضربت بر سر اسرار مے آرد

بہر حال کامیابی ہوگی۔ اور یہ طلب پیہم اور جذبہ صادق پر موقوف ہے)

(۴) تشریح:- "ہند خط" رخسار یار کے خط کو ساحری و کافری میں ہندوستان سے تشبیہ دی ہے ترجمہ:- (رخ) یار کا جمال خط (رخسار) کے ہندوستان میں عجیب و غریب (رنگِ) جنون و سودا رکھتا ہے کہ تمام ایمان و اقرار کو رخصت کئے دیتا ہے اور اسکی جگہ کفر و انکار کو لا رہا ہے (یعنی عشق کو ظلمتکدۂ خط میں نور چہرہ کی تابانی دیکھ کر یقین ہو گیا ہے کہ کافری اختیار کئے بغیر چہرۂ حقیقت کے انوار حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ہم اقرار و ایمان دیکر انکار و کفر خرید رہے ہیں)

(۵) تشریح:- "موحد" قائل توحید مراد محبوب ہے جس کے چہرہ کو قرآن اور زلف کو زنار قرار دیا ہے۔ ترجمہ:- مسلمان اس کے رخسار کا عاشق اور ہندو اسکی زلف کا شیدا ہے (ذرا اس) توحید والے کو (تو) دیکھو کہ قرآن اور زنار ساتھ ساتھ لئے آرہا ہے (یعنی مومن و کافر سب اوسی کی پرستش کرتے ہیں فرق اتنا ہے کہ کافر مظاہر کثرت اور مجاز پر مائل ہے جس کو زلف سے تعبیر کیا ہے اور مومن اوس کے چہرہ ذات کا شیدائی ہے جسے قرآن قرار دیا گیا ہے۔ دوسرے مصرعہ میں امر استعجاب کے لئے کہ خدا کی بھی کیا انوکھی شان ہے کہ مصحف چہرۂ قدیم بھی موجود ہے جس کے عیاں ہونے پر تمام کثرتوں کی تاریکی چھٹ جاتی ہے اور زنار کثرت بھی موجود ہے جس میں جھنک ہو جانے سے نور حقیقت نظروں سے پنہاں ہو جاتا ہے)

(۶) ترجمہ:- شراب نوشوں کی دولت دیدار والی صبح (بھی) مبارک شگون والی ہے کہ سوتے ہوئے نصیب کے ہاتھ پاؤں کو معروف عمل کر دیتی ہے (یعنی بادہ خواران معرفت کا نصیب جاگ جاتا ہے جبکہ وہ شراب دیدار دیکھتے جام نوش جان کرتے ہیں

(۷) ترجمہ:- اپنے پر نظر رکھنے والوں کی بات کیا کرتا ہے؟ (ذرا جا کر میخانۂ عشق کے) بیخودوں کی محفل میں بیٹھ کر (یہاں) اگر آب حیات کی (بھی) ضرورت آ پڑیگی تو مے فروش لے آئیگا۔ (یعنی آب خضر شراب معرفت ہے جس کو پی کر دائمی مستی اور حیات حاصل ہو سکتی ہے، خود بیں کے لفظ سے بوجہ آئینہ سازی سکندر پر ایک لطیف طنز نکلتا ہے)

(۸) تشریح:- "چنگم" میں "م" ضمیر مفعولی ہے "نوازش" حاصل مصدر از نواختن بمعنی بجانا و نوازنا۔ ترجمہ:- اے نظیری! میں دوست کے درد عشق کی نوازشوں سے پر ذوق ہوں کہ وہ مجھ کو سارنگی کی طرح چھیڑ کر رازہائے دلی کے اظہار پر آمادہ کرتا ہے، غالب نے کہا ہے ؎ پر ہوں شکوے سے میں یوں راگ سے جیسے باجا -
اک ذرا چھیڑیئے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے -

چوں ابرِ بہاری بسرم سایہ افگن شد ۱ بر ہر بر و بومم کہ نظر کرد چمن شد

چوں شمع کرشد رہبرِ پروانہ زتابش ۲ دلسوزیِ او باعث جانبازیِ من شد

میخواست شود قابلِ نظمم بلاغت ۳ صد پایہ بشیب آمد و بر اوجِ سخن شد

بے جام ہمہ میکش و بے بادہ ہمہ مست ۴ از نظمِ من آئینِ مغاں رسمِ کہن شد

شک نیست کہ از نیم نظر کار بر آید ۵ آنرا کہ دلیل آصفِ اعجازِ سخن شد

ہمسائگیش را اثرِ ابرِ بہار است ۶ ہم خانہ گلستاں شد و ہم خار سمن شد

از یار و دیار ار نکنم یاد عجب نیست ۷ از رشکِ منِ امسال غریبی بوطن شد

بحر:- ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف. تقطیع و ارکان:- مثل ؎

(۱) ترجمہ:- بسبب (الطاف و کرم دوست کے) ابرِ بہاری نے (یا دوست نے مثل ابرِ بہاری) میرے سر پر سایہ کیا تو میرے (دل و جان کے) جس خطہ اور سرزمین پر (بھی) اس نے نظر ڈال دی چمن بن گئی۔

(۲) ترجمہ: جس طرح کہ شمعِ نور کی وجہ سے (جاں نثاری کے لئے) پروانہ کی رہنما بنی (ٹھیک اسی طرح) اُسکی سوزشِ دل میری جانبازی کا سبب ہوئی (یعنی معشوق کے دل میں پہلے گداز پیدا ہوا اور وہی جاں نثاری کا باعث ہوا)۔

عشق اوّل در دلِ معشوق پیدا می شود ✤ تا نسوزد شمع کے پروانہ شیدا می شود

(۳) ترجمہ:- (حاسد) چاہتا تھا کہ بلاغت میں میری (سی) نظم کی قابلیت رکھنے والا بن جائے۔ تو حالانکہ وہ کلام کی بلندی پر ہو گیا مگر (میرے اعتبار سے) سو درجہ نیچے گر گیا۔

(۴) ترجمہ:- (سننے والے) سب کے سب بدون جام (اور بغیر شراب کے ہی) بادہ نوش اور بے خود بنگئے ہیں میرے اشعار کی وجہ سے دستورِ مغاں (یعنی حصول مستی کے لئے پابندیِ جام و مینا) ایک پرانی رسم بن کر رہ گئی ہے مطلب یہ ہے کہ میرے کلام میں شراب کا سا نشہ اور کیف ہے اور طرفہ یہ کہ بے منت جام و مینا حاصل ہوتا ہے۔

(۵) تشریح:- "آصف" سلیمان علیہ السلام کے وزیر کا نام تھا۔ "اعجاز کلام" کلام کا اس درجہ بلیغ ہونا کہ کوئی اس کا مثل نہ لاسکے۔

ترجمہ بتقلیب مصرعین:- جس شخص کا رہنما اعجازِ کلام کا آصف بن گیا ہو تو (اسمیں ذرا) شک نہیں کہ اس کا کلام نیم نگاہ سے بنجائیگا۔ (یعنی جو شخص میری طرح کلام میں اعجاز تک پہونچ جائیگا ادنیٰ توجہ سے اسکی مرادیں پوری ہو جائینگی جس طرح کہ آصف نے چشم زدن میں تختِ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے لاکر رکھدیا تھا شعر میں آصف اور نیم نگاہ کے لفظ سے "انا اٰتیک به قبل ان یرتد الیک طرفک" اس آیت کی طرف تلمیح ہے۔

(۶) ترجمہ:- اس (دوست) کی ہمسائیگی کا اثر موسم بہار کے بادل کا سا ہے (چنانچہ دیکھو) میرا گھر بھی باغ بنگیا ہے اور یہاں کے کانٹے بھی چنبیلی ہو گئے (یعنی خانۂ دل جو یاس و حرماں کی وجہ سے مثل خار بنا ہوا تھا دوست کی توجہ و کرم سے گلستان بنگیا اور غم و الم کا کانٹا یاسمین و مسرت سے بدل گئے)

(۷) ترجمہ:- اگر یار و دطنوں اور گھر بار کو میں یاد نہ کروں تو جائے تعجب نہیں (کیونکہ) اس سال خود آپ اپنے اوپر رشک آجانیکی

بر خاک درش جائے شہیداں ندہد کس ۸ لطفیست کہ کافور تن و عطر کفن شد

مہمانِ بہشتی مخور اندوہ نظیری ۹ نزہتگہِ حورانِ چمن بیت حزن شد

بگوشم از پریدن ہائے چشم آواز مے آید ۱ کہ از غربت دریں زودی عزیزے باز مے آید

مبارک پے ہوائے کز دیارِ دوستے خیزد ۲ کہ بے بال و پر آنجا مرغ در پرواز مے آید

بغل بکشائے پر کن از غنیمت ہائے ایمانے ۳ کہ از تاراجِ حسنِ مملکت پرداز مے آید

بساطِ جادوئی برہم خورد جادو نگاہاں را ۴ کہ لب با حجت و رخسار با اعجاز مے آید

محالست اینکہ بر دامِ نگاہِ من گذر افتد ۵ غزالے را کہ از پے صد کمند انداز مے آید

وجہ سے وطن میں رہی (غربت اور مسافرت (کی شکل پیدا) ہو گئی ہے (سفر در وطن تصوف کے ایک مقام کا نام ہے یعنی تمام تعلقات کے قائم رہتے ہوئے سب سے بے تعلق ہو جانا شاعر ظاہر کرتا ہے کہ میں اس مقام میں ہوں اسلئے دیار و یار کو اگر یاد نہ کروں تو اسمیں تعجب کی کیا بات ہے۔ "از رشک من" سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ یار و دیار کیساتھ اپنے پر خود مجھکو رشک آتا تھا اسلئے یہ خیال بھی دل سے نکال دیا۔

(۸) تشریح:- "جائے شہیداں" "مقتل"۔ "کافور تن و عطر کفن" دونوں اسم فاعل ترکیبی بھی ہو سکتے ہیں، "اور شد" فعل ناقص کے اسم و خبر بھی۔ ترجمہ:- اس کے خاک در پر (جو) مقتل عشاق (ہے اسے) کوئی نہیں چھوڑ سکتا (بلکہ ہر شخص اس کا طالب ہے کیونکہ یہاں وہ (لطف و کرم ہے کہ (یہاں جو شہید ناز ہوا دہ) ہمہ تن کافور اور (اسکا) کفن (سراسر) عطر بن گیا۔

(۹) ترجمہ:- نظیری، تو غم نہ کر، تو تو جنت کا مہمان ہے (کیونکہ) غمخانۂ (دل اب) بہشتی حوروں کا تفریح گاہ بنگیا ہے (یعنی باوجود ہجراں تصور جمال یار نے دل کو نزہت گہ فردوس بنا رکھا ہے)

ارکان و تقطیع مثل ؎

بحر:- ہزج مثمن سالم۔

(۱) تشریح:- "پریدن چشم" آنکھ پھڑکنا عرف میں اسکو کسی کی آمد یا یاد کی علامت سمجھتے ہیں۔ ترجمہ:- آنکھ کے پھڑکنے سے میرے کان میں آواز رہی ہے کہ کوئی (میرا) پیارا عنقریب سفر سے واپس آرہا ہے (شعر میں کمالِ شوق حبیب کا اظہار کیا گیا ہے)

(۲) ترجمہ:- جو ہوا دیارِ حبیب سے چلتی ہے وہ (بہت ہی) مبارک قدم ہے کہ طائرِ دل، وہاں (فضائے شوق میں) بے پر و بال زور ہی اُڑنے لگتا ہے۔

(۳) تشریح:- "مملکت پرداز" اسم فاعل ترکیبی صفت حسن۔ ترجمہ:- اے طلب گار ایمان) بغل کھول اور ایمان کی اُن غنیمتوں سے (آغوش کو) بھرلے جو ملک کو آراستہ کرنیوالے (شاہ حسن) کی تاخت و تاراج کے ذریعہ آرہی ہیں۔ (یعنی غارت گر حسن نے دیار دین و ایمان کو تاخت و تاراج کر کے غنیمتِ ایمان کے انبار لگا دئے ہیں جس کا دل چاہے لے لے)

(۴) تشریح:- "برہم خوردن" پراگندہ اور تہ و بالا ہو جانا۔ ترجمہ:- جادو نگاہ حسینوں کی بساطِ افسوں گری (اب) تہ و بالا ہو جائیگی کیونکہ (میرا محبوب کا) لب دلیل و حجت کے ساتھ اور رخسار (ید بیضا کے سے) اعجاز کو ساتھ لئے آرہا ہے (یعنی تمام جادو نگاہوں کے جادو گری میرے معشوق کے لبوں کی گفتار معجز آثار اور رخ روشن کی اعجاز نمائی کے آگے ان ساحروں کے سحر کی مانند ہے جو موسیٰ کے بالمقابل تھے

(۵) ترجمہ:- ناممکن ہے کہ اُس آہو چشم کا گذر میری نگاہ کے جال پر ہو کہ جس کے تعاقب میں سینکڑوں کمند ڈالنے والے آرہے ہیں

سپہ را روح در پرواز و شہ را بخت در ناز است ۶ کہ از بالا ہما در چنگ آں شہباز مے آید

بترتیب صبوحی صبحدم دیدم کہ دولت ما ۷ کمر مے بست و دوراں خانخاناں باز مے آید

سعادت ہائے گوناگوں نسازد و در انزا کہ حسن او ۸ بہر انجام فصلے بر سر آغاز مے آید

نیا شد محرم آہنگِ دولت قدر ہر سمعے ۹ نوا نازک بروں زیں پردہ ہائے راز مے آید

چو شد تسخیرِ دل مشتاق را درماں شکیبائیست ۱۰ کہ دل میناز د و دلبر ز روئے ناز مے آید

نظیری دوستاں را رازِ دل ناگفتہ کے ماند ۱۱ تحمل کن کہ او خود بر سر ایں راز مے آید

بہوش سیر چمن کن کہ شاہداں مستند ۴/۱ قرابہ بر سر ابر بہار بشکستند

چمن پیالہ کش است و صبا قدح پیمائے ۲ معاشرانِ صبوحی ز خواب برجستند

(یعنی اسکے طلبگار بہت ہیں کمند شوق سب کے پاس ہے تو ظاہر ہے کہ ہمارے دامِ نگاہ پر گذرنے سے پہلے ہی کسی کی کمند کا صید ہو جائیگا)

(۶) ترجمہ:- فوج کی روح (خوشی سے) اچھل رہی ہے اور بادشاہ کا نصیب فخر و ناز کر رہا ہے کہ اس شہبازِ (شاہی) کے پنجہ میں فضائے بلند سے (سعادت و اقبال کا) ہما (دبوچا ہوا) آرہا ہے یہ اور یہ کہ اشعار خانخاناں کی مدح میں کہے گئے ہیں۔ جبکہ وہ بعض ممالک کو تسخیر کر کے واپس آرہا تھا)

(۷) ترجمہ:- صبح کے وقت میں نے دیکھا کہ زمانہ (ہوئے) ملک و سلطنت کیلئے شراب صبوح ترتیب دینے کیلئے کمربستہ ہو کر لگ رہا ہے اسلئے کہ خانخاناں تشریف لا رہے ہیں۔

(۸) ترجمہ:- زمانہ کو انواع و اقسام کی سعادتیں نصیب ہیں کہ اس کا حسن ہر فصل کے ختم پر از سر نو شروع ہو جاتا ہے (یعنی ممدوح کے حسن انتظام سے ملک سدا بہار گلشن بن گیا ہے)

(۹) ترجمہ:- ہر کان (ساز) سلطنت کے نغموں کا محرم نہیں ہو سکتا کیونکہ (ان اسرار و رموز کے پردوں سے نغمہ (بہت) نازک و باریک نکلتا ہے (یعنی رموز سلطنت کا سمجھنا ہمارے ممدوح کا ہی کام ہے)

(۱۰) ترجمہ:- جب مملکت دل (حسن دوست کے ہاتھوں) فتح ہو جائے تو عاشق کیلئے علاج صرف صبر کرنا ہے کیونکہ دل (اپنے مفتوح ہو جانے پر) نازاں ہے اور دلبر (فاتحانہ انداز سے) اٹھلاتا ہوا آرہا ہے (یعنی جب اپنا دل ہی اپنا ساتھ چھوڑ کر دوسرے کا ہو رہے تو پھر سوائے صبر اور کیا چارۂ کار ہے)

(۱۱) ترجمہ:- اے نظیری! دوستوں کو دلی راز بے کہے کب رہ سکتے ہیں۔ تو (جلدی نہ کر) ٹھہر! کہ وہ خود اس راز کو ظاہر کرنے پر آمادہ ہو رہا ہے (یعنی تو اپنی بے قراری) اور ناشکیبائی کا کیوں اظہار کرتا ہے، دوست خود اپنے جذبہ دل سے مجبور ہو کر راز محبت کا اظہار کرے گا اور اس طرح تیرا مدعا حرف مدعا زبان پر لائے بغیر پورا ہو جائیگا)

بحر: مجتث مثمن مخبون محذوف مقصور ارکان:- مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتْ

تقطیع:- بہوش سے / ر چمن کن / کہ شاہدا / مستند / قرابہ بر / سر ابرے / بہار بش / کستند

مفاعلن / فعلاتن / مفاعلن / فعلات / مفاعلن / فعلاتن / مفاعلن / فعلات

بزیر خرقہ نہاں بادہ میخورد صوفی ۳ حکیم و عارف و زاہد ہمہ ازیں دستند

جہان و عیش جہاں حرفِ قاف و سیمرغ است ۴ در حریم فنا زن کہ نیستاں ہستند

تو نخل خوش ثمرِ کیستی کہ باغ و چمن ۵ ہمہ ز خویش بریدند و در تو پیوستند

بضربت تو چناں تشنہ ام کہ صبرم نیست ۶ بقدر فرصتِ آں ماہیاں کہ در شستند

ز بیقراری افلاک داغہا دارم ۷ کہ تا ز شوق تو برخاستند نہ نشستند

نوا فزوں ست ز اندازۂ بریشم عود ۸ غزل بزمزمہ خوانم کہ پردہا پستند

برمز نکتہ ادا میکنم کہ خلوتیاں ۹ سرِ سبو نکشادند و در فرو بستند

(۱) تشریح:- قرابہ "مشکیزہ" ترجمہ:- (ذرا) ہوش و حواس کیساتھ چمن کی سیر کر کہ حسینانِ چمن مست ہیں اور ابر بہار مشکیزۂ شراب توڑ پھوڑ ڈالا ہے (بہار کی کیف آفرینی کا اظہار مقصود ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے شراب کی حاجت نہیں)

(۲) ترجمہ:- چمن (شراب کے پیالے) پی رہا ہے اور صبا بھر بھر دیتی ہے (خلاصہ یہ کہ) شراب صبح کے پینے پلانے والے نیند سے جاگ اٹھے ہیں (صبا باعث شگفتگی چمن ہے اس لحاظ سے صبا کو ساقی اور چمن کو بادہ نوش ٹھہرانا ایک لطیف تخیل ہے)

(۳) تشریح:- "دست" بمعنی دستہ جماعت۔ گروہ۔ قبیل۔ ترجمہ:- صوفی (بھی) دلق میں چھپا کر شراب پی رہا ہے۔ اور حکیم، عارف اور زاہد (یہ) سب اسی قبیل کے لوگ ہیں (کہ ظاہر میں تقویٰ کا دعویٰ کرتے ہیں اور چھپ چھپ کر پیتے ہیں ان سے تو ہم اچھے کہ ظاہر و باطن ایک رکھتے ہیں)

(۴) ترجمہ:- دنیا اور اسکے عیش کی مثال (کوہ قاف اور سیمرغ کے افسانہ کی سی) ہے (یعنی جس طرح اسے فقط سنا ہے دیکھا کسی نے نہیں اسی طرح دنیا میں عیش و کامرانی ایک خیال موہوم ہے اسلئے اگر تو واقعی عیش چاہتا ہے تو فنا کے حرم سرا کے دروازہ پر دستک دے کہ جو فنا ہو گئے وہی (حقیقت میں عیش دائم کیساتھ) ہست بن گئے ہیں۔

(۵) ترجمہ:- اے محبوب! تو کس (باغبان) کا لگایا ہوا درخت خوش ثمر ہے کہ باغ اور چمن سب نے اپنے آپ سے تعلقات منقطع کر کے اور تجھ سے جا ملے (یعنی تیرے حسن و ادا کی خوبی پر سارا عالم شیدا ہے۔)

(۶) ترجمہ:- اے دوست! (میں مانند ساز) تیری چھیڑ کا ایسا پیاسا اور مشتاق ہوں کہ مجھکو ان مچھلیوں کے سکون کے بقدر بھی صبر نہیں جو جال میں پھنس گئی ہیں (یعنی مچھلیاں جال میں پھنس کر تڑپتی ضرور ہیں مگر ایک دو لمحہ کیلئے انکو بھی سکون ہو جاتا ہے مجھے اتنا بھی میسر نہیں۔

(۷) ترجمہ:- افلاک کی بیقراری و اضطراب سے (میرے سینے میں) داغ (رشک) پڑ گئے ہیں کہ یہ جب سے شوق کیوجہ سے اٹھے ہیں (برابر سرگرداں ہیں ذرا) نہیں بیٹھے (یعنی) ع ہمہ ہستند سرگرداں چو پرکار ٭ پدید آرندۂ خود را طلبگار۔

(۸) تشریح:- بریشم عود "تار عود۔ ترجمہ:- نغمہ تارہائے عود کے اندازہ سے سوا ہے (چنانچہ) میں غزل گنگنا کر پڑھتا ہوں کیونکہ (ساز کے) پردے پست ہیں (یعنی ہمارا شوقِ فراواں معرض بیان میں نہیں آسکتا باقی جتنا کچھ اظہار ہو سکتا ہے کر دیتے ہیں۔

(۹) ترجمہ:- (میں) اشارہ میں ایک نکتہ (حقیقت) ادا کئے دیتا ہوں (اور وہ یہ) کہ خلوت نشینان (میکدۂ عرفان) نے سبو کا دہن (تو) کھولا نہیں اور دروازہ (بھی) بند کر دیا تاکہ کوئی غیر نہ آجائے چونکہ اس مرد افگن کی تاب ہر شخص نہیں لا سکتا اسلئے نااہلوں کے سامنے

تو نخل میوہ فشاں باش در حدیقۂ دہر ۱۰ کہ کم درخت قوی خشک شد کہ بشکستند
ز کاہلی تو نظیری خزان این چمنی ۱۱ گہے بباغ شدی کز نشاط وارستند

اینجا نہ بہر سنگ سیاہ نور فروشند ۹/۱ این پایۂ بینش نہ بہر کور فروشند
فریاد کہ ہر کس باسیری فتند اوارا ۲ شرط است کہ از خویش و وطن دور فروشند
غیرت نگذارد کہ بچشم و دل منکر ۳ یک ذرہ ز خاکستر منصور فروشند
زیبندہ بود دعوئ مستورئ خوباں ۴ ہر چند کہ جولاں بسر طور فروشند
سردست چناں خانقہ و دیر کہ آتش ۵ در وادئ دوری شب دیجور فروشند
آں دردکشانے کہ شناسائے عیارند ۶ فردوس بیک خوشۂ انگور فروشند

(۱۰) ترجمہ:- تو باغ دہر میں بار ور درخت بن اسلئے کہ (ایسا بہت) کم ہوا ہے کہ قوی سے قوی درخت خشک ہونے کے بعد کاٹ نہ ڈالا گیا ہو (یعنی دوسروں کو فائدہ پہونچاؤ بے فیض آدمی درخت بے ثمر کیطرح بیکار اور باغ ہستی سے نکالدینے کے قابل ہے۔)
(۱۱) ترجمہ:- نظیری! تو (اپنی) سستی و کاہلی کیوجہ سے اس چمن (ہستی) کیلئے خزاں کا حکم رکھتا ہے (چنانچہ) جب بھی تو باغ میں گیا (تو نہالان چمن) عیش و نشاط سے محروم و بیگانہ ہوگئے (یعنی تیری بد قسمتی تیرے ہمنشینوں پر بھی اثر انداز ہو جاتی ہے)
بحر:- ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور۔ ارکان و تقطیع:- مثل ۱/۱۰ مگر یہاں رکن آخر مقصور ہے بروزن مفاعیل
(۱) تشریح:- "بینش" حاصل مصدر از دیدن بمعنی بینائی، عقل و خرد۔ ترجمہ:- یہاں (یعنی تجلی گاہ عرفان میں) ہر سیاہ (گوہر) پتھر کو نور نہیں بخشتے اور یہ بینائی کا درجۂ بلند ہر اندھے کو نہیں دیتے (یعنی جلوۂ دوست کی سعادت کو حاصل کرنیکے واسطے استعداد شرط ہے)
(۲) ترجمہ:- آہ! افسوس!! کہ جو شخص اسکی قید (محبت) میں گرفتار ہو جائے (اسکے لئے یہ ضروری) شرط ہے کہ (اسکو) اعزہ و اقربا سے دور لیجا کر بیچتے ہیں (جیسا کہ یوسف کو اسی عشق نے کنعاں سے مصر میں غلام بنا کر بکوا دیا مطلب یہ ہے کہ جو عشق الٰہی میں گرفتار ہو جاتا ہے وہ سب سے بیگانہ بنا دیا جاتا ہے)
(۳) ترجمہ:- غیرت اسکی اجازت نہیں دیتی کہ منصور کی خاک کا ایک ذرہ منکر (راز انا الحق) کے چشم و دل کے عوض (بھی) فروخت کریں (شعر میں صاحب عشق کی فضیلت خالی از عشق شخص پر ظاہر کی ہے)
(۴) ترجمہ بلحاظ مصرعین:- خواہ کوہ طور کی چوٹی پر کتنی ہی (جلوؤں کی) نمایش کریں پھر بھی (ان) حسینوں کیلئے (نگاہ سے) مستور رہنے کا دعویٰ زیبا ہے۔ قصۂ موسیٰؑ کی طرف تلمیح ہے یعنی حسن حقیقت ظاہر بھی ہو جائے تو کوئی تاب نظارہ نہیں لا سکتا۔ اس لئے مستوری کا دعویٰ اپنی جگہ ثابت ہے)
(۵) ترجمہ:- (صوفیوں کی) خانقاہ اور (رندوں کا) دیر (دونوں) ایسے ٹھنڈے پڑے ہوئے ہیں کہ (جیسے آگ کو شب تاریک میں کہیں دور دراز وادی میں لیجا کر ڈالدیں (یعنی خانقاہ و دیر دونوں آتش عشق حقیقی سے دور ہونیکی وجہ سے ٹھنڈے پڑے ہیں)
(۶) ترجمہ:- وہ (سے دیدار کی) تلچھٹ پی جانیوالے جو کھری (شراب) کی پہچان رکھتے ہیں ایک خوشۂ انگور کے بدلے جنت دیڈالتے ہیں

اخراج مغل خواہم و تاراج قزلباش ۷ گر ہند بر ندم بہ نشاپور فروشند
در عشق تو با قدر و بہایم کہ عزیز است ۸ ویرانہ کہ در کشور معمور فروشند
قربان شدگان تو بقصاب سر کوے ۹ یک سینہ بصد ضربت ساطور فروشند
با ریش دل و سینۂ ناسور نظیری ۱۰ خوش باش کہ کم بندۂ رنجور فروشند

ما بید بوستانیم بارا ثمر نباشد ۱/۱۰ مردود دوستانم از ما بتر نباشد
از لب بروں نیاید آواز عشق بازاں ۲ پرواز مرغ بسمل جز زیر پر نباشد
تاراج دیدگانند آوارگان معشوق ۳ راہے نرود عشق کانجا خطر نباشد

(یعنی دیدار چہرۂ حقیقت انکی نظر میں جنت کے لذائذ سے زیادہ عزیز ہے)
(۷) تشریح:- "گر" میں کاف شرطیہ ہے بمعنی اگر۔ پہلا مصرعہ دعائیہ ہے۔ ترجمہ:- میں (خدا کرے) مغلوں کا اخراج اور ترکوں کی تباہی کا خواہاں ہوں اگر مجھکو ہندوستان سے نکالکر نیشاپور کے حوالہ کردیں (یعنی اب ہند مجھے وطن اصلی سے زیادہ عزیز ہے۔)
(۸) ترجمہ:- تیرے عشق میں (میں) قدر و منزلت کے لائق ہوں کیونکہ جو خالی زمین (ویرانہ) کچھ بھرے ہوئے شہر میں ہو وہ بڑا عزیز ہوتا ہے (کیونکہ وہاں کھلی ہوا تو میسر آجاتی ہے (یعنی گو میں ویرانہ کیطرح بے قدر ہوں مگر تیرے عشق کی کشور معمور میں ہوں جبکہ عزیز ہو گیا ہوں)
(۹) تشریح:- "ساطور" گوشت کوٹنے کا آلہ۔ ترجمہ:- اے دوست تیرے فدائی کوچہ کے قصاب کے ہاتھ ایک سینہ (گوشت کو ٹکڑے ٹکڑے) کی تسو ضرب کے بدلے فروخت کرتے ہیں (یعنی انکو آزار میں ہی لذت ملتی ہے)
(۱۰) ترجمہ:- اے محبوب! اپنے غلام (نظیری) کے زخم دل اور سینہ پر ناسور کے باوجود اس سے خوش رہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کر (اسلئے کہ بیمار غلام کو نہیں بیچا کرتے (مقصد یہ ہے کہ اپنے غلام بیمار کو اپنے سے جدا نہ کر)
بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف۔ ارکان:- مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعلاتن۔
تقطیع:- ما بید (مفعول) بوستانے (فاعلاتن) ما را ث (مفاعیل) مر نباشد (فاعلاتن) + مردود (مفعول) دوستانے (فاعلاتن) م از ما ب (مفاعیل) تر نباشد (فاعلاتن)
(۱) ترجمہ:- ہم چمن (ہستی) کے درخت بید (کے مثل) ہیں ہمارے لئے کوئی پھل نہیں، ہم دوستوں کے دھتکارے ہوئے ہیں۔ ہم سے بدتر کوئی نہیں ہوگا (مطلب واضح ہے)
(۲) ترجمہ:- عاشقوں کی آواز ہونٹوں سے آگے نہیں نکل سکتی (جیسے کہ ذبح شدہ (تڑپنے والے مرغ کی پرواز اپنے پروں کے نیچے ہی نیچے ہوتی ہے (یعنی مرغ بسمل بہت کچھ تڑپتا اور پر پھڑپھڑاتا ہے مگر جہاں ہے وہاں ہی رہتا ہے اسی طرح عاشق دم بخود رہتے ہیں انکی آہ بھی آشنائے لب نہیں ہوتی)
(۳) ترجمہ:- راہ معشوق کے آوارہ گرد (عشاق عشق کی) لوٹ مار دیکھے ہوئے ہیں (یعنی عشق محبوب میں سب کچھ لٹا چکے ہیں) سچ ہے عشق اوس راستہ ہی پر نہیں چلتا جہاں خطرہ نہ ہو (یعنی راہ عشق بڑی پر خطر ہے)

صد در اگر کشایند بر خلق گاہِ دیدار ۴ آنرا کہ چشم بستند راہش بدر نباشد

اوّل نشان مردی اخفائے کار خوبست ۵ بہتر ازیں کہ گفتی دیگر ہنر نباشد

فیروزیٔ ضعیفاں در عجز و انکسار ست ۶ تا نشکند صف ما را ظفر نباشد

تا دل بجائے خویشست دارد عنانِ دیدہ ۷ عاشق کہ شد پریشاں صاحب نظر نباشد

از تیغ کے ہراسم دیدار مزد قتلست ۸ خونے کہ عشق ریزد ہرگز ہدر نباشد

در گوشۂ نقابت سیر گل ست و نسریں ۹ زیں خوبتر نظر را ہرگز سفر نباشد

ہر جا رود مسافر حرف تو ارمغاں ست ۱۰ یک خانہ نیست کز تو پر از شکر نباشد

قاصد کہ میفرستی رطل گرانش در دہ ۱۱ کز ما خبر بیابد تا بے خبر نباشد

از شاخ ہو برگے حاصل نشد نظیری ۱۲ لب تشنہ باد کشتے کز گریہ تر نباشد

(۴) تشریح:۔ "بدر" یا حرف جار اور در بمعنی دروازہ یعنی ہیچ در او را راہ نباشد. ترجمہ:۔ اگر دیدار نمائی کے وقت مخلوق کے سامنے تو دروازے بھی کھولدیں لیکن جسکی آنکھوں پر پٹی بندھ گئی ہو اسکو ایک دروازہ بھی نہیں سوجھتا یعنی دیدۂ بینا کے لئے جلوۂ دوست دیکھنے کی ہزاروں راہیں ہیں اور جس آنکھ پر غفلت کی پٹی بندھی ہوئی ہو اس کیلئے سب راہیں بیکار ہیں۔

(۵) ترجمہ:۔ انسانیت کی پہلی علامت (اپنی) نیک کام کو مخفی رکھنا ہے جو کچھ تو نے اے نظیری کہا کوئی ہنر اس سے بہتر نہیں۔

(۶) ترجمہ:۔ ہم جیسے ضعیفوں اور ناتوانوں کی کامیابی عاجزی اور انکساری میں رہی ہے جب تک ہماری انانیت و پندار کی صفیں شکست نہ کھائیگی ہمکو کامیابی نہیں ہو سکتی ع دست در دل بشکن کر اینجا عاجزی آید بکار بہ ایں کماں را چاشنی کے زور بازو کردہ ست

(۷) ترجمہ:۔ جب تک دل اپنی جگہ (مطمئن) رہتا ہے چشم و نظر کی باگ (ہاتھ میں) رکھتا ہے (یعنی جب تک ہوش ہوتا ہے آنکھیں کام کرتی ہیں مگر) جب عاشق (بوجہ طوفان شوق) مضطرب و پریشان ہو جاتا ہے تو وہ صاحب نظر نہیں رہتا یعنی پھر اس کو کچھ نہیں سوجھتا بے خود اور محو حیرت ہو کر رہ جاتا ہے۔

(۸) تشریح:۔ "ہدر" ضائع "مزد" معاوضہ۔ اجرت۔ ترجمہ:۔ میں (ابروئے یار کی) تلوار سے کب ڈر سکتا ہوں (جبکہ) قتل ہو جانیکا معاوضہ دیدار (دوست) ہے یقیناً جو خونِ عشق گراتا ہے وہ ہرگز بیکار نہیں جاتا۔

(۹) ترجمہ:۔ اے محبوب! تیرے نقاب کے گوشہ میں (ہمارے لئے) گل و نسریں کی سیر ہے یعنی تیرا چہرہ گل و نسریں کی طرح فرحت بخش ہے، اس سے بہتر ہماری نظر کیلئے ہرگز کوئی سفر (سیاحت) نہیں ہو سکتا۔

(۱۰) ترجمہ:۔ جہاں کہیں مسافر جائے تیری گفتگو ہی اسکا تحفہ ہے کیونکہ ایک گھر بھی ایسا نہیں تیری (گفتگو کی) شکر سے پر نہ ہو یعنی تیرے حسن و جمال اور مہر و کرم کا ذکر گھر گھر ہے)

(۱۱) ترجمہ:۔ جس قاصد کو تو بھیج رہا ہے اسکو شراب سے بھرا ہوا پیالہ پلا دے کیونکہ جب تک وہ خود بیخود نہ ہو جائیگا ہمارے حال (بیخودی) سے واقف نہیں ہو سکتا اسلئے کہ حالِ غرقہ در دریا چہ داند خفتہ بر ساحل۔

زگردشہائے چشمش مستی پیمانہ میخیزد ۱ گرہ کز ابرواں میخیزدش مستانہ میخیزد

چو در روز قیامت ہر کسے خیزد بسودائے ۲ شہیدِ نرگس او از لحد دیوانہ میخیزد

مہیائے فنایم جلوۂ درکارمے خواہم ۳ مہم بر بام تابد آتشم از خانہ میخیزد

چراغ اہلِ عشق از کلبۂ من میشود روشن ۴ نشیند ذرہ گر بر روزنم پروانہ میخیزد

زبس محو تصور کردن یارم نمیدانم ۵ کہ در کاشانہ مے آید کہ از کاشانہ میخیزد

سبق از یک ورق لیلی و مجنوں راچہ حالست ایں ۶ یکے دیوانہ میگردد یکے فرزانہ میخیزد

زشرح قصۂ مارفتہ خواب از چشم خاصانرا ۷ شب آخر گشتہ و افسانہ از افسانہ میخیزد

(۱۲) ترجمہ:۔ اے نظیری! ہوو شاد کے درخت کی شاخ کا ایک پتہ بھی ہمکو حاصل نہیں ہوا ہمیشہ (یعنی ہمیشہ گریہ و زاری کرتے گذری مگر خیر اب اس آب گریہ سے کشت دل تو سرسبز ہے) وہ کھیتی خدا کرے پیاسی پڑی رہے جلا آب گریہ سے سیراب نہ ہوسے

سینہ را بخراش و دردی دانۂ اشکے فشاں ❊ اینکہ شوری خاک و ریزی دانہ را بے حاصل ست

بحر:۔ ہزج مثمن سالم۔ ارکان و تقطیع:۔ مثل ۵/۱

(۱) تشریح:۔ "میخیزدش" میں ش ضمیر مجرد ابرواں کا مضاف الیہ ہے۔ ترجمہ:۔ اسکی آنکھوں کی گردشوں سے پیمانہ (شراب) کی مستی پیدا ہوتی ہے اور جو گرہ اسکی ابروؤں سے پیدا ہوتی ہے مستانہ (انداز سے بل کھاتی ہوئی) پیدا ہوتی ہے (شعر میں معشوق کی چشم و ابرو کی کیف آفرینی اور سرور انگیزی کا بیان ہے)

(۲) ترجمہ:۔ قیامت کے دن جب ہر شخص (اپنے اپنے) خیال میں اُٹھے گا تو اس (محبوب) کی نرگسِ (چشم) کا شہید (اپنی) قبر سے دیوانۂ شوق بنکر نکلے گا (یعنی دیوانگیٔ عشق فانی نہیں ہے)۔

(۳) تشریح:۔ "مہم" اور "آتشم" میں "میم" علی الترتیب "بام و خانہ" کا مضاف الیہ ہے۔ ترجمہ:۔ میں (عشق میں) فنا ہونیکے لئے آمادہ ہوں (اس کیلئے صرف ایک جلوہ (جاناں) درکار ہے (جس کی صورت یہ ہوگی کہ رخ یار کا) چاند میرے بام (دل) پر چمکیگا اور میرے خانۂ ہستی سے آگ نکلتی ہوگی (یعنی شعلۂ حسن کے نمودار ہوتے ہی میرا خانماں ہستی جلکر خاکستر ہو جائیگا)

(۴) ترجمہ:۔ عشاق کا چراغِ (دل) میرے (ہی سینہ کی) کوٹھری سے روشن ہوتا ہے چنانچہ (میرے روزن (دل) پر ایک ذرۂ خاک بھی اگر بیٹھتا ہے تو پروانہ بنکر اٹھتا ہے یعنی میرا خانۂ دل جلوہ ہائے دوست سے ایسا روشن ہے کہ سب جگہ روشنی یہاں سے پہونچی ہے)

اشارہ:۔ نشیند اور میخیزد میں صنعت طباق ہے۔

(۵) تشریح:۔ "محو تصور کردن یار" تصور یار میں کھویا ہوا ہونا "کہ" امیہ استفہام بطرز تجاہل عارفانہ ہے۔ ترجمہ:۔ از بسکہ میں تصور یار میں کھویا ہوا ہوں (اسلئے) میں نہیں جانتا کہ (میرے) کاشانۂ (دل) میں کون آتا ہے اور کون جاتا ہے (یعنی عالم محویت میں دوست کے آنے جانے کی خبر نہیں)

(۶) ترجمہ:۔ سبق (شوق تو) ایک (ہی) ورق سے (دونوں کو ملا) ہے پھر لیلیٰ و مجنوں کی یہ کیا حالت ہے کہ ایک (یعنی مجنوں) دیوانہ بن رہا ہے اور دوسرا (یعنی لیلیٰ) فرزانہ ہے اس امر پر اظہار حیرت ہے کہ جب ایک ہی جذبہ دونوں میں کارفرما ہے تو یہ تفاوت کیوں ہے، شعر بہت خوب ہے۔

بر دنیا و دیں خواہی سرشک بر جراحت ریز ۸ کزیں آب و زمیں صد خرمن از یک دانہ میخیزد

مگر گاہے نظیری میکند آرامگاہ اینجا ۹ جنوں از سایۂ دیوار ایں ویرانہ میخیزد

دوش بر سوز دل و سینہ براتم دادند ۱/۱۴ سر چو شمعم ببریدند حیاتم دادند

نالہ کردم بنہاں عشوۂ خموشم کردند ۲ گریہ کردم ز شکر خندہ نباتم دادند

دُرد و صافِ غم و شادی بمن ارزانی شد ۳ تا خم و خمکدۂ عشق براتم دادند

پارہ پارہ جگر طور ز غیرت خون شد ۴ کہ کہے بودم و چوں کوہ ثباتم دادند

گرسنہ دیدہ تر از مفلس کنعاں بودم ۵ خواجہ گشتم کہ ازاں حسن زکاتم دادند

(۷) ترجمہ:- ہمارے افسانہ دردِ دل کے سننے سے رہمارے) مقربین کی آنکھ سے نیند جاتی رہی (رات بھی ختم ہونے آئی مگر قصہ میں سے قصہ نکلا چلا آتا ہے (یعنی ہمارا افسانۂ غمِ دل کی طولانی بھی ہے اور درد انگیز بھی)

(۸) ترجمہ:- (اگر) تو دین و دنیا کا ثمر چاہتا ہے (تو) زخمِ دل پر آنسو گرا، اسلئے کہ اس زمین اور اس پانی سے ایک ایک دانہ سے سَو سَو خرمن پیدا ہوتے ہیں (یعنی زمینِ سینہ میں تخمِ محبت بو کر آبِ چشم سے سیراب کر پھر دیکھنا کہ دین و دنیا کی کس قدر نعمتیں حاصل ہوتی ہیں)

(۹) ترجمہ:- شاید کبھی کبھی نظیری اس جگہ کو (اپنی) آرامگاہ بنالیتا ہے (جبھی تو) اس ویرانہ کی دیوار کے سایہ سے کیفیت جنون پیدا ہو رہی ہے (یعنی اس کی دیوانگی عشق سے در و دیوار تک متاثر ہو گئے ہیں)
بحر:- رمل مثمن مخبون مشعث مقصور - ارکان و تقطیع بیشل ہے

(۱) تشریح:- "برات" پروانۂ رزق (راشن کارڈ) وظیفہ - ترجمہ:- (ان حسینان گلرخ نے) کل رات دل اور سینہ کی جلن کا مجھکو پروانۂ رزق دیدیا (یعنی) شمع کے گل کی طرح میرا سر تراش دیا اور مجھ کو زندگی (لازوال) عطا کر دی۔ توضیح:- شمع پر جب گل آجاتا ہے تو روشنی دھیمی پڑ جاتی ہے اسکو تراش دینے سے روشنی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور دل شمع میں سوز کا ہونا ظاہر ہے ان اوصاف میں شاعر نے اپنے آپ کو شمع قرار دیکر انہی کو اپنی حیات کا سامان ٹھہرایا ہے)

(۲) ترجمہ:- میں نے نالہ و زاری کی (تو) ایک پوشیدہ اشارہ چشم سے مجھکو دم بخود بنا دیا میں رو یا تو خندۂ شیریں سے مجھکو ریوں کی طرح (مصری کی ڈلی دیدی (یعنی دوست کبھی عتاب سے کام لیتا ہے کبھی لطف سے اور یہ سب ہماری روک تھام و بہلاوا ہے)

(۳) ترجمہ لقلب مصرعین:- جب سے شرابِ عشق و معرفت کے خماروں (خم اور خمکدہ (سب) کا پروانہ مجھے دیا ہے (اسوقت سے) غم کی تلچھٹ اور خوشی کی شرابِ صاف (دونوں) مجھ کو عطا ہو گئی۔ (یعنی عشق میں شادی و غم کی سب منزلوں سے گذرنا پڑتا ہے)
اشارہ:- درد و صاف اور غم و شادی میں صنعت لف و نشر مرتب اور صنعت طباق ہے

(۴) ترجمہ:- کوہ طور کا پارہ پارہ جگر (اس) غیرت و شرم سے خون ہو گیا کہ میں ایک برگ کاہ تھا اور پہاڑ کی مانند مجھکو ثبات و استقلال عطا کر دیا (یعنی جس جلوہ کی تاب طور نہ لا سکا میرا دلِ ضعیف سہ آیا۔ شعر میں واقعہ طور موسیٰؑ کی طرف تلمیح ہے)

(۵) ترجمہ:- پیرِ کنعاں کے مفلس (یعقوب) سے بھی زیادہ میری آنکھیں (کسی کے جلوہ کی) بھوکی تھیں لیکن اب میں مستغنی ہو گیا کہ اس (لازوال) دولت (حسن) میں سے مجھ کو زکوٰۃ عطا کر دی۔ توضیح:- یعنی حضرت یعقوب سے بھی زیادہ ہم اپنے یوسف کو دیکھنے کو حاجتمند تھے شکر خدا کہ جلوۂ دوست نے آشکارا ہو کر ہمیں مستغنی جاوید بنا دیا

تا بمقصد برم کشتی مشتاقاں را ۶ از خضر ہمت و از نوح نجاتم دادند

اخترم شعشعہ بر چرخ نظیری زدہ است ۷ کس چہ داند کہ چہ عالی درجاتم دادند

گلزار بشہر آمد و بازار چمن شد ۱/۱۳ گوشش ہمہ کس محو غزلخوانی من شد

تا جیب کشادم کہ ازاں نامہ بر آرم ۲ دیدم کہ صبا قاصد صد بیت حزن شد

ہر دخل کہ میخواست کند دشمن حاسد ۳ آمد بزبانش ز دل و مہر دہن شد

از ظلمت شب مرغ خروشاں نشد امشب ۴ ہر چند کہ در بند پر و بال زدن شد

پرزور تر از بادۂ تلخ است محبت ۵ عشقے کہ بر و سال گذر کرد کہن شد

الفت دہ ہجراں و وصال است صبوری ۶ مخموری من توبہ دہ و توبہ شکن شد

(۶) ترجمہ:- تاکہ میں منزلِ مقصود تک عشاق کی کشتی لے جاؤں (اسلئے) مجھکو خضر کی ہمت اور حضرت نوحؑ کی سی (طوفان حوادث سے رستگاری عطا فرمادی (ہمت خضر سے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ کشتی میں بیٹھ کر وہ کشتی کے تختوں کو جدا کرتے تھے اسی طرح میں اپنی اس کشتی ہستی کے تختے جدا کر دیئے تاکہ منزلِ مقصود تک پہونچ جائے۔ ورنہ راستہ ہی میں ہوا و ہوس کا ظالم قرمانروا اسکو ضبط کر لیتا)

(۷) تشریح:- شعشعہ "شعاع" "درجاتم" میں میم ضمیر مفعولی ہے "کس چہ داند" کا استفہام بلاغت شعر کی جان ہے۔ ترجمہ:- اے نظیری میرے (ہی) اختر بخت نے آسمان پر (اپنی) شعاع ڈالدی ہے (جو آفتاب عالمتاب بنکر چمک رہا ہے) کسی کو کیا خبر کہ مجھکو کیسے بلند درجے عطا کئے ہیں۔
بحر:- ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف - ارکان و تقطیع:- مثل ہے

(۱) ترجمہ:- (میرا معشوق جو سراپا) گلزار ہے شہر میں آگیا اور (اسکے جلوۂ حسن سے) بازار چمن بنگیا اور تمام لوگوں کے کان میری شعر خوانی میں محو ہو گئے یعنی گل چہرۂ دوست کے نمودار ہونے پر اپنے مثل بلبل اپنے والہانہ نغموں سے سارے عالم کو اپنی طرف متوجہ بنالیا ہے۔

(۲) ترجمہ:- جب سے کہ میں نے اپنی جیب کو کھولا تاکہ اسمیں سے نامۂ (یار نکالوں) میں نے دیکھا کہ بادِ صبا سینکڑوں غمخانوں کیلئے قاصد (بننے کیلئے تیار) ہو گئی (تاکہ یہ مژدہ رنگیں سب کو پہونچا دے)

(۳) تشریح:- "دخل" اعتراض ترجمہ:- حاسد دشمن جو اعتراض (مجھ پر) کرنا چاہتا تھا۔ دل سے اسکی زبان پر آتے ہی (اسکے لئے) مہرِ دہن بنگیا (یعنی میرے اخلاص و وفا یا میرے کلام پر کسی کیلئے گنجائش اعتراض نہیں)

(۴) ترجمہ:- آج کی رات تاریکی شب کیوجہ سے مرغ شور نہ مچا سکا اگرچہ بہت کچھ پر و بازو پھڑپھڑائے کی کوشش میں لگا رہا (یعنی ظلمت شب ہجراں میں بلبل کا یہ حال ہے)

(۵) ترجمہ:- بادۂ عشق تلخ شراب سے بھی زیادہ زور آور ہے جس عشق پر ایکسال گذر گیا وہ (سمجھو کہ) پرانا بنگیا۔ (یعنی شراب عشق یکسالہ بادۂ تلخ دہ سالہ سے بھی زیادہ زور آور ہوتی ہے)

(۶) ترجمہ:- صبر و تحمل ہجر اور وصال میں باہم الفت پیدا کرنیوالی ہے (جیسے) میری حالتِ خمار (مجھ) توبہ کرانیوالی بھی ہے اور توبہ شکن بھی (یعنی جب تکلیف خمار پر نظر کرتا ہوں تو اسباب خمار سے توبہ کرتا ہوں اور جب تدبیر خمار سوچتا ہوں تو توبہ توڑنے پر مجبور ہو جاتا ہوں

تامی شنوم حسن و وفا ہر دو غریب اند ۷ عاشق نشنیدم کہ ز غربت بوطن شد

تا ہمسفر اشک خودم کار خراب است ۸ ہر جا کہ شدم در پئے ویرانی من شد

ہر زخم کہ برداشت ز ایام نظیری ۹ نے چاک گریباں شد و نے چاک کفن شد

آخر بمن آں مغبچہ ہم کیش بر آمد ۱۴/۱ واں کافر بیگانہ بمن خویش بر آمد

نیش بسیم گرچہ نمود از صف مژگاں ۲ نوشیں نگہے از عقب نیشش بر آمد

چشمش ز کماں خانۂ ابرو بمن انداخت ۳ ہر تیر کہ چالاک تر از کیشش بر آمد

اقبال دو گیتی بکلاہ نمدے بود ۴ دیہیم شہ از خانۂ درویشش بر آمد

(۷) تشریح:- "غریب" بے وطن، مسافر۔ ترجمہ:- جب یہ کہ میں (یہ) سنتا ہوں کہ عشق و وفا دونوں بے وطن ہیں (اسوقت سے) ابتک میں نے کسی عاشق کو نہیں سنا کہ غربت و سفر سے وطن میں آیا ہو (اسلئے کہ عاشق اخلاص و وفا کا طالب ہی جہاں یہ ہونگی وہ وہاں ہی پہونچیگا۔

؎ ہر کجا روم اخلاص را خریداری نیست ٭ متاع کاسد و بازارِ نارو اینجاست

(۸) ترجمہ:- جب سے کہ میں اپنے اشکوں کا ہمراہی بنا ہوں معاملہ بگڑ گیا ہے (چنانچہ) جس جگہ (بھی) میں گیا یہ اشک (میری ویرانی کے درپے ہے (یعنی سیلاب اشک ہمارا گھر کہیں بھی نہیں رہنے دیتا پس بہتر ہوتا کہ صبر و تحمل سے کام لیتے)

(۹) ترجمہ:- نظیری نے زمانہ سے جو زخم (بھی) کھایا وہ نہ چاک گریباں بنا اور نہ چاک کفن وہ نہ زندگی میں کام آیا اور نہ بعد مرگ (یعنی زمانہ کا لگایا ہوا زخم اگر چاک گریباں یا چاک کفن بنجاتا تب بھی کچھ کام آجاتا مگر یہ تو کسی مطلب کا نہ نکلا اسلئے غم روزگار سے الگ ہی رہنا چاہیئے)۔

بحر:- ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف - ارکان و تقطیع:- مثل ہے

(۱) ترجمہ:- آخر کار وہ مغبچہ (یعنی معشوق) میرا ہم عقیدہ بنگیا اور وہ کافر (ادا) بیگانہ میرا یگانہ بنگیا (یعنی بڑی دقتوں کے بعد آخر کار دوست ہم سے تعلق رکھنے پر مجبور ہو گیا۔)

(۲) تشریح:- "بسیم" میں "م" بمعنی مرا۔ ترجمہ:- اگرچہ مجھکو (اپنی) پلکوں کی قطار کو سے نشتر دکھلائے مگر (میری قسمت سے) اس نشتر چلانے کے ساتھ ساتھ شیریں نگاہ (بھی) نکل آئی (یعنی گو دشنۂ مژگاں ہم نے کھائے مگر ساتھ ہی التفات دوست کا لطف بھی حاصل کیا)

(۳) تشریح:- "کیش" مخفف ترکش ہے بعض نسخوں میں کیشش ہے جس کے معنی ترکش کے ہیں یعنی ترکش کا تیر۔ تیر

ترجمہ:- اسکی (تیر انداز) چشم نے ابرو کے کمان خانہ سے مجھ پر ہر وہ تیر چلایا جو زخم لگانے میں (ترکش سے) ابھی (زیادہ چالاک نکلا (یعنی چشم دوست تیر انداز، ابرو کمان اور مژگاں تیر ہیں اور یہ تیر ترکش سے بھی زیادہ گہرا زخم لگانے والے ہیں)

(۴) ترجمہ:- اب حقیقت حال واضح ہو گئی کہ) دونوں عالم کی اقبال مندیاں نمدہ کی (فقیرانہ) ٹوپی کے ساتھ وابستہ تھی۔ (یہ لو) شاہی تاج فقیر کے گھر سے نکل آیا (یعنی کلاہ درویشی دونوں تاج شاہی سے بہتر ہے کہ اس سے دونوں جہان کی فلاح وابستہ ہے۔

کامے کہ بشمشیر و سناں دیر بر آید ۵ از دیدۂ خونیں و دل ریش بر آمد

بر خلق نگر دید گراں ہر کہ دریں بزم ۶ پس از ہمہ رفت و ز ہمہ پیش بر آمد

دیدم ز سر تا قدمش حسن و شمائل ۷ لیک از ہمہ خوبیش وفا بیش بر آمد

دادیم بجاں منصب ہمرازئ جاناں ۸ دل نیز دو روئی و غرض اندیش بر آمد

ساماں نشد از سعی خرد کار نظیری ۹ دیوانہ شد و از خود و از خویش بر آمد

یغمائے تو دستے بکم و بیش بر آورد ۱۵/۱ تاراج تو دلق از بر درویش بر آورد

عشق تو شک انداخت بہفتاد و دو ملت ۲ حقیت آئین خود از کیش بر آورد

حسن تو بقید دو جہاں سلسلہ افراخت ۳ آوازۂ آزادگی خویش ... بر آورد

از بلیک مژگان تو شد کشتہ جہانے ۴ با آنکہ ندیدم کہ کے از کیش بر آورد

(۵) ترجمہ:- جو مراد کہ تلوار اور بھالوں سے (بھی) دیر میں حاصل ہوتی ہے (دیکھلو وہ (میری) خون آلود چشم اور زخم خوردہ دل سے ایک آن (میں) بر آئی (یعنی دوست کو ملتفت کرنے کیلئے دیدۂ خونیں اور دل ریش کارآمد ہیں تیر و سناں نہیں)

(۶) ترجمہ:- وہ شخص (اس بزم میں) لوگوں کے لئے باعث گرانی نہیں بنا جو سب کے بعد میں گیا اور سب سے پہلے نکل آیا (یعنی دنیا سے بقدر حاجت تعلق رکھنے میں اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی آسائش ہے۔

(۷) ترجمہ:- ہم نے (اس دوست کو سراپا (بجسدہ) خوبی و ادا پایا مگر اسکی تمام خوبیوں میں سے (اسکی) وفاداری بڑھکر نکلی (یعنی وصف وفا اس کے تمام اوصاف سے خوشتر ہے)

(۸) ترجمہ:- ہم نے معشوق کی ہمرازی کا عہدہ (اب) جان کو تفویض کر دیا کیونکہ دل بھی کہ اسپر (اعتماد تھا) منافق اور خود غرض نکل گیا واسطے ہمرازی محبوب کا منصب اوس سے واپس لے لیا گیا)

(۹) تشریح:- "کار ساماں شدن" اسباب مراد کا مجمع ہو جانا۔ مراد بر آ - ترجمہ:- نظیری کی مراد عقل کی کوششوں سے پوری نہ ہوئی (تو مجبوراً) دیوانہ بنگیا اور خود اپنی ہستی اور خویش و اقارب سے بیگانہ ہو گیا (یعنی عشق میں عقل کار برآری سے عاجز ہے دیوانگی درکار ہے)

بحر:- ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور - ارکان و تقطیع:- مثل ۱۲

(۱) ترجمہ:- (اے دوست) تیری لوٹ مار نے (میری) تھوڑی بہت جو ہوش و حواس کی (پونجی) تھی سبھی (پر) ہاتھ صاف کر دیا بلکہ (تیری) لوٹ مار (نے) تو فقیر تکمک کے بدن سے گدڑی اتروا لی (یعنی تو نے اپنی تجلیات کی تیغ دکھا کر ہم سے لباس ہوش خود ہی چھین لیا)

(۲) ترجمہ:- تیرے عشق نے بہتر ملتوں میں شک و شبہ ڈالکر مذاہب میں سے اپنے مذہب کی حقانیت ثابت کر دی ؎

ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترک رسوم ٭ ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہو گئیں

بگو منصور از زنداں انا الحق گو بروں آید ٭ کہ دین عشق ظاہر گشت و باطل گشت مذہبہا

(۳) ترجمہ:- تیرے حسن نے دونوں عالم کو اپنا گرفتار بنانے کیلئے زنجیریں اور بیڑیاں اٹھائی ہیں اور صرف اپنی آزادی کا نعرہ بلند کر دیا ہے

[margin:] رنجیرمن حسن زنلیو اوماکل اسپ اکا...

چوں از تو رہد صید کہ کعبین غزالت ۵ چوں پنجہ شیران بغضب نیش بر آورد

خطا نیست کہ بر عکس رخت سایہ فگند ست ۶ از صیقل تیغ آئینہ ام ریشں بر آورد

در مصلحت کس نزنم چنگ کہ عشقم ۷ از کشمکش عقل کج اندیش بر آورد

عشق از خردم خوب رہانید نظیری ۸ خو گرمی بیگانہ ام از خویش بر آورد

درد و غمت کہ ہمچو ہما استخوان خورند ۱/۱۲ بر من مبارک اند گرم مغز جان خورند

برنامہ ام مخند کہ آشفتہ خاطراں ۲ مو کز قلم کشند نے اندر بناں خورند

(۴) ترجمہ:- تیری پلکوں کی برچھیوں سے ایک عالم قتل ہو گیا باوجود یکہ ہم ابھی نہ دیکھ پائے کہ وہ نیام سے کب نکلیں (یعنی اے دوست تیری برق جلوہ نے چشم زدن میں عالم کو فنا کر دیا اور خود نظروں سے پنہاں رہی)

(۵) ترجمہ:- تجھ سے شکار دل کیسے بچ کر نکل سکتا ہے کہ تیرے آہوئے چشم کے ٹخنوں (یعنی گوشوں) نے غصہ میں شیروں کے پنجوں کی طرح نشتر مژگاں نکال لئے اور ظاہر ہے کہ شیر کے پنجہ میں آکر بچ نکلنا محال ہے)

تشریح:- ریش "زخم مراد خراش" "آئینہ ام" کی جگہ آئینہ ات ہونا چاہئے۔ ترجمہ:- ملائے دوست تو آئینہ دیکھ کر افسردہ خاطر نہ ہو) جو تیرے چہرہ کے عکس پر سایہ فگن ہے یہ خط (ڈاڑھی) نہیں ہے بلکہ تیری تیغ (ابرو) کے صیقل (مانجھنے رگڑنے) کی وجہ سے تیرے آئینہ پر خراشیں آگئی ہیں (یعنی یہ عیب آئینہ میں تیرے رخسار میں نہیں ہے۔ تیغ ابرو کو آلۂ صیقل قرار دیا ہے ظاہر ہے دھار دار چیز سے جب آئینہ کو رگڑا جائیگا تو بجائے صاف ہونے کے اس میں لکیریں پڑ جائیں گی۔ تخیل خوب ہے)

(۷) تشریح:- "چنگ زدن" ہاتھ ڈالنا۔ ترجمہ:- اب میں کسی کی (یعنی اپنی بھی) مصلحت بینی میں نہ پڑونگا اسلئے کہ اب عشق نے مجھکو عقل غلط اندیش الجھنوں سے نجات دیدی ہے (یعنی الحمد للہ کہ اب بطفیل عشق آشفتگی عقل سے نجات مل گئی۔ ورنہ اس عقل نے ہم کو خودی و خود پرستی کی الجھن میں ڈال رکھا تھا)

(۸) ترجمہ:- نظیری! عشق نے مجھ کو قید عقل سے خوب رہائی دلائی (تو دیکھو) ایک بیگانہ کے جوش حمایت نے مجھکو (اپنے) یگانہ (کی صحبت) سے جھڑا دیا۔ توضیح:- مطلب یہ ہے کہ عقل کو میں نے اپنا سمجھ کر اسپر اعتماد کیا مگر اس نے ہزاروں دشواریوں سے دوچار کر دیا۔ اور عشق سے ہم بیگانہ سمجھتے تھے آخر کار اس نے ہمارے حال پر رحم کھا کر کشمکش عقل سے رستگاری بخشی۔

بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور۔ ارکان و تقطیع:- مثل ۳ رکن آخر مقصور ہے بروزن فاعلات

(۱) تشریح:- گرم میں میم ضمیر مجرور، مغز جان کا مضاف الیہ ہے۔ ترجمہ:- تیرا درد و غم (عشق) جو مانند ہما ہڈیاں کھاتا ہے اگر وہ میرا مغز روح (بھی) کھا ڈالے تو وہ میرے لئے (بھی) مبارک ہے (مطلب واضح ہے)

(۲) ترجمہ:- میرے خط کی بدخطی پر نہ ہنس اسلئے کہ پریشان دل لوگ (اپنی آشفتہ حالی کو ظاہر کرنیکے لئے) جو بال اپنے قلم (کے اندر) سے نکالتے ہیں، وہ پھانس بن کر انگلیوں میں لگ جاتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں تحریر بدخط ہوگی

مست آئیم بصلح اگر نگہتے برنی ۳ زاں مے کہ در مجبت ہم دوستاں خورند

نیشکر آنچناں نخورد کس ز دست دوست ۴ کازادگاں ز دست مبارزستاں خورند

جانے و صد کرشمۂ مژگاں چہ می کنم ۵ ایں تیر ہا تمام اگر بر نشاں خورند

چشم ہزار تشنہ جگر در کمین تست ۶ ترسم کہ خام میوۂ ایں بوستاں خورند

آزادگاں بجائے رسیدند و ماہماں ۷ زاں رہرواں کہ گرد پس کارواں خورند

ہر جا گلیست بہر نظیری طرب گہیست ۸ کے بلبلان مست غم آشیاں خورند

مجلس چو بر شکست تماشا بما رسید ۱/۱۳ در بزم چوں نماند کسے جا بما رسید

دلال عشق بود و خریدار دلستاں ۲ خود را فروختیم چو سودا بما رسید

(۳) تشریح:- "آئیم" میں م ضمیر مفعول اور آئی صیغہ واحد حاضر ہے۔ "ہم" بمعنی ہمدگر۔ ترجمہ:- ملائے محبوب یا لے زاہد سخت خو اگر تو اس شراب کی جو اردو دوست باہمی دوستوں کی صحبت میں پیتے ہیں (معمولی سی) خوشبو سونگھ پائے تو مست ہو کر میرے پاس صلح کیلئے آجائے اپنی شراب عشق و عرفان تمام غلطفار دنیا سے نجات دلاکر صلح کل کے مقام میں پہونچا دیتی ہے)

(۴) ترجمہ:- کوئی اسطرح (شوق سے) دوست کے ہاتھ سے نیشکر (گنا) بھی نہیں کھاتا جس طرح کہ عشق و محبت کے آزاد مرد (مجبوب) جنگجو کے ہاتھ سے بھالے کھاتے ہیں (یعنی عاشق کو دوست کے آزار میں بھی بڑا مزہ آتا ہے)

(۵) ترجمہ:- (میری) جان ایک ہے اور معشوق کی مژگاں کے کرشمے اور ادائیں سینکڑوں ہیں (تدبیر زیست) کیا کرونگا اگر یہ تمام تیر نشانہ پر لگ گئے (یعنی بدیں حال جینا محال معلوم ہوتا ہے)

(۶) ترجمہ:- ہزاروں پیاسے جگر والوں کی نظر میں تیری تاک میں ہیں مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ لوگ (اس باغ حسن) کے میوۂ دسیب ذقن و عناب لب

(۷) ترجمہ:- (راہ عشق کے) آزاد مرد اپنے اپنے ٹھکانے پر پہونچ گئے اور ہم (تاحال) اُن مسافروں میں سے ہیں جو قافلہ کے پیچھے گرد پھانکتے ہیں (یعنی ہم آلائش دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں اور رہروان چالاک منزل تجرد پر پہونچ گئے)

(۸) ترجمہ:- پھول جہاں (بھی) ہے نظیری کے لئے وہیں نشاط گاہ ہے، مست بلبل کو آشیانہ کا غم کب ہوتا ہے (یعنی ہم پابند مقام نہیں جہاں جلوۂ حسن نظر آئے وہی ہمارا مقام نشاط و عیش ہے)

بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور۔ ارکان و تقطیع:- مثل ۳ رکن آخر مقصور بروزن فاعلات ہے۔

ترجمہ:- جب مجلس برخاست ہو گئی تب ہماری باری آئی اور جب محفل میں کوئی نہ رہا تب ہم کو جگہ ملی (افسوس!) ؎
حریفاں بادہا خوردند و رفتند تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند۔ خود نظیری نے اس مضمون کو پہلے یوں ادا کیا ہے ؎

قسمت چنیں فتاد کہ ترکان مست او ؎ در دور بالطاق نہادند جام را

(۲) ترجمہ:- عشق (سودا کا) دلال اور (محبوب) دلربا خریدار تھا (پس) جب سودے کی نوبت ہم تک آئی تو ہم اپنے آپ کو (بکے ہاتھوں) فروخت کر ڈالا (یعنی عشق نے ہم سے متاع دل معشوق کے حوالہ کرا دی اور ہم نے کر دی اسلئے کہ اس سے بہتر دلال اور خریدار (دونہ تھا)

دی خندہ بر بضاعت درویش نو لبش ۳ صد کارواں شکر بہ نے بوریا رسید

بال و پر از درازیٔ منزل بسوختیم ۴ پیغام بے نیازیٔ عنقا بما رسید

آموخت ہر چہ عشوہ زگیری بما فروخت ۵ اندوخت ہر چہ غمزہ زلیخا بما رسید

گر گمرہیم تیرہ شب از خواب جستہ ایم ۶ حسن تو شور کرد کہ غوغا بما رسید

بعد از ہزار سعی ثواب و مجاہدات ۷ زنار راہب و بت ترسا بما رسید

مارا کجاست ارزش زخم التفات تو ۸ شد عام آنچناں کہ تمنا بما رسید

رحمے نما و مستی ما را زیادہ کن ۹ زاں خم کہ یک پیالۂ صہبا بما رسید

مشکل عنان نالہ نظیری تواں گرفت ۱۰ باد بہار و نکہت صحرا بما رسید

(۳) تشریح :- بر کسے خندہ زدن "استہزا اڑانا ہنسنا۔ ترجمہ :- کل اس کے لبوں نے (مجھ) درویش بکسر مایۂ زیست و بود) پر قہقہہ لگایا (تو گویہ خندہ ہماری ہیچ و پوچ پر تذلیل کے لئے تھا مگر اس سے) بوریے کے پھرٹوں کو سینکڑوں شکر کے قافلے مل گئے (یعنی دوست کا التفات جس نہج سے بھی ہو عاشق بے سامان کیلئے سرمایۂ صد سعادت ہے)

(۴) ترجمہ :- ہم نے منزل (مقصود) کے دور و دراز ہونیکی وجہ سے اپنے) پر و بازو ہی جلا ڈالے (اس لئے کہ) عنقا کی بے نیازی کا پیغام ہم کو پہونچ چکا تھا (یعنی مقام معرفت پر دو عقل سے بالاتر ہے اسلئے ہم نے عقل و خرد کو خیرباد کہدیا)

(۵) تشریح :- عشوہ فروختن "ناز و ادا کی نمایش کرنا۔ ترجمہ :- کافری کے جو جو عشوے و ادائیں اس نے سیکھیں (وہ سب) ہمیں دکھلائیں اور غارت گری کے جو جو (چشم و ابرو کے) اشارے اس نے جمع کئے وہ ہمکو پہونچے (یعنی دوست نے انداز ہائے دلربائی سے ہمارا دل موہ لیا)

(۶) ترجمہ :- اگر ہم (عشق کی پرپیچ راستہ میں) بھٹکے ہوئے ہیں (تو تعجب کا کونسا مقام ہے) بصورت حال یہ ہوئی کہ تیرے حسن نے اتنا شور برپا کیا کہ (وہ) شور و غل ہم تک پہونچ گیا اسلئے اندھیری رات میں ہماری آنکھ کھل گئی (یعنی تیرے حسن غارتگر کے غوغا سے ہم سراسیمہ ہو کر طلب میں نکل پڑے) اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص گہری نیند کی حالت میں شور و غل کیوجہ سے چونک کر اٹھ کھڑا ہو تو وہ اندھیری میں اِدھر اُدھر بھٹکے گا

(۷) تشریح :- مجاہدت "بمعنی ریاضت۔ اس میں تائے مصدریہ ہے۔ راہب "تارک دنیا۔ ثواب" اسکی جگہ اگر صواب بالصاد ہو تو زیادہ بہتر ہے جسکے معنی درست کرداری کے ہیں۔ ترجمہ :- (حصول) ثواب کی ہزاروں کوششوں اور ریاضتوں کے بعد راہب کی زنار اور بت کافر ہمکو ملا (یعنی ہزاروں مشقتوں کو جھیلنے کے بعد کثرت میں وحدت کا جلوہ نظر آیا۔ "زنار" سے کثرت اور "بت" سے وحدت مراد ہے)

(۸) ترجمہ :- (اے محبوب!) تیرے (تیر نگاہ) کے زخم کی قابلیت ہم میں کہاں ہے باقی (تیری توجہ اسقدر عام ہو گئی ہے کہ (اسکی) تمنا اور آرزو ہم تک (بھی) پہونچ گئی (یعنی گو ہم تیری نظر لطف کے سزاوار نہیں ہیں مگر چونکہ اوروں پر عام ہو رہی ہے اسلئے امیدوار ہم بھی بنگئے ہیں)

(۹) ترجمہ :- ہمارے حال پر) رحم فرما کر اس خم (شراب معرفت) سے جسکا ہمیں (صرف) ایک پیالہ ملا ہے (اور پلا کر) ہماری مستی و بیخودی بڑھا دے کیونکہ اس ایک پیالہ نے تو ہماری تشنگی کو اور بھڑکا دیا ہے)

(۱۰) ترجمہ :- (اب) نالہ و فریاد کی باگ کو بڑی مشکل سے تھاما جاسکتا ہے کیونکہ موسم بہار کی ہوا اور صحرا کی خوشبو ہم تک پہونچ گئی ہے

ہر سحر سلسلہ از پائے صبا بکشایند ۱ کز کشادش گرہے از دل ما بکشایند

درد نا یافتنم سوخت ندانم ز کجا ۲ بلبلاں را بچمن راہ نوا بکشایند

کارم از زلف گرہ گیر تو پیچیدہ تر است ۳ سر ایں رشتہ ندانم ز کجا بکشایند

آخر اے گل گذرے کن بگلستاں تا کے ۴ چشم نرگس بر و باد صبا بکشایند

برہم افتادہ دل و دیدہ بر انداز نقاب ۵ تا بہ عقد گہر روئے نما بکشایند

ہر کجا فتنۂ آں چشم سیہ در کار است ۶ کفر باشد کہ زباں را بدعا بکشایند

سیر ایں دائرہ بد نیست و لے مے ترسم ۷ چشم از خویش بہ بندند چو پا بکشایند

گر بمیخانہ نظیری برم ایں زمزمہ را ۸ مطربانم گرہ از بند قبا بکشایند

(یعنی مجھ گرفتار قفس بلبل کو باد بہاری کے ذریعہ تمام صحرائے ہستی کے گلزار ہونیکا علم ہو گیا ہے اسلئے یاد گل میں اب نالہ و فریاد کو ضبط کرنا مشکل ہے)

بحر :- رمل مثمن مخبون مشعث مقصور۔ ارکان و تقطیع :- ش $\frac{1}{1}$

(۱) ترجمہ :- (کارکنان قضا و قدر) ہر صبح کو صبا کے پاؤں سے زنجیر کھولدیتے ہیں تاکہ اس کے آزاد ہو جانے کے ذریعہ سے ہمارے دل سے گرہ (غم) کھولدیں۔ (یعنی ہر روز صبح کو باد صبا ہمارے لئے پیغام گل لاتی ہے)

(۲) تشریح :- "نا یافتنم" میں "میم" ضمیر مفعولی بمعنی مرا۔ ترجمہ :- (مجھکو تو مراد نہ ملنے) حاصل نہ ہونیکے غم نے جلا کر خاکستر کر ڈالا۔ مگر نہ معلوم بلبلوں کیلئے چمن میں کہاں سے نغمہ سنجی کی راہ کھولدیتے ہیں (یعنی بلبلیں چمن میں پہونچکر شادی کو ترانے گاتی ہیں اور ہم آتش ہجران میں جل رہے ہیں)

(۳) ترجمہ :- میرا کام تیری پرپیچ زلف سے (بھی) زیادہ الجھن میں پڑا ہوا ہے (دیکھئے!) نہ معلوم (اس الجھے ہوئے) تاگے کا سرا کہاں سے نکالتے ہیں (یعنی اپنی مرادیں بر آتی ہوئی معلوم نہیں ہوتیں)

(۴) ترجمہ :- اے گل (باغ خوبی) آخر کبھی تو چمن (جلوہ گاہ) میں گذر کر، کب تک تیرے منتظر (عاشق) باد صبا کی راہ میں نرگس کی طرح آنکھ کھولے رکھیں (مطلب واضح ہے)

(۵) ترجمہ :- (عشاق کے) دل اور آنکھیں تباہ حال بنے پڑے ہیں یا جوش جان نثاری میں ایک دوسری پر گری پڑی ہیں (خدا کیلئے) چہرہ سے نقاب اٹھادے تاکہ یہ سب (اشکوں کے) موتیوں کی لڑیاں (تیری) رونمائی کیلئے نکال ڈالیں (مطلب صاف ہے)

(۶) ترجمہ :- جہاں کہ (معشوق کی) اس چشم سیہ کی فتنہ پردازی مطلوب ہو وہاں اگر زبان دعائے عافیت کیلئے کھولیں تو یہ کفر ہوگا (یعنی معشوق کی نگاہ فتنہ ساز سے بچنے کیلئے دعا کرنا مذہب عاشقی میں کفر ہے)

(۷) ترجمہ :- (عشق و معرفت کی) اس احاطہ کی سیر بری نہیں مگر مجھے ڈر ہے کہ اگر (میرے) قدم (اس میدان میں گرم رفتار ہونیکے واسطے کھولدیں گے تو میری آنکھیں اپنی طرف دیکھنے سے بند کر دیں گے "چشم از خویش بہ بندند" سے دو مطلب نکلتے ہیں ایک یہ کہ مجھے مدہوش کر دیں گے دوسرا یہ کہ اپنے نظارہ سے روک دیں گے)

(۸) ترجمہ :- نظیری اگر میں (اپنے) اس راگ کو میخانہ میں پکار کر گاؤں تو یقین ہے کہ بڑے بڑے ماہر گویّے (خادموں کی مانند میری قبا کو

نمی تواں بگزند از من انتقام کشید ۱۹/۱ کہ دایہ زہر بطفلی مرا بکام کشید

زمانہ یک نفسم بر مرادِ خود نگذاشت ۲ بہر کہ داد مراد از من انتقام کشید

ہزار نقش خوشم داد چرخ تا دیدم ۳ قلم گرفت و خطِ سہو بر تمام کشید

مرا فریب نبرد از رہ ورنہ ایں جادو ۴ عنانِ خاص گرفت و کمندِ عام کشید

باہ و نالہ حریفم ز جام و نغمہ نگو ۵ کہ کارم از مے و مطرب بایں مقام کشید

شراب دور جز آں بے تفاوتے نگرفت ۶ کہ گر حلال رسید و اگر حرام کشید

چہ جائے من کہ بجامِ شراب و طرۂ حور ۷ فرشتہ را ز فلک میتواں بدام کشید

بندی گرہ کھولنے لگیں گے (یعنی استادان کامل بھی میری استادی کے قائل ہو جائیں گے)

• بحر:- مجتث مثمن مخبون مقصور۔ ارکان و تقطیع:- مثل ۱/۲

(۱) ترجمہ:- تکلیف پہونچا کر مجھ سے انتقام نہیں لیا جا سکتا اسلئے کہ دایہ نے بچپن میں میرے حلق میں زہر ٹپکا چکی ہے (یعنی زہر تو میری گھٹی میں پڑا ہوا ہے اسلئے میں تکلیف کو تکلیف ہی نہیں سمجھتا)

(۲) تشریح:- "نفسم" میں ضمیر مفعولی ہے، ترجمہ:- زمانہ نے ایک لمحہ کیلئے مجھکو اپنی مراد پر نہیں رہنے دیا بلکہ جس کی مراد پوری کی اس کا بدلہ مجھ سے لیا (یعنی اس کے عوض مجھے ستایا اور نامراد بنایا)

(۳) ترجمہ:- مجھکو فلک نے ہزاروں نقش زیبا (یعنی اسباب تنعم) عطا کئے لیکن جونہی کہ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا اس نے قلم اٹھایا اور سب پر غلط کی لکیر کھینچدی (اسی مضمون کو نظیری نے دوسری جگہ یوں ادا کیا ہے ؎ علم ارادت گر کند ذوقی نصیب جان من ٭ دستوفی از قضا باطل کند تقسیم را۔

(۴) ترجمہ:- مجھکو (دنیوی) فریب نظر راستے سے نہ ہٹا سکا ورنہ اس جادو نے (تو) خاص و عام سب کی باگیں اور کمندیں پکڑ اور کھینچ لی ہیں (یعنی سب کو اس نے گرفتار دام تزویر کر لیا ہے)

(۵) ترجمہ:- میں (تو اب عشق میں) آہ و فریاد کا ساتھی (بن گیا ہوں مجھ سے جام (شراب) اور نغمہ (شادی) کے متعلق کچھ نہ کہہ اسلئے کہ میرا معاملہ تو شراب اور مطرب سے (کٹ کر اب) اس مقام پر پہونچ گیا ہے (یعنی اب میرا شیوہ فریاد و فغاں ہے۔ اور عیش و نشاط سے مجھے کوئی واسطہ نہیں)

(۶) تشریح:- "بے تفاوتے" فرق نہ کرنیوالا۔ بے پرواہ بے تمیز۔ ترجمہ:- زمانہ کی شراب سوائے اوس بے تمیز کے کسی نے نہیں پی (جس کی حالت یہ ہوا کہ خواہ حلال ملی یا حرام چڑھا گیا (یعنی اسے پینے سے مطلب ہے خواہ حلال ہے یا حرام لیکن جو حرام و حلال کا فرق کرتے ہیں انکے لئے مشکل ہے)

(۷) ترجمہ:- میری تو کیا ہستی ہے، جام شراب اور حور (شمائل محبوب) کی زلف کے دام میں فرشتوں کو بھی آسمان سے کھینچا جا سکتا ہے (مطلب صاف ہے)

چناں نزار فتادم بعشق نیم نظر ۸ کہ سایہ از سر کویم بزیر بام کشید

بساطِ عافیت اے عقل و ہوش برچینید ۹ دگر نظیریِ بے ظرف یکدو جام کشید

مشکے بہن گہے زادائے سخن رسد ۲۰/۱ صد جا نگہ مقام کند تا بمن رسد

من بر دراز تجلی ایں نور سوختم ۲ پروانہ چوں بعرصۂ آں انجمن رسد

در راہِ تو شمال و صبا در تردد اند ۳ تا بو کرا دہی کہ بہ بیت الحزن رسد

گر زیر گلبنے قفسم را نسیم نہی ۴ جائے بنہ کہ نالہ بگوش چمن رسد

گفتند کم بقاست مکن عندلیب گفت ۵ اے کاش عمرِ گل بحیاتِ سمن رسد

جیبے کہ پارہ شد بملامت رفو نشد ۶ دستِ جنوں مباد باین پیرہن رسد

زاہد ز سر نکتۂ صوفی چہ آگہ است ۷ در شیوہ ہائے چشمِ صنم برہمن رسد

(۸) تشریح:- "عشق نیم نظر" یہ ترکیب کئی مفہوم پیدا کرتی ہے۔ اوّل وہ عشق جو حسن کی طرف نیم نگاہ سے پیدا ہوا ہو۔ دوم معشوق کی دزدیدہ نگاہ سے پیدا شدہ عشق۔ سوم معشوق کا دزدیدہ نگاہ سے ہماری جانب دیکھنے کا شوق۔ ترجمہ:- معشوق کی نیم نگاہ کے عشق میں میں ایسا ضعیف و ناتواں ہو گیا ہوں کہ میرا سایہ (وجود) کوچہ (یعنی اسکے سر کوچہ (فنا کے) بالاخانہ کے نیچے پہونچ گیا ہے۔ سایہ زیر بام آفتاب کو سمت الراس پر آ جانیکے وقت ہوتا ہے گویا ہمیشہ بچھا ہوتا ہے۔ بوقت طلوع و غروب سر کوچہ پر ہوا کرتا ہے مقصد یہ ہے کہ ناتوانی نے فنا کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ ؎

لاغر اتنا ہوں کہ گر تو بزم میں جا دے مجھے ٭ میرا ذمہ دیکھ کر گر کوئی بتلا دے مجھے۔

(۹) ترجمہ:- اے عقل و ہوش اپنے فرش عافیت کو اٹھا لو (یعنی اپنے وجود کو خیرباد کہو اسلئے کہ بیچارہ کم حوصلہ نظیری نے ایک دو جام شراب پی لئے ہیں) [illegible]

• بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف۔ ارکان و تقطیع:- مثل ۲/۳

(۱) ترجمہ:- کبھی (معشوق) کے سخن مجھ تک پہونچتے ہیں تو مجھے رشک ہونے لگتا ہے کیونکہ اسکی نگاہ سینکڑوں جگہ قیام کرتی ہے تب کہیں مجھ تک پہونچتی ہے (یعنی وہ رقیبوں کی طرف التفات زیادہ رکھتا ہے آخر میں کہیں میری نوبت آتی ہے اسلئے رشک ہوتا ہے)

(۲) ترجمہ:- میں (تو) دروازہ پر ہی اس نور (حسن قدیم) کی تجلی سے جل بھن گیا۔ معلوم نہیں پروانہ کیسے اس انجمن کے بیچ میں پہونچ جاتا ہے (یعنی خاصان بارگاہ اس سے واصل ہو سکتے ہیں۔ ہم تو ادنی تجلی کی بھی تاب نہ لا سکے)

(۳) ترجمہ:- اے سلطان خوبان تیری راہ میں شمالی ہوا اور باد صبا دونوں سرگشتہ ہیں کہ کس کو خوشبو عطا کرتا ہے تاکہ حزن کدہ عاشق تک پہونچے [illegible]

(۴) ترجمہ:- اگر تو میرے قفس کو درخت گل کے نیچے نہیں رکھتا تو ایسی جگہ رکھ کہ میرے نالے گوش چمن میں پہونچ سکیں بلکہ میرے صفیروں کو میرے احوال کا تو علم ہوتا ہے)

(۵) ترجمہ:- لوگوں نے بلبل سے کہا کہ پھول کی عمر تھوڑی ہے [illegible] بلبل بولا اے کاش گل کی زندگی چنبیلی کی زندگی کو پہونچ جائے [illegible]

(۶) ترجمہ:- عشق میں جو گریبان ملامت سے پارہ پارہ ہو گیا وہ رفو نہ ہو سکا [illegible] اس پیرہن تک دست جنوں نہ پہونچ جائے [illegible] بیان کرنا ہے)

بازیچۂ تو ... نہ عیسیٰ بہ باد داد ۸ در نرگس تو کس بچہ افسون و فن رسد

اے جاں بسعی درد نظیری تمے رود ۹ مرگے مگر بداد دل زیستن رسد

خونم از بر خاک بریزی نقص پیماں کے شود ۲۲/۱ خاکم از بیرون در بریزی پریشاں کے شود

گرمیٔ اہل محبت از دم گرم من است ۲ نالہ ام تا نشنود بلبل غزلخواں کے شود

شور بختی را چہ سازم چارۂ نتواں ساختن ۳ چوں نمک بر ریش آمد زنمکداں کے شود

بازوئے ما دل خراشاں را کمندی لازم است ۴ ہر چہ دست ما رسد در دٔ گریباں کے شود

پشت پا زن بر ہوس آنگہ ہوائے عشق کن ۵ تا بُتِ خود نشکند کافر مسلماں کے شود

(۷) ترجمہ:۔ صوفی کے نکتوں کو بھید کی زاہد کو کیا خبر؟ صنم کی آنکھ کے کرشموں کی حقیقت (یکہ برہمن ہی) معلوم کر سکتا ہے زاہد جو بالکل اس راہ سے بیگانہ ہے اس پر یہ حقیقت منکشف نہیں ہو سکتی)

(۸) ترجمہ:۔ تیرے لبوں کے ادنیٰ کھیل نے حضرت عیسیٰ کے معجزہ (احیاء موتی) کو گرد کر دیا (یعنی تیرے لبوں میں وہ جاں بخشی ہے جو دم عیسیٰ میں بھی نہیں) تو تو ہی بتا کوئی تیری نرگس (چشم) تک کس حیلہ گری اور فسوں سازی سے پہونچے (یعنی تیرے نظر کرم کا مورد بننے کیلئے کیا تدبیر کیجائے کہ ہمارے دل مردہ کو بھی حیات تازہ نصیب ہو یا کوئی کیونکر تری نرگس چشم کی حقیقت معلوم کرے۔

(۹) تشریح:۔ دل زیستن یعنی آرزوئے حیات۔ ترجمہ:۔ اے جان! نظیری کا (درد عشق) کی کوشش سے دور نہیں ہو سکتا (توبہ) شاید موت ہی آرزوئے حیات کی فریاد رسی کو پہونچے (یعنی درد عشق میں کوشش کام نہ آئی تو شاید اب موت ہی دستگیری فرمائے تو فرمائے۔

(غالب نے کہا ہے ؎ جیتا ہوں آرزو میں مرنے کی ۔ موت آتی ہے پر نہیں آتی)

بحر:۔ رمل مثمن محذوف ۔ ارکان:۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دو بار۔

(۱) ترجمہ:۔ (مجھے قتل کر کے) میرا خون اگر تو خاک پر گرا دے تو (اس سے) عہد (وفا) کب ٹوٹ سکتا ہے (یعنی یہ تو میری نہایت تمنا ہو جسکے پورا کرنے سے نہ تیری کاوفا میں فرق آئیگا نہ مرا) اور اگر میری خاک کو تو (اپنے) دروازہ کے باہر ڈالدیگا تو وہ کب پریشان اور منتشر ہو سکتی ہے۔ (یعنی مر کر بھی میری خاک کے اجزا تیرے دروازے کو نہ چھوڑیں گے)

(۲) ترجمہ:۔ ذوق عشق رکھنے والوں کی (دل) گرمی میری آہ گرم کے دم سے قائم ہے جب تک بلبل میرے نالہ کو نہ سن لے وہ چہچہے (غزلخواں) نہیں ہو سکتا (یعنی بلبل کی غزلخوانی میرے ہی نالوں کی نقل ہے مصرعہ اول دعویٰ ہے اور دوسرا دلیل مثالی ہے)

(۳) ترجمہ:۔ میں (اپنی) بدبختی کو کیا بناؤں؟ کوئی علاج نہیں کیا جا سکتا (اسلئے کہ) جب نمک (زخم) کا جا چکا پھر وہ نمکداں میں کیسے واپس جا سکتا ہے (یعنی جو مقدر میں لکھا جا چکا ہے پورا ہو کر رہے گا)

(۴) ترجمہ:۔ ہم دل چھیلنے والوں کو بازو کیلئے کمند بھی نا ضروری ہے (تاکہ) ہاتھ بھینچے جا سکیں ورنہ (جو چیز) ہمارے ہاتھ لگ جائیگا وہ بھی گریباں کب (باقی) رہ سکتا ہے (یعنی) ہمارا دست جنون دشمن گریباں ہے اسکی حفاظت چاہتے ہو تو ہمارے ہاتھ باندھ دو)

(۵) ترجمہ:۔ اے طالب حق! ہوا و ہوس سے منہ موڑ کر پھر آرزوئے عشق و محبت کر کیونکہ جب تک کافر اپنے بت کو پاش پاش نہ کر دے مسلمان ہو

ہیچکس بر روئے بستر کسب جمعیت نکرد ۶ بر سر کوتا نخواہد دل بساماں کے شود

داروئے غم گریہ مستانہ سے نشد پیش ازیں ۷ آں ہم از کیفیت افتادست درماں کے شود

بندہ نتواں کرد آزادگاں را جز بمہر ۸ جنس ما بسیار کمیابست ارزاں کے شود

تنگدستے چو نتو کے یابد نظیری قرب دوست ۹ آنچناں نو بادہ ہرگز فرہ دواں کے شود

ہوائے کوئے او آوارہ ام از خانہ میسازد ۲۳/۱ فسون او پدر را از پسر بیگانہ می سازد

صلاح عشق شد کفرم یقین انکار ایمانم ۲ محبت کعبہ ویراں میکند بتخانہ می سازد

قلم در اختیار اوست من چوں نقش موہومم ۳ گرم فرزانہ می دارد گرم دیوانہ می سازد

بناخن ریشۂ جاں می کنم از ہم خوشا دستے ۴ کہ گاہے چنگ در زلف نگاری شانہ می سازد

کو دتو ویکا مسلماں نہیں ہو سکتا (مطلب صاف ہے)

(۶) تشریح:۔ "از کیفیت افتادن" اثر زائل ہو جانا۔ ترجمہ:۔ کسی نے (بھی) بستر عیش و راحت پر رہ کر اطمینان (دل) حاصل نہیں کیا۔ جب تک دل کسی کی گلی پر نہ پڑا رہیگا مطمئن نہیں ہو سکتا (یعنی وجہ اطمینان خاطر دوست کے کوچہ میں پڑا رہنا ہے عیش دنیا کے بستر پر رہ کر سکون خاطر نہیں ملسکتا)

(۷) ترجمہ:۔ اس سے قبل علاج غم مستانہ وار گریہ زاری تھا اب اسکا بھی اثر جاتا رہا اسلئے اب وہ بھی ہمارے درد کا علاج نہیں بن سکتا (پس ابکیا علاج کریں)

(۸) ترجمہ:۔ ہم جیسے آزاد مردوں کو سوائے مہر و آشتی کے اور کسی چیز سے غلام نہیں بنایا جا سکتا ہماری متاع دل (آزادی) بہت کمیاب ہے ارزاں کیسے ہو سکتی ہے (یعنی عشق صادق کمیاب ہے اسلئے حسن کو اسکی قدر کرنی چاہیئے)

(۹) ترجمہ:۔ نظیری تجھ سا تنگدست اور وسائل تقرب سے بے بہرہ شخص دوست کا قرب کیسے حاصل کر سکتا ہے (خود سوچا کر) اس جیسی شراب تازہ کی ہرگز (واقعی) اہمیت نہیں ہو سکتی (کہ ہر کس و ناکس کو ملجائے اگر تو واقعی اسکا طالب ہے تو نقد اخلاص (جنسِ مخلص) پیش کر)

بحر:۔ ہزج مثمن سالم۔ ارکان و تقطیع:۔ مثل ؎

(۱) ترجمہ:۔ اسکے کوچہ (میں چکر) کاٹنے کی تمنا مجھے (اپنے) گھر بار سے آوارہ بنائے دیتی ہے اسکا جادو (نگاہ) تو ایسا ہے کہ باپ کو بیٹے سے بیگانہ بنا دیتا ہے (دوسرے مصرعہ میں واقعہ یعقوبؑ کی طرف تلمیح ہے)

(۲) ترجمہ:۔ میرا کافر بنجانا ہی صلاح عشق ٹھہری اور ایمان سے انکار کر دینا یقین (ایمان) ہے (یعنی) عشق کعبہ اجاڑتا ہے ..... اور بت خانہ بساتا ہے (یعنی ظاہر پرستی مٹا کر صنم حقیقت کی پرستش کو رواج دیتا ہے)

(۳) تشریح:۔ دوسرے مصرعہ میں تکرار حرف شرط تخیر و تردید کیلئے ہے۔ ترجمہ:۔ قلم (تقدیر) اسکے اختیار میں ہے میں تو ایک وہمی نقش (رہ گیا) ہوں (اب) اسکی مرضی ہے خواہ وہ مجھکو عاقل بنادے خواہ دیوانہ (میرے اختیار میں کچھ نہیں)

(۴) تشریح:۔ "از ہم کردن" پریشان کرنا۔ "شانہ" کنگھا۔ ترجمہ:۔ میں ناخن سے اپنی (جان کے) رگ و ریشے ایک دوسرے سے جدا کر رہا ہوں۔ کتنا خوش قسمت ہے وہ ہاتھ جو کبھی کبھی زلف معشوق میں (اپنے) پنجہ کو شانہ بناتا ہے (یعنی جو ہاتھ زلف دوست تک رسائی رکھتا ہے وہ بڑا خوش قسمت ہے مگر ہمارے ہاتھ کی قسمت میں جگر کاوی ہے)

دل از ردّ و قبول مجلسم خوں شد خوشا رندے ۵ کہ شب با گنج گلخن روز با ویرانہ می سازد
چو کنجشک از پئے بازی عزیزم در کفِ طفلی ۶ ز زلفم دام مے بافد ز خالم دانہ می سازد
مکن از بزم چوں بیگانگاں بیروں نظیری را ۷ اگر مے نیست بالائی تہ پیمانہ می سازد
چوں عریاں شد چمن مرغ از ضرورت خانہ می سازد ۲۳/۱ چو قحط گل بود بلبل بآب و دانہ می سازد
چو بر بام و در مردم نشیند جغد ناسازست ۲ مبارک پے بود آندم کہ با ویرانہ می سازد
ز دشمن خیل در خیل از محبت گو غضب چشمے ۳ فسون جادواں را معجزم افسانہ می سازد

(۵) تشریح:- "مجلسم" میں میم دل کا مضاف الیہ ہے۔ "گلخن" بھاڑ۔ ترجمہ:- میرے دل کا (تو) بزم دوست میں کبھی مقبول کبھی مردود ہونیکی وجہ سے خون ہوگیا۔ کیا خوش قسمت ہے وہ مست جو رات کو گوشۂ گلخن میں اور دن کو (کسی) ویرانہ میں گذار دیتا ہے (یعنی وہ بزم میں پہونچنے کی ہوس ہی نہیں رکھتا کہ درمیان کی ردّ و قبول کی کشمکش میں پڑے۔ مجلس سے دنیا مراد لیکر مذمت دنیا شعر کا موضوع بن سکتا ہے)

(۶) ترجمہ:- چڑیا کے مانند کھیل کے واسطے میں ایک طفل (سادہ رخ) کے ہاتھ میں عزیز ہوں جو زلف سے میرے لئے دام تیار کر رہا ہے اور خال رخسار سے میرے لئے (اس دام میں) دانے ڈال رہا ہے

(۷) ترجمہ:- اے دوست! نظیری کو بیگانوں کی طرح محفل سے باہر نہ نکال اگر شراب (دیر کی زنتری ہوئی) نہیں ہے تو وہ تو پیمانہ کی تہ میں جمی ہوئی تلچھٹ پر قناعت کر لیگا (یعنی تیرے خوان کرم کی ذرا ریزہ ربائی بھی اسکے لئے مایۂ فخر و مباہات ہے)

بحر:- ہزج مثمن سالم۔ ارکان و تقطیع:- مثل ۲۲

(۱) ترجمہ:- جب چمن (موسم خزاں میں برگ و بار سے) برہنہ ہو جاتا ہے تو پرندہ (مراد بلبل) مجبوراً گھونسلا بنا لیتا ہے (اسی طرح) جب پھول کا قحط پڑ جاتا ہے تو بلبل دانہ پانی کے ساتھ سازگاری کر لیتا ہے (یعنی عاشق کو اگر نظارۂ حسن دوست میسر ہو تو اس کو نہ گھر کی ضرورت ہے نہ آب و دانہ کی)

(۲) ترجمہ:- (طائر دل) اگر لوگوں کے در و بام پر بیٹھے (تو) سمجھ لو کہ (وہ) بوم شوم ہے (ہاں وہ طائر) مبارک قدم اس وقت بن جاتا ہے جبکہ کسی ویرانہ میں رہ پڑے گا (یعنی دلِ عاشق کا حال اچھا ہے کہ آبادی اسکو راس نہیں آتی بلکہ آبادی کیلئے یہ بوم شوم کا حکم رکھتا ہے ہاں ویرانہ میں پہونچ کر ہمائے مبارک فال بن جاتا ہے اور سلطنت عشق کی بنیاد رکھ دیتا ہے)

(۳) تشریح:- پہلے مصرعہ کی تقدیر عبارت یہ ہے "ز دشمن خیل در خیل در پیش دارم" "از محبت گو غضب چشمے برمن اندازد" معجز: اعجاز خلاف عادت سے۔ ترجمہ:- (اے محبوب!) دشمنوں کے گروہ کے گروہ میرے روبرو ہیں (تو) از راہ محبت سے ایک نظر میری طرف کر تاکہ میرا یہ اعجاز (نگاہ) جادوگروں کے جادو کو ایک باطل افسانہ بنا دے۔ توضیح:- یعنی دوست کی نگاہ التفات سے تو وہ نمائش دیتا کہ وہ دشمن جو سحر سامری دکھا کر میرے متاع دل کو چھین لینا چاہتے ہیں یک آن چھٹ جائیں گے اور قصہ موسیٰ و جادوگراں کی طرح دنیا ایک دفعہ پھر معجزہ کے سحر پر غالب آنے کا نظارہ دیکھ لے گی)

محبت جزو جزوم را ز ہم بیتاب تر دارد ۴ تجلی ذرہ ذرہ کوہ را پروانہ می سازد
پیام نو بہاری لالہ گو نم ابر نوروزی ۵ کلید باغ را کے شاخ گل دندانہ می سازد
بچشم کم نباید دید قدر زیردستاں را ۶ فلک صد جا سبو گل میکند پیمانہ می سازد
بجز زلف پریشاں در خیالم نگذرد چیزے ۷ پری را گوشۂ ویرانہ ام دیوانہ می سازد
مبادا برگ بارم کم اگر افشاندم تلخی ۸ کہ شکر خندہ آنرا نقل صد کاشانہ می سازد
نظیری لازم عشق و جنون جنگست و ناسازی ۹ تو معذوری بمردم مردم فرزانہ می سازد
اشب چمن از گریۂ ما تازہ و تر بود ۲۴/۱ بر ہر سرِ خارِ مژہ لختے ز جگر بود
مے رست رگ و ریشۂ جاں از بن ناخن ۲ صد لالہ ستاں کاشتہ در سینہ و بر بود

(۴) ترجمہ:- عشق میرے ہر جزو کو بیتاب و بیقرار بنائے ہوئے ہے (تو اس پر تعجب کیوں ہے اسکے رخ انور کی) تجلی پہاڑ کے ذرہ ذرہ کو پروانہ بنا دیتی ہے (دوسرے مصرعہ واقعہ طور کی طرف تلمیح ہے، مطلب واضح ہے)

(۵) ترجمہ:- لالہ کی طرح (ماہ فروردیں میں) ابر نوروزی میرے لئے نئی بہار کا پیغام ہے مگر دیکھئے! شاخ گل کب باغ کے قفل کی کنجی کیلئے دندانہ بناتی ہے (یعنی گویا گل بکثرت یاں در باغ کی کنجی کے دندانے ہیں کیونکہ جب پھول کھلتے ہیں در چمن وا ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ آثار نوازش دوست تو ظاہر ہو گئے ہیں مگر دیکھئے لطف دید کب حاصل ہوتا ہے۔)

(۶) تصحیح:- صد جا کی جگہ صد تا بہتر ہے باقی معنی صد جا کے بھی بن سکتے ہیں۔ ترجمہ:- زیر دستوں اور عاجزوں کو ذلت کی نگاہ سے نہ دیکھنا چاہیئے (دیکھو!) فلک سینکڑوں (مقام پر) سبو کو توڑ کر گلا بناتا ہے (اور پھر اس کا) ساغر تیار کرتا ہے پیالہ کا درجہ بلند ہے گو وہ ظاہر میں سبو سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اسی طرح عاشقان زیر دست بظاہر بے قدر ہیں مگر در حقیقت انکے مدارج بہت بلند ہیں)

(۷) ترجمہ:- (دوست کی) بکھری ہوئی زلف کے سوا کوئی چیز میرے خیال میں نہیں آتی (تو گویا اس حسن کی) پری کو میرے ویرانۂ دل و دماغ کا گوشہ دیوانہ بنا رہا ہے (مطلب یہ ہے کہ جلوہ حسن دیوانہ وار میرے دل و دماغ کے گوشے گوشے میں گشت لگا رہا ہے)

(۸) ترجمہ:- اگر میں نے اپنے کلام تلخ سے کچھ تلخ گرائے ہیں تو خدا کرے میرے برگ و بار میں کمی نہ آئے اسلئے کہ (دوست کی) شیریں دہنی اسکو سینکڑوں گھروں کا نقل (شیریں) بنا دیتی ہے (یعنی محبوب کا حسن قبول میرے حرف تلخ کو حرف شیریں اور عیب کو صواب بنا دیتا ہے)

(۹) ترجمہ:- نظیری! لوگوں سے ناموافقت کرنا اور لڑنا عشق اور جنون (و محبت) کے لوازم میں سے ہے (اس میں) تو معذور ہے اسلئے کہ لوگوں سے تو ہوش و حواس والا شخص ہی موافقت کر سکتا ہے اور دیوانۂ عشق تو ہر سبب سے پیکار رہتا ہے کیونکہ صرف بندگی دوست اسکا شیوہ ہوتا ہے)

بحر:- ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف۔ ارکان و تقطیع:- مثل ۴

(۱) ترجمہ:- آج کی رات ہماری گریہ و زاری کی وجہ سے چمن (دل) تر و تازہ تھا (یعنی) ہر پلک کے کانٹے کی نوک پر جگر کا ایک ایک ٹکڑا آویزاں تھا جس طرح کہ شاخ پر پھول ہوتے ہیں (یعنی آنسوؤں کے بجائے جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر نکل رہے تھے)

(۲) ترجمہ:- میرے ناخن کی جڑ سے جان کے رگ و ریشے اُگ رہے تھے (یعنی ناخن مصروف سینہ خراشی تھا گویا) سینہ اور پہلو میں سینکڑوں

در زیر لبم گاہ طرب زمزمہ می سفت ۳ بر دو ر رخش گاہ ہوس حلقۂ شمر بود

تا روز بخلوت گہ مقصود اجابت ۴ در پیرہنم نالہ ہم آغوش اثر بود

از کثرت آمد شدنِ دزدِ خیالی ۵ پیرایۂ خوابم ہمہ شب زیر و زبر بود

وز بہر نثار قدمے چشم ترم را ۶ تا گوش گریبانِ نظر پُر ز گہر بود

گفتم بدعائے سحری وصل تو خواہم ۷ بیہوش شدم بوئے تو یا باد سحر بود

قاصد جگرم سوخت چہ پیغام و چہ نامہ ۸ دل بود ہماں خوش کہ بامید خبر بود

بگذشت گریباں نزدی چاک نظیریؔ ۹ پیشش چہ بلا دست دعائے تو بسر بود

لالے باغ لگے ہوئے تھے (کہ رخسار ہائے تازہ گلہائے لالہ کی طرح نکلے چلے آرہے تھے)

(۳) **تشریح:۔** ہر دو مصرعہ میں طرب اور ہوس علی الترتیب لی سفت اور بود فعل ناقص کا فاعل اور اسم ہے۔

ترجمہ:۔ عالم خیال یا حقیقۃً شب وصال میں کبھی جوشِ طرب و شادمانی میری دبے ہونٹوں میں نغمہ کے موتی بھرتا تھا اور کبھی (دست ہوس و شوق اسکے رخسار کے گرد بکھری ہوئی زلفوں کی) حلقے گنتا تھا (حالتِ وصال میں لب و دستِ عاشق کا شغل اس سے بہتر اور کیا ہوگا)

(۴) **تشریح:۔** "مقصود اجابت" اضافت مقلوب ہے (اجابت مقصود یعنی قبول مطلب **ترجمہ:۔** شب مناجات میں دن ہونے تک قبول مدعا کے خلوت خانہ کے اندر میرے پیراہن (دعا) میں دستور نالے اثر کے ساتھ بغلگیر تھے (یعنی چاہئے یہ نالوں کا ہی اثر تھا کہ تمام رات دوست قریب)

(۵) **ترجمہ:۔** خیالات کو چوروں کی کثرت آمد و رفت کیوجہ سے میری نیند کا سلسلہ تمام رات تہ و بالا رہا (خیال کو دزد اسلئے قرار دیا کہ عموماً خیالات کی آمد و رفت رات کے وقت ہوا کرتی ہے اور اس میں نیند نہیں آتی)

(۶) **تشریح:۔** "چشم ترم را" میں "را" علامت اضافت گریبان نظر۔ چشم تر کی طرف مضاف ہے۔ گوش گریباں، کالر کو بھی کہتے ہیں

ترجمہ:۔ دوست کے قدموں پر نثار کرنیکے لئے میری تر آنکھوں کا گریبانِ نگاہ کان تک موتیوں سے پر تھا (ان اشکوں کو موتیوں سے تشبیہ دی ہے جو قدم محبوب پر نثار کرنے کے لئے چشم عاشق سے نکل رہے ہیں۔ **اشارہ:۔** قدم۔ چشم۔ گوش اور نظر میں صنعت مراعات النظیر ہے۔

(۷) **ترجمہ:۔** میں نے سوچا تھا کہ صبح کی دعاؤں کے ساتھ میں تیرے وصل کی درخواست کرونگا لیکن صبح ہوئی تو میں بیہوش ہو گیا (تو یہ صبح کی ہوا تھی یا تیری زلفوں کی خوشبو (یعنی ہو بہو یہ تیری بوئے زلف ہی تھی جس نے ہمیں مدہوش بنا دیا کہ دعائے وصل کرنا ہی بھول گئے)

(۸) **ترجمہ:۔** قاصد سے تو دوست کا تلخ جواب سنکر میرا جگر جلا ڈالا۔ کیسا خط کیسا پیغام! اس سے تو دل اسی حال میں خوش تھا جبکہ (دوست کیجانب سے) خبر آنیکی امید میں لگا ہوا تھا (یعنی اس سے تو بامیدِ وصال ہجر نہایت لذت بخش تھا۔

(۹) **ترجمہ:۔** نظیری! دوست پاس سے گذر گیا۔ اور تو نے (اظہار حال کے لئے) گریبان چاک نہ کیا، اس کے سامنے تیرا دست دعا کس بلا کا سر پر دھر کر رہ گیا) تھا (یعنی رعب حسن نے دست دعا و تظلم کو دست حیرت بنا کر سر کیلئے وقف کر دیا تھا

باآنکہ ز مہرش بدلم حور نگنجد ۲۵/۱ در دیدۂ او نقش من از دور نگنجد

پروانہ بمہتاب کند بال فشانی ۲ کز عیش بخلوت گہ او نور نگنجد

از گریۂ من عشرت او تلخ مسازید ۳ در بزم گرِ خوشش نمکِ شور نگنجد

سلطان و گدا بر در میخانہ خرابند ۴ در حلقۂ ما شوکت فغفور نگنجد

مارا چہ محل لیک عزیزاں نپسندند ۵ ہر دل کہ درو نالۂ رنجور نگنجد

نومیدی و آنگہ ز تو ایں تیرگی بخت ۶ در روز سیاہ و شب دیجور نگنجد

ما و روش دیر کہ دریائے خطا شوست ۷ در شرع غلط گونہ منصور نگنجد

از صدرہ ویرانہ پری جلوہ کنانست ۸ زانست کہ دیوانہ بمعمور نگنجد

بحر:۔ ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف۔ ارکان و تقطیع:۔ شل ☆

(۱) **ترجمہ:۔** باوجودیکہ اسکی محبت کیوجہ سے میرے دل میں حور کیلئے (بھی) گنجائش نہیں مگر میرا نقش وجود اسکی نگاہ میں دور سے بھی نہیں سما سکتا (یعنی میری محبت اور اس کا تنفر اس حد تک پہونچ گیا ہے)

(۲) **تشریح:۔** "مہتاب" چاند کی روشنی یہاں مطلق روشنی مراد ہو۔ **ترجمہ:۔** پروانہ روشنی پر (اسلئے) اڑتا ہے کہ (خوشی کے مارے) اسکے خلوت کدۂ دل میں نور کی سمائی نہیں ہے یعنی وہ ضبط نہیں کر سکتا یہی حال سالک کو وجد کا ہوتا ہے)

(۳) **تشریح:۔** شور: غل۔ نمک کی تیزی۔ **ترجمہ:۔** میری گریہ وزاری کی خبر سے اسکے عیش و عشرت کو تلخ نہ کرو (اسلئے کہ) نمکین حسینوں کی محفل میں شور و شر کی گنجائش نہیں (یعنی ہمارا گریۂ تلخ ان کے عیش و آرام میں خلل انداز ہوگا) **اشارہ:۔** خوش نمک کی رعایت سے لفظ شور سے کیسا بامزہ ایہام پیدا ہو رہا ہے۔

(۴) **ترجمہ:۔** بادشاہ اور فقیر دونوں (ہی) میخانہ کے دروازہ پر مست و خراب ہو جاتے ہیں، ہمارے حلقۂ دوستاں میں فغفور چین کی شان و شوکت کی (کوئی) گنجائش نہیں (یعنی دنیوی جاہ و جلال اور ذلت و مسکنت دونوں ہمارے نزدیک برابر ہیں)

(۵) **ترجمہ:۔** دلے دوست! ہمارا کیا ذکر ہو نا ہے اور وجہ عزت تجھے حاصل ہے لیکن اسکا خیال ہے اہل عز و شرف اس دل کو پسند نہیں کرتے جس میں بجائے محبت، کہ نالوں کی گنجائش نہ ہو (یعنی اگر تم عزت والے ہو تو اہل عزت کا طریق کار بھی اختیار کرو درد مند کی صدا سنو۔

(۶) **ترجمہ:۔** ایک تو مایوسی اور پھر تیری جانب سے ہمارے لئے مقدر کا رونا اندھیر جو تاریک دن اور تاریک رات میں بھی نہ سما سکے (یعنی بدبختی اور مایوسی دونوں جمع ہیں! خدا کی پناہ!!)

(۷) **ترجمہ:۔** مطلب ہم ہیں اور طور و طریق بتخانہ ہے کہ وہ گناہ ہو کو دھو ڈالنے والا دریا ہے شریعت میں تو منصور کے دعویٰ کی بھی گنجائش نہیں ہے (یعنی دیر عشق کا دائرہ عمل بہت وسیع ہے کچھ کرو اور دیکھو سب معاف شریعت ظاہرہ کیطرح تنگ نہیں کہ ذرا انا الحق کہا اور سولی کھنچی تیار)

(۸) **ترجمہ:۔** ویرانۂ عشق میں سیکڑوں داہوں سے حسن پیارا کی پری جلوہ ریز ہوا ہی وجہ ہے کہ دیوانہ بستی میں نہیں رہ سکتا (یعنی سینے کی بستی کا وجود ہوس کی آبادی سے بالکل خالی کر کو ویرانہ بنا لو پھر دیکھو کس طرح آفتاب حقیقت کی شعاعیں ہر سمت سے نور افشانی کرتی ہیں)

گرمست نہ دم مزن از عشق نظیریؔ ۹ کیں ذوق و ہوس در سر مخمور نگنجد

در آشیانِ ما پر و بال ہما رسید ۲۶/۱ ہر جا رسید سایۂ دولت زما رسید

بلبل نمے شود کہ ننالد بہ بوستاں ۲ گلبن ز صوت و نغمہ بہ نشو و نما رسید

کس ماجرائے بلبل و پروانہ حل نکرد ۳ سرگشتہ ماند ہر کہ بایں ماجرا رسید

با غمزہ ایں معاملہ پیش از الست بود ۴ حرفِ بلیٰ نبود کہ زخمِ بلا رسید

ہر کس بقدرِ طاقتِ خود می کشد غمش ۵ آہن بقدرِ جذبہ بآہن ربا رسید

شب خندہ بر بضاعتِ درویش زد لبش ۶ صد کاروانِ شکر بہ سنجِ بوریا رسید

کردند تلخ عیشِ حریفاں ز حسرتم ۷ لذت شد از طعام چو چشمِ گدا رسید

(۹) ترجمہ:- نظیریؔ! اگر تو مست و بیخود نہیں (بنگیا) ہے تو عشق کا دعویٰ نہ کر اسلئے کہ یہ ذوق و شوق خمار آلود سر میں نہیں سماسکتا۔ (یعنی خمارِ دنیا کو دماغ میں ہوتے ہوئے بادۂ عرفانِ محبت کا مستحق نہیں ہوسکتا)

○ بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور - ارکان و تقطیع:- خس ۹/۹

(۱) ترجمہ:- ہمارے آشیانۂ (دل) میں ہمارے (جلوۂ حقیقت) کے پر و بازو پہونچ گئے ہیں (یعنی ہم کو وہ ہما حاصل ہوگیا ہے) چنانچہ جہاں کہیں دولت کا سایہ پہونچا ہے جاری ہی جانب سے پہونچا ہے (یعنی بطفیلِ عشق تمام عالم ہمارا تابع فرماں بنگیا ہے)

(۲) ترجمہ:- یہ نہیں ہوسکتا کہ بلبل باغ میں مصروفِ نالہ و فریاد نہ ہو اسلئے کہ درختِ گل آواز اور نغمۂ بلبل ہی کی آبیاری حاصل کرکے نشو و نما کو پہونچا ہے (یعنی جب گل کیلئے سرمایۂ تر و تازگی نغمۂ بلبل ہے تو پھر بلبل مصروفِ نالہ کیوں نہ رہے مقصود یہ ہے کہ نالۂ عاشق معشوق کی حسین اداؤں کی افزائش کا باعث ہوتا ہے)

(۳) ترجمہ:- کسی نے (بھی) بلبل اور پروانہ کی سرگذشت (کے معمے) کو حل نہیں کیا اسلئے کہ جو شخص (بھی) اس سرگذشتِ عشق پر پہونچا حیران ہو کر رہ گیا (یعنی معاملۂ حسن و عشق ناقابلِ حل اور باعثِ حیرت ہے)

(۴) ترجمہ:- چشمِ جاناں کی غمزہ کیساتھ یہ (دلربودگی کا) معاملہ عہدِ الست (یعنی ازل ہی) تھا جبکہ الست بربکم کا سوال ہوا تھا اور ادھر ابھی (لفظِ بلیٰ) (بھی) زبان پر نہ آیا تھا کہ رنج و بلائے عشق کا زخم دلِ عشاق پر لگ گیا یعنی قولِ الست بربکم معشوقِ حقیقی کا غمزۂ دلستاں تھا جو عہد بلیٰ کہنے سے پہلے عشاق کے دلوں کو گھائل کر گیا۔ اشارہ:- بلیٰ اور بلا میں تجنیس تام ہے۔
ترجمہ:- آیت "الست بربکم" کیا میں تمہارا پالنہار نہیں ہوں؟ "بلیٰ" کیوں نہیں، ضرور ہے۔

(۵) تشریح:- آہن ربا = مقناطیس جو لوہے کو اپنی جانب کھینچ لیتا ہے (اسی لئے) آہن عاشقِ مقناطیس کہلاتا ہے۔ ترجمہ:- ہر شخص (اپنی طاقت یا اور جذبہ کے مطابق اسکے غمِ عشق کو اٹھاتا ہے) جیسے کہ لوہا بقدرِ کشش مقناطیس کی طرف کھنچکر پہونچتا ہے (یعنی لوہے میں جس قدر مقناطیس کی کشش کو قبول کرنیکی صلاحیت زیادہ ہوگی اتنا ہی زیادہ اسکی جانب کھینچیگا یہی حال دلِ عاشق اور غمِ عشق کا ہے)

(۶) یہ شعر کرر ہے غزل نمبر ۲۵ شعر نمبر ۳ ملاحظہ ہو۔

آزار از جراحتِ بیگانگاں رسد ۸ مرہم منہ کہ زخمِ دل از آشنا رسید

مے دہ کہ رفت نوبتِ مستوری و صلاح ۹ طرفِ نقابِ غنچہ بدستِ صبا رسید

کس در جفا طریقِ رضا را بسر نبرد ۱۰ در حیرتم کہ کارِ نظیریؔ کجا رسید

پامالم فتنہ را ہر کہ در شور آورد ۲۷/۱ بر سرِ راہم بلا از ہر طرف زور آورد

تخمِ غم در آب و خاکِ من نکو بر مید بد ۲ خرمنے حاصل کنم گر دانۂ مور آورد

آنکہ شامِ زندگانی شمعِ بالینم نشد ۳ کے پس از مرگم چراغے بر سرِ گور آورد

(۷) تشریح:- حسرتم میں میم عیش کا مضاف الیہ ہے۔ ترجمہ:- رقیبوں نے حسرت سے دیکھکر میرے عیش و آرام کو تلخ کردیا۔ (جیساکہ جب فقیر کی (حریصانہ) نظر کھانے پر پڑ جاتی ہے تو کھانے کا مزہ جاتا رہتا ہے رقیبوں کا حالت وصالِ دوست میں حسرت سے میری طرف دیکھنا مجھے ایسا ہی ناگوار ہے جیساکہ اہلِ خوان کو سائل حریص کا بنگاہ حسرت انکے خوان پر الوان کی طرف دیکھنا شاق گذرتا ہے۔
تنبیہ:- اگر حسرتم کا میم برمحل رکھا جائے تو مضمون بالکل برعکس ہو جائیگا مگر اشعار ماقبل سے متناسب نہ رہیگا۔

(۸) ترجمہ:- تکلیف (تو) غیروں کے زخم (لگانے) سے پہونچا کرتی ہے (اے چارہ گر) میرے زخم پر مرہم نہ لگا اسلئے کہ یہ زخمِ دل (میرے واقف حال) دوست کی طرف سے (مجھے) پہونچا ہے (اسلئے اسکی تکلیف تو میرے لئے عین راحت ہے)

(۹) ترجمہ:- (اے ساقی!) شراب دے (اب) حجاب اور تقویٰ کا زمانہ گیا (دیکھلو!) کلی کے نقاب کا گوشہ بادِ صبا کے ہاتھ میں پہونچ گیا (یعنی صبا نقابِ غنچہ اٹھا چاہتی ہے اور پھول کھلا چاہتے ہیں پس ایسے وقت میں ہمارے لئے کیسے موزوں ہے کہ پردۂ زہد و تقویٰ میں مستور رہیں)

(۱۰) ترجمہ:- کسی نے (بھی) جفا و ستم (دوست کی صورت میں) رضا و تسلیم کا راستہ اختیار نہیں کیا (یعنی سب جور و ستم پر آہ و فغاں کرتے ہیں مگر) مجھے حیرت ہے کہ نظیریؔ کا معاملہ کہاں سے کہاں پہونچ گیا ہے (کہ اسکی زبان پر اُف تک نہیں۔ اشارہ:- شعر میں صنعت تجاہلِ عارفانہ ہے۔

بحر:- رمل مثمن محذوف - ارکان و تقطیع:- شل ۹/۱

(۱) تشریح:- در شور آوردن "آمادۂ شورش و فتنہ پردازی کردن۔ ترجمہ:- خواہ کوئی شخص فتنہ (حسن و عشق) کو آمادۂ شورش کرے (اس میں) پامال میں ہوتا ہوں (اور بلائیں اور مصیبتیں ہر طرف سے میرے راستہ میں امنڈ آتی ہیں۔

(۲) ترجمہ:- غم (عشق) کا تخم میرے آب و خاک (یعنی سرزمین سینہ) میں خوب پھلتا ہے اگر ایک چیونٹی دانہ لے آئے تو میں (اس سے) ایک خرمن (کھلیان) حاصل کرلیتا ہوں (یعنی تخمِ غم خواہ چیونٹی کے لائے ہوئے دانہ کے برابر ہو اس سے بھی میری سرزمین سینہ ایک خرمن ہو جاتا ہے عشق کی فراوانی دکھانا مقصود ہے)

(۳) تشریح:- شامِ زندگانی "زندگی کے آخری لمحات۔ ترجمہ:- جو شخص کہ زندگانی کی شام کو (یعنی دمِ واپسین) میرے سرہانے کی شمع نہیں بنا تو (اس سے) کب یہ توقع ہے کہ (وہ میرے مرجانے کے بعد (میری) قبر پہ چراغ لائے گا (یعنی معشوق جبکہ وقتِ مرگ وجہ تسلی نہیں بنا تو بعد مرگ کیا توقع رکھی جائے)

عشق و تشریفِ ہم آغوشی محالست اینکہ کس ۴ خلعت سلطاں برائے مفلسِ و عور آورد

نے ہمیں ہنگامۂ رسوائی من شد بلند ۵ عشق دائم بر سرِ بازار مستور آورد

حسن گل برقے بہ بستاں زد کہ اکنوں شاخِ گل ۶ بلبل و پروانہ را مجروح و رنجور آورد

مجلسِ عشق از فروغ من نظیری روشن است ۷ موسیٰ از بہر چراغم آتشِ طور آورد

ہوس پروانہ است اما بگردِ دود میگردد ۱/۲۴ نظر خوبست اما دل غبار آلود میگردد

زکاوشہائے مژگان تو پر خون دیدہ دارم ۲ کہ گر شویم بآب بحر خوں آلود میگردد

دلم را کردہ نوقت خوش گر بگذارم از دستش ۳ دہد تا باز ذوقے دست غم فرسود میگردد

تو گر برہم زنی سودائی دل نانمے زیاں داری ۴ مرا سرمایۂ دنیا و دیں نابود میگردد

(۴) تشریح:۔ "عشق و تشریفِ ہم آغوشی" میں واؤ استبعاد کیلئے ہے۔ جیسے کہ ع من و انکار شراب ایں چہ حکایت باشد ہیں۔

ترجمہ:۔ عشق اور ہم آغوشی (محبوب) کا شرف دونوں میں بون بعید ہے اسلئے کہ یہ امر محال ہے کہ کوئی شخص بھوکے ننگے کیواسطے شاہی لباس لائے (یعنی عاشق مفلس و عور کے مانند ہے اور ہم آغوشی محبوب خلعت سلطانی کے مثل)

(۵) ترجمہ:۔ صرف میری ہی بدنامی کا ہنگامہ و غوغا بلند نہیں ہوا بلکہ عشق ہمیشہ ڈھکے چھپے حال والے شخص کو یہ سر بازار رسوا کرتا رہتا ہے۔ اشارہ:۔ قصۂ یوسفؑ کی طرف تلمیح نکلتی ہے۔

(۶) ترجمہ:۔ پھول کے حسن و جمال نے (تو) باغ میں ایک بجلی سی گرادی کہ اب پھول کی ٹہنی پروانہ اور بلبل دونوں کو زخمی دل اور بیمار عشق بنارہی ہے (یعنی گل پر بلبل شیدا ہے اور حسن گل سے جو برق جلوہ پیدا ہو رہی ہے اوس پر پروانہ)

(۷) ترجمہ:۔ نظیری! عشق و محبت کی محفل آج میری ہی شمع دل کی روشنی سے جگمگا رہی ہے اور وجہ یہ ہے کہ موسیٰ میرے ہی چراغ کیلئے کوہ طور والی آگ لا رہے ہیں (موسیٰ سے مرشد کامل چراغ سے دل اور آتش طور سے عرفان مراد ہے مصرعہ ثانی میں واقعہ موسیٰ و طور کیطرف تلمیح ہے)

بحر:۔ ہزج مثمن سالم۔ ارکان و تقطیع:۔ شل ۵/۱

(۱) ترجمہ:۔ (حرص و) ہوس ایک پروانہ کے مثل ہے مگر یہ پردۂ کثیف دھوئیں کے گرد طواف کرتا ہے اور نظر بازی کو ظاہر میں بھلی معلوم ہوتی ہے مگر اس سے دل مکدر ہو جاتا ہے (یعنی ہوا و ہوس اور حریصانہ نظریں گو ظاہر میں کیف آور ہیں مگر حقیقت دل کی خرابی کا باعث ہیں)

(۲) ترجمہ:۔ اے معشوق! تیری پلکوں کی کاوشوں اور نیش زنی سے ایسی خون آلود آنکھیں رکھتا ہوں کہ (پوچھو) دریا کے پانی سے بھی اونکو صاف کروں تو آب دریا خون آلود ہو جاتا ہے (یعنی میرے اشک خونیں اسقدر ہیں کہ تمام دریا کو خون آلود بنادیں)

(۳) تشریح:۔ "غم فرسود" اسم مفعول ترکیبی بمعنی پامال غم۔ "میگردد" فعل ناقص کا اسم ضمیر جو دل کیطرف پھرتی ہے۔ ترجمہ:۔ میرے دل کو تیرے ذوق عشق نے خوش کر رکھا ہے اب میں اسکو ہاتھ سے جانے دوں نہ کیونکہ جبتک دوبارہ ذوق (محبت) حاصل ہوگا تب تک دل پامال غم ہو بھی چکا ہوگا۔

(۴) تشریح:۔ "سودا" متاع، خیال۔ ترجمہ:۔ تو اگر میری متاع دل کو مضطرب کریگا تو صرف تیری ایک ادا کا نقصان ہوگا مگر میرا تو دین و دنیا کا کل سرمایہ نیست و نابود ہو جائیگا (یعنی دوست کی ایک ایک ادا غارتگر دین و ایمان ہے)

دریں مدت غم ہجراں عبث بر خود پسندیدم ۵ ندانستم کہ از مرگم دلت خوشنود میگردد

کس ایں بے اعتدالیہائے حسنت را کجا گوید ۶ کہ عاشق پیشت از مہر و وفا مردود میگردد

بشفقت گاہ گاہی سوئے خود میخواں نظیری را ۷ جدائی دیدہ از وصلت تسلی زود میگردد

گہے کو وقت علاج دماغ من باشد ۱/۲۹ نسیم در چمن و نافہ در ختن باشد

مقیدم بہ بت خود چنانکہ می خواہم ۲ نہ بت پرست نہ بت گر نہ بت شکن باشد

ز طورِ عشق ہمہ کار عقل دیگر شد ۳ چو آصفے کہ سلیمانش اہرمن باشد

(۵) ترجمہ:۔ اس عرصہ میں بیکار ہی میں نے ہجر کے صدمے اُٹھائے ہیں مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ تیرا دل میرے مرجانے سے خوش ہوتا ہے (یعنی اگر یہ معلوم ہوتا تو مر چلتا تاکہ میں بھی چھٹی پا جاتا اور تو بھی خوش ہو جاتا۔

(۶) ترجمہ:۔ تیرے حسن کی ان بے اعتدالیوں کا رونا کوئی کہاں جاکر روئے کہ تیرے سامنے عاشق محبت و وفاداری سے بجائے مقبول ہونیکے الٹا مردود ہو جاتا ہے (یعنی حسن کی اس بے اعتدالی اور بے جا کاروائی کو کس سے کہیں!)

(۷) تشریح:۔ "تسلی" مصدر بمعنی اسم فاعل یعنی متسلی۔ "وصلت" کی "تا" مصدری اور خطابی دونوں طرح کی ہو سکتی ہے۔ "جدائی دیدہ" اسم مفعول ترکیبی بھی بن سکتا ہے اور "دیدہ" فعل ماضی اور "جدائی" مفعول مقدم اور ضمیر راجع بسوئے نظیری فاعل ہو ترکیب جملہ بھی ہو سکتا ہے۔

ترجمہ:۔ کبھی کبھی محبت و شفقت کے ساتھ نظیری کو اپنی طرف دعوت دیدار دو اسلئے کہ یہ ہجر زدہ تیرے وصل سے بہت جلد مطمئن اور پرسکون ہو جائیگا یا چونکہ وہ صدمہ ہجر دیکھ چکا ہے اسلئے وصل سے جلد ہی پرسکون ہو جائیگا۔

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون مشعث محذوف۔ ارکان و تقطیع:۔ شل ۲۹ رکن آخر مشعث محذوف بروزن فعلن ہے۔

(۱) ترجمہ:۔ جب میرے دماغ کے علاج کا وقت ہوتا ہے تو باد نسیم چمن میں اور نافہ مشک شہر ختن میں ہوتا ہے (نسیم جانب چمن سے چلتی ہے اور مشک ختن میں پیدا ہوتا ہے مراد یہ ہے کہ میرے دل و دماغ کے لئے ان چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ میسر نہیں ہوتیں)

(۲) ترجمہ:۔ میں اپنے بت (کے عشق) میں ایسا گرفتار ہوں کہ میری یہ خواہش ہے کہ دنیا میں اب نہ کوئی اور بت کی پرستش کرنے والا رہے اور نہ کوئی بت تراش اور بت شکن باقی رہے یعنی بت پرست، بت گر اور بت شکن سب کی توجہ مختلف خیالات سے بت کی طرف ہوتی ہے اسلئے کہتا ہے کہ میری غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا میں ان میں سے کوئی باقی نہ رہے کہ میرے بت کی طرف نظر کر سکے یعنی ع شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری ؎ غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری

(۳) تشریح:۔ "آصف" حضرت سلیمانؑ کے وزیر کا نام ہے، جو دانشمندی میں شہرۂ آفاق تھے۔ "اہرمن" شیطان، مراد وہ جن جو حضرت سلیمانؑ کی انگشتری لے گیا تھا۔ اور سلطنت کا مالک بن بیٹھا تھا۔ ترجمہ:۔ عشق کے طور و طریق (دیکھنا) سے عقل کا تمام کار و بار بگڑ گیا؛ اس آصف کی طرح جس کا سلیمان (یعنی آقا) دیو بن جائے (عشق کو اہرمن اور عقل کو آصف قرار دیکر کہتا ہے کہ جس طرح اہرمن کے زیر حکمرانی آکر کار آصف تباہ ہو گیا تھا۔ اسی طرح عشق نے مستولی ہو کر میری عقل کو تباہ کر دیا ہے)

مشو بخویش مقید کہ مرغ زیرک را ۴ خطر گہیست کہ مشغول خویشتن باشد

سفر گزیں کہ نہال اوّل از ملول شود ۵ زمین غربتش آخر بہ از وطن باشد

چو ذرّہ ام بہ ہوائے در تو بازار یست ۶ کہ دور گردیٔ من رشک انجمن باشد

زبسکہ جامہ زشوق تو پارہ پارہ کنم ۷ بہرچہ دست زنم چاک پیرہن باشد

تواں زنامۂ من یافت اشتیاق مرا ۸ عیار شوق باندازۂ سخن باشد

زنالہ بس نکنم زانکہ کم رسد آسیب ۹ براں درخت کہ مرغ صفیر زن باشد

چو شاخ گل ہمہ مرغاں سزد کہ گوش شوند ۱۰ کہ بلبلے چو نظیری دریں چمن باشد

(۴) ترجمہ:- (اے سالک!) اپنے (خیال) میں گرفتار نہ ہو اسلئے کہ مرغ دانا کیلئے وہ وقت خطرہ کا ہے جبکہ اپنے (خیال) میں مشغول ہو جائے۔

(یعنی مرغ جب شکم پروری کے خیال سے دام صیاد سے غافل ہو کر دانہ پر گر پڑتا ہے گرفتار ہو جاتا ہے اسی طرح انسان جب فریب نفس سے غافل ہو کر تن پروری میں لگ جاتا ہے تو دام ایام میں گرفتار ہو کر سعادت روحانی اور ابدی سے محروم رہ جاتا ہے)

(۵) ترجمہ:- (اے غافل!) (اپنی خودی سے) سفر اختیار کر اسلئے کہ پودا شروع میں اگرچہ پژمردہ ہونے لگتا ہے تو آخر کار غربت کی زمین (یعنی دوسری جگہ) اس کے لئے وطن سے بہتر ثابت ہوتی ہے (یعنی پودے کو جب دوسری جگہ بغل دیتے ہیں تو وہ پہلے سے زیادہ بڑھتا اور پھولتا پھلتا ہے اسی طرح انسان بھی قید خودی سے نجات پا کر ہی ترقی حاصل کر سکتا ہے)

(۶) تشریح:- "ذرّہ ام" کی میم بمعنی مرا ہے۔ ترجمہ:- اے دوست (بانند ذرہ و پروانہ کے مانند میرے لئے تیرے دروازہ کے شوقِ (طواف) میں وہ (رونق) بازار حاصل ہے کہ میرا طواف (پروانہ شمع) انجمن کے لئے باعث رشک ہوتا ہے (یعنی محبوب کی شمع رخسار شمع انجمن سے زیادہ فروزاں اور میرا طواف ذرّہ و پروانہ کے طواف سے زیادہ شوق آمیز ہے)

(۷) ترجمہ:- چونکہ تیرے شوق وصل کے اضطراب میں خوب کپڑوں کی دھجیاں اُڑاتا ہوں اس لئے جس چیز پر (بھی) میں ہاتھ ڈالتا ہوں وہ کرتے کا چاک بن جاتا ہے۔

(۸) ترجمہ:- میری تحریر سے ہی میرے اخلاص شوق کو معلوم کیا جا سکتا ہے اسلئے کہ کلام کے انداز کے مطابق ہی شوق و اشتیاق کا اظہار ہوتا ہے (یعنی جس قدر اخلاص شوق زیادہ ہوگا اسی قدر کلام میں رقّت زیادہ پائی جائیگی)

(۹) تشریح:- "کم رسد" کم بمعنی نفی ہے "صفیر" آواز طائر۔ ترجمہ:- میں نالہ و فریاد سے باز نہ آؤنگا اسلئے کہ اس درخت کو گزند قطع و برید نہیں پہونچتی جس پر چہچہانے والے پرندے موجود ہوں (یعنی جو درخت سرسبز ہوتا ہے چڑیاں اسی پر نغمہ سنجی کرتی ہیں وہ رکھنے کے قابل ہوتا ہے اور درخت خشک نکالدینے کے قابل ہوتا ہے اس مثال کو پیش نظر رکھ کر کہتا ہے کہ میرا نالہ و فریاد میری دل کی زندگی کی علامت ہے اگر اسکو چھوڑ دونگا تو درخت خشک کی طرح صفحۂ ہستی سے محو کر دئے جانے کے قابل ہو جاؤنگا)

(۱۰) تشریح:- ہمہ مرغاں سے مراد اہل سخن ہیں۔ ترجمہ:- تمام پرندوں کے لئے مناسب ہے کہ (اب) وہ شاخ گل کی طرح ہمہ تن گوش ہو جائیں اسلئے کہ اس چمن (شعر و سخن) میں نظیری جیسا بلبل (مصروف نغمہ سنجی ہونیوالا) ہے۔ اشارہ:- ہمہ تن گوش بمجاز میں شاخ گل سے

آنرا کہ قبول تو خریدار نباشد ۳۰/۱ در بیع گہ ہیچ دلش باد نباشد

از قیمت یوسف نشود یک سر مو کم ۲ ہرچند خریدار ببازار نباشد

گویا تو بروں میروی از سینہ وگر نہ ۳ جان دادن کس ایں ہمہ دشوار نباشد

از نرگس مخمور تو در بستر و بالیں ۴ برپائے رود فتنہ و بیدار نباشد

از جادوئے حسن تو کہ در پیش جمالت ۵ بر خاک طپد صید و گرفتار نباشد

غم یار من و بخت سراسیمہ کہ ایں غم ۶ گر از تو بود چوں زنش عار نباشد

آں شعلہ کہ افتد بخس و خارہ عشقست ۷ ہر سوختہ زیں نشاء خبردار نباشد

با دردِ تو از کس نہ کند یاد نظیری ۸ پروانہ کہ سوز و نگلش کار نباشد

تشبیہ کسقدر لطیف ہے کہ گل بشکل گوش ہوتا ہے گویا شاخ گل کان لگائے ہوئے ترانۂ بلبل سن رہی ہے۔

بحر:- ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف - ارکان و تقطیع:- مش ۴۵

(۱) تشریح:- "بیع گہ" جائے خرید و فروخت۔ بازار۔ "دلش" میں "ش" بمعنی اورا۔ ترجمہ:- جس شخص کا خریدار تیری بارگاہ کی مقبولیت نہو تو پھر (کسی دل کے بازار میں (بھی)) اس کا داخلہ نہیں ہوتا یعنی مردود بارگاہ الٰہی کیلئے دل مخلوق میں بھی جگہ نہیں)

(۲) ترجمہ منقصر علین (نقلب):- اگرچہ بازار میں ایک خریدار بھی نہو لیکن یوسفؑ کی قیمت میں بال برابر کمی نہیں آسکتی (یعنی اگر حسن کو قدر داں موجود نہوں تو اس سے حسن بے قدر نہیں ہوتا)

(۳) ترجمہ:- یوں معلوم ہوتا ہے کہ تو (میرے) سینہ سے باہر نکلا جاتا ہے ورنہ کسی کو جان دینا اسقدر دوبھر نہیں ہوتا جتنا کہ مجھے ہو رہا ہے مطلب یہ ہے کہ مجھے مرنا اپنی جان کے عزیز ہونیکی وجہ سے ناگوار نہیں بلکہ جان و دل کے تیرے تصور جمال سے محروم ہوجانیکی وجہ سے دوبھر

(۴) ترجمہ:- تیری خمار آلود نرگس (چشم) سے (تیرے) تکیہ و بستر پر فتنہ برپا ہے گویا پیروں چل رہا ہے (اور حیرت ہے کہ) جاگتا نہیں (یعنی محبوب کی خواب آلود نگاہیں فتنہ خفتہ ہونیکے باوجود ایک ہنگامہ برپا کر رہی ہیں)

(۵) ترجمہ:- (یہ) تیرے حسن کے جادو کا ہی کرشمہ ہے کہ تیرے حسن و جمال کے آگے صید (دل) خاک پر لوٹتا ہے اور گرفتار نہیں ہوتا۔ (یعنی عموماً شکار پہلے گرفتار اور پھر ذبح کیا جاتا ہے مگر یہاں گرفتاری سے پہلے ہی بسمل ہو جاتا ہے یہ تیرے حسن کا جادو نہیں تو اور کیا ہے)

(۶) ترجمہ:- تیرا غم (عشق) میرا یار اور ساتھی بنا ہوا ہے اور ادھر میرا مقدر مضطرب اور بے چین ہو رہا ہے کہ یہ غم اگر تیرا ہے تو اسکو مجھے (ہر) طرح کیوں ملا نہیں (یعنی میرے بخت کو اس پریشانی لاحق ہے کہ جس طرح محبوب میری ملاقات کو عار جانتا ہے یہ غم عشق کیوں مجھ سے ملنا عار نہیں سمجھتا)

(۷) ترجمہ:- وہ شعلہ کہ کوڑے کباڑ میں لگ جائے آتش (عشق) نہیں۔ ہر جلے ہوئے کو اس (عشق) کے نشاء سے واقفیت نہیں ہوتی (یعنی عشق کیلئے استعداد شرط ہے یہ رتبہ بلند بلند حوصلہ لوگوں کو ہی نصیب ہوتا ہے)

(۸) ترجمہ:- تیرے درد (عشق) کیساتھ رہتے ہوئے نظیری کسی کو یاد نہیں کرتا جیسے پروانہ جو کہ شمع پر جلتا ہے اسکو گل سے کچھ مطلب نہیں ہوتا (یعنی پروانہ عاشق شمع ہے اس پر جان نثار کر دینا ہی کا مقصد حیات ہے اسے نظارۂ گل سے کیا سروکار اسیطرح مجکو تیرے درد طلب کو موتی ہوئے درد کی چیز کی ضرورت نہیں۔

دوشینہ سرودے دلِ افگار برآورد ۳۱/۱ کاہوز حرم مرغ زگلزار برآورد
امسال دگر اشک صلاح ودم زہدم ۲ رنگ مے پار و گل پیرار برآورد
من توبہ نیاوردہ ام از کعبہ کہ کافر ۳ بت راز گرو خانہ خمار برآورد
تنہا نہ مرا راہ زد از بوالعجبی عشق ۴ بس شیخ کہ از خرقہ و زنار برآورد
ہر خار کہ اندر رہ ما بر کف پا خورد ۵ صد رنگ گل از گوشہ دستار برآورد
بدکرد بما ہر کہ درِ خلوتِ ما زد ۶ مارا ز سراپردۂ دیدار برآورد
چوں کبک خرامندہ بہ ہر رہ کہ گذشتی ۷ جولانِ تو طاؤس ز رفتار برآورد
بس سر کہ بزد بر در افلاک نظیری ۸ کیں صبح طرب را ز شب تار برآورد

بحر:- ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور - ارکان و تقطیع:- شل ۲/۱

(۱) ترجمہ:- کل رات (میری) زخمی دل نے ایک ایسا ترانہ گایا جو حرم سے ہرن کو اور باغ سے بلبل کو باہر کھینچ لایا (یعنی دل کی درد بھری آواز وحوش وطیور کو بھی متاثر کر دیتی ہے یا انجام شوق دیکھکر آہوئے حرم نے اور بلبل نے گلزار سے کنارہ کشی اختیار کر لی)
(۲) ترجمہ:- اس سال پھر میرے صلاح و تقوی کے آنسوؤں اور زہد و پرہیزگاری کے دعووں نے پارسال کی شراب اور پیرا کل کے گل (چہرہ صبح) کا سا رنگ پیدا کر دیا (یعنی اس سال پھر تقویٰ مبدل بہ مے نوشی اور زہد و اتقا مبدل بہ صنم پرستی ہو گیا)
(۳) ترجمہ:- میں (ابھی) کعبہ سے توبہ بھی (حاصل کر کے) نہیں لاسکا ہوں کہ کافر پیر بتخانہ نے شراب فروش کے رہن خانہ سے میرے رہن کئے ہوئے بت کو چھڑا لیا (یعنی میں اس بلا کا مے نوش ہوں کہ بت بھی رہن رکھکر شراب پی گیا تھا، جب یہ ذریعہ بھی حصول شراب کا نہ رہا تو توبہ کرنے کعبہ کو چلا مگر ابھی توبہ کر کے واپس بھی نہ آیا تھا کہ برہمن نے بت رہن سے چھڑا لیا اسلئے اب پھر وہی بت پرستی ہوگی اور وہی بادہ نوشی)
(۴) تشریح:- "بوالعجبی" تعجب انگیز بات - نیرنگی - ترجمہ:- عشق نے (اپنے) حیرت انگیز کرشموں سے صرف میری ہی راستہ پر ڈاکہ نہیں ڈالا بلکہ بہت سے شیخ (حرم) ہیں جن سے خرقے اتروا کر زنار پہنا دی ہے۔ اسی مضمون کو پہلے یوں ادا کیا ہے ؎

چہ جائے من کہ بجام شراب و طرۂ حور ؛ فرشتہ را ز فلک می تواں بدام کشید

(۵) ترجمہ:- ہر وہ کانٹا جو ہمارے (عشق کے) راستہ میں پاؤں کے تلوے میں لگا اس نے (سینکڑوں قسم کے پھول عمامہ کے گوشہ سے ظاہر کر دئے (یعنی راہ عشق کا ہر ادنی سا رنج عاشق کیلئے باعث صد زینت و آرائش ہے)
(۶) ترجمہ:- جس نے ہمارے خلوت خانہ کے دروازہ کو کھٹکھٹایا اس نے ہمارے ساتھ برا سلوک کیا (اسلئے کہ) اس نے ہمکو دیدار دوست کے حرم سرا سے نکال دیا (یعنی ہم خلوت میں دیدار دوست میں محو ہیں پس جو چیز یا جو شخص ہماری توجہ ادھر سے منقطع کرائیگا وہ ہمارا دشمن ٹھہریگا)
(۷) تشریح:- "ز رفتار برآوردن" چال بھلا دینا چلنے سے باز رکھنا - ترجمہ:- اٹھلا کر چلنے والے چکور کی طرح تو جس راہ سے گذرا (تیری) رفتار (چال) نے مور کو رفتار رقص آمیز بھلا دی (یعنی تیرے خرام ناز کے آگے رقص طاؤس بھی ہیچ ہے)
(۸) ترجمہ:- نظیری نے افلاک کے دروازہ پر بہت سر پٹکا ہے جب کہیں اس نشاط انگیز صبح (وصال) کو تاریک رات میں سے نکال کر لایا ہے۔

بخاطرم گلہ گشت دوست دشمن شد ۳۲/۱ دو دل چو شیر و شکر بود سنگ و آہن شد
چو خانۂ سر گشتست عہد را بنیاد ۲ ز ہر طرف کہ نسیمے وزید روزن شد
مرنج اگر نشدم مضطرب ز آمدنت ۳ چراغ دیدہ نمے داشت دیر روشن شد
ز اشتیاق تو چنداں صنم صنم گفتم ۴ کہ شرمسار ز خود زاہد و برہمن شد
سراز غبار تو گفتم بروں توانم برد ۵ کمند پا و سرم طرف جیب و دامن شد
کشید بر سر دیوار بوستاں دامے ۶ کہ گل ملول از یں بلبلاں بشیون شد
مساز خندہ دگر رنجہ پا کہ نکشاید ۷ لب ملول نظیری کہ وقف شیون شد

(یعنی شب ہجر کی ہیبتناک تاریکی سے بڑی مصیبتوں کے بعد نجات ملی اور صبح وصال کی نشاط انگیز روشنی نصیب ہوئی ہے)

بحر:- مجتث مثمن مجنون مشعث محذوف - ارکان و تقطیع:- شل ۴ (رکن آخر مشعث و محذوف بر وزن فعلن ہے)

(۱) ترجمہ:- میرے دل میں (خیال) شکوہ آیا ہی تھا کہ (دوست (برہم ہوکر) دشمن بنگیا (دو دل (یعنی عاشق و معشوق) جو شیر و شکر کی طرح (ہم مزاج) تھے لوہا اور پتھر بن گئے (یعنی خیال شکوہ دل میں لانا بھی محبوب کو ناگوار ہے)
(۲) ترجمہ:- عہد و پیمان (محبوب) کی بنیاد کھیت کے کنارہ کی جھونپڑی کی طرح کمزور ہے کہ جس طرف ہلکی سی ہوا بھی چلی (ادھر ہی) سوراخ ہوگیا ؎ تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا ؛ کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا - عہد سے اگر عہد روزگار مراد لیا جائے تو یہ دنیا کی ناپائداری کی تمثیل ہو جائیگی -
(۳) ترجمہ:- اگر میں تیرے (یکدم) آجانے سے گھبرایا نہیں تو اس سے آزردہ نہ ہو (یعنی یہ نہ سمجھ کہ میں نے تیرا رعب نہ مانا بلکہ صورت یہ ہوئی) آنکھ کے چراغ میں (اشکوں کی) تری تھی اسلئے وہ دیر میں روشن ہوا (یعنی ہجر میں اشکوں کا تانتا لگا رہنے کی وجہ نظر آنا بند ہو گیا تھا اسلئے دوست کے آجانے کی خبر دیر میں ہوئی فوری اضطراب نہ ہونیکی وجہ یہ ہوئی)
(۴) ترجمہ:- (اے محبوب!) تیرے شوق (زیارت) میں میں نے صنم صنم کی اتنی رٹ لگائی کہ زاہد اور برہمن کو اپنے آپ سے شرم آنے لگی (یعنی نہ زاہد نے اتنی اللہ اللہ کی تسبیح پڑھی اور نہ برہمن نے رام رام کی مالا جپی جتنی کہ میں نے تیری یاد میں صنم صنم کی رٹ لگائی اسلئے وہ اپنے دعوائے خدا پرستی و صنم پرستی پر شرمندہ ہوگئے)
(۵) ترجمہ:- میں نے دل میں یہ کہا ہی تھا کہ میں تیرے غبار (شوق) سے اپنا سر باہر نکال سکونگا (میری) گریبان اور دامن کے کنارے میرے سر اور پاؤں کیلئے کمند بن گئے (یعنی مجھے مبتلائے شوق رکھنے کیلئے خود میرے گریبان و داماں دام و کمند کا کام دیتے ہیں)
(۶) ترجمہ:- اے باغ والو! باغ کی دیوار پر (ہی) دام لگاؤ اسلئے کہ پھول ان شیون و فریاد کرنے والی بلبلوں سے نالہ و فریاد سنتے سنتے عاجز آگیا ہے (یعنی عشاق کے شور و غوغا نے محبوب کو تنگدل کر دیا ہے)
(۷) تشریح:- "رنجہ پا" قدم رنجہ تکلفاً بڑوں کے آنے کو ان الفاظ سے تعبیر کیا کرتے ہیں گویا وہ اپنے قدموں کو زحمت دیتے ہیں - ترجمہ:- اب اپنے خندہ کو (میری) کو قدم رنجہ فرمانے کی تکلیف نہ دیجے اسلئے کہ نظیری کو آزردہ لب جو شیون و فریاد کیلئے وقف ہو چکے ہیں وہ اب سننے کیلئے

این کعبه را بنا نه بباطل نهاده اند ۳۳/۱ بس سینهٔ جمال درین گل نهاده اند

درمانده گشته است بایں کاروبار عشق ۲ ہر سو ہزار عقدهٔ مشکل نهاده اند

زین گل چه دیده اند مگر حاملانِ عرش ۳ کز رنج وراه پایه محمل نهاده اند

قلزم بشور رفته وعمّان نشسته تلخ ۴ زین آب زندگی که بساحل نهاده اند

آه این چه دوستیست که سرهای یکدگر ۵ خویشان بریده در ره قاتل نهاده اند

خوارم مکن که ریختن آبروئے را ۶ باخون صد شهید مقابل نهاده اند

بر ہر که ہوشیار بود اعتراض ہست ۷ مستاں قدم به بزم تو غافل نهاده اند

نہیں کھل سکتے (یعنی اب اسکے خوش کرنیکی کوشش کرنا بیکار ہے اس التفات بے موقع سے معاف رکھیئے) شعر میں ناز عاشقانہ کا انداز کس غضب کا ہے۔

بحر:۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور - ارکان و تقطیع :۔ مثل ۲۶ رکن آخر مقصور بروزن فاعلات ہے ۔

(۱) ترجمہ:۔ ما: فطرت نے اس کعبۂ (دل) کی بنیاد خواہ مخواہ بیکار نہیں رکھی ہے (بلکہ) بہت سے جمالِ (حق) کے حقائق و معانی اس (مٹی) پر خاک میں بھر دیئے ہیں (یعنی دل عاشق کو نکما نہ سمجھنا چاہیئے اس میں حقیقت کے بہت سے جلوے موجود ہیں)

(۲) ترجمہ:۔ عشق کے اس کاروبار پر (عقل) حیران ہے (اسلیئے کہ) ہر طرف ہزاروں مشکلیں (اور ناقابل حل) عقدے (لاکر) رکھدیئے ہیں (یعنی عشق کی گتھیاں عقل کے سلجھانے سے نہیں سلجھ سکتیں)

(۳) ترجمہ:۔ اس خاک (انسانی) میں معلوم نہیں عرش اٹھانیوالے فرشتوں نے کیا (خاص بات) دیکھ لی ہے کہ راستہ کے رنج و تکلیف کی وجہ سے محمل (امانت) کے پایہ کو (کندھے سے اتار کر) رکھدیا ہے (یعنی انسان وہ جامع اوصاف ہستی ہے کہ اسکے مقابلہ میں امانت خلافت کا بار فرشتے بھی نہ اٹھا سکے)

(۴) تشریح:۔ "بشور رفتن" اور "تلخ نشستن" دونوں محاورے خفا ہونے اور آزردہ ہونے کے مرادف ہیں ۔

ترجمہ تقلیب مختصر علین:۔ اس آب حیات (عشق) کی وجہ سے جو کارکنان قضا و قدر نے (دل انسانی کے) ساحل میں رکھدیا ہے قلزم اور عمان دونوں شوریدہ اور تلخ حال ہو کر بیٹھ گئے ہیں - اشارہ:۔ شور و تلخ کے الفاظ ذائقہ کے لحاظ سے بھی کس قدر دریا کے حسب حال ہیں (شعر میں صنعت حسن تعلیل اور مراعات النظیر دونوں پائی جاتی ہیں ۔

(۵) ترجمہ:۔ آہ (یہ) کیسی دوستی ہے کہ عزیزوں نے ایک دوسرے کے سر کاٹ کر قاتل کے راستہ میں رکھدیئے ہیں (یعنی عشق جس میں عشاق جانیں قربان کرتے ہیں عجیب چیز ہے حالانکہ مقتضائے دوستی تو ایک دوسرے سے خیر خواہانہ برتاؤ کرنا ہے نہ کہ جان لینا)

(۶) ترجمہ:۔ مجھے ذلیل و رسوا نہ کر اسلیئے کہ اہل حقیقت نے کسی کی آبروریزی کو سو شہیدوں کے خون کے برابر گردانا ہے (مطلب واضح ہے)

(۷) ترجمہ:۔ جو جوش میں ہو اس پر بے شک بے ادبی کرنیکی وجہ سے اعتراض ہو سکتا ہے (باقی مست و بیخود عاشقوں نے) تو تیری محفل میں بیگانہ عقل و ہوش ہو کر قدم رکھا ہے (پھر ان پر اعتراض کیوں ہے اور ان سے پرسش آداب و عادات کس لئے ہے)

بنمائی رخ تمام کہ شاہانه چیده اند ۸ شاہاں که خوان بدعوت سائل نهاده اند

در بزم خلد نعمت ہر گونه چیده شد ۹ حسب مراد دعوت سائل نهاده اند

گردن بنه بتیغ نظیری که عاشقے ۱۰ بر سر کلاه مردم عاقل نهاده اند

بدل ز شوق تو چوں ناله در سماع آید ۳۴/۱ اجابت از در و بامم باستماع آید

مے ست در خم شوقم که گر بجوش رود ۲ ہزار ذره و پروانه در سماع آید

چناں بنالش من روزگار خوش دارد ۳ که گر خموش شوم بر سر نزاع آید

ببیع عشوه برم جاں که مست نازم را ۴ اہانتے ست که خود بر سر متاع آید

(۸) ترجمہ:۔ سراپے معشوق! اگر دعوت دیدار دیتا ہے تو (اپنا) پورا چہرہ دکھادے اسلئے کہ بادشاہوں نے (اگر کسی گدائے بے نوا) کی دعوت کیلئے (بھی) دسترخوان لگایا ہے تو شاہانہ (انداز کے مطابق چنا ہے (یعنی معشوق جو حسن کا بادشاہ ہے اسکو چاہیئے کہ عاشق بے نوا کو اسکی حیثیت کے مطابق نہیں بلکہ اپنی حیثیت کے مطابق دعوت دیدار دے ورنہ اس سے کیا حاصل کہ

دیدار می نمائی و پرہیز می کنی ٭ بازار خویش و آتش ما تیز می کنی

(۹) ترجمہ:۔ محفل جنت میں ہر قسم کی نعمتیں قرینے سے لگا دی گئی ہیں (اور) سائل کے حسب مراد دعوت کا سامان کیا ہے (چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ کہ جس چیز کو تمہارا دل چاہے گا وہی جنت میں تمہیں ملیگی اسی طرح دوست کو چاہیئے کہ اپنے فردوس رخ سے ہمیں حسب مراد لطف اندوز ہونے دے)

(۱۰) ترجمہ:۔ نظیری تو قاتل کی تلوار کے سامنے گردن رکھدے اسلئے کہ تو عاشق ہے (اور عاشق کیلئے یہی زیبا ہے) سر پر ٹوپی تو ہوش والے رکھا کرتے ہیں (یعنی عاشق بیخود جو سر کو ہی وبال دوش سمجھتا ہے وہ اور بار کلاہ سر پر رکھے یہ کیسے موزوں ہے)

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون مشعّث محذوف - ارکان و تقطیع :۔ مثل ۲۹ رکن آخر مشعّث و محذوف بروزن فَعْلُنْ ہے۔

(۱) تشریح:۔ "سماع" عرف میں قوالی کو کہتے ہیں لغوی معنی سننے کے ہیں - ترجمہ:۔ میری شوق عشق کی وجہ سے جب دل میں نالہ و فریاد آمادہ نوازنی ہوتا ہے تو مقبولیت میری بام و در (خانۂ دل) سے سننے کیلئے آجاتی ہے (یعنی پیچ سوز و گداز سے پیدا ہو جو نالہ ضرور مقبول ہوتا ہے)

(۲) ترجمہ:۔ میرے خم شوق میں وہ شراب (عشق) ہے کہ اگر وہ جوش مارنے لگے تو ہزاروں ذرے اور پروانے آمادۂ رقص و سرود ہو جائیں (یعنی ہماری شراب عشق اتنی تیز ہے کہ اگر مل جائے تو ناقصوں کو کمال مستی کے ذریعہ سے پہنچا دے) تنقید:۔ جوش شراب کے ساتھ ذرہ پروانہ اور سماع کا ذکر کچھ بے جوڑ سا معلوم ہوتا ہے البتہ بتکلف اگر ہے کہ ساتھ اسکے اوصاف شعلہ رنگی اور آفتاب سامانی کی رعایت کریں اور پھر بحالت جوش اسکی آواز کو نغمۂ طرب فرض کر لیں تو الفاظ میں تناسب پیدا ہو سکتا ہے ۔

(۳) تشریح:۔ "نالش" حاصل مصدر از نالیدن بمعنی فریاد و فغاں "خوش داشتن" پسند کرنا - ترجمہ:۔ میری نالہ و فریاد میں زمانہ کو ایسا مزہ آتا ہے کہ اگر میں (ایک لمحہ کیلئے) خاموش ہو جاؤں تو لڑنے جھگڑنے پر اتر آتا ہے (یعنی زمانہ مجھ کو مصروف فریاد و فغاں ہی دیکھنا چاہتا ہے)

(۴) تشریح:۔ خرم کی جگہ برم صحیح ہے - بیع "خرید و فروخت" - ترجمہ:۔ دوست کی عشوہ و ادا کو خریدنے کیلئے میں خود اپنی

بجاست نالۂ مرغ چمن کہ گل بشتاب ۵ چناں رود کہ مگر از پئے وداع آید
چساں فسانۂ بلبل برم کہ دردسرش ۶ سریست کہ آنکہ ز بوئے گلشن صداع آید
سر از اطاعتِ فرماں کشم جم و کے را ۷ کہ بندہ کہ مطیع تو شد مطاع آید
نمونۂ ز وصالِ تو و نمائشِ ماست ۸ کہ ذرّہ در نظر از ہستی شعاع آید
بصبر داد نظیری قرار و فرماں دہ ۹ کہ غم ببدعت و ہجراں باختراع آید
کس چو من نیست کہ پیش نظر از دل برود $\frac{۳۵}{۱}$ غائب از دیدہ نگردد ز مقابل برود
دولتے بود کہ مردیم بہنگام وداع ۲ آں قدر زندہ نماندیم کہ محمل برود

جان نکل جاتا ہوں کیونکہ میری نانوا دائیں متواے (معشوق) کی راس میں تو ہیں ہے کہ وہ خود متاع (جان) بپد سودا کرنے کیلئے آئے۔

(۵) ترجمہ :- بلبل کا نالہ و فریاد بجا ہے اسلئے کہ پھول ایسی جلدی سے چلا جاتا ہے کہ شاید رخصت کرنے کیلئے ہی آتا ہے (یعنی پھول کے کم بقا ہونے پر اگر بلبل نالہ و فریاد کیا کرے تو کچھ بیجا نہیں)

(۶) تشریح :- "صداع" دردسر - ترجمہ :- اس نازک دماغ معشوق) کی دردسری کیلئے میں بلبل کا افسانہ کیسے لیکر جاؤں (اسلئے کہ اس کا دماغ تو ایک ایسا دماغ ہے کہ پھولوں کی خوشبو سے بھی اسمیں دمک پیدا ہو جاتی ہے (یعنی بلبل کے فسانۂ دردانگیز کی وہ تاب کیسے لا سکتا ہے جبکہ اس کا حال یہ ہے کہ ع شور بلبل سے مرے سر میں دمک ہوتی ہے۔

(۷) تشریح :- "را" علامت اضافت ہے "مطیع" فرمانبردار "مطاع" سردار جس کی اطاعت کیجائے - ترجمہ :- جمشید اور کے خسرو کے فرمان کی اطاعت سے (بھی) میں اپنا سر ہٹا لیتا ہوں (یعنی شاہان دنیا کے آگے نہیں جھکتا) اسلئے کہ جو غلام تیرا تابع فرمان بن گیا ہو (پھر) وہ سردار مطاع ہو جاتا ہے۔

(۸) تشریح :- "در نظر آمدن" نظر آنا - ترجمہ بقلب مصرع اول :- (یہ امر کہ) ذرہ شعاع (آفتاب) کے وجود سے (ہی) نظر آتا ہے (یہ) تیرے وصال اور ہماری نمود کا (ادنیٰ سا) نمونہ ہے (یعنی جس طرح عکس شعاع نمود ذرہ کا کفیل اور اس کا انقطاع ذرہ کیلئے پیغام عدم ہے اسی طرح تیرا وصال ہمارے وجود و نمود کا اور تیرا ہجر ہمارے فنا و عدم کا سبب ہے۔

(۹) تشریح :- "قرار دادن" فیصلہ کر لینا "فرمان" حکم "بدعت" اصطلاح شرع میں وہ نئی بات جس کا دین دنیا میں ثبوت نہ ہو۔ یہاں نئی طرز مراد ہے "اختراع" نئی ایجاد - ترجمہ :- (اے دوست!) نظیری نے صبر و ضبط کا فیصلہ کر لیا ہے (اب دل کھول کر) حکم دو کہ غم (عشق اور رانذوہ) جدائی (خوب) نئے نئے طرز و انداز (دکھانے) پر آ جائے (یعنی ہمارا ضبط و تحمل اب غم ہجران کے آگے سپر انداز نہ ہوگا خواہ وہ کتنی ہی نئی نئی طرزیں ایجاد کرے۔)

بحر :- رمل مثمن مخبون محذوف - ارکان و تقطیع :- مثل $\frac{۳۵}{۱}$

(۱) ترجمہ :- مجھ سا بدقسمت کوئی نہیں کہ نظر کے سامنے رہ کر دل سے غائب ہو جائے (عجیب قصہ ہے کہ نظروں سے تو غائب ہو اور سامنے سے غائب ہو جائے (یعنی دوست کی نظریں گو میری طرف ہیں مگر دلی التفات نہیں اور خالی نظر بغیر التفات دلی کے کیا سود بخش ہو سکتی ہے)

راہ بیگانگیٔ پیش نداری کہ کسے ۳ بدلیل رہ و سطے گردن منزل برود
صبر داریم کہ ایں تہمت عشق از سر غیر ۴ ہمچو خونِ بحل از گردن قاتل برود
قصہ ما بعزیزان وطن خواہد گفت ۵ ہر کرا تختہ ازیں ورطہ بساحل برود
نیکوئی دوستی آرد بدل دشمن و دوست ۶ ہمہ جا سر زند ایں ریشہ چو در گل برود
مرد عاشق ندہد دل بتماشائے جہاں ۷ آں دہد کیسہ بطرار کہ غافل برود
سر چشماں تو گردم کہ زبس خونخواری ۸ قطرۂ خوں نگذارند ز بسمل برود

(۲) ترجمہ :- (وجود دوست) عجیب دولت تھی کہ جسے رخصت کرتے وقت ہماری جان نکل گئی یا دوست کے وداع کے وقت ہمارا مر جانا (ہمارے لئے) بڑی سعادت تھا (یعنی) اتنی دیر بھی ہم زندہ نہ رہے کہ (دوست کی عماری (نظروں سے) اوجھل ہو جائے (یعنی جلوہ دوست کے منقطع ہونے کا تصور ہمارے لئے دلیل فنا ہے)

(۳) ترجمہ :- (اپنے نفس سے خطاب کر کے کہتا ہے کہ) تیرے سامنے کوئی اجنبی راستہ نہیں ہے کہ کوئی رہنما درمنزلوں کو طے کرنے کیلئے ذریعہ اسکو تجویز کرے (یعنی اصلاح باطن کی راہ اگر ان دیکھی ہوتی تو کسی رہنما کی رہنمائی میں منزل بمنزل سفر کر کے اس کو طے کر لیتے مگر مشکل تو یہ آن پڑی ہے کہ راستہ دیکھا بھالا اور مختصر ہے مگر پھر طے ہونے میں نہیں آتا)

(۴) تشریح :- "خوں بحل" خون حلال "بحل" کی جگہ اگر "بدیہ" ہو تو زیادہ اچھا ہے - ترجمہ :- ہم (اتنے) صبر سے کام لیتے ہیں کہ عشق کی تہمت رقیب کے سر سے ایسے دور ہو جائے جیسا کہ (عاشق کا) خون حلال قاتل کی گردن سے (یعنی رقیب عاشق نہیں اس پر عشق کی تہمت ہے جب تیغ دوست ہمارے خون سے رنگین ہو جائے گی تو جس طرح ہمارا خون قاتل کی گردن پر نہیں رہیگا اسی طرح رقیب کے سر سے تہمت عشق بھی اتر جائیگی کیونکہ اگر وہ واقعی عاشق ہوتا تو وہ بھی اس مقتل میں کسی طرف پڑا ہوتا)

(۵) ترجمہ :- ہمارا قصہ (غرقابی) عزیزان وطن سے (وہ) جا کر کہے گا جس کا تختہ اس بھنور سے نکلکر کنارے لگ جائیگا - (یعنی ہم بحر عشق میں غرقاب ہو چکے ہیں اس کے اہل وطن کو شاید کسی رفیق راہ کے بچ رہنے کی صورت معلوم ہو جائے تو ہو جائے)

(۶) ترجمہ :- نیکی (کا برتاؤ) (دوست دشمن سب کے دل میں (جذبۂ) دوستی کر دیتا ہے (اور) جب یہ ریشہ (نیکی) مٹی میں دب جاتا ہے تو سب جگہ اس کی شاخیں پھوٹ نکلتی ہیں (یعنی نیکی کر کے اسکو چھپایا جائے تو اس کا اثر دور دور پہونچتا ہے)

(۷) تشریح :- "طرار" دغا باز ٹھگ - ترجمہ :- مرد عاشق دنیا کے تماشے میں دل نہیں لگاتا (اسلئے کہ) تھیلی ٹھگ کے حوالے وہی کیا کرتا ہے جو (راستہ میں) غافل چلتا ہے (یعنی دنیا ایک راہ سفر ہے جو یہاں کے تماشوں میں لگ جاتا ہے اس کا کیسۂ دل و دین ہوا و ہوس کے ڈاکو چھین لیتے ہیں)

(۸) تشریح :- "سر کسے گردیدن" قربان ہو جانا - ترجمہ :- میں تیری آنکھوں کے قربان ہوں کہ جو کثرت خونخواری کی وجہ سے خون کا ایک قطرہ بھی مقتول (کے جسم) سے (زمین پر) نہیں گرنے دیتیں (یعنی سب خون خود چوس لیتی ہیں گویا اس طرح خون عاشق کو تیری آنکھوں میں جگہ ملتی ہے یعنی جو آنکھیں خون عاشق کی اس قدر قدردان ہوں ان پر کیوں قربان نہ ہو جاؤں)

من و آزار نظیری ز کسم غار مباد ۹ بزبان آید از آنم گلہ کز دل برود

بزمت غم بار ما ندارد ۳۶/۱ عیش تو غبار ما ندارد

ما چہرہ بخوں کنیم گلگوں ۲ مشاطہ نگار ما ندارد

چوں شعلہ ز سوز سینہ روئیم ۳ نم ابرِ بہار ما ندارد

بس بوئے بہر گل کہ دستش ۴ زخم سر خار ما ندارد

ما عربدہ مے کنیم بسیار ۵ مطرب سر کار ما ندارد

آئینہ بعیب ماست گویا ۶ عیب آئینہ دار ما ندارد

ہر نامہ کہ دل نمی کند خوں ۷ پیغامِ دیار ما ندارد

خوشحالیٔ روز وصل دیدیم ۸ شوق شب تار ما ندارد

ایں غم کہ ملال آرد از کیست ۹ رنگِ غم یار ما ندارد

(۹) ترجمہ:- نظیری (اب) میں ہوں اور آزار دوست (اور خدا کرے اس میں) مجھکو کسی سے عار و شرم نہ آئے (باقی) شکوہ تو میری زبان پر اسلئے آتا ہے تاکہ دل سے نکل جائے (اور دل میں سوائے محبت اور کچھ نہ رہے) **اشارہ:-** مصرعہ ثانی سوال مقدر کا جواب ہے یعنی "پس شکوہ چرا می کنی" جواب بہت پرمعنی اور لطیف ہے)

• بحر:- ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف۔ ارکان:- مفعول مفاعلن فعولن دوبار۔

تقطیع:- بزمت غ / م بار ما / ندارد + عیشت ت / غبار ما / ندارد
مفعول / مفاعلن / فعولن / مفعول / فعولن

(۱) ترجمہ:- تیری محفل ہمارے (غم کا) غم نہیں پاتی (اور) تیرا عیش (و عشرت) ہمارا غبار (وجود) نہیں رکھتا (یعنی دوست کی بزم نشاط کیلئے ہمارا وجود باعث مکدر ہے)

(۲) ترجمہ:- ہم (اپنا) چہرہ (اشک) خون (آلود) سے سرخ کر لیتے ہیں (مشاطہ کو ہمارے بناؤ سنگار کی ضرورت نہیں (یعنی اشک خونی غازہ چہرہ عاشق ہے)

(۳) ترجمہ:- ہم شعلہ کی طرح (اپنی) سینہ کی سوزش سے اگتے اور بڑھتے ہیں ہمارے ابر بہاری تری نہیں (یعنی ہم کسی کے مرہون منت نہیں)

(۴) ترجمہ:- پھول جس کے ہاتھ میں ہمارے خار (عشق) کی نوک کا زخم نہیں (حیرت ہے کہ) بہت خوشبو حاصل کرے گیا (اور ہم میں باوجود عشق کے ابتک کوئی معنویت پیدا نہیں ہوئی یا پھول خوشبو حاصل کر سکا (مطلب ناز کرنے کا اسلئے اس کو مصائب عاشقی کی کیا خبر؟)

(۵) ترجمہ:- ہم (نفس سرکش کے ساتھ) بڑے جھگڑے فساد میں مبتلا ہیں (اور حقیقت کے ترانے گانے والا گویا ہم سے (دیکھ) سروکار نہیں رکھتا (یعنی اے کاش کہ مطرب حقیقت اپنے کیف آور نغموں سے ہمیں بے خود بنا دے تاکہ اس نفس سرکش کی مفسدہ پردازی سے نجات ملجائے)

(۶) ترجمہ:- آئینہ خود ہمارے عیب کو بتلا رہا ہے ہمارے آئینہ دار میں کوئی عیب نہیں (یعنی جو کچھ نقص ہے وہ ہماری ہی استعداد و فطرت کا ہے آئینہ یا آئینہ دار میں نہیں)

(۷) ترجمہ:- وہ خط جو (از غم آلود مضمون سے) سننے والے کا دل خون نہ کر دیتا ہو وہ ہمارے دیار (عاشقی) کا پیغام نہیں کہتا کیونکہ مضمون عاشقی تمامی غم آلود ہوتا ہے)

(۸) ترجمہ:- وصل کے دن کی خوش حالی کو ہم نے دیکھ لیا ہماری شب تاریک (ہجر) کا سا شوق (و اضطراب) نہیں رکھتی (یعنی ہمیں شب کے اشتیاق میں روز وصل کی کامرانی سے زیادہ لطف آتا ہے)

بے نام و نشاں خوشست مرغے ۱۰ کو نالہ زار ما ندارد

گردوں مہ و مہر دارد اما ۱۱ نقدی بعیار ما ندارد

خونابہ کشیم ما نظیری ۱۲ مے عشرت کار ما ندارد

من آں صیدم کہ ہر کس را نظر بر حال من افتد ۳۷/۱ ز بس زخم دلم کاریست در دنبال من افتد

شکارت خوش برآید گر خود از منزل برون آئی ۲ نگاہت جانب مرغ مبارک فال من افتد

نیم مرغے کہ بس دشوار باشد صید من کردن ۳ ز بس سستم گرہ از بال من در بال من افتد

از اں برجم کہ ہر گہ عقدہ در پیش چرخ آید ۴ ز دوراں ماہ من ماند ز گردش سال من افتد

بزن در نامہ ام اے ابر محشر از کرم برقے ۵ کہ می ترسم ملک را چشم بر اعمال من افتد

(۹) ترجمہ:- یہ غم جو ملال پیدا کر رہا ہے کس کا ہے (یہ) ہمارے یار کے غم کا رسا رنگ (تو) نہیں رکھتا (یعنی یار کا غم عشق تو باعث ملال خاطر نہیں ہوتا ہو نہ ہو یہ غم دنیا معلوم ہوتا ہے)

(۱۰) ترجمہ **بقلب مصرعین**:- وہ بلبل جو ہمارا سا نالۂ زار نہ رکھتا ہو وہ بے نام و نشان ہو جائے تو اچھا (مطلب ظاہر ہے)

(۱۱) ترجمہ:- یہ صحیح ہے کہ آسمان کے پاس چاند (کی چاندی) اور سورج (کا سونا) ہے مگر وہ ہمارے کھرے (نقد دل) کی مطابق کوئی نقدی نہیں رکھتا (مطلب واضح ہے)

(۱۲) ترجمہ:- نظیری! ہم خون خالص پیتے ہیں (اور خوش رہتے ہیں) شراب ہمارے شغل (خون آشامی) کا سا لطف نہیں رکھتی (یعنی جو لطف خون آشامی میں ہے وہ بادہ نوشی میں کہاں نصیب ہو سکتا ہے)

بحر:- ہزج مثمن سالم - **ارکان و تقطیع:-** مش ۵/۱

(۱) **تشریح:-** "در دنبال افتادن" تعاقب کرنا - **ترجمہ:-** میں (دوست کے تیر مژگاں کا) وہ صید (زبوں) ہوں کہ جس کسی کی نظر مجھ پر پڑ جاتی ہے تو چونکہ میرا زخم دل (خوب) کاری ہے (اسلئے) وہ میرا تعاقب کرنے لگتا ہے (اس خیال سے کہ یہ شکار عنقریب گر جائیگا)

(۲) ترجمہ:- اگر تو خود (بخیال صید افگنی) اپنے گھر سے باہر نکلے تو دیکھ لینا تیرا شکار (صید ہونیکے لئے) خوشی کے ساتھ باہر نکل آئیگا (یعنی وہ تو پہلے سے گرفتاری کا متمنی ہے) تیری نگاہ میرے مبارک فال والے مرغ کی جانب پڑ (تو) جائے (یعنی عاشق بصد شوق اس کا منتظر ہے کہ تیر نگاہ دوست کا شکار ہو جائے اب صید کرے یا نہ کرے یہ دوست کی مرضی)

(۳) ترجمہ:- میں وہ مرغ نہیں ہوں کہ میرا شکار کرنا کچھ بہت مشکل ہو میں تو اتنا سست و ناتواں ہوں کہ میرے بال و پر میں خود میری (ہی) بال و پر سے گرہ لگ جاتی ہے (یعنی اڑنا ہوں بھی تو نہیں اڑ سکتا)

(۴) ترجمہ:- میں اس برج کا (ستارہ) ہوں کہ جب کوئی (میرا) عقدۂ مشکل آسمان کے سامنے آتا ہے تو میرا مہینہ اور سال دور اور گردش کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور میرا اختر طالع اسی برج نحس کے اندر پھنس کر رہ جاتا ہے)

(۵) ترجمہ:- اے (رمیان) حشر کے بادل (از راہ کرم میرے نامہ (اعمال بد) پر بجلی گرا دے (تاکہ یہ جلکر خاکستر ہو جائے) اسلئے کہ مجھے اس کا ڈر

بقاتل خون خود پیش از سوال حشر می بخشم ٦ کہ میترسم کہ در درماندگی ز اہمال من افتد

مراگستاخ گو نہمات در مجلس نخواہد شد ٧ کہ دائم بند حسرت بر زبان لال من افتد

مراں از گوشۂ چشمے کہ از عالم ہمیں دارم ٨ کہ در ہر شادی و غم قبلۂ آمال من افتد

بسے پُر شوق مے آید نظیری کعبہ مے ترسم ٩ بتے ناگہ ز طاق از شوق استقبال من افتد

فلک مزدور ایمائے تو باشد ۳۸/۱ نوازد ہر کرا رائے تو باشد

بدل تنگی کنم دل خوش ہمیشہ ٢ کہ تنہا جائے غم ہائے تو باشد

نیازارم ز خود ہرگز دلے را ٣ کہ میترسم در و جائے تو باشد

ہے کہ دکھیں ایسا نہو) فرشتوں کی نکر میری کار روائیوں پر پڑ جائے راور جس کے مقابلہ پر میں عہد الست میں سرخ رو ہوا تھا اب انکی ماتحت شرمندہ ہونا پڑے

(٦) تشریح:۔ اہمال" غفلت کرنا۔ ترجمہ:۔ حشر میں سوال ہونے سے پیشتر ہی، میں (اپنے) قاتل کو اپنا خون معاف کئے دیتا ہوں اسلئے کہ ڈر ہے کہ کہیں) وہ میری غفلت کی وجہ سے رجواب دینے سے عاجز رہ جائے) اور شرمندگی اٹھائے ؎

بے سوالے خون خود در حشر می بخشم باو ؞ زانکہ دانم از طلب عار ست مطلوب مرا

(٧) تشریح:۔ گستاخ گو نہمات "بیں مسار" مجلس کا مضاف الیہ ہے" لال" گونگی۔ ترجمہ:۔ تیری محفل میں میری (طرف سے) بے باکانہ باتیں نہ ہونگی (اس خیال سے مجھ مجلس سے نہ نکال) کیونکہ (وہاں تو) ہمیشہ میری گونگی زبان پر حسرت کا پھندہ لگ جاتا ہے (یعنی شکوہ جور و جفا میری زبان پر کب آ سکتا ہے کہ تیرا دیدار محو حیرت و حسرت بنا دیتا ہے)

(٨) ترجمہ:۔ مجھکو (اپنے) گوشۂ نظر سے دور نہ کر اسلئے کہ دنیا میں مجھکو صرف یہی (ایک چیز تو) حاصل ہے جو ہر غم و خوشی کے موقعہ پر میری آرزوؤں اور تمناؤں کا قبلہ گاہ بنتی ہے (یعنی میری غایت آرزو تیری ایک التفات نظر ہے)

(٩) تشریح:۔ "مے آید" کا فاعل نظیر اور کعبہ دونوں کو قرار دیا جا سکتا ہے۔ پہلی صورت میں کعبہ کے شروع سے حرف جار "با" محذوف ہوگا اور دوسرے مصرعہ میں غیبت سے تکلم کی طرف التفات۔ ترجمہ:۔ نظیری کعبہ کی طرف بہت شوق میں بھرا ہوا آ رہا ہے یا اے نظیری (میرا قصد کعبہ معلوم کر کے) خود کعبہ شوق استقبال میں بھرا ہوا آ رہا ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا ہو کہ کوئی بت طاق سے اچانک میرے استقبال کے شوق میں گر پڑے اور یہاں بھی میری بت پرستی کا عقدہ کھل جائے یا کعبہ کی حقیقت کھل جائے کہ وہ ابھی تک تینوں کا مسکن بنا ہوا ہے)

بحر:۔ ہزج مسدس محذوف۔ ارکان:۔ مفاعیلن مفاعیلن فعولن دوبار۔ تقطیع:۔ فلک مزدو / مفاعیلن ر ایمائے / مفاعیلن تُ باشد / فعولن

(١) ترجمہ:۔ آسمان تیرے اشارہ پر چلنے والا مزدور ہے جس کے متعلق تیری رائے ہو وہ اسی کو نوازتا ہے۔

(٢) ترجمہ:۔ میں دل کے تنگ ہونے پر (اپنے) دل کو ہمیشہ خوش رکھتا ہوں تاکہ (اس میں) صرف تیرے غموں کی جگہ رہے (یعنی غم عشق کے علاوہ میرے دل میں گنجائش ہی نہیں اس پر خوش ہوں)

(٣) ترجمہ:۔ میں اپنی طرف سے کسی کو نہیں ستاتا کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں اسمیں تیری جائے قیام نہ ہو ؎ دل بدست آور کہ حج اکبر است

شود مجروح مغز استخوانم ٤ سر خارے چو در پائے تو باشد

مے کا شفتگی در شور آرد ٥ نگاہ کار افزائے تو باشد

حریفے کز خرد بازیچہ سازد ٦ عتاب گریہ فرمائے تو باشد

نہایت نیست طومار دلے را ٧ کہ مضمونش تمنائے تو باشد

کدورت نیست کاخ سینہ را ٨ کہ راہش بر تماشائے تو باشد

گل صد رنگ میروید ازاں خاک ٩ کہ در وے نوش صہبائے تو باشد

سحر گہ ہر کہ پیش از خواب خیزد ١٠ حریف بادہ پیمائے تو باشد

دو عالم نقد جاں بر دست دارند ١١ ببازارے کہ سودائے تو باشد

نظیری زندگی در درد دل جو ١٢ کہ دارد تو مسیحائے تو باشد

(٤) ترجمہ:۔ میری ہڈیوں کا گودا (تک) مجروح ہو جاتا ہے اگر تیرے پاؤں میں ایک کانٹے کی نوک چبھ جائے (یعنی دوست کی ادنی آزردگی بھی میرے لئے ناقابل برداشت نہیں)

(٥) ترجمہ:۔ وہ شراب جو آشفتگی اور بدحالی کو زور و شور میں لے آتی ہے وہ تیری (ہی) کام بڑھا دینے والی نگاہ ہے (یعنی تیری نیم نگاہ سے عاشق کیلئے خلش سینہ اور جوش جنوں میں اضافہ ہو جاتا ہے)

(٦) ترجمہ:۔ وہ حریف مقابل جو عقل سے کھیلتا ہے وہ عاشق کو حکم گریہ و زاری دینے والا تیرا عتاب ہے (یعنی عتاب دوست اس قدر گریہ آور ہے کہ عقل کی روک تھام بھی کچھ کام نہیں دیتی)

(٧) ترجمہ:۔ اس دل کے دفتر شوق کی کوئی انتہا نہیں جس کا مضمون تیری تمنا ہو۔

(٨) ترجمہ:۔ اس سینہ کے شیش محل میں مطلق کدورت نہیں ہوتی کہ جس کا راستہ تیرے جلوہ دیدار پر واقع ہو (یعنی دل عاشق ہمیشہ تجلیات محبوب سے منور رہتا ہے)

(٩) ترجمہ:۔ اس سرزمین (سینہ) سے سینکڑوں رنگ کے پھول اگتے ہیں جس میں تیری شراب (عشق) کی نوش (اور ریزی ہوئی) ہو (یعنی جو کشت دل آب عشق سے سیراب ہے اس سے جلوۂ دوست کے گلہائے زنگارنگ نمودار ہوتے ہیں)

(١٠) ترجمہ:۔ صبح کے وقت جو شخص کہ (سب سے) پہلے جاگتا ہے وہ تیرا (ہی) شراب (عشق) پینے والا ندیم (یعنی عاشق) ہے (تاکہ دعائے سحر گاہی سے طلب وصال کرے)

(١١) ترجمہ بقلب مفسرین:۔ جس بازار میں تیری (متاع حسن کی) سوداگری ہو رہی ہو دونوں عالم (وہاں) جان (وروح) کی نقدی ہتیلی پر رکھے ہیں (یعنی نقد جان دیکر اس سودے کو خریدنے کے لئے تیار ہیں)

(١٢) ترجمہ:۔ نظیری! حیات جاوید درد دل میں تلاش کر اس لئے کہ تیرا (یہ) درد (ہی) تیرا مسیحا (ثابت) ہوگا ؎

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزہ پایا ؞ درد کی دوا پائی درد بے دوا پایا

پس از نہ مہ جہاں را دامنِ عیشے بچنگ افتد ۳۹/۱ مرقع تا کہ ایں خار و خارا را بزنگ افتد
نخستیں جامہ بر اندازۂ حسنِ تو بریدند ۲ قبا بر قدِ سرو از بہر آں کوتاہ و تنگ افتد
بعشق رُویت از دل ارغوان و لالہ مے چینم ۳ شرارے لعل گردد مہر خورشید ار بسنگ افتد
فگندہ دل خراشیہائے رنجش خستہ و زارم ۴ مبادا آئینہ را قسمت کہ در چنگال زنگ افتد
پس از آوارگی در قیدِ زلفش تازہ افتادم ۵ بتر از نو مسلمانے کہ در قیدِ فرنگ افتد
ز حسرت سوختم وز شرم دودے بر نیاوردم ۶ الٰہی آتشے در خانۂ ناموس و ننگ افتد
ترقی در توجہ کم شود عشقِ مجازی را ۷ بمنزل کے رساند مرد را ہمت چو لنگ افتد

بحر :- ہزج مثمن سالم - ارکان و تقطیع :- مثل ۵/۱

(۱) تشریح :- "پس از نہ مہ" ایران و فارس میں چار فصلیں تین تین ماہ کی قرار دیجاتی ہیں ربیع - خریف - خزاں اور بہار
اس اعتبار سے بہار نو مہینے کے بعد آتی ہے "را" دونوں مصرعوں میں علامت اضافت ہے "مرقع" "فاکہ" "تا" "تنبیہ" ہے -
ترجمہ :- نو مہینے کے بعد دنیا کے ہاتھ میں عیش کا دامن آ رہا ہے (یعنی بہار آ رہی ہے) تو دیکھنا ہے کہ کس کس کانٹے اور پتھر کے خاکہ پر رنگ
آمیزی ہوتی ہے کائنات دل کی اس تمثیل سے مقصد یہ ہے کہ طول ہجر کے بعد دیکھئے رنگینی وصال ہمیں بھی نصیب ہوتی ہے یا نہیں،

(۲) ترجمہ :- سب سے پہلے تیرے ہی حسنِ اندام کے مطابق (خیاطان قضا و قدر نے) جامۂ زیبا قطع کیا ہے اسی لئے قبا قدِ سرو پر کوتاہ
اور تنگ واقع ہوئی ہے (یعنی دوست کا قد قدِ سرو سے زیادہ متناسب اور زیبندہ ہے اسلئے خلعت حسن اسی کے قد پر راست آئی)

ع شاہدانِ چمن تہیدست اند ٭ جامۂ سرو تا سرِ زانو ست

(۳) ترجمہ :- تیرے چہرہ (آتشیں) کے عشق میں میں چمنستانِ دل سے گل لالہ و ارغوان چن رہا ہوں اگر آفتاب کی شعاع پتھر پر پڑتی
ہے تو بیشک اس کا شرر لال بنجاتا ہے (دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کیلئے دلیل تمثیلی ہے)

(۴) تشریح :- "رنجش" حاصل مصدر از رنجیدن - ترجمہ :- رنج و محنت عشق کی دل خراشیوں نے مجھ زار و نحیف کر کے ڈال
دیا ہے خدا نہ کرے کہ (کسی) آئینہ کی قسمت زنگ کے قبضہ میں آئے (دل کو آئینہ اور رنج کو زنگ قرار دیا ہے)

(۵) ترجمہ :- (آلام دنیا سے) رہائی کے بعد میں از سر نو اسکی زلف کی قید و بند میں پھنس گیا اس نو مسلم سے بھی بدتر حال میں،
جو قید کفر سے رہائی پانے کے بعد قید فرنگ میں مبتلا ہو جائے (مسیحیت کی اسلام دشمنی عہد قدیم سے چلی آتی ہے نصاریٰ مسلمانوں
کو گرفتار کر لیا کرتے تھے اور ستاتے تھے یعنی میری وہی مثال ہو گئی ہے کہ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا)

(۶) ترجمہ :- میں (آتش) حسرت میں جل گیا اور شرم سے آہ کا دھواں تک نہ نکالا - خدایا (اس) شرم و حیا کے گھر میں آگ لگجائے۔
(کہ اس نے اور تباہ بنا دیا)

(۷) تشریح :- "کم شود" بمعنی نشود - ترجمہ :- دوست کی جانب، توجہ (کامل رکھنے) میں عشق مجازی میں ترقی نہیں ہوتی (مثال کے
طور پر سمجھو کہ جیسے اسپ ہمت لنگڑا ہو تو آدمی کو منزلِ (مقصود) پر کب پہنچا سکتا ہے (یعنی عشق مجازی ہمت کی پستی کا نشان ہے)

تمنائے گہر سرگشتہ ام دارد بدریائے ۸ کہ در ہر گام صد جا راہ بر کام نہنگ افتد
جنیبت دارِ را ہمند اندوہ و ذوق جہاں ہم را ۹ نہ سوے بے عزا آید نہ شہدے بے شرنگ افتد
ہمیشہ ہمچو اجزائے خطِ پرکار در کارم ۱۰ کجا در دَورِ چرخ و گردشِ انجم درنگ افتد
نظیریؔ بہر حظِ تن مطیعِ نفس گردیدی ۱۱ چہ نصرت در گذرگاہیکہ آہو پالہنگ افتد

آمد دگر بصلح و در جنگ باز کرد ۴۰/۱ صلحے بصلحت پے جنگ دراز کرد
شد عمر سرگرانی او بر طرف نشد ۲ بر من بقدر مرتبہ عشق ناز کرد
خود را بکام دشمن خود دید آنکہ او ۳ با دوستاں تغافل دشمن نواز کرد

(۸) تشریح :- "سرگشتہ ام" میں میم ضمیر مفعولی بمعنی مرا - ترجمہ :- گوہر مراد کی تمنا مجھکو ایسے (گہرے) دریا میں سرگرداں بنائے ہوئے
ہے کہ (جس میں) ہر ہر قدم پر نہنگ کا جبڑا (میرا) گذر (حرص و ہوس کے اژدہے کے حلق میں ہوتا ہے (مطلب بادنیٰ تامل ظاہر ہے)

(۹) تشریح :- "جنیبت دار" پہلو بہ پہلو چلنے والا "شرنگ" "حنظل تلخ" ترجمہ :- غم اور نشاط دنیا ہمارے راستے کے ساتھی ہیں (چنانچہ)
نہ کوئی خوشی بغیر ماتم کے آتی ہے اور نہ کوئی شہد (شیریں) بغیر زہر تلخ کے ملتا ہے ع

عشرتے نیست کہ در پہلوئے آں صد غم نیست ٭ روز مولود جہاں کم ز شب ماتم نیست

(۱۰) تشریح :- "خطِ پرکار" محیط دائرہ جس کا ہر ہر جزو دائرہ کے وجود میں دخیل ہوتا ہے - ترجمہ :- میں ہمیشہ محیط دائرہ کے
اجزا کی طرح مصروف کار ہوں (بھلا) آسمان کے چکر اور ستاروں کی گردش میں تاخیر کہاں واقع ہوتی ہے (یعنی گردش انجم و
فلک نے مجھے بھی اس گردش میں ڈال رکھا ہے ان کی گردش بند ہو تو شاید مجھے بھی سکون نصیب ہو)

(۱۱) تشریح :- "پالہنگ" گھوڑے کے باندھنے کی رسی پچھاڑی - ترجمہ :- نظیری! تو (محض) جسمانی لذت کی خاطر نفس (امارہ)
کا بندہ بن گیا (یہیں خوب سمجھ لے کہ) اس راستہ میں کیا کامیابی (کی امید) ہو سکتی ہے کہ (جس میں قابل شکار) ہرن (ہی صیاد کیلئے)
قید و بند بنجائے (نفس کو آہو سے تشبیہ دیکر یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اس محکوم کو حاکم بنا لینا ایسا ہی ہے جیسا کہ صید صیاد بنجائے)

بحر :- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور - ارکان و تقطیع :- مثل ۹/۱

(۱) ترجمہ :- پھر دوست (صلح کے لئے آیا اور لڑائی کا دروازہ کھولدیا (معلوم ہوا کہ) صلح مصلحتاً ایک طویل لڑائی
کے لئے ہی کی تھی (مطلب ظاہر ہے)

(۲) ترجمہ :- عمر گذر گئی اور اسکی سرگرانی (ناراضی) زائل نہ ہوئی (مگر میں خوش ہوں کہ) مجھ پر (میرے) درجۂ عشق کے مطابق
ناز کیا (یعنی جب میرا عشق بے پایاں ہے تو اس کا ناز بے پایاں ہونا چاہیئے)

(۳) ترجمہ بقلب مصرعین :- جس شخص نے دوستوں کے ساتھ وہ غفلت برتی جس سے دشمن خوش ہوں تو (واقعی) اس نے اپنے
آپ کو اپنے دشمنوں کی مراد کے موافق پایا (یعنی دشمن تو یہ چاہتے ہیں کہ باہمی دوستوں میں خلاف پڑا رہے - پس جو ایسا کریگا وہ مراد دشمن
بر لائیگا اس انداز علامت سے دوست آزار دہ ظاہر کرنا مقصود ہے)

عقلم نظر بآئینہ دوستاں فگند ۴ از دوستی و دشمنیم بے نیاز کرد

چشم طمع بدوز کہ در قسمت کساں ۵ ہر کس کشود دیدہ مجبت فراز کرد

صد معجز از کرامت لعل تو دیدہ ام ۶ از تو نمی تواں بخطا احتراز کرد

ہر جائے بینم از تو سزائے پرستشے ۷ بر کعبہ می تواں زہمہ سو نماز کرد

صوت تواز ترانۂ ناہید برگذشت ۸ شہ بلند مطرب حسن تو ساز کرد

طبل رحیل عیش نظیری بہم نزد ۹ کوتاہ دیدم حلہ خواب دراز کرد

یکے فلسم ہوس ہر روز در سیمابم اندازد ۱/۴۱ خرد فرسایدم زنگش ز آب و تابم اندازد

ز رصافی بدم از دیو رنگ طبع بیگانہ ۲ چہ دانستم کہ دوراں در کف قلابم اندازد

(۴) ترجمہ :- میری عقل نے دوستوں (کی سیرت) کے آئینوں پر نظر ڈالی تو، مجھ کو دوستی اور دشمنی دونوں ہی سے بے نیاز کر دیا۔ (یعنی جب دوستوں کے دل بھی صاف نہیں تو اب کسی کی دوستی یا دشمنی کا خیال کرنا فضول ہے)

(۵) ترجمہ :- حرص و طمع کی آنکھ بند کر کے سلئے کہ لوگوں کی قسمت (اور نصیب مقدر میں جس نے (جنوں) نگاہ کی اس نے (پھر باہم) محبت کو بڑھایا ہے (حرص و طمع کر کے گھٹایا نہیں اسلئے کہ جب صورت حال یہ ہو کہ سہ نفر دہ دہ سوم مقدر ز حسن سعی بدو ز بعصیت نکاستہ رزق کفیل ا تو پھر طمع و حسد سے سوائے باہمی عداوتوں کے اور کیا حاصل ہے)

(۶) ترجمہ :- تیرے لب لعلین کی کرامات سے میں نے سینکڑوں معجزے دیکھ لیے ہیں (کہ کس طرح ایک جنبش سے مردہ دلوں میں روح پھونک دیتے ہیں اسلئے اب تو) تجھ سے بھول کے بھی علیحدگی اختیار نہیں کی جا سکتی۔

(۷) ترجمہ :- ہر جگہ کو میں لایق پرستش پاتا ہوں (اور ایسا ہونا بالکل درست کیونکہ) کعبہ پر ہر طرف سے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

(۸) تشریح :- "ناہید" زہرہ جس کا لقب "رقاصۂ فلک" ہے۔ "شد" آواز کا چڑھاؤ۔ "ساز کردن" لے کو ساز کے موافق کرنا، ٹھیک بٹھانا۔ ترجمہ بقلب مصرعین :- تیرے حسن کے مطرب نے (اپنی) اونچی لے (ایسی) ٹھیک بٹھائی کہ تیری آواز (دلنشیں) زہرہ کے ترانہ سے بھی اونچی نکل گئی (یعنی تیرا آوازۂ حسن سارے عالم میں گونج رہا ہے)

(۹) ترجمہ :- کوچ کے نقارہ نے نظیری کے عیش و عشرت میں خلل نہیں ڈالا (بلکہ وہ تو) مرحلہ (یعنی مسافت سفر) کو مختصر پا کر لمبی تان کر سو گیا۔ (یعنی سفر زندگی ایک مختصر مرحلہ ہے اور جب مرنا ہے اور بہر حال مرنا ہے تو پھر کاہے کو ڈرنا)

(۱) تصحیح :- دوسرا مصرعہ یوں ہونا چاہئے "خرد فرسایدم رنگ و ز آب و تابم اندازد" - ترجمہ :- میں ایک (تانبے کے) پیسہ کی مثل ہوں، ہوس مجھکو ہر روز پارہ کے اندر ڈالتی ہے (تاکہ میرا رنگ اجلا ہو جائے اور) عقل میرے (اس عارضی) رنگ کو گھس (کر اتار) دیتی ہے اور میری آب و تاب مٹا دیتی ہے (یعنی ہوس کا تقاضا طمع سازی اور دھوکہ دہی ہے اور عقل کا مقتضیٰ اپنے اصلی حال پر رہنا ہے مطلب صاف ہے)

(۲) تشریح :- "دیو رنگ" مکر و فریب "قلاب" دغا باز، کھوٹا سکہ بنانے والا مشتق از قلب بمعنی تغیر دادن - ترجمہ :- میں (باعتبار فطرت) صاف اور خالص سونا تھا، طبیعت (حیوانی) کے مکر و فریب (سے مجھے) کچھ واسطہ نہ تھا، مجھکو کیا خبر تھی کہ زمانہ مجھکو (اس) دغا باز کے

ز ساطانے بکنج گلخنے افگندہ تقدیرم ۳ کہ خاکستر بجائے بستر سنجابم اندازد

ندارم مستی طاؤس اگر ہمرنگ طاؤسم ۴ فریب طبع روبہ در شراب نابم اندازد

بخوں سرگشتہ تر دارم دلے از چرخ دولابی ۵ نیفتم در خیال خود کہ در گردابم اندازد

حیات و مرگ خود چوں حاصل افسانہ می بینم ۶ شبم بیدار دارد روزہا در خوابم اندازد

چو مرغان سحر خواں نست از بس ذوق فریادم ۷ بنور صبح رشک پرتو مہتابم اندازد

ادا ناکردہ فرض صبحدم تا چند مخموری ۸ بنزد صالحاں در گوشۂ محرابم اندازد

بعیش و ناز نتواں تکیہ بر احسان گردوں کرد ۹ شبانم پرورد تا در کف قصابم اندازد

ہاتھ میں ڈالے گا (جس نے میرے جوہر فطرت کو بھی برباد کر دیا)

(۳) تشریح :- "گلخن" بضم کاف فارسی بھاڑ، بھٹی۔ "تقدیرم" کی ضمیر مفعولی بمعنی مرا۔ ترجمہ :- مجھکو (میرے) مقدر نے (مسند) شاہی سے اتار کر دنیوی آلام کے بھاڑ میں جھونک دیا کہ (اب بجائے ریشمی نرم بستر کے میرے لئے گرم) راکھ بچھاتا ہے (وصل کے بعد غم ہجر یا جنت سے اخراج کے بعد آلام دنیوی میں گرفتاری کا بیان مقصود ہے)

(۴) تشریح :- "طاؤس" مور۔ "روبہ" لومڑی۔ "طبع روبہ" اضافت مشبہ بسوئے مشبہ بہ۔ ترجمہ :- اگر میں طاؤس کے ہمرنگ ہوں بھی (تو) طاؤس کی (سی رقص آور) مستی نہیں رکھتا (اسلئے کہ) روبہ صفت نفس کا فریب مجھکو شراب خالص میں منہمک رکھتا ہے (یعنی میری یہ مستی طاؤس کے مثل ایک وجدانی کیفیت ہوتی تو ہمرنگ طاؤس ہونا بھی ٹھیک تھا مگر یہ تو شراب دنیا کا عارضی نشہ ہے)

(۵) ترجمہ :- میں (اس) رہٹ کی طرح گھومنے والے آسمان سے ایک دریائے (خون میں) چکر کھانے والا دل رکھتا ہوں (اسلئے) میں اپنی خیال میں نہیں پڑتا کہ (اگر ایسا ہوا تو) وہ مجھکو ہلاکت خیز بھنور میں ڈالدیگا (یعنی عشق میں خودی کا خیال لانا ہلاکت کا باعث ہے)

(۶) ترجمہ :- میں اپنی زندگی اور موت کا ماحصل (ایک افسانہ کے نتیجہ کی طرح (بے نتیجہ) پاتا ہوں (اور وہ یہ ہے کہ) وہ راتوں مجھے جگاتا ہے اور دنوں سلاتا ہے (افسانہ گوئی کا نتیجہ یہی ہے کہ رات بھر انسان جاگتا اور دن بھر سوتا ہے اسی طرح افسانۂ حیات و موت کا ماحصل بھی یہی ہے کہ دن بھر انسان دنیا کے دھندوں میں غافل رہتا ہے گویا سو رہا ہے اور رات کو جب سونا چاہتا ہے تو اعمال کا محاسبہ اور انکی بد انجامیوں کا کھٹکا نیند اچاٹ کر دیتا ہے)

(۷) ترجمہ :- میرا ذوق فریاد صبح کو چہچہانے والے بلبلوں کے مثل ہے (اسلئے کہ) وہ صبح کے نور پر میرے چاند سے عکس رخ (کا رشک) پیدا کر دیتا ہے (یعنی نور صبح پر جلوہ رخ محبوب کا دھوکہ لگتا ہے اور جذبہ رشک کے بیدار ہو جانیکی وجہ ہی میں مصروف فریاد ہو جاتا ہوں)

(۸) ترجمہ :- وقت صبح کے فریضہ (مے نوشی) کو ادا کئے بغیر (آخر کب تک حالت خمار) مجھکو پارساؤں کے پاس محراب (مسجد) کے گوشہ میں بجا لیجا کر ڈالا کریگی (یعنی گوشہ محراب میں ادائے نماز کیلئے جانا اور فرض صبح سے غفلت برتنا یہ حالت خمار کا نتیجہ ہے اس وقت تو جام صبوحی پی کر مست و بیخود رہنا چاہئے!)

(۹) ترجمہ :- عیش اور ناز و نعیم (کی بنا) پر فلک کے احسان پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا (اسکی شکل تو ایسی ہے کہ گویا) چرواہا مجھکو پرورش کر رہا ہے تاکہ قصاب کے ہاتھ میں (ذبح کرنیکے لیے) پکڑا دے (یعنی آسمان کی یہ مہربانی آیندہ دیکھئے کیا رنگ لاتی ہے!)

عزیزاں از تعلق سخت در رفتن گراں بادم ۱۰ کسے خواہم دریں طوفاں نخست اسباب اندازد

ندارم شورش و ذوقے نظیری اشکِ نابے کو ۱۱ کہ چوں شکر در آتش چوں نمک در آبم اندازد

دل باہوش دم بروں ندہد ۴۲/۱ چشم با دوست نم بروں ندہد

در کشد بحرہائے غم عاشق ۲ رشحۂ از قلم بروں ندہد

دل اسرار بیں حدیث قدیم ۳ جز بحکم قدم بروں ندہد

چپ نوشتند نامہ حاضر باش ۴ نشو کاغذ رقم بروں ندہد

منکر آں نگاہِ وحشی را ۵ راہ از دیدہ رم بروں ندہد

نگہ از چشمش ار بروں آید ۶ زلفش از پیچ و خم بروں ندہد

(۱۰) ترجمہ :- اے عزیزو! میں تعلق دنیوی کی وجہ سے اس سفر میں بہت بوجھل ہوا ہوں، اسلئے چاہتا ہوں کہ کوئی پہلے میرا سامان (تعلق) اس طوفان میں پھینک دے تاکہ ہلکا ہو جاؤں اور سفر کرنے میں آسانی ہو یعنی اس بحر حوادث میں کشتی ہستی اسی وقت کنارے لگ سکتی ہے جبکہ اسباب تعلق کو نذر طوفان کر دیا جائے)

(۱۱) ترجمہ :- اے نظیری نہ مجھ میں شورش (رنگینی) ہے اور نہ چاشنی (شیرینی) وہ اشک خالص کہاں ہے جو مجھ کو شکر کی طرح آگ میں اور نمک کی طرح پانی میں ڈالدے (شکر سے شعلۂ آتش بھڑک اٹھتا ہے اس خیال کے پیش نظر کہتا ہے کہ ذوق عشق اور شورش جنوں کو مشتعل کرنے کے لئے خاص اشک فشانی کی ضرورت ہے)

بحر :- خفیف مسدس مخبون محذوف - ارکان :- فعلاتن مفاعلن فعلن دو بار۔

تقطیع :- دل با ہو / فعلاتن — ش دم برو / مفاعلن — ں ندہد / فعلن + چشم با دو / فاعلاتن — ست نم برو / مفاعلن — ں ندہد / فعلن

(۱) ترجمہ :- بیشک ہوش والا دل آہ نہیں کیا کرتا اور دوست کیسا تھ بیٹھنے والی آنکھ تری ظاہر نہیں کیا کرتی مگر میرے پاس ایسے دل اور چشم کہاں؟)

(۲) ترجمہ :- عاشق غم کے دریا کے دریا پی جاتا ہے اور قلم سے ایک چھینٹا نہیں نکالتا یعنی نہ زبان سے اظہار غم کرتا ہے اور نہ قلم سے)

(۳) ترجمہ :- رازہائے حقیقت جاننے والا دل سوائے حکم خدا وندی کے (وہ) قدیم بات نہیں کھولتا یعنی حدوث عالم کے قبل تو موج تو کا فرق تھا ہی نہیں گو اب بھی نہیں ہے لیکن اس راز کو ظاہر کرنیکی اجازت نہیں)

(۴) ترجمہ :- رغشیان قدرت نے خط ترمیانہ لکھا ہے تاکہ (دا) ہوش میں رہکر دیکھو کاغذ کی ساخت تحریر کو ظاہر نہیں ہونے دیتی (یعنی عالم اسی ذات مطلق کا عکس اور ظل ہے جسطرح الٹی تحریر الٹ کر دیکھنے سے پڑھی جا سکتی ہے اسی طرح اگر صفحہ مجاز کو پلٹ دو گے تو حقیقت آشکارا ہو جائے گی)

(۵) تشریح :- نگاہ وحشی بحذف مضاف یعنی نگاہ غزال وحشی "رم" رمیدن بھاگنا ترجمہ :- اس غزال وحشی کی نگاہ کو منکر کو راستہ آنکھ سے اوجھل نہیں ہونے دیتا یعنی منکر کہیں بچکر نہیں نکل سکتا)

(۶) ترجمہ :- اسکی آنکھ سے اگر نظر نکلتی بھی ہے تو اسکی زلف اسکو پیچ و خم سے نہیں نکلنے دیتی یعنی نظر زلف کے پیچ و خم میں ہی الجھ کر رہجاتی

ایں خم از بہر مرگ سور جہاں ۷ غیر نیل و بقم بروں ندہد

بدہ آب خضر کہ در رود دشت ۸ خاک جز جام جم بروں ندہد

مرد باید کہ فکر یار از دل ۹ تا زید نیم دم بروں ندہد

بکفم جام شادماں گوں دہ ۱۰ تا ز خم رنگ غم بروں ندہد

نتواں کم ز پیر ترسا بود ۱۱ میرد از کف صنم بروں ندہد

گر نگرید قلم نظیری را ۱۲ ابر سیراب نم بروں ندہد

جہاں جواں شدہ عقد بہار می بندد ۴۳/۱ بہار پائے جہاں در نگار مے بندد

ز صنع نشو و نما آب و خاک الواں شد ۲ جماد نامیہ خود را بکار مے بندد

نکاح باغ و بہار است دایۂ بستاں ۳ میان نرگس و دستار خار مے بندد

(۷) تشریح :- بقم "بجلیٹھ" ایک قسم کی بوٹی ہے جس سے سرخ رنگ نکالا جاتا ہے۔ ترجمہ :- یہ خم (ہستی) شادمانی دنیا کے فنا ہو جانیکی وجہ سے سوائے نیل اور مجیٹھی رنگ کے اور کچھ پیدا نہیں کرتا یعنی مرگ شادمانی پر لباس ماتمی کا رنگ فراہم کرتا ہے)

(۸) تشریح :- آب خضر "آبحیات" ترجمہ :- اے ساقی! آبحیات (عشق) پلا کر (تمام پہاڑی) دروں اور جنگلوں میں مٹی جام (جہاں نما) جمشید کے علاوہ اور کچھ پیدا نہیں کرتی (یعنی دنیا میں شوکت شاہی کے اسباب ناپائیدار ہیں پھر ہم کیا کریں گے ہمیں آبحیات عشق پلاؤ تاکہ زندہ جاوید بن جائیں)

(۹) ترجمہ :- انسان کو چاہئے کہ جب تک زندہ رہے دل سے دوست کا خیال آدھے لحظہ کیلئے بھی نہ نکلنے دے۔

(۱۰) ترجمہ :- ساقی! میرے ہاتھ میں خوش رنگ پیالہ (شراب) دے تاکہ میرا چہرہ غم کا رنگ ظاہر نہ کرے۔

(۱۱) تشریح :- "ترسا" مجوسی مطلقاً کافر صنم پرست ترجمہ :- کم از کم ہمیں پیر ترسا سے (تو جتنی عقیدہ میں) کم نہ ہونا چاہئے کہ وہ مرجاتا ہے مگر ہاتھ سے بت کو نہیں چھوڑتا یعنی ہم کو مدعی ایمان ہو کر خدا سے رابطہ رکھنے میں بت پرست سے تو کم نہ ہونا چاہئے)

(۱۲) ترجمہ :- اگر نظیری کا قلم گریہ وزاری نہ کرے تو پانی سے بھرا ہوا بادل بھی تری ظاہر نہ کرے (اس سے معلوم ہوا کہ بادل بھی نظیری کے فیض قلم سے سیراب ہو کر عالم کو سیراب کرتے ہیں)

بحر :- مجتث مثمن مخبون مشعث محذوف - ارکان و تقطیع :- مثل ہے رکن آخر مشعث محذوف بر وزن فعلن ہے۔

(۱) ترجمہ :- عالم جوان ہو کر بہار سے عقد کا ارادہ کر رہا ہے اسی لئے تو بہار (عروس) عالم کے پاؤں میں مہندی لگا رہی ہے (یعنی فرش خاک بہار کی رنگ آمیزیوں سے رشک فردوس بن گیا ہے)

(۲) تشریح :- "نامیہ" وہ قوت جو جسم کے بڑھنے کا سبب ہوتی ہے ترجمہ :- قوت (نشو و نما یعنی بڑھنے پھولنے) کی کاریگری سے پانی اور مٹی رنگ برنگ کے ہو گئے اور جمادات اپنی قوت نامیہ کو استعمال کر رہے ہیں (یعنی خاک سے رنگ برنگ کے بوٹے اور پھول پیدا ہو رہے ہیں)

(۳) ترجمہ :- آج باغ اور بہار کا نکاح ہے اسی لئے دایۂ چمن نرگس کی کمر میں پٹکا اور کانٹے کے سر پر عمامہ باندھ رہی ہے تاکہ یہ باراتی شریک نکاح ہوں (آمد بہار کو جشن شادی تصور کر کے لوازمات نکاح کا ذکر کیا ہے اور نرگس کی طویل ڈنڈی کو کمر اور گل کو دستار خار قرار دیا)

چمن ز صوت بلند ہزار پندارد ۴ کہ رنگ لالہ و گل بر قرار مے بندد
ازیں حدیقہ چو گل زود بایدش رفتن ۵ کسیکہ دل بنوائے ہزار مے بندد
مسافران چمن نارسیدہ در کوچند ۶ شگوفہ میرود و شاخ بار مے بندد
زبے ثباتی گل بر درخت پنداری ۷ کہ غنچہ بر سر آتش شرار مے بندد
گہے کہ دامن صحرا ز لالہ رنگین ست ۸ بداں کہ خون دلش در کنار مے بندد
چہ عیش و سور میسر شود ز دورانے ۹ کہ عقد نشاء مے با خمار مے بندد
وصال شمع چہ مہلت دہد بپروانہ ۱۰ کہ موم کردن آتش بنار مے بندد
ز دور چرخ چو ماہی ست نان بگردابم ۱۱ کہ طعمہ بر رسن تابدار مے بندد
متاع بخت نظیری نیافت در غربت ۱۲ امید باز بعزم دیار مے بندد

(۴) ترجمہ:۔ گلزار بلبل کی بلند آہنگی سے ایسا سمجھ رہا ہے کہ لالہ و گل کا شاید داب ہمیشہ قائم رہیگا حالانکہ یہ چند دن کی چاندنی ہے جس کے بعد پھر اندھیری رات آنے والی ہے)

(۵) تشریح:۔ بایدش "میں ضمیر 'ش' کا مرجع دوسرے مصرعہ میں 'کے' ہے ترجمہ بقلب مصرعین:۔ جو شخص کہ بلبل کی آواز پر دل لگا رہا ہے اسکو اس چمن سے پھول کی طرح (کہ وہ بھی نوائے بلبل پر ہمہ تن گوش رہتا ہے) جلد ہی چلا جانا پڑیگا یعنی زیبائش دنیا چند روزہ ہے یہ دل بستگی کا مقام نہیں)

(۶) ترجمہ:۔ چمن کے مسافر (ابھی) پہونچے بھی نہیں کوچ کرنے کو آمادہ ہیں (دیکھو تو!) کلی (مرجھاکر) جا رہی ہے اور شاخ (بھی اپنا) سامانِ (سفر) باندھ رہی ہے (یعنی بہار کے پیچھے خزاں لگی ہوئی ہے اسی طرح ہستی کے پیچھے نیستی ہے)

(۷) ترجمہ:۔ درخت پر پھول کی ناپایداری سے تم کو یہ گمان ہوگا کہ شاید کلی آگ کے اوپر لٹکتے ہوئے شرارہ کو قائم کر رہی ہے یعنی جسطرح آگ سے شرر نکلکر پھر ٹھہر نہیں سکتا بلکہ فوراً فنا ہو جاتا ہے اسی طرح ہر شاخ پر غنچہ پھول بنکر ذرا دیر میں کمھلا جاتا ہے)

(۸) ترجمہ:۔ جس وقت کہ صحرا کا دامن لالوں سے رنگین ہو تو، تم (یہ) سمجھو کہ وہ اپنے دل کے خون کو پہلو میں لگا رہا ہے (یعنی گلہائے لالہ دل صحرا کا خون ہے جو پھوٹ کر باہر نکل آیا ہے)

(۹) ترجمہ:۔ اس زمانہ سے کیا عیش و مسرت حاصل ہوگی جو شراب کی مستی کا عقد خمار کیساتھ کرتا ہی (یعنی ہر حلاوت نشاط کیساتھ تلخی غم موجود ہے)

(۱۰) تشریح:۔ موم کردن "بمعنی تابع داشتن۔ ترجمہ:۔ اس شمع کا وصال (غریب) پروانہ کو کیا فرصت (ملاقات) دیگا جو کہ آگ کو موم بنائے رکھنا اپنے آثار سے وابستہ رکھتی ہے (یعنی رشتہ شمع سے جب آگ وابستہ ہو تو پروانہ کا حشر سوائے خاکستر بنجانے کے اور کیا ہوگا بس یہی حال شمع حقیقت کے آگے پروانہ مجاز کا سمجھ لو)

(۱۱) تصحیح و تشریح:۔ شعر اس طرح ہونا چاہئے "ز دور چرخ چو ماہی ست نان بگردابم ؛ کہ طعمہ بر رسن تابدار می بندد۔ گردابم میں ہم "نان" کا مضاف الیہ ہی "طعمہ" وہ چوزہ جو ماہی گیر کانٹے میں لگاتا ہی ترجمہ:۔ گردش فلک سے مچھلی کی مانند میری روزی

باز نرگس را گلستاں صاحب افسر کند ۱/۴۴ شاخ گل منبر نہد بلبل حکایت سر کند
غنچہ گردد سبز مغفر سبزہ زنگاری قبا ۲ روز عرض آید کہ ہر کس نیمہ خود در بر کند
از گل مستاں بروید تاک می شوریدہ دار ۳ لالہ خونیں ز خاک کشتگاں سر بر کند
حسن گل برقے بہ بستاں افگند کز تاب آں ۴ بلبل شوریدہ را ہم رنگ خاکستر کند
شاخ گل شد پنجۂ آذر کہ بر رغم خلیل ۵ باد آزاری بہر سو لعبت آذر کند
جلوہ شور انگیز باشد ہر کہ آید در سماع ۶ بادہ عطر آمیز گردد ہر کہ در ساغر کند

بھی (محنت و تکلف کے) بغیر نہیں ہے کہ وہ میرے پھانسنے ہی کیلئے تو شعاع شمس کی تابدار (مضبوط) رسی پر خوراک لگا رہا ہے (لفظ "تابدار" رسن شعاع کے لئے ذو معنیں واقع ہوا ہے تنقید:۔ مضمون شعر بلیغ ہے مگر الفاظ رکیک اور بے کیف ہیں۔

(۱۲) ترجمہ:۔ بخت (بیدار) کی دولت نظیری مسافرت میں (بھی) حاصل نہ کر سکا (اسلئے غریب مجبوراً) پھر ارادہ وطن سے لو لگا رہا ہے (کہ شاید اب وطن پہونچکر ہی تقدیر کھل جائے) مقصد یہ ہے کہ نحوست بخت ایسی پیچھے لگی ہے کہ نہ وطن میں ساتھ چھوڑتی ہے اور نہ سفر میں)

بحر:۔ رمل مثمن محذوف۔ ارکان و تقطیع:۔ مثل ۱/۱۵

(۱) ترجمہ:۔ باغ پھر نرگس کو صاحب (تخت و) تاج بنا رہا ہے اور پھول کی ٹہنی منبر بچھا رہی ہے اور (خطیب) بلبل (اپنی) حکایت (عشق) بیان کر رہا ہے (مطلب صاف ہے)

(۲) تشریح:۔ مغفر "خود" زنگاری قبا" سبز لباس "نیمہ" دھاری دار چادر "در بر کردن" پہننا۔ ترجمہ:۔ کلی سبز خود اور سبزہ ہرا لباس پہن رہا ہے پیشی کا دن آتا ہے تو سب ہی اپنی اپنی (دھاری دار قیمتی) چادریں اوڑھتے ہیں (آمد بہار کو دربار شاہی کی باریابی تصور کر کے درباریوں کے خلوت اشجار چمن کو مستعار دیدیئے ہیں)

(۳) ترجمہ:۔ (عشاق) مست کی خاک سے شراب کا درخت (یعنی انگور کی بیل) شوریدہ سری کیساتھ اُگ رہی ہے اور خونیں (رنگ) لالے شہیدانِ (معرکۂ عشق) کی خاک سے پھوٹ رہے ہیں (انگور کی بیل کے اگھاؤ کو خاک مستاں کی شوریدگی کا اور لالے کے خونیں ہونے کو شہیدان عشق کی خاک کا معلول ٹھہرا کر شعر میں صنعت حسن تعلیل پیدا کر دی ہے)

(۴) ترجمہ:۔ پھول کا (جلوۂ) حسن باغ میں بجلی گرا رہا ہے کہ جس کی چمک اور سوزش سے پراگندہ حال بلبل کو (جلاکر) خاکستر کے ہم رنگ بنا رہا ہے (مطلب ظاہر ہے)

(۵) تشریح:۔ آزر" حضرت ابراہیمؑ کے چچا کا نام جو بت گر تھے۔ "رغم" خلاف مرضی "خلیل" لقب ابراہیمؑ "باد آذار" نام ماہ بہار تقریباً چیت "لعبت" بت۔ کھلونا۔ ترجمہ:۔ پھول کی ٹہنی آزر کا پنجہ بنگئی ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ کے خلاف مرضی آذاری ہوا ہر طرف آزر کے سے بنائے ہوئے) بت تیار کر رہی ہے (پھولوں کو بت اور شاخ کو پنجہ آزر اور باد آذاری کو آزر بت تراش قرار دیا ہے (شعر میں آزر کی بت تراشی اور حضرت ابراہیمؑ بت شکنی کے قصہ کی طرف تلمیح بھی ہے)

(۶) ترجمہ:۔ (اس موسم میں) جو شخص بھی مصروف رقص و سرود ہو تو (یہ) جلوہ بڑا شور انگیز اور دلولہ خیز ہوگا اور جو شخص بھی شراب

ترسم از مخموریٔ ساقی کہ ہنگام صبوح ۷ صبح را کم از فروغ لالۂ احمر کند

بر تن رنجور سودا مے وزد باد بہار ۸ استخواں را مومیائی مغز را عنبر کند

صبحدم دامن کشاید حاتم عطر آگیں شود ۹ از گل اخگر بر فروزد غنچہ را مجمر کند

سنبل اسرار میروید کہ از راز سپہر ۱۰ ہرچہ گوید ابر در گوش زمیں باور کند

در روانی گو نیا طبع نظیری شد چناں ۱۱ کانچہ آید در ضمیرش ثبت در دفتر کند

دریغ نقش املہا بر آب جو بستند ۱/۴۵ بحسن لالہ و گل رنگ آرزو بستند

چو موج روئے ہوا بر سراب میرانند ۲ کساں کہ دل بتماشائے رنگ و بو بستند

پیالہ میں بھریگا وہ معطر ہوجائیگی (یعنی بہار کیف آفرینی محفل رقص و سرود اور بزم ناؤنوش کا رنگ دوبالا کر رہی ہے)

(۷) ترجمہ :- مجھے ساقی کے خمار (کی فراوانی) سے یہ خطرہ ہے کہ وہ (ضرور) صبح کی شراب نوشی کے وقت (اپنے) سرخ لالہ کی چمک سے (شفق) صبح کو گھٹا دیگا (یعنی شراب آتش رنگ کا اسقدر دور دورہ کر دیگا کہ اس کے آگے شفق صبح کا رنگ بھی پھیکا پڑ جائیگا)

(۸) ترجمہ :- مریض عشق کے بدن پر (جو) باد بہاری چل رہی ہے (وہ) ہڈیوں کو مومیائی اور ہڈیوں کے گودے کو عنبر بنا رہی ہے (بہار کے ہوا سے شکستہ ہڈیوں میں اثر مومیائی اور مغز استخوان میں کیفیت عنبر پیدا کر رہی ہے)

(۹) ترجمہ :- (باد بہاری) صبح کے وقت (اپنا) دامن پھیلاتی (یعنی چلتی) ہے اور قبائے (عالم) معطر ہو جاتی ہے، پھول کے انگارے دہکاتی ہے اور غنچہ کو (ان کے لئے) انگیٹھی بنا دیتی ہے (مطلب واضح ہے)

(۱۰) تشریح :- سنبل اسرار، سنبل پیچاں یعنی راز دروں کی طرح پیچیدہ۔ ترجمہ :- سنبل اسرار اُگ رہا ہے اسلئے کہ بادل جو آسمانی راز زمین کے کان میں کہتا ہے (وہ) اس کا یقین کر لیتی ہے (راز سپہر سے مراد بارش سے سیراب ہو کر قوت نامیہ کو بروئے کار لانا ہے جس کا نتیجہ سنبل اسرار کا معرض وجود میں آجاتا ہے اسی کو یقین قرار دیا ہے)

(۱۱) ترجمہ :- یوں سمجھو کہ نظیری کی طبیعت روانی اس درجہ پر پہونچ گئی ہے کہ جو کچھ اس کے دل میں آتا ہے (سب کو) دفتر (اور بیاض) میں ثبت کر دیتا ہے (یعنی اسکے اظہار میں ذرا دقت نہیں ہوتی)

• بحر :- مجتث مثمن مخبون مخنث مقصور - ارکان و تقطیع :- مثل ۴۵

(۱) ترجمہ :- افسوس! کہ (قضا و قدر نے) آرزوؤں کا نقش (وجود) آب دریا پر کھینچ دیا ہے (یعنی لالہ و گل کے حسن سے ساتھ آرزو کا رنگ قائم کر دیا ہے (یعنی حسن لالہ و گل و دنیا کی آرزو نقش بر آب کے مثل بے حاصل و غیر پائندہ ہے)

(۲) ترجمہ (تقلیب مفسر علین) :- جو لوگ رنگ و بوئے (دنیا یعنی آرائش دنیوی) پر دل لگا چکے ہیں وہ (اپنی کشتی آرزو کو) موج کی طرح سراب پر ہوا کے رخ چلا رہے ہیں (یعنی جس طرح موجیں دریا میں ہوا کے رخ اٹھتی ہیں اسی طرح انکی کشتی آمال بھی ڈانوا ڈول ہے۔ اور وہ بھی سراب پر (زینت دنیا کو سراب سے تشبیہ دی ہے)

مپرس حال کہ ایں مطربان چابکدست ۳ دل از نوائے حزینم بتار مو بستند

بخست جاں زدم ایں مغنیاں گوئی ۴ خراش سینہ تراشیدہ بر گلو بستند

نہ عاقلست کہ تن در دہد بخلعت خاک ۵ ہزار رخنہ دریں کہنہ از رفو بستند

بکشت و زرع ہر احساں رسید آسیبے ۶ کہ مفلساں ہمہ بر چنگ آرزو بستند

آبرو

مجوز ناموراں غیر نام کیں خاناں ۷ صلا زدند بیغما و در فرو بستند

بغم بساز کہ از بے نشاطیٔ ایام ۸ مغاں بدیر دہاں خم و سبو بستند

دریں جزیرۂ جہال میسر ایم شعر ۹ چو رند مست کہ بر گردنش کدو بستند

ازیں جہاں دلم آمادۂ گریختن است ۱۰ چو کودکاں کہ میاں چست در غلو بستند

(۳) تشریح :- حزینم "یم" دل کا مضاف الیہ ہے۔ مطرب "سازندہ، گانے بجانیوالا۔ ترجمہ :- میرا حال (دیکھ) نہ پوچھ کہ ان چالاک اور ماہر سازندوں نے (اپنی سازکی) درد بھری آواز نے (بال کے تار سے جکڑ رکھا ہے (تجربہ یہ ہے کہ بال آہستہ آہستہ کاٹ کرتا ہے یعنی کیا بتاؤں! میری جان و دل کے ریشے آہستہ آہستہ کاٹے جا رہے ہیں۔ تار مناسبات مطرب سے ہے)

(۴) تشریح :- "دم" پھونک مراد آواز۔ ترجمہ :- (ان محبت کے درد بھرے راگ (گانیوالوں کی آواز سے میری روح گھائل ہوگئی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (انہوں نے) سینہ کی خراشیں چھیل چھیل کر (اپنے) گلے میں لگالی ہیں جسکے اثر سے سننے والونکے دل بھی گھائل ہوئے جاتے ہیں)

(۵) ترجمہ :- وہ شخص عقلمند نہیں کہا جا سکتا جو لباس خاکی (یعنی دنیا) پر راضی ہو جائے (اسلئے کہ) اس پرانی (خلوت) میں ہزاروں سوراخ رفو کے ذریعہ بند کر رکھے ہیں (دنیا میں صدہا عیب ہیں پھر اس سے دل لگانا حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟)

(۶) ترجمہ :- (دیکھو! کہ) ہر احسان کے کھیت کیار (یعنی پیداوار) کو نقصان پہونچ رہا اسلئے کہ (دنیا کے) تمام بھوکوں نے چنگل بھر (بھیک) پر آبرو وابستہ کر لی ہے (یعنی دنیا طلبی میں پڑ کر خدا کے کرم بے حساب سے محروم ہو گئے ورنہ اس کے خزانۂ عطا میں کمی نہیں)

(۷) ترجمہ :- بڑے لوگوں سے سوائے نام کے اور کچھ توقع نہ رکھو (یعنی یہ نام کے بڑے ہیں) اسلئے کہ ان سرداروں نے لوٹ کی صدا تو لگادی ہے مگر دروازہ بند کر دیا ہے (کہ کوئی آنہ سکے پھر صدا لگانے سے فائدہ؟)

(۸) ترجمہ :- غم (زمانہ) کیساتھ سازگاری پیدا کر کہ زمانہ کی ناخوشگواری کیوجہ سے مغوں نے میکدہ میں خم اور سبو کے منہ کو (بھی) بند کر دیا (اسی طرح تو اپنا منہ بند رکھ اور شکوہ و شکایت نہ کر یعنی اب زمانہ اور اہل زمانہ اس قابل نہیں کہ پیر میکدہ عرفان کا حوصلہ بڑھے اور وہ اپنے جام و سبو کے منہ کو کھولے)

(۹) ترجمہ :- اپنے ناقدر دانوں کی مذمت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ (میں اس جاہلوں کے جزیرے میں اس مست قلندر کی طرح شعر گا رہا ہوں جس کے گلے میں کدو (شراب) باندھ دیا ہو (کہ عالم بدمستی میں جو چاہے کہتا ہے اسے اس سے کچھ غرض نہیں کہ سننے والے کون اور کیسے ہیں (ٹھیک یہی حال میرا ہے)

(۱۰) ترجمہ :- اس دنیا سے ان بچوں کی طرح میرا دل بھاگنے کو چاہتا ہے کہ جنہوں نے بھیڑ میں رہ بھاگنے کیلئے کمر کس کر باندھ لی ہو (یعنی دنیا کے جھیڑوں سے گھبرا کر بچوں کی طرح سے آنکھ بند کرکے بھاگنا چاہتا ہوں)

ہزار نقش دریں کارخانہ درکار است ۱۱ بگیر خوردہ نظیریؔ ہمہ نکو بستند

افسانۂ شیریں مرا گوش نکردند ۴۶/۱ صد تلخ چشیدند شکر نوش نکردند
یک خردہ گرفتند پس از نکتۂ بسیار ۲ گشتیم فراموش و فراموش نکردند
ما روزہ ازیں مائدہ بر دُرد کشادیم ۳ در کاسۂ ما جرعۂ سرجوش نکردند
معلوم شد از مستیٔ ما حوصلۂ ما ۴ دادند بحکمت مے و بیہوش نکردند
باید بعصا رفت چو موسیٰ کہ دریں راہ ۵ یک چاہ نکندند کہ خس پوش نکردند
در حلقہ شدم زاں خطِ رخسار قرینم ۶ تا کوکبِ آں صبح بنا گوش نکردند
اشجارِ چمن دست بہم دادہ و یاراں ۷ سیرے بمن غمزدہ ہمدوش نکردند

(۱۱) ترجمہ:- اس کارخانۂ (دنیا) میں ہزارہا نقوش (مختلف رنگ کے) درکار ہیں (اسلئے) اے نظیریؔ! تو عیب جوئی نہ کر کہ (نقاش فطرت نے اپنی اپنی جگہ) سب (نقش) زیبا کھینچے ہیں (مطلب ظاہر ہے)

بحر:- ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور - ارکان و تقطیع:- شل ۳۲ رکن آخر "نکردند" بر وزن مفاعیل مقصور ہے۔

(۱) ترجمہ:- حسینوں نے (میرے شیریں (دل آویز) افسانہ کو نہ سنا میں نے (انکی) صدہا تلخیاں چکھیں (اور انھوں نے میری (تھوڑی سی شکر بھی) نہ کھائی (یعنی افسوس کہ باوجودیکہ میں نے انکی سینکڑوں گالیاں کھائیں مگر انھوں نے میری ایک میٹھی بات بھی نہیں سنی) تلخ و شکر میں صنعت طباق ہے)

(۲) ترجمہ:- بہت سے (اچھے) نکتوں کے بعد (انہوں نے میری) ایک غلطی پکڑ لی (بس) ہم (انکے دل سے) فراموش ہوگئے (اور انھوں نے (اس غلطی کو) فراموش نہیں کیا (مطلب واضح ہے)

(۳) تشریح:- "سرجوش" بے بالائی - تیز شراب - ترجمہ:- ہم نے اس (بھرے) دسترخوان سے ایک مٹی یا تلچھٹ پر روزہ کھولا - (کیونکہ ان ساقیوں نے ہمارے پیالہ میں جوش زن شراب کا ایک گھونٹ نہیں چھکایا یعنی خوانِ نعمت سے ہمکو بہت کم حصہ ملا)

(۴) ترجمہ:- ہماری مستی سے (ہی) ہمارے حوصلہ کا پتہ چل گیا (پس) حکمت کیساتھ (ہمکو تھوڑی سی) شراب دی (اور ہمیں) بیہوش نہیں بنایا (یعنی چونکہ ہم کم حوصلہ تھے اگر زیادہ شرابِ معرفت ہم کو پلادی جاتی تو آپے سے باہر ہوجاتے اسلئے اسی میں حکمت تھی کہ تھوڑی دیجائے)

(۵) ترجمہ:- حضرت موسیٰؑ کی طرح عصا (یعنی رہبر کامل کا سہارا) لیکر اس راستہ میں چلنا چاہیئے اسلئے کہ ہوا و ہوس کے دشمنوں نے اس راہ میں ایک کنواں (بھی) ایسا نہیں کھودا جس کو گھاس پھونس سے ڈھانپ نہ دیا ہو (یعنی راہ سلوک میں ہلاکت گاہیں بہت ہیں کسی کو رہنما بنائے بغیر اس راہ میں قدم رکھنا موجب ہلاکت ہے)

(۶) تصحیح:- "قرینم" کی جگہ "قرینش" ہوجانا چاہیئے - تشریح:- "رخسار قرین" متصل رخسار صفت خط - "تا" ابتدائیہ "آں صبح" سے مراد رخسار یار ہے "بنا گوش" کان کی لو - یا پڑی - ترجمہ:- اسکے رخسار سے لگے ہوئے خط کیوجہ سے میں حلقہ (دام) میں (اس وقت سے) گرفتار ہوا جب سے کہ اس صبح (چہرہ) کا ستارہ کان کی لو نہیں بنا یا (یعنی چہرۂ محبوب پر خط آ جانے کی وجہ سے کان کی لو جو اخترِ صبح کی طرح

جانم بہ پردگیانِ سحری سوخت ۸ سویم نگہے از تہ شب پوش نکردند
خوں نابہ بوا آمدہ بر جیب و کنارم ۹ زاں سنبلِ خوش بوم در آغوش نکردند
امروز نہ رحمست کہ لب تشنہ گذارند ۱۰ آنرا کہ پے تر زمے دوش نکردند
فریاد ازیں شوق کہ در جان نظیریؔ ست ۱۱ تا مُردنش از زمزمہ خاموش نکردند

ہوس چو دیر کشد شعلہ در نہاد افتد ۴۷/۱ بحدِ عشق رسد سیل چوں زیاد افتد
نشاطِ صحبت فرہاد رشکِ خسرو داشت ۲ خوشست عشق اگر کار بر مراد افتد
بشہر و بادیہ فرسودم و کسے نخرید ۳ بلاست جنس گرانمایہ در کساد افتد

درخشاں تھی وہ بھی چھپ گئی اسلئے تاریکی خط میں راہ سے بھٹک کر میرا حلقہ دام میں گرفتار ہوجانا قرین قیاس ہے)

(۷) تشریح:- "ہمدوش" موضع حال میں ہے یعنی کھوے سے کھوا ملاکر - ترجمہ:- باغ کے درخت باہم (محبت سے) ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے ہیں اور (میرے) دوستوں نے مجھ غمزدہ کیساتھ ہمدوش ہوکر ایک بار بھی سیر نہ کی (یعنی ایسے دوستوں سے تو یہ درخت اچھے کہ باہم ملاپ رکھتے ہیں)

(۸) تشریح:- "پردگیان سحری" جلوہ ہائے سحر - صبح کے ستارے - "شب پوش" رات کی چادر - لباس شب - ترجمہ:- صبح کے ان پردہ نشین (جلووں یا ستاروں) کے انتظار میں میری جان جل گئی کہ انہوں نے میری طرف چادر شب کے تلے سے ایک نگاہ بھی نہ کی)

(۹) تشریح:- "خوش بوم" اسم فاعل ترکیبی صفت "سنبل" "م" آغوش کا مضاف الیہ ہے - ترجمہ (بقلب مصرعین):- اس خوشبودار سنبل (زلف) سے (کبھی بھی) میرے آغوش میں نہیں رکھا (حالانکہ) خون خالص (جو میری چشم سے بہا) میرے گریبان اور پہلو پر بودینا لگا (مراد وضع ہی)

(۱۰) ترجمہ (بقلب مصرعین):- جس شخص کا لب گذشتہ شب شراب سے تر نہیں کیا (اگر آج بھی اسکو پیاسا چھوڑ دیں تو یہ رحم نہ ہوگا (پاس ادب اور استعطاف و استرحام کی وجہ سے ساقی کے اس طرزِ عمل کو ظلم نہیں کہا اگرچہ مقصود یہی ہے)

(۱۱) ترجمہ:- آہ! اس (مضطرب) شوق نے مارا کہ جو نظیریؔ کی جان میں سمایا ہوا ہے کہ مرتے دم تک اسکو زمزمہ سنجی سے خاموش نہیں ہونے دیا (یعنی مرتے وقت تک شوق نے مصروف اضطراب رکھا)

(۱) ترجمہ:- ہوس جب دیر تک رہتی ہے تو طبیعت کا ایک شعلہ (سا) بدن میں لگ جاتا ہے (اسی طرح جب سیلاب طبیعت زیادہ ہوجاتا ہے تو (عشق کے درجہ تک پہونچ جاتا ہے (مطلب صاف ہے)

(۲) ترجمہ:- فرہاد کی مسرت (ملاقات) شیریں (خسرو کا رشک دلاتی تھی - (یعنی اس پر خسرو کو رشک آتا تھا اسلئے اسکو بامراد نہ ہونے دیا) اگر کام حسب مراد ہوجائے تو عشق کا کیا کہنا (یعنی فرہاد کا عشق ناکام رہا - اگر عشق کامیاب ہو جائے تو اس سے اچھا کیا

(۳) ترجمہ:- دیہات اور شہروں میں میں پامال ہوتا پھرا (اور جنس اخلاص کو) کسی نے نہ خریدا (واقعی) قیمتی جنس جب کساد بازاری میں پڑ جائے تو بلائے جان بن جاتی ہے ؎

بہر کجا روم اخلاص را خریداری ست ٭ متاع کاسد و بازار نارو اینجاست

چو قیمتے ننہدم روزگار بفروشید ۴ نہ یوسفم کہ خریدار بر مراد افتد
مرا بدست تہی گوشۂ نقاب سپرد ۵ کم است آدم مفلس باعتماد افتد
خدنگ غمزہ گرہ بر کمان ابرو چند ۶ کشاد دہ کہ ہمہ کارہا کشاد افتد
عنان دل ز ملامت بتاب و دستم گیر ۷ کہ ہر کرا تو بگوئی ز پا فتاد افتد
ضمیر روشن تو لوح محو و اثبات است ۸ کہ تا ز یاد برآید کہ تا بیاد افتد
چو ذرہ خلق جہاں در ہوات میگردند ۹ بشر ندیدہ کسے کافتاب زاد افتد
تنم ز سنبل بند زمانہ کاستہ شد ۱۰ چو طفل شوخ کہ در قید اوستاد افتد
حذر ز آہ نظیری کہ خانماں سوز است ۱۱ مبادا ایں خس سوزاں بدست باد افتد

(۴) ترجمہ:- دیکھو! جب زمانہ میری (کچھ بھی) قیمت لگائے تو فوراً فروخت کر ڈالنا اسلئے کہ میں (کوئی) یوسف (تو) ہوں نہیں کہ گاہک (خود) مقصود پہ آسکے (یعنی یوسفؑ کے خریدار بے شمار تھے اسلئے قیمت گراں تھی مگر میری بے قدری کی یہ حالت ہے کہ جو قیمت بھی لگ جائے غنیمت سمجھو)

(۵) تشریح:- بدست تہی میں "با" تعلیلیہ اور ظرفیہ دونوں ہو سکتی ہے "کم" بمعنی نفی۔ ترجمہ:- مجھ کو خالی ہاتھ ہونے کیوجہ سے یا میرے خالی ہاتھ میں نقاب کا گوشہ پکڑا دیا اور دولت دیدار سے محروم رکھا، سچ ہے مفلس آدمی کا اعتماد نہیں ہوتا (مطلب ظاہر ہے)

(۶) ترجمہ:- غمزہ کا تیر کمان ابرو پر کب تک دبا رہے گا اسکو چلا دے تاکہ (میری) سب مشکلیں حل ہو جائیں (یعنی کمان ابرو سے تیر غمزہ چلا کر ہلاک کردے تاکہ راہ عشق میں فنا جو غایت آرزو ہے حاصل ہو جائے)

(۷) تشریح:- "زپا افتادن" بالکل عاجز و درماندہ ہو جانا۔ "ملامت" میں "تا" مصدری ہے۔ ترجمہ:- (اپنے) دل کی باگ کو رنج و ملال سے پھیر لے اور میری دستگیری کر اسلئے کہ جسکے متعلق تو یہ کہدے کہ "فلاں گر پڑا" تو وہ (ضرور) گر ہی جاتا ہے (مراد ظاہر ہے)

(۸) تشریح:- "لوح محو و اثبات" صفحۂ تقدیر جس میں مقدرات کچھ مٹائے اور کچھ ثابت کئے جاتے ہیں کہ "کہ" امیہ۔ "تا" تنبیہ۔ ترجمہ:- تیرا روشن دل لوح تقدیر (مٹانے اور ثابت کرنے کی تختی) ہے تو دیکھئے! کون تیری یاد سے نکلتا ہے اور کون یاد آتا ہے (یعنی اے کاش غیر کی یاد تیرے دل سے محو ہو اور ہماری یاد بھی تجھے آئے)

(۹) ترجمہ:- مخلوق عالم تیرے (آفتاب) چہرہ کے (عشق میں) ذرہ کی طرح سرگرداں ہے کسی نے ایسا انسان (کبھی) نہیں دیکھا ہوگا جو آفتاب زاد ہو (یعنی آفتاب کے ہم رتبہ ہو)

(۱۰) تشریح:- "سنبل" بالچھڑ۔ ایک دوا کا نام جسے فربہی کے علاج میں استعمال کرتے ہیں۔ ترجمہ:- میرا بدن زمانہ کے تفکرات کی بالچھڑ کی وجہ سے گھٹ گیا اس شریر لڑکے کی طرح جو استاد کی قید و بند میں پڑ جائے (جس طرح بچہ خوف استاد سے لاغر ہو جاتا ہے اسی طرح استاد زمانہ کی تادیب سے مجھے ناتوان بنا دیا ہے)

(۱۱) ترجمہ:- نظیری کی آہ سے بچو! (اسلئے کہ یہ) گھر بار جلا ڈالنے والی (آگ) ہے ایسا نہ ہو کہ یہ جلتا ہوا پھونس ہوا کے ہاتھ لگ جائے ورنہ تمام عالم کو پھونک ڈالیگا)

ہنوز راہ نگاہم ببال و پر ندہند ۱/۴۸ کبوترے کہ نیاموختند سر ندہند
خراب نرگس سنگیں دلاں سر مستم ۲ کہ بر طریق نظر مہر راگذر ندہند
ز غم بگونۂ زر زریں شدم چہ چارہ کنم ۳ قبول صحبت صاحبدلاں بزر ندہند
ازیں کشادہ جبیناں ثبات عیش مجو ۴ کہ گل دہند بخروار و یک ثمر ندہند
بزہر یاس بساز و مجو حلاوت کام ۵ دوا چو داروے تلخت کنند شکر ندہند
ز خوان نعمت دوراں ضایقست ۶ کہ طعمۂ ز غمت خوشگوار تر ندہند
بدرد سوز کہ بر بستر آب عنابت ۷ بغیر تپ ز دگی و تف جگر ندہند
چہ یاد جور رفیقاں کنم نصیبم بود ۸ کہ تشنہ بر لب جو میرم و خبر ندہند

بحر:- مجتث مثمن مخبون مقصور - ارکان و تقطیع:- مثل ۴

(۱) تشریح:- "راہ دادن" چھوڑ دینا۔ اجازت دینا۔ ترجمہ:- ابھی تک بھی مجھے (اپنے) پر و بازو پر نگاہ کرنے کا حق نہیں دیتے۔ (یعنی اجازت پرواز نہیں ملتی دستور بھی یہی ہے کہ) جس کبوتر کو (باقاعدہ پرواز) سکھا نہیں لیتے اسکو چھوڑتے نہیں (یعنی چونکہ میں فضائے عشق کا طائر نوآموز ہوں اسلئے خطرہ ہے کہ ادھر ادھر بھٹک نہ جاؤں اسلئے پرواز کی اجازت نہیں)

(۲) ترجمہ:- میں اُن مست (بے پروا) اور سخت دل معشوقوں کی آنکھوں کا مارا ہوا ہوں جو اپنی نظر کی گذرگاہ پر مہر و محبت کو گذرنے (ہی) نہیں دیتے (یعنی جن کی نظر میں ذرا رحم نہیں ہے)

(۳) ترجمہ:- غم کے مارے میں سنہری رنگ کا ہو گیا ہوں (یعنی زرد پڑ گیا مگر) کیا علاج کروں کہ صاحب دل (بزرگوں) کی مجلس کی مقبولیت سونے کے بدلہ (بھی) نہیں دیتے (یعنی افسوس کہ زریں رنگ بنا لینا بھی بیکار ثابت ہوا)

(۴) تشریح:- "خروار" گون۔ وہ تھیلا جس میں غلہ بھر کر گھوڑے یا خچر پر لادتے ہیں۔ ترجمہ:- ان خنداں پیشانی لوگوں یا معشوقوں سے عیش و عشرت کے دوام کا طالب نہ ہو کہ گل (خندہ) تو یہ گونیں کی گونیں بھر کر دیتے ہیں مگر پھل ایک نہیں دیتے (مطلب ظاہر ہے)

(۵) تشریح:- "دوا کردن" دوا کا سازگار ہونا۔ دوا لگنا۔ "تلخت" میں "تا" بمعنی ترا۔ ترجمہ:- یاس اور ناامیدی کے زہر سے سازگاری کر، اور کام و دہن کی شیرینی کا جویاں نہ بن (اسلئے کہ) جب کڑوی دوا تجھے موافق آئیگی تو شکر نہیں دی جائیگی (یعنی تجھکو ہجر و جدائی کی تلخی ہی سازگار ہے حلاوت وصل تیرے حق میں مضر ثابت ہوگی)

(۶) تشریح:- "قسمت" حصہ۔ بہرہ۔ "طعمہ" مشتق از طعام بمعنی لقمہ۔ ترجمہ:- زمانہ کی نعمتوں کے دسترخوان سے (اپنے) حصہ پر راضی رہ کر تجھکو کوئی لقمہ غم سے زیادہ خوش مزہ نہیں دے سکتے (یعنی تیرے لئے غم ہی خوشگوار ہے)

(۷) ترجمہ:- (پہلے) درد (فراق) میں جل اسلئے کہ تجھکو بستر (مرض) پر عناب (لب یار) کا عرق بغیر بخار (دل) اور حرارت جگر نہیں دے سکتے (عناب طب کی رو سے مسکن حرارت ہے)

(۸) ترجمہ:- میں ہمراہیوں کے جور و ظلم کو کیا یاد کروں؛ میری قسمت میں (ہی) یہ تھا کہ دریا کے کنارے پیاسا مر جاؤں

مثال مالب دریا و حال مستقی ست ۹ دہند شوق وے رخصت نظر ندہند
سزد کہ مقنعہ بر سر کنند آں مرداں ۱۰ کہ تاج عشق بخواہند و ترک سر ندہند
ظفر تراست نظیری کہ محو ذوق شدی ۱۱ بہر کہ غوطہ بدریا نزد گہر ندہند
وقت شد سبزہ فرش در پیچد $\frac{۴۹}{۱}$ ابر خرگہ بیک دگر پیچد
آفتاب از کمیں بر آرد سر ۲ پنجۂ ابر باد بر پیچد
مسند سبزہ نخل بگذارد ۳ زافسر غنچہ شاخ سر پیچد
ہمہ ذرات خاک بت گر را ۴ تار زنار بر کمر پیچد

اور رنقائے مجھے یا میرے اعزہ کو اسکی اجزتک نہ دیں رکوثر و تسنیم لب یار کے سامنے ہوتے ہوئے اپنی تشنہ لبی پر اظہار افسوس کرتا ہی)

(۹) ترجمہ:۔ ہم عاشقی اور مجبوری میں ہماری مثال کنارۂ دریا او مریض استسقا کے حال کی رہی ہے کہ شوق و اشتیاق تو دیتے ہیں مگر دیکھنے کی اجازت نہیں دیتے (یعنی جس طرح مستقی پانی دیکھکر پینے کیلئے بیتاب ہوتا ہے مگر اسکو پینے کی اجازت نہیں ہوتی اسی طرح ہم شربت دیدار دوست کے متمنی ہیں مگر نظر بھر کر دیکھنے کی بھی اجازت نہیں)

(۱۰) ترجمہ:۔ مناسب ہے کہ وہ مرد (عورتوں کی طرح) سر پر ڈوپٹہ ڈال لیں جو عشق کا تاج تو طلب کرتے ہیں مگر در راہ عاشقی میں سر دینا نہیں چاہتے (یعنی عشق کی عزت کا تاج ترک سر کرنے پر ملتا ہے جو ایسا نہیں کرتے وہ عورتوں کی طرح کم ہمت اور کم حوصلہ ہیں)

(۱۱) ترجمہ:۔ نظیری کامیابی تجکو ہی نصیب ہوگی کہ تو ذوق عشق میں محو اور فنا ہو گیا ہے اسلئے کہ موتی اس شخص کو نہیں دیتے جو دریا میں غوطہ نہ لگائے (یعنی جان ہلاکت میں ڈالنے کے بعد ہی کامرانی نصیب ہوتی ہے)

بحر:۔ خفیف مسدس مشعث محذوف۔ ارکان:۔ فاعلاتن مفاعلن فعلن۔

تقطیع:۔ وقت شد سب / زہ فرش در / پیچد + ابر خرگہ / بیک دگر / پیچد
فاعلاتن مفاعلن فعلن فاعلاتن مفاعلن فعلن
اس غزل کا مضمون بے ثباتی عالم ہے

(۱) ترجمہ:۔ (اب) وقت آگیا ہے کہ سبزہ (اپنے) فرش کو لپیٹ لے اور بادل بھی اپنے خیمے ایک دوسرے میں تہ کرکے رکھدے (یعنی خزاں آرہی ہے اور سبزہ کو اپنے بہار و سرسبزی کے انجام کا وقت آگیا ہے)

(۲) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ ہوا ابر کو اس کا وقت آگیا ہے بادل کے پنجہ کو موڑ پھیر دے اور آفتاب کمین گاہ سے نکل آئے (مراد یہ ہے کہ کثرتوں کے فنا ہونے اور جلوۂ وحدت کے ظہور کا وقت آگیا ہے)

(۳) ترجمہ:۔ وقت آگیا ہے کہ درخت سبزہ کی مسند چھوڑ دے اور شاخیں (اب) کلی کے تاج سے سر ہٹا لیں (یعنی چمن ہستی کے سبزہ زاروں اور گلشن وجود کے غنچوں کے افسردہ و پژمردہ ہونے کا زمانہ آپہونچا ہے)

(۴) ترجمہ:۔ (یعنی اس کا وقت آگیا ہے کہ عالم) خاک کے تمام ذرے بتگر (حقیقت) کی کمر میں زنار کا تار لپیٹ دیں (یعنی مثل تار زنار خود لپٹ جائیں مراد یہ ہے کہ کثرتیں وحدت میں جذب ہو جائیں)

حسن رنگے جہان نمودہ بوہم ۵ سیمیا را بساط در پیچد
زاغ گر نہ بحد کند پرواز ۶ بہمش چرخ بال و پر پیچد
اصل بہتر کہ ترک فرع کند ۷ پائے در دامن اثر پیچد
دیدہ سیل بہار شد کہ جہاں ۸ بہم اوراق خشک و تر پیچد
زحمت خار و رنج خارا را ۹ لالہ در پارۂ جگر پیچد
ارغوان را کہ خوں کند سیلان ۱۰ ساعد از نوک نیشتر پیچد
بس فریب چمن نظیری دید ۱۱ از بہشتش عنان نظر پیچد
عشق ست طلسمے کہ در و بام ندارد $\frac{۵۰}{۱}$ آنکس کہ از و یافت نشان نام ندارد

(۵) تشریح:۔ "سیمیا" علم طلسمات۔ شعبدہ کاری جس کے ذریعہ وہمی اور خیالی چیزیں مجسم نظر آنے لگتی ہیں۔ ترجمہ:۔ (طلسم ساز) حسن ہم و خیال میں دنیا کے رنگ (یعنی مختلف الوان و اشکال) اظہار کر چکنے کے بعد اب اپنی بساط طلسم لپیٹ رہا ہے (یعنی یہ رنگین ہائے عالم ہستی سب حسن ازل کی کرشمہ سازیاں اور شعبدہ کاریاں ہیں جس کا وجود صرف وہمی و خیالی ہے)

(۶) ترجمہ:۔ کوا اگر (اپنی) حد میں (رہ کر) نہ اڑیگا تو فلک اس کے پر و بال توڑ مروڑ ڈالیگا (یعنی اپنی حدود سے تجاوز کرنیوالا تباہ کر دیا جاتا ہے اسلئے انسان کو اپنا درجہ پہچان کر اس پر قائم رہنا چاہیئے)

(۷) ترجمہ:۔ (یہی) بہتر ہے کہ جڑ شاخ کو چھوڑ دے اور اثر کے دامن میں پاؤں سمیٹ لے (حقیقت اصل ہے اور مجاز فرع پس یہی مناسب ہے کہ اصل حقیقت کو پختہ بنایا جائے اور فروعات کو ترک کیا جائے)

(۸) ترجمہ:۔ آنکھیں بہار کے لئے سیلاب بن گئی ہیں کہ دنیا (اپنے) تمام خشک اور تر پتوں کو باہم لپیٹ سمیٹ رہی ہے دنیا میں سیلاب کا آنا باعث تباہی ہوتا ہے یعنی سیل اشک کائنات دل کی بہار کو تباہ کر رہا ہے)

(۹) ترجمہ:۔ وہ تری اور خشکی جو پہاڑ اور صحرا کو حاصل ہے اسکو لالہ کے ریزے (اپنے) رو فحس انفرادوں میں لپیٹ لیں (یعنی تر و خشک عالم میں آگ لگا دیں تو بجا ہے)

(۱۰) ترجمہ:۔ خار و سنگ کی تکلیف و رنج کو لالہ اپنے جگر کے ٹکڑوں میں بھر لے (اسکا وقت آگیا ہے)

(۱۱) ترجمہ:۔ لالہ کا خون (جب اگر خود) بہہ رہا ہی تو وہ (اپنی) کلائی نشتر (فصاد) کی نوک سے ہٹا لے (یعنی اسکو نشتر فصاد کی ضرورت نہیں کیونکہ ....)

(۱۲) ترجمہ:۔ نظیری چمن کا تحفہ کے بہت سے فریب (بہار) دیکھ چکا ہے (اسی لئے) اسکی نظر اب بہشت سے (بھی اپنی) باگ موڑتی ہے (یعنی بہشت بریں کی حقیقت بھی اب اسکی نظر میں ایک فریب رنگین سے زیادہ نہیں رہی)

بحر:۔ ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف۔ ارکان و تقطیع:۔ مثل $\frac{۴۹}{۱}$

(۱) تشریح:۔ "بام" کے معنی اٹاری اور بالا خانے کے ہیں یہاں مراد یعنی منڈیر کر دیئے ہیں۔ ترجمہ:۔ عشق ایک ایسا طلسم (خانہ بھول بھلیاں) ہے جس میں نہ دروازہ ہے نہ منڈیر (یعنی دریچے سے راستہ ڈھونڈا جا سکے) جس شخص کو اسکا نشان مل گیا پھر اسکا نام و نشان نہیں رہا۔

بس حلہ الواں بقدِ عشق بریدند ۲ یک جامہ بر اندازۂ اندام ندارد
بادیکہ وزد وجد کند ست محبت ۳ عاشق سر و سودائے مے و جام ندارد
بس زاویہ حال مرا روز لطیف است ۴ تاب نفس صبح و دم شام ندارد
آغاز جنونم شدہ پایان محبت ۵ کاریست بانجام کہ انجام ندارد
از خویش تسلی نشوم تا رمقی ہست ۶ پروانہ بجاں باختن آرام ندارد
کوتہ نظر آں در طلب توشۂ راہند ۷ عرض دو جہاں وسعت یکگام ندارد
زاں دانۂ مشکیں و خط سبز ندیدم ۸ مرغے کہ دلے در گرو دام ندارد

(یعنی جو عشق کی بھول بھلیاں میں داخل ہوتا ہے گم ہی ہو کر رہ جاتا ہے ع آنا کہ خبر شد خبرش باز نیامد)

(۲) ترجمہ:- قدِ عشق پر بہت سے رنگ برنگ کے لباس قطع کئے (مگر) وہ ایک کپڑا (بھی) جسم کے انداز پر نہیں رکھتا (یعنی عشق کی تعبیریں لوگوں نے مختلف اندازمیں کیں مگر ایک بھی ٹھیک نہیں)

(۳) ترجمہ:- ہوا (بھی) چلتی ہے (تو) محبت کا متوالا جھومنے لگتا ہے، عاشق شراب و جام کا خیال و سودا نہیں رکھتا (یعنی عاشق مستی کیلئے شراب کا محتاج نہیں نسیم کا ایک ہلکا سا جھونکا بھی اسکو وجد میں لانے کے واسطے کافی ہے)

(۴) ترجمہ:- میرے گوشۂ حال کو ایک بہت ہی لطیف دن حاصل ہے (کیا کہنا!!) جو نہ دم صبح کی تاب رکھتا ہے اور نہ دم شام کی (یعنی تغیرات صبح و شام کا نام و نشان نہیں مراد یہ ہو کر جہان دل انوار تجلی سے ایسے روشن دن کا مالک بنگیا ہو جہاں طلوع و غروب کا جھگڑا ہی نہیں رہا)

(۵) ترجمہ:- میرے جنونِ عشق کا آغاز ہی (!) انجام محبت بنگیا ہے (ملاحظہ ہو) ایسا کام انجام کو پہونچگیا ہے جو انجام نہیں رکھتا (یعنی اس عبارت سے دو مطلب نکلتے ہیں ایک یہ کہ میں نے وہ کام آغاز ہی میں انجام کو پہونچا دیا جو نا قابل انجام سمجھا جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ جب محبت کا انجام ہی حکم آغاز رکھتا ہے تو پھر اس آغاز کا انجام کہاں ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اُس کے لئے کوئی حد و د نہایت نہیں ہو سکتی)

(۶) تشریح:- "تسلی" بمعنی تشفی: "رمق" بقیہ جان - ترجمہ:- جب تک (زندگی کی) ایک رمق (بھی) باقی ہے میں اپنے سے مطمئن نہیں ہو سکتا ہونا بھی یہی چاہیئے کیونکہ پروانہ کو حالت جانبازی میں آرام و سکون نہیں ہوا کرتا (اسی طرح مجھے بھی پروانہ وار شعلہ حسن محبوب پر جان دیکر ہی سکون ہوسکیگا)

(۷) ترجمہ:- کم نظر لوگ زاد راہ کی فکر میں ہیں (حالانکہ) دونوں جہان کا (طول و) عرض ایک قدم کی وسعت نہیں رکھتا (یعنی جب دونوں عالم کی مسافت ایک قدم یعنی ترک خودی میں طے ہو جاتی ہے تو اس کے لئے زاد راہ یعنی بہت بڑے اہتمام کی فکر کرنا کوتاہ بینی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟)

(۸) ترجمہ:- اس مشکیں (رنگ) دانۂ (خال) اور اس خط سبز کے (دام کے) سبب میں نے کوئی ایسا طائر نہیں دیکھا جو دل کو (اس) دام میں پھنسا ہوا نہ رکھتا ہو (خال رخ کو دانہ اور خطِ رخسار کو دام قرار دیکر کہتا ہے ہر شخص کا دل اس دام میں گرفتار ہے)

جاں زیر لب از باوسرش بوسہ بچیند ۹ کاں نخل بہشتی ثمر خام ندارد
سرخوش ز لبش بیش شدم کز لب ساغر ۱۰ صد چاشنی تلخی دشنام ندارد
عریانی ما را شرف کعبہ بپوشد ۱۱ درویش حرم جامۂ احرام ندارد
جز طبع نظیریؔ کہ حق عشق ادا کرد ۱۲ کس نیست کہ در گردن از و دام ندارد

نہ دل آزادہ پائے بست شود ۱ بپرد از دل و ز دست شود
ہمتے کاں باعتدال افتد ۲ کے بعلت بلند و پست شود
عشق را پایۂ معین نیست ۳ مومن از عشق بت پرست شود

(۹) ترجمہ:- روح (عاشق) ہونٹوں ہی ہونٹوں میں اس کے سر تا بقدم بوسے لے رہی ہے اس لئے کہ اس بہشتی درخت پر کوئی پھل کچا ہے ہی نہیں (اسی مضمون کو پہلے یوں ادا کیا ہے) ؎

ز فرق تا قدمش ہر کجا کہ مے نگرم + کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا اینجا ست

(۱۰) تشریح:- "سرخوش" مست "بیش" بائے عربی سے بمعنی زیادہ اور بائے فارسی سے بمعنی تخنتیں۔ ترجمہ:- میں پہلے ہی اس کے لب (کی شراب تلخ) سے مست ہو گیا یا بیحد مست ہو گیا اس لئے کہ لب جام سے شراب (پینے) میں (اسکی) گالیوں کی تلخی کا (سا) مزہ نہیں ہے (یعنی سخن تلخ دوست جام مے سے بھی زیادہ نشاط آور ہے)۔

(۱۱) تشریح:- "جامہ احرام" وہ دو چادریں جو حاجی استعمال کرتے ہیں۔ ترجمہ:- ہماری برہنگی کو کعبہ کا (غلاف) شرف و حرمت ڈھانپ لیگا حرم (کعبہ) کے قلندر کے پاس جامۂ احرام نہیں ہے (مراد یہ ہے کہ قبلہ حقیقت کی طرف ہم بے سر و سامان جا رہے ہیں وہی خود ہمارا سر و سامان ثابت ہوگا لباس مجاز سے ہم عریاں ہو چکے ہیں)۔

(۱۲) ترجمہ:- نظیری کی طبیعت کے سوا کہ جس نے عشق کا حق ادا کر دیا ہے ایک (بھی) ایسا نہیں جس کی گردن پر اس کا قرض ہو (یعنی میرے سوا کوئی حق آشنائی ادا نہ کر سکا کیونکہ جب اس راہ میں ع شرط اول قدم آن ست کہ مجنوں باشی۔ تو پھر) ؎

کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق + ہے مکرر لب ساقی پہ صلا میرے بعد

بحر:- خفیف مسدس مخبون محذوف۔ ارکان:- فعلاتن۔ مفاعلن۔ فعلن دو بار۔

تقطیع:- نہ دلازا | دہ پائے بس | ت شود + | بپرداز | دلوز دس | ت شود
فعلاتن | مفاعلن | فعلن | فعلاتن | مفاعلن | فعلن

(۱) تشریح:- "دل آزادہ" آزاد دل "پائے بست" پابند۔ ترجمہ:- (مرغ) آزاد دل پابند (مقام) نہیں ہوتا وہ اڑتا ہی اور دل و دست (کی گرفت) سے نکل جاتا ہے (یعنی مرد آزاد کسی کے قابو میں نہیں آتا)۔

(۲) ترجمہ:- جو ہمت کہ اعتدال (کے درجہ) پر ہو وہ کب کسی وجہ سے بلند و پست ہو سکتی ہے)۔

(۳) ترجمہ:- عشق کے لئے کوئی درجہ (خاص) مقرر نہیں ہے (اگر ایک طرف کافر مومن بنتا ہے تو دوسری طرف) عشق سے مومن بت پرست (بھی) ہو جاتا ہے (اور بہر صورت کار فرما عشق ہے)

بهوائے کہ در دماغ افتد ۴ ناقہ درزیر بار مست شود

کار از انکسار بکشاید ۵ عشق را فتح از شکست شود

شرم از چشم پارسا ببرد ۶ خط کہ بر روئے خوش نشست شود

ہر کہ بیند طلوع حسن ترا ۷ سرخوش از نشاء الست شود

چوں نقاب از جمال برداری ۸ ہر چہ نابود گشتہ ہست شود

بحر در آستیں نظیری راست ۹ کے کرم پیشہ تنگدست شود

اینکہ دل نامند چوں حرزم حمائل کردہ اند ۱ ہیکلے از اضطراب چشم بسمل کردہ اند

از کدامیں دودماں بایں دلیل افروختند ۲ چرخ را پروانۂ فانوس محفل کردہ اند

(۴) تشریح:۔ "ہوا" بمعنی معروف اور خواہش وطلب دونوں لحاظ سے موزوں ہے۔ ترجمہ:۔ ہوائے (منزل مقصود) جو کہ دماغ میں پہنچتی ہے (اس کی تاثیر سے) بوجھ میں لدی ہوئی ناقہ مست ہوجاتی ہے (اور کیف ونشاط میں راستہ طے کرجاتی ہے اسی طرح کوچۂ جاناں کی ہوا عاشق کو سرمست بنا دیتی ہے)۔

(۵) ترجمہ:۔ مرادیں شکستگی سے (ہی) پوری ہوتی ہیں (یعنی) عشق کو فتح شکست سے حاصل ہوتی ہے (مراد یہ ہے کہ عاشق جتنا شکستہ حال ہوگا اتنا ہی فائز المرام ہوگا)۔

(۶) ترجمہ لقلب مصرعین:۔ جو خط (رخسار) کہ چہرۂ حسین پر جم آئے وہ پارسا کی آنکھ سے بھی شرم وحیا نکال دیتا ہے (یعنی خط موزون دوست پر عابد بھی فریفتہ ہوجاتے ہیں)

(۷) ترجمہ:۔ جو شخص کہ تیرے حسن (کے آفتاب) کا طلوع ملاحظہ کرے گا وہ (بادۂ) الست کے نشہ سے مست ہوجائیگا (یعنی حسن دوست عہد ازل کی یاددہانی کراتا ہے)۔

(۸) ترجمہ:۔ اگر تو (اپنے) جمال (رخ) سے نقاب ہٹا دے تو جو کچھ نیست ونابود ہو چکا ہے سب موجود ہوجائے (یعنی تیرے رخ کی تجلی مہری باعث وجود عالم فانی ہے)۔

(۹) ترجمہ:۔ نظیری کی آستین میں دریائے (کرم موجزن) ہے (جس کا جی چاہے فیض حاصل کرے) کریم وسخی کب تنگدست ہوسکتا ہے؟ (وہ تو ہمیشہ فراخ دست رہے گا یعنی نظیری دولت عشق سے مالا مال ہے اور اس کی طبیعت میں بخل نہیں)۔

بحر:۔ رمل مثمن مقصور۔ **ارکان وتقطیع:**۔ مثل ۱۹ رکن آخر بروزن فاعلات۔ مقصور ہے۔

(۱) تشریح:۔ "ہیکل"۔ مجسمہ۔ نقش۔ ترجمہ:۔ یہ چیز جس کو دل کہتے ہیں (اور جو) میرے (گلے میں) تعویذ کی طرح لٹکا دی ہے (درحقیقت یہ) صیدِ ذبوح کی مضطرب آنکھ کا نقش اتارا ہے (یعنی دل ایسا بیقرار ہے جیسا کہ ذبیحہ کی آنکھ)۔

(۲) ترجمہ:۔ (اس شمع محفل کو) کس خاندان سے اس دلیل (اور اعجاز) کیساتھ روشن کیا ہے کہ فلک کو (بھی اس) فانوس بزم کا پروانہ بنا دیا ہے (یعنی شمع رخ یار پر فلک بھی پروانہ وار طواف کر رہا ہے۔

ایں گل از ہر شاخ خودروئے نمے آید ببار ۳ تخم یک جا کشتہ صد جا آب در گل کردہ اند

در خیال قید زلف وخال ہر کس ماندہ ماند ۴ فکر دیگر کن کہ حل عقدہ مشکل کردہ اند

از قدم تا فرق نازونوش و برابر وگرہ ۵ خوانِ دعوت چیدہ اند ومنع سائل کردہ اند

از پئے دنیا مشو پویاں دریں موج سراب ۶ ہر نفس نقشے پدید آوردہ باطل کردہ اند

خلق را در ہر نفس موت وحیاتے مضمرست ۷ در زلال زندگی زہر ہلاہل کردہ اند

روئے از میدانِ سر بازاں مگرداں کاہل ذوق ۸ پائے کوباں سر نثار راہ قاتل کردہ اند

ما بچینِ زلف کشتی برکنار آوردہ ایم ۹ عشق دریا ئیست کش دیدار ساحل کردہ اند

(۳) ترجمہ:۔ یہ (خوش آیند) پھول ہر خودرو بوٹے کی شاخ سے پیدا نہیں ہوتا (باقی اشتباہ یوں پیدا ہوا کہ) بیج ایک جگہ بویا صدہا جگہ زمین کی آبیاری کردی (یعنی گل حقیقت ایک ہی ہے اور ایک ہی مقام پر ہے۔ ہاں اس کے مظاہر بہت ہیں مگر وہ رنگ وبو کہاں۔؟)۔

(۴) ترجمہ:۔ قید زلف اور خال (رخسار یار) کے خیال (عقدہ کشائی) میں ہر شخص عاجز ہوکر رہ گیا ہے تو اور کچھ سوچ کہ اس عقدہ کا حل (بہت) مشکل بنا دیا ہے (زلف وخال یعنی مجازی مظاہر رخ حقیقت کے لئے حجاب ہیں اور اس حجاب کا اٹھنا بہت مشکل ہے)۔

(۵) ترجمہ:۔ (معشوق) سر سے پاؤں تک ناز (ونعمت) اور شہد وتریاق (کا خوان ہے)، مگر ابرو پر بل (بھی) ہیں (گویا) دعوت کا دسترخوان (تو) چن دیا ہے مگر سائل کو منع کر دیا ہے (کہ کسی چیز کو ہاتھ نہ لگائے (اسی مضمون کو پہلے اس طرح ادا کیا ہے ؎

مثال مالب دریا وحال مستسقی ست ✤ دہند شوق ولے رخصت نظر ندہند

(۶) ترجمہ:۔ دنیا کے پیچھے دوڑ دھوپ نہ کر اس لئے کہ اس موج سراب سے ہر ہر لحظہ ایک نقش (تازہ) پیدا کرکے مٹا دیا ہے (یعنی نقش ونگار دنیا سراب کی موجوں کے نقوش کی طرح بے بود ہیں)۔

(۷) ترجمہ:۔ مخلوق کے لئے ہر سانس میں زندگی اور موت پوشیدہ ہے (گویا) زندگی کے آب شیریں میں (موت کا) زہر قاتل (بھی) ملا رکھا ہے (شعر میں مسئلہ تجدد امثال کا ذکر ہے یعنی موجودات ہر لحظہ اپنے تقاضائے ذاتی (عدم) کی وجہ سے معدوم ہوتے ہیں اور اسی لحظہ میں تجلی رحمانی سے موجود ہو جاتے ہیں اس طرح یہ ظاہری وجود مسلسل درحقیقت بے شمار وجودات واعدام کا ایک لگاتار سلسلہ ہے)

(۸) ترجمہ:۔ سر کی بازی لگانے والوں کے میدان سے منہ نہ موڑ اس لئے کہ ذوق (عشق رکھنے) والوں نے رقص کرتے ہوئے سر کو راہ قاتل (میں نثار کر دیا ہے) یعنی عشاق مقتل عشق میں بصد نشاط وسرور سر کٹوانے کے لئے آمادہ رہتے ہیں)۔

(۹) ترجمہ:۔ ہم نے زلف کی شکن کے ذریعہ (اپنی نگاہ کی) کشتی کو کنارہ (رخسار) پر لگا دیا (یعنی) عشق ایک دریا ہے جسکا کنارہ دیدارِ (دوست) کو قرار دیا ہے (یعنی جو نگاہ زلف محبوب پر مشتاقانہ پڑتی رہیگی وہ ضرور رخ روشن کے جلوہ سے بھی کامیاب ہوکر رہیگی اسی طرح مظاہر کثرت جو چہرۂ حقیقت کے لئے بمنزلہ زلف ہیں ان کو اگر بہ نگاہ عبرت دیکھا جائیگا تو جمال چہرۂ حقیقت نمودار ہو جائے گا)۔

گرد خود گردم چو بینم درہوا ے گیستم ۱۰ ذرّہ ام اما بخورشیدم مقابل کردہ اند
عشق را ہنگامہ امروز از نظیری رونقیست ۱۱ ہر طرف از گفتگویش گرم محفل کردہ اند

بغمزہ روز الستم ہمیں معاملہ بود ۱ ابد رسید نیاسودم ایں چہ مشغلہ بود
نصیب من ز ازل درد بے دوا گردید ۲ کہ بردباری ہر کس بقدر حوصلہ بود
قصورِ طرزِ نگارم تمام حسن شکست ۳ کہ از میانہ ہمیں با منش مجادلہ بود
بوئے من سبب اجتماع دلہا گشت ۴ جنوں کہ باعثِ آشفتگی سلسلہ بود
بصفحہ نقش خط و خال خویشتن نقاش ۵ نکو کشیدہ کہ آئینہ در مقابلہ بود

(۱۰) ترجمہ:۔ جب یہ خیال کرتا ہوں کہ میں کس (معشوقِ جہاں آرا) کے عشق میں مبتلا ہوں تو (خود) اپنے گرد گھومنے لگتا ہوں (یعنی خود اپنے اوپر قربان ہونے کو جی چاہنے لگتا ہے اس لئے کہ) میں ایک ذرّہ (بے مقدار) ہوں مگر مجھکو آفتاب کا مقابل بنا دیا ہے (یعنی سے گرچہ خورد یم نسبتے ست بزرگ + ذرّہ آفتاب تابانیم +

(۱۱) ترجمہ:۔ عشق کا ہنگامہ آج نظیری (کے دم سے روشن ہے (کہ) اس کی گفتگو سے (لوگوں نے) ہر طرف محفلیں گرم کر رکھی ہیں (مطلب واضح ہے)۔

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون مقصور۔ ارکان و تقطیع:۔ مثل ؎

(۱) ترجمہ:۔ روز الست (یعنی ازل سے) غمزۂ (چشمِ جاناں) کے ساتھ میرا یہی معاملۂ (جاں سپاری) تھا (اب) ابد (انجام زمانہ) آ پہنچا اور (ہنوز) مجھے آرام نہیں ملا (آخر) یہ کیا (عجیب) مشغلہ تھا (سلسلۂ عشق اور مشغلۂ جاں سپاری ختم ہونے والا نہیں ہے)۔

(۲) ترجمہ:۔ (روز ازل سے ہی) میری قسمت میں (عشق کا) لا علاج درد آیا اس لئے کہ ہر شخص کا تحمل اس کے حوصلہ و ہمت کے موافق تھا (یعنی دوسروں میں اس بارگراں کے اٹھانے کی طاقت نہ تھی مجھ میں تھی اس لئے میں نے اٹھا لیا)۔

(۳) تشریح:۔ "از میانہ" بمعنی از میان گروہ عشاق۔ "ہمیں" کلمہ حصر ہے "جو با من" کے ساتھ وابستہ ہے۔
ترجمہ:۔ میرے معشوق کے طرز (عمل) کی کوتاہی نے کمالِ حسن کو کھو دیا کیونکہ زمرۂ عشاق میں سے صرف میرے ساتھ اس کو مخاصمت تھی (یعنی اغیار کو رقیب سے آشتی و صلح تھی اور عاشق دیدہ ور سے مخاصمت اس لئے حسن پر حرف آنا لازمی تھا)۔

(۴) تشریح:۔ "بوئے من" بامید من۔ ترجمہ بقلب مصرعین:۔ وہ جنونِ شوق جو (دلوں کے) سلسلہ کی پریشانی اور بدحالی کا موجب تھا وہ میرے (دل کی) امید میں دلوں کے اجتماع و اطمینان کا سبب بن گیا (یعنی جنونِ عشق کا جمعیت خاطر کا سبب بن کر نمودار ہونا میرے دل پر قابو حاصل کرنے کے لئے ہے مراد یہ ہے کہ میرے دل کا رتبۂ اخلاص اتنا اونچا ہے کہ خود عشق اس کا طالب بن گیا ہے)۔

(۵) ترجمہ:۔ مصورِ (حقیقت) نے اپنے (چہرہ کے) خط و خال کا نقش صفحۂ (عالم) پر اس لئے بہت خوب کھینچ دیا کہ سامنے آئینۂ (فطرت) موجود تھا (یعنی عالم کے تمام نقش و نگار یارِ حقیقی کے خط و خال کا عکس ہیں اور ہر نقش اپنا جواب نہیں رکھتا)۔

دلم ز سرِّ دہانش بقیل و قال افتاد ۶ لطیفۂ ز لبش صد ہزار مسئلہ بود
لبش بدادن کامم نمود جہد اما ۷ بغمزہ کرد حوالت کہ بدمعاملہ بود
فریب قول بد اندیش گرگ فاسد گشت ۸ ربود یوسفے از ما کہ چشم قافلہ بود
بنکتہ گفت خجل می کنم نظیری را ۹ ز قول خویش فراموش کرد ایں صلہ بود

کسے بملک حدوث از قدم نمی افتد ۱ کہ بر گذر گہ شادی و غم نمی افتد
بروشنائی دل رو کہ رفتگاں رفتند ۲ گذار زندہ دلاں بر عدم نمی افتد
من ایں مرقع الوان بیفگنم روزے ۳ کہ طرح رندی و تقوی بہم نمی افتد

(۶) تشریح:۔ "قیل و قال" بحث و نظر۔ "لطیفہ" پُر لطافت کلمہ۔ ترجمہ:۔ میرا دل اس کے دہن کے راز کے متعلق بحث و تحقیق میں پڑ گیا (اس لئے کہ) یا حالانکہ اس کے ہونٹوں سے (نکلی ہوئی) ایک لطیف بات لاکھوں (دقیق) مسائل پر مشتمل تھی (دہن کو سر کہنا کلام پر معنی اور ناپیدائی دہن ہر دو لحاظ سے بہت لطیف ہے۔ مراد یہ ہے جس لب کے ایک کلمہ جاں بخش کن نے یہ ہنگامۂ فیکون برپا کر دیا ہے وہ ایک راز ہے قابل طلب) کا شکہ قابل حصول بھی ہوتا۔ دوسرا مفہوم یہ بھی نکلتا ہے کہ سرِ دہن کی تلاش کے بجائے مجھے اس کے کلام پُر لطافت پر غور و تأمل کرنا چاہئے تھا) پڑ گیا سرِ دہن کی بحث میں جو میرے لئے لاحاصل ہے)۔

(۷) ترجمہ:۔ اس کے لبوں نے (تو) میری مراد پوری کرنے کی کوشش کی مگر (اس کو) غمزہ کے حوالہ کر دیا تھا جو (بہت) بدمعاملہ تھا (یعنی غمزۂ خشمگین دوست نے مراد دل لبوں سے پوری نہ ہونے دی ورنہ ان کی طرف سے انکار نہ تھا)۔

(۸) تشریح:۔ "فاسد" بمعنی باطل مراد بناوٹی۔ ترجمہ:۔ دشمن بد سگال کا فریب کارانہ کلام بناوٹی بھیڑیا بن گیا جو ہم میں سے ایک ایسے یوسف (معشوق) کو چھین لے گیا جو (ہمارے قافلۂ آمال) کا چشم و چراغ تھا (یعنی دوست دشمنوں کے بہکانے میں آ گیا)

(۹) ترجمہ:۔ (دوست) نے رمز میں کہا کہ میں (ابھی) نظیری کو شرمندہ کئے دیتا ہوں (اور واقعی کر دیا کہ) اپنے کلام میں (میرا) ذکر (ہی) نہیں لایا۔ یہ تھا (ہمارے عشق کا) انعام۔ اشارہ:۔ جملۂ آخر طنزیہ اور جان شعر ہے)۔

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون محذوف مشعث۔ ارکان و تقطیع:۔ مثل ؎ رکن آخر فعلن مشعث محذوف ہے۔

(۱) ترجمہ:۔ ایسا کوئی شخص (ملک) قِدَم سے مملکت امکان و حدوث میں نہیں آتا کہ جو خوشی اور غم کی گذرگاہوں پر نہیں گذرتا (یعنی شادی و غم دونوں سے ہر شخص دوچار ہوتا ہے)۔

(۲) ترجمہ:۔ دل کی روشنی میں چل کہ جانے والے (اسی روشنی میں) گئے ہیں (اور یہ سمجھ لے کہ) زندہ دل لوگوں کا گذر عدم و فنا پر ہوتا ہی نہیں (یعنی جن کے دل محبت کی شمع سے منور ہیں ان کے لئے تاریکی عدم نہیں)۔

(۳) ترجمہ:۔ میں یہ رنگ برنگی گدڑی (لباس تقویٰ و پرہیزگاری) ایک روز اتار پھینکوں گا اس لئے کہ رندی و مستی اور تقویٰ و پارسائی دونوں۔ ایک ساتھ نہیں نبھ سکتیں۔

زبانِ دعوت و تسخیر بہ کہ بر بندم ۴ کہ در چراغ کس آتش بلا نمی افتد
مسافرے کہ بنا بود و بود خود بیند ۵ بفکر منفعت بیش و کم نمی افتد
دلیل عشق نہ زیبد کسے کہ در ہر گام ۶ سرش چو شمع بہ پیش قدم نمی افتد
چناں ز شوق تو گردیدہ اند سرگرداں ۷ کہ راہِ کعبہ رواں بر حرم نمی افتد
چناں پرستش روئے تو جذب دلہا کرد ۸ کہ عشق برہمناں بر صنم نمی افتد
بذکر من خط نسیاں کشیدۂ اما ۹ بفکر غیر ز دستت قلم نمی افتد
ز سہو خاطر یاراں چناں سقیم شدم ۱۰ کہ سایۂ قلم بر رقم نمی افتد
نویسی از بنظیری دعا و گر دشنام ۱۱ ز شوق نامہ بفکر رقم نمی افتد

(۴) **تشریح**:۔ "دعوت" اصطلاحاً موکل کو حاضر کرنا "تسخیر" تابع کر لینا۔ **ترجمہ**:۔ (یہی) بہتر ہے کہ دعوت و تسخیر کی زبان (اب) میں بند کر لوں اس لئے کہ پھونکیں مارنے سے کسی کے چراغ (دل) میں آگ نہیں لگتی (یعنی گوشۂ پارسائی میں بیٹھ کر چھو چھو کرتے رہنا بیکار ہے کیونکہ پھونک سے چراغ بجھا کرتا ہے روشن نہیں ہوتا۔ چراغ دل کے روشن ہونے کے لئے استعداد اور توفیقِ خداوندی شرط ہے)۔

(۵) **تشریح**:۔ "نابود و بود" سرمایہ سامان۔ **ترجمہ**:۔ جو مسافر کہ اپنے (گئے گذرے) سامان پر نظر رکھتا ہے وہ کم یا زیادہ نفع کی فکر میں نہیں پڑتا۔ **توضیح**:۔ یعنی جس طرح مسافر کو صرف اپنے سامان و سرمایہ کو تلف ہونے سے بچانے کی فکر ہوتی ہے فکر نفع گیری نہیں ہوتی اسی طرح انسان کو چاہئے کہ اپنا سرمایۂ دل و دین کی حفاظت کرے دنیا کی منفعت بیش و کم میں نہ پڑے۔

(۶) **ترجمہ**:۔ (راہِ) عشق کا رہنما بننا اس شخص کیلئے زیبا نہیں ہے جس کا سر ہر قدم پر شمع کی طرح قدموں میں نہ گرتا ہو (شمع جب جلتی ہے تو موم پگھل پگھل کر نیچے گرا کرتا ہے اس کو سر کے قدموں میں گرنے سے تعبیر کیا ہے یعنی عشق میں بلندیٔ مراتب کا ذریعہ صرف تواضع اور فروتنی ہے)۔

(۷) **ترجمہ**:۔ کعبہ کو جانے والے تیرے شوق میں ایسے سرگرداں اور حیران ہو گئے ہیں کہ (اب) حرم کعبہ کا ان کو راستہ (ہی) نہیں ملتا (یعنی تیرے شوق میں ایسے محو ہوئے کہ راہِ حرم بھول گئے)۔

(۸) **ترجمہ**:۔ تیرے رخ (زیبا) کی پرستش نے دلوں کو ایسا موہ لیا ہے کہ (اب) برہمنوں کو بتوں سے عشق نہیں رہا (یعنی اب بجائے صنم صنم کے ان کی زبان پر بھی صمد صمد جاری ہو گیا)۔

(۹) **ترجمہ**:۔ میرے ذکر پر تو تو نے خطِ فراموشی کھینچ دیا ہے مگر خیال رقیب میں تیرے ہاتھ سے قلم نہیں چھوٹتا (یعنی سچے عاشق سے یہ معاملہ! کہ بھولے سے کبھی یاد بھی نہیں کرتا اور جھوٹے مدعیانِ عشق کو نامہ پر نامہ لکھے جا رہے ہیں)۔

(۱۰) **ترجمہ**:۔ دوستوں کے دل سے فراموش ہو جانے (کے غم) سے میں ایسا بیمار بے جان ہو گیا ہوں کہ (اب) میرے قلم کا سایہ (بھی) تحریر پر نہیں پڑتا (یعنی ہاتھ میں قلم اٹھانے کی بھی طاقت نہیں کہ سایۂ قلم تحریر پر پڑ سکے اور کچھ اظہارِ حال کر سکوں)۔

(۱۱) **ترجمہ**:۔ نظیری کو خواہ تو دعائیں لکھ خواہ گالیاں وہ (تو تیرے) خط کے شوق کی وجہ سے تحریر کی فکر میں نہیں پڑتا (یعنی خوش ہے کہ دوست کا خط آ گیا اس سے کچھ مطلب نہیں کہ اس میں دعا لکھی ہے یا دشنام)۔

نہ ہر مغزے کہ بویا نگہت از مصر و یمن گیرد ۱ مشام تیز باید تا نصیب از پیرہن گیرد
شمیمے گر نہ تر دارد دماغ پیر کنعاں را ۲ پسر گم کردۂ چوں انس با بیت الحزن گیرد
ورق از کس چہ میخواہی سبق از کس چہ میگیری ۳ ز دل جو ہر چہ میجوئی کہ فیض از خویشتن گیرد
دمے نقاش از نیرنگی صورت نیاساید ۴ فریب نقش شیریں دل ز دست کوہکن گیرد
نفس تلخ ست تا طعم حقیقت نیست با مغزش ۵ سخن شیریں بود وقتیکہ او رنگ سخن گیرد
ز خود گر بگذری شاہی کنی در ملک بیخودی ۶ عزیز خلق گردد ہر کہ در غربت وطن گیرد
دریں دیر کہن چوں امن گردد خاطر انساں را ۷ کہ اول اہرمن بگرفت و آخر اہرمن گیرد

بحر:۔ ہزج مثمن سالم۔ **ارکان و تقطیع**:۔ مثل ۵۔

(۱) **ترجمہ**:۔ (یہ ضروری) نہیں کہ ہر وہ دماغ جو سونگھ سکتا ہو وہ یمن اور مصر کی خوشبو (بھی) پالے (اس کے لئے تو حضرت یعقوب کا سا) تیز دماغ چاہئے تاکہ پیراہن (یوسف) سے (خوشبو کا) حصہ پا سکے (یعنی فیضِ ربانی کے حصول کے لئے استعداد شرط ہے شعر میں حضرت یوسفؑ و یعقوبؑ کے قصہ کی طرف تلمیح ہے)۔

(۲) **ترجمہ**:۔ اگر پیر کنعاں (یعقوبؑ) کے دماغ کو ایک خاص معطر ہوا تر نہ کرتی رہتی تو ایک بیٹے کو گم کر دینے والا شخص کیسے غمخانہ سے مانوس رہ سکتا (یعنی جس طرح غمخانۂ ہجر میں یعقوبؑ کے لئے پیراہن یوسف کی خوشبو وجہ اطمینان تھی اسی طرح غمخانۂ دنیا میں گرفتار زندانیوں کے لئے مظاہر کثرت میں رنگ وحدت کا ظہور وجہ سکون خاطر ہے البتہ اس کے لئے دیدۂ بینا درکار ہے)

(۳) **ترجمہ**:۔ کسی دوسرے سے ورق اور سبق کیوں مانگتا اور لیتا ہے۔ جو کچھ مانگتا ہے اپنے دل سے مانگ کہ (دل) فیض اپنے آپ سے (ہی) حاصل کرتا ہے (یعنی اپنی جستجو کر اور خود کو پہچان کہ بمقتضائے "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" خود کو پہچاننا رب کو پہچاننا ہی ہے)

(۴) **ترجمہ**:۔ ایک لمحہ کے لئے (بھی) مصور (فطرت) صورتوں کی طلسم بندی سے نہیں رکتا (دیکھلو! شیریں کی) موہنی صورت کا فریب (فرہاد) کوہکن کے ہاتھ سے دل چھین رہا ہے (یعنی نقش شیریں بھی اسی نقاش کا ایک نقشِ طلسمی ہے جس نے فرہاد کو دیوانہ بنا رکھا ہے)۔

(۵) **تشریح**:۔ "نفس" دم، سانس، مراد کلام۔ "مغز" مراد معنی مضمون۔ **ترجمہ**:۔ کلام تلخ و بد ذائقہ ہو گا جبتک کہ اس کے اندر حقیقت کی چاشنی نہ ہو گی (یعنی کلام اسی وقت بامزہ ہو گا جبکہ وہ کلام کا صحیح رنگ پیدا کر لے گا)۔

(۶) **ترجمہ**:۔ اگر تو اپنی خودی سے علیحدگی اختیار کرے گا تو ملک بیخودی میں بادشاہی کرنے لگے گا (تجربہ ہے) کہ جو شخص پردیس میں وطن بنا لیتا ہے (وہ حضرت یوسفؑ کی طرح) مخلوق کا سردار عزیز بن جاتا ہے (مطلب ظاہر ہے)۔

(۷) **ترجمہ**:۔ اس پرانے (کھنڈر) بتخانہ میں (یعنی دنیا میں) انسان کا دل کیسے مامون و بے خطر ہو سکتا ہے جبکہ شروع (بھی) اس کو دیو (نفس) نے پکڑ لیا ہو اور آخر میں (بھی) دیو (ہوس) اس کو پکڑ لینے کو تیار رہو (یعنی دنیا مقام حرص و ہوس ہے اس میں مامون رہنا مشکل ہے)۔

زعریانی ازیں شادم کہ از تشویشِ آزادم ۸ گریبانے ندارم تا کسے از دستِ من گیرد

چہ راحت از وطن آں را کہ یارش در سفر باشد ۹ کجا بے روئے گل آرام بلبل در چمن گیرد

بعہدِ زندگانی چاک زد ہر کس گریبانے ۱۰ بوقتِ مرگ نتواند قرار اندر کفن گیرد

زبس بوئے کمالِ شرک می آید ز توحیدم ۱۱ در ارشادِ مغاں تکبیر از من برہمن گیرد

سخن ہر روز عالمگیر تر گردد نظیری را ۱۲ کہ مردم بیش جا در سایۂ نخلِ کہن گیرد

دریں دریا عجب مطربانِ یکرنگ اند ۵۷/۱ کہ دل برند بصد راہ و بریکے ہنگ اند

زصحنِ سینہ کشایند چشمۂ چشمۂ نور ۲ بزخمہ صیقلِ آئینہ ہائے پُر زنگ اند

کلیدِ شادی و شمشیرِ غم بکف دارند ۳ بہ بسط برسرِ صلح و بقبض در جنگ اند

(۸) ترجمہ:- میں (اپنی) برہنگی (اور بے بضاعتی) پر اس لئے خوش ہوں کہ میں فکر سے آزاد ہوں میرے پاس گریبان (ہی) نہیں کہ کوئی میرے ہاتھ سے چھین سکے (یعنی دنیا سے بے تعلقی اور اسباب دنیا سے کنارہ کشی ہی میں عافیت و راحت ہے)۔

(۹) ترجمہ:- اس شخص کو وطن (میں رہنے) سے کیا آرام ملسکتا ہے جس کا دوست سفر میں ہو (دیکھلو!) چہرۂ گل کے بغیر چمن میں بلبل کو کہاں سکون نصیب ہوتا ہے؟ (دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کے لئے دلیل تمثیلی ہے)۔

(۱۰) ترجمہ:- جو مرد (عاشق) کہ زندگی میں گریبان چاک کرتا رہا ہو وہ مرنے کے (بعد کے) زمانہ میں (بھی) کفن میں قرار نہیں لے سکتا (یعنی جو شخص زندگی میں اسباب دنیا سے بے تعلق ہوگیا ہو وہ مرنے کے بعد تو بدرجۂ اولیٰ بے تعلق رہے گا)۔

(۱۱) ترجمہ:- چونکہ میرے بیانِ توحید سے کمالِ شرک کی بو آتی ہے (اسلئے) کافروں کو تلقین (کافری) کرتے وقت برہمن مجھ سے تکبیر (اللہ اکبر، اللہ احد) مانگ لیتا ہے (یعنی میری تکبیر اللہ اکبر اور اللہ احد وغیرہ میں وہ کمالِ شرک پایا جاتا ہے کہ میرے یہ کلمات کافروں کو درس کافری دینے میں کام آسکتے ہیں)۔

(۱۲) ترجمہ:- نظیری کا کلام روز بروز زیادہ عالمگیر (مشہور) ہوتا جارہا ہے (اور ہونا بھی چاہئے اس لئے کہ) لوگ زیادہ بڑے پرانے درخت کے سایہ میں بیٹھا کرتے ہیں (جسکے سایہ کا پھیلاؤ بہت ہوتا ہے اسی طرح عالم پر میرا نخلِ کلام سایہ گستر ہو رہا ہے)

بحر:- مجتث مثمن مخبون مقصور مشعث۔ ارکان و تقطیع:- مثل ۴۸ رکن آخر بر وزن فعلات مقصور و مشعوث ہے۔

(۱) ترجمہ:- اس ملک میں عجب طرح کے ایک طرز والے نغمہ طراز ہیں کہ سینکڑوں طرح سے دل چھین لیتے ہیں اور ان کی لے ایک رہتی ہے (یعنی مظاہر کثیر ہیں اور ظہور ایک کا ہی ہے)۔

(۲) ترجمہ:- اور جو (اپنے) سینہ کے صحن سے نور کے چشمے کے چشمے جاری کردیتے ہیں اور جو ضرب (ساز) کے ذریعہ زنگ آلود آئینوں کو جلا دینے والے ہیں (یعنی نغمہ سنجانِ حقیقت کے سینے نور سے پُر ہیں اور ادنیٰ توجہ میں دوسروں کے سیاہ دلوں کو بھی منور کردیتے ہیں)۔

(۳) ترجمہ:- شادی و خوشی کی کنجی اور غم کی تلوار (دونوں) انکے قبضہ میں ہیں (یعنی) بحالت بسط (ظہور تجلیات) آمادۂ صلح اور بحالتِ قبض (انقطاعِ تجلیات) آمادۂ جنگ ہیں (یعنی اہل حال تجلیات و انوارِ الٰہی کے ظہور کے وقت صلح کل اور انقطاع کے وقت سب سے بیزار ہو جاتے ہیں)۔

بدل ز نغمۂ شیریں حرارت انگیزند ۴ بصوت چوں شکر و شیر آہن و سنگ اند

چو حد زیر و بم نغمہ را نگہدارند ۵ بہر مقام خفیف و ثقیل ہم سنگ اند

سبکدلاں چو بفتراک شاں درآویزند ۶ بطیِ نیم قدم در ہزار فرسنگ اند

بفتح یک خلش ایں شاہداں چو نغمۂ چنگ ۷ بروں روند کہ بر سینہ و بغل تنگ اند

ز سر عالم لاہوت مے دہند نشاں ۸ ز پردہ دگر ند ایں گروہ نیرنگ اند

ہزار رنگ بر آرند ایں فسوں سازاں ۹ کہ آفریدۂ صنع ہزار نیرنگ اند

سواد صومعہ را نسخۂ فسوں سازند ۱۰ کہ طبع کارگہ نقشہائے ارژنگ اند

بگوش کرشدہ تقریر شاں زند آتش ۱۱ کہ برفروختۂ جرعہائے گلرنگ اند

تحریر

(۴) ترجمہ:- دل میں (اپنے) میٹھے راگ سے گرمی و جوش پیدا کرنے والے ہیں (اور) آواز (یعنی ظاہر) کے اعتبار سے (کبھی) مثل شیر و شکر (موافق اور کبھی) مثل آہن و سنگ (مخالف) ہیں (یعنی یہ دونوں حال بسط و قبض پر مرتب ہوتے ہیں دیگر آہن و سنگ ان کی آواز میں مثل شیر و شکر ہیں (یعنی پردہ ہائے موافق و مخالف سے نغمۂ دل آویز نکالتے ہیں)۔

(۵) تشریح:- "زیر و بم" لَے کا اُتار چڑھاؤ۔ "مقامِ خفیف و مقامِ ثقیل" راگ کے ہلکے اور بھاری پردے "ہم سنگ" متوازن۔ برابر۔ ترجمہ:- جب وہ لَے کے اُتار چڑھاؤ کی حد کو ملحوظ رکھتے ہیں تو ہر مقامِ خفیف اور مقامِ ثقیل میں متوازن رہتے ہیں (موسیقی میں مقامِ خفیف سے مقامِ ثقیل کی طرف اور مقامِ ثقیل سے مقامِ خفیف کی طرف انتقال مشکل ہے سوائے ماہر کامل اور کوئی ان کو متوازن ادا نہیں کرسکتا مراد یہ ہے کہ عارفینِ حقیقت کے لئے ہر حال مساوی ہے اور ہر مقام سے ان کو ایک ہی جلوہ نظر آتا ہے)۔

(۶) تشریح:- "سبکدل" آلودگیٔ تعلق سے پاک دل۔ "فتراک" شکاربند۔ ترجمہ:- (تعلقات دنیوی سے) پاک دل لوگ جب ان رہبرانِ کامل کے شکاربند میں (صید بنکر) لٹک جاتے ہیں تو نصف قدم (کی مسافت) طے کرنے سے ہزاروں کوس (آگے) بڑھ جاتے ہیں (مطلب واضح ہے)۔

(۷) تشریح:- "بر سینہ و بغل تنگ بودن" قابو سے باہر ہونا۔ ترجمہ:- ایک چھیڑ کے پیدا ہونے پر یہ (شوخ) معشوق (آغوش عاشق سے) ساز کے نغمہ کی طرح باہر نکل بھاگتے ہیں کیونکہ وہ (عاشق کے) قابو سے باہر ہیں (مطلب صاف ہے)۔

(۸) ترجمہ:- (یہ) عالم روحانی کے راز کا پتہ دیتے ہیں (یہ) اور ہی پردہ اسرار کے رہنے والے ہیں اور یہ جماعت ہے ہی عجیب و غریب (یعنی ان مجازی مظاہر حسن سے حسن حقیقی کا پتہ چلتا ہے)۔

(۹) ترجمہ:- یہ ساحر (معشوق) ہزاروں طرح کے رنگ دکھلاتے ہیں کیونکہ یہ ہزاروں نیرنگیاں دکھانے والے (صناع) کی صنعت کے پیدا کردہ ہیں (یعنی خدائے بیچون کی [illegible])

(۱۰) تشریح:- "صومعہ" عبادت خانۂ کفار "نسخہ" نقل "طبع" بمعنی مطبوعہ۔ ترجمہ:- بتخانہ (دنیا) کے علاقہ کو (یہ اپنے) افسوں و سحر کی عکسی تحریر بنا دیتے ہیں اس لئے کہ یہ ارژنگ نقاش کے کارخانۂ نقش و نگار کے مطبوعہ ہیں (یعنی خلاق کارخانہ کے بنے ہوئے اس لئے تمام دنیا کو انھوں نے اپنے حسن سے رنگین بنا دیا ہے)۔

مشاطۂ رخ مستند بلاے وقدح اند ۱۲ مقالۂ غم عشق اند بادف وچنگ اند
اگرچہ قاطع زہد ند مایۂ ہوشند ۱۳ وگرچہ رافع شرعند جان فرہنگ اند
دلیل اہل فنا یند در عروج ونزول ۱۴ باوج در طیران در حضیض رہ لنگ اند
نظیری ازپئے این جادوان مدو بسیار ۱۵ کہ در ربودن ادراک چابک وشنگ اند

بقصد ہر کہ سوئے کعبہ ناقہ راہی کرد ۱ نشانِ پاش بہر گام قبلہ گاہی کرد
کبود روئے ازاں شد بنفشہ در گلشن ۲ کہ با کلالۂ جعد تو کج کلاہی کرد
زچین زلف نسیمے بزد بموج عذار ۳ سفینۂ مردم چشم مرا تباہی کرد

(۱۱) ترجمہ :۔ بہرے شخص کے کان میں (پہنچکر) ان کی تحریر (یا تقریر) آگ لگا دیتی ہے اس لئے کہ یہ گل رنگ (شراب) کے گھونٹوں کی وجہ سے روشن طبع بنے ہوئے ہیں (یعنی بادہ خوارانِ حقیقت کی تقریر بہروں کو بھی شنوا بنا دیتی ہے (یعنی نااہل بھی اہل بنجاتے ہیں)

(۱۲) ترجمہ :۔ شراب وجام کے ساتھ ہیں (تو مستوں کے چہرہ کے زینت دینے والے ہیں (اور اگر) دف اور سارنگی کے ساتھ ہیں تو غم عشق کا (ایک پُرسوز) مقالہ ہیں (مراد ظاہر ہے)۔

(۱۳) ترجمہ :۔ اگرچہ (یہ ہوش رُبا معشوق) زہد وپرہیزگاری کو ختم کر دینے والے ہیں مگر عقل وہوش کا سرمایہ ہیں اور اگرچہ شریعت کو اُٹھا دینے والے ہیں مگر عقل وخرد کی جان ہیں (یعنی باایں ہمہ خرابیہا مقتضائے عقل یہی ہے کہ از اصنام حقیقت نما کی پرستش اختیار کرکے زہد وورع کو خیرباد کہدیا جائے)۔

(۱۴) ترجمہ :۔ (اپنے حالات) ترقی وتنزل میں (یہ) اہل فنا کے لئے دلیل (رہنما) ہیں (یعنی کبھی) بلندی پر مصروفِ پرواز ہیں (تو کبھی) پست راستہ میں شکستہ پا ہیں (یعنی گہے بر طارم اعلیٰ نشینم + گہے بر پشت پائے خود نہ بینم + ان کا وصف حال ہے)۔

(۱۵) ترجمہ :۔ نظیری! تو ان جادوگروں کے پیچھے بہت نہ دوڑ اس لئے کہ یہ ہوش وخرد چھین لینے میں (بڑے) چست وچالاک ہیں (یعنی یہ حسینانِ ہوش ربا آدمی کو دیوانہ بنا دیتے ہیں)۔

بحر :۔ مجتث مثمن مخبون مقصور۔ ارکان وتقطیع :۔ مثل ؎

(۱) ترجمہ :۔ جس شخص نے (پُرخلوص) ارادے سے کعبہ کی طرف (اپنی) اونٹنی کو روانہ کیا تو ہر ہر قدم پر اس کے نشانِ قدم نے قبلہ گاہ ہو جانے کا درجہ حاصل کر لیا (مراد یہ ہے کہ کعبہ حقیقت کا قصد کرنے والا اتنا بلند رتبہ حاصل کر لیتا ہے کہ اس کا نشانِ قدم بھی مستحق سجدہ ہو جاتا ہے)۔

(۲) ترجمہ :۔ باغ میں بنفشہ کا منھ اس لئے نیلا ہو گیا کہ اس نے تیری گھونگر یالی زلفوں کے مقابلہ میں (دعویٰ) کج کلاہی کیا تھا (بنفشہ کا رنگ نیلا مائل بسیاہی ہوتا ہے اسکا سبب شاعر حسن تعلیل کے طور پر زلف دوست کے مقابلہ میں تکبر کو ٹھیراتا ہے)۔

(۳) ترجمہ :۔ شکنِ زلف سے ایک ہوائے لطیف (پیدا کرکے) موج رخسار (خط) پر چلائی (جس سے) میری آنکھ کی پتلی کی کشتی کو تباہ وبرباد کر دیا (یعنی زلف نے رخسار پر بکھر کر مجھے دید سے محروم کر دیا)۔

زروئے وزلف توام سایہ در ضمیر انداخت ۴ فلک مسخرم از ماہ تا بماہی کرد
نشانِ کوکبم اختر شناس بد نے یافت ۵ مشاطہ خالِ ترا اگند وپُر سیاہی کرد
کسے چو خال ز حسن تو کامیاب نہ شد ۶ مقیم کنج لبت گشت وبادشاہی کرد
دلم ملاطفۂ از لب تو داشت اُمید ۷ ہزار قاصد موزوں بنکتہ راہی کرد
من از ملامت مردم بعشق آزادم ۸ زسوئے من رُخ تو خوب عذر خواہی کرد
سجل بپاکیِ حسن تو صبح صادق داد ۹ کہ آفتاب ومہش ثبت بر گواہی کرد
دل از تو آب خورد کاروانِ مصری را ۱۰ کہ عارض وذقنت یوسفیؑ وچاہی کرد
تبارک اللہ از آئینۂ شمائلِ تو ۱۱ کہ دل مطالعۂ صورتِ الٰہی کرد

(۴) ترجمہ :۔ تیرے چہرہ اور زلف کا سایہ میرے دل میں ڈالکر فلک نے ماہ سے ماہی تک (تمام عالم) میرا تابع فرمان بنا دیا۔ (چہرۂ دوست ماہ ہے اور زلف ماہی مشبہ اور مشبہ بہ میں تابانی وبلندی اور سیاہی حرکت اور پستی وجوہ شبہ ہیں)۔

(۵) ترجمہ :۔ نجومی میرے ستارہ (بخت) کا نشان مبارک نہ پاتا تھا تو مشاطۂ (فطرت نے) تیرے (رخسار کے) تل کو کھود ڈالا اور سیاہی سے پُر کر دیا (یعنی میرا اختر سوختہ خالِ رخسار دوست ہے)۔

(۶) ترجمہ :۔ کوئی شخص بھی تیرے حسن سے خال (رخسار) کی مانند کامیابی حاصل نہیں کر سکا کہ تیرے گوشۂ لب میں بیٹھ کر اس نے شاہی کی ہے (مطلب واضح ہے)۔

(۷) ترجمہ :۔ میرا دل تیرے لبوں سے نرمی (گفتار وکردار) کی توقع رکھتا ہے (جس کے حصول کے لئے) ہزاروں مناسب وموزوں قاصد حامل نکات بنا کر بھیجے (مراد موزوں اور پُر نکات اشعار ہیں)۔

(۸) ترجمہ :۔ میں عشق میں لوگوں کی ملامت وسرزنش سے آزاد ہوں (یعنی ان کی ملامت کی مجھے کوئی پرواہ نہیں اس لئے کہ) میری جانب سے تیرے حسین چہرہ نے (کافی) عذر خواہی کر دی ہے (یعنی حسن کا تقاضا یہ ہے کہ عاشق مجبور محبت ہو جائے اس لئے حسن ہی عاشق کا عذر خواہ ہے)۔

(۹) ترجمہ :۔ صبح صادق نے تیرے حسن کے پاک اور مقدس ہونے کی دستاویز لکھدی ہے جس پر گواہی میں چاند اور سورج (کی مہریں) ثبت کر دی ہیں (مراد واضح ہے)۔

(۱۰) ترجمہ :۔ مصر کے قافلہ کے دل تجھ سے سیراب ہوتے ہیں کہ تیرے رخسار اور ذقن نے مرتبہ یوسفؑ وچاہ حاصل کر لیا ہے (قصہ یوسفؑ کے اس حصہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب برادرانِ یوسف ان کو اندھے کنوئیں میں ڈال کر چلے گئے تو قافلۂ مصر نے پانی نکالنے کی غرض سے کنوئیں میں ڈول ڈالا اور حضرت یوسفؑ کو نکال لیا تھا)۔

(۱۱) تشریح :۔ "تبارک اللہ" اللہ بابرکت ہے۔ یہ کلمہ استعجاب وتحسین کے موقعہ پر بولتے ہیں۔ ترجمہ :۔ سبحان اللہ! تیرے حسن وادا کے آئینہ سے دل نے خدا کی صورت کا مطالعہ کر لیا۔ ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ۔ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا (یعنی اسکو اپنے اوصاف کا جلوہ گاہ بنا دیا) شعر میں اس حدیث [illegible]

عبادت سحری را مکن نظیریؔ کم ۱۲ کہ ہر چہ کرد دعا ہائے صبح گاہی کرد

گردشِ چشم بتاں مستی من حالی کرد ۵۹/۱ دور وارونِ نتواندت دم خالی کرد
قبض در کار ندیدم چو شدم مست مدام ۲ حل ہر عقدہ کہ مے کرد بخوش حالی کرد
پائے جبریل بکرسیٔ خیالم نہ رسد ۳ عشق بس پایۂ معراج مراعالی کرد
شورایں بادیہ از بادیہ گردیست مدام ۴ رخت مجنوں بعدم بردومرا والی کرد
ہر کہ برخوانِ طمع دست نیاز ید رسید ۵ مگس آلودہ شداز شہد و گراں بالی کرد
عجز در مجلس اصحاب بکار ست کہ چنگ ۶ جائے از خستہ درونی و حزیں نالی کرد
دلم از خندۂ نوشین حریفاں بگرفت ۷ گوشۂ کو کہ دل از گریہ تواں خالی کرد

(۱۲) ترجمہ :۔ نظیریؔ! صبح کی عبادت کو کم نہ کر اس لئے جو کچھ کیا ہے (الٰہی) صبح کی دعاؤں نے کیا ہے (مراد ظاہر ہے)۔

بحر :۔ رمل مثمن مخبون مشعث مقصور۔ ارکان و تقطیع :۔ مثل ۱/۵

(۱) تشریح :۔ "حالی کرد" ظاہر کرنا۔ قائم کرنا۔ ترجمہ :۔ (ان) بتوں کی (مست) آنکھ کی گردش نے میری مستی کو نمایاں کر دیا (اب زمانہ کا) اُلٹ پھیر (بھی) میرے پیالہ کو (نشاط انگیز شراب سے) خالی نہیں کر سکتا (مطلب صاف ہے)۔

(۲) ترجمہ :۔ جب میں مست شراب ہوگیا تو میں نے کسی کام میں الجھن نہ دیکھی (مستی) شراب نے جس مشکل کو حل کیا نہایت سہولت اور آسانی کے ساتھ کر دیا (یعنی مستیٔ شراب سے غم کے تمام عقدے حل ہو گئے)۔

(۳) تشریح :۔ "جبرئیلؑ" وحی لانیوالا فرشتہ۔ "کرسی" فلک ہشتم۔ "معراج" زینہ۔ ترجمہ :۔ جبرئیلؑ کا قدم (بھی) میرے خیال کی (بلند) کرسی تک نہیں پہنچ سکتا (کیونکہ) عشق نے میرے زینہ (ترقی) کے پایہ کو بہت بلند کر دیا ہے (یعنی بتقریب عشق میں خلوتخانۂ دوست میں پہنچ گیا ہوں جہاں جبرئیلؑ کا بھی گذر ممکن نہیں)۔

(۴) ترجمہ :۔ اس صحرائے (عشق) کی ہنگامہ خیزی و شوراشوری ہمیشہ دیوانگان شوق کی صحرانوردی سے ہی (قائم) ہے (چنانچہ) مجنوں نے (یعنی قیس بن عامر نے اپنا) سامان (سفر) ملکِ عدم میں منتقل کر لیا اور مجھ کو اس (صحرا کا) والی بنا گیا (تاکہ میرے دم سے وہی ہنگامۂ دشت نوردی قائم رہے)۔

(۵) ترجمہ :۔ جس نے حرص و طمع کے دسترخوان پر ہاتھ نہیں ڈالا دیوں سمجھ لو کہ) وہ (نعمت حقیقی کے خوان پر) پہنچ گیا (اور حریص) مکھی شہد میں لت پت ہوئی اور (اس کے) بازو بوجھل ہو کر رہ گئے (یعنی انجام قناعت کامیابی ہے اور انجامِ طمع ہلاکت ہے)۔

(۶) ترجمہ :۔ دوستوں کی محفل میں عاجزی (ہی) درکار ہے اس لئے کہ (دیکھ لو!) سارنگی نے (محفل میں) جگہ (اپنے سینہ کی خستگی اور غم آلود نالے کی وجہ سے پائی (دوسرا مصرعہ پہلے کے لئے دلیل تمثیلی ہے)۔

(۷) ترجمہ :۔ ہم پیشہ لوگوں کی مسرت آمیز ہنسی سے میرا دل اور اُکتا گیا ہے (للہ بتاؤ کہ تنہائی کا) گوشہ کہاں ہے تاکہ دل کو گریہ و زاری سے خالی کیا جا سکے (یعنی جہاں میں رو کر دل کا بخار نکال لوں)۔

قصۂ عشق بوصف تو طویل ست طویل ۸ درکِ تفصیل جمالت خرد اجمالی کرد
یوسف از خواریٔ اخواں بکسادی افتاد ۹ کہ فروشندہ بہ پیش آمد و دلالی کرد
بود نزدیک کہ کام از لب شیریں گیرم ۱۰ دست می یافت ظفر بخت کم اقبالی کرد
کرد بازیچۂ معشوق نظیریؔ خود را ۱۱ آنچہ خرداں نکند او بکہن سالی کرد

خوشا کز بس ہجوم گریہ ام در دامن آویزد ۵۹/۲ سرِ دستِ نگاریں نگارا از گردن آویزد
چناں در دوست آویزم بدل گرمی و دمسازی ۲ کہ ہنگامِ جانبازی بدشمن دشمن آویزد
نسازد بوئے یوسفؑ دیدۂ یعقوبؑ روشن ۳ اگر عشقِ زلیخا ایش نہ در پیراہن آویزد

(۸) ترجمہ :۔ تیرے اوصاف کے بیان کے ساتھ عشق کا افسانہ بڑا ہی طویل ہے (بس) عقل نے (بھی) تیرے جمال کی تفصیلات کا علم اجمالی (غیر واضح طور پر) حاصل کیا ہے (یعنی حسن و جمال دوست کی تفصیل معرضِ بیان میں نہیں آ سکتی)۔

(۹) ترجمہ :۔ یوسفؑ بھائیوں کی ذلت سے کساد بازاری میں پڑے اس لئے کہ بیچنے والا خود آگے بڑھا اور خود دلالی کا کام کیا (یعنی وشروہ بثمن بخس دراھم معدودۃ۔ کی طرف تلمیح ہے یعنی بھائیوں نے ان کو معمولی قیمت پر چند درہم کے بدلے کاروانِ مصری کے ہاتھ فروخت کر دیا ورنہ ان کی قیمت کس سے ادا ہو سکتی تھی)۔

(۱۰) ترجمہ :۔ قریب تھا کہ (دہن عاشق معشوق (کے) لب شیریں سے مراد حاصل کرے ہاتھ (تو) قابو پاتا تھا مگر مقدر نے کم نصیبی دکھلائی (یعنی بخت نے ساتھ نہ دیا اس لئے جو کچھ ہے اپنے نصیب کا ہی قصور ہے)۔

(۱۱) ترجمہ :۔ (کہن سال) نظیریؔ نے اپنے آپ کو معشوق کا کھلونا بنا لیا (تعجب ہے کہ) جو کام کم سن بچے بھی نہیں کرتے وہ اس نے بڑھاپے میں کیا (مراد واضح ہے)

بحر :۔ ہزج مثمن سالم۔ ارکان و تقطیع :۔ مثل ۲/۵

(۱) تشریح :۔ "گریہ ام" میں ضمیر متکلم دامن کا مضاف الیہ ہے۔ "از گردن آویختن" پہنانا۔ ترجمہ :۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اس گریہ و زاری کے ہجوم کی وجہ سے جو میرے دامن میں سے اُلجھ رہا ہے (یعنی میرا حال زار دیکھ کر) میرے معشوقِ حسین کا ہاتھ (میری) گردن میں (اپنی باہوں کا) ہار ڈال دے (یعنی کیا اچھا ہو کہ دوست سے واصل ہو کر اشکوں کے بجائے دستِ دوست میری گردن میں حمائل ہو جائے)۔

(۲) ترجمہ :۔ میں (بحالت وصل) دوست سے جوشِ دل اور جذبۂ محبت کے ساتھ ایسا چمٹ جاتا ہوں کہ جیسے بوقت جنگ دشمن دشمن سے چمٹتا ہے۔

(۳) ترجمہ :۔ یوسفؑ کی خوشبو یعقوبؑ کی آنکھ کو روشن نہیں کر سکتی اگر عشق زلیخا (کا ہاتھ بھی) اس کے پیراہن کا دامن گیر نہ ہوتا (یعنی دیدۂ بے نور کو منور کرنا صرف حسن کا معجزہ نہیں ہے عشق بھی اس میں دخیل ہے)۔

معقیم کوئے تو بے روئے تو با بلبلے ماند ۴ کہ صیادش بگاہے دے قفس در گلشن آویزد
گرفتم در پر پروانہ سوزم در نمی گیرد ۵ حذر کن زانکہ ناگہ آتشم در روغن آویزد
دلے دارم بدست طعن ناصح چوں کہن دلق ۶ کہ در ہر بخیہ لختِ خرقہ از سوزن آویزد
چراغ ما چہ زیب و فر دہد محفل سرائے را ۷ کہ قندیل و مہ و مہرش فلک در روزن آویزد
ببینی گر جلائے از مہ و پروین مشو ایمن ۸ بشکلِ خوشہ گہ صیاد دام از خرمن آویزد
پے درد نظیری ایں ہمہ گفت و شنو دارم ۹ گلے می چینم از گلشن کہ خارے در من آویزد

نگاہت چشمِ جادو بر نتابد ۶۰/۱ فریبت خالِ ہندو بر نتابد

(۴) تشریح:۔ "صیادش" میں ضمیر غائب قفس کا مضاف الیہ ہے۔ "دے" نام ماہ خزاں۔ ترجمہ:۔ تیرے کوچہ کا مقیم (عاشق) تیرے رخِ روشن کی دید کے بغیر اس بلبل کے مشابہ ہے جس کا قفس شکاری موسمِ خزاں میں چمن کے اندر لٹکا دے۔

(۵) تشریح:۔ "گرفتم" بمعنی فرض کردم، تسلیم کردم۔ ترجمہ:۔ میں نے مانا کہ (ابھی) میرا سوز (عشق) پروانے کے پروں پر (بھی) اثر نہیں کرتا (یعنی ابھی بہت ہی معمولی حالت میں ہے مگر) اس سے ڈر کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک دم میری (یہ) آگ روغن (مغزِ استخوان) میں لگ جائے (کہ پھر تمام کائناتِ ہستی کو جلا ڈالے گی)۔

(۶) ترجمہ:۔ میرے پاس ایک دل ہے جو ناصح کے دستِ ملامت میں اُس پرانی گدڑی کی مانند ہے کہ ہر ہر ٹانکے میں (بجائے سلنے کے ٹوٹ ٹوٹ کر) خرقہ کے ٹکڑے سوئی میں اُلجھ آتے ہیں (یعنی ناصح واعظ کی ہر بات اور خستگیٔ دل کو بڑھاتی ہے)۔

(۷) ترجمہ:۔ ہمارا چراغ (ہستی) اس محفل کو کیا زیب و زینت بخش سکتا ہے جس کے ہر ہر جھروکہ میں آسمان چاند اور سورج کے قندیل لٹکا رہا ہو۔ (یعنی آفتابِ حقیقت کے سامنے ذرۂ مجازی کیا نمائش ہو سکتی ہے)۔

(۸) ترجمہ:۔ اگر تو گردش (ماہ و پروین سے روشنیٔ (امید) دیکھ رہا ہے تو بے خوف نہ ہو اس لئے کہ کبھی کبھی صیاد خوشہ کی شکل میں جال خرمن سے لگا دیا کرتا ہے (مہ و پروین کو خوشہ سے تشبیہ دیکر اس کو دام قرار دیا ہے۔ یعنی یہ دامِ فریب ہے جو صیاد نے بچھا رکھا ہے اس سے آگاہ رہنا چاہیئے)۔

(۹) ترجمہ:۔ یہ تمام گفتگو میں نظیری کے درد (ناکامی کو ہلکا کرنے) کے لئے کر رہا ہوں (یعنی یہ گفتگو کہ حالت زمانہ یہ ہے کہ) گلشن (عالم) سے میں ایک گل (مراد) چنتا ہوں کہ خارِ ناکامی (بھی) میرے چُبھ جاتا ہے (یعنی رنج و راحت دونوں توام ہیں)۔

بحر:۔ ہزج مسدس محذوف۔ ارکان و تقطیع:۔ مثل ۲۵

(۱) تشریح:۔ "جادو" مراد جادوگر۔ "ہندو" بت کافر۔ ترجمہ:۔ جادوگر کی آنکھ (بھی) تیری نگاہ کی تاب نہیں لا سکتی اور تیرے فریب (حسن) کو بت کافر کا خال (رخسار بھی) برداشت نہیں کر سکتا (یعنی تیرا سحرِ نگاہ اور فریبِ حسن تمام جادو نگاہوں اور فریبِ حسن رکھنے والوں سے بڑھ کر ہے)۔

چو گل از تابشے بر میفروزی ۲ مزاجت گرمیٔ خو بر نتابد
تعالی اللہ ازاں لطفِ بنا گوش ۳ کہ بر تابیدنِ رُو بر نتابد
چناں در دوستی توسن عنانی ۴ کہ رخش طاقتت مو بر نتابد
صبا ترساں وزو سویت کہ ترسد ۵ دماغت عطرِ گیسو بر نتابد
مزاجِ وحشیٔ داری کہ از دور ۶ نگاہِ چشمِ آہو بر نتابد
زبس وحشی غزالانت رمانند ۷ دلِ شوریدہ ام ہو بر نتابد
کلاہِ نازنیک از سر نہادی ۸ جبینت چینِ ابرو بر نتابد
خدنگ چشم زود از زہ فگندی ۹ کمانت زورِ بازو بر نتابد

(۲) ترجمہ:۔ پھول کے مانند تو (خود اپنی) حرارت (مزاج) سے سرخ ہو جاتا ہے کہ تیرا مزاج آتش خوئی کو برداشت نہیں کر سکتا (مطلب صاف ہے)۔

(۳) تشریح:۔ "تعالی اللہ" کلمہ تعجب و تحسین بمعنی خدا برتر است۔ "بناگوش" کان کی لَو۔ ترجمہ:۔ سبحان اللہ (تیرے) کان کی لَو کا لطف و کرم کتنا ہے کہ چہرہ کے پھرنے پر (بھی) وہ (ہم سے) نہیں پھرتی (چہرہ پھیر لینے کے وقت کان کی لَو سامنے آجاتی ہے مراد یہ ہے کہ دوستِ حقیقی حالت ناراضی میں بھی خوانِ کرم سے رزق عطا کرتا رہتا ہے)۔

(۴) تشریح:۔ "توسن عنان" سرکش۔ اسم فاعل ترکیبی۔ توسن بمعنی اسپ سرکش، عنان بمعنی باگ۔ ترجمہ:۔ تو دوستی (کے معاملہ) میں ایسا (تند خو اور) سرکش ہے کہ تیرا اسپ طاقت و ضبط ایک بال (کی ضرب کی بھی) سہار نہیں رکھتا (مراد ظاہر ہے)۔

(۵) ترجمہ:۔ بادِ صبا ڈرتے ڈرتے تیری جانب چلتی ہے اس لئے کہ اس کو خوف ہے کہ تیرا دماغ (نازک) خوشبوئے زلف کی (بھی) تاب نہیں لائیگا (معشوق کے نازک مزاج ہونے کی تعریف کرتا ہے)۔

(۶) ترجمہ:۔ تو ایسا وحشت پسند مزاج رکھتا ہے کہ دور سے (بھی) وہ چشمِ آہو کی نگاہ برداشت نہیں کر سکتا (حالانکہ) الجنس یمیل الی الجنس کے قاعدہ سے آہو کو آہو سے وحشت نہ ہونی چاہیئے۔ مراد یہ ہے کہ دوست وحشت مزاج حسینوں میں فرد ہے۔ دوسرے حسین بھی اس کی نگاہ میں اجنبی ہیں)۔

(۷) تشریح:۔ "وحشی غزال" مراد چشم۔ "رمانند" بمعنی رماں ہستند۔ ترجمہ:۔ چونکہ تیری وحشی ہرنیں (یعنی آنکھیں) بہت بدکنے والی ہیں (اس لئے) میرا دلِ وارفتہ ایک ہو کی (بھی) تاب نہیں رکھتا کہ یہ آہوانِ رمیدہ کہیں اور زیادہ نہ بدک جائیں یعنی آہ بھی اس خیال سے نہیں کرتا کہ کہیں دوست بے التفاتی میں اور اضافہ نہ کر دے اور اچھا خاصہ عذر ہاتھ آجائے۔

(۸) ترجمہ:۔ خوب کیا کہ کلاہِ ناز کو تونے سر سے اُتار دیا کیونکہ تیری نازک پیشانی شکنِ ابرو (بھی) برداشت نہیں کر سکتی (تو کلاہِ ناز کی برداشت کہاں ہو سکتی ہے)

(۹) ترجمہ:۔ تیرِ نگاہ تونے جلدی چلہ (کمانِ ابرو) سے چلا دیا (کیونکہ) تیری کمانِ (نازک) کو زورِ بازو کی تاب نہیں۔ (یعنی دوست نے ابرو کی [illegible])

چو عزم بدعتے خویت نماید ۱۰ عناں ز آں سو بایں سو برنتابد
بقہر و ناز تو گردن نہادیم ۱۱ کہ سر از صولجاں گو برنتابد
چو آید در بیاں کلک نظیری ۱۲ لآلی تار صد تو برنتابد

رشحہ از حسن جاناں ریختند ۶/۱ بر جہاں از عشق طوفاں ریختند
زاں ہمہ طوفاں کہ برانگیخت عشق ۲ جرعۂ در جام انساں ریختند
از قضا آں جرعہ چوں آمد بجوش ۳ ہر طرف در قالب جاں ریختند
رشح نورے شد ہویدا ہر کجا ۴ پرتو بر شرطِ پیماں ریختند
از خمار و مستیٔ آں نور پاک ۵ دُرد کفر و صاف ایماں ریختند

(۱۰) ترجمہ:۔ جب تیری عادت (شعبدہ کار) کسی انوکھی بات کرنے کا ارادہ کرتی ہے تو (اپنی) باگ اُس طرف سے اِس طرف کو نہیں پھیرتی (یعنی بجانب اغیار مائل ہو جاتی ہے اور میری طرف سے پھر جاتی ہے۔ پھر جو طوفان آہ و نالہ میں برپا کرتا ہوں وہ دیدنی و شنیدنی ہوتا ہے)۔

(۱۱) تشریح:۔ "گردن نہادن" تسلیم کرنا۔ "صولجان" بلّا۔ ہاکی۔ ترجمہ:۔ تیرے ناز اور قہر و غضب کے سامنے ہم نے گردن تسلیم خم کر دی ہے کیونکہ (ظاہر ہے کہ) گیند بَلّے سے روگردانی نہیں کر سکتی (یعنی اے دوست ہم تیرے قبضہ میں ہیں ہمارے ساتھ جو چاہو معاملہ کرو)

(۱۲) تشریح:۔ "لآلی" جمع لولو۔ "تارِ صد تو" سَو تار والا دھاگا۔ ترجمہ:۔ جب نظیری کا قلم بیان کرنے پر آتا ہے تو موتی سینکڑوں تار والے دھاگے کو بھی برداشت نہیں کر سکتے گویا لڑی ٹوٹ کر صفحۂ قرطاس پر موتی بکھیر رہی ہے)۔

بحر:۔ رمل مسدس مقصور ارکان و تقطیع:۔ رشحۂ از / فاعلاتن، حسن جانا / فاعلاتن، ریختند / فاعلات + بر جہاں از / فاعلاتن، عشق طوفا / فاعلاتن، ریختند / فاعلات

(۱) ترجمہ:۔ (کارکنانِ فطرت نے) حسن دوست کا ایک چھینٹا ڈال دیا (چھڑکا تھا) عالم پر عشق کا ایک طوفان برپا کر دیا (یعنی حسن قدیم کے ایک جلوہ نے عالم میں ایک طوفانِ عشق برپا کر رکھا ہے)۔

(۲) ترجمہ:۔ وہ تمام طوفان جو عشق نے برپا کیا اس میں سے ایک گھونٹ انسان کے جام (دل) میں ڈال دیا۔

(۳) ترجمہ:۔ (حکم) قضا (یا اتفاق) سے جب وہ گھونٹ جوش میں آیا تو ہر سمت ہر ہر ڈھانچے میں جان ڈال دی۔ (یعنی موجوداتِ عالم معرضِ ظہور میں آ گئے)۔

(۴) ترجمہ:۔ نورِ حسن کے چھینٹے ہر جگہ نمودار ہو گئے (وہاں مگر) پرتو حسن (عہد و پیمان (وفا) کی شرط لگا کر ڈالا گیا ہے (عہد الست کی طرف اشارہ ہے)

(۵) ترجمہ:۔ پھر اس پاک نور (بادۂ عرفاں) کی مستی اور خمار سے ایمان کی شراب مصفّیٰ اور کفر کی (دُرد) تلچھٹ پیدا کر دی (خمار شراب نہ ملنے پر ہوتا ہے اور مستی شراب پینے پر اس لئے نورِ عشق سے محرومی کو خمار اور دُرد کفر قرار دیا ہے اور اس کے ملنے پر لطف اندوز ہونے کو مستی اور صاف ایمان شعر میں لف و نشر مرتب ہے)۔

ہر طرف رنگے بگِل بسرشتہ شد ۶ قالبِ گبر و مسلماں ریختند
شہوتے انگیختند از مغز نے ۷ پیکرے از آبِ حیواں ریختند
وانگہ از الماس بہرِ جانِ ما ۸ تیغ ابرو و رمحِ مژگاں ریختند
تیز کردند و از آں آلودہ زہر ۹ شوز نشے بر زخمِ پنہاں ریختند
آب کردند از دلِ ما پارۂ ۱۰ دانۂ یاقوتِ رُماں ریختند
لالۂ حمرا و لعلِ آب دار ۱۱ کوہ را در جیب و داماں ریختند
عکس از داغِ دروں برداشتند ۱۲ بر چمن گلہائے الواں ریختند
ایں ہمہ گلہائے سبز و زرد و سرخ ۱۳ از دمِ ما بر گلستاں ریختند
جوہرے از قولِ شور انگیزِ ما ۱۴ عندلیباں را بالحاں ریختند

(۶) ترجمہ:۔ ہر طرف ایک (خاص) رنگ آب و خاک میں خمیر کر دیا گیا (جس سے) کافر اور مسلمان کا قالب تیار کیا (یہ شعر پہلے شعر کی مزید توضیح ہے)

(۷) ترجمہ:۔ (بے ثمر) نے (نرکل) کے گودے سے خواہش اور شوق پیدا کر دیا (گویا) آبِ حیات کا ایک مجسم پیکر بنا دیا (یعنی بے مایہ انسان کو بطفیل عشق فیض رسانی کا وہ درجہ عطا کر دیا جو چشمۂ حیات کو حاصل ہے

(۸) ترجمہ:۔ پھر ہماری جان (تراشی) کے لئے ہیرے کی تیغ ابرو اور تیر مژگاں تیار کیا (یعنی حسینوں کی ابرو اور مژگاں کی زد دلِ عاشق پر الماس کے بنے ہوئے تیر و تیغ کے مثل ہے)

(۹) تشریح:۔ "سوزنش" برادۂ آہن، ریم آہن جو زخم کے بڑھنے کا سبب ہوتا ہے۔ ترجمہ:۔ (اس تیغ ابرو اور رمح مژگاں کو) تیز کیا اور (اُس زہر میں بجھے ہوئے (تیر و تیغ) سے (ہمارے) پوشیدہ زخم (دل) پر برادۂ آہن چھڑک دیا (یعنی ہمارے زخم میں خوب ہی چرکے لگائے)

(۱۰) تشریح:۔ "رمان" انار۔ "یاقوت" نام جوہر سرخ رنگ۔ ترجمہ:۔ ہمارے دل کے ایک ٹکڑے کو پانی کر کے انار کے یاقوت دانے پیدا کر دیئے (یعنی گویا دانہ ہائے انار ہمارے ہی آب شدہ پارہ ہائے دل و جگر ہیں)

(۱۱) ترجمہ:۔ (اور اسی سے) سرخ لالے اور آبدار لعل پہاڑ کے دامن اور گریبان میں ڈال دیے (مراد ظاہری)

(۱۲) ترجمہ:۔ (ہمارے ہی) دل کے داغ کا عکس اٹھا کر چمن میں گلہائے رنگا رنگ پیدا کر دیئے۔ (یعنی رنگینیٔ کائنات ہمارے دل کی رنگینی کا عکس ہے)

(۱۳) ترجمہ:۔ (یہ تمام قسم قسم کے) سبز زرد اور سرخ پھول ہمارے ہی دم سے باغ میں بکھیر دیئے

(۱۴) ترجمہ:۔ ہمارے طوفان خیز کلام کا جوہر بلبلوں کے راگوں میں بھر دیا ہے (اسی لئے ان کے نالے بھی دل سوز و حزیں ہونے لگے)

غنچہ را دل زاں نوائے جاں خراش ۱۵ پارہ پارہ در گریباں ریختند

رنگ ہر نقشے کزاں انگیخت طبع ۱۶ چینیاں بر قصر و ایواں ریختند

داغ ہر سودا کزاں انگیخت عشق ۱۷ مصریاں بر بیت احزاں ریختند

نکہتے برخاست زیں سودا بمصر ۱۸ بر قمیص ماہ کنعاں ریختند

اصل ایں فرع از یمن شد عطر بیز ۱۹ بر نبی از فیض رحماں ریختند

مایۂ ماند باقی زیں عبیر ۲۰ بر نظیری در خراساں ریختند

پیراں کہ وقع فیض بتاثیر بردہ اند $\frac{۹۲}{۱}$ آب رخ جواں بدم پیر بردہ اند

چوں من ہر آنکساں کہ نفس گردہ اند سر ۲ نور سحر بنالۂ شب گیر بردہ اند

سرگشتہ اند اگرچہ بتحصیل تجربہ ۳ پے تا فراز طارم تدبیر بردہ اند

(۱۵) ترجمہ :- (اور) اسی جان خراش آواز سے غنچہ کا دل ٹکڑے ٹکڑے کرکے گریبان میں ڈالا یا (یعنی ہمارے نغمۂ عاشقی نے ہی دل غنچہ صد چاک کر دیا ہے گویا اس طرح اس نے عمل شگفتہ کی صورت حاصل کر لی ہے)

(۱۶) ترجمہ :- ہر اس نقش کا رنگ جو کہ فطرت طبیعت نے (اس سے) اٹھایا چینیوں نے اپنے محلات میں لگایا۔ (یعنی نگار خانۂ چین کے نقش و نگار بھی ہمارے قول شور انگیز سے ہی عکس الوان ہیں)

(۱۷) ترجمہ :- ہر سودائے (جنوں) کا داغ جو اس سے عشق نے حاصل کیا وہ مصریوں نے (اپنے) غمخانوں پر لگا لیا (یعنی) اہل مصر بھی خریدار یوسف ہمارے قول شور انگیز کی ولولہ انگیزی کی وجہ سے بنے)

(۱۸) ترجمہ :- اسی سودائے (عشق) کی ایک خوشبو مصر میں پیدا ہوئی (جو) ماہ کنعان (یوسف) کی قمیص میں بسا دی (یعنی بوئے پیراہن یوسف جو یعقوب تک پہونچی وہ بوئے عشق و محبت تھی)

(۱۹) ترجمہ :- (گو) اس شاخ (حکمت و ایمان کی) بیخ دین یمن سے عطر افشاں ہوئی (مگر قضاء قدر نے) خدا کے فضل سے نبی پر (مکہ میں) اسکی بارش کر دی۔ اشارہ :- آنحضرت کے قول الایمان یمانٍ والحکمۃ یمانیۃ کی طرف تلمیح ہے یعنی وہ ایمان و حکمت جو سرچشمہ عشق آلہی ہے اور جس کا منبع قبل از اسلام یمن رہ چکا ہے بفضل خدا اور بطفیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ اس کا معدن بنگیا شعر نعتیہ ہے۔

(۲۰) ترجمہ :- اس عنبر آلود خوشبو میں سے تھوڑی سی باقی تھی وہ (ملک) خراسان میں نظیری کو عطا کر دی (مراد صاف ہے)

بحر :- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور۔ ارکان و تقطیع :- مثل ۹

(۱) ترجمہ :- وہ بوڑھے جنھوں نے (نالہائے سحری کی) تاثیر سے فیض (خداوندی) کا شرف حاصل کر لیا ہے انھوں نے (اپنی) ضعیف آہوں سے جوانوں کی آبرو چھین لی (یعنی باوجود ضعف پیری وہ کام کیا کہ جوانوں کی جوانی شرما گئی)

(۲) ترجمہ :- میری طرح جن لوگوں نے آہیں کھینچی ہیں وہ (اپنے) نالہائے نیم شبی کے ذریعہ نور سحر (حاصل کر) لے گئے (یعنی

از سالخوردگاں نبود خوش فضول از انک ۴ صحبت لطیف خانۂ تقدیر بردہ اند

پیراں زرد و تیرہ سیہ کار مے شوند ۵ با آنکہ موسفید سر از شیر بردہ اند

بیباکی و غرور جوانی نماند حیف ۶ پیراں ہمہ خجالت و تقصیر بردہ اند

شادی شیب گرمی و افیون بود چہ خط ۷ ایں قوم رہ بعیش تبذ و یر بردہ اند

گر کج شود بما دل نازک براں سزد ۸ بار گراں بقامت چوں تیر بردہ اند

باموئے ہمچو سبحۂ کافور گشتہ اند ۹ آنانکہ پے بزلف چو زنجیر بردہ اند

یوسف فریب گرگ مثل کیجا خورد ۱۰ روبہ بصید کردن نخچیر بردہ اند

نالہائے نیم شبی کامیابی وصال کا ذریعہ ہیں)

(۳) ترجمہ :- (ایسے لوگ) اگرچہ تجربہ حاصل کرتے میں سرگرداں رہ کر رہ گئے مگر وہ تدبیر کی منزل اعلی کی بلندی تک پہونچ گئے ہیں (یعنی اپنی تدبیر میں انہوں نے کوئی کمی نہیں کی)

(۴) ترجمہ :- فضول اور دور از کار باتیں بوڑھے تجربہ کاروں سے بھلی نہیں معلوم ہوتیں کیونکہ انھوں نے تقدیر (الٰہی) کے لطف خانہ کی صحبت اٹھائی ہے (یعنی ایسے لوگوں کو تقدیر پر شاکر رہنا چاہیئے بے صبر ہو کر بیکار باتیں نہیں کرنی چاہئیں)

(۵) تشریح :- "سر شیر" بالائی۔ ترجمہ :- (اہل بعض) بوڑھے (اپنی) بدبختی سے سیہ کار (اور بد عمل بھی) ہو جاتے ہیں۔ باوجودیکہ (سر و ریش کے) بال سفید ہیں مگر دودھ سے بالائی اتار لیجاتے ہیں (یعنی لوگوں کو اپنی وضع سے دھوکہ دیتے ہیں)

(۶) ترجمہ :- افسوس کہ اب جوانی کی بیباکی اور وہ مستی و غرور باقی نہیں رہا (چنانچہ) سب بوڑھوں کو سراسر کوتاہی عمل پر شرمندگی اٹھانی پڑی (یعنی اب بوڑھے ہو کر ایام جوانی کے ضائع کرنے پر شرمندہ ہیں)

(۷) ترجمہ :- بڑھاپے میں عیش و شادمانی کی مثال گرمی اور افیون کی سی ہے (بس) کیا عزہ؟ یہ قوم مکاری سے عیش و راحت کا راستہ اختیار کئے ہوئے ہے (مراد ظاہر ہے)

(۸) ترجمہ :- اگر نازک بدن حسینوں کا بدن ہمارے ساتھ کجروی اختیار کرے تو بجائے اسلئے کہ تیر جیسے (سیدھے اور) بے قدیر ایک بار گراں (عجز) اٹھا رکھا ہے (اور ظاہر ہے کہ جب ایک شخص پر بڑا بار ہو تو وہ کسی سے بات تک کرنے کا روادار نہیں ہوتا)

(۹) ترجمہ تقلیب مصرعین :- وہ لوگ جنھوں نے (دوست کی) زنجیر جیسی زلف کا سراغ لگایا ہے وہ تسبیح کافور کے مانند سفید مو ہوگئے ہیں (یعنی یہ راز کہ مجاز چہرۂ حقیقت کیلئے مثل زلف گرہ گیر ایک نقاب ہے۔ طویل ریاضات کے بعد کہیں بڑھاپے میں ہی کھلتا ہے)

(۱۰) تشریح :- "مثل" صیغہ اسم مفعول از تمثیل بمعنی متخیل۔ ترجمہ :- یوسف ایک خیالی بھیڑیئے کے فریب میں کب آ سکتا ہے (اور جو لوگ ایسا خیال رکھتے ہیں گویا وہ) شکار پھانسنے کے لئے لومڑی کا ساتھ بسلے گئے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ یوسف حقیقت روباہ بازی سے ہاتھ نہیں آ سکتا جس طرح برادران یوسف، یوسف کو گرگ متخیل کا شکار نہ بنا سکے)

وحشی چو تو شکارِ نظیری کجا شود ۱۱ شہباز را بدامِ مگس گیر بردہ اند

چہ خوست کیں دلِ کافر نہادِ من دارد ۶۳/۱ نہ مذہبِ من و نہ اعتقادِ من دارد

بآب و آتشم از سرکشی نمی سازد ۲ ہزار عربدہ با خاک و بادِ من دارد

زتیر نالہ فلک را کمین بر انگیزد ۳ کمان فتنہ بزہ از عنادِ من دارد

زبیم غصہ کہ روئے زمن بگرداند ۴ عدوئے رحم کہ رائے بدادِ من دارد

بچشمِ دل زسویدائے دل ضعیف ترم ۵ اگرچہ قوتِ دید از سوادِ من دارد

مبارزے کہ ہدف سدِ آہنیں سازد ۶ کجا حذر زکمین و کشادِ من دارد

چہ اعتماد کنم بر دو روئی غماز ۷ کہ حادثاتِ جہاں با یادِ من دارد

(۱۱) ترجمہ:- اے دوست! تجھ جیسا وحشی رنا رام نظیری کا صید کہاں بن سکتا ہے (کیا کبھی سنا ہے) کہ شاہباز کو لوگوں نے مکڑی کے جال میں پھانس لیا ہو (یعنی ایسا کبھی ہوا نہ ہو)

بحر:- مجتث مثمن مخبون مشعث محذوف - ارکان و تقطیع:- مثل ۶۲ رکن آخر مشعث و محذوف بروزن فعلن ہے۔

(۱) تشریح:- "کافر نہاد" اسم فاعل ترکیبی بمعنی منکر مزاج - ترجمہ:- اس میرے منکر مزاج دل کی کیسی (بے تکی) عادت ہے کہ نہ وہ میرا سا مذہب رکھتا ہے اور نہ میرا سا عقیدہ (یعنی میرا دل بھی میرا ہمخیال نہیں اور تو کوئی کیا ہوگا؟)

(۲) ترجمہ:- وہ سرکشی پر آمادہ ہو کر میرے آب و آتش کے ساتھ ساز نہیں کرتا اور میرے خاک و باد کے ساتھ ہزاروں چپقلش رکھتا ہے (یعنی میرا دل جب میرے عناصرِ وجود کے ساتھ برسرِ پیکار ہے تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ زندگی کی کیا صورت نکلے)

(۳) تشریح:- "کمین برانگیختن" گھات لگا کر حملہ کرنا۔ ترجمہ:- جو نالے کے تیر دل سے آسمان پر حملہ کرتا ہے اور میرے ساتھ دشمنی و عداوت کی وجہ سے فتنے کی کمانِ چلہ چڑھی ہوئی (تیار) رکھتا ہے (یعنی نہ مجھے چین سے رہنے دیتا ہے اور نہ زمانہ کو)

(۴) ترجمہ:- وہ رنج و غم کا ایسا ندیم بنا ہوا ہے کہ مجھ سے روگردانی کرتا ہے اور رحم کا وہ دشمن کہ جو میری انصاف کا حق رکھتا ہے (پس ظاہر ہے کہ ایسے دل سے نشاط کار اور داد و فریاد رسی کی کیا توقع ہو سکتی ہے)

(۵) ترجمہ:- میں نگاہِ دل میں دل کے نقطۂ سیاہ سے بھی زیادہ ضعیف و بے جان ہوں اگرچہ خود وہ دیکھنے کی قوت میری ہی سیاہی سے رکھتا ہے (یعنی میری روح اگرچہ مضمحل ہے مگر دل کی بینائی اسی سے قائم ہے اسلئے مجھ کو حقیر نہ سمجھنا چاہیے)

(۶) ترجمہ:- وہ جنگجو جو سکندر کی بنائی ہوئی (لوہے کی دیوار کو نشانہ بناڈالے (بھلا) وہ میرے گھات میں چھپنے اور نکلنے سے کیا ڈر سکتا ہے (یعنی دوست کا تیرِ نگاہ جو سدِ سکندری کو چھلنی کر سکتا ہے وہ بھلا مجھ سے کہاں رک سکتا ہے)

(۷) ترجمہ:- اس چغلخور کی دورخی پر میں کیا بھروسہ کروں جو میرے سامنے دنیا جہاں کے قصے رنگ و بھلائی کیواسطے مجبور ہا ہے (خود اپنے دل کو غماز قرار دیا ہے)

بصد علاقۂ دل بایدم مقید بود ۸ بایں گماں کہ سرِ انقیادِ من دارد

من آں عزیزِ زمانم کہ بخت ہر ساعت ۹ متاعِ مصرِ دگر در مرادِ من دارد

رسالت دستِ تجرد کہ نزلِ من گیرد ۱۰ قوی ست پشتِ توکل کہ زادِ من دارد

بمصرعے کہ ندیماں زنظمِ من خوانند ۱۱ ہزار فخر بمن اوستادِ من دارد

زمکرِ چرخ نظیری عجب ہراسانم ۱۲ کہ کارہائے مرا بر مرادِ من دارد

دریں سپید رقم قسمت و حوالہ نماند ۶۴/۱ اثر زمہر و خط ایں کہن قبالہ نماند

ہزار قرن بریں قصرِ مرد ماں بگذشت ۲ مسائلِ حکم و دفتر و رسالہ نماند

زبابِ رحم و مروت نشاں چہ میخواہی ۳ ازیں مقولہ حکایت دریں مقالہ نماند

(۸) ترجمہ:- مجھے دل کے سیکڑوں بندھنوں کے ساتھ بندھا رہنا پڑیگا۔ اس خیال سے کہ وہ (دوست) میرا مطیع و رام بنا چاہتا ہے (یعنی محبوب وحشی خرام کے رام ہونے کی توقع قطع تعلق بھی نہیں کرنے دیتی)

(۹) ترجمہ:- میں (اپنے) زمانہ کا وہ عزیز (مصر) ہوں کہ میرا مقدر ہر گھڑی ایک نئے (یا دوسرے) مصر کی متاع (حسن و خوبی) میری مراد برآری میں لگا رہا ہے (یعنی آج مصرِ عاشقی کے عزیز ہم ہیں اور متاعِ حسنِ یوسفی آج ہمارے قبضہ میں ہے)

(۱۰) تشریح:- "تجرد" آلودگی مادیات سے پاک ہو جانا، ترک دنیا۔ "توکل" خدا پر بھروسہ رکھنا مقاماتِ تصوف میں یہ ایک اونچا مقام ہے۔ "نزل" سامانِ ضیافت، مہمانی۔ ترجمہ:- جس دستِ تجرد میں کہ میری مہمانی ہے وہ بڑا دور رس ہے اور جس (ناقہ) توکل کی پشت پر میرا زادِ راہ ہے وہ بہت قوی ہے (یعنی تجرد و توکل کے مقام پر پہونچکر نہ بحالت اقامت منزل کی فکر رہتی ہے اور نہ بحالت سفر زاد کی، غرض تمام جھگڑوں سے نجات ملجاتی ہے)

(۱۱) ترجمہ:- ہر اس مصرع پر جو اہلِ مجلس میرے اشعار سے پڑھتے ہیں میرا استاد مجھ پر ہزاروں فخر کرتا ہے (یعنی میری کمالِ بلاغت پر میرے استاد کو بجا ناز ہے)

(۱۲) ترجمہ:- اے نظیری! میں فریبِ آسمان سے عجب ہراسانی (یعنی عجیب چکر میں) ہوں کہ (اب اس نے پلٹ کر یہ چال چلی ہے کہ) میرے کاموں کو میری حسبِ مراد بنا رہا ہے (یعنی یہ گرگ آشتی اور زیادہ غضب ڈھائیگی)

بحر:- مجتث مثمن مخبون مقصور۔ ارکان و تقطیع:- مثل ۶۲

(۱) تشریح:- "سپید رقم" سفید نقوش والی تحریر مراد دستاویز کہنہ جس کے نقوش مٹ چکے ہوں۔ ترجمہ:- (دنیا کی) اس سفید نقش تحریر میں حصہ حوالہ کچھ باقی نہیں رہا۔ اور اس پرانی دستاویز میں نہ تحریر کا نشان رہا اور نہ مہر کا اور ظاہر ہے کہ ایسی دستاویز کہیں بھی سند نہیں مانی جا سکتی (یعنی یہی حال دنیا کا ہے)

(۲) ترجمہ:- لوگوں کے اس محل سرا (یعنی دنیا) پر ہزاروں صدیاں گذر چکی ہیں (اسلئے اب وہ مسائلِ علم حکمت دفتر و رسالے سب ختم ہوئے (یعنی اب اگلا سا علم و حکمت کا چرچا باقی نہیں رہا)

زبس مرورِ زماں منفعت زاشیا رفت ۴ خواص مہر گیاہے ہزار سالہ نماند

ہر آنچہ صاف قدح بود محرماں خوردند ۵ بغیر دردی مے در تہ پیالہ نماند

مجوئے رحم ازیں گرگ ماہ کنعاں در ۶ کہ شستری کلہ و مشتری کلالہ نماند

شکوہِ حشمتِ پرویز حسنِ شیریں رفت ۷ مہ تمام فلک شد نزار و ہالہ نماند

زجنس خویش ہمہ صید می کند ایام ۸ زسبزہ زار فلک غیر یک غزالہ نماند

زمیں گداختہ آتشیں عذار انست ۹ کجاست خاک کہ داغے بروئے لالہ نماند

(۳) ترجمہ:۔ (اے ناداں) تو مروت اور رحم وکرم کا کیا نشان کیا تلاش کر رہا ہے اس مضمون میں تو اس جملہ کا ذکر بھی نہیں رہا یعنی کتاب عالم باب رحم و مروت سے خالی ہے)

(۴) تشریح:۔ خواص بجمع خاصہ "مہر گیا" بیروج الصنم۔ لکھنی جس کا خاصہ محبت آفرینی ہے۔ ترجمہ:۔ زمانہ کے زیادہ گذر جانے سے چیزوں کا نفع جاتا رہا چنانچہ ہزار سالہ مہر گیاہ کی خاصیت باقی نہیں رہی (یعنی محبت کے وسائل بھی اب بے اثر ہو کر رہ گئے ہیں)

(۵) ترجمہ:۔ جو اس پیالہ کی صاف اور نتھری شراب تھی وہ تو ازداران خاص پی گئے اب سوائے تلچھٹ کے پیالہ کی تہ میں اور کچھ نہیں رہا (سے حریفاں بادہا خوردند و رفتند ؎ تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند)

(۶) تشریح:۔ گرگ ماہ کنعاں در "ماہ کنعاں در" اسم فاعل ترکیبی صفت گرگ ہے مراد اس سے اخوان یوسف ہیں کہ درحقیقت وہی یوسف علیہ السلام کے حق میں بھیڑیے ثابت ہوئے۔ "شستری" منسوب بہ ششتر ایک ریشمی کپڑا۔ "مشتری" فلک ششم کا سیارہ۔ "کلالہ" گھنگریالے بال، زلف۔ ترجمہ:۔ ان ماہ کنعاں (یعنی یوسف) کو پھاڑ کھانے والے بھیڑیوں سے رحم کی توقع نہ رکھ کہ اب دلنواز ششتری ٹوپی اور مشتری کی سی زلفوں والے باقی نہیں رہے (یعنی دلنواز کوئی نہیں سب دل شکن ہیں)

(۷) ترجمہ:۔ شیریں کا حسن (بھی) ختم اور خسرو پرویز کی شان و جاہت بھی (یعنی جب آسمان کا پورا چاند گھٹ گیا ہو (اسکے گرد) ہالہ بھی نہ رہا۔ ہالہ ہمیشہ ماہ کامل کے گرد نمودار ہوا کرتا ہے مراد یہ ہے کہ جب مہ جبینوں کی مہ جبینی اور شان دلنوازی باقی نہ رہی تو انکے گرد حلقۂ عشاق بھی نہ رہا یعنی اب دنیا حسن و خوبی اور عشق و محبت کا مقام نہیں رہی)

(۸) ترجمہ:۔ زمانہ اپنی جنس کی چیزوں کو بھی شکار کر رہا ہے (دیکھ لو) فلک کے سبزہ زار میں صرف ایک ہرن کے سوا کوئی نہیں رہا۔ غزالہ سے مراد آفتاب ہے ظاہر ہے کہ آفتاب کے طلوع پر سب ستارے غائب ہو جاتے ہیں تو جب زمانہ اپنی جنس کی چیزوں کو ہلاک کئے بغیر نہیں چھوڑتا تو اور کسی کو کیا چھوڑیگا)

(۹) ترجمہ:۔ زمین (ان) آتش رنگ رخسارہ والے محبوبوں کی پگھلائی ہوئی معلوم ہوتی ہے (چنانچہ) ایسا زمین کا ٹکڑا کہاں ہے کہ جہاں کے لالوں پر داغ نہ ہوں (یعنی آتش رنگ لالوں کا داغ ہائے دل لیکر پیدا ہونا ثابت کر رہا ہے کہ ان حسینوں نے آتش رخسار لگا کر زمین کو پگھلا دیا ہے)

نوالہ حصۂ تن پروراں نظیری شد ۱۰ بیا کہ قسمت ما و تو غیر نالہ نماند

عالم از عشق در وجود آمد $\frac{۶۵}{۱}$ عشق معمارِ ہست و بود آمد

در بشر کبریائی عشق نمود ۲ ملک از عجز در سجود آمد

رد شد از صدر بارگاہِ شہود ۳ آنکہ بر کارِ ما حسود آمد

عشق بر تخت از زبر نگریست ۴ عقل و لوح و قلم فرود آمد

ہر چہ اہلیت نمودن داشت ۵ ہمہ از عشق در نمود آمد

نیست جز عشق و عاشق و معشوق ۶ ہر چہ در معرضِ شہود آمد

عقل بر کار عشق سوخت سپند ۷ شکل ایں گنبد کبود آمد

(۱۰) ترجمہ:۔ اے نظیری نوالہ (یعنی سامان عیش و نعم) تن پروروں کے حصہ میں آگیا تو اس کا غم نہ کر آ کہ ہماری اور تیری قسمت میں سوائے نالہ کے اور کچھ نہیں رہا۔ اشارہ مطلب واضح ہے نالہ اور نوالہ میں تجنیس زائد ہے۔

بحر:۔ خفیف مسدس مخبون محذوف مشعث۔ ارکان و تقطیع:۔ مثل $\frac{۲۴}{۱}$

(۱) ترجمہ:۔ دنیا عشق سے ہی (معرض) وجود میں آئی ہے اور عشق ہی (تعمیر) ہست و بود (یعنی کائنات) کا معمار ہے)

(۲) ترجمہ:۔ انسان (آدم) میں شانِ کبریائی عشق نے ظاہر کی (ابھاری) فرشتے از روئے عجز و نیاز (اسکے آگے) سجدہ ریز ہو گئے (یعنی آدم کو ملائکہ سے افضل بنانے والا عشق ہے)

(۳) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ اور جو ہمارے کار و بار (ترقی) پر حسد سے جلا وہ (خدا کی) بارگاہ شہود و حضور کے مقام صدر سے نکالا گیا یعنی شیطان جو منکر فضیلت آدم تھا مردود درگاہ ہو گیا)

(۴) ترجمہ:۔ عشق نے عرش پر فروکش ہو کر اوپر سے نگاہ ڈالی تو عقل اور لوح و قلم نیچے (نظر) آئے۔ توضیح:۔ یعنی عشق خدا کی معیت پیدا کر دیتا ہے تو ظاہر ہے کہ عقل اوّل اور لوح و قلم سب اس سے نیچے ہوئے علاوہ ازیں یہ مضمون کہ عقل جو ذریعہ ادراک اور لوح و قلم جو ذریعہ اظہار ہیں عشق انکو کاغ دماغ پر قبضہ کر کے زیر کر لیتا ہے" یہی شعر ادا کر رہا ہے کہ پھر عقل ادراک سے اور زبان و قلم اظہار سے عاجز ہو جاتے ہیں)

(۵) ترجمہ:۔ جن چیزوں میں نمود و پیدائی کی اہلیت تھی وہ (سب) بذریعہ عشق معرض ظہور میں آگئیں۔

(۶) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ جو کچھ مقام ظہور و شہود میں جلوہ گر ہوا ہے وہ (سب) عاشق و معشوق اور انکے باہمی رابطہ عشق کے سوا اور کچھ نہیں (یعنی جب ساری کائنات فاحببت ان اعرف۔ کی تفسیر و تعبیر ہے تو ظاہر ہے کہ کائنات ہستی میں طالب و مطلوب اور جذبۂ طلب انکے سوا اور کیا دھرا ہے؟)

(۷) ترجمہ:۔ (اور آسمان کی پیدائش اسطرح ہوئی کہ) عقل نے کار و بار عشق پر (نظر بد سے بچانے کیلئے اپنے کو جب (بطور) سپند جلایا تو اسکے دھوئیں سے اس نیلے گنبد کی شکل پیدا ہو گئی۔ توضیح:۔ سپند پر دم کر کے نظر بد سے حفاظت کیلئے جلایا کرتے

عشق صنعت نمود بے آلت ۸ بود ہر چیز از نبود آمد

جامہ مجنوں در دکہ خلعت عشق ۹ عاری از جنس تار و پود آمد

عشق را فرق دی و فردا نیست ۱۰ دیر ہم زود تر ز زود آمد

شد جوانی و عشق و حرص وہوا ۱۱ شعلہ نشست و خس بدود آمد

زو سخن برلب نظیری جوش ۱۲ عشق در گفت و در شنود آمد

اشک در دیدہ نیارم کہ حجابم نبرد ۱ / ۶۶ حایل گریہ کنم شرم کہ آبم نبرد

تپش و تابش من گرم سوالش سازو ۲ صد ادا ہست کہ کس پے بجوابم نبرد

ہیں تو گویا عقل ایک دانہ سپند ہے جو کاروبار عشق کی ترقی کو عین کمال سے بچانے کیلئے جلادی گئی اور اس کے دھوئیں نے شکل آسمان حاصل کرلی۔ قرآن میں آیا بھی ہے کہ بوقت آفرینش آسمان بشکل دخان تھا۔

(۸) ترجمہ :۔ عشق نے بغیر آلہ (و مادہ) کے صنعت گری دکھلائی کہ ہر چیز نیست سے ہست ہوگئی (یعنی یہ سب کچھ جو عالم میں آشکارا ہے پہلے کچھ بھی نہ تھا نہ اس کا مادہ تھا اور نہ آلہ پس یہ متاع اور اس کی صنعت گری ملاحظہ ہو کہ جس نے نقوش رنگا رنگ سے عالم کو آراستہ کر دیا ہے)

(۹) ترجمہ :۔ دیوانۂ محبت کپڑے (اسلئے) پھاڑتا ہے کہ عشق کے خلعت کو (عام کپڑوں کی مانند) تانے بانے کی جنس (میں شامل ہونے) سے عار آتی (یعنی دیوانۂ عشق جامہ مادیات چاک کرتا ہے کیونکہ عشق کا لطیف مزاج بہ کثیف خلعت برداشت نہیں کر سکتا اسکے لئے تو آفتاب حسن کے تار ہائے شعاع سے خلعت تیار ہونا چاہیئے)

(۱۰) ترجمہ :۔ عشق کیلئے آئندہ کل اور گذشتہ کل میں کوئی فرق نہیں بلکہ یہاں تو دیر (و تاخیر) نے بھی فوراً سے پیشتر کا درجہ حاصل کرلیا ہے۔ **توضیح** :۔ اس شعر کی توضیح کیلئے ردیف الف کے دو شعر پیش کئے جاتے ہیں) ؂

دید حسن و جمال آنجا ست ہ دلبعر ہر کہ کل سود اینجا ہ نسیہ ہا نزد ما ہمہ نقد ست ہ دیر ہا جملہ ہست زود اینجا۔

(۱۱) ترجمہ :۔ جوانی (عشق اور اسکے) ولولے سب ختم ہوگئے (گویا اب) شعلہ دب گیا ہے اور تنکے دھواں دینے لگے (یعنی شباب از دست رفتہ پر اب ہم آہیں بھرتے ہیں) ؂ درع و شیب زبون غم ایامم کرد ہ یاد دوران جوانی دمے آشامیہا

(۱۲) ترجمہ :۔ نظیری کے لبوں پر کلام جوش زن ہے (کیونکہ) اسلئے کہ عشق آمادۂ گفت و شنود (یعنی داستان سرائی) ہوگیا ہے (یعنی جذبات عشق ابھر کر بے ساختہ میری زبان پر آرہے ہیں) ؂ تو پسند ار کہ این قصہ زخود می گویم ہ گوش نزدیک لبم آر کہ آوازے ہست۔

بحر :۔ رمل مثمن مخبون محذوف۔ **ارکان و تقطیع** :۔ مثل ؏

(۱) ترجمہ :۔ مجھے چاہیئے کہ اپنی آنکھوں میں آنسوں نہ بھر لاؤں تاکہ وہ میرا پردہ نہ اٹھا سکیں اور شرم و حیا کو گریہ و زاری کے درمیان حائل کروں تاکہ وہ میری آبرو نہ اتار سکے (یعنی راز عشق کا فاش ہو جانا ٹھیک نہیں۔ اسلئے مجھے ضبط و تحمل ہی کام لینا چاہیئے۔

(۲) ترجمہ :۔ میرا اضطراب اس (دوست) کو اور سرگرم سوالات کر دیتا ہے (اور وہ اسکی) سینکڑوں (اضطراب افزا) ایسی

گشتہ ام پے سپر حادثہ چوں گنج یتیم ۳ جز خضر راہ بدیوار خرابم نبرد

خوار از عجز و تنزل شدہ ام میخواہم ۴ کہ بصلحش نروم تا بعتابم نبرد

بسکہ عطر گل و مل راہ مشامش بگرفت ۵ بوئے از سوختگیہائے کبابم نبرد

سرخوش از گردش چشم و لب میگوں کنم ۶ زود مستم لبوئے بزم شرابم نبرد

قطعۂ سبز خطش دیدہ ام از چشمۂ نوش ۷ ہوس از راہ بہر نقش سرابم نبرد

نکنم یاد لب بادہ فروشش بنماز ۸ کہ ز مسجد بخرابات خرابم نبرد

ادائیں ہیں کہ کوئی راز کے بارے ہیں (میرے جواب کا پتہ نہیں لگا سکتا (یعنی اُدھر سے پرسش ہے اور پائے سخن درمیان نہیں۔ کا معاملہ ہے اور ادھر سے بملانہ انداز میں ؏ جاں نذر دینی بھول گیا اضطراب میں کا منظاہرہ تو کوئی دوسرا اسکے سوال اور میری جواب کیا خاک سمجھے")

(۳) **تشریح** :۔ "پے سپر" اسم مفعول ترکیبی بمعنی پامال۔ "حادثہ" "مصیبت"۔ "خراب" "ویرانہ"۔ **ترجمہ** :۔ میں یتیموں کے خزانہ کی طرح پامال حوادث بن گیا ہوں سوائے خضر (طریقت) کے اور کوئی میرے ویرانۂ (دل) دیوار شکستہ کی اصلاح) کی طرف راہ نہیں پا سکتا (یعنی اگر مرشد کامل نہ ملا تو قریب ہے کہ دل ویران شدہ کی متاع (قرار و ایمان) ہوا و ہوس کے رہزنوں کے ہاتھ پڑ جائے) **اشارہ** :۔ شعر میں خضر و موسیٰ کے قصہ کی طرف تلمیح ہے۔

(۴) ترجمہ :۔ میں (اپنے) عجز و انکسار کی وجہ سے (نگاہِ دوست میں) ذلیل ہو کر رہ گیا ہوں (اسلئے اب) چاہتا ہوں کہ جب تک وہ خود مجھے ڈرا دھمکا کر نہیں لیجائیگا میں اس سے صلح کرنے کے لئے بھی نہیں جاؤنگا۔ **توضیح** :۔ شعر میں عاشق کے روٹھنے اور معشوق کے منانے کا منظر پیش کیا ہے کہ بہت ذلیل ہو چکا اب میں دوست سے صلح کیلئے بھی خود نہ جاؤنگا جبتک کہ وہ زبردستی نہ لیجائے۔

(۵) ترجمہ :۔ چونکہ اس (محبوب) کے دماغ یا ناک پر شراب و گل کی خوشبو مسلط ہے اسلئے وہ میرے کباب (دل) جلنے کی بو نہیں سونگھتا (یعنی وہ گل و مل میں مست ہے اسے ہمارے دل کے جلکر کباب ہو جانیکی کیا خبر!)

(۶) **تشریح** :۔ "کنم" میں میم ضمیر مفعولی ہے۔ "سرخوش" مست۔ "زود مست" جلد مست ہو جانیوالا۔ **ترجمہ** :۔ وہ مجھکو (اپنے) شراب رنگ لبوں اور آنکھوں کی گردش سے مست بنا رہا ہے (میں چونکہ بہت جلد مست ہو جانیوالا ہوں (اسلئے) محفل شراب میں مجھکو نہیں لیجاتا (یعنی میری مستی کیلئے اسکی چشم مست کا ایک اشارہ اور لب میگوں کی ایک جنبش کافی ہے پھر بزم شراب میں مجھے جانے کی ضرورت اور نہ اسے لیجانے کی)

(۷) **تشریح** :۔ "نوش" "شہد" "تریاق"۔ آبحیات۔ "سراب" "چمکتی ہوئی ریت جس پر پانی کا دھوکہ ہو۔" **ترجمہ** :۔ میں نے چشمۂ آبحیات سے (سیراب شدہ) اس کے خط (رخسار) کا سرسبز قطعہ دیکھ لیا (اب اس سے ہٹا کر) ہوس مجھکو ہر نقش سراب کیطرف نہیں لیجا سکتی (یعنی جمال حقیقت کا نظارہ کر لینے کے بعد میں سراب دنیا کی طرف مائل نہیں ہو سکتا)

(۸) **تشریح** :۔ "خرابم" میں خراب اسم حالیہ اور میم ضمیر مفعولی ہے۔ **ترجمہ** :۔ میں بحالت نماز اسکے مے فروش لبوں کا دھیان نہیں کرتا کہ (وہ خیال) مجھ کو مست و خراب بنا کر مسجد سے میکدے کی طرف نہ لیجائے (یعنی اگر نماز میں بھی اسکے لب

نپرد مرغ کہ والہ نکند امیدم ۹ نوزد بادکہ از پائے شتابم بزرد

ہر شب از نرگس فتاں بکمین نظرم ۱۰ صد فسوں ساز نشاندست کہ خوابم بزرد

نیست از بادہ بجز باد نظیری در دست ۱۱ نگذرد آب ز راز کام کہ آبم بزرد

دیدہ ام نیم نگاہے کہ بدیدن نرسد ۶۷/۱ صفِ آہوش بدنبالہ کشیدن نرسد

سوئے وحشت زدگاں بس بسیاست نگرد ۲ کار بسمل ز نگاہش بطپیدن نرسد

سے آبو دکا خیال آجاتا ہے تو نیت توڑ کر مسجد سے میکدہ کا رخ کر لیتا ہوں)

(۹) تشریح:- "امیدم" میں میم ضمیر مفعولی ہے "والہ" - حیران "از پا شتاب بردن": طاقت رفتار چھین لینا مراد حیران بنا دینا "شتابم" میں میم پا کا مضاف الیہ ہے۔ ترجمہ:- کوئی طائر نہیں اڑتا کہ پرواز کی آرزو مجھے حیران نہ کر دیتی ہو اسی طرح ہوا کا کوئی جھونکا نہیں آتا کہ میرے پاؤں سے طاقت رفتار نہ چھین لیتا ہو (یعنی طائر کی پرواز بلند اور ہوا کی گرم رفتاری دیکھ کر میرے دل میں بھی بلند پروازی و گرم رفتاری کے جذبات ابھرتے ہیں لیکن اتنی طاقت کہاں؟ بس حیران کھڑا رہ جاتا ہوں)

(۱۰) تشریح:- "فتاں" فتنہ پرداز صیغہ مبالغہ از فتنہ "فسوں ساز" اسم فاعل ترکیبی یعنی جادوگر "خوابم" میں میم ضمیر مفعولی ہے۔ ترجمہ:- ہر رات میرے دوست نے اپنی فتنہ سامان نرگسی آنکھوں کی شکل میں میری چشم و نظر کی گھات میں سیکڑوں افسوں (خواب بندی) پھونکنے والے بٹھا دئے ہیں تاکہ مجھ پر نیند کا غلبہ نہ ہو سکے (یعنی دوست کی چشم نرگسی کا تصور مجھے راتوں بیدار رکھتا ہے)

(۱۱) ترجمہ:- اے نظیری! شراب کا حاصل مٹھی میں ہوا کے سوا اور کچھ نہیں (یعنی شراب مجاز بے حاصل ہے) چنانچہ یہ انگور کا پانی (میرے) حلق سے نہیں اترتا کہ میری آبرو نہ کھو دیتا ہو (مطلب واضح ہے) اشارہ:- بادہ اور باد میں تجنیس زائد اور آب و آب میں تجنیس تام ہے۔

بحر:- رمل مثمن مخبون محذوف - ارکان و تقطیع:- مثل ۲

(۱) تشریح:- "دیدہ ام" صیغہ متکلم ماضی قریب بھی بن سکتا ہے اور دیدہ صیغہ غائب اور میم ضمیر مفعولی قرار دینا بھی درست ہے "دنبالہ کشیدن" تعاقب کرنا، پیچھا کرنا۔ ترجمہ نمبر ا:- میں نے دوست کو نیم نظر (یعنی یونہی اچٹتا سا) دیکھا جو دیکھنے (کے درجہ) کو نہیں پہونچا (یعنی جسے دیکھنا نہیں کہتے) بات یہ ہے کہ اسکی (اداؤں کی) ہرنوں کی قطار کا پیچھا نہیں کیا جا سکتا (یعنی دوست کا جلوہ ادا و ناز آنکھیں خیرہ کر دیتا ہے اسلئے اُسے آنکھ بھر کر نہیں دیکھ سکتے) ترجمہ نمبر ۲:- مجھے دوست نے نیم نظر دیکھا جسے دیکھنا نہیں کہتے (بات یہ ہے کہ اسکے آہوئے چشم) کی قطار کا تعاقب نہیں ہو سکتا (یعنی اسکی نگاہ آن کی آن میں بجلی کی طرح کوند کر غائب ہو جاتی ہے) خلاصہ:- پہلی صورت میں دوست کو جی بھر کر نہ دیکھنے کی حسرت کا اظہار ہے اور دوسری صورت میں دوست کی جانب سے نگاہِ التفات کی کمی کا شکوہ۔

(۲) تشریح:- سیاست کے اصل معنی انتظام ملک پھر چونکہ انتظام ملک بغیر سزا، قہر و غضب اور قتل نہیں ہوتا اسلئے

ہیچگہ ذوق کلامش برگ جاں نخلد ۳ گر ز رگ تا برگم شہد چشیدن نرسد

طرۂ باد فشاں عشوہ بگلزار فروش ۴ در چمن سرو دچانش بچمیدن نرسد

رام خاطر شود اما باشارت برمد ۵ دست صیاد بصیدش برسیدن نرسد

بارُخ ہوش شکارش چہ کمین وچہ کمند ۶ فکر نخچیر ز شوقش برمیدن نرسد

ندہد جلوۂ عارض کہ تماشائی را ۷ کار از حسرت بادست بریدن نرسد

اس معنی میں یہ لفظ مستعمل ہونے لگا ہے۔ ترجمہ:- از بسکہ دوست (مبتلائے وحشت (عاشقوں) کی طرف (بڑے) قہر و عتاب سے دیکھتا ہے اسلئے (اسکے تیر) نگاہ کی وجہ سے (اُسکے) زخمی کا کام تڑپنے کی حد کو (بھی) نہیں پہونچتا (یعنی تڑپنے کی نوبت بھی نہیں آتی کہ خاتمہ ہو جاتا ہے۔ شعر کا عرفانی پہلو نگاہ سیاست سے تجلی ربانی اور کار بسمل سے فنائی سالک مراد لیکر واضح ہو جاتا ہے)

(۳) ترجمہ:- کبھی بھی اسکے کلام کی چاشنی (میرے) رگ و ریشہ میں خلش خار (نہیں لگتی کہ ایک سے لیکر دوسری تمام) رگوں تک شہد کی سی چاشنی نہ پہونچ جاتی ہو (خواہ وہ کلام دشنام ہی کیوں نہ ہو)

(۴) تشریح:- "طرہ" پیشانی کے بال۔ پگڑی کی زریں جھالر "عشوہ فروختن" جلوہ نمائی کرنا "سرو چانش" میں ضمیر "ش" چمیدن کا مضاف الیہ ہے "چمیدن" بمعنی ناز سے چلنا، لچکنا۔ ترجمہ:- (اے بت طناز!) اپنی زلف ہوا میں بکھیر اور (ادا ہائے) عشوہ و ادا کی جلوہ نمائی باغ میں (جا کر) کر تاکہ شاہان چمن اپنے دعوی رعنائی پر پشیماں ہو جائیں (اور حق بات یہ ہے کہ چمن میں جھومتا لچکتا ہوا سرو (بھی) اسکے جھوم کر اور لچک کر چلنے (کے انداز) کو نہیں پہونچتا۔

بزافشاں کاکل و شمشاد را گو ۔ شکنج طرۂ ژولیدہ بکشا۔ اشارہ:- شعر میں خطاب سے غیبت کی طرف التفات ہے۔

(۵) تشریح:- "رام" تابع "بصیدش" صید بمعنی مصدر ہے "برسیدن نرسد" یہ ترکیب دو معنی پیدا کر رہی ہے ایک یہ کہ ہاتھ آجانے پر بھی قابو میں نہیں آتا دوم یہ کہ ہاتھ تو کہاں آتا ہاتھ آنے کے قریب بھی نہیں ہوتا۔ پہلی صورت میں تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ بصورت رسیدن ہم نرسد اور دوسری صورت میں برسیدن کی با، حرف جار نرسد کا صلہ ہوگا۔ ترجمہ:- دوست (یعنی جلوۂ دوست ہماشے) دل سے ہل جاتا ہے لیکن ایک اشارہ میں بھاگ (بھی) جاتا ہے گویا صیاد کا ہاتھ پہنچ جانیکی صورت میں (بھی) اسکو صید کرنے پر قادر نہیں ہوتا یا اسکے صید کرنے میں (اس تک پہونچنا تو کہاں) پہونچنے کے قریب بھی نہیں ہوتا۔ اشارہ:- دوسری صورت میں اگرچہ مبالغہ زیادہ ہے مگر پہلی صورت رام خاطر ہو جانیکے بعد اشارہ میں بھاگ جانیکے مضمون کے ساتھ زیادہ مطابق ہے شعر کا عرفانی پہلو یہ ہے کہ جلوۂ ربانی (ادنی اشارہ بے التفاتی یا پندار و غرور میں نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے)

(۶) ترجمہ:- اسکے ہوش ربا چہرہ کے ہوتے ہوئے گھات لگانا اور کمند اندازی کیا چیز ہیں (یعنی انکی نہ ضرورت ہے اور نہ یہ کچھ مفید کیونکہ خود اسکے شکار کا خیال اسکے شوق گرفتاری میں بھاگ نکلنے کی طرف نہیں جاتا (یعنی جب عاشق خود صید بننے کا شوق رکھتا ہے اور اسکا چہرہ دلکش عاشق کے ہوش و حواس چھین لینے کو کافی ہے تو پھر کمین و کمند کی کیا حاجت؟

(۷) ترجمہ:- وہ اپنے رخسار کا جلوہ نہیں دکھاتا کہ دیکھنے والے کا کام شوق دید میں محو ہو جانیکی وجہ سے ہاتھ کاٹ لینے

کرو لخت جگر شور گزک مستاں را ۸ کہ بسبب ذقن آسیب گزیدن نرسد
خضر توفیق باو راہ نماشد ورنہ ۹ کس بسرچشمۂ حیواں بدویدن نرسد
جذب اقبال عروجم بقامے انداخت ۱۰ کہ ببال و پر جبریل پریدن نرسد
اگر از چاہ باین جاہ برآید یوسف ۱۱ مالک از گرمی سودا بخریدن نرسد
ہوش از گوش شود محو نظیری ترسم ۱۲ گوش کیں لذت دیدن بشنیدن نرسد

کی حد تک نہ پہونچ جاتا ہو جسطرح کہ زنان مصری نے جلوۂ یوسف سے محو حیرت وشوق ہو کر ہاتھ کاٹ لئے تھے ۔
سب رقیبوں سے ہوں ناخوش پر زنانِ مصر سے ۔ ہے زلیخا خوش کہ محو ماہ کنعاں ہوگئیں ۔ برعکس نظیری کا شعر ہی ۔
دراں نظارہ کہ بر تیغ وکف شور بنود ۔ بدر زرشک سوختہ بود آگہی زلیخارا ۔ شعر کے دوسرے مصرعہ میں سکتہ پڑتا ہے

(۸) تشریح :- "را" بمعنی برائے ۔ "شور" نمک آلود ۔ "گزک" ایک قسم کی شیرینی جو بطور نقل شراب کے بعد کھاتے ہیں
ترجمہ :- دوست نے اپنے مستوں کیواسطے (رانکے) نمک آلود پارہ ہائے جگر کو (ہی) گزک بنلوایا تاکہ اسکے سیب ذقن کو آسیب
دندان نہ پہونچے ۔ (یعنی معلوم ہوا کہ عاشقان تلخ کام کو خود انکے کباب جگر اپنے سیب ذقن کو بچانے کیلئے کھلائے جاتے ہیں)

(۹) تصحیح :- "باو" کی جگہ اگر "بن" ہو تو زیادہ اچھا اور اگلے شعر کی رعایت سے زیادہ موزوں ہے ۔ یعنی باو کی صورت میں بھی کہے
جاسکتے ہیں : "توفیق" عمل خیر کے اسباب مہیا کر دینا ۔ ترجمہ :- توفیق (خداوندی) کا خضر میرا رہنما بنا جب جاکر میں نے دہن
دوست تک راہ پائی ورنہ کوئی شخص (اپنی) تگ ودو سے آبحیات کے چشمہ پر نہیں پہونچ سکتا ۔ توضیح :- چشمۂ حیواں دہن
دوست سے استعارہ ہے دہن کو تنگی میں عدم کے برابر کہتے ہیں اور عدم ظلمت ہے اور آب دہنی جو عاشق کیلئے آبحیات ہے
اس کا سرچشمہ دہن ہے اس طرح آبحیات کے پردۂ ظلمات میں ہونے کا کیسا اچھا منظر سامنے آجاتا ہے ۔ شعر کا عرفانی پہلو یہ
ہے کہ کشتوں کی نعمتوں میں آبحیات عرفانی حاصل کر لینا توفیق سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ کسب اور جد وجہد سے)

(۱۰) تشریح :- "عروجم" انداخت کا مفعول بہ ہے اور "جذب اقبال" فاعل ۔ اگر اقبال کی سوئے عروج مضاف ٹھہرایا جائے تو
میم ضمیر مفعولی ہوگی ۔ ترجمہ :- خوش قسمتی کی کشش نے میرے عروج کو اس مقام پر پہونچا دیا کہ جہاں جبریل کے پر وبازو کو بھی
حق پرواز نہیں پہونچتا (یعنی میرے مقامِ عروج کو دیکھ کر جبریل بھی پکار اٹھتا ہے کہ ۔ اگر یک سر موئے برتر پرم ۔ فروغ تجلی بسوزد پرم ۔

(۱۱) ترجمہ :- اگر یوسف کنویں سے اس جاہ جلال کیساتھ (کہ جو میرا محبوب رکھتا ہے) نکل کر آئے تو مالک (بننے والا خریدار) متاع
(حسن) کی قیمت بڑھ جانیکی وجہ سے خریداری پر قادر نہ ہوسکے ۔ خلاصہ :- یعنی میرا محبوب یوسف سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے اگر یوسف
اس درجہ کا ہوتا تو عزیز مصر بھی قیمت نہ ادا کر سکتا ۔ اشارہ :- چاہ اور جاہ میں تجنیس خطی ہے ۔

(۱۲) تشریح :- "گوش" کان ۔ یہاں مراد سننا ۔ "بشنیدن نرسد" یعنی بشنیدن ہم نرسد ۔ ترجمہ :- اے نظیری مجھے ڈر ہے کہ تیرے
ہوش وحواس اس کا وصف حسن (سننے) ہی سے اڑ جائیں گے اسے دیکھنے کی کوشش کر کیونکہ دیکھنے کی لذت (خاص) سننے سے حاصل نہیں
ہوسکتی (یعنی ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ ۔ لیکن اس سے پہلے کہ وصف حسن از راہ گوش ہوش اڑا دے اسے دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرے)

عنانِ دل زخود رائی بفریادم نگہدارد ۹۴/۱ بنالم کاندراں دل نالۂ مظلوم رہ دارد
دل دیوانہ ام راگنج درویرانہ افتادہ است ۲ گدائے عشق بازی با جمال بادشہ دارد
چہ گوید کفر مجذوبے باستغفار حاجت نیست ۳ کسے کز عشق گمرہ شد چہ پروائے گنہ دارد
مرا گر ہست کبرے در دماغ از کبریائی اوست ۴ حباب از جوش دریا باد نخوت در کلہ دارد
تجلی جمالی ہست در ہر جا کہ ذوقے ہست ۵ بیاباں شور اگر مے آورد یوسف بچہ دارد

بحر :- ہزج مثمن سالم ۔ ارکان وتقطیع :- مثل ۵/۱

(۱) تشریح :- "بفریادم" میں میم دل کا مضاف الیہ ہے ۔ "نگہ داشتن" محفوظ رکھنا ۔ "راہ داشتن" پہونچنا ۔ اثر کرنا ۔
ترجمہ :- (اے دوست) خود رائی وخود پسندی سے میرے دل کی باگ فریاد کی طرف (ضبط کر کے) روکے رکھتا ہے (میں نالہ
کرتا ہوں) اس خیال سے کہ مظلوم کا نالہ وفریاد اس دل میں پہونچتا اور اثر کرتا ہے (یعنی دوست کی خود رائی کا تقاضا
ہے کہ میں گرم فغاں رہوں اور سمجھتا رہوں کہ میری آہ کا اثر ہوگا)

(۲) ترجمہ :- میرے دیوانے دل کا خزانہ (یعنی جلوۂ اے دوست) ویرانہ میں پڑا ہوا ہے اسی لئے تو ویرانہ چھوڑ کر آبادی میں
آتا ۔ پس دیکھو کہ ایک فقیر (بے نوا) بادشاہ کے (خزانۂ) جمال کا عاشق ہے (مطلب صاف ہے)

(۳) تشریح :- "مجذوب" وہ شخص جس پر کیفیت جذب جس میں ہوش وحواس جاتے رہتے ہیں طاری ہو ۔
ترجمہ :- اگر کوئی مجذوب کفر کی باتیں (بکنے لگے تو) اسے توبہ کی حاجت نہیں (اسلئے کہ) جو شخص عشق کے ذریعہ گمراہ بنا ہو
(پھر) اسے گناہوں کی کیا پرواہ (یعنی شریعت ظاہرہ بھی دیوانہ کو کفر گوئی پر توبہ کا مکلف نہیں ٹھہراتی) رہی شریعت عشق تو
اس کا فیصلہ ہے کہ ۔ ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد ۔ یارب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے

(۴) تشریح :- "کبریا" بالف ممدودہ آخر میں یا نہیں ہے ۔ یعنی بڑائی وبزرگی ۔ "باد نخوت در کلہ داشتن" غرور کیوجہ سے
آپے سے باہر ہو جانا ۔ ترجمہ :- میرے دماغ میں اگر کچھ غرور ہے تو وہ اسی کی (شان کبریائی) کیوجہ سے ہے کہ بلبلہ دریا
کے جوش زن ہونیکی وجہ سے (اپنی) ٹوپی میں غرور کی ہوا بھر لیا کرتا ہے ۔ توضیح :- بلبلہ ایک قطرۂ ہی ہے جو ہوا
بھر جانے سے پھول جاتا ہے اور اس کا سبب جوشش دریا ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح میں بھی دریائے وحدت کا
ایک قطرہ ہوں جو اس دریا میں طوفان کبریائی آنے کی وجہ سے بلبلہ کے مانند پھول گیا ہے ۔ بس یہ ہی میرے غرور کی حقیقت
ہے کہہ چکا ہے ۔ بندہ گر بیباکی کرد از خداوندی ببخش ۔ گرچہ مغرور ست اما جز بتو مغرور نیست

(۵) ترجمہ :- جس جگہ ذوق (سوزش عشق) پایا جاتا ہے وہاں جمال (دوست) کی تجلی (بھی ضرور) ہوتی ہے (دیکھو تو) بیابان اگر شور
(اور بنجر پن) کا وصف (رکھتا ہے تو) ساتھ ہی (کنوئیں میں یوسف جیسے بے مثل حسین) کو بھی رکھتا ہے ۔
اشارہ :- دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کے لئے بطور حسن تعلیل دلیل تمثیلی ہے اور حضرت یوسف کے کنوئیں میں ڈالے
جانے کے واقعہ کی طرف تلمیح ۔

فقیرے را کہ شبہا تکیہ گاہ از خشت اندر شد ٦ چناں خوابد کہ گوئی تکیہ بر خورشید و مہ دارد

حکایت ہائے عہد دوستی را کردہ ام از بر ٧ چو ہندوئے کہ بعد از سوختن ہیزم نگہ دارد

ہماں بہتر کہ نکشائی سر راز دل ما را ٨ کہ حرفِ ہجر خونیں نامۂ ما تہ بتہ دارد

بخاک پائے گلبن می نویسد شکوہ از غربت ٩ اگر بر شاخ طوبیٰ بلبلے آرام گہ دارد

شبیخون غم از جا در نے آرد نظیری را ١٠ ز اشک و آہ شب سلطانِ ما خیل و سپہ دارد

ناوکِ غم جاں شگاف سینہ گر جوشن شود ٩٩/١ عشق مقناطیس گردد دل اگر آہن شود

سینۂ پر حسرتے دارم کہ از اندوہ او ٢ تا بنزدیک لب آرم خندہ را شیون شود

(٦) ترجمہ: جس فقیر (بے نوا) کیلئے راتوں کو اس دروازہ کی اینٹ تکیہ بن گئی وہ ایسی شان سے سوتا ہے کہ گویا چاند اور سورج پر تکیہ لگائے ہوئے ہے (یعنی محبوب حقیقی کی خشت در کا سہارا گردش مہر و ماہ کو زیر فرمان کر دیتا ہے)

(٧) ترجمہ: میں عہد محبت کی داستانوں کو اس طرح (حفظ) رکھتا ہوں جیسے کوئی ہندو (جلا ڈالنے) کے بعد چتا کی جلی ہوئی لکڑیوں کو حفاظت سے رکھے (کہ انکا سامنے ہونا ہر وقت عزیز کی موت کا منظر پیش کرتا رہیگا ٹھیک یہی حال فسانہائے محبت کا میرا ہے)

(٨) ترجمہ: یہی اچھا ہے کہ تو (اے دوست یا رفیق فارغ دل) ہمارے رازِ دل کو نہ کھولے (یعنی نہ پوچھے) اسلئے کہ ہمارا خط اور پرخونکار ہجر و جدائی کا بیان رکھتا ہے (یعنی یہ راز خونیں معلوم کر کے تو اپنے آپ کو مبتلائے رنج نہ کر ؎

بانظیری چوں نشستی گوشش بر حرفش مکن ❊ در پریشانی میفگن خاطر آسودہ را

(٩) ترجمہ بقلب مصرعین: - اگر بلبل کا آشیانہ گل سے جدا ہو کر جنت کے درخت طوبیٰ کی شاخ پر (بھی) بنجائے تب بھی وہ درخت گل کے خاک پا (یعنی حضور) میں (رنج) غربت کا شکوہ لکھیگا۔ خلاصہ: - یعنی عاشق کو بڑے سے بڑے اسباب راحت بھی شوقِ دیدارِ محبوب سے غافل نہیں کر سکتے۔

(١٠) تشریح: "شبخون" رات کو دشمن کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر چھاپہ مارنا "از جا در آوردن" جگہ سے ہٹا دینا۔ ترجمہ: غم کا رات میں دھاوا کرنا نظیری کو (اپنے) مقام و استقلال سے نہیں ہٹا سکتا کیونکہ ہمارا بادشاہ نظیری یا دل بھی (راتوں کی آہوں اور اشکوں کی سوار و پیادہ فوج رکھتا ہے (یعنی غم کا مقابلہ کرنے سے عاجز نہیں)

بحر: - رمل مثمن محذوف۔ ارکان و تقطیع: - مش ١٩/١

(١) ترجمہ: - سینہ اگر زرہ بن بھی جائے تب بھی تیر غم جان (و دل) چیر کر نکل جاتا ہے (اور) دل اگر لوہا بھی بن جائے تو عشق مقناطیس بنجاتا ہے (یعنی عشق سے چھٹکارا ہو سکتا ہے اور عشق میں غم سے)

(٢) ترجمہ: میں ایسا حسرت بھرا دل رکھتا ہوں کہ اگر ہنسی کو میں لبوں کے قریب بھی لاتا ہوں تو اسکے غم و رنج کی وجہ سے فغاں بنجاتی ہے (یعنی خندہ بشکل شیون بدل جاتا ہے)۔ تنقید: - اندوہ او کی ترکیب بیجان کی ہے اور کوئی خاص فائدہ اضافت نہیں رکھتی اندوہ دل یا اندوہ ہجر اگر ہوتا تو ترکیب شگفتہ ہو جاتی۔

پیش شد سر گشتگی چندانکہ پایم پیش شد ٣ سر بتاریکی نہادم تا رہے روشن شود

یک توجہ از تو در کار است و صد عالم مراد ٤ غم ندارم گر اجابت با دعا دشمن شود

شب ترنمہائے غم بیدار دارد خلق را ٥ ہر کرا سوزد چراغے نالہ ام روغن شود

من ہم از فریاد خود آزردہ میگردم ولیک ٦ گر بہ بندم لب ز افغاں سینہ ام روزن شود

بسکہ بے تو جامۂ جاں بر تنِ من تنگ شد ٧ گر گریباں را بدوزم چاک از دامن شود

وصل گر خواہی نظیری شوق را سرمایہ ساز ٨ نور عشق است ایں چراغ وادئ ایمن شود

دلم از نالہ خوش گردید امید اثر باشد ٧٠/١ بسے آسودہ شستم ایں خدنگم کارگر باشد

(٣) تشریح: "سر نہادن" اطاعت کرنا "سر بچیزے نہادن" کسی چیز پر قناعت کر لینا۔ ترجمہ: - میرا قدم جتنا راہ عشق میں آگے بڑھتا گیا اتنی ہی حیرانی زیادہ ہوتی گئی (اب) میں نے بھی تاریکی پر جمے رہنے کی ٹھان لی ہے جبتک کہ راستہ روشن ہو (یعنی میں نے بھی ارادہ کر لیا ہے کہ جب تک راہ عمل شمع مراد سے روشن نہ ہو ناکامی کی تاریکیوں کا مقابلہ کرتا ہی رہونگا یعنی ؎

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید ❊ یا جاں رسد بجاناں یا جاں ز تن بر آید

(٤) ترجمہ بقلب مصرعین: - اگر مقبولیت دعا (میری دعا کی) دشمن بنجائے تو مجھے اسکا غم نہیں (بن جانے دو مجھے تو) تیری ایک توجہ درکار ہے (اور) وہ ہوگئی تو سینکڑوں عالم مرادات حاصل (سمجھو)

(٥) ترجمہ: - میرے غم کے ترانے راتوں مخلوق کو جگائے رکھتے ہیں (بس یوں سمجھو کہ جس کا چراغ جلتا ہے میرا نالہ اسکے لئے تیل بنجاتا ہے (چراغ کا روشن رہنا علامت بیداری ہے۔ چونکہ ترنمہائے غم کو وجہ بیداری خلق ٹھہرایا ہے اسلئے نالوں کو چراغ کا تیل قرار دیا ہے)

(٦) ترجمہ: - (تم ہی نہیں بلکہ) میں بھی اپنی فریاد و فغاں سے عاجز آ جاتا ہوں مگر کیا کروں؟ اگر آہ و فغاں سے لب بند (بھی) کرتا ہوں تو میرے سینہ میں سوراخ ہو جاتا ہے (یعنی آہیں بجائے دہن کے سینہ کو چھید کر نکل آتی ہے - تو پھر بتاؤ کہ ع چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما)

(٧) ترجمہ: - اے محبوب! از بسکہ تیرے بغیر لباس زندگی میرے جسم پر تنگ ہو چکا ہے تو اگر میں (چاک) گریباں سی بھی لونگا تو دامن سے چاک (نمودار) ہو جائیگا (یعنی تیرے بغیر قبائے حیات کے صحیح و سالم رہنے کی کوئی صورت نہیں)

(٨) تشریح: "سرمایہ" مرکب اضافی بحذف کسرۂ اضافت مثل صاحب دل (یعنی) اس کا ترجمہ اصل پونجی ترکیب اضافی کی رعایت سے کیا ہے اور یہاں بتقاضائے مقام یہی مناسب بھی ہے۔ ترجمہ: - نظیری! اگر تو خواہش وصل رکھتا ہے تو عشق کو (اپنی) اصل پونجی بنا کیونکہ یہ عشق ہی ہے جو وادی ایمن کا چراغ (یعنی تجلی حسن قدیم) بن جاتا ہے (یعنی عشق ترقی کرتے کرتے عین حسن بن جاتا ہے اور یہی وصال دائم کی صورت ہے شعر میں حضرت موسیٰ کے وادی ایمن میں بشکل آتش جلوۂ خداوندی دیکھنے کے واقعہ کی طرف تلمیح ہے)

اگر دزدیدہ دید ہا نباشد بہر پاسِ دل ۲ محبت از تغافلہائے بیجا در خطر باشد

ز ہجراں روز ما را در غبارِ عالمے دارد ۳ بنا شد در شب ما روشنی گر صد سحر باشد

نگویم جرم او را کشت شرم غمزہ را نازم ۴ کہ صد رہ مردہ ام دید و ز حالم بیخبر باشد

مکن دورم کہ بس دشوار باشد بالِ افشاندن ۵ اسیرے را کہ گردِ زمیں حرم بر بال و پر باشد

دلم تا خو باسایش نگیرد روز خرسندی ۶ بخاطر شیوۂ آید کہ ازاں جانسوز تر باشد

نظیری شاد ہم باشی کہ خدمتگار دیرینی ۷ گدا ایں قدر قیمت پیش او خاکت بسر باشد

بحر۔ ہزج مثمن سالم۔ ارکان و تقطیع: ش ۸

(۱) تشریح:۔ سہو و شتم بترکیب جملہ اور بترکیب اسم مفعول ہر دو طرح درست ہے خدنگ تیر

ترجمہ:۔ میرا دل نالہ سے خوش ہونے لگا (تو اسکا) موثر ہونیکی امید ہو آئی چونکہ یہ میرا نشانہ بڑے اطمینان سے جاری بائیں جماؤ کے ساتھ نشانہ لگانے والا ہوں تو میرا یہ تیر ضرور کارگر ہوگا یعنی دوست التفات کرم پر مجبور ہو جائے گا۔

(۲) ترجمہ:۔ اگر دوست کی جانب سے حفاظت دل کی خاطر چھپ چھپ کر دیکھنے کی صورتیں نہ ہوں تو محبت (اسکی) بیجا غفلت شعاریوں کی وجہ سے خطرہ میں پڑ جائے (یعنی دوست کی دزدیدہ نگاہیاں عاشق کو محبت کے ڈگر پر ڈالے رکھتی ہیں اگر یہ سلسلہ منقطع ہو جائے تو عاشق مایوس ہو کر سلسلہ عاشقی ختم کر بیٹھے

(۳) ترجمہ۔ (دوست) ہمارے دن کو بوجہ غم جدائی ایسے غبار و کدورت عالم میں پھنسائے ہوئے ہے کہ اگر سو صبح بھی طلوع ہوئیں تو ہماری شب تاریک (میں اجالا نہیں ہو سکتا یعنی سے بیتو دو شم در درازی از شب یلدا گذشت ۔ آفتاب امروز بجوئی اندر آ گذشت شعر مہ جسے نصیب ہو روز سیاہ میرا سا ۔ وہ شخص دن نہ کہے رات کو کیونکر ہو۔

(۴) تشریح: "بگشت" حاصل مصدر از کشتن "مردہ ام" میں میم ضمیر مفعولی ہے۔ ترجمہ:۔ میں (اپنا قتل اسکا جرم قرار نہیں دیتا بلکہ) غمزۂ چشم محبوب) کی حیا پر نازاں ہوں کہ جس نے مجھے سینکڑوں بار مردہ پڑا دیکھا اور میری حالت سے بے خبر رہا یعنی اس شرم و حیا کا بھی کیا ٹھکانا ہے کہ اپنے مقتول کی طرف نگاہ نہیں کرتا)

(۵) ترجمہ:۔ ہمارے دوست اپنے در سے مجھے دور نہ کر کیونکہ اس مرغ گرفتار کیلئے پر و بال ہلانا بھی بڑا دشوار ہے جس کے پر و بال پر تیرے حرم سرا کی گرد ہو کیونکہ بال و پر افشانی میں یہ گرد جو سرمایۂ سعادت ہے جھڑ جائیگی۔ مضمون شعر کوچۂ جاناں کی غبار کی رفعت و عزت ہی پہلے اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے ع دلا سیلاب خوں سازد شگاف سینہ بیرون کن ۔ کہ از شب سودہ ام بر دیدہ خاک آستانِ او را۔

(۶) ترجمہ:۔ تا کہ میرا دل راحت کا عادی نہ بنجائے (اسلئے وصل کی) خوشی کے دن (دوست کے) ایسے طرز عمل کا خیال آ جاتا ہے کہ جو اور زیادہ جان جلانیوالا ہو جاتا ہے (یعنی خیال فراق موجب بخشش ہوتا ہے مراد یہ ہے کہ زمانہ عیش میں مصیبت کے دنوں کو نہیں بھولتا کہ کہیں آسایش کا عادی بنکر مغرور و غافل نہ ہو جائیں۔

(۷) ترجمہ:۔ نظیری! (فریاد و فغاں بند کر (ادر) خوش بھی رہ کہ تو پرانا خادم ہے تیرے سر پر خاک پڑے (اس سے زیادہ اور)

ہرگز بسیر گل دلِ محزوں نمے رود ۱ یار از خیالِ غم زدہ بیروں نمی رود

عشق از جہاں بریدن و از خود گذشتن است ۲ کارِ و فا زپیش بافسوں نمی رود

مرداں بجا بعزم و توکل رسیدہ اند ۳ یک دل رمیدہ نیست کہ درخوں نمی رود

از زخمِ عشق دریں ہر سنگ کشتہ ایست ۴ از خونِ ما کجاست کہ جیحوں نمی رود

لذت بخواب بردہ و شادی بغافلی ۵ در ہر دلے کہ او بشبیخوں نمی رود

در حرف تلخ نوش لباں صد دقیقہ است ۶ کوتاہ بیں ز لفظ بمضموں نمی رود

کوتسی تیری قدر و منزلت اسکے آگے ہو سکتی ہے یعنی ع منت شناس از و کہ بخدمت گذاشتت (تحسین:۔ شعر بہت برجستہ۔ بے تکلف اور روزمرہ کے اوصاف کا حامل ہے۔

بحر۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف۔ ارکان و تقطیع:۔ ش ۹

(۱) ترجمہ:۔ میرا غمگین دل پھولوں کی سیر کی طرف قطعی مائل نہیں ہوتا کیونکہ میرے) خیال غمناک سے یار (کا تصور) ایک لمحہ کے لئے) باہر نہیں نکلتا تو پھر تصور جمال دوست چھوڑ کر گلہائے چمن عالم کی طرف کیوں کر دیکھ سکتا ہوں)

(۲) تشریح:۔ کار از پیش رفتن "کام انجام پا جانا۔ اس سے کام انجام پا کر ہی سامنے سے ہٹ جاتا ہے۔

ترجمہ بقلب مصرعین:۔ وفاداری کا دشوار کام جیو منتر سے انجام نہیں پا سکتا۔ عشق (تو) دنیا سے کٹ جانے اور خودی کو گذر جانیکا نام ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے بگذر راز عشق کہ نے خطوہ نہ گام ست اینجا۔ دل بجرئت نہ دلیس کار تمام ست اینجا۔

(۳) ترجمہ:۔ باہمت لوگ پختہ ارادہ اور خدا پر بھروسہ کرنیکی وجہ سے منزل مقصود پر پہونچ گئے ہیں (اور اس راہ عشق میں) کوئی منچلا ایسا نہیں جو غرق خون نہ ہو جاتا ہو یعنی راہ عشق میں قدم رکھنا دیدہ ودانستہ خون میں غرق ہونا ہے مگر جو عزم و توکل سے کام لیکر اس راہ پر گامزن ہو جاتے ہیں وہ منزل مقصود پر بالیقین پہونچتے ہیں)

(۴) تشریح:۔ جیحوں "بلخ کے قریب ایک دریا ہے جو جھیل ارل میں گرتا ہے۔ ترجمہ۔ عشق کے زخم کاری کی وجہ سے ہر پتھر تلے ایک شہید (عشق) دفن ہے (اللہ بتاؤ) کہ (وہ کونسی جگہ ہے جہاں ہمارے خون سے دریائے جیحوں جاری نہیں (مضمون واضح اور عالی)

(۵) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ جس دل میں وہ (دوست بلا ارادہ) شبخوں نہیں پہونچاتا وہ نیند میں لذت اور اپنی غفلت میں خوشی محسوس کرتا ہے ورنہ جو دل کشتہ سائے حسن قدیم ہو چکا ہے اس کو کہاں چین آتی ہے اس کو تو خواب و خور حرام اور مدام درد طلب سے کام ہے)

(۶) تشریح:۔ حرف تلخ " دشنام "نوش لب" اسم فاعل ترکیبی شیریں لب والا۔ دقیقہ" نکتہ، باریکی۔ کوتاہ بیں " اسم فاعل ترکیبی بمعنی کم سمجھ۔ ترجمہ:۔ ہاں (شیریں لب حسینوں کی گالیوں میں سینکڑوں باریکیاں ہیں (مگر) کم سمجھ (آدمی) لفظ سے (ہٹکر) اسکی طرف نہیں جاتا (یعنی گالیاں بھی تو آخر کسی تعلق ہی کی بنا پر ہیں اگر تعلق نہ ہو تو کوئی کسی کو دشنام دیتا ہے اور نہ محبت کا پیغام یہ نکتہ ہم سمجھتے ہیں جبھی تو گالیاں کھا کر خوش رہتے ہیں، کم سمجھ اسے کیا سمجھیگا)

مرغانِ دشت را ز غمِ دل جراحتے است ۷ شب نیست کیں خروشِ بہاموں نمی رود
از بسکہ رو شد از درِ مقصود حاجتم ۸ آہم ز انفعال بگردوں نمی رود
آنرا کہ گوشِ دل شنوِ نالہ بس است ۹ عاشق بدرسِ پیشِ فلاطوں نمی رود
راہِ وفا ز تفرقۂ عشق بستہ شد ۱۰ دیر لیست ناقہ بہرِ ترِ مجنوں نمی رود
بوئے نسیمِ فقر نظیری شنیدہ است ۱۱ از رہ بتاج و تخت فریدوں نمی رود
سازم آں سے نمک آلود کہ بے غم باشد $\frac{۴۲}{۱}$ افگنم مشک دراں حقہ کہ مرہم باشد
ہست راحت الم کلبۂ احزان بر من ۲ غم ازاں خانہ کنم دام کہ ماتم باشد
ہر خمِ عشق بافسوں نوے بندد خواب ۳ کآگہی بیش شود بند چو محکم باشد

(۷) ترجمہ:۔ وحشت و محبت کے طائر کو غمِ دل کا وہ زخم پہنچا ہے کہ کوئی رات ایسی نہیں کہ یہ شور و فغاں جنگل میں گونجتا ہو (مطلب واضح ہے)

(۸) ترجمہ:۔ چونکہ میری حاجت اجابتِ مقصود کے دروازے سے رد ہو چکی ہے اسلئے شرم کے مارے اب میری آہ سوئے آسمان نہیں جاتی (شرمندہ ہے)

(۹) ترجمہ:۔ جس شخص کے دل کا کان سنتا ہو اسکے لئے ایک نالہ (یعنی داستانِ عشق) سمجھانے کیلئے کافی ہے عاشق سبق پڑھنے افلاطون کے پاس نہیں جایا کرتا (یعنی عاشق کیلئے تو بشرطیکہ گوشِ دل وا ہو مرغِ سحری کا ایک نالہ جذباتِ شوق کو بیدار کرنے کیلئے کافی ہے ورنہ افلاطون بھی سہارے تو کچھ نہیں بنا سکتا علاوہ ازیں درسِ افلاطون چونکہ درسِ خرد ہے اور عاشق عقل کا دشمن ہے اسلئے اس کا افلاطون سے درس لینا بے سود بھی ہے اور موجبِ ننگ بھی)

(۱۰) تشریح:۔ ناقہ، اونٹنی مراد ناقۂ لیلیٰ ترجمہ:۔ وفا کی رسم و راہ عشق کی تفرقہ اندازی سے بند ہو گئی یہی وجہ ہے کہ اب ناقۂ لیلیٰ کی ناقہ مجنوں کی طرف نہیں جاتی توضیح:۔ یعنی ابتدائے عشق کے ظہور سے پہلے دونوں دل ایک تھے عشق کی تفرقہ اندازی نہیں تھی اور کیا ہی کہ ایک کو عاشق اور دوسرے کو معشوق بنا کر ایک کو مجبور نیاز اور دوسرے کو آمادۂ ناز بنا دیا گویا یہ احساسِ غیریت عشق نے پیدا کیا شعر میں وحدت الوجود اور کثرت الشہود کو عجیب پیرایہ میں ادا کیا ہے۔

(۱۱) تشریح:۔ نسیم، ہلکی ٹھنڈی اور معطر ہوا۔ فقر، خدا کی احتیاج اور دنیا سے بے نیازی کا نام ہے۔ فریدوں، قدیم شاہ فارس کا نام۔ ترجمہ:۔ نظیری نے فقر و درویشی کی ہوائے معطر کی خوشبو سونگھ لی ہے اسلئے اب وہ اس راستہ سے ہٹ کر فریدوں کے تاج و تخت کیطرف بھی نہ جائیگا (یعنی زندگی فقر بے غم ہے اور زندگی سلطانی سراپا غم تو کوئی احمق ہی ہوگا جو اسے چھوڑ کر اسے اختیار کریگا)

بحر:۔ رمل مثمن مخبون شعث محذوف۔ ارکان و تقطیع:۔ مثل ۲

(۱) ترجمہ:۔ میں اسقدر غم دوست اور آزار پسند واقع ہوا ہوں کہ اس شراب کو جو غم سے خالی ہو اس میں نمک ملا دیتا ہوں اور جس ڈبیا میں مرہم ہو اس میں مشک ملا دیتا ہوں (ظاہر ہے کہ نمک ملجانے سے سرور خراب جاتا رہیگا اور مشک ملجانے سے مرہم الٹا جراحت فزا ہو جائیگا)

(۲) ترجمہ:۔ مجھے غمکدہ کے رنج و الم بمقتضائے رنج کا خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج میرے لئے راحت بنگئے ہیں اسلئے جہاں کہیں اس گھر سے غم ذرا بھی لے لو تو وہاں ماتم بپا ہو (مضمون اس شعر کا بھی رنج آزار دوستی ہے)

شرحِ سودائے غمم را سر و ساماں مطلب ۴ کار آنست کہ چوں زلف تو درہم باشد
دعوئے ذرہ دروغست کہ عاشق باید ۵ کم بقاتر بر خورشید ز شبنم باشد
ہر کسے از تو نشانے بگماں می گوید ۶ کس ندیدیم کہ در بزمِ تو محرم باشد
ہرگز از نخلِ بری کس ثمرِ انس نچید ۷ تخم ایں مہر گیا در گِلِ آدم باشد
غیرِ اخلاص و محبت نبود شیوۂ ما ۸ جور و بیداد براں غمزہ مسلّم باشد

(۳) تشریح:۔ خمم، میں میم خواب کا مضاف الیہ ہے۔ ترجمہ:۔ عشق ہر رات میں ایک نیا افسوں پھونک کر میری نیند باندھ دیتا ہے۔ اسلئے کہ جب بند شین سخت ہوتی ہیں اسی وقت عقل و ہوش میں اضافہ ہوتا ہے ورنہ خفتہ بیدار نگر انسان غفلتوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ یعنی عشق کا کوئی ایک ڈھنگ ہے؟ کبھی احساسِ ہجراں کبھی تمنائے وصال کبھی نشاط کامیابی کبھی الم یاس کا افسوں پھونکتا ہے اور ہمیں بیدار رکھتا ہے اور یہ سب دوست کی طرف ہمیں کامل طور سے متوجہ رکھنے کی تدبیریں ہیں)

(۴) ترجمہ:۔ میرے دلِ رو رفتہ کے بیانِ جنوں کیلئے سامانِ نظم و ارتباط کی تلاش نہ کر (اس کلام کی خوبی یہی ہے کہ تیری زلف کی طرح پریشان رہو (یعنی محبوب کی زلف پریشاں خاطرِ عاشق کی پریشانی کا سبب بنی ہے اسلئے جنونِ شوق کی داستان کا کمال ہی پریشان بیانی ہی کو سمجھا جائیگا تاکہ زبان ترجمانِ دل اور دل مظہرِ زلفِ جاناں بنجائے اسطرح گو بیان مربوط نہ ہوگا مگر شانِ نزول تو مربوط ہو جائیگی)

(۵) ترجمہ:۔ ذرہ کا آفتاب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر دعوئ عشق کرنا غلط اور جھوٹا ہے کیونکہ عاشق کو تو آفتاب کے سامنے شبنم سے بھی زیادہ زود فنا ہو جانا چاہئے (یعنی جلوۂ محبوب کے سامنے عاشق فنا ہو جاتا ہے اور اس کے برعکس ذرہ جلوۂ خورشید سے نمود پذیر ہوتا ہے پھر اس کا دعوئ عشق کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

(۶) ترجمہ:۔ اے محبوبِ حقیقی! ہر شخص اپنی اپنی اٹکل کے موافق تیرا پتہ بتاتا ہے (باقی) ہم نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو تیری محفل کا حقیقی رازداں ہو (شعر "انا عند ظن عبدی بی" کی تفسیر ہے کہ خدا تمہارے لئے ویسا ہی ہے جیسا کہ اس کے متعلق خیال کرو، مراد یہ ہے کہ ہر شخص اور ہر فرقہ نے اپنے رنگ میں خدا کا تصور کیا حالانکہ اس کی شان نرالی اور سب سے وہم و خیال سے عالی ہے)

(۷) ترجمہ:۔ جنگلی درخت خرما سے ہرگز کسی نے انس و محبت کا پھل نہیں توڑا اسلئے کہ یہ پھل اسکو حاصل ہی نہیں (اس گھمی کے بیج تو صرف انسان کے میں پیمار (یعنی مظہرِ انس و محبت صرف انسان ہے اسی لئے اس کا نام انسان ہے۔ نخل نے قدِ انسان حاصل کر لیا تو کیا اس میں ثمرِ انس کہاں ہے حالانکہ وہ عالمِ نباتات میں سب سے اعلیٰ نوع ہے۔

دیگر:۔ اگر نخلِ بری کو بجائے مجہول پڑھا جائے تو یہ مطلب بھی نکل سکتا ہے گو اگرچہ بتکلف بنتا ہے کہ محبوب نخل قامت نہ صرف قد و قامت میں شباہت نخل ہوا بلکہ بے انس و محبت ہو جانے میں بھی اسی کی طرح ہو گیا گویا جنسِ آدم سے اکہ جسکے دل میں انس کی مہر گیا کا بیج پڑا ہوا ہے نکل گیا۔

(۸) ترجمہ:۔ ہمارا شیوہ اخلاص و محبت کے سوا اور کچھ نہیں رہا ظلم و جور تو وہ اس غمزۂ جاناں کے حوالہ رہے (یعنی محبوب ہزار جور و جفا کرے مگر ہم اپنے طریق مہر و وفا سے نہیں ہٹ سکتے کیونکہ ہماری نظر میں تو وفاداری بشرطِ استواری اصل ایمان ہے!)

نکند بندۂ مجبور گناہے اما ۹ ادب آنست کہ در پیش تو ملزم باشد

گر ملائک ز سر سدرہ بحاجت آیند ۱۰ زلفت از کف ندہد گر ہمہ حاتم باشد

از تنگ حوصلگی ہائے نظیری در وصل ۱۱ عشق حرمان ابد گر دہدش کم باشد

کسے کو تشنۂ وصل است با کوثر نمی سازد ۱/۴۳ باب خضر اگر عاشق رسد لب تر نمی سازد

کلہ بخشی و سر بازی شراب عشق می آرد ۲ سرے کیں نشاء گر مش ساخت با افسر نمی سازد

بشیدائی مزن طعنم کہ ہست از آب و خاک دل ۳ کہ طفلش غیر حرف عاشقی از بر نمی سازد

عجب گر آسماں ساماں تواند داد کامم را ۴ چو طالع از کسے برگشت با اختر نمی سازد

(۹) **تشریح:** مجبور "بے اختیار" ملزم "وہ شخص جس پر الزام قائم کر دیا جائے" ترجمہ: گناہ بندۂ بے اختیار نہیں کرتا مگر تقاضائے ادب یہی ہے کہ تیرے سامنے ملزم بنجائے رہے تا بغرمان بعید پرستی میکنند بندہ در افعال جبر مجبور نیست یعنی بندہ گو بے اختیار ہونیکی وجہ سے اپنے آپ کو معذور کہہ سکتا ہے مگر تقاضائے ادب یہی ہے کہ "ربنا ظلمنا انفسنا" کہہ کر اعتراف جرم کرے)

(۱۰) **ترجمہ:** اگر شاخ سدرۃ المنتہی (بیری کا درخت جو مقام جبریل ہے) سے اتر کر فرشتے (بھی) مانگنے آجائیں تو (عاشق) خواہ سخاوت میں حاتم ہو مگر (تیری زلف اپنے ہاتھ سے نہیں دے سکتا۔ (یعنی اس معاملہ میں اتنا بخیل ہے کہ سوال بالکل ہی رد کر دے گا۔ مراد واضح ہے)

(۱۱) **ترجمہ:** حالت وصل میں نظیری کی تنگ ظرفیوں کی وجہ سے (کہ چھلکا پڑتا ہے) اگر عشق اسکو آئندہ ہمیشہ کے لئے محروم کر دے تو یہ بھی کم ہوگا (غنیمت ہے کہ آئندہ کو محروم کیا جاتا ہے منصور کی طرح دار پر چڑھانے کا فیصلہ نہیں کیا)

بحر: ہزج مثمن سالم۔ ارکان و **تقطیع:** مثل ۲/۱

(۱) **ترجمہ:** جو شخص کہ وصل (دوست) کا پیاسا ہے وہ آب کوثر سے ساز نہیں کرتا (حتی کہ) عاشق اگر آب حیات پر بھی پہونچ جائے تو (پینا تو درکنار اپنے) ہونٹ تر نہیں کرتا کیونکہ زندگی سے بیزار عاشق آب زندگی لیکر کیا کریگا)

(۲) **ترجمہ:** شراب عشق، ٹوپی (اتار کر) بخش دینے اور سر کی بازی لگانے کا جذبہ پیدا کر دیتی ہے (کیونکہ) وہ سر جسے اس نشۂ (شوق) نے گرویدہ بنا دیا ہو اس کو تاج راس نہیں آتا (بالکل ٹھیک اسلئے کہ جس کا سر شوریدگی کے ہاتھ سے وبال دوش بن چکا ہو وہ دیوار تلاش کرے گا یا تاج؟ مضمون وہی ہے جسے پہلے یوں ادا کر چکا ہے ؎

عشق تو قید علائق زرہ ما برداشت ❊ ہر کہ مجنون تو شد سلسلہ از پا برداشت

(۳) **ترجمہ:** عاشق (شیدا) بنجانے پر مجھے طعنے نہ دے کیونکہ (میرا) دل ہی ایسے (خمیر) آب و خاک کا جس کا بنا ہوا بچہ لفظ عشق کے سوا اور کچھ یاد ہی نہیں کرتا ؎ بشعور شاہدم از کود کی نظر بازی ست ❊ کہ عشق خیز والد آب و ہوائے کشور ما)

(۴) **ترجمہ:** اگر آسمان میری مراد برآری کا سامان کرسکے تو یہ تعجب کی بات ہوگی (اسلئے) جب کسی کا نصیبہ پھر چکا ہو تو گردش ستارہ (فلک) سے بھی اسکی سوافقت نہیں ہوتی (اس پر بھی اگر فلک سامان مراد فراہم کرے تو جائے تعجب ہی کرنہیں؟)

کدامیں شعلہ روشن می کند امشب چراغم را ۵ کہ موئے رانمی بینم کہ بال و پر نمی سازد

اگر بیگانہ گر محرم دلش می سوزد از دردم ۶ کسے سویم نمی بیند کہ چشمے تر نمی سازد

ز روز وصل در رشکم ز شام ہجر در افغاں ۷ دلے دیوانہ دارم کہ با دلبر نمی سازد

رہ غیرت خطرناکست پہنایش تماشا کن ۸ دراں وادی کہ عشق اوست با تن سر نمی سازد

برائے امتحاں مانی و چہ مانی را چہ آذر را ۹ اگر خود می شود بت گر ز خود بہتر نمی سازد

ہماں عشق است بر خود چیدہ چندیں داستاں ورنہ ۱۰ کسے بر معنی یک حرف صد دفتر نمی سازد

ندانم حال شبہائے نظیری این قدر دانم ۱۱ کہ جز بالیں نمی گردانہ و بستر نمی سازد

(۵) **ترجمہ:** آج کی رات کونسا شعلہ (رخ محبوب) میرے چراغ (دل) کو روشن کر رہا ہے کہ کوئی چیونٹی ایسی نظر نہیں آتی جو (پروانہ بن کر نثار ہونے کے لئے) پر و بال نہ نکال رہی ہو (یعنی ہو نہ ہو یہ میرا ہی شعلۂ رخسار محبوب خانۂ دل میں جلوہ آرا ہے کہ ذرات کائنات پروانے بنے جا رہے ہیں)

(۶) **ترجمہ:** خواہ اپنا ہو یا بیگانہ سب کا دل میرے (سوز) درد سے جلنے لگتا ہے (چنانچہ) کوئی میری طرف نہیں دیکھتا کہ آنکھیں تر نہ کر لیتا ہو (یعنی اپنے اور بیگانے سب میرا حال دردناک دیکھکر آنکھوں میں آنسو بھر لاتے ہیں ؎

بکینۂ دل بے مہر کافرت نازم بہ کہ کردہ است بہ دوست گیرو ترسا را غیرت اسرا ہنگ ہی اٹھائی کل اس اسد کی نعش بعد تمن ہی جسکو دیکھ کو غمناک ہوگئے

(۷) **ترجمہ:** روز وصل سے میں رشک میں اور شام جدائی سے فریاد و فغاں میں مبتلا رہتا ہوں (خدا بچائے!) ایسا پاگل دل رکھتا ہوں جو کسی حال میں دلربا کے ساتھ موافقت نہیں کرتا (یعنی حالت وصل میں خود پر رشک آتا ہے اور حالت جدائی میں درد ہجراں ستاتا غرض اس دل کو کسی پہلو چین نہیں)

(۸) **ترجمہ:** غیرت و خود داری (حسن) کی راہ بڑی خطرناک ہے اسکی وسعت ملاحظہ ہو (خلاصہ یہ کہ) جس مقام میں اس کا عشق رونق افروز ہے وہاں سر اور تن میں سازگاری نہیں رہ سکتی (یعنی دوست کا حسن غیور یہ چیز برداشت نہیں کر سکتا کہ وجود عاشق جو اسکے لئے سامان رسوائی ہے قائم رہے اسی نے تیغ نگاہ ایک وار سر تن سے الگ کر دیا جاتا ہے) شعر کا عرفانی پہلو یہ ہے کہ محبوب یکتا کی شان وحدت و کبریائی کا تقاضا یہ ہے کہ کثرتیں محو و نابود ہو جائیں۔

(۹) **ترجمہ:** کیا مانی اور کیا آذر سب کو (عشق) جانچنے کے لئے (خستۂ بتگری ہیں) نگار کہلاتے ہیں مگر وہ خود بھی بگڑ جائے تو اپنے سے اچھا نہیں بنا سکتا (تو مانی و آذر کی ہستی کیا ہے کہ وہ بنا سکیں شعر نفیس گمتشلم شی کی تعریف ہے)

(۱۰) **ترجمہ:** یہ عشق ہی ہے جس نے اپنے اوپر اس قدر داستانوں کے تودے لگا رکھے ہیں ورنہ کوئی شخص بھی ایک حرفی لفظ کے معنی سینکڑوں دفتر تصنیف نہیں کر سکتا۔ **توضیح:** یہ لاکھوں شاعروں کے دفتر شعرا ہی نہیں۔ بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ بجز عشق کی داستانیں سنا رہا ہے اور پھر بیان ہونے میں نہیں آئیں۔ کیا ٹھکانا ہے اس لفظ کی گہرائی اور وسعت معنی کا!)

(۱۱) **ترجمہ:** میں نظیری کی شبہائے فراق کا حال تو نہیں جانتا صرف اسقدر جانتا ہوں کہ وہ (بن تکیہ) ادھر سے ادھر

بیا کہ بیتو غم از خاطرم بدر نرود ۴۷/۱ وداع از دل و ہجرانم از نظر نرود
دراں بساط کہ من خوان عشرت آرایم ۲ مگس ز تلخیٔ من جانب شکر نرود
ز شہر خویش مرا شہرۂ تو دور انداخت ۳ باختیار کسے جانب سفر نرود
چہ میشود چو کریماں رہ غریب زنند ۴ رہ دیار بہ بندند تا خبر نرود
بطبع شوخ تو نازیم و آں پذیرائیش ۵ کہ گر سخن رود از خاطرت اثر نرود
دلِ نزار و تنِ بردبار خواہد عشق ۶ کہ از نسیم بجوش آید و بسر نرود

اُلٹتا پلٹتا رہتا ہے اور بستر نہیں بچھاتا رہنی شب فراق میں بستر استراحت کا کیا کام تکیہ پر بھی سر چین سے دھرا نہیں رہتا کبھی سرہانے کبھی پینتیانے اولتا بدلتا رہتا ہے، **تحسین** :۔ شاعر نے تجاہل عارفانہ کمال کو پہونچادیا اور ساتھ ہی شب فراق میں بےچینی کی تصویر ہی کھینچ دی ہے)

بحر :۔ مجتث مثمن مخبون محذوف ۔ ارکان و **تقطیع** :۔ مثل ۶ رکن آخر بروزن فعلن مخبون و محذوف ہے۔

(۱) **ترجمہ** :۔ اے دوست! آجا کہ تیرے بغیر میرے دل سے غم نہیں نکل سکتا، وداع (کا دردناک تصور) دل سے اور ہجر (کا بھیانک منظر) نظر سے اوجھل نہیں ہو سکتا (مطلب صاف ہے)

(۲) **ترجمہ** :۔ جس فرش پر کہ میں اپنا دسترخوان عیش آراستہ کروں تو وہاں کی مکھی بھی میری تلخی کو چھوڑ کر شکر کی طرف نہ جائیگی (یعنی عشق کی تلخیاں بھی اس قدر حلاوت رکھتی ہیں کہ شکر انکے مقابلہ میں ہیچ ہے مراد یہ ہے کہ اگر حریص دنیا تلخیٔ عشق کی لذت سے آگاہ ہو جائے تو یقیناً دنیا کی شیرینیوں سے توبہ کریگا)

(۳) **ترجمہ** :۔ مجھے اپنی بستی سے تیری شہرت (حسن) نے دور لیجا پھینکا ورنہ کوئی اپنی مرضی و اختیار سے سفر نہیں کیا کرتا (یعنی راحت وطن کچھوڑ کرے ورنہ کون صعوبت سفر اختیار کیا کرتا ہے ہم یہ سوچتے ہیں تیری دولت حسن کی شہرت سن کر اٹھا رہے ہیں تو کچھ زکوۃ حسن ہمیں بھی ملجائے گی)

(۴) **ترجمہ** :۔ کیا بن سکتا ہے جب کہ کرم کرنیوالے ہی مسافر کو لوٹنے لگیں اور مزید براں یہ کہ دیار وطن کا راستہ بھی بند کردیں تاکہ خبر نہ جاسکے (اور کوئی مدد کو نہ آسکے یعنی پھر تو بس خدا ہی مالک ہے ؎

دراں صحرائے بے پرسش کہ راہبر راہزن باشد ⁂ دل مجروح گردد کارواں در کارواں پیدا

(۵) **ترجمہ** :۔ تیری چلبلی طبیعت اور اسکی اس اثر پذیری پر ہم ناز کرتے ہیں (یعنی باوجود شوخی اثر پذیری کس درجہ ہے) کہ اگر بات تیرے دل سے نکل بھی جاتی ہے تو اسکا اثر نہیں نکلتا حالانکہ دل سے بات نکل جانے پر اثر بھی جاتا رہا کرتا ہے مگر تو ہے کہ اگر ہمارے جرم عشق کو بھول بھی جائے تو اثر بے التفاتی بدستور قائم رہتا ہے)

(۶) **تشریح** :۔ بردبار "اسم فاعل ترکیبی مثل بار بر دمرکب از اسم صیغہ ماضی" بسر رفتن "سر کے بل جانا، گرنا **ترجمہ** :۔ عشق (ایسا) ناتواں دل اور بار (محبت) اٹھانیوالا تن چاہتا ہے، جو باد نسیم (کے ایک جھونکے) سے جوش میں آجائے اور سر کے بل نہ گرے

چو خون مردہ سیہ روئے باد در تہ پوست ۷ دلے کہ بر سر پیکاں و نیشتر نرود
دلم بیاد تو دریا نمود چشم ہنوز ۸ مئے خیال تو در ظرف مختصر نرود
بر آستانہ رہے مے نما نظیری را ۹ کہ قدر مجلس خاصاں بایں قدر نرود
آمد سحر کہ دیر و حرم رُفت و رُو کنند ۴۸/۱ تا بازم از نصیب چہ خوں در سبو کنند
ما قابل نشاط و شکر خندہ نیستیم ۲ تا شہد خوشگوار کرا در گلو کنند
آنانکہ تنگ ظرفیٔ ما را شنیدہ اند ۳ مے بہر آزمائش ما در سبو کنند

(مطلب صاف ہے) **اشارہ** :۔ از نسیم بجوش آید کا تعلق دلِ نزار سے ہے اور بسر نرود کا تن بردبار سے شعر میں صنعت لف و نشر مرتب ہے)

(۷) **تشریح** :۔ خون مردہ " وہ خون جو چوٹ لگ جانے سے جلد کے نیچے بستہ ہو کر سیاہ پڑ جاتا ہے۔ **ترجمہ** :۔ خدا کرے وہ دل جو (دوست کے مژگان و نظر کے) پیکان و نشتر کے حوالہ نہ ہوتا ہو وہ جلد کے نیچے مردہ خون کی طرح (خشک ہو کر) روسیاہ ہو جائے (یعنی وہ دل، دل نہیں جو عشق سے خالی ہو بلکہ وہ تہ پوست خون مردہ ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے

؎ لبے کہ آہ ندارد دخشگاف دیوار است ⁂ سرے کہ عشق ندارد کدوئے بازار ست

(۸) **ترجمہ** :۔ میرے دل نے تیری یاد میں (اے دوست!) آنکھوں کو دریا بنا دیا (یعنی اشک باری میں دریا کی سی وسعت عطا کردی) مگر ابھی تک تیرے تصور (جمال) کی شراب (چشم کے اس) مختصر پیمانہ میں نہیں سماتی (یعنی آنکھیں باوجود وسعت دریا حاصل کرلینے کے شراب جمال یار کو سما لینے سے عاجز ہیں مراد یہ ہے کہ باوجود کمال گریہ وزاری ہنوز دیدار دوست سے محروم ہوں)

(۹) **ترجمہ** :۔ نظیری کو کم از کم آستانہ و دہلیز کا ہی راستہ دکھا دیا کرو اتنی سی بات سے تو مقربین بارگاہ کی مجلس کی قدر و منزلت نہیں گھٹتی (یعنی نخشت نقرب نہیں، مسند صدارت نہیں کم از کم آستانہ پر تو پڑا رہنے دے کہ گفتہ اند ع در صدر نگر بہ راہ بود آستان طلب۔ **اشارہ** :۔ قدر، اور قدر میں تجنیس ناقص ہے۔

بحر :۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور ۔ ارکان و **تقطیع** :۔ مثل ؟

(۱) **تشریح** :۔ رُفت و رُو " حاصل مصدر مرکب از ماضی و امر از رُفتن بمعنی صفائی " تا " حرف تنبیہ " بازم " میں سبو کا مضاف الیہ ہے " چہ خون " کا استفہام " استعجاب و تعظیم شان کے لئے ہے **ترجمہ** :۔ صبح ہوگئی کہ پجاری اور خادم بتکدہ اور حرم کی صفائی کریں (یعنی دیر و حرم میں صفائی و جلوہ نمائی کا وقت آگیا تو دیکھو کل کی طرح آج ! پھر میرے سبو کے (ساقیان تقدیر) مقدر سے میں کونسا خون (رساقیان تقدیر) بھرتے ہیں (یعنی دوست کی جلوہ نمایاں ہوں تو ہوتی رہیں ہمیں کیا ! ہمارے لئے تو خون آشامیاں ہیں)

(۲) **ترجمہ** :۔ مانا کہ باوجود عاشق صادق ہونیکے ہم نشاط وصل (اور دوست کے) شیریں تبسم کے قابل نہیں تو اب دیکھنا ہے کہ یہ شہد خوشگوار کس کے حلق میں (نشاط و شکر خندہ کا خوشگوار شہد ٹپکاتے ہیں ظاہر ہے کہ نااہلوں اور جھوٹوں کے حصہ میں آئیگا تو دوست کو کم از کم عاشق صادق و کاذب میں تو تمیز کرنی چاہیئے)

(۳) **ترجمہ** :۔ وہ ساقی کہ جنہوں نے ہماری تنگ ظرفی اور کم حوصلگی کو سن پایا ہے وہ (اب جاہتے) ہیں ہمیں جانچنے کیلئے شراب ڈال

آلودگی بگریہ نواماں سنے رود ۴ دلق مرا بشعلہ مگر شست وشو کنند

تصدیع کم کشند گل و بادہ تا بکے ۵ در کار بے دماغئ ما آبرو کنند

کو زخم عاشقانہ کہ در جلوہ گاہ حسن ۶ صد چاک دل بتار نگاہے رفو کنند

تو کارِ دل بغمزۂ معشوق وا گذار ۷ بے طاقتی مکن کہ نکویاں نکو کنند

حقِ عطائے عشق نسازند ہیچ ادا ۸ گر خلق عمر در سرِ ایں گفتگو کنند

دیگر زآب دیدہ نظیری نجوں نشست ۹ چنداں نماند دل کہ غم و غصہ تو کنند

عیشم خوش از آں شعلہ افروختہ باشد ۱ ۴۷ نقش دل ریشم جگر سوختہ باشد

ہے ہیں تاکہ ہماری تنگ ظرفی ظاہر ہوجائے اور وہ ہمیں محروم رکھنے میں معذور رکھے جائیں یعنی حقیقت میں عطا مقصود نہیں بلکہ ہماری کم حوصلگی کا اظہار کرا کر خود ہمارا قصور ثابت کرنا مقصود ہے)

(۴) ترجمہ:۔ (میرے) دامن سے آلودگی (گناہ) دور نہیں ہوسکتی مگر (اس صورت میں کہ) میری گدڑی کو شعلۂ آتش سے دھو ڈالیں (ظاہر ہے کہ شعلے سے دھلکر خود گدڑی کہاں باقی رہے گی (یعنی میری خرقہ وجود کا کثافت مادیات کی آلودگی سے صاف ہونا شعلۂ رخ جاناں کے دکھلائے بغیر ممکن نہیں اور جب یہ ہوگا نہ خرقہ وجود باقی رہیگا اور نہ آلودگی)

(۵) ترجمہ:۔ بہتر ہے کہ تکلیف نہ اٹھائیں آخر کب تک شراب اور گلاب کے پھول ہماری بد دماغی کے سلسلہ میں (اپنی) آبرو کھوتے رہیں (یعنی سے خاطر بخندہ گل و مل دائمی شود ؎ غیر از گریستن غم دل را علاج نیست)

(۶) ترجمہ:۔ حقیقی زخم عاشقانہ ہے کہاں؟ (رہو تو لاؤ) کہ حسن کی تماشاگاہ میں (تو اسکے دلنواز جلوے) دل کے سینکڑوں چاکِ زخم نگاہ کے ایک تار میں رفو کر دیتے ہیں (یعنی دوست کی ایک نظر ترحم ہزاروں درد کا مداوا ہے ع آنا چو تراد رد نداد ند دوا نیست)

(۷) ترجمہ:۔ تو اپنے (دل کا معاملہ معشوق کے غمزہ پر چھوڑ دے (یعنی اگر وہ ہلاک کرے تو کرنے دے) اور بے صبری نہ کر کہ اچھے لوگ اچھا ہی معاملہ کیا کرتے ہیں (یعنی یہ تیری غفلت کا سبب ہے کہ غمزۂ جاناں سے ہلاک ہونے پر تو اضطراب کو کام میں لاتا ہے ورنہ حقیقت میں اسمیں تیرا فائدہ ہی کہ سب آلام روزگار سے نجات پا جائیگا پس "عسیٰ ان تکرھوا شیئاً" وھو خیر لکم کو اپنا دستورِ عمل بنا)

(۸) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ اگر تمام لوگ اسی گفتگوئے (عشق) میں عمر کھپا دیں تب بھی کرم و عطائے عشق کا حق بالکل ادا نہ کر سکیں گے (یعنی شکرانۂ عشق ادا نہیں ہوسکتا کہ ع کس نیست کہ در گردن از و وام ندارد)

(۹) تشریح:۔ "تو کردن" پیچھا کرنا۔ (مدرجگہ پانا) "بخون نشستن" غرق خون ہوجانا۔ ترجمہ:۔ پھر نظیری! اشکوں کی وجہ سے غرق (دریائے) خون ہوگیا کمبخت، دل اتنا بھی نہ رہا کہ غم و رنج عشق (ہی) اسمیں جگہ پاسکیں یا غم و رنج اسکا پیچھا بھی کرسکیں)

بحر:۔ ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف۔ ارکان و تقطیع:۔ مثل ۴۳

(۱) ترجمہ:۔ میری زندگی کی خوشی شرابِ عشق یا رخِ یار کے اس روشن شعلے سے ہوتی ہے اور میرے زخمی دل کے لئے نقل (گزک و کباب) بغذا (داغ جگر) (یعنی آتش محبت میں جلنا میرے لئے سامان آسایش ہے)

از محنت لب بستنم آنکس شود آگاہ ۲ کز تیغ جفا چاک دلے دوختہ باشد

در عرصۂ گلزار کند نالہ ز تنگی ۳ مرغے کہ بکنج قفس آموختہ باشد

نیکوئی او در رہِ بازار خریدند ۴ عیبم نہ متاعیست کہ بفروختہ باشد

محتاجی ما باعثِ آسایش ما شد ۵ غارت نخورد ہر کہ نیندوختہ باشد

گرمی مفروشید کہ در مجلس ما نیست ۶ شمعے کہ نہ از سوز خود افروختہ باشد

از صدق نفس چند زنی لاف نظیری ۷ مشکست ہمہ سرب و جگر سوختہ باشد

زاں خم کہ زاہداں بقدح آب جو کنند ۱ ۴۸ شوریدہ گاں صومعہ در سبو کنند

(۲) ترجمہ:۔ میرے ہونٹ سی لینے کی (یعنی اختیار خاموشی) اکٹھن کی حالت سے وہی باخبر ہوسکتا ہے جس نے (دوست کی) جفاؤ جور کی تلوار سے (اپنے) چاک دل کو سی لیا ہو (یعنی تیغ جفائے یار جس کے دل و جگر میں پیوست ہو کر رہ گئی ہے وہ اس مجبورانہ خاموشی کے حال سخت کا اندازہ لگا سکتا ہے ع ورنہ حال غرقہ در دریا چہ داند خفتہ بر ساحل)

(۳) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ وہ بلبل جو گوشۂ قفس میں پڑھا سکھایا گیا ہو وہ فضائے چمن میں (بھی) بوجہ (زاویۂ) تنگی کے نالہ و فریاد کریگا (یعنی گوشۂ قناعت و یکسوئی میں رہ کر جس نے آزادہ دلی کا درس حاصل کر لیا ہے اس کو فضائے چمن عالم بوجہ قیود و حدود تنگ نظر آتی ہے۔ اس لئے وہ بجائے خوش ہونیکے نالاں ہوجاتا ہے)

(۴) ترجمہ:۔ اس کی خوبیوں کو بر سر بازار لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا مگر میرا عیب (رہبرِ وفا) ایسا سودا نہیں جو بک سکے۔ (یعنی دوست او دوست کی خوبیوں کے ہم جیسے ہزار گاہک ہیں مگر عاشق اور اس کے اخلاص و وفا کا کوئی قدردان نہیں)

(۵) ترجمہ:۔ ہماری نہوت (مفلسی) ہماری بے فکری کا باعث بن گئی (اسلئے کہ) جس نے جمع ہی نہ کیا ہو وہ لٹنے کا بھی نہیں۔

(۶) تشریح:۔ "گرمی فروختن" بڑائیاں مارنا۔ ترجمہ (وہ اے مدعیان عشق!) بس زیادہ بڑائی نہ مارو کہ ہماری محفل (عشاق) میں کوئی شمع ایسی نہیں جو خود اپنی سوزش (دل) سے روشن نہ ہوئی ہو (یعنی کمال عاشقی یہ ہے کہ دل شمع آسا خود اپنی آگ سے جل اٹھے)

(۷) تشریح:۔ "صدق نفس" پاک نفسی، دلی سچائی۔ "لاف زدن" ڈینگیں مارنا، جھوٹے دعوی کرنا۔ "سرب" سیسہ۔ ایک دھات جس کا رنگ اوپر سے میلا اور سیاہ ہوتا ہے کاٹو تو اندر سے سفید نکلتی ہے۔ "و جگر" میں واؤ حرف عطف بیان فرق کے لئے ہے جس سے مشک اور سرب میں فرق بیان کرنا مقصود ہے کہ مشک و سرب ظاہر میں یکساں ہوتے ہیں مگر مشک اندر سے بھی سیاہ و سوختہ نکلتا ہے سیسہ اور رانگ کی طرح نہیں کہ باہر سے سیاہ اور اندر سے سفید۔ ترجمہ:۔ اے نظیری! (اپنی) پاک نفسی کی ڈینگیں کب تک مارتا رہے گا (ہچاہیے تو مشک بن نہ کہ سیسہ کہ مشک (دیکھنے میں) تمامتر سیسہ کے مانند ہوتا ہی اور دہاں (ہوتا ہے جگر جلا (یعنی اگر تو عشق صادق کا مدعی ہے تو مشک کی مانند جگر سوختگی دکھلا سیسہ کی طرح نہ بن کہ باہر سے سیاہ سوختہ اور اندر سے خام اور اگر یہی حالت ہے تو پھر صدق عشق کے دعوے چھوڑ)

پابند جبلہ مہر سلیمان و جام جم ۲ گر خاک راہ میکدہ را شست وشو کنند
در خشت و سنگ میکدہ کردم معاینہ ۳ ذوقے کہ سالکاں بخیال آرزو کنند
از خود گذشتہ دامنِ پرہیز تر نکرد ۴ در چشمۂ کہ خضر و سکندر وضو کنند
ظرفے بہم رساں کہ مبادا بسر روی ۵ منصور را کنند بلا در گلو کنند
خونابہ زخم فاش کند ورنہ عاشقاں ۶ تارِ جگر کشند و گریباں رفو کنند
با کاہلاں گذار نظیری شراب را ۷ شاید گلے ز گلشنِ ایں دشت بو کنند

شب فغان را بدر خلوت او بارے بود ۱ نالہ ہرچید اگر درد ش آزارے بود

بحر:۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور۔ ارکان وتقطیع:۔ مثل ۱۰۳ رکن آخر بر وزن فاعلات مقصور ہے

(۱) ترجمہ:۔ جس مٹکے سے ریا کار ظاہر پرست زاہد پیالے میں ندی کا پانی نکالتے ہیں اسی سے اہل میکدہ (عشق کے بدحال رند) اپنے سبو میں شراب بھرتے ہیں (یعنی خم ایک ہی ہے مگر ظاہر پرست کو اس میں پانی نظر آتا ہے اور حقیقت بیں کو شراب او۔ یہ در اصل اپنی اپنی نظر کی پستی و بلندی کا فرق ہے)

(۲) ترجمہ تقلب مصرعین:۔ اگر میخانہ کی خاک راہ کو دھوئیں تو یہ دھونیوالے سب کے سب دراصل خاتم سلیمانی اور جام جمشید پائیں گے (یعنی خاتم سلیمانی اور جام جمشید جو عروج دنیوی کے اسباب امتیاز میں سے ہیں وہ میکدۂ عرفان کی خاک راہ میں ملے ہوئے ذرات کی حیثیت رکھتے ہیں عارف حق شناس کی نگاہ میں جن کی کوئی وقعت نہیں)

(۳) ترجمہ:۔ میں نے خانہ کے پتھروں اور اینٹوں میں وہ چاشنی (حقایق الکلم کھلا پاچکا ہوں جس کی آرزو سالک (درحقیقت اپنے تصور خیال میں کرتے ہیں (یعنی جس کمال عرفان کی آرزو ابھی انکے تصور میں ہی گشت لگا رہی ہے وہ ہمیں حاصل ہو چکا ہے)

(۴) تشریح:۔ "از خود گذشتہ" اسم مفعول ترکیبی (اپنی ہستی سے گذرا ہوا۔ تارک الدنیا) "پرہیز" تقوی۔ ترجمہ:۔ جو اپنی ہستی و خودی سے گذر چکا ہے پھر اس نے (اپنے) دامنِ تقوی کو اس (ناپاک) چشمہ سے تر نہیں کیا جس سے کہ خضر و سکندر (پاکی حاصل کرنیکے لئے) وضو کرتے ہیں (یعنی چشمۂ آبحیات جو خضر و سکندر کی نظر میں پاک ہے وہ سالک از خود گذشتہ کی نظر میں ناپاک پانی کا حکم رکھتا ہے)

(۵) تشریح:۔ "بسر رفتن" سر کے بل گرنا۔ سر کے بل چلنا۔ ترجمہ:۔ (پہلے) ظرف و حوصلہ حاصل کرلے ایسا نہ ہو کہ تو رندنام کی طرح سر کے بل گر پڑے (کیونکہ یہ وہ مقام ہے کہ جس میں (منصور (جیسے) کے گلے میں (بھی) بلا کا پھندا ڈالدیتے ہیں۔ اشارہ:۔ منصور کے دار پر چڑھائے جانیکی طرف تلمیح ہے کہ ایسا معاملہ اس کے ساتھ ضبط نکرنے اور راز فنافی اللہ کو "انا الحق" کہہ کر فاش کردینے کی پاداش میں ہوا"

(۶) ترجمہ:۔ کیا کریں؟ خون (ٹپک کر) زخم (دل) عیاں کرہی دیتا ہے ورنہ (اپنا بس چلے تو کوشش مستوری کرنیوالے عشاق (اپنے) جگر کے تار (رگ و پے) کھینچکر گریباں رفو کرلیں (یعنی عشق چھپائے نہیں چھپتا)

(۷) ترجمہ:۔ اے نظیری! تو اب شراب کو سست مزاجوں کیلئے چھوڑ دے (تاکہ وہ اپنی سستی و کاہلی دور کریں) اور اس طرح شاید وہ (بھی) اس دشت (عشق حقیقی) کے چمن کا کوئی پھول سونگھ لیں (یعنی ممکن ہے کہ شراب ان کے مزاج سے کاہلی نکال کر

شورش وعربدۂ در شب آں لف نداشت ۲ بخت من بود اگر فتنۂ بیدارے بود
خویشتن را بدم سحر بد و مے بستم ۳ ہر سر موئے مرا با رخ و قد کارے بود
نہ غمِ مدعیاں بود نہ آشوب ندیم ۴ گل بے خار مگو گلشن بیخارے بود
مصر ویراں دلم راز بس آمد شد او ۵ یوسفے بر سر ہر کوچہ و بازارے بود

گلگشت چمن حقیقت کا جذبہ ان کے دلوں میں پیدا کردے)

بحر:۔ رمل مثمن مخبون مقصور مشعث ارکان وتقطیع:۔ مثل ۱

(۱) تشریح:۔ "خلوت ما" ضمیر جمع متکلم اپنے ساتھ دوست کو شامل رکھ کر لایا ہے۔ "برچیدن" اٹھالینا، دور کردینا۔ ترجمہ:۔ رات (میری) فریاد کو ہمارے خلوت خانہ میں (شرف) باریابی حاصل تھا چنانچہ اگر اس کے دل میں کوئی رنجش تھی تو وہ (میرے) نالہ نے نکالدی۔ (یعنی نالۂ عاشق معشوق کی آسودگیٔ خاطر کا باعث ہی (میرے نالوں سے دوست کا خوش ہوجانا بتلاتا ہے کہ میری فغاں کو خلوت کدہ میں باریابی حاصل ہوگئی)

(۲) تصحیح:۔ "شب" آں زلف (بہر اضافت تشبیہی خالی از لطافت ہونیکے باوجود اگر مان بھی لی جائے تو "نداشت" کا فاعل نامعلوم ہوجاتا ہے اسلئے "آں زلف" کو "نداشت" کا فاعل رکھا جائے اور "شب" کو ضمیر متکلم کی طرف مضاف کرکے "شبم" پڑھا جائے اس طرح شب کو وصف شور انگیزی میں جو خصوصیت متکلم کے ساتھ ہے وہ بھی لطیف پیرایہ میں ادا ہوجائے گی۔ ترجمہ:۔ میری (رجا بگداز) رات میں وہ زلف (دوست) کوئی شور و فساد برپا نہیں کررہی تھی بلکہ اگر کوئی (جیتا) جاگتا فتنہ تھا تو وہ (خود) میرا نصیبہ تھا (یعنی زلف دوست تو مقتضائے فطرت راحت پیوندے بصلح آمادہ دلدار تھی ہے مگر بقضائے ع و بخت خویش زیاں کار بر سر جنگ ست) خود اپنا مقدر برسر فتنہ پردازی ہے)

(۳) تشریح:۔ "بدم سحر" میں بائے ظرفیہ اور دم سحر بمعنی وقت صبح ہے بعض مترجمین نے "با" وسیلہ مانکر دم سحر کا ترجمہ افسوں خوانی کیا ہے (حالانکہ بوقت سحر جلوہ ہائے حسن ازلی کے آشکارا ہوجانے پر وابستگی پیدا کرنے کیلئے فسوں خوانی کی کیا حاجت رہجاتی ہے) ترجمہ:۔ بوقت صبح میں اپنے آپ کو دل والہانہ انداز سے اس کے ساتھ وابستہ کر رہا تھا حتی کہ میرے ہر بال کو مجھے کو دوست کے (رخسار و قد) دلکش کے ساتھ وابستگی تھی (یعنی میں ہمہ تن رخ و قد دوست کا شیدائی بن چکا تھا)

(۴) ترجمہ:۔ خلوت خانۂ دوست میں ہم کو نہ رقیبوں کا کھٹکا تھا اور نہ ہم مشربوں کا جھگڑا (بس اسکو ایک گل بے خار نہ کہو (بلکہ یہ تو) پورا گلزار بے خار تھا گویا "لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل" کا سماں تھا۔ یعنی محبوب حقیقی کے ساتھ وہ قرب حاصل تھا کہ نہ مدعیان الا کی وہاں گنجایش تھی اور نہ ندیمان انبیا و اولیا کی یہ مقام سلوک کے مقامات میں سب سے اونچا اور بڑا پر خطر ہے یہیں پہونچکر حوصلہ انا الحق کا نعرہ بلند کر دیتا ہے)

(۵) ترجمہ:۔ اس (دوست) کے جلوہ دیکھ کر آمد و رفت کی وجہ سے میرے دل کے ویرانہ مصر کے (ہر کوچہ و بازار) میں ایک دل ربائی خاص وہاں یوسف را آمادۂ گرم بازاری تھا (یعنی جلوہ ہائے دوست نے دل ویران کے ہر گوشہ کو متاع حسن یوسف کی

بر دلِ خستۂ من بود نگاہش ہر چند ۶ ہر طرف جاں بکف استادہ خریدارے بود
حسن و حیرت بہم افسانۂ غرض میکردند ۷ نہ غمِ پرسشش و نے زحمتِ گفتارے بود
اینہمہ لاف کہ در قربِ نظیری میزد ۸ دیدمش بر سرِ آں کوئی عجب خوارے بود

میروم جائیکہ غم آنجا ز دلہا می رود ۴۹/۱ نالہ از ہر جا کہ می خیزد بآنجا می رود
وقتِ جاں دادن بدنبالِ اجل بینم چنانک ۲ گوئیا صد یوسف از پیشِ زلیخا می رود
تحفۂ رضواں اگر بر کف ندارم دور نیست ۳ تا بمرگ از ظلمِ ایماں بیغما می رود

مصر کی طرح معمور بنا رکھا تھا تو دیکھو یہ یاد ماسوی اللہ سے خالی کیا ہوا ویرانہ مصر سے بھی کس قدر آباد نکلا)

(۶) ترجمہ بقلب مصر علین:- اگرچہ ہر طرف (نقدِ) جان ہاتھ میں لئے ہوئے (متاعِ حسنِ دوست کے) خریدار موجود تھے مگر اس کی نگاہ میرے خستہ حال دل پر رجی ہوئی تھی (یعنی نگاہِ دوست میں صرف میرا دل تھا۔ اس کے متاعِ حسن کی قیمت ادا کر سکتا تھا گویا خستگی نے میرے دل کو زرِ کامل عیار بنا دیا تھا۔

(۷) ترجمہ:- حسن (معشوق) اور حیرت (عاشق) دونوں (باہم اظہارِ مدعا کر رہے تھے) اور اس طرح کہ نہ (حسن کو) پوچھنے گچھنے کا غم تھا اور نہ (عشق کو) بولنے چالنے کی زحمت (یعنی حسنِ ہوش ربا کے نظارہ نے عاشق کو تصویرِ حیرت بنا رکھا تھا تو گویا ایک کا مدعا ہوش ربائی تھا اور دوسرے کا ہوش و خرد نذر کر دینا اور لطف یہ کہ ع پرسش ہے اور پائے سخن درمیاں نہیں)

(۸) تصحیح:- ہم نے مطابقتِ الفاظ و معانی کی رعایت رکھتے ہوئے مصرعۂ متن کو نسخہ اور نسخہ کو مصرعۂ متن کی جگہ رکھدیا ہے
ترجمہ:- یہ سب ڈینگیں جو نظیری قرب (و وصالِ دوست) کے سلسلہ میں مارتا تھا سب یونہی تھیں (میں نے اسے دیکھا تو وہ اس گلی میں عجب ذلیل و خوار حالت میں تھا (یعنی وجہ تقرب تو کہاں حاصل ہوتا اسے تو کبھی دھکے دئے جا رہے تھے۔
دیگر:- اس کے وصال کی طلب (میں نظیری میں فقط سانس ہی سانس باقی رہ گیا تھا الخ

بحر:- رمل مثمن محذوف۔ ارکان و تقطیع:- مثل ۴۱/۱

(۱) ترجمہ:- میں اب (جاتا ہوں وہاں (جہاں پہونچکر) دلوں سے غم نکل جاتا ہے (اور عاشق کا نالۂ جہاں سے بھی پیدا ہوتا ہے (سیدھا) وہیں پہونچتا ہے (یعنی کوچۂ جاناں کی طرف جاتا ہوں گویا غم کا دور ہونا اور نالوں کا پہونچنا کوچۂ دوست کا خاص نشان ہے اس طرح بطور کنایہ کوچۂ محبوب متعین کر دیا ہے والکنایۃ ابلغ من التصریح۔

(۲) ترجمہ:- جان دیتے وقت میں موت کے پیچھے (اس طرح (حسرتناک انداز سے) دیکھتا ہوں کہ گویا زلیخا کے سامنے سے سینکڑوں یوسف بے التفاتی سے نکلے چلے جا رہے ہیں (یعنی صدماتِ ہجران سے عاجز آکر مشتاقِ موت بنگیا ہوں مگر افسوس کہ موت بھی میری طرف رخ نہیں کرتی گویا ع موت آتی ہے پر نہیں آتی)

(۳) ترجمہ:- اگر داروغۂ جنت (رضوان) کیلئے تحفہ (اعمال و طاعات) میرے ہاتھ میں نہیں ہے تو کچھ تعجب نہیں، اسلئے کہ بچپنہ سے لیکر ہنوز مرتے دم تک میری متاعِ ایمان (کفرِ عشق کے رہزن کے ہاتھوں لٹ رہی ہے) تو جب ایمان ہی لٹ گیا تو

شاید از دُردے بجاں فروشند میفروش ۴ ہر کرا یک درہم است آنجا بسودا می رود
من نخواہم رفت (آنجا) بہر تسکین دلش ۵ ہر کجا بینند گویندش کہ فردا می رود
بر من اندوہی ہجوم آوردہ از ہجران او ۶ کز درش تا میروم دل در تہ پا می رود
میروم نوعے ز کوئے او کہ پنداری بخشم ۷ صد کس ہم پیش و پس از بہر تقاضا می رود
گر ز لوحِ چہرۂ لیلیٰ ہمی آرد سبق ۸ خاطرِ شوریدۂ مجنوں بصحرا می رود
شہر و صحرا را نظیری سوخت از آہ وداع ۹ میرود نوعیکہ پنداری ز دنیا می رود

بکشش بسوز کہ نام اماں نخواہم برد ۵۰/۱ دعا بدردسرِ آسماں نخواہم برد

(۴) ترجمہ:- (اس توقع پر کہ) شاید مے فروش تلچھٹ میں سے ہی کچھ ہم جیسے ناداروں کے ہاتھ فروخت کر دے، جس کے پاس ایک جوتی بھی ہے وہاں (شراب کا) سودا کرنے جا رہا ہے (یعنی کیا لطف ہے! شراب معرفت ایسی شراب ہے کہ اگر ہم جیسے حسنِ فطرت و توفیق کے ناداروں کو اپنا سب کچھ دیکر صاف نہ سہی تلچھٹ کے ہی چند قطرے ملجائیں تو زہے قسمت!)

(۵) ترجمہ:- میں (آستانۂ یار سے) ہرگز نہ ٹلونگا لیکن اس کی تسلی دل کی خاطر (لوگ جہاں اسے دیکھتے ہیں کہہ دیتے ہیں کہ یہ کل چلا جائیگا (یعنی لوگوں کا یہ کہنا محض اس کی تسکینِ خاطر کیلئے ہے ورنہ بھلا میں آستانۂ یار چھوڑکر کیونکر اور کہاں جا سکتا ہوں)

(۶) ترجمہ:- اس کے (صدمۂ) جدائی سے مجھ پر ایسا غم کا ہجوم ہوا ہے کہ جونہی میں اس کے دروازہ سے نکلا ہوں (گویا) دل پیروں تلے (کچلا) جا رہا ہے

(۷) ترجمہ:- میں اس کے کوچہ سے اس طرح (عالمِ بیچارگی میں) نکلا جا رہا ہوں کہ گویا سینکڑوں آدمی غصہ میں بھرے ہوئے (یہاں سے نکلنے کا) تقاضا کرنے کیلئے (میرے) آگے پیچھے چل رہے ہیں (مطلب واضح ہے)

(۸) ترجمہ:- اگر مجنوں کا آشفتہ حال دل لیلیٰ کے چہرہ کی تختی سے سبق لیگا تو یقیناً وہ (شہر چھوڑکر) بیابان کی طرف جائیگا (یعنی طالبِ حقیقی شہرستانِ ہستی کے ہنگاموں سے (جو لیلائے حقیقت سے توجہ ہٹانیوالے ہیں، متنفر ہوکر وادیٔ فنا کی طرف نکل جایا کرتا ہے اور طالبِ حقیقی کو یقیناً ایسا ہی کرنا بھی چاہیئے)

(۹) ترجمہ:- نظیری نے وداع و جدائی کی آہِ (سوزاں) سے شہر و بیاباں (سب) کو جلا ڈالا (دوست کے کوچہ سے) یوں جا رہا ہے کہ گویا دنیا سے جا رہا ہے (یعنی جس طرح دنیا سے جانیوالے کی نظر میں دنیا رہے یا مٹ جائے اسے کچھ پرواہ نہیں ہوتی اسی طرح دوست سے جدائی کے وقت کہ رہے دے کر وہی نظیری کی دنیا تھی گویا دنیا سے وداع کا منظر سامنے تھا اب اگر اس کی آہِ سوزاں دنیا کو جلا کر خاکستر کر دے تو اسے اس کی کیا پرواہ؟

بحر:- مجتث مثمن مخبون مجتث مقصور۔ ارکان و تقطیع:- مثل ۴۴

(۱) ترجمہ:- مجھے قتل کر ڈال (جلاؤں (جو تیری مرضی ہو کر) کہ میں امان و پناہ کا نام بھی زبان پر نہ لاؤنگا (امان چاہنا تو در کنار) اور آسمان کو دردِ سری میں ڈالنے کیلئے دعائیں نہ کرونگا (میں تو پہلے ہی سے اپنی جان سے بیزار ہوں اسلئے نہ اماں کی ضرورت ہے اور نہ دعا کی

مکن ملاحظہ در کشتنم کہ روز جزا ۲ ز رشک نام ترا بر زبان نخواہم برد

ز دل طپید نم آغاز عشق می گفتم ۳ کزیں معاملہ غیر از زیاں نخواہم برد

ز اضطراب دلم روز وصل معلوم است ۴ کہ از بلائے شب ہجر جاں نخواہم برد

بس است چند کنی اے فراق بے رحمی ۵ دگر بخویش تحمل گماں نخواہم برد

اگر ز دامن یوسف کنند بالینم ۶ سرے کہ وقف تو شد ز آستاں نخواہم برد

بایں ملال کہ من میر دم بسوئے چمن ۷ چہ جائے غنچہ کہ برگ خزاں نخواہم برد

نظیری اینچہ بلندی و تیز پروازیست ۸ ز شوق رہ بسوئے آشیاں نخواہم برد

(۲) ترجمہ:- میرے قتل کرنے سے نہ جھجک کہ قیامت کے دن دعویٰ خون تو درکنار بوجہ رشک تیرا نام بھی زبان پر نہ لاؤنگا (یعنی خود اپنے اوپر رشک کا آنا جب تیرا نام لینے سے بھی مانع ہے تو دعویٰ تو بڑی چیز ہے علاوہ ازیں دعویٰ مدعا علیہ کو نامزد کئے بغیر ہو ہی نہیں سکتا، اسلئے روز جزا کے خیال سے میرے قتل میں مضائقہ نہ کر)

(۳) ترجمہ:- عاشقی کے آغاز کار میں ہی دل دھڑکنے سے میں دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ اس معاملہ میں سوائے نقصان اور کچھ نہ اٹھا سکونگا (یعنی عشق نام ہی زیاں ہستی کا ہے پھر نفع کیسا؟ کسی کام کے شروع میں دل دھڑکنا اچھے انجام کی علامت نہیں سمجھی جاتی)

(۴) ترجمہ:- وصل دوست کے دن (بوجہ ازدیاد شوق یا بیم ہجراں) اپنے دل کی بیچینی سے معلوم ہو رہا ہے شب جدائی کی مصیبت سے تو جان سلامت لیجا ہی نہیں سکوں گا (یعنی جبکہ روز وصل شوق جان آفزا کی فراوانی حد سے گذر کر یا بحال وصال بیم ہجراں باعث اضطراب دل ہے تو خود ہجرانی جانگزا کی بلا اگر پیش آگئی تو جان سلامت کیسے بچ سکتی ہے)

(۵) ترجمہ:- اے فراق! آخر تو کہاں تک بے رحمی کریگا بس بہت ہو چکی! اب اسکے آگے میں اپنے متعلق ضبط و تحمل کا گمان نہ کر سکوں گا (یعنی پیمانۂ صبر لبریز ہے بس چھلکنے کی دیر ہے، زبان کی سادگی اور روزمرہ قابل داد ہے)

(۶) ترجمہ:- خواہ میرے لئے تکیہ دامن یوسف کا بھی بنا دیں لیکن وہ سر جو تیرے (سنگ در کے) لئے وقف ہو چکا ہے اسے (اب) آستانہ سے نہیں ہٹاؤں گا (یعنی سنگ آستانۂ یار کا بالیں دامن یوسف کے بالیں سے مجھے زیادہ عزیز اور میرے لئے زیادہ راحت بخش ہے۔

(۷) ترجمہ:- (اپنے بچھڑے محبوب سے محرومی کے) اس ملال خاص کے ساتھ جو میں (مجبوراً) اندازِ میں (چمن ہستی) کی طرف دیجایا جا رہا ہوں تو اس کی آرائش کی خاطر (غنچہ تو درکنار خزاں کے گرے ہوئے پتے بھی نہ لیجاؤں گا (یعنی اپنے محبوب بغیر میں دنیا سے بالکل ہی بے زار ہوں)

(۸) ترجمہ:- اے نظیری! (مضامین شوق میں) یہ کیا بلند خیالی اور تیز پروازی ہے، (بس کر) کیونکہ خوف ہے کہ اضطراب شوق کی وجہ سے میں آشیانہ کا راستہ نہ پا سکوں گا (یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ ان بلند خیالیوں اور تیز پروازیوں میں اصل مدعا غائب ہو جائے اور رضا و صنم دونوں سے محروم رہکر نہ اِدھر کے رہیں اور نہ اُدھر کے)

حسن چندے سر بدل شوخی و خود رائی دہد ۱ شہ چو گیرد مملکت اول بیغمائی دہد

دیدۂ عاشق نیابد ذوق از دیدار دوست ۲ گر نہ اول ترک دید نہائے ہر جائی دہد

لذت دشنامش از من پرس کاب تلخ و شور ۳ ذوق کوثر در مذاق مرد صحرائی دہد

گر دو عالم از جاں دادنم معلوم شوق روئے دوست ۴ زاں نمی میرم کہ ترسم مرگ رسوائی دہد

در بیاباں ہا نمی گنجم اگر طغیاں شوق ۵ بند بکشاید چو سیلم سر بشیدائی دہد

گریۂ ما تلخ و طبع میزباں رنجش پذیر ۶ صوت مطرب با دلش بگذار گیرائی دہد

شکوہ کمتر کن نظیری گر کسے یاری نہ کرد ۷ رخت ما سوز دچہ نقصاں تماشائی دہد

بحر:- رمل مثمن محذوف - ارکان و تقطیع:- مش ۲۱

(۱) تشریح:- "سر بشوخی دادن" شوخی و بے باکی پر آمادہ ہونا۔ "یغمائی" یہ یائے نسبت لوٹنے والا۔ ترجمہ:- حسن (پہلے پہل) کچھ عرصہ بے باکیاں اور خود نمائیاں کرتا ہے (اور دستور ہی ہے کہ) بادشاہ جب کوئی مملکت فتح کرتا ہے تو پہلے (اُسے) لوٹنے والوں کے حوالے کر دیتا ہے (گویا اسی طرح حسن مملکت دل تسخیر کر لینے کے بعد کچھ عرصہ خوب من مانی کارروائیاں کرتا ہے پھر کہیں جا کر حسن و عشق کا صحیح نظام قائم ہوتا ہے)

(۲) ترجمہ بقلب مصرعین:- چشم عاشق (صادق) اگر سب سے پہلے (معشوق) ہر جائی (یعنی دنیا اور اس کے لذائذ) کو دیکھنا نہ بند کر دیگی تو دوست (حقیقی) کے دیدار کا لطف نہیں اٹھا سکتی۔

(۳) ترجمہ:- اس (دوست) کی گالیوں کا مزہ مجھ سے پوچھ (میں بتاؤں گا) کیونکہ کڑوا اور کھاری پانی (وحشت نوردی کرنے والے) دیہاتی شخص کے حلق میں (آب) کوثر کا سا مزہ دیا کرتا ہے۔

(۴) ترجمہ:- میرے جان دینے سے یار کا اشتیاق (جو مجھے ہے وہ) معلوم (ضرور) ہو جائیگا (یعنی اس قدر ہے کہ مجھے جان دینے میں باک نہیں مگر) اسلئے نہیں مرتا کہ موت رسوا کر دیگی (یعنی مجھے رسوا کر دیگی کہ یہ کم ہمت تاب اشتیاق بھی نہ لا سکا یا دوست کو رسوا کر دیگی کہ سب کہیں گے کہ یہ فلاں کے تیر نگاہ کا کشتہ ہے)

(۵) ترجمہ بقلب مصرعین:- اگر شوق کا طوفان (ضبط و تحمل کے) بند توڑ ڈالے اور مانند سیلاب مجھے آمادۂ شیدائی و دیوانگی بنا دے تو میرا یہ حال ہو گا کہ بیابانوں میں نہ سما سکوں گا (یعنی طغیانی شوق بے نہایت ہے مگر میں نے ضبط و تحمل کے بند لگا رکھے ہیں)

(۶) ترجمہ:- میری (آہ و) گریہ و زاری تلخ اور ناگوار اور میزبان (دوست) کی طبیعت (جلد) رنجیدہ ہو جانیوالی ہے (اسلئے مطرب کب وہ سنتا ہے کہانی میری؟ اور پھر وہ بھی زبانی میری!) اس کے دل کے ساتھ مطرب کی آواز (شیریں) کو ربط و یکجہتی حاصل کرنے دو (یعنی) ہمارا گریۂ تلخ سنوا کر اس کا عیش مکدر نہ کرو)

(۷) تشریح:- "کمتر کن" یعنی مکن۔ ترجمہ:- اے نظیری! اگر کسی نے (رضا دہنی جلنے میں تیری) مدد نہیں کی تو شکایت

گل آمد و لعلم ز دل سنگ بر آورد ۱ اشکم ز تماشائے چمن رنگ بر آورد

مینو است ز مرغان چمن شور بر آید ۲ یک نغمہ مغنی بصد آہنگ بر آورد

عشق آمد و در شہر خود آئین خرد دید ۳ تا شہر بتاراج رود جنگ بر آورد

مطرب ز برم خرقہ سالوس بدر کرد ۴ گرد ہمہ شہرم بدف و چنگ بر آورد

شب نیست کہ از شادی بسیار نگریم ۵ غم خوردن کم حوصلہ رانگ بر آورد

= کہ اسلئے کہ سامان زیستی تو ہمارا اجل رہا ہے اس سے تماشائیوں کا کیا نقصان ہو رہا ہے تو وہ کیوں اس آگ میں کو دیں یعنی سب اہل دنیا اہل غرض ہیں اسلئے ان کی شکایت فضول ہے شعر میں خطاب سے تکلم کی طرف التفات ہے)

• بحر:- ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور - ارکان و تقطیع:- مثل ۱۲ رکن آخر بر وزن مفاعیل مقصور ہے

(۱) تشریح:- "لعلم" میں میم سنگ کا مضاف الیہ ہے "دل سنگ" بمعنی اندرون سنگ اور سنگ سے مراد دل ہے۔

ترجمہ:- (چمن حسن کا) پھول آیا اور (اس نے) میرے سنگ (دل) کے اندر سے لعل (اشک) نمودار کر دیئے (گویا) میرے آنسو چمن (حسن) کا تماشا دیکھنے سے رنگین ہو گئے (یعنی جلوۂ حسن نمودار ہوا اور عشق کی آنکھ سے آنسو ٹپک گئے اور تارہائے اشک کے بالمقابل حسن کے جلوہ ہائے رنگین نے آکر ان میں بھی اپنے رنگ بھر دیئے شعر میں محاکات و تخیل اور استعارات کی خوبی قابل داد ہے۔)

(۲) ترجمہ بقلب مصرعین:- مغنی (فطرت) نے ایک نغمہ سینکڑوں سروں میں گایا اسلئے کہ وہ چاہتا تھا کہ چمن (ہستی) کے طائروں سے شور برپا ہو جائے۔ (گویا یہ طائروں کی مختلف بولیاں اسی مطرب کے مختلف سروں کی صدائے باز گشت ہیں پھر یہ اختلاف بھی محض سُروں کا اختلاف ہے ورنہ راگ ایک ہی ہے شعر میں وحدۃ الوجود اور کثرۃ الشہود کا مضمون باندھا ہے اور خوب باندھا ہے ؎

نوا بگوشت اگر مختلف رسد چہ عجب ٭ کہ یک ترانہ و در ہزار آہنگ ست

(۳) ترجمہ:- عشق (بر سر کار) آیا اور (اس نے اپنے شہرستان (دل و دماغ عاشق) میں عقل کا قانون (رائج) دیکھا۔ پس جنگ چھیڑ دی تاکہ یہ شہر لٹ جائے (یعنی عشق نے عقل کا سارا نظام درہم برہم کر ڈالا)

(۴) ترجمہ:- مطرب (حقیقت) نے (اپنے ایک نغمے) میرے بدن سے مرقع مکر و فریب (یعنی ریائی ورع و تقوی کا لباس) اتروا لیا اور برہنہ کر کے مجنونوں کی طرح (مجھے سارے شہر کے گرد دف و چنگ کے ساتھ پھرایا۔

(۵) تشریح:- کم حوصلہ "مراد دل کم حوصلہ" "را" علامت اضافت ہے "ننگ بر آوردن" آبرو اتار لینا۔ بے آبرو کرنا۔

ترجمہ:- کوئی رات (ایسی) نہیں کہ جس میں (میں مسرت فراوان (وصل) کی وجہ سے گریۂ شادی) نہ کرتا ہوں (پس اس حالت) دل کم حوصلہ کے غم (ہجران) برداشت کرنے کی آبرو اتار لی (یعنی واضح ہو گیا کہ جو دل مسرت وصل کی تاب نہیں لا سکتا وہ حوصلہ غم ہجران کیا برداشت کرے گا۔)

یکبار بعیب و ہنر خویش ندیدم ۶ در جیب و بغل آئینہ ام زنگ بر آورد

در راہ وفائے تو نہ طولیست نہ عرضے ۷ شوخی تو فرسنگ بفرسنگ بر آورد

ایں خون شدہ دل بسکہ خرابست نظیری ۸ در پیش تو نتوانمش از ننگ بر آورد

نالہ را نیست اثر کز تو شکایت دارد ۱ ورنہ ما گرم دعائیم و سرایت دارد

مردہ را زندہ نماید دم ما بوالعجباں ۲ آتش از گرمی ما چشم حمایت دارد

ذوق ہر مرغ باندازۂ پرواز خود ست ۳ عشق بازی نبود ہر چہ نہایت دارد

عمل صالح و طالح بجوے نستانند ۴ ہر کجا کار تعلق بعنایت دارد

(۶) ترجمہ:- افسوس کہ ایک بار بھی میں نے اپنے عیب و صواب پر نظر نہ کی (حتی کہ) جیب و بغل میں (پڑے پڑے) میرا آئینہ (دل) زنگ آلود ہو گیا (یعنی مجھے چاہئے تھا کہ اپنے عیب و ہنر پر نظر کرتا، عیبوں سے اپنے آپ کو پاک کرتا، اور ہنر میں ترقی کرتا، مگر افسوس کہ غفلت کے ہاتھوں دل کا آئینۂ استعداد زنگ آلود ہو کر غارت ہو گیا)

(۷) ترجمہ:- اے دوست (تیرے اخلاص و وفا کے راستہ میں نہ کچھ طول ہے اور نہ کچھ عرض (لیکن تیری کرشمہ ساز اداؤں کی) شوخی نے ہمیں ایک ایک کوس کر کے چلایا (اور پھر بھی منزل طے ہونے میں نہ آئی۔ یعنی راہ وفا تو ویسے ایک قدم کا راستہ ہے اور وہ یہ کہ خودی سے گذر کر (اصل بخدا ہو جاؤ جیسے کہ پہلے کہہ چکا ہے ؎ بگذر از عشق کہ نے خطوہ و نہ گام ست ایں جادہ دل بہجرت نہ و بس کار تمام ست ایں جا؛ مگر حسن ازل کی رعنائیاں سالک کو بادیۂ طلب میں سرگرداں رکھتی ہیں)

(۸) ترجمہ:- اے نظیری! یہ (میرا) دل جس کا خون ہو چکا ہے از بسکہ تباہ حال ہے (اسلئے) شرم کے مارے تیری سامنے اسے ظاہر بھی نہیں کر سکتا (یعنی ؎ عرض نیاز عشق کے قابل نہیں رہا، جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا) اشارہ:- شعر میں صنعت تجرید ہے۔

• بحر:- رمل مثمن مخبون مشعث محذوف - ارکان و تقطیع:- مثل ۱۲

(۱) ترجمہ:- ہمارے (نالہ میں وہ اثر نہیں کہ تیری شکایت کر سکے (یعنی جس سے تو متاثر ہو سکے) ورنہ ہم سرگرم دعا ہیں اور وہ سرایت و اثر بھی رکھتی ہے (یعنی ہمارا نالہ و فریاد بے اثر نہیں ورنہ سب کی نیند کیوں حرام ہو رہی ہے مگر تجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا تو تیری شکایت ہی کیا کرے؟)

(۲) ترجمہ:- ہم اعجوبہ کاروں اور معجزہ طرازوں کی پھونک (میں وہ گرمی ہے کہ مردہ کو زندہ کر سکتی ہے، چنانچہ آگ بھی ہماری گرمی سے حمایت و سرپرستی کی امید رکھتی ہے (مزاج حیات گرم اور مزاج موت سرد ہے اس نظریہ کے ماتحت کہتا ہے کہ ہمارے دم گرم کی جاں بخشی کی یہ کیفیت ہے کہ نہ صرف مردہ کو جو ٹھنڈا ہو چکا ہے حیات تازہ عطا کر دیتی ہے بلکہ آتش جو منبع حرارت ہے وہ بھی ہمارے دم گرم سے فیض حاصل کرتی ہے)

(۳) ترجمہ بقلب مصرعین:- وہ عشق (عشق نہیں جو نہایت و انجام رکھتا ہو (باقی) یوں ہر طائر کا ذوق پرواز (اپنی طاقت) پرواز کے اندازہ کے مطابق ہوتا ہے (یعنی عشق را بایاں [illegible] نیست کہ جہاں پہنچ کر مدارج ترقی ختم ہو جائیں باقی جس نے

کس چہ داند ہمہ مایہ بنا بود رود ۵ جنس نایاب خریدم کہ کفایت دارد

دفترِ نالۂ مارا نکشایند ز ہم ۶ مُہرِ دردست بر و تا چہ حکایت دارد

کفر و ایماں نبود شرطِ نظیری در عشق ۷ بتو کافر بنمایم کہ ولایت دارد

باعثِ راندنم از بزم بجز عار نبود ۸۴/۱ ورنہ کس را بمن و بودن من کار نبود

تا شدم از تو جدا تفرقہ پامالم کرد ۲ دولت آں بود کہ ایں فرقہ بیدار نبود

ہمہ آساں ز جدائی تو مشکل گردید ۳ ہیچ دشوار بدیوار تو دشوار نبود

ببدی در ہمہ جا نام برآرم کہ مباد ۴ خون من ریزی و گویندہ سزاوار نبود

جو کمال حاصل کیا ہے وہ اس کی استعداد کے مطابق ہے،

(۴) ترجمہ تقلیب مصرعین:- جہاں سارے کار و بار کا انحصار (ربِ کریم کی) عنایت پر ہو وہاں اعمال نیک و بد کی قیمت جو برابر بھی نہیں (یعنی ع عنایت ازلی را نشانہ بی سببی ست)

(۵) ترجمہ:- کسی کو کیا معلوم (کہ اس تمام سرمایۂ ہستی) کے بدلے جو ایک نہ ایک دن (نیست و نابود ہو کر رہیگا میں نے (عشق کی) وہ نایاب جنس خرید لی ہے جو مجھے ہمیشہ کیلئے) کافی ہے (یعنی ظاہر بیں سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنا سرمایہ ناحق ضائع کیا، انھیں اس کی کیا خبر! کہ ہم نے ناپائیدار کے عوض جنس پائیدار حاصل کرلی تو غافل وہ ہوئے کہ ہم)

(۶) ترجمہ:- یہی بہتر ہے کہ، ہمارے نالہ و فریاد کے دفتر کو نہ کھولیں، اس کے اوپر درد کی مہر لگی ہے تو دیکھنا! (اندر) قصۂ و افسانہ کیا (اندوہناک) ہوگا (اسلئے بہتر ہے کہ اس قصہ میں ہی نہ پڑیں)

(۷) ترجمہ:- لے نظیری! عشق میں کفر و ایماں کی کچھ شرط نہیں، میں تجھے ایسا کافرِ عشق دکھا سکتا ہوں جو درجہ ولایت رکھتا ہے (یعنی راہ عشق میں ایک طرف جہاں یہ ہے کہ ع مومن از عشق بت پرست شود، وہاں دوسری جانب ع بتو کافر بنمایم کہ ولایت دارد بھی موجود ہے، پس معلوم ہوا کہ یہاں کفر و ایماں کوئی قید نہیں)

بحر:- رمل مثمن مخبون مقصور - ارکان و تقطیع:- مثل ۱/۴ رکن آخر صرف مقصور بروزن فعلات ہے

(۱) ترجمہ:- مجھے محفل سے نکالنے کا سبب سوائے عار و ننگ (اور کچھ نہ تھا ورنہ کسی کو مجھ سے اور میرے (بزم میں) ہونے سے کوئی سروکار نہ تھا (یعنی محفل دوست کیلئے میرا وجود باعث ننگ و عار تھا اس لئے وہاں سے نکالا ورنہ میں ہوں کیا جو کوئی مجھ سے سروکار رکھتا)

(۲) ترجمہ:- جب سے کہ میں (لے دوست!) تجھ سے جدا ہوا ہوں (اس) تفرقہ و جدائی نے مجھے پامال کر ڈالا بس دولت وسعادت (قابل قدر) وہ تھی جب یہ دیدا سے دوری نہ تھی (مطلب واضح ہے)

(۳) ترجمہ:- ساری آسانیاں تیری جدائی کی وجہ سے دشواریاں بن گئیں اور تیرے دیدار کے (حاصل) ہوتے ہوئے کوئی دشواری، دشواری نہ تھی (مراد صاف ہے)

نالہ از بہر رہائی نکند مرغ اسیر ۵ خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نبود

عشقم از سود و زیانِ دو جہاں فارغ کرد ۶ از چہ کارم ہمہ عمر ہمیں کار نبود

خوش دلی کرد نظیری بہ ترش امشب خالی ۷ صد سخن گفت کہ شائستۂ اظہار نبود

محبت با دل غمدیدہ الفت بیشتر گیرد ۸۵/۱ چراغے را کہ دُودے ہست در سر زود تر گیرد

پس از وارستگیہا بیشتر گشتم گرفتارش ۲ چو صیدے جست صیادش ز اول سخت تر گیرد

محبت بیشتر قائم شود چوں بشکند پیماں ۳ شگوفہ اول افشاند درختے انگہ ثمر گیرد

(۴) ترجمہ:- میں بدی و خطاکاری میں سب جگہ مشہور بنا جاتا ہوں کیونکہ کہیں ایسا نہو کہ تو مجھے قتل کرے اور (لوگ) کہیں کہ یہ) مستحقِ قتل نہ تھا (شعر صاف ہے)

(۵) ترجمہ:- مرغِ گرفتار (دل کو دام زلف سے) رہائی کیواسطے نہیں چیختا چلاتا (بلکہ یہ تو) اس زمانہ پر اظہارِ افسوس کر رہا ہے کہ جب گرفتار نہ تھا (یعنی اس قید گرفتاری میں جو راحت ملی ہے وہ آزادی میں کب میسر تھی شعر کا مضمون سلجھا ہوا اور خوب ہے)

(۶) ترجمہ:- عشق نے مجھے دونوں جہان کے نفع، نقصان (کی امید و بیم) سے بے فکر کر دیا تو کیوں ساری عمر میرا کاروبار یہی کاروبار نہ رہا (یعنی اے کاشکہ شروع سے میں اسی کاروبار میں لگا رہتا اور دنیا کے معاملات میں نہ پڑتا جو انسان کو امید و بیم کی کشمکش میں ڈالے رکھتے ہیں)

(۷) تشریح:- "خوش دلی" خوش طبعی، مذاق و پیار کی باتیں "بَرش" بمعنی براو "خالی کردن" اظہار کرنا۔
ترجمہ:- آج کی رات نظیری نے (سامنے) اُس پر خوش طبعی کا اظہار کر دیا (اور پیار دل لگی) سینکڑوں وہ باتیں کہہ گیا جو کہنے کی نہ تھیں (یعنی اپنی محبت کی فراوانی اور جان و دل سے شیفتہ ہونے کا اظہار کر گیا جس نے دوست کا دماغ نازو ادا دُنچا کر دیا تو گویہ باتیں اپنی جگہ صحیح ہیں مگر کہنے کی نہ تھیں)

بحر:- ہزج مثمن سالم - ارکان و تقطیع:- مثل ۵/۱

(۱) ترجمہ:- محبت (غم دیکھے ہوئے دل کے ساتھ جلد الفت حاصل کر لیتی ہے (یعنی جذبات محبت دل غمدیدہ میں جلد ابھر آتے ہیں (مشاہدہ بھی ہے کہ (جس چراغ میں دبجھنے کے بعد ابھی) دھواں باقی ہے وہ آگ جلدی پکڑ لیتا ہے۔
اشارہ:- مراد صاف ہے دوسرا مصرعہ پہلے کے لئے دلیل تمثیل ہے،

(۲) ترجمہ:- چھوٹ چھوٹ کر میں اور زیادہ (سختی سے) اس کا گرفتار (دام عشق) بنا جیسے کہ جب کوئی شکار دام سے نکل کر بھاگ جائے تو صیاد اس کی پہلے سے زیادہ سخت پکڑ کرتا ہے۔ اشارہ:- پہلا مصرعہ دعوی اور دوسرا اس کے لئے برہان تمثیل ہے،

(۳) ترجمہ:- (دوست کی) عہد شکنی کے بعد محبت اور زیادہ پختہ ہو جاتی ہے (اس کی مثال ایسی ہے کہ دیکھو!) درخت اوّل کلیاں گراتا ہے پھر پھل بیٹھتا ہے (مراد صاف ہے اور اس شعر میں بھی پہلا مصرعہ دعوی اور دوسرا دلیل تمثیل ہے)

اگر بانگ وزد مشتاق را شور و سماع آرد ۴ وگر بوئے رسد مخمور را مستی ز سر گیرد

مشو از حالِ من غافل کہ زخم کاری دارم ۵ مبادا دیگرے صید ترا از خاک برگیرد

مرا ایں می کہ برد از ہوش دل مجروح خواہد کرد ۶ حریفے آگہی یابد کہ از حالم خبر گیرد

نظیری کوئے عشق است ایں نہ شاہد بازی و رندی ۷ کہ گر یارے رود از دست کس یارِ دگر گیرد

بہجر و وصل تو جاں الفتے و نزاع ندارد ۸۶/۱ نشاط آمدن و کلفت وداع ندارد

بشہر ما نفروشید جز رضا و محبت ۲ کسے دوکان نکشاید کہ ایں متاع ندارد

(۴) ترجمہ:۔ اگر چمن حسن کی ہوا کا ایک جھونکا بھی چلتا ہے تو عاشق پر کیفیتِ وجد طاری کر دیتا ہے کہ وہ بیخود ہو کر ھوحق کرنے لگتا ہے جس طرح کہ خمار آلود کو (شراب کی) ذرا سی بو پہونچ جاتی ہے تو وہ از سر نو مست و بیخود بنجاتا ہے (دونوں مصروں کا مضمون ایک ہے اور تعبیریں مختلف، یعنی عاشق کو مست و بیخود بنانے کیلئے چشم محبوب کا ادنیٰ اشارہ کافی ہے)

(۵) ترجمہ:۔ (اے صیاد اب) میرے حال سے غفلت نہ برت کہ میرے (تیر نگاہ کا) زخم کاری لگ چکا ہے، ایسا نہ ہو کہ تو ذرا غفلت کرے اور (دوسرا شخص تیرے شکار کو زمین سے اٹھالیجائے (مطلب واضح ہے)

(۶) تشریح:۔ از ہوش بردن "بے ہوش بنادینا" دل مجروح "مجروح دل" اسم مفعول ترکیبی۔ ترجمہ:۔ یہ شراب (عشق) جس نے مجھ کو مدہوش بنا دیا ہے (ضرور صدمات عشق سے) زخمی دل (بھی) بنادیگی (عشق کے) حریف مقابل (عقل کو چاہئے کہ وہ میرے حال کی خبر لے (لیکن بمقتضائے ع ہر کجا عشق ست مستولی طبیباں خستہ اند۔ بیچاری عقل کیا بنا سکتی ہے)

(۷) ترجمہ:۔ نظیری! یہ عشق (حقیقی) کا کوچہ ہے (جہاں محبوب صرف ایک ہے اسلئے اس کے تمام ہی ناز سہنے پڑینگے، یہ (بازاری) معشوق بازی اور بدمعاشی (کا اڈا) نہیں ہے کہ اگر کسی کے ہاتھ سے ایک معشوق نکل جائے تو وہ دوسرا بنالے

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون۔ ارکان:۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن دوبار۔

تقطیع:۔ بہجر و وصل / مفاعلن — ت جاں الْ / فعلاتن — فتو نزا / مفاعلن — ع ندارد / فعلاتن + نشاط آ / مفاعلن — مدنو کل / فعلاتن — فتے وِدا / مفاعلن — ع ندارد / فعلاتن

(۱) ترجمہ:۔ (اب میری) اس حد کو پہونچ چکی ہے کہ میری جان نہ تیرے ہجر سے کوئی نزاع و پرخاش رکھتی ہے اور تیرے وصال سے کوئی الفت و محبت (یعنی اب تیرے) آنے کی نہ خوشی ہے اور نہ جانے کا رنج (شعر کا مضمون واسوختہ ہے)

اشارہ:۔ شعر میں صنعت لف و نشر غیر مرتب ہے۔

(۲) ترجمہ:۔ ہمارے شہر میں سوائے محبت و رضا کے (کسی اور جنس کا) لین دین نہ کرو (کیونکہ یہاں) کوئی دکان نہیں کھولتا کہ یہ جنس نہ رکھتا ہو (یعنی ہمارے پاس صرف متاع رضا و محبت ہے اس لئے اسی کی نمائش اور اسی کا لین دین ہم سے کیا جا سکتا ہے)

فراز کہ من میکنم عروج متاعیست ۳ کہ ہیچ پایہ بر آں پایہ ارتفاع ندارد

چناں حقارتم از چشم اعتبار افگندہ است ۴ کہ دہر پرسش و حال من اطلاع ندارد

بر طل خون جگر می خورم ز بخت بشکرم ۵ کہ سر ز جام تنک مشربم صداع ندارد

ز تیرگی بشب انتظار شمع امیدم ۶ برابر پروانہ شعاع ندارد

عبث بوعدۂ لطفش دلت خوش است نظیری ۷ کدام لطف کہ با بخت تو نزاع ندارد

کمند دام ما غیر از شکار غم نمی گیرد ۸۷/۱ مگس بر خوان ما عیشے بجز ماتم نمی گیرد

نصیب دیگراں ہر لحظہ رطل خندہ لبریز است ۲ بجام ما تبسم نوبت ماتم نمی گیرد

(۳) تشریح:۔ عروج کردن "چڑھنا" ترجمہ:۔ جس بلندی پر کہ میں چڑھ رہا ہوں وہ وہ مقام (عاشقی) ہے کہ کوئی پایہ اس پایہ پر برتری نہیں رکھتا (مطلب صاف ہے)

(۴) ترجمہ:۔ حقارت و ذلت نے مجھے ایسا زمانہ کی نظر اعتبار سے گرایا ہے کہ زمانہ میرے اور میری حالت کی کوئی خبر نہیں رکھتا گویا مجھے لوح جہاں سے حرف غلط کی طرح مٹایا جا رہا ہے ؎

یارب زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لئے ؛ لوح جہاں پہ حرف مکرر نہیں ہوں میں

(۵) ترجمہ:۔ میں پیمانے بھر بھر کر خون جگر پیتا ہوں اور (اپنے) مقدر کا شکر گذار ہوں کہ میرا سر تنگ ظرفوں کے جام سے درد نہیں رکھتا (یعنی گو محرومی سے ہزار رنج سہتا ہوں مگر ہزار شکر اکہ اہل دنیا کا ممنون احسان نہیں ہوں)

(۶) ترجمہ:۔ انتظارِ (یار والی) رات میں بوجہ تاریکی (یاس) میری امیدوں کی شمع (بھی) پروانہ کے برابر بھی روشنی نہیں رکھتی

(۷) ترجمہ:۔ اے نظیری! تیرا دل اوس کے وعدۂ لطف و کرم پر فضول خوش ہو رہا ہے (کیا تو نہیں جانتا کہ) کون سا لطف و عنایت ہے جو تیرے مقدر کے ساتھ برسر نزاع نہ ہو (یعنی جب تیرے بخت اور لطف دوست میں اس قدر عداوت ہے تو اگر وہ وعدہ لطف بھی کرے تو اس کا پورا ہونا معلوم!)

بحر:۔ ہزج مثمن سالم۔ ارکان و تقطیع:۔ مثل ۵/۱

(۱) تصحیح:۔ "بر خوان ما عیشے" کی جگہ "بر خوان عیش ما" زیادہ برجستہ اور برمحل ہے۔ ترجمہ:۔ ہمارے دام کمند (آرزو) میں رنج و غم (ناکامی) کے شکار کے سوا (اور کوئی شکار) نہیں پھنستا مکھی بھی ہمارے دسترخوان عیش پر سوائے رنج و ماتم کے اور کچھ نہیں اٹھاتی (یعنی حلاوت ہمارے خوان عیش پر ہے کہاں! جو کسی دوسرے کے حصہ میں آئے)

(۲) ترجمہ:۔ (دوست کی جانب سے) دوسروں کے حصہ میں ہر لحظہ (بے تکلفانہ) ہنسی کے پیمانے بھرے چلے آتے ہیں اور (ہماری طرف سے بے التفاتی کا یہ عالم ہے کہ) ہمارے جام میں مسکراہٹ کی شراب دوسروں کے ماتم کا درجہ بھی نہیں حاصل کرتی۔ توضیح:۔ یعنی دوسروں کے ماتم کے بقدر بھی کہ وہ نہ ہونے کے برابر ہے ہمیں دوست اپنے تبسم سے خوش نہیں کرتا حالانکہ ہم عاشق صادق ہیں اور غیروں کے ساتھ خنداں رہتا ہے اور انھیں شادماں رکھتا ہے حالانکہ وہ

بشیرینی محبت در دل دیگر زیادت کن ۳ کہ ظرف ما ازیں یک قطرہ بیش و کم نمی گیرد
مریضانِ دیارِ عشق خوش بیماریٔ دارند ۴ کسے دارو نمی خواہد کسے مرہم نمی گیرد
حسابِ شب و فرداے زلف درہمی دارم ۵ شمارِ ظلم و بیدادی کسے برہم نمی گیرد
مرے از خاکِ کوگم گشتہ ما بر کند شاید ۶ دل ما را بہیچ آں زلف خم در خم نمی گیرد
بآہ و نالہ میجوید نظیری بر درت راہے ۷ سکندر صف نمی آراید و عالم نمی گیرد
زبیدادِ تو حرفِ مہر را نام و نشاں گم شد ۱ کتاب حسن را جزو محبت از میاں گم شد

دعوی عشق میں جھوٹے ہیں۔ آخر یہ کہاں کا انصاف ہے ؟)

(۳) ترجمہ :۔ (کامیابیوں کی) شیرینی کا لالچ دلا کر کسی اور کے دل میں محبت بڑھانا کیونکہ ہمارا پیمانہ (دل) تو اس (محبت خالص کی) ایک بوند سے کم و زیادہ قبول نہیں کرتا (یعنی محبت خالص میں کمی بیشی نہیں ہوا کرتی خواہ عاشق کامیاب ہو یا ناکام، یہ محبت کا گھٹنا بڑھنا محبت کے آلودہ بغرض ہونیکی علامت ہے)

(۴) ترجمہ :۔ دیار عشق کے مریض عجب بیماری رکھتے ہیں کہ نہ کوئی دوا مانگتا ہے اور نہ کوئی مرہم لیتا ہے (یعنی جو لوگ یہ سمجھتے ہوں کہ ع عشق سے طبیعت نے زیست کا مزہ پایا وہ تو یہی کہیں گے کہ ع درد کی دوا پائی درد بے دوا پایا۔ پھر علاج کرنے اور مرہم چاہنے کے کیا معنی ؟)

(۵) ترجمہ :۔ میں (اپنا) آج رات اور کل (یعنی حال و استقبال) کا حساب کتاب (دوست کی) الجھی ہوئی زلف سے وابستہ کئے ہوں (اور خوش ہوں حالانکہ جور و جفا کا حساب کوئی بھی الجھا ہوا نہیں پڑا رہنے دیتا (یعنی عام طور سے دوسرے کی ایک ایک تکلیف وہ بات کو یاد رکھا کرتے ہیں مگر ہم ہیں کہ اپنا معاملہ زلف پریشان کے حوالہ کرکے خوش ہیں کہ جس طرح اسکی مرضی ہو کرے)

(۶) ترجمہ :۔ ہمارا کھویا ہوا دل (کوچۂ دوست) کی خاک سے شاید سر ابھارے (یعنی مل جائے اسلئے کہ) ہمارے دل کو محبوب کی زلف پیچا پیچ کسی صورت نہیں قبول کرتی (یعنی مایوس ہو کر شاید عشق سے دست کش ہونا پڑے)

(۷) ترجمہ :۔ (اے دوست!) نظیری آہ و نالہ کے ساتھ تیرے دروازہ پر پہونچنے کی راہ چاہتا ہے (یعنی تیرے آستانہ کا طلبگار ہوں اور وہ بھی بزاری نہ بزور) کوئی سکندر صف (لشکر) آراستہ نہیں کر رہا ہے اور دنیا فتح کرنا نہیں چاہتا تو پھر غضب کی بات ہے کہ اتنی بات سے بھی محروم رکھا جا رہا ہے ؟

بحر :۔ ہزج مسدس سالم ارکان و تقطیع :۔ مثل ؎

(۱) ترجمہ :۔ اے ستمگر! (تیرے ظلم مسلسل) کی وجہ سے لفظ رحم و کرم کا نام و نشان تک غائب ہو گیا (گویا کتاب حسن کے درمیان سے محبت کا جز نادر ہو گیا (یعنی کتاب حسن عشق میں جہاں عاشق پر جفائیں کرنے کے بہت سے ابواب ہیں۔ وہاں ایک باب لطف و مہر کا بھی تو ہے مگر تیرے ہاں یہ باب ہی غائب ہے)

زمہر بوالہوس گردِ دلت عاشق نمی گردد ۲ طفیلے جمع شد چندانکہ جائے مہمان گم شد
سحر بیتے مغنی می سرود از تو بیاد آمد ۳ چناں شورے برآوردم کہ وقت دوستاں گم شد
بنالش خواستم جا در دلت افتادم از حشمت ۴ گدا آمد کہ صدرِ قرب جوید آستاں گم شد
پس از عمرے شدم عرضے کنم خندان پیش آید ۵ کہ مضمونِ سخن صدبار از دل تا زباں گم شد
متاعِ دیر اگر داریم بر ما دم مکن زاہد ۶ بعزمِ کعبہ می رفتیم راہ کارواں گم شد
ہوس تا تافت رو از من مزاج کارہا برگشت ۷ طرب تا بست در بر من کلید آسماں گم شد
ہوس را در فراق مرحمت خوابِ گراں بگرفت ۸ طرب را در سراغ عافیت نام و نشاں گم شد

(۲) ترجمہ :۔ ہوسناکوں کی محبت (سے بھرپور ہونے) کی وجہ سے تیرے دل کے گرد (سچا) عاشق چکر بھی نہیں لگاتا (یعنی تجھے کبھی اپنے عاشق صادق کی یاد نہیں آتی اور کیسے آئے ایسے بلائے مہمان اتنے جمع ہو گئے ہیں کہ اصلی مہمان کی جگہ ہی نہیں رہی (تمثیل بہت خوب ہے)

(۳) ترجمہ :۔ صبح کے وقت مغنی ایک شعر گا رہا تھا جسے سنکر مجھے (تیری یاد آگئی اور) میں نے ایسا شورِ افغاں برپا کیا کہ دوستوں کا وقت (عزیز) ضائع ہو گیا (یعنی سب میرے نالے سنکر تلخ روزگار ہو گئے)

(۴) تشریح :۔ "نالش" حاصل مصدر از نالیدن۔ "از چشم افتادن" نظر سے گر جانا۔ بے قدر ہو جانا۔ ترجمہ :۔ میں نے نالہ وزاری سے تیرے دل میں جگہ کرنا چاہی تھی (الٹا) نظروں سے گر گیا (یہ تو ایسا ہوا) کہ ایک فقیر آیا کہ مسندِ تقرب حاصل کرے (غریب کے ہاتھ سے) آستانہ بھی جاتا رہا (یعنی رہا سہا) در پہ اعتبار بھی چھن گیا)

(۵) ترجمہ :۔ مدت دراز کی کوشش کے بعد میں (سوئے یار) گیا کہ کچھ عرض حال کروں (دوست ہنستے ہوئے سامنے آگیا جس کا یہ اثر ہوا کہ پہلے سے سوچا ہوا مضمون کلام دل سے زبان تک آتے آتے سو بار غائب ہو گیا (یعنی دوست کے تبسم نے سارا مضمون شکوہ و شکایت دل سے بھلا دیا)

(۶) ترجمہ :۔ اے زاہد اگر ہم متاع بتخانہ (یعنی کافری) رکھتے ہیں تو ہم پر اعتراض نکر (اسلئے کہ) جا ہم بھی رہے تھے کعبہ ہی کے ارادہ سے (مگر ہمارا) قافلہ راستہ بھٹک گیا (یعنی ہم راہ عشق میں کھوئے ہوئے ہیں تو بھولے بھٹکے پر کیا الزام ؟)

(۷) ترجمہ :۔ ہوس و شوق نے جب سے مجھ سے منہ موڑا ہے (یوں معلوم ہوتا ہے کہ میرے) سارے کاموں کا مزاج ہی بدل گیا ہے اور طرب و شادمانی نے جب سے مجھ پر (اپنا) دروازہ بند کر دیا ہے (ایسا نظر آتا ہے کہ آسمان کے تالے) کی تالی ہی کھو گئی ہے (یعنی جب سے مبتلائے عشق ہوا ہوں ع کوئی امید بر نہیں آتی (اور کامیابی کی) ع کوئی صورت نظر نہیں آتی)

(۸) ترجمہ :۔ (یعنی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ) ہوس و شوق کو مرحمت و کرم (دوست) کے فراق میں گہری نیند نے گھیر لیا ہے اور عافیت کا (راحت کا سراغ نکالنے میں خود) طرب و شادمانی کا نام و نشان گم ہو گیا (یعنی سارے ولولے جاتے رہے اور ساری خوشیاں ختم ہو کر رہ گئیں)

اگر پرسد کسے حال نظیری را بگوئیدش ۹ کہ در دامست آں مرغے کہ از شاخ آشیاں گم شد

زنکہتِ سحری شوقِ یار مے خیزد $\frac{۹}{۱}$ جنوں زسایۂ ابرِ بہار مے خیزد

بروئے یار نگہ رشحہ بیز مے افتد ۲ بزلفِ یار شکن قطرہ بار مے خیزد

سحابِ دل شدہ در کوہسار مے گردد ۳ غزالِ شیفتہ در مرغزار مے خیزد

بہ دستگیریٔ عشاقِ ناتواں احوال ۴ ززیرِ ہر شجرے صد نگار مے خیزد

تنے کہ رفت ز پا بر عذار مے غلطد ۵ سرے کہ رفت ز دوش از کنار مے خیزد

نہ از وصالِ ملولاں ملال مے گیرد ۶ نہ از فراقِ حریفاں خمار مے خیزد

(۹) **ترجمہ**:- اگر تم سے کوئی نظیری کا حال پوچھے تو کہدینا کہ وہ طائر جو رات آشیانہ سے گم ہوا تھا اب گرفتار دام (بلا) ہے

تحسین:- زبان کی بے ساختگی و پختگی۔ محاورہ کی روانی و برجستگی اور حال دردناک کی تصویر کشی و نقاشی یہ سب وہ اوصاف ہیں جو شعر کو تحسین و داد سے بالاتر بنا رہے ہیں۔

بحر:- مجتث مثمن مخبون محذوف مشعث۔ **ارکان و تقطیع**:- مثل ۲ رکن آخر محذوف و مشعث بر وزن فعلن ہے

تنبیہہ:- یہ پوری غزل اشوق و وصال، بہار و باغ انشاط و عیش، حسن و عشق اور حکمت و موعظت کے مضامین سے لبریز ہے اور بہت ہی خوب ہے۔ **ترجمہ**:- صبح کے پھولوں کی مہک سے شوق یار بیدار ہوا جاتا ہے اور ابر بہاری کے سایہ سے دیوانگی (عشق) ابھرتی (نظر آرہی) ہے (یعنی سایہ ابر بہار کی صحن چمن میں جولانیاں اور صبح کے پھولوں کی مہک دشت طلب میں ہماری سرگردانیوں اور شوق طلب کی فراوانیوں کی یاد تازہ کرا رہی ہے)

(۲) **ترجمہ**:- یار کے چہرہ پر نظر پھوار گراتی ہوئی سی پڑ رہی ہے اور زلف یار میں شکنیں قطرات باراں برساتی ہوئی سی نمودار ہو رہی ہیں (اس شعر کے بیان خوبی سے ع خوشی معنی دار دکہ در گفتن نمی آید)

(۳) **تشریح**:- "دل شدہ" اسم مفعول ترکیبی بمعنی وارفتہ دل صفت سحاب ہے۔ **ترجمہ**:- وارفتہ دل بادل (عاشق دل باختہ کی طرح) پہاڑوں میں ٹکریں کھاتا پھرتا ہے اور مست و مدہوش ہرن (حسیناں ست خرام کی طرح) سبزہ زاروں سے اٹھ رہے ہیں (گویا حسن و عشق کی عجیب دلکش تصویریں نظروں کے سامنے گھوم رہی ہیں)

(۴) **ترجمہ**:- تباہ حال عاشقوں کی دستگیری کرنے کیلئے (چمن حسن کے) ہر پیڑ تلے سے سینکڑوں حسین معشوق اٹھ رہے ہیں۔ (یعنی بالآخر عاشق کی تباہ حالی نے محبوب کو مجبور التفات بنا ہی دیا)

(۵) **ترجمہ**:- ایک جسم (عاشق) کہ جس کا پاؤں پھسل گیا ہے رخسار کے بل ڈھلک رہا ہے اور ایک سر (عاشق) جو وفور غم میں کندھے سے ڈھلک کر آغوش میں آگیا تھا اب بہار حسن دیکھنے کے لئے پہلو سے اٹھ رہا ہے (یعنی عجیب منظر ہے کہ کوئی مدہوش ہو کر گر رہا ہے تو کوئی ہوش میں آرہا ہے)

(۶) **ترجمہ**:- (عجب عالم سرمستی و شادمانی ہے کہ) نہ مبتلائے رنج لوگوں کی ملاقات سے آپ یار رنج چھاتا ہے اور نہ حریفان بادہ نوش

سماعِ رندی و گلگشت لذتے دارد ۷ کہ بادشاہ ز سرِ اعتبار مے خیزد

ہمیں کہ طائرِ فرصت رسید صیدش کن ۸ کہ صید افگنش از ہر کنار مے خیزد

ہمیں کہ قسمتِ خود یافتی غنیمت داں ۹ کہ از کمین گہ شیراں شکار مے خیزد

دریں ہوا در خلوت حکیم نکشاید ۱۰ کہ ہوش میرود و اختیار مے خیزد

جہاں خوش است نظیری قلم بجلوہ درآر ۱۱ کہ گل شکر ز سرِ نوکِ خار مے خیزد

چہ شور بود کہ عشقت بمن کرامت کرد $\frac{۹۰}{۱}$ کہ نارسیدہ قیامت دلم قیامت کرد

حدیثِ من کہ ز مجموعۂ وفائے تو خواند ۲ کہ نے بخونِ دل و دیدہ اش علامت کرد

(۷) **ترجمہ**:- رندانہ رقص و سرود اور سیر گل میں ایسا لطف آرہا ہے کہ بادشاہ بھی مقبولیت و وقار چھوڑنے پر آمادہ ہو رہا ہے (تاکہ حلقۂ رنداں میں شریک ہو کر لطف زندگی حاصل کرے)

(۸) **ترجمہ**:- اے غافل! جونہی کہ فرصت و فراغت کا طائر آئے فوراً شکار کرے کیونکہ اس کے (طالب) شکاری جو اسے پستی بلکہ ہر گوشہ سے اٹھ رہے ہیں (ایسا نہ ہو کہ وہ دوسرے کے ہاتھ لگ جائے یعنی ع ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار)

(۹) **ترجمہ**:- تو یہی غنیمت سمجھ کہ تجھے تیرا حصہ مل گیا کیونکہ شکار (مرادات) فقیروں کی گھات سے نمودار ہو رہا ہے یعنی بہت سے قوی اور بلند حوصلہ شکاری موجود ہیں اسلئے اسی کو غنیمت سمجھ کہ ان سے بچکر تیرے حصہ کا تجھے مل جائے (شعر میں درس قناعت ہے)

(۱۰) **ترجمہ**:- حکیم دانشمند کو چاہئے کہ اس (مست و بیخود بنانے والی) ہوا میں خلوت خانہ کا دروازہ نہ کھولے کیونکہ (اس ہوا سے) ہوش [illegible] جا رہے ہیں اور اختیار چھنا جا رہا ہے (اس لئے خطرہ ہے کہ بجائے دوسروں کو درس ہوش و اختیار دینے کے کہیں حکیم خود ہوش و اختیار سے بیگانہ نہ ہو جائے)

(۱۱) **ترجمہ**:- اے نظیری! تو بھی اپنے قلم کی جلوہ نمائی دکھا کیونکہ عالم ایسا خوش (و شیریں عیش) ہو رہا ہے کہ کانٹے کی نوک تک سے گلقند پیدا ہو رہی ہے (یعنی ہر طرف راحت و عیش کے سامان مہیا ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ تیرا قلم بھی مضامین عیش و نشاط کی جلوہ آرائی کرے)

بحر:- مجتث مثمن مخبون مقصور و مشعث۔ **ارکان و تقطیع**:- مثل ۲

(۱) **ترجمہ**:- وہ کیا شور (فریاد) تھا جو تیرے عشق نے (اے دوست!) مجھے عطا کر دیا کہ قیامت کے آئے بغیر ہی میرے دل نے قیامت بپا کر دی (مراد صاف ہے)

(۲) **تشریح**:- "کہ" مصرعہ اول میں کدامیہ ہے۔ "مجموعۂ وفا" کتاب وفا اور دوست کی داستان جفا کو طنزاً مجموعۂ وفا کہا ہے۔ "علامت کرد" اس نظریہ کے ماتحت کہا ہے کہ مطالعہ کرتے وقت اچھے اور نادر مضمون پر سرخ نشان لگا دیا کرتے ہیں۔ **ترجمہ**:- اے وفا جفا نما کرنے والے! تیری کتاب وفا سے میرا قصۂ (دردناک) کس نے پڑھا ہے کہ اس پر اپنے چشم و دل کے خون سے نشان نہ لگا دیا ہو (یعنی جو میرا قصۂ خونیں دیکھتا ہے اس کی آنکھ سے بے ساختہ اشک خونیں ٹپک پڑتے ہیں)

بکعبۂ دل من عاشقاں نماز آرند ۳ کہ قبلہ شد صنم و برہمن امامت کرد
بہر نماز کنم صد ہزار سجدۂ شکر ۴ کہ در دیار تو دل نیت اقامت کرد
قضائے کفر ادا می کنم کہ برہمن عشق ۵ نماز و طاعت چل سالہ ام اعزاست کرد
نثار دیدہ تصدق دہم کہ بخت جواں ۶ بکوئے زہد و ریا نو بر ندامت کرد
مزاج عشق نظیری حریص و سودائیست ۷ دریں معاملہ نتواں ترا ملامت کرد

بے تو بر بال و پرِ مرغانِ گلستاں تنگ بود ۹۲/۱ صورتِ بلبل درحریم باغ بے آہنگ بود

(۳) ترجمہ:۔ عاشق میرے دل کے خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے ہیں کہ یہاں صنم قبلہ بنا ہوا ہے اور برہمن امام (یعنی اس سے اچھا قبلہ اور امام اور کہاں نصیب ہو سکتا ہے صنم و برہمن کو بھی جو کعبہ سے دوری نسبت حاصل ہے ظاہر ہے عاشق سے عارف صنم سے مظہر حقیقت اور برہمن سے مرشد کامل مراد ہے)

(۴) ترجمہ:۔ ہر ہر نماز میں لاکھ لاکھ سجدہ ہائے شکر ادا کرتا ہوں اس نعمت کے حصول پر کہ تیرے شہر میں میرے دل نے اقامت (یعنی ٹھہرنے) کی نیت کی ہے اشارہ:۔ نماز۔ سجدہ۔ نیت اور اقامت میں صنعت مراعات النظیر ہے پھر اقامت کے دو معنی ہیں اصطلاحی یعنی تکبیر نماز اور لغوی یعنی قیام کرنا شعر میں مراد ثانی معنی ہیں اور پہلے الفاظ پر نظر رکھتے ہوئے ذہن معنی اول کی جانب جاتا ہے یہ ہے صنعت ایہام تناسب یہ صنعت لفظ نیت میں بھی معنی خاص اصطلاحی اور معنی عام لغوی کے اعتبار سے پائی جاتی ہے

(۵) ترجمہ:۔ میں اب ایمان تھا کفر کے نماز کی قضا شدہ نمازیں ادا کر رہا ہوں کیونکہ کفر نما ایمان یعنی عشق نے مجھ پر چالیس سال کی نمازوں اور عبادتوں کا تاوان ڈال دیا ہے۔ لطیفہ:۔ شریعت عشق کا شریعت ظاہر سے اختلاف کلی یہاں بھی ظاہر ہے کہ شریعت ظاہر تو زمانہ کفر کی قضا نہیں کراتی مگر شریعت عشق اس کا بھی تاوان وصول کرتی ہے

(۶) تشریح:۔ "نثار" بکھیر، وہ سیم و زر جو شادی میں دولہا دلہن کے سر و پا پر سے قربان کرتے ہیں "نثار دیدہ" سے مراد اشک ہیں "نوبر" دوشیزہ نارپستان اتیا پھل یہاں مراد اول معنی ہیں اس لئے کہ "نوبر کردن" یہاں مرادف زبں کردن ہے۔

ترجمہ:۔ میں آنکھوں کے وڈہائے اشک کی بکھیر کر رہا ہوں اس خوشی میں کہ میرے نصیب جوان نے زہد و ریا کے کوچہ میں ندامت کی دوشیزہ نارپستان سے عقد کر لیا مراد صرف یہ ہے کہ اب زہد و ریا کاری پر اشک ندامت گرا رہا ہوں)

(۷) ترجمہ:۔ ملے نظیری عشق کا مزاج ہی حریص اور سودائی اس معاملہ میں تجھے ملامت نہیں کیجا سکتی (یعنی عشق میں حرص و سودائے طلب دوست ہوا ہی کرتا ہے تو اگر تو بادیہ طلب میں دیوانہ وار پھر رہا ہے تو اس میں تیرا کیا قصور؟)

بحر:۔ رمل مثمن مقصور۔ ارکان و تقطیع:۔ مش ہلا رکن آخر بر وزن فاعلات مقصور ہے

(۱) ترجمہ:۔ ملے دوست! تیرے بغیر گلستان (ہستی) کا صحن فضائے عشق کے طائروں کے پر و باز و پر تنگ تھا کہ بلند پروازی تو کہاں مطلق پر دانہ بھی نہ کر سکتے تھے اور صحن باغ میں بلبل کے نغمے بھی تیرے بغیر بے سرے تھے (یعنی جلوۂ دوست کے بغیر طبع عاشق میں نہ جولانی شوق ہوتی ہے اور نہ نغموں میں آہنگ)

حال آں گل گشت صحرائے کہ من کردم مپرس ۲ لالہ ہا را در تہ ہر سنگ پر خون چنگ بود
بے تو بر چشمم نمک می بیخت باد صبح دم ۳ گرچہ مروارید مے سائید ہر جا سنگ بود
سایہ مجنوں میشد از راہے کہ من کردم گذر ۴ کز خیالت خیل صد لیلیٰ بصد فرسنگ بود
نامۂ دشمن ملامت بے تو مے بُرد از دلم ۵ آنچہ بر مے چید زنگ سینہ ام را زنگ بود
گر نمردم از نشاطِ دیدنت از من مرنج ۶ با نشاطم خصمی و با جان سختم جنگ بود

(۲) ترجمہ:۔ میں نے جس صحرائے عشق کی سیر کی ہے اس کا حال نہ پوچھو (مختصر یہ کہ) ہر بن سنگ میں لالہ کے ہاتھ خون میں بھرے ہوئے تھے (یعنی صحرا کیا مقتل عشاق تھا کہ خون عاشق، لالہ کی خون سے بھری ہوئی کٹوریوں کی شکل میں نمودار تھا)

(۳) ترجمہ:۔ ملے دوست! تجھ بن باد سحرگاہی میری آنکھوں میں نمک چھڑک رہی تھی باوجودیکہ جہاں بھی (راستے) پتھر ملتا تھا اس پر سر مہ امروارید بیستی تھی (قطرات شبنم کو مروارید سے تعبیر کر کے کہتا ہے کہ حالانکہ باد سحر سرمۂ مروارید تیار کر رہی تھی مگر جلوۂ دوست کے بغیر میرے حق میں یہ سرمہ حکم نمک کہتا تھا کہ جس سے بجائے روشن ہونے کے آنکھیں پھوٹتی ہیں)

(۴) ترجمہ:۔ جس راستہ سے میں گذرتا تھا وہاں سایہ بھی مجنوں بنا جاتا تھا اسلئے کہ تیرے تصور کی وجہ سے سینکڑوں کوسوں تک سینکڑوں لیلاؤں کی قطار (نظر آرہی) تھی (یعنی تصور محبوب نے یہ سماں باندھ رکھا تھا)

(۵) تشریح:۔ "ملالت" میں تا مصدری ہے "برچیدن" اٹھا لینا، دور کرنا۔ ترجمہ:۔ دشمن (رقیب) کا (ہجو) نامہ میرے دل سے تجھ بن رجو ملال (کہ لاحق ہے) دور کر رہا تھا گویا جو چیز میرے (آئینہ) سینہ سے زنگ (غم) دور کر رہی تھی وہ خود زنگ (غم) تھا۔ توضیح:۔ شعر سے دو مفہوم پیدا ہو رہے ہیں ایک عام و مبتذل اور دوسرا خاص و غریب شارحین و مترجمین عموماً اول الذکر کی طرف گئے ہیں اور وہ یہ کہ گو ہم مبتلائے درد ہجراں ہیں مگر دشمن کو بھی درد جدائی میں دیکھ کر ہمارا کلیجہ ٹھنڈا ہوتا ہے اس صورت میں مصرعہ ثانی میں یہ ندرت ضرور پائی جاتی ہے کہ دیکھو وہ دعا داغ درد بنگیا مگر عاشق کی طبع غیور جو شرکت غم بھی نہیں چاہتی اس کو ضرور اس سے نفور ہونا چاہیئے اسلئے دوسرا مفہوم زیادہ بلیغ ہے اور وہ یہ کہ دشمن کا مبتلائے درد ہجراں ہونا گو بظاہر ہمارے درد کو دور کر رہا تھا لیکن حقیقت میں یوں سمجھو جو چیز ہمارے سینہ سے زنگ صاف کر رہی تھی وہ خود پہلے سے بڑھ کر زنگ بن رہی تھی یعنی ہجر دوست میں مبتلا ہونے کا رنج تو ایک رنج ہے مگر رقیب کو اولاً عشق میں اور ثانیاً درد ہجراں میں شریک پانے کا غم مضاعف تو وہ دعا و اسے درد نہیں تھا بلکہ مداوائے درد، درد بن رہا تھا۔

(۶) ترجمہ:۔ اگر میں تیرے دیدار کی خوشی سے (شادی مرگ کے طور پر) نہیں مرا تو مجھ سے خفا نہ ہو (یعنی یہ سمجھ کر نالاں نہ ہو کہ مجھے تیرے دیکھنے کی آرزو نہیں تھی بلکہ واقعہ یہ ہوا کہ) میں نشاط و مسرت سے عداوت میں اور (اپنی) جان سخت کیساتھ جنگ میں معروف تھا (اس لئے میں نے تجھکو دیکھا ہی نہیں)

پیش ازیں چندی نظیری شورش و مستی نداشت ۷ تا نبودی جام بے ساقی و مے بے رنگ بود

تو میرانی و جانم با تو ذوقِ گفتگو دارد ۹۲/۱ گدا ہنگامِ مُردن بادشاہی آرزو دارد

تو شمعِ بزمِ ہر کس گشتۂ صحبت غنیمت داں ۲ کہ ایں پروانہ ہم با گوشۂ تاریک خو دارد

حرارت از برائے گرمیم بسیار مے باید ۳ دل چوں موم از سختی جدل با سنگ و رُو دارد

کدامم مجلس و ساماں کہ مے خوردن بیاد آرم ۴ چراغے تیرہ دارم کہ مُردن آرزو دارد

بہ بدمستی سزد گر متہم دارد مرا ساقی ۵ ہنوز از بادۂ پارینہ ام پیمانہ بو دارد

سزد گر باغباں در ہائے باغ از ناز بکشاید ۶ کہ بلبل گفت مست و غنچہ اش می در سبو دارد

(۷) ترجمہ: - اس سے پہلے نظیری اتنی مستی اور شوریدگی نہ رکھتا تھا کیوں؟ اسلئے کہ جبتک تو بزم میں نہ تھا نہ جام شراب کو ساقی نصیب تھا اور نہ شراب کو رنگ (یعنی یہ شورش و مستی شراب کا وصف ذاتی نہیں بلکہ تیرے ساقی بنجانے نے پیدا کر دیا گیا ہے)

بحر: - ہزج مثمن سالم - ارکان و تقطیع: مثل ۵/۱

(۱) ترجمہ: - تو مجھے نکال رہا ہے اور میری جان تیرے ساتھ گفتگو کرنے کا شوق و ذوق رکھتی ہے (تو دیکھو گویا) ایک گدائے بے نوا مرتے وقت بادشاہی (ملجانے) کی آرزو کر رہا ہے (مطلب صاف ہے)

(۲) ترجمہ: - اے دوست! تو ہر کس و ناکس کی بزم (خلوت) کی شمع بن گیا ہے (بہت اچھا) تو صحبت و ہمنشینی غنیمت سمجھ (یعنی تجھے یہ مبارک ہو) میری فکر نہ کر کہ یہ پروانہ بھی گوشۂ تاریک کا عادی بن گیا ہے (شعر میں طنز قابل داد ہے)

(۳) ترجمہ: - مجھے گرمانے کے لئے بہت حرارت کی ضرورت ہے کہ میرا موم جیسا دل (اب) سخت ہو جانیکی وجہ سے پتھر اور کانسی سے مقابلہ کرتا ہے (یعنی حالانکہ میرا دل اولاً موم تھا لیکن صدمات مہجوری و ناکامی اٹھاتے اٹھاتے پتھر ہوگیا ہے اب دوست کی ادنی توجہ سے کام نہ چلے گا بلکہ کافی توجہ کی ضرورت ہے)

(۴) تشریح: - "کدامم" میں میم بمعنی مرا ہے "چراغ تیرہ" سے مراد ٹمٹماتا ہوا چراغ ہے جس کی روشنی نہ ہو۔

ترجمہ: - میرے لئے بزم (شراب) اور سامان (مے نوشی) ہے کونسا؟ کہ شراب پینے کا تصور کروں، میں تو اور کا ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ رکھتا ہوں جو بجھ جانے کی آرزو کر رہا ہے (یعنی میرا دل پامال ناکامی ہے بس اب یہ آرزو ہے کہ خاتمہ ہو جائے)

(۵) تشریح: - "متہم" اسم مفعول از اتہام بمعنی تہمت نہادن "پارینہ ام" اسم منسوب بپار بمعنی سال گذشتہ میم پیمانہ کا مضاف الیہ ہے

ترجمہ: اگر ساقی مجھ پر بدمستی کا الزام لگائے تو ٹھیک ہے اسلئے کہ ابھی تک میرے پیمانہ میں سال گذشتہ کی شراب کی بو موجود ہے (یعنی جس شخص پر سال گذشتہ کی شراب کا اثر باقی ہو وہ بدمست نہیں تو اور کیا ہے مراد یہ ہے کہ شراب عشق کا اثر پائندہ ہوتا ہے جس نے ایک دفعہ پی لی بس ہمیشہ کے لئے مست ہوگیا)

(۶) ترجمہ: - اگر باغبانِ (حسن) اپنے چمن و خوبی کے دروازہ کو ناز و نخرہ کے ساتھ کھولے تو بجا ہے اسلئے کہ بلبل (صفت عاشق) مست ہوگیا ہے اور اس کا غنچہ (دہن) شراب سے کہتا ہے (یعنی جس خمار کے پاس مے بھی ہو اور میخوار بھی تو اس کا دماغ آسمان پر کیوں نہ ہوگا

کہ ایں بود جامِ لطف کہ دادی نظیری را ۷ ہنوز آں تشنہ لب آب غریبی در سبو دارد

روز آں آید کہ با صد خواریم بر در کشد ۹۳/۱ پردۂ ناموس شب از روزگارم برکشد

بر سر پروانہ شمع از بہر آں سوزد کہ ہست ۲ جذبۂ عشقے کہ خاکستر بخاکستر کشد

ہیچ جا نگذاشت کز وے فتنہ باقی نماند ۳ کاش چوں آید غمت رخت از در دیگر کشد

از درش تصدیع کم کردم چو دانستم کہ او ۴ خط نسیانی مرا یکبارہ بر دفتر کشد

غم کہ ہر شب مجلسم افسردہ زو میگشت رفت ۵ امشب از جرأت چراغم دشنہ بر صرصر کشد

چارۂ کز بیقراری تشنۂ وصل ترا ۶ بر سراب از چشم افتد دست از کوثر کشد

اسی طرح باغبان کے باغ میں غنچے بھی ہوں اور بلبل بھی تو ظاہر ہے اس کا دماغ بھی عرش پر ہوگا اور ٹھیک اسی طرح جس محبوب دلربا کو دولت حسن بھی حاصل ہو اور اس کے خریدار بھی تو اسے جس قدر اپنے اوپر ناز ہو بجا ہے)

(۷) ترجمہ: - (اے ساقی) شراب لطف کا جام تھا کونسا؟ (اور وہ) تونے نظیری کو دیا کب؟ ابھی تک وہ بیچارہ پیاسا انکھوں کا عجیب پانی (آنکھوں کی) ٹھلیا میں رکھتا ہے (کہ جو نہ تجھے ترس دلانے کے کام آیا اور نہ اسکی پیاس بجھانے کے)

بحر: - رمل مثمن محذوف - ارکان و تقطیع: - مثل ۲/۱

(۱) تشریح: - "خواریم" میں میم ضمیر مفعولی ہے "پردہ برکشیدن" پردہ اتار دینا - ترجمہ: - دن آتا ہے تو وہ ایسا آتا ہے کہ جو مجھے سینکڑوں ذلتوں کے ساتھ دروازۂ دوست پر کھینچ لیجاتا ہے اور رات آتی ہے تو وہ ایسی کہ پردۂ ناموس و عزت کو میرے زمانہ کے سر سے اتار دیتی ہے (یعنی رات میں فریاد و فغان مجھے رسوائے زمانہ بناتے ہیں اور دن آتا ہے تو وہ ساری عزت خاک میں ملا کر در دوست پر لیجا کر ڈالدیتا ہے)

(۲) تشریح: - "بر سر پروانہ" بحذف مضاف یعنی بر سر سوز پروانہ - ترجمہ: - پروانہ کے جلنے پر شمع (بھی) اسلئے جلتی ہے کہ (دونوں میں) وہ جذبۂ عشق پایا جاتا ہے جو جلجانے پر بھی ایک کی راکھ کو دوسرے کی راکھ کیطرف کھینچتا ہے (مضمون عام اور مطلب واضح ہے)

(۳) ترجمہ: - (غم عشق نے) کوئی جگہ (خانۂ دل و دماغ میں) ایسی نہیں چھوڑی کہ اس کی جانب سے (وہاں) فتنہ و فساد باقی نہ رہ گیا ہو کاش کہ (ایسا ہو) کہ جب تیرا غم (عشق) آئے تو اپنا سامان دوسرے دروازہ سے نکالے لئے چلا جائے (مگر یہ ایسا کہاں کرتا ہے یہ تو جب آتا ہے جم کر بیٹھ جاتا ہے اور رگ رگ میں سما جاتا ہے)

(۴) تشریح: - "تصدیع" تکلیف دینا - مراد آنے جانے کی تکلیف "مرا" میں "را" علامت اضافت ہے یعنی بر دفتر من -

ترجمہ: - اسکے دروازہ پر میں نے آنا جانا کم کر دیا ہے کیونکہ میں سمجھ گیا کہ (اگر ایسا نہ کرونگا تو) وہ میرے دفتر ذکر پر ایکدم خط فراموشی کھینچ ڈالیگا (یعنی میرا خیال بالکل ہی لوح دل سے محو کر دیگا اسلئے میں نے "اذا ابتلیت ببلیتین فاختر اھونھما" کے قاعدہ سے دروازہ پر آمد و رفت کم کر دی - ترجمہ عربی: - جب تم دو بلاؤں میں گھر جاؤ تو ان میں سے ہلکی اختیار کرلو

(۵) ترجمہ: - وہ غم (ہجر) جس سے ہر رات میری مجلس افسردہ رہا کرتی تھی (اب) جاتا رہا، آج کی رات کو تو جرأت و دلیری کی

از فراق امشب نظیری مجلسم ماتم گہیست ۷ بوئے خوں آید چو عودم شعلہ در مجمر کشد

منم مرغ اسیرے مضطرب از بیم جانِ خود ۹۴/۱ نہ ذوقِ دانہ دارم نے امیدِ آشیانِ خود

دل از نا امیدِ وصل و بیمِ ہجراں کردہ ام فارغ ۲ نشستم گوشۂ وارستہ از سود و زیانِ خود

ز قوتِ خویش یابم طعمِ زہر و شکرہا گویم ۳ کزیں نعمت تنم پرورد مغز استخوانِ خود

بباغِ روزگار آں خود ستا مرغِ کہن سالم ۴ کہ خود می سنجم و خود می سرائم داستانِ خود

بنزدِ محرم و بیگانہ عیبِ خویش میگویم ۵ بدشمن میدہم از سادگی تیر و کمانِ خود

در صد شکوہ بر لب می کشاید یادِ نومیدی ۶ کسے کو تا زند قفلِ خموشی بر دہانِ خود

میرا چراغ آندھی پر خنجر تان رہا ہے۔ (شعر میں ہجران و وصال کی دونوں مختلف کیفیتوں کا اظہار ہے)

(۶) ترجمہ:- اے دوست! اب تو کوئی تدبیر کر کہ مارے بیقراری کے تیرے وصال کا پیاسا اس نوبت کو پہونچ گیا ہے کہ اگر دور سے چمکتی ریت دیکھ پاتا ہے تو حوضِ کوثر سے دست کش ہو جاتا ہے (یعنی تیری طلب میں اتنا بڑھ گیا ہے کہ تیرے دشتِ طلب کا سراب اس کی نظر میں چشمۂ تسنیم و کوثر سے زیادہ تسکین بخش ہے)

(۷) ترجمہ:- اے نظیری بوجہ (غم) فراق آج کی رات میری محفل نشاط مجلس ماتم بنی ہوئی ہے (چنانچہ) میری انگیٹھی میں اگر عود کا شعلہ اٹھتا ہے تو اس سے بو خون کی سی آتی ہے (مطلب صاف ہے)

بحر:- ہزج مثمن سالم - ارکان و تقطیع:- مثل ۵۳

(۱) ترجمہ:- میں اس مرغِ گرفتار کی مانند ہوں جو اپنی جان کے خطرہ سے پریشان ہو کر نہ دانہ (چگنے) کا ذوق رکھتا ہوں اور نہ آشیانہ (میں واپسی) کی امید (یعنی گرفتار دامِ عشق ہو کر حال کی لذتیں اور استقبال کی امیدیں سب ہی ختم ہو گئی ہیں)

(۲) ترجمہ:- (اب مایوس ہو کر) میں نے دل کو آرزوئے وصال اور خوف فراق (دونوں) سے خالی کر لیا ہے، اور اپنے نفع و نقصان (کی فکر) سے آزاد ہو کر گوشۂ (تنہائی) میں بیٹھ گیا ہوں (مطلب صاف ہے)

(۳) ترجمہ:- اپنی غذا سے میں زہر کا مزہ پاتا ہوں اور (ہزاراں ہزار) شکر ادا کرتا ہوں کیونکہ اسی نعمت (زہرِ غمِ عشق) سے میری جسم نے اپنی ہڈیوں کے گودے کی پرورش کی ہے۔ (یعنی زہرِ غم کھانے کا پرانا عادی ہوں جو مجھے بے منت ملتا ہے الحمد للہ کہ کسی کا زیر بار احسان نہیں ہوں)

(۴) ترجمہ:- باغِ (عالم) میں میں وہ بڈھا اور خود اپنی تعریفیں آپ کرنے والا بلبل ہوں کہ خود ہی اپنی داستان گاتا ہوں اور خود ہی دادِ سخن سنج دیتا ہوں (مراد ظاہر ہے)

(۵) ترجمہ:- اپنے اور بیگانے (سب) کے سامنے اپنے عیب بیان کر رہا ہوں (ملاحظہ ہو کہ کس) سادگی سے اپنا تیر و کمان دشمن کے حوالہ کر رہا ہوں (یعنی دشمن کا اپنے عیب کہنا خود اپنی دشمنی کرنا ہے مگر اپنا سادگی کی بحالت مستی کہے چلا جا رہا ہوں)

نظیری صبر کن کیں بند از دل بگسلد روزے ۷ ہنوز امیدوارم مے کند ضبط زبانِ خود

تبسمش بلب از شرم خشم و کیں گردد ۹۵/۱ کرشمہ اش گرہ از ناز بر جبیں گردد

کند بدیدہ شکر ریز اشک تلخم را ۲ بخندۂ کہ از و زہر انگبیں گردد

از و بقیمتِ آسائشِ ابد بخرم ۳ جراحتے کہ دلم یک نفس غمیں گردد

چو باد از سرِ عالم بجہد برخیزم ۴ اگر دمے بمن از مہر ہمنشیں گردد

نہ قبلہ دانم و نے کعبہ کافرِ عشقم ۵ چو سجدہ پیشِ بت آرم قبولِ دیں گردد

گہے کہ جامۂ تقویٰ درند گویندم ۶ کہ دست کیست کہ پنہاں در آستیں گردد

(۶) ترجمہ:- مایوسی کی یاد میرے لبوں پر سینکڑوں شکوہ (بے اعتنائی یار) کے دروازے کھول رہی ہے آخر ایسا کوئی کہاں ہے جو ہمیشہ یا کہاں تک کوئی اپنے منہ پر قفل خاموشی لگائے رکھے

(۷) ترجمہ:- نظیری! صبر کر کہ دل سے یہ گرہ (غم) خود بخود ایک نہ ایک دن کھل جائیگی ابھی تک تو اپنی زبان قابو میں رکھنا مجھے اس بات کا امیدوار بنائے ہوئے ہے (یعنی ابھی تک تو یہ امید ہے کہ نالہ و فریاد کی نوبت شاید نہ آسکے اور دوست خود بخود ملتفت ہو آئندہ اللہ مالک ہے)

بحر:- مجتث مثمن مخبون محذوف و مشعث - ارکان و تقطیع:- مثل ۹۳ رکن آخر محذوف و مشعث بروزن فعلن ہے۔

(۱) ترجمہ:- شرم کی وجہ سے اس کا تبسم لبوں پر غیظ و غضب بنجاتا ہے اور ادائے لطف (ناز و غرور) کی وجہ سے پیشانی پر بل بنجاتی ہے (تاکہ اغیار کی نظر میں راز محبت فاش نہ ہو جائے یا عاشق مغرور نہ بنجائے)

(۲) ترجمہ بقلب مصرعین:- دوست اپنے اس شیریں خندہ سے کہ جس سے زہر بھی شہد بنجاتا ہے میرے تلخ آنسوؤں کو آنکھوں میں حلاوت ریز بنا رہا ہے (یعنی خندۂ دوست ہمارے عیشِ تلخ کو حیاتِ شیریں سے بدل دیتا ہے)

(۳) ترجمہ بقلب مصرعین:- میں دوست سے وہ زخم کہ جس سے میرا دل ایک لمحہ کے لئے (روحِ عاشق کو لذت بخشنے والے) غم میں مبتلا ہو جائے (دنیا کی) دائمی آسائشیں دیکر خریدنا چاہتا ہوں (مراد ظاہر ہے)

(۴) ترجمہ بقلب مصرعین:- اگر دوست ایک لمحہ کیلئے از راہِ مہر و کرم میرا ہمنشیں بنجائے تو میں کوشش کر کے ہوا کی طرح عالم کے سر سے گذر جاؤں (یعنی عالم اور اس کی سربلندیوں کو دوست کی ایک لمحہ کی ہمنشینی پر قربان کر دوں گا)

(۵) ترجمہ:- نہ میں قبلہ جانتا ہوں نہ کعبہ (میں تو کافرِ عشق ہوں (چنانچہ) جب بتِ (حقیقت) کے سامنے سجدہ کرتا ہوں تو وہ (میرے) دین میں قبول ہو جاتا ہے (زاہد ظاہر پرست اگر اسے باطل کہتا ہے کہا کرے میں نہ اس سے سروکار ہے اور نہ اسکے دین سے)

(۶) ترجمہ:- جس وقت کہ (اہلِ ورع میرے صنم کا جلوہ دیکھ کر اپنا لباس تقویٰ و پرہیزگاری پھاڑنے لگتے ہیں تو مجھ سے پوچھتے ہیں کہ (یہ) کس کا ہاتھ ہے جو ہماری آستین میں چھپ رہا ہے (اور خود ہم سے ہمارا خرقۂ تصوف چاک کرا رہا ہے جواب میں میں اس کے سوا کیا کہوں کہ یہ اسی صنم کا ہاتھ ہے جس کا تم انکار کیا کرتے تھے)

سخن طرازی و دانش ہنر نظیری نیست ۷ قبول دوست مگر نالۂ حزیں گردد

دلم را نور رحمت از وداع جاں فرو گیرد ۹۶/۱ شہادت خانہ ام را پر تو ایساں فرو گیرد

دلِ پر حسرتے دارم کہ ہر سو چشم بکشایم ۲ سرشک گریہ ام از دیدہ تا داماں فرو گیرد

ز بس سایدہم در کیشِ طاقت ناوکِ آہم ۳ خراش سینہ ام را سوزنش پیکاں فرو گیرد

ز خورسندی مداں گر بیتو بر بستر نہم پہلو ۴ سرم را اضطراب از زانوے حرماں فرو گیرد

دراں ساعت کہ آہم گردِ راہ از چہرہ افشاند ۵ جراحتہائے اہل درد را جریاں فرو گیرد

(۷) ترجمہ :- اے نظیری! عقل و دانش اور سخنوری (یہ کوئی) ہنر نہیں ہے (کہ نظر دوست میں ضرور ہی قبول ہو) مگر نالۂ دردناک دوست کے نزدیک (ضرور) قبول ہو جاتا ہے (پس اگر تو قبول دوست کا خواہاں ہے تو دردناک نالے کر نا سیکھ!)

• بحر :- ہزج مثمن سالم - ارکان و تقطیع :- مثل ۵/۱

(۱) تشریح :- "از چیزے فرو گرفتن" کسی چیز سے باز رکھنا - ترجمہ :- میرے دل کو نور رحمت (محبوب حقیقی) جان کو الوداع کہنے سے باز رکھتا ہے (یعنی تجلیات مہری فنا سے مانع ہیں) گویا میرے شہادت خانۂ (دل) پر (کہ جہاں ہزاروں آرزوؤں کا خون ہو چکا ہے) نور ایمان چھایا جا رہا ہے (یعنی تکمیل ایمان ہوا و ہوس کے ترک سے ہوتی ہے) دیگر :- اگر "از وداع جاں" میں "از" کو فرو گیرد کا صلہ نہ ٹھہرایا جائے بلکہ سببیہ مانا جائے تو معنی یہ بھی درست ہو سکتے ہیں کہ دل پر نور رحمت کی بارش جان اور خودی کے ترک کرنے سے ہو رہی ہے الخ

(۲) ترجمہ :- میں ایسا حسرت بھرا دل رکھتا ہوں کہ جدھر آنکھ کھولتا ہوں میرے آنسو آنکھ سے لیکر دامن تک کے تمام حصہ کو ڈھانک لیتے ہیں گویا آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے)

(۳) تشریح :- "کیش" تیر دان "طاقت" مراد ضبط و تحمل - کیشِ طاقت - مرکب اضافی مراد سینہ "سوزنش" برادۂ آہن جو زخم کے لئے سخت مضر ہوتا ہے "پیکاں" بوڑ، لوہے کی نوک ہوئی تیر کی نوک - ترجمہ :- چونکہ میری آہ کے تیر ضبط و طاقت کے تیر دان (یعنی سینہ) میں بہت رگڑ کھاتے رہے ہیں (یعنی خوب ضبط سے کام لینے کی وجہ سے) پیکانِ تیر کا برادہ میری سینہ کی خراش پر (پوری طرح) چھڑکا جا رہا ہے (یعنی ضبط و تحمل باعث سکون دل نہیں بلکہ باعث افزائش درد ہو گیا)

ع ذ کرتا ضبط نالہ مجھ کو کیا معلوم تھا ہمدم ؎ کہ ہو گا باعث افزائش دردِ دروں وہ بھی

(۴) ترجمہ :- اگر میں تیری جدائی میں بستر پر لیٹ جاؤں تو (یہ) از روئے نشاط نہ سمجھنا بلکہ وجہ یہ ہے کہ بے چینی میرے سر کو (جو بوجہ غم زانو پر دھرا رہتا ہے) زانوئے محرومی سے ہٹا لیتی ہے تو میں بستر پر گر جاتا ہوں)

(۵) ترجمہ :- جس وقت کہ میری آہ (اپنے) چہرہ - گردِ راہ (یعنی طلب دوست میں منہ پر پڑی ہوئی گرد) جھاڑتی ہے تو زخمِ عاشقاں اہل درد کے زخم (دل) پر رو (یعنی خون) طاری ہو جاتی ہے (گویا وہ بزبان حال اظہار استحقاق کرنے لگتے ہیں کہ یہ گرد ہمارے زخموں پر بطور پاؤڈر چھڑکی جانی چاہیئے - یہ معنی زیادہ بعیف ہیں اگر جریان کی جگہ درماں کا نسخہ مان لیا جائے تو گو معنی ہی ہیں مگر وہ لطافت کہاں؟)

بحسرت می سپارم جاں بہ بندار گریۂ چشم را ۶ کہ گر اشکے بیفتد دہر را طوفاں فرو گیرد

اگر آید بجز یادِ تو در خاطر نظیری را ۷ ز دل تا بگذراند صد رہش نسیاں فرو گیرد

نشانِ آنکہ کردم قطع امید از دیار خود ۹۷/۱ نہادم در حریم کوئے او سنگِ مزار خود

برہمن از صنم برگشت و حاجی از حرم آمد ۲ من و اخلاص عرض بندگی در کوئے یار خود

تو خواہی کافری داں طاعتم خواہی سلمانی ۳ مرا کاریست با صدق دل امیدوار خود

خلل گر در بنائے دین و ایمانم شود سہلست ۴ ندانم نقض در بنیاد عہد استوار خود

ز کامل عیارم در وفا و دوستی خالص ۵ گرم صد بار بگدازی نگردم از عیار خود

لب امیدواری بستہ ام از حرف ناکامی ۶ محبت می کند نوعے کہ باید کرد کار خود

(۶) ترجمہ :- میں بڑی حسرت سے جان (جاں آفریں کے) حوالہ کر رہا ہوں (اور اس وقت تو اپنا رخ زیبا دکھا کر) میری آنکھ گریہ و زاری سے منع کردے کیونکہ اگر اسوقت کا ایک آنسو ٹپک جائیگا تو عالم میں طوفان بپا ہو جائیگا۔

(۷) ترجمہ :- اگر تیری یاد کے سوا کوئی اور خیال (دلِ نظیری میں) آتا ہے تو وہ جب تک کہ زبان پر لانے کیلئے اُسے (دل) سے آگے بڑھائے اس پر سو دفعہ نسیان طاری ہو جاتا ہے (یعنی پیشتر کہ مضمون سخن صد بار از دل تا زبان گم شدہ والا مضمون ہو جاتا ہے)

• بحر :- ہزج مثمن سالم - ارکان و تقطیع :- مثل ۵/۱

(۱) ترجمہ :- اس بات کا نشان کہ میں نے اپنے وطن (کی واپسی) کی امید بھی ختم کر دی ہے (یہ ہے کہ) میں نے اس (محبوب) کی گلی کے حرم سرا میں اپنے مزار کا پتھر گاڑ دیا ہے (یعنی اپنے کو کوچۂ جاناں میں مدفن بنا لیا ہے۔ شعر کا عرفانی پہلو یہ ہے کہ کوچۂ فنا میں مدفون ہونے کا ساماں کر لینا منزل ساماں کی جانب لوٹنے کی امیدیں ختم کر دینے کی علامت ہے)

(۲) ترجمہ :- برہمن نے صنم چھوڑا اور حاجی نے حرم - (مگر) میں ہوں اور اپنے یار کی گلی (اور اپنا) مخلصانہ اظہار بندگی (یعنی برہمن صنم اور حاجی حرم چھوڑ سکتا ہے مگر میں اپنے صنم حقیقت کی پرستش نہیں چھوڑ و نگا یعنی بقول غالب ؎

چھوڑوں گا میں نہ اس بت کافر کا پوجنا ؎ چھوڑے نہ خلق گو مجھے کافر کہے بغیر - میں بھی اپنے عقیدہ میں پختہ ہوں)

(۳) ترجمہ :- اے (نظیری!) تو میری طاعت و بندگی (بت حقیقت) کو خواہ کفر سمجھ خواہ اسلام مجھے تو اپنے دل امیدوار کے صدق و اخلاص کے کام سے کام ہے (کیونکہ میرے نزدیک بقول غالب ع وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے ۔

(۴) ترجمہ :- میرے دین و ایمان کی بنیاد میں رخنہ پڑ جائے تو یہ میری نظر میں آسان ہے مگر میں اپنے عہد استوار و وفا میں شکستگی کا آنا جانتا تک نہیں (چہ جائے کہ آئے اور میں برداشت کر لوں)

(۵) ترجمہ :- میں وفا و دوستی (کے حرافہ میں) میں خالص اور پورا کھرا سونا ہوں اگر تو مجھکو سو بار بھی (آتش امتحان) میں ڈالکر گلائیگا تو میں اپنے کھرے پن سے نہ پھروں گا۔

(۶) ترجمہ :- میں نے (اپنے) لب امید کو لفظ ناکامی کے تلفظ سے روک رکھا ہے (الحمد للہ کہ) جس ڈھنگ پر کام کرنا چاہیئے،

نظیری از تو در خوں زینت سر دام انصیاد ۷ تو ہم فتراک را آرائشے دہ از شکار خود

در بروئے عیش تا بستیم دیگر وا نشد ۹۹/۱ صد کلید آورد بخت و قفل این در وا نشد

در گریبانے کہ غم آویخت کمتر شد درست ۲ خوش دلی کم دوخت دامانے کہ یکسر وا نشد

تا غم از ویرانۂ ما راہ آمد شد کشود ۳ دیدۂ شمع امید ما ز صرصر وا نشد

ہمچناں مکتوب ناکامی بہم پیچیدہ ماند ۴ نامۂ سربستۂ ما ہیچ جا سر وا نشد

سعی کردم تا مگر از عشق بر دارم دلے ۵ قطرۂ خوں نابہ از روئے اخگر وا نشد

اضطراب از بہر جان بردن بسے پروانہ کرد ۶ پیچ و تاب شعلہ اش از بال و از پر وا نشد

محبت اپنا کام کئے چلی جا رہی ہے (یعنی میرے لغتِ اخلاص و محبت میں لفظ ناکامی کا نشان تک نہیں)

(۷) ترجمہ:۔ اے صیاد ستم پیشہ! تیرے تیر نگاہ سے نظیری خون میں لوٹ رہا ہے (اور دیکھ!) ہر جاں کی زیبائش شکار سے ہوا کرتی ہے (کیونکہ وہ دام، دام نہیں جس میں صید نہو) تو تو بھی اپنے شکار بند (زلف) کو اپنے (اس بسمل) شکار سے زینت دے دے (تاکہ تیرے دام کی زینت ہو جائے اور ہماری مراد بر آئے ہسبحان اللہ اپنی کاربر آری کیلئے کیا خوب تلقین فرمائی ہے۔)

خلاصہ غزل:۔ اس تمام غزل کا مضمون بارگاہِ دوست میں اخلاص و بندگی اور عہد و پیمان و خاکی پختگی و استواری کی تندہیش [illegible]

بحر:۔ رمل مثمن محذوف ۔ ارکان و تقطیع:۔ مثل ۹۹/۱

(۱) ترجمہ:۔ جب سے کہ مبتلائے غم عشق ہو کر ہم نے عیش و نشاط کے سامنے زندگی کا دروازہ بند کیا ہے پھر کبھی نہ کھلا تقدیر سینکڑوں تالیاں لائی مگر اس دروازہ کا تالا نہ کھلنا تھا اور نہ کھلا (مضمون عام و واضح ہے)

(۲) ترجمہ:۔ جس گریبان عاشق سے کہ غمِ عشق الٹک گیا پھر وہ بہت کم درست ہوا، خوش دلی و راحت نے کوئی دامن ایسا عاشق نہیں سیا کہ پھر ایکدم نہ کھل گیا ہو (یعنی جب عشق ایکدفعہ آ کر جاتا نہیں تو دست جنوں دامن و گریبان دری ہی کیے جا

(۳) ترجمہ:۔ جب سے کہ ہمارے ویرانہ (دل) سے غم (ناکامی) نے آمد و رفت کی راہ کھولی (اسوقت سے آج تک) ہماری شمع امید کی آنکھ (ناکامیوں کی) آندھی کی وجہ سے نہیں کھلی (یعنی ع کوئی امید بر نہیں آتی"

(۴) ترجمہ:۔ ہمارا خط نامرادی ویسے کا ویسا لپٹا پڑا رہا کہیں بھی ہمارا یہ سربند خط نہ کھلا (یعنی کسی نے بھی ہمارے حال زار پر توجہ نہ فرمائی)

(۵) ترجمہ:۔ نا امید ہو کر میں نے کوششیں کیں کہ دل کو عشق سے ہٹا لینے پر کامیاب ہو جاؤں مگر ایک قطرۂ خون (یعنی دل عشق کی) چنگاری پر گر کر پھر اس سے جدا نہو سکا ظاہر ہے کہ آگ پر ایک بوند گر کر باقی کہاں رہ سکتی ہے کہ اٹھائی جائے ؎

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب ۔ کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

(۶) ترجمہ:۔ پروانہ (دل عاشق) جان بچانے کیلئے تڑپا تو بہت، مگر شعلہ (شمع رخسار) کی لپیٹ اس کے پر و بازو سے نہ کھل سکی اگر شمع پر پروانہ جلتا ہوا دیکھا ہے تو کہو نظیری نے تصویر کھینچی ہے یا نہیں؟ بس یہی حال تجلی باری کی نمود پر سالک کا ہوتا ہے

آنکہ شب خواب نظیری را بافسوں بستہ ۷ ہیچ کار بستہ از زاں فسوں گر وا نشد

دل نمیدانم کجا زیں آستانم مے کشد ۹۹/۱ مرگ می بینم کہ یا ہجراں عنانم مے کشد

ہر سر مو بر تنم دارد خروشے از وداع ۲ ہجر پیوندِ تو از رگہائے جانم مے کشد

داشتم در سینہ پیکان خدنگ کارئیے ۳ دستِ غیرت ایں زماں از استخوانم مے کشد

میکند آسودگی سیرے بگرد خاطرم ۴ گریہ ہم پائے ز چشم خوں فشانم مے کشد

(۷) ترجمہ:۔ (حسن کے) جس (فسوں گر) نے افسونِ (عشق) پھونک کر نظیری کی نیند بند کر دی (بس ہمیشہ کیلئے) بند کر دی یا بند تو دی لیکن اس کا کوئی بند کام اس فسوں گر سے نہ کھل سکا (یعنی باندھنا جانتا ہے کھولنا نہیں جانتا اور باندھنا بھی ایسا، کہ اور سے تو کیا خود اس سے بھی پھر نہ کھل سکے تو عجیب فسوں گر ہے کہ جوڑ تو جانتا ہے توڑ نہیں جانتا) خلاصہ غزل:۔ اس پوری غزل کا مقصد ناکامی و محرومی کی مختلف کیفیات کی تصویر کشی ہے۔

بحر:۔ رمل مثمن محذوف ۔ ارکان و تقطیع:۔ مثل ۹۹/۱

(۱) ترجمہ:۔ نہ معلوم دل مجھے اس آستانۂ یار سے کہاں کھینچے لئے جاتا ہے (یوں معلوم ہوتا ہے کہ موت میری باگ جدائی کی طرف کھینچے لئے جا رہی ہے (یعنی آستانۂ یار سے ہٹنا موت کا پیش خیمہ ہے اسی طرح خدا کی طرف سے توجہ پھرنا دل کی موت ہی)

(۲) ترجمہ:۔ میرے بدن کا ہر ہر رونگٹا (درد ناک منظر) وداع کی وجہ سے شور برپا کر رہا ہے (یوں معلوم ہوتا ہے کہ) ہجر تیرے تعلق کو میری روح کی رگوں سے کھینچ رہا ہے (یعنی تیری محبت رگ رگ میں رچی ہوئی ہے اسی لئے وقت وداع رگ رگ اور رونگٹے رونگٹے سے نالے نکل رہے ہیں)

(۳) ترجمہ:۔ میں سینہ میں ایک کاری تیر کا پیکان رکھتا تھا جو رہ رہ کر دل میں ٹیس پیدا کرتا تھا اب (میری) غیرت کا ہاتھ اسے میری ہڈیوں سے نکال رہا ہے۔ توضیح:۔ غیرت کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ عشق غیور باوجود زخم کاری کھانیکے بے التفاتی دوست کو برداشت نہیں کرتا۔ اسلئے تیر نکالکر پھینکے دیتا ہے اس شکل میں مضمون واسوخت کا ہو جائیگا دوسرا یہ کہ عشق غیور کو افزائش درد دل کے سلسلے میں پیکان تیر کا مرہون منت ہونے پر غیرت آتی ہے، مفہوم دونوں پر لطف ہیں، مگر اوّل لطیف ہے تو ثانی الطف)

(۴) ترجمہ:۔ آسودگی و نشاط میرے دل کے ارد گرد گھوم رہی ہے اور گریہ و زاری بھی میری خون روتے والی آنکھ سے پاؤں (باہر) نکال رہی ہے۔ توضیح:۔ آسودگی کا گرد خاطر گھومنا دو معنی رکھتا ہے ایک یہ کہ دل کو گھیرے ہوئے ہے دوسرا یہ کہ ارد گرد رہتی ہے دل میں نہیں آتی اسی طرح گریہ کے چشم سے پاؤں نکالنے کے دو مفہوم ہیں ایک سلسلہ گریہ کا ختم ہو جانا اور دوسرا ضبط و تحمل سے باہر ہو جانا چشم کی صفت خوں فشاں پہلے مفہوم میں باعتبار زماں ماضی ہوگی اور دوسرے مفہوم میں باعتبار زمان حال۔ پھر ان دونوں محاوروں کے محتمل معانی ملانے سے شعر کی تین توجیہیں بنجاتی ہیں ۱۔ آسودگی و نشاط آرہی ہے اور گریہ و زاری جاری ہے۔ ۲۔ آسودگی بھی ارد گرد چکر کاٹتی ہے، دل کو مستقر نہیں بناتی اور گریہ و زاری

قصۂ وارستگی امروز پیش دل گذشت ۵ طرفہ حرفِ ناامیدی از زبانم مے کشد

برسرِ بازارِ جانبازی کماں آویختم ۶ دستِ غیرت بشکنم ہر کس کمانم مے کشد

میکشم سر از کمندِ او نظیری بعد ازیں ۷ گر بصد زنجیر آں نامہربانم مے کشد

برقفا چشمت نمی افتد چوں ایں در واشود ۱ آں زماں درگاہ بشناسی کہ صدرت جا شود

آنکہ او در کلبۂ احزاں پسر گم کردہ یافت ۲ تو کہ چیزے گم نہ کردی از کجا پیدا شود

بھی اپنا سلسلہ منقطع کر رہی ہے یعنی بیچارہ دل کہ ہیچ کس چارہ ساز نیست اُس صورت میں گریہ ہم میں ہم کا لفظ بر معنی ہے۔

(۳) عجیب نظارہ ہے کہ آسودگی بھی محیطِ دل ہے اور چشمِ خوں فشاں سے اشکِ خونیں بھی نکلے چلے آرہے ہیں۔ اس توجیہ میں بھی لفظ ہم معنی خیز ہے۔ پہلی توجیہ میں لفظ ہم حشو ہے اور حشو بھی حشو قبیح اور عام شراح اسی طرف گئے ہیں۔

(۵) ترجمہ:- آج دل کے روبرو وارستگی و آزادی (حاصل کرنے) کا قصہ گذرا جو عجیب لفظ مایوسی میری زبان سے نکلوا رہا ہے (یعنی دل بھی کیا کرے عشق کی بیڑی ہے ہی ایسی کہ ایک دفعہ جس کے پاؤں میں پڑ گئی پھر کبھی نہ نکلی)

(۶) تشریح:- "برسرِ بازار کماں آویختن" دعوتِ مقابلہ دینا چیلنج کرنا۔ "دستِ غیرت شکستن" ہار مان لینا۔ "ہر کس" میں ہر تاکید تنکیر کے لئے ہے۔ ترجمہ:- جانبازی و مردانگی کے بازار میں میں نے اپنی سخت کمان لٹکا دی ہے اگر کوئی بھی میری کمان کھینچ لیگا تو میں غیرت کا ہاتھ توڑ لوں گا۔ (یعنی ہار مان کر آئندہ کو کمان کشی سے دست کش ہو جاؤں گا مراد یہ ہے کہ جو جو شدائدِ عشق میں برداشت کر رہا ہوں دوسرا کر نہیں سکتا اگر کرے تو وہ جیتا میں ہارا)

(۷) ترجمہ لقلبِ مصرعین:- (ناکامیوں نے مجھے عشق سے ہی بیزار کر دیا پس) اس کے بعد اگر وہ (دوست) نامہرباں مجھے سینکڑوں زنجیروں سے بھی (اپنی طرف) کھینچے گا تو میں اس کی کمند سے سر باہر نکالنے کی کوشش کروں گا۔

بحر:- رمل مثمن محذوف۔ ارکان و تقطیع:- مثل ۱/۲

(۱) تشریح:- "برقفا چشم فگندن" پلٹ کر نہ دیکھنا۔ "درگاہ" اسم ظرف بمعنی آستانہ، چوکھٹ۔ "صدر" شاہ نشین۔ ترجمہ:- اگر یہ دروازہ (تقرب) کھل جائے گا تو تو (دیارِ ہستی کی طرف) مڑ کر دیکھے گا بھی نہیں (یعنی) تو (حریمِ دوست کے) آستانہ (کی قدر) جب پہچانے گا کہ شاہ نشین (تیری) نشست گاہ بنے گا۔ (یعنی دوستِ حقیقی کے ساتھ مقامِ معیت میں پہونچ جانیکے بعد تجھے معلوم ہوگا کہ اس حرم سرائے وحدت کے آستانہ پر پڑا رہنا کیا درجۂ عالی رکھتا ہے)

(۲) ترجمہ:- دیکھو! جس نے (غم کدہ میں گم کیا ہوا بیٹا پا لیا (گم کیا تھا تو پایا) مگر تو نے جب کوئی شے گم نہیں کی تو پیدا کہاں سے ہو جائے۔

توضیح:- یعنی حصولِ مقصد کے لئے ایسی طلب شرط ہے جیسی کہ حضرت یعقوبؑ نے یوسف کے لئے کی کہ بیٹوں کے مایوس بنانے پر بھی مایوس نہ ہوئے اور برابر یوسف کی یاد میں لگے رہے تو اگر تم ایسا جذبۂ طلب نہیں رکھتے تو یوسفِ حقیقی کو کیسے پا سکتے ہو؟)

دوست دارد از غریباں نالۂ بیچارگی ۳ عشق میخواہد کہ کشتی غرقہ در دریا شود

ہر کہ میخواہد کہ منشورِ خراباتش دہند ۴ باید اوّل خانماں برہم زند و رسوا شود

زو ہمہ خوبی ز ما زشتے ہمانا لائق است ۵ پردۂ ما بستہ ماند پردۂ او واشود

شد بہار عمر ناپختہ است انگورم ہنوز ۶ نیست معلومم کہ آخر سرکہ یا صہبا شود

عمرۂ آں کو بر آرم پایم ار آید بکار ۷ حلقۂ آں در بگیرم دستم ار گیرا شود

کم نظیری راست برجائے نظر افگندہ ام ۸ وائے گر روزِ جزا چشم و دلم گویا شود

ہر سر شاخ دریں باغ ہوائے دارد ۱/۱ ہر گلے رنگے و ہر مرغ نوائے دارد

(۳) ترجمہ:- (عشق یا دوست) عاشقانِ بے دیار سے بے چارگی و بے کسی کے نالے (کھچوانا) چاہتا ہے (گویا) عشق چاہتا ہی (یہ) ہے کہ کشتی (عاشق اشکوں کے) دریا میں غرق ہو جائے۔

(۴) ترجمہ:- جو شخص (یہ) چاہتا ہے کہ خراباتِ (رندان) کا فرمانِ (ملکیت) اس کو دیدیں، اُسے سب سے پہلے (یہ) چاہیئے کہ (اپنے) خانماں (ہستی) درہم برہم کر دے اور (برسرِ بازار) رسوا ہو جائے (یعنی میکدۂ عرفان میں داخلہ بغیر ترک خودی و ہوا و ہوس نہیں ہو سکتا)

(۵) ترجمہ:- اس کی طرف سے ساری اچھائی ہی اچھائی ہے اور ہماری طرف برائی ہی برائی لیکن مناسب یہی ہے کہ ہمارا پردہ ڈھکا رہے اور اس کا پردہ کھل جائے (یعنی اس کی خوبیوں کا اظہار کیا جائے اور ہماری برائیوں کو مستور رکھا جائے)

(۶) ترجمہ:- عمر کی بہار (جوانی) ختم ہو گئی اور نا حال میرا انگور (دل) کچا ہے مجھے نہیں معلوم کہ (اس کا انجام کیا ہوگا) سرکہ بنے گا یا شراب (یعنی اے کاش کہ شراب بنتا مگر اس کے لئے تو پختہ ہونے کی شرط ہے اسی طرح جو دل باغِ عشقِ حقیقی میں مثلِ انگور پختہ بنجاتا ہے تو گویا وہ شرابِ عرفان کے قالب میں ڈھل جاتا ہے)

(۷) ترجمہ:- اگر میرے پاؤں کام دیں تو (جی چاہتا ہے کہ) اس کوچۂ (جاناں) کا طوافِ (عمرہ) کروں اور اگر میرے ہاتھ میں گرفت کی طاقت آجائے (تو دل چاہتا ہے کہ) اس دروازۂ (دوست) کا حلقہ پکڑ لوں (یعنی جس صورت سے ہو دوست کا قرب حاصل کروں)

(۸) ترجمہ:- اے نظیری! میں نے نظر برمحل بہت کم ڈالی ہے (یعنی ہمیشہ آلودہ دل و نگاہ رہا کروں) ہائے کیا حال ہوگا اگر جزائے اعمال کے دن میری آنکھیں اور دل بول پڑے (یعنی خود اپنے گھر کے یہ بھیدی ہی لنکا ڈھادیں گے)

اشارہ:- شعر میں آیہ کریمہ۔ الیوم نختم علیٰ افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون۔ اور آیہ کریمہ۔ ان السمع والبصر والفواد کل اولٰئک کان عنہ مسئولا کی طرف تلمیح ہے۔

بحر:- رمل مثمن مخبون محذوف مشعث۔ ارکان و تقطیع:- مثل ۱/۲

(۱) ترجمہ:- اس باغ (ہستی) میں ہر شاخ نئی ہوا رکھتی ہے اور (جلوۂ حسنِ قدیم کا) ہر پھول نیا رنگ اور ہر بلبل (طالب سالک)

یک شکر کام امید ہمہ شیریں کردہ است ۲ نزد خود ہر مگسے فرِّ ہمائے دارد
برہمن ہم زدرِ بت کدہ نومید نشد ۳ در ہر خانہ زنی خانہ خدائے دارد
حسن ہر جلوہ کہ از جائے دلت را ببرد ۴ از پیش گر بروی راہ بجائے دارد
نیست در حلقہ مستاں ز من آلودہ ترے ۵ اہل ہر سلسلہ انگشت نمائے دارد
تا ز خورشید وصالش بفراق افتادم ۶ ہر کہ بر من گذرد طعن خطائے دارد
بفسوں دہنش بارِ اقامت مکشا ۷ کاں سرِ چشمہ عجب برگ گیائے دارد

فردوس

چاہ

نئی طرز نمو (شعر کل یوم ھو فی شأن کی اچھی تعبیر ہے)

(۲) ترجمہ :- سبھوں کی امیدوں کے دہن کو ایک (ہی) شکر نے شیریں کر رکھا ہے (چنانچہ) اپنی جگہ ہر ہر مکھی (دنک) شانِ ہما رکھتی ہے (شعر کل حساب بما لدیھم فرحون کی تفسیر ہے (اس مضموں کو پہلے یوں ادا کر چکا ہے ؎

درویش و بادشاہ بوجود تو قائم اند ٭ خورسند کردہٴ تو عزیز و ذلیل را)

(۳) ترجمہ :- برہمن بھی بتکدہ کے دروازہ سے محروم نہیں لوٹا (فرق اتنا ہے کہ رلے شیخ حرم تو کمہ ہو کر پہونچا اور وہ بندہ ابن ہو کر) پس (جس گھر کا بھی دروازہ کھٹکھٹاؤ گے وہ مالک خانہ رکھتا ہے (یعنی اینما تولوا فثم وجہ اللہ - جدھر منہ کروگے ادھر ہی خدا ہے)

(۴) ترجمہ :- ہر جلوہ (حقیقت) (کی حسین ادا جو کہ تیرے دل کو (اپنی) جگہ سے ہٹا لیجائے اگر تو اس کے پیچھے چلتا ہے گا تو وہ (بے شک) منزل مقصود کی طرف راہ رکھتی ہے (پس تو بھی اس کے اتباع سے منزل مقصود تک پہونچ جائیگا؛ جلوہ حقیقت کا ظہور اتم ذات احمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اور کہاں ہو سکتا ہے تو یقیناً اُن کا اتباع ذات احد تک پہونچا دے گا یہ پیش نظر ہو تو شعر فاتبعونی یحببکم اللہ کا بعینہٖ ترجمہ ہے)

(۵) ترجمہ :- رندان مست کے حلقہ میں مجھ سے زیادہ گنہگار کوئی نہیں (ہیچ ہے) ہر سلسلہ کے لوگ ایک نہ ایک انگلیوں سے اشارے کیجانے والی ہستی (رکھا کرتے ہیں تو وہ حلقہ رندان میں ہم ہیں حلقہ پارسایان میں کوئی اور ہے تو ہوا کرے)

(۶) تشریح :- "طعن خطائے" بترکیب اضافی اور بترکیب توصیفی دونوں طرح درست ہے - ترجمہ :- جب سے کہ میں ایکے آفتاب (یا فردوس) وصال سے (تاریکی یا دوزخ) فراق میں پڑ گیا ہوں، جو شخص میرے پاس سے گذرتا ہے (مجھے) غلطی کے طعنے (یا غلط طعنے) دیتا ہے - توضیح :- خورشید کے بجائے فردوس کا نسخہ مصرعہ اول میں قصہ آدم و ابلیس کی تلمیح مکمل کر دیتا ہے اور مصرعہ دوم حضرت آدمؑ و موسیٰؑ کے عالم ارواح میں مناظرہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جس میں موسیٰؑ نے آدمؑ کو انی الارض اھبطت الناس بخطیئتک کا طعنہ دیا تھا اور آدمؑ نے خود موسیٰؑ سے فحج آدم موسیٰ (فتویٰ) کے خداوندی فیصلہ کا جو وجود آدم سے بھی چالیس سال قبل ہو چکا تھا اقرار کرا کر فحج آدم موسیٰ کا نظارہ دکھا دیا تھا -

تا نماید بغلط مہرہ فلک می بازد ۸ گرچہ خصلے نہد ذوق دغائے دارد
حذر از شہرت خونریز کسے باید کرد ۹ کہ اگر کشتہ شود نوحہ سرائے دارد
بمن آں کن کہ سزاوار جمال تو بود ۱۰ شمع در سوزش پروانہ سزائے دارد
غم مخور الفتِ معشوق نظیری با تست ۱۱ بود ہر ذرہ بخورشید بقائے دارد

گر تشنہ بر سر خم بیرم عجب نباشد ۱|۱ رحمے نمی نمایند تا جاں بلب نیاشد

(۷) ترجمہ :- تو محض (اس کے دہن کے (مہر و محبت کے) افسوں کی بنا پر سامان قیام نہ کھول (یعنی اس کے قریب محبت میں نہ آ) کیونکہ (وہ سر چشمہ (دہن) عجیب برگ گیاہ (خط رخسار) رکھتا ہے (کہ جس کے نیچے چاہ ذقن پوشیدہ ہے اگر تو اس کے قریب محبت میں آ گیا تو سمجھ لے کہ اس کنوئیں میں گرنا پڑے گا کہ جس سے نکلنے کی پھر کوئی تدبیر کارگر نہوگی)

(۸) تشریح :- "تا نماید" میں تا، تعلیلیہ ہے (نماید بمعنی ظاہر کند "خصل" وہ نقدی جو داؤ پر رکھی جائے.
ترجمہ :- آسمان (غلط پانسے محض دکھانے کیلئے پھینک رہا ہے (تاکہ یہ سمجھا جائے کہ یہ ناواقف ہے ورنہ ہے بڑا چالاک قمار باز پس اگرچہ وہ داؤ پر نقدی رکھ رہا ہے (پھر بھی) یہی سمجھنا کہ (دھوکہ دینا چاہتا ہے - توضیح :- یعنی آسمان کا مانند قمار باز کی طرح غلط پانسے پھینکنا، محض ایک چال ہے گویا اس کا ہماری مراد بر لانا جو داؤ پر نقدی رکھنے کے مرادف ہے ہماری اسی سی مسرت کی پونجی کو بھی لوٹنے کیلئے ہے جیسا کہ پہلے کہہ چکا ہے ؎ گر چرخ نظیری عجب ہر اسانم ٭ کہ کارہائے مرا بمراد من دارد -

(۹) ترجمہ :- بچنا تو اس شخص کی خونریزی کی شہرت سے چاہئے کہ اگر وہ مارا جائے تو اس کے لئے ماتم خانہ ہو (پھر دوست ہمارے قتل سے کیوں حذر کرتا ہے حالانکہ نہ کوئی ہمارا نوحہ گر ہے اور نہ کوئی نوحہ سرا کہ جس سے اسکی ستمگری کے چرچے کا اندیشہ ہو)

(۱۰) ترجمہ :- میرے ساتھ وہ (سلوک) کر جو تیرے جمال (جہان آرا) کیلئے زیبا ہو (یعنی نوازش و کرم فرما کہ یہی زیبا ہے ورنہ سمجھ لے کہ اگر شمع پروانہ کو جلانے کے سلسلہ میں سزا بھگت رہی ہے (کہ خود بھی جل رہی ہے اور رو رہی ہے تو کہیں بقول غالب کہ ع نگہ ناز ہے سرمہ سے خفا میرے بعد مجھے ہلاک کرکے تو بھی بجائے سرمہ لگانے کے نگاہ ناز سے اشک ندامت نہ ٹپکانے لگے)

(۱۱) ترجمہ :- اے نظیری! غم نہ کھا، دوست کو تیرے ساتھ محبت ہے (اگر نہوتی تو تو کبھی کا فنا ہو گیا ہوتا کیونکہ) ہر ذرہ کی نمود کا بقاءُ دوام آفتاب (کی شعاع) سے وابستہ ہوتا ہے (اسی طرح پردہٴ دوری میں پنہاں رہ کر معشوق ازل کی نگاہِ لطف (وجود سالک کی بقا کا سامان ہے)

بحر :- مضارع مثمن اخرب مدال - ارکان :- مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن دو بار صدر و ابتدا اخرب ضرب سالم عروض مطلع میں سالم اور اشعار میں کبھی سالم کبھی مسبغ - اور حشو میں رکن مفاعیلن اخرب اور رکن فاعلاتن کبھی سالم اور کبھی مسبغ -

تقطیع :- گر تشنَ (مفعول) بر سرِ خم (فاعلاتن) بیرم عَ (مفعول) جب نباشد (فاعلاتن) + رحمے نَ (مفعول) می نمایند (فاعلیان) تا جاں بَ (مفعول) لب نباشد (فاعلاتن)

(۱) ترجمہ :- میں خم (شراب) پر (بیٹھے ہوئے) اگر پیاسا مر جاؤں تو تعجب نہیں (کیونکہ یہ بے رحم ساقی) جب تک کہ پیاسے کی جان لبوں پر نہ آجائے (رحم نہیں کرتے) (مطلب واضح ہے)

باصد امید خواند ندکز انتظار سوزند ۲ چوں در نمی کشایند کاش ایں طلب نباشد
صہبا گر از داد ندمہر مست شوق کردند ۳ گویند لب کشودن شرطِ ادب نباشد
من یک سبب ندارم دستگیر بر در بخت ۴ یک مدعا نسازند تا صد سبب نباشد
چوں نقشہ بہ بینند آمرزشے نمایند ۵ پائے اگر نلغزد جائے طرب نباشد
ہرگز دلِ تونگر لذت نیابد از عشق ۶ غم نیست عاشقاں را گر قوت شب نباشد
از عقدہائے دوراں دل بدمکن نظیری ۷ آنرا کہ وا گذارند جز از غضب نباشد

آں بخت فتنہ جو کہ تو دیدی بخواب شد ۱۰۳/۱ واں دل کہ بود سخت تر از خارہ آب شد

(۲) ترجمہ:- ان حسینوں نے سینکڑوں آرزوؤں کے ساتھ ہمیں (بلایا) کیا اسی لئے کہ آتش انتظار سے جلائیں۔ جب وہ دروازہ نہیں کھولتے تو اے کاش یہ طلبی بھی نہ ہوتی یا کاش یہ جذبہ طلب نہ رہے)

(۳) ترجمہ:- انہوں نے ہمیں (راز محبت) کی شراب سرخ رنگ (خود) پلائی اور (اپنے) شوق سے (خود ہمیں) مست بنا دیا اس پر طرہ یہ کہ یہی ساقی پھر یہ کہتے ہیں کہ ہونٹ کھولنا شرطِ ادب نہیں (یعنی خاموش رہو تاکہ کوئی راز حقیقت فاش نہ ہو سکے)

در درون قعر دریا تختہ بندم کردہٴ ؛ بازمی گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

(۴) ترجمہ:- اے کریم میری (دستگیری فرما کہ میرے پاس (ایک وسیلہ بھی نہیں اور بخت کے دروازہ پر (کارکنانِ تقدیر) جب تک سینکڑوں وسیلے نہ ہوں (ایک) مراد پوری نہیں کرتے (پس مجھے وسیلہ کے لئے تو ہی وسیلہ بن جا)

(۵) ترجمہ:- جب لغزش (بندہ) دیکھ لیتے ہیں (تب) بخشش فرماتے ہیں، تو اگر لغزش پا نہ ہو تو موقع شادمانی نہیں (یعنی لطف مغفرت گنہگاروں کے حصہ میں آیا ہے (جو گنہگار نہیں وہ یہ لطف کہاں سے حاصل کرے گا)

(۶) ترجمہ:- غنی کا دل کبھی عشق کی لذت حاصل نہیں کر سکتا۔ پس (یہ لذت حاصل ہوتے ہوئے) اگر عاشقوں کے پاس رات کے کھانے کو بھی نہ ہو تو کوئی غم نہیں (مراد ظاہر ہے)

(۷) ترجمہ:- اے نظیری! زمانہ کی الجھنوں سے بد دل نہ ہو اس لئے کہ خداوندانِ زمانہ جسے آزاد چھوڑ دیتے ہیں تو یہ محض ناراضگی اور غصہ کی وجہ سے ہوا کرتا ہے۔ (یعنی دوست کا ستانا بھی تعلق پنہاں کا غماز ہے پس بجائے بد دل ہونے کے شکر ادا کر)

بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف۔ ارکان و تقطیع:- مش ۳/۲

(۱) ترجمہ:- وہ فتنہ پرداز نصیب جو کہ تو نے دیکھا تھا اب وہ سو گیا ہے یعنی (فتنہ پردازیاں کرکے فارغ ہو گیا ہے) اور وہ دل (جو حصول عشق سے پہلے) پتھر سے زیادہ سخت تھا (اب) وہ پانی بن گیا ہے۔
(مطلب صاف ہے)

گلگونہ ہوا و ہوس رنگ واگذاشت ۲ خال و خط عروس طبیعت خراب شد
دل را کہ حرف سوختگاں داغ کردہ بود ۳ میرفت تا بر آتش ایشاں کباب شد
در بحر شوق کشتیٔ دل ریسماں برید ۴ در کوئے یار خیمہٴ تن بے طناب شد
ایں بوز سنبل و گل ہر کشورے نخاست ۵ تا در خطا کدام گیا مشک ناب شد
دائم کسے بقافلہ بودہ است پاسباں ۶ بیدار شو کہ چشم رفیقاں بخواب شد
خشکیٔ لب بہ تشنہ لباں آب می دہد ۷ تا مستعد شدیم دعا مستجاب شد
مستی چہ خوب کرد کہ ایں پردہ برگرفت ۸ رخسارہٴ حقیقت ما بے نقاب شد
تاریخ واقعاتِ شہاں ناتوشتہ ماند ۹ افسانہ کہ گفت نظیری کتاب شد

دوراں مے حسرت ہمہ در ساغر ما کرد ۱۰۴/۱ بر ہر چہ نہادیم دل از دیدہ جدا کرد

(۲) ترجمہ:- (اب۔ نفسانی) ہوا و ہوس کے غازہ کا رنگ اتر گیا اور طبیعت و نفس کی دلہن کے خط و خال (یعنی رنگہائے زیبائش) بگڑ گئے (یعنی ع آتش عشق ہوا و ہوسم پاک بسوخت)

(۳) ترجمہ:- ہمارے (جس دل کو کہ دل جلوں کی باتوں نے داغ لگا دیئے تھے وہ (انہی کی طرف) چلتا رہا یہاں تک کہ ان کی آگ پر (جھلس کر) کباب ہو گیا (یعنی اہل عشق کی باتوں نے ہمیں بھی مبتلائے عشق بنا دیا)

(۴) ترجمہ:- دریائے شوق میں دل کی کشتی کا لنگر ٹوٹ گیا (تو اب یقیناً یہ کشتی ڈوب کر رہے گی) اور کوچہ محبوب میں بدن کے خیمہ کی طناب (یعنی خیمہ کو تھامنے والی رسی) نہ رہی (تو اب یقیناً جینے کے لالے پڑ جائیں گے)

(۵) ترجمہ:- ہر ولایت کے گل و سنبل سے یہ خوشبو پیدا نہیں ہوئی تو دیکھنا کہ (یہ) کونسی گھانس رہے جو ملک خطا میں مشک خالص بن گئی (یعنی حصول کمال کے لئے خواہ وہ کسی نوع کا ہو استعداد شرط ہے)

(۶) ترجمہ:- قافلہ میں ہمیشہ پاسبان رہتا آیا ہے تو (اے غفلت میں اونگھنے والے) جاگ کر (سفر ہستی کے) رفیقوں کی آنکھیں محو خواب ہو گئی ہیں (یعنی اس سفر میں ہوش سے کام لو ایسا نہ ہو کہ سارا قافلہ لٹ جائے)

(۷) ترجمہ:- لبوں کی خشکی پیاسوں کو پانی دلا (یا کرتی ہے (کہ گفتہ اند ع دلیل آب، جگر تفتگی و تشنہ لبی است۔) پس جب سے ہم استعداد والے ہو گئے ہیں (ہماری) دعا بھی مقبول ہونے لگی ہے (مراد واضح ہے)

(۸) ترجمہ:- (ہماری) بیخودی نے کیا خوب کام کیا کہ یہ پردہٴ پندار سامنے سے ہٹا دیا اور ہماری حقیقت کا رخسار (ہماری اور سب کی نظروں میں) بے نقاب کر دیا (یعنی پردہٴ پندار دور ہونے پر کھلا کہ ہماری حقیقت کچھ بھی نہیں)

(۹) ترجمہ:- بادشاہوں کے کارناموں کی تاریخ بے لکھی رہ گئی اور نظیری (درویش) نے جو افسانہ عشق و محبت کہا وہ کتاب بن کر

بحر:- ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور۔ ارکان و تقطیع:- مش ۱/۲ ضرب مقصور بر وزن مفاعیل ہے

(۱) ترجمہ:- معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ نے حسرت و ناکامی کی ساری شراب ہمارے پیالہ میں انڈیل دی ہے کہ جس چیز پر ہم نے دل

نکشود قضا شست کہ آہے نکشیدیم ۲ بر دوست ترم خورد خدنگے کہ رہا کرد

بازوئے ہنر دارم و اقبال ندارم ۳ می کوشم و کارے نتوانم بسزا کرد

فریاد بر آریم ازاں یار مشعبد ۴ کو از ازل ایں شعبدۂ چرخ رہا کرد

خود طلعت خود دیدہ اگر پردہ برانداخت ۵ خود فتنۂ خود گشت اگر فتنہ بپا کرد

باآنکہ لبش داد منادیٔ محبت ۶ نے بر سر مہر آمد و نے عہد وفا کرد

ناوک فگنے بر سر ہر راہ نشانید ۷ در حلق کمندم بگلو بست و رہا کرد

دشمن بارم افگند و دوست بآتش ۸ بایں ہمہ حد نیست کہ گویم کہ جفا کرد

لگایا اُسے ہی ان نظروں سے جدا کر دیا۔)

(۲) تشریح :۔ "شست کشادن" تیر چلانا "دوست تر" عزیز تر مراد دل۔ ترجمہ :۔ قضا و قدر کے ہاتھ نے کوئی تیر نہیں چلایا کہ میں نے آہ نہ کی ہو (اسلئے کہ) جو تیر اس نے چھوڑا وہ میرے عزیز تر (طائر دل) کے لگا۔

(۳) ترجمہ :۔ میں ہنر (کمال) کا بازو (یعنی طاقت و استعداد) تو رکھتا ہوں مگر نصیبہ خوش نہیں رکھتا۔ کوشش کرتا ہوں (مگر) کوئی کام ٹھیک نہیں کر سکتا (کہ جس سے مراد بر آئے)

(۴) ترجمہ :۔ ہم اس بازی‌گر شعبدہ کار سے فریاد کرتے ہیں کہ جس نے عہد ازل سے یہ آسمان کا ڈھونگ رچا رکھا ہے کیونکہ ہم خوب سمجھتے ہیں کہ یہ سب سلیقہ بے فلک کو یہ ستمگاری کہاں ؟ کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں)

(۵) ترجمہ :۔ اس (محبوب ازل) نے اگر پردہ اٹھایا تو خود اپنا چہرہ دیکھا اور اگر کوئی فتنہ (عشق و محبت کا) برپا کیا تو خود اپنے لئے فتنہ بنا (یعنی وحدۃ الوجود کے عقیدے کے مطابق ہم اور وہ دو نہیں تو پھر اس کا ہمارے سامنے جلوہ گر ہونا یا ہمارے لئے سامان فتنہ بننا خود اپنے سامنے جلوہ گر ہونا اور خود اپنے لئے باعث فتنہ بننا ہے)

(۶) ترجمہ :۔ اس کے باوجود کہ خود اس کے لبوں نے ندائے محبت لگائی (یعنی دعوت عشق دی) مگر نہ وہ آمادۂ مہر و کرم ہوا اور نہ کوئی وعدہ پورا کیا (تو للہ کوئی بتاؤ کہ یہ سب رہزنی ہے کہ دلستانی ہے ع لیکے دل دلستان روانہ ہوا)

(۷) ترجمہ :۔ ہر راستہ کے ناکے پر پہلے ایک تیر انداز بٹھا دیا پھر (سلسلۂ عشق میں) گلے میں کمند ڈالکر چھوڑ دیا کہ ع نے بھاگنے کی گوں نہ اقامت کی تاب ہے۔ یعنی کمند عشق گلے میں ڈالکر پھر ہر طرف سے ہم پر کرشمہ و ادا کے تیروں کی بوچھاڑ کیجا رہی ہے، آخر یہ کیا انصاف ہے؟

(۸) ترجمہ :۔ دشمن (نفس) مجھے دنیا کی (جنت) میں لیجا رہا ہے اور دوست (جہنم ہجران کی) آگ میں ڈال رہا ہے اور اس کے باوجود مجھے اجازت نہیں کہ اتنا بھی کہہ سکوں کہ یہ مجھ پر ظلم ہوا (یعنی جس دوست کی خاطر سارے لذائذ دنیوی پر لات مار دی وہ پھر بھی آمادۂ جفا ہے مگر کیوں کر کہوں کہ جفا کا نام لینے کی بھی اجازت نہیں)

تنبیہ :۔ نمبر ۴ سے نمبر ۸ تک کے اشعار میں دلآویز پیرایہ میں خوب طنز کئے ہیں۔

چندیں سخن عشق کہ گفتند و شنیدند ۹ کس حق محبت نتوانست ادا کرد

بر بند بجائے پر و بالش سر و منقار ۱۰ مرغے کہ بلند از سر ایں شاخ نوا کرد

خورسند بتسلیم و رضا گشت نظیری ۱۱ مسکین نتوانست خصومت بقضا کرد

نہ زجہدم بکف بخت عناں مے آید (۵) نہ بزورم زہ دولت بکماں مے آید

نہ مرا بازوئے قائم نہ مراد دیدہ راست ۲ ہمہ بے قصد خدنگم بہ نشاں مے آید

توکہ آسودہ دلی از نفسم سود مخواہ ۳ منکہ شوریدہ ام آتش بزباں مے آید

سخن مردم دیوانہ حقیقت دارد ۴ در عبارت بہ اشارات نہاں مے آید

(۹) ترجمہ :۔ عشق کے متعلق اتنی باتیں جو لوگوں نے کہیں اور سنیں (کہ دفتر بھر ڈالے مگر) کسی نے بھی حق محبت ادا نہیں کیا (یعنی سچ ہیں عشق ہست بر خود چیدہ چندیں داستان ورنہ ؎ کسے بر مٹی یک حرف صد دفتر نمی سازد) اور اس کے باوجود کہ سینکڑوں دفتر مضامین عشق سے پر کر دیئے ع کس نیست کہ در گردن از و دام ندارد)

(۱۰) ترجمہ بقلب مصرعین :۔ اے دعوائے بلند آہنگی کرنے والے! بس کر اسلئے کہ جس بلبل نے اس شاخ سے ذرا بلند نغمہ نکالا تو بجائے پر و بازو کے اس کا سر اور منقار کاٹ پھینکتے ہیں (یعنی رموز حقیقت کو بر ملا کہنے کی اجازت نہیں ورنہ جو منصور کا حال ہوا وہی ہوگا)

(۱۱) ترجمہ :۔ نظیری (ناچار) تسلیم و رضا پر خوش ہوگیا بیچارہ قضا و قدر سے نہ لڑ سکا (مراد ظاہر ہے)

بحر :۔ رمل مثمن مخبون محذوف مشعث۔ ارکان و تقطیع :۔ مثل ۲

(۱) ترجمہ :۔ نہ میری کوشش سے (کامیابی کی) باگ (دوڑ) نصیب کے ہاتھ میں آتی ہے اور نہ میرے زور سے دولت و اقبال کا (اترا ہوا) چلہ کمان (سعی) پر چڑھتا ہے (یعنی ؎ جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے ؎ جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا۔ ورنہ ع ایں کمان را چاشنی کے زور بازو کردہ است)

(۲) ترجمہ :۔ نہ (نشانہ لگانے میں) میرا بازو قائم ہے اور نہ میری آنکھ (کی سمت) سیدھی (بے ارادہ ہی میرے سامنے تیر نشانہ پر لگ رہے ہیں (یعنی اس کا کرم ہو تو بگڑی بھی بن جاتی ہے اور نہ ہو تو بنی بھی بگڑ جاتی ہے)

(۳) ترجمہ :۔ اے ہمنشین! تو کہ خوش دل ہے میرے کلام یا آہ سے نفع کی توقع نہ رکھ (کیونکہ آشفتہ حال ہونے کی وجہ سے میری زبان سے آگ نکلتی ہے (؎

بانظیری چو نشستی گوش بر حرفش مکن ؎ در پریشانی میفگن خاطر آسودہ را)

(۴) ترجمہ :۔ دیوانہ (عشق) کی باتیں حقیقت رکھتی ہیں (بے اصل نہیں) جو اشاروں میں مستور ہو کر عبارت (بیان) میں آرہی ہیں (یعنی دیوانہ اپنے بے تکے اشاروں میں بڑے پتے کی باتیں کہہ رہا ہے)

عشق در مملکتِ عقل چو سلطاں گردد ۵ . روش و عادت دیگر بمیاں مے آید
میکنم سور چو از خانۂ علائق بزود ۶ میدہم خیر چو از راہ زیاں مے آید
ہمہ برخویش زبیم دم آخر لرزند ۷ جائے خوف است کہ کشتی بکراں مے آید
مرد درگاہ و سراپردۂ عزت نبود ۸ ہر کہ دامن بسر پائے کشاں مے آید
وصلِ جویانِ تو بر بوئے نسیمے گردند ۹ کہ از و بوئے تلف کاریٔ جاں مے آید
طاقتِ جور و جفا نیست تنک حوصلہ را ۱۰ گریہ چوں نکند دل بفغاں مے آید
اینکہ با طبع شبابست نظیری چہ عجب ۱۱ پیر و دیر بمیخانہ جواں مے آید
بیگانہ رد شود بدر آشنا رود ۱۰۶/۱ آنکس کہ آشنا بتو باشد کجا رود

(۵) ترجمہ:۔ جب عقل کی سلطنت میں عشق حکمراں ہو جاتا ہے تو طور و طریق دوسرے ہی سامنے آجاتے ہیں۔ (مضمون عام اور بارہا کا گذرا ہوا ہے)

(۶) ترجمہ:۔ جب خانۂ (ہستی) سے علائق (دنیوی) نکلتے ہیں تو میں خوشی مناتا ہوں (پس) اگر (بالفرض) نقصان کے راستے سے (مجھے) نفع (بھی) پہونچے تو (میں ایسے نفع) کو خیرباد کہتا ہوں۔

(۷) (تشریح:۔ "برخویش لرزیدن" جسم پر کپکپی طاری ہو جانا مراد بیحد ڈرنا۔ ترجمہ:۔ دم واپسیں کے خطرہ سے سب کانپتے ہیں (اور واقعی) ڈرنے کا موقع بھی ہے کیونکہ کشتی (عمر اس وقت) کنارے لگنے والی ہوتی ہے، تو خطرہ ہوتا ہے کہ لب ساحل پہونچ کر کہیں غرق نہ ہو جائے۔

(۸) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ جو شخص کہ دامن (پاؤں سے گھسیٹتے ہوئے (مغرورانہ انداز سے) چلتا ہے وہ (خدا کی) درگاہ اور دربار عزت کا درباری نہیں بن سکتا۔ (کیونکہ فرما دیا گیا ہے کہ الکبریاء ردائی من نازعنی فیہ خاصمتہ ومن خاصمتہ ادخلتہ ناری، کہ بڑائی میری چادر ہے جو مجھ سے اس سلسلہ میں کھینچا تانی کرے گا میں اس سے لڑوں گا اور جس سے میں لڑوں اسے جہنم میں جھونک دوں گا)

(۹) ترجمہ:۔ تیرے وصال کے تلاشی باد نسیم کی خوشبو پر مائل ہونے لگتے ہیں اس لئے کہ اس سے (کسی کے) جان کھونے کی بو آتی ہے (یعنی باد نسیم بھی چونکہ عاشق نیم جان کی طرح سرگرداں و بر خود پیچاں چلتی ہے اس لئے وہ ہماری آتش شوق کو ہوا دیتی ہے)

(۱۰) ترجمہ:۔ (دل یا عاشق) کم حوصلہ کو جور و جفائے (دوست) کی برداشت نہیں تو گریہ کیسے نہ کرے جبکہ دل بھر آتا ہو۔

(۱۱) ترجمہ:۔ یہ جو نظیری جوانی کا سا مزاج رکھنے والا بن گیا ہے تو کیا تعجب (کی بات) ہے (اسلئے کہ میخانہ میں بوڑھا شخص پہونچنے کے بعد جوان بنکر نکلتا ہے (شعر واضح ہے)

بحر:۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف۔ ارکان و تقطیع:۔ مثل ۳/۱

از خاک بوس کوئے تو تا پا کشیدہ ام ۲ بر راہ من جدا روم و دل جدا رود
احرام عہد روز ازل کعبہ کوئے تست ۳ جز راہ عشق ہر کہ رود بر خطا رود
صہبائے راز بیش ز اندازہ می دہند ۴ گر دم زند حریف سرش بر ہوا رود
عشاق ناز حسن نہ ارزاں خریدہ اند ۵ بسیار سر کہ بر سر ایں ماجرا رود
شادی کہ غبن مے کشی و دم نمی زنی ۶ در شہر ایں معاملہ با ہر گدا رود
عشق آمد و تمام بگوشم دروں دمید ۷ رازے کہ درمیانِ مس و کیمیا رود
ایں حاجیاں ز دو صدائے شنیدہ اند ۸ کس در درون پردہ چہ داند چہا رود

(۱) ترجمہ:۔ اگر (تیرے دروازہ) سے بیگانہ (دنیا دار) رد کر دیا جائے تو وہ (اپنے آشنا (دنیا) کی طرف چلا جائیگا۔ (لیکن) جو صرف تیرا ہی آشنا ہو (وہ اگر رد کیا گیا تو بتا) وہ کہاں جائے (یعنی مجھے اپنے دید سے محروم نہ کر میرا اور کوئی آشنا نہیں)

(۲) ترجمہ:۔ میں نے جب سے (تیرے دربانوں کے دھکوں کی وجہ سے) تیرے کوچہ کی زمین بوسی سے پاؤں ہٹالئے ہیں تو راستہ پر میں الگ جا رہا ہوں اور دل الگ (یعنی دل بدستور تیرے کوچہ کی طرف مائل ہے اور میں مجبوراً لوٹ رہا ہوں، جدائی کے وقت دل عاشق کی حالت کی تصویر کھینچی گئی ہے)

(۳) ترجمہ:۔ روز الست کا عہد (ہمارا جامہ) احرام ہے اور تیرا کوچہ (ہمارا) کعبہ ہے (پس جو شخص راہ عشق کے سوا کسی اور) راستہ پر چلتا ہے غلطی کرتا ہے کہ اسے اپنے احرام کا لحاظ ہے اور نہ کعبۂ حقیقت کی طلب)

(۴) ترجمہ:۔ راز (محبت) کی شراب آتش رنگ (اندازہ وحوصلۂ طالب) سے زیادہ دیدیتے ہیں (اور پھر اگر بادہ نوش دم مارے (یعنی بیخود ہو کر کوئی بات کہہ ڈالے تو اس کا سر اڑا دیا جاتا ہے (مضمون عام اور بارہا کا گذرا ہوا ہے)

(۵) ترجمہ:۔ عاشقوں نے حسن کی (متاع) ناز کوئی سستی نہیں خریدی (بلکہ یہ سودا ان کو بڑا مہنگا پڑا کیونکہ بہت سے سر ہیں جو اس ماجرائے (عشق) کے سلسلہ میں (آئے دن) ضائع ہوتے رہتے ہیں (یعنی ناز دوست کی خریداری کے لئے سر و جان کی بازی لگانی پڑتی ہے)

(۶) ترجمہ:۔ تو (ادا) میں (خاموش ہے کہ نقصان (اٹھاتا) ہے اور دم نہیں مارتا تو یہ کوئی نئی بات نہیں (اس شہر میں یہ معاملہ ہر گدا کے ساتھ ہو رہا ہے (یعنی اہل دنیا غریبوں کو ستایا ہی کرتے ہیں یا شہرستان حسن کا والی گدایان کوئے عشق کو جور و جفا کا نشانہ بنایا ہی کرتا ہے)

(۷) ترجمہ:۔ عشق آیا اور اس نے میرے کان میں تمام وہ راز پھونک دیا، جو تانبے اور کیمیا کے درمیان ہوتا رہتا ہے (یعنی عشق نے اکسیر کی طرح میرے مس وجود کو زر کامل عیار بنا دیا)

(۸) ترجمہ:۔ حرم کے ان حاجیوں نے (محض) دور سے ایک آواز سن لی ہے (کہ تنگے سر کہیں دوڑتے ہیں اور کہیں چکر کاٹتے ہیں باقی) کوئی کیا جانے کہ پردہ کے اندر کیا کچھ ہوتا ہے (یعنی اگر راز درون پردہ کی خبر ہو جاتے تو خدا جانے جان بچا دیتے یا نہیں)

زاں بحر موج زن چہ کم آید اگر شبے ۹ بر کشت زار سوختہ آب بقا رود

عریاں تنیٔ عارفِ معنی جمال اوست ۱۰ فر ہما بماند و پر ہما رود

ما پیرہن ز سادگی از بر فگندہ ایم ۱۱ وز کینہ دیر در بر دشمن قبا رود

غمگیں مباش زود نظیری فرح دہند ۱۲ چوں بندہ مطیع ہمہ بر رضا رود

دل کز تو شد بریدہ کم از سنگ رو نبود ۱ پیوند روح بود بتو انس و خو نبود

قہر تو ناگہاں بسر آمد سبب نداشت ۲ ہجر تو اتفاق فتاد آرزو نبود

ناسازیٔ نزاکتِ طالع سبو شکست ۳ با آنکہ دردم آں قدر اندر سبو نبود

چشم و دماغ مردم عاقل گرفتہ بود ۴ باخود گلِ جنون مرا رنگ و بو نبود

(۹) ترجمہ:۔ اس ٹھاٹھیں مارنے والے دریائے رحمت ابر میں کیا کمی آجائیگی اگر ایک رات ہمارے دل کی اجلی کھیتی پر بھی آب حیات بھر جائے (یعنی اسے کاش کہ ابر رحمت ہم تشنہ لبوں کو بھی سیراب کر دے)

(۱۰) ترجمہ:۔ حقیقت شناس کا برہنہ تن رہنا ہی اس کے لئے حسن و جمال ہے (اس کی مثال ایسی سمجھ کر گویا) ہما کے پر و بازو اُڑ جاتے ہیں اور شان سعادت رہجاتی ہے (عارف کے ترک علائق اور تزئین باطن کیلئے تمثیل خوب لایا ہے)

(۱۱) ترجمہ:۔ ہم نے (اپنی) سادگی سے جسم سے (ہوس دنیا کا) کرتہ بھی اُتار پھینکا اور دشمن (نفس) کے جسم پر مدت سے کینہ کی عباؤ قبا چلی آتی ہے (مراد واضح ہے)

(۱۲) ترجمہ:۔ اے نظیری! غمگین نہ ہو کر جب تابعدار بندہ مکمل طور سے (مالک کی) رضا پر چلتا ہے تو اسے جلد ہی (انعام کی) مسرت بخش دیا کرتے ہیں (شعر صاف ہے)

بحر:۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور۔ ارکان تقطیع:۔ مثل ۱۳ رکن آخر بہ وزن فاعلات مقصور ہے

(۱) ترجمہ:۔ وہ دل جو تجھ سے کٹ گیا وہ پتھر او رکانسی سے (کسی طرح) کم نہ تھا (گو وہ روح و جان کے لئے ذریعہ و پیوند (زیست) تھا مگر اسے تیرے ساتھ اُنس (و محبت) کی خو بو نہ تھی (تو پھر ایسی زیست سے کیا حاصل ایسا دل اور پتھر برابر)

(۲) ترجمہ:۔ (اے دوست!) تیرا قہر و عتاب ناگہانی سر پر آنازل ہوا حالانکہ اس کا کوئی سبب نہ تھا اور تجھ سے جدائی اتفاقاً پیش آگئی (جس کی ہمیں قطعاً) توقع نہ تھی (شعر صاف ہے)

(۳) ترجمہ:۔ (میرے) مقدر کی نزاکت و ضعف کی بیماری و ناسازگاری نے (میرا) سبو کے دل، توڑ ڈالا حالانکہ (میرے) سبو میں (شراب صاف تو کہاں) کچھ اتنی تلچھٹ بھی نہ تھی (کہ اسے میرے بامراد ہو جانے کے خیال سے اس قدر غیظ آیا کہ سبو ہی توڑ ڈالا)

(۴) ترجمہ:۔ مرد ہوشمند کا دماغ بگڑ گیا اور آنکھیں بند ہو گئیں (کہ وہ میرے جنونِ عشق کا قائل بنکر میرا ہم مشرب ہو گیا تھا) میری دیوانگی (شوق) کے پھول میں تو کچھ رنگ و بو تھا نہیں (یعنی ہم کیا اور ہمارا فیض عشق کیا یہ طالبوں کا حسن استعداد ہے۔

عقلم کہ امتیاز گہر ز استخواں نکرد ۵ کامِ ہما بریدہ و درش در گلو نبود

گر پُل براہ نامہ و قاصد نمے شکست ۶ بسیار تیرہ آب محبت بجو نبود

معجر فرو گذاشت ز سرکان گل عذار ۷ لایق بروئے مفلس ناشستہ رو نبود

گفتم کہ عہد بستن و تنہا گذاشتن ۸ دانی بدست اگرچہ نگویم نکو نبود

حُسن تو در ترازوئے ابرو بلا فروخت ۹ روزے بمن کہ دسترس سنگ و رو نبود

گفت آنزماں کہ غمزہ ام ایں ماجرا نوشت ۱۰ ہیچم بہستی تو سر گفتگو نبود

(۵) ترجمہ:۔ میری عقل نے کہ جس نے ہڈی اور موتی میں فرق نہ کیا، ہما کا حلق چیرا اور اس کے گلے میں موتی تھا ہی نہیں (جو نکلتا ہما استخواں کھاتا ہے تو اس کے حلق سے استخواں ہی نکلے گی یہ کوئی ہنس تو ہے نہیں کہ موتی نکلے مراد یہ ہے کہ عقل کی بے تمیزی نے ساری عمر ناقصین میں ضائع کرادی اور کاملین کی فیض صحبت سے باز رکھا)

(۶) ترجمہ:۔ اگر بوجہ غیرت (دوست ہمارے) نامہ و نامہ بر کی راہ میں پُل توڑ کر انھیں ڈبو نہ دیتا تو محبت کی ندی میں (کچھ ایسا) گدلا پانی تو تھا نہیں کہ ہمارا قاصد اسے عبور نہ کر سکتا (شعر کا عرفانی پہلو بادنیٰ تامل ظاہر ہے)

(۷) ترجمہ:۔ (دوست حقیقی نے) چہرہ پر نقاب ڈال لیا اس لئے کہ (باغ حسن ازل کا) وہ گل رخسار، ہر (سرمایہ طاعت سے) خالی ہاتھ اور (آلودگی دنیا سے) بے دھلے منہ شخص کے روبرو ہونے کے لایق نہ تھا (جلوۂ حقیقت آلودگی دنیا سے پاک ہوئے بغیر میسر نہیں ہو سکتا)

(۸) تنبیہ:۔ "گفتم کہ الخ" یہ اور اگلا شعر عاشق کا قول ہے اور تیسرا شعر معشوق کا جواب۔ ترجمہ:۔ میں نے (دوست سے) کہا کہ پیمان (ہمنشینی) باندھنا اور (پھر) اکیلا چھوڑ دینا تو خود جانتا ہے کہ بُرا اگرچہ میں (بپاس ادب) اچھے ہونے کی بھی نفی نہیں کرتا (کہ کنایۃً بُرا کہنا پایا جائیگا)

(۹) ترجمہ:۔ (اور ادھر میرا طرز عمل دیکھو کہ) تیرے حسن کے سوداگر نے ابرو کی ترازو میں (گرہ فتنہ سامان کی) بلا میرے ہاتھ اس دن فروخت کی کہ (مجھ میں سیم و زر تو کہاں) پتھر اور کانسی کی بھی دسترس نہ تھی (مگر پھر میں نے بجان و دل خریدا) مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تیرے سوداگر حسن نے مجھے محروم رکھنے کے لئے وہ دن منتخب کیا کہ مجھ میں استطاعت نہ تھی تو ہائے ع اسقدر دشمن پیمان وفا ہو جانا۔ اس صورت میں شعر دوست ہی کے طرز عمل کا بیان ہو گا

(۱۰) ترجمہ:۔ یہ سب سنکر وہ کہنے لگا کہ جس وقت میرے غمزوں نے یہ داستانِ (مہر و وفا) لکھی تو مجھے تیری ہستی کے متعلق (قطعاً) خیال گفتگو بھی نہ تھا (اللہ رے شان تغافل!) دوست کے تغافل پر عذر گناہ بدتر از گناہ لانیکے باوجود معقول ہونے میں یہ شعر اپنی نظیر آپ ہے یعنی دوست مہر و وفا نکرنے کے عذر میں عاشق کے سرے فراموش ہونیکو پیش کرتا ہے کہ جس سے ع ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے۔ کی بھی آس ٹوٹ جاتی ہے لیکن بایں ہمہ ہے معقول (اسلئے جب ایک چیز کا خیال بھی نہو تو اس کے متعلق فیصلہ کیا کیا جا سکتا ہے)

اے طائرے کہ نامہ سوئے دوست می بری ۱۱ گر پرسدت کہ بود نظیری بگو نبود

ساقی قدح نداد و سفال سبو نبود ۱ چندانکہ جرعۂ بچشم آبرو نبود

میخواست بوسہ رخت اقامت بگسترد ۲ از فرش جبہہ راہ بران خاک کو نبود

دنداں زد ہزار نگاہ گرسنہ بود ۳ لعل لبش کہ بادہ بایں رنگ و بو نبود

درباخت دل بعشق مقمر ہر آنچہ داشت ۴ ہرگز قمار خانہ بایں رفت و رو نبود

از بیقراری دلم ابرو ترش نکرد ۵ بانکہ مے فروش مغاں نیک خو نبود

تا جرعۂ نداد کہ اسرار دوستی ۶ لایق بہرزہ مست سر چار سو نبود

تا صبحدم صنم صنم بود بر زباں ۷ کانجا مجال عابد اللہ گو نبود

(۱۱) ترجمہ:- اے طائر نامہ بر کہ تو دوست کی طرف خط لیجا رہا ہے، اگر وہ تجھ سے پوچھے کہ کیا نظیری (ابتک) موجود تھا تو کہدینا کہ نہ تھا کبھی کا ہلاک ہو چکا۔ سوال و جواب دونوں بڑے عجیب اور پر معنی ہیں گویا دوست یہ پوچھتا ہے کہ اگر صدمات ہجر اٹھانیکے باوجود ابتک موجود ہے تو وہ عاشق صادق نہیں معلوم ہوتا یا میرے بقائے وجود پر ناگواری کا اثر یعنی غیظ سے پوچھتا ہو کہ اچھا کیا ابتک موجود ہے یا بر ایں لذالہ شکایت پوچھتا ہے کہ اگر وہ موجود ہے تو بتاؤ تاکہ اسکی شکایت دور کریں۔ اور تینوں صورتوں میں جواب برجستہ و برمحل ہے۔

یہ غزل، اوپر کی غزل کے ردیف و قافیہ اور بحر میں نئے مطلع سے شروع کی ہے۔

(۱) ترجمہ:- ساقی نے پیالہ نہ دیا اور ہمارے پاس سبو کا ٹھیکرا بھی نہ تھا افسوس چشم ساقی میں اتنی آبرو بھی نہ تھی کہ ایک گھونٹ پی سکوں (مضمون عام اور کئی دفعہ کا گذرا ہوا ہے)

(۲) ترجمہ:- ہماری طرف سے از راہ اخلاص بندگی از زمین بوسی (کوچۂ دوست میں) سامان قیام پھیلانا چاہتی تھی لیکن پہلے ہی سے پیشانیاں بچھ جانیکی وجہ سے اس کوچہ میں جانے کا راستہ نہ رہا (یعنی ہم سے پہلے دوسروں نے رخت اقامت بچھا دیا اور افسوس کہ ہم کو اپنے اخلاص بندگی کے اظہار کا بھی موقعہ نہ ملا)

(۳) ترجمہ:- اسکے لبوں کے لعل کہ شراب بھی انکے رنگ و بو کو نہیں پہونچتی (ہم سے پہلے) ہزاروں بھوکی نگاہوں کو چبائے ہوئے تھے (مراد ظاہر ہے)

(۴) تشریح:- "مقمر" بازی قمار جیتنے والا "رفت و رو" صفائی مراد رونق۔ ترجمہ:- ضبط و قرار یا دین و ایمان کی جو کچھ پونجی رکھتا تھا وہ سب دل نے بازی قمار جیتنے والے عشق کے ہاتھوں ہرا دی (آج سے پہلے عشق کے قمار خانہ میں یہ رونق کبھی نہ آئی تھی (مطلب صاف ہے)

(۵) ترجمہ:- میرے دل کی بیقراری دیکھ کر ابرو پر بل نہ لایا حالانکہ بادہ فروش (پیر) مغاں کوئی اچھی عادت کا نہ تھا (یعنی اسکو کچھ ہمارے حال زار پر رحم آ ہی گیا کہ چند جرعوں سے ہمارے کام و دہن کی تواضع کر دی)

(۶) ترجمہ:- (مگر پھر بھی) نیچے کا گھونٹ نہ دیا اسلئے کہ دوستی کے بھید چوراہے کے بدمست کو بتلانے لائق نہ تھے (مراد شراب دانی [illegible])

زاں حسرتے کہ در دل من میفروش کرد ۸ بزم مے نشد کہ لبم خشک از و نبود

بس آرزو کہ داشت نظیری بپختہ گو ۹ امروز گنج یافت کہ در آرزو نبود

صبح بنال راہ فلک بر نبستہ اند ۱۰۹/۱ ہرچند دیر آمدۂ در نبستہ اند

حرمان تو ز ہمت کوتاہ بین تست ۲ ہرگز در کریم بکافر نبستہ اند

سرمایۂ شناخت چراغیست دادہ اند ۳ اما رہ چراغ ز رصرصر نبستہ اند

بر تشنگان ببار بخیلی برائے چیست ۴ دریا کریم و ظرف ترا سر نبستہ اند

ما مے رمیم رخش ترا پے نکردہ اند ۵ ما وحشی ایم بازترا پر نبستہ اند

عالم ز ظلمت شب حرماں سیاہ شد ۶ کو آفتاب اگر رہ خاور نبستہ اند

(۷) ترجمہ:- رات سے لیکر صبح ہونے تک میری زبان پر صنم صنم کی رٹ لگی ہوئی تھی کیونکہ وہاں اللہ اللہ کرنے والے عابد کی گنجائش نہ تھی (یعنی ظاہر پرست کو یہاں گھسنے نہیں دیا جاتا۔ باقی دل کے مندر کی مورتی پوجنے والے شوق سے آئیں)

(۸) ترجمہ:- وہ (آتش) حسرت جو میرے دل میں مے فروش نے بھر دی اوسکی وجہ سے بزم شراب ختم نہیں ہونے پائی کہ میرے ہونٹ خشک ہوگئے (یعنی بادہ فروش نے تھوڑی سی شراب دیکر اور آتش حسرت کو تیز کر دیا)

(۹) ترجمہ:- پختہ کلام نظیری نے جو بڑی آرزوئیں رکھتا تھا آج وہ خزانہ پالیا کہ جو اسکی آرزو و خیال میں بھی نہ تھا یعنی ؎

منظور یار گشت نظیری کلام ما ٭ بیہودہ صرف شکر نکردیم دودہ را

بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور۔ ارکان و تقطیع:- مثل ۲ رکن آخر مقصور بروزن فاعلات ہے

(۱) ترجمہ:- صبح کو نالہ کر کہ (ابھی) فلک کا راستہ بند نہیں کیا ہے (یعنی اب بھی صبح کے نالے بارگاہ دوست میں پہونچتے ہیں) اگرچہ تو دیر سے آیا ہے مگر در (کریم) بند نہیں کیا (مراد واضح ہے)

(۲) ترجمہ:- تیری محرومی تیری کم پست نظر ہمت کی وجہ سے ہے ورنہ کریم کا دروازہ کافر پر بھی کبھی بند نہیں کیا (شعر صاف ہے)

(۳) ترجمہ:- سرمایہ شناخت کا ذریعہ ایک چراغ (عقل و ادراک) تجھے دیدیا ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ (شکوک و شبہات کی) آندھی سے (اس) چراغ کا راستہ نہیں روکا کیونکہ اگر روک دیا جاتا تو تمہارے صدق طلب کا امتحان کیسے ہوتا)

(۴) ترجمہ:- اے ابر رحمت پیاسوں پر برس بخل کس لئے ہے دریا کریم ہے اور تیرے ظرف کا بھی سر بند نہیں کیا (جس قدر تیرا جی چاہے دریا سے، باقی سیراب کر تارہ۔ یہ معرفت کا اونچا شعر ہے)

(۵) تشریح:- پے کردن کونچیں کاٹ ڈالنا (جانور کے ٹخنے کے پاس کے رگ پٹھے کاٹ دینا جس سے وہ چل نہ سکے۔

ترجمہ:- اگر ہم بھاگتے ہیں تو تیرے (تجلی حسن کے) اسپ کے پاؤں تو کسی نے نہیں کاٹے (تو ہمارا تعاقب کر) اور اگر ہم وحشت زدہ ہیں تو تیرے باز (جلوہ) کے پر و بازو تو کسی نے نہیں باندھے (تو ہمارا پیچھا کر کے ہمیں دبوچ لے یہ شعر بھی عرفان طلبی میں لا ثانی نظیر ہے)

(۶) ترجمہ:- (ساری) دنیا پر شب محرومی کا اندھیرا چھا گیا ہے اگر مشرق (انوار و تجلیات) کا دروازہ بند نہیں کیا ہے تو آفتاب

مکتوب دوست داریٔ ما را جواب نیست ۷ غیر از سرش بیال کبوتر نہ بستہ اند

ہر مرغ بر ہوائے گلے آشیاں نہد ۸ بر شاخ شعلہ بال سمندر نہ بستہ اند

تا چند عود خام نظیری فروختن ۹ دود سے برار روزن مجمر نہ بستہ اند

حسن جنبید ز خواب و مژہ برہم زد ۱ فتنہ برپا شد و نیشے بہ رگ عالم زد

رجلوۂ حقیقت کہاں ہے؟ طلوع کیوں نہیں ہوتا کہ یہ ظلمتیں دور ہوں شعر توصیف سے بالاتر ہے)

(۷) ترجمہ:- ہمارے مکتوب محبت کا دوست کے پاس جواب نہیں (اسی لئے جھنجھلا کر ہمارے نامہ بر) کبوتر کے بازو میں اسکے سر کے سوا اور کچھ نہیں باندھا گویا یہ جواب ہوا کہ نامہ بر ہی مارا گیا)

(۸) ترجمہ بقلب مصرعین:- صرف یہی نہیں کہ شعلۂ آتش کی شاخ پر سمندر (آتش خوارہ) کے بازو باندھے ہیں (یعنی صرف اسی کو عشق عطا نہیں ہوا ہے بلکہ ہر طائر ایک پھول کی تمنا میں آشیانہ بناتا ہے (یعنی سارا عالم محو عشق ہے)

(۹) ترجمہ:- اے نظیری کچے عود بیچنے کا سلسلہ کب تک رہیگا (یعنی عشق میں خامی کا اظہار کب تک کرتا رہیگا۔ دھواں پیدا کر کر تیرے سینہ کی انگیٹھی کا منہ تو کسی نے بند نہیں کیا (عود جل کر جب تک دھواں نہ دے خام اور بیکار ہے اسی طرح سینہ کی انگیٹھی میں آتش عشق روشن ہو کر روزن دہن سے جبتک آہ و نالے نہ نکلیں تو وہ عشق ہی کیا ہوا) **ضیافت:**- اس غزل کا ترجمہ کرتے وقت اتفاقاً شعر چہارم کا ترجمہ منظوم ہوگیا، پھر تھوڑی سی توجہ کی تو پوری غزل تیار ہوگئی اگرچہ بعض شعر اور خاصکر مقطع نظیری کا سے چھن گیا ہے مگر بتقاضائے ع ساقی چو فیض اوست ہمہ صرف او کنیم، پھر اسی کو واپس کر دیا گیا، یعنی تخلص نظیری کا ہی قائم رکھا قارئین کے تفنن طبع کے لئے نقل کئے دیتے ہیں

* ہاں نالہ کر فلک کا ہے اب گوش کر کھلا ۔۔۔ آیا ہے گو تو دیر سے لیکن ہے در کھلا
* حرماں ترا یہ پست نظر کے سبب سے ہے ۔۔۔ کافر پہ بھی کریم کا ورنہ ہے گھر کھلا
* سرمایۂ شناخت دیا ہے چراغ عقل ۔۔۔ ہے صرصر شکوک کا رستا مگر کھلا
* پیاسوں پہ بھی برس ابر بخیلی ہے کس لئے ۔۔۔ دریا سخی ہے اور سبو بھی ہے سر کھلا
* ہم گردمیدہ ہیں تو ترا اسپ پا درست ۔۔۔ وحشت زدہ ہیں ہم تو ترا باز پر کھلا
* دنیا شب جدائی کی ظلمت سے ہے سیاہ ۔۔۔ خورشید ہے کہاں؟ در وفا ہے گر کھلا
* سر اس کا کاٹ بال کبوتر پہ رکھدیا ۔۔۔ خط کا میرے جواب نہ جب دوست پر کھلا
* آتش افقط نہیں ہے سمندر کی جائیداد ۔۔۔ ہر آشیان مرغ سوئے گل ہے در کھلا
* تا کے نظیری آہ کی یہ خام کاریاں ۔۔۔ ہاں آگ پھونک، روزن مجمر ہے گر کھلا

• بحر:- رمل مثمن مخبون محذوف مشعث۔ ارکان و تقطیع:- مش ۴

(۱) ترجمہ:- حسن و عشق کے قدیم سلسلہ کا ظہور یوں ہوا کہ حسن نیند سے جاگا اور پلک جھپکائی (بس پھر کیا تھا فتنہ (عشق

ہرچہ در پردہ نہاں بود ہویدا کردند ۲ چہ شبے بود کہ ایں صبح سعادت دم زد

بے محبت ننمودند اجابت ہرچند ۳ بانگ تسبیح ملک بر فلک اعظم زد

بہ طلب جملہ ذرات زجا برجستند ۴ مایۂ عیشش چو بر خاک بنی آدم زد

خواست آئینۂ تحقیق بما بسپارد ۵ قفل کوئے بدل و دیدۂ نامحرم زد

غرض آں داشت کہ از عشوۂ اش آگہ باشیم ۶ بر دروں زخم ز اندیشہ نمک از غم زد

عقل چوں دید کہ عشق آمد خونخوار آمد ۷ لب فرو بست قدم از سلطنت خود کم زد

روح آزاد کزیں معرکہ جاں بیروں برد ۸ دست در حلقۂ فتراک خم اندر خم زد

سر ایں قصہ نظیری نہ بیارد بیروں ۹ گرچہ عمرے بسخن گشت و ورق برہم زد

(۲) ترجمہ:- جو کچھ پردہ میں مستور تھا عیاں کر دیا (جلوۂ حقیقت نمودار ہوگیا) وہ یہی رات تھی! کیا عجیب رات تھی جس سے ظہور کی! یہ صبح سعادت طلوع ہوئی!

(۳) ترجمہ بقلب مصرعین:- ہر چند کہ فرشتوں نے فلک ہشتم پر تسبیح کے نعرے لگائے (کہ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ) مگر بے محبت (خالص) ان کے دعوے قبول نہ کئے۔

(۴) ترجمہ بقلب مصرعین:- جب سرمایۂ زندگانی (عشق) ذریت آدم کے خمیر میں ملایا تو رجوش رشک میں سارے ذرات جہاں) مانگنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے (یعنی جب آدم کو خلافت عطا کرنے کا اعلان کیا جانے لگا تب سب کہنے لگے ہم اہل ہیں یہیں دیکھے سے کہاں چلے گئے تھے)

(۵) ترجمہ:- مشیت ایزدی چاہتی تھی کہ (اسمار وصفات کی) تحقیق کا آئینہ ہمارے حوالہ کرے (اسلئے) نامحرموں کے دل اور آنکھ پر اندھے پن کا تالا لگا دیا (آدم کے اسمار اشیاء بتانے اور فرشتوں کے نہ بتا سکنے کی طرف اشارہ ہے)

(۶) ترجمہ:- راس محبوب ازل کا) مقصد یہ تھا کہ ہم اوسکے عشوہ و ادا سے واقف ہو جائیں (اسی لئے) دل پر زخم تفکر لگایا اور پھر اس پر) غم کا نمک چھڑک دیا (یعنی تفکروا فی آلاء اللّٰہ کا زخم اشتیاق لگایا اور کنہہ و حقیقت دریافت نہ کر سکنے کا نمک رنج و حسرت اس پر چھڑکا اور یہ سب محض اپنی نرالی شان ظاہر کرنے کیلئے کیا)

(۷) ترجمہ:- عقل نے جب دیکھا کہ عشق آگیا اور (بڑا) خونخوار و جفا کار رہے گا (ایسے تو (غریب) خاموش ہو رہی اور (دل و دماغ پر اپنی) سلطنت کا دعویٰ چھوڑ دیا۔

(۸) ترجمہ:- آزاد روح جس نے اس معرکہ (خونین ہوس) سے جان رسلامت نکال لی (وہ اس طرح بچی کہ) اس نے زلف یار کی پیچ در پیچ فتراک کے حلقوں میں ہاتھ ڈالدیا (یعنی دام عشق میں گرفتار ہو کر قید ہوس سے نجات پائی)

(۹) ترجمہ:- اس (عشق کے الجھے ہوئے) قصہ کا سرا نظیری (سے) نہ نکل سکا اور) نہ نکال سکے گا اگرچہ سخن سرائی کرتے کرتے اُسے) ایک عمر ہوگئی اور دفتر کے دفتر (ورق اُلٹے پلٹے (یعنی داستان عشق ناقابل اختتام ہے)

شادیٔ عشق تو ہنگامہ غم برہم زد ۱ شور حسنت نمکے بر جگر آدم زد
شب ز دیدار تو گردید بمہر آبستن ۲ جامہ بر سنگ ز شور رخ تو ماتم زد
شہد لبہائے تو دکانِ مسیحا دربست ۳ دست در دامنِ تیغ نگہت مریم زد
کعبہ آمد حجر الاسود خالت بوسید ۴ غوطہ در موجہ چاہ ذقنت زمزم زد
تا قضا خال بہشتی جمال تو بدید ۵ شست آں خال کہ بر ناصیہ آدمؑ زد
بسخن دانی تو طفل ندید ست کسے ۶ گرہ اعجاز لبت بر نفس مریمؑ زد
عشق دو شاب دل آنروز کہ سودای بخت ۷ مایۂ مہر بریں شیرۂ جانہا کم زد

بحر :- رمل مثمن مخبون محذوف و مشعث - ارکان و تقطیع :- مثل ۲

(۱) ترجمہ :- اے محبوب! تیرے سرورِ عشق نے غم (دنیا) کے ہنگامہ کو درہم برہم کر دیا اور تیرے حسن کی شورش نے انسان کے جگر پر نمک چھڑک دیا (مطلب واضح ہے، شور و نمک کی مناسبت خالی از لطف نہیں)

(۲) ترجمہ :- تیرے دیدار (چہرہ) کی وجہ سے شب (تنہائی) کے شکم میں آفتاب آ گیا (یعنی شب تاریک ہجر مبدل بروز روشن وصال ہو گئی) اور تیرے چہرہ (کے حسن) کی شورش سے غم نے کپڑے پتھر پر رشک شیک (مارے یعنی آلودگیٔ غم دور ہو گئی)

(۳) ترجمہ :- تیرے لبوں کے شہد نے مسیحا کی دوکان (جاں بخشی) بند کرا دی (یعنی تیرے لب جاں بخش کے آگے دم مسیحا ہیچ ہے) اور مریم نے تیرے تیغ نگاہ کے دامن (پاک) کو پکڑا (جب جا کر اپنی عصمت بچا سکیں)

(۴) ترجمہ :- خود کعبہ نے آکر تیرے خال (رخسار) کے حجر اسود (سیاہ پتھر جسے حاجی چومتے ہیں) کو بوسہ دیا اور (چاہ) زمزم نے (جو متبرک کنواں ہے جس کا پانی حاجی ساتھ لاتے ہیں) تیرے چاہ ذقن کی گہرائی میں غوطہ لگایا (یعنی جو برکت و سعادت تیرے خال رخسار اور چاہ غبغب کو حاصل ہے وہ حجر اسود اور چاہ زمزم میں کہاں ؟)

(۵) ترجمہ :- جب قضا و قدر نے تیرے جمال (رخ) کے بہشتی تل کو دیکھا تو وہ تل جو پیشانی آدم پر لگایا تھا دھو ڈالا (یعنی تو خوبی و کمال میں آدم سے بڑھ گیا)

(۶) ترجمہ :- کسی نے تیری سی سخن سنجی کرتے ہوا (شیر خوار) بچہ نہیں دیکھا کہ تیرے لبوں کے اعجاز نے تو مریم کی زبان بند کر دی۔

اشارہ :- گرہ بر نفس مریمؑ زدن - سے مریم کے روزہ سکوت کی طرف تلمیح نکلتی ہے کہ قوم کے بازپرس کرنے پر خاموش رہیں اور بچے کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے پوچھو اور "سخندانی طفل" سے حضرت عیسیٰؑ کے عالم شیر خوارگی میں انی .. عبد اللہ آتانی الکتاب الایۃ کی صدا لگا کر تہمت مریم زائل کرنے کی طرف اشارہ نکلتا ہے تنبیہ :- یہ اور ماوپر کے کئی شعر کھلا نعتیہ پہلو رکھتے ہیں

(۷) تشریح :- "دو شاب دل" مرغوب دل، دو شاب اصل میں انگور یا چھوارہ کا وہ رس کہلاتا ہے جس پر دو راتیں گذر گئی ہوں۔

ترجمہ :- مرغوب دل عشق جس روز (روز ازل میں فتنہ انگیزی کے) خیال پکا رہا تھا (اسی روز سے) اس نے جانہائے عشاق کے رس میں (اپنی) مہر و عنایت کا رس نہیں ملایا (یعنی کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف سے ہی معلوم ہو رہا تھا کہ اب جان خلق کی خیر نہیں)

دوش میخواست قدم بر من افتادہ نہد ۸ کند خاک من و بر دیدہ نامحرم زد
دولت از فیض دم صبح نظیری دریافت ۹ در نداد ند بغواص کہ بے جا دم زد

نہ فوت صحبت ایں دوستاں غمے دارد ۱ نہ مرگ مردم ایں عہد ماتمے دارد
میاں ایں ہمہ احباب عیب پوشی نیست ۲ دریدہ پردہ تر است آنکہ محرمے دارد
بخوش بیانی ہم صحبتاں زجائے مرو ۳ کہ پر ز نیش بود ہر کہ مرہمے دارد
بہرزہ دفتر اُمید ہر کجا مکشا ۴ کہ مبتلائے ہوا کار درہمے دارد
ہزار حربہ ز ہر خار بایدش خوردن ۵ نکو سرشتی اگر طبع خرمے دارد

(۸) ترجمہ :- کل وہ (محبوب) چاہتا تھا کہ مجھ مسکین عاجز کے پاس قدم رنجہ فرمائے (تو ایک جان بخش ٹھوکر لگائی) اور میری قبر کی گرد اڑا کر (ہمارے باہمی اسرار سے) ناواقف شخص کی آنکھ میں ڈال دی (یعنی ستم دوست سراسر عنایت دوست ہے مگر ستم کے پردے میں اسلئے ہے کہ نامحرم لوگ رازِ درون پردہ سے واقف نہ ہو جائیں) اشارہ :- شعر میں قصہ ابلیس و آدم کی طرف بھی صاف تلمیح ہے کیونکہ ابلیس کو آدم میں خاک ہی خاک نظر آتی تھی اسی لئے کہتا تھا کہ خلقتہ من طین اور یہ خبر نہ تھی کہ اس خاک میں خدا نے کیا جوہر رکھ دیا ہے جس نے ملائکہ کو اس کے آگے سربسجود کر دیا۔

(۹) ترجمہ :- نظیری نے آہ سحرگاہی کے فیض سے دولت (دیدار دوست) حاصل کر لی (اور یہ سعادت کا) موتی (دریائے طلب) کے ہر غوطہ زن کو اس لئے نہیں دیا کہ اس نے بے محل ادعا کئے (یعنی خود پسند فیض رب سے محروم اور اہل تضرع و زاری کامیاب ہو جاتے ہیں۔ غواص اور اس کی بیجا دم زنی سے فرشتوں اور ان کے دعویہائے تسبیح و تقدس کی طرف بھی واضح طور سے تلمیح پائی جاتی ہے)

بحر :- مجتث مثمن مخبون محذوف مشعث - ارکان و تقطیع :- مثل ۲ رکن آخر محذوف مشعث بروزن فعلن ہے

(۱) ترجمہ :- نہ ان (ابن الوقت) دوستوں کی صحبت کے فوت ہو جانے کا غم اور نہ اس زمانہ کے لوگوں کے مرنے سے ماتم بپا ہوتا ہے (یعنی خود غرض اور بد عہد دوستوں کا مرنا خس کم جہاں پاک کا مرادف ہے)

(۲) ترجمہ :- ان تمام دوستوں میں عیب چھپانے کا مادہ نہیں ہے (بلکہ) جسے کوئی راز دار حاصل ہے اسی کے راز زیادہ فاش ہوتے ہیں)

(۳) ترجمہ :- (ان) ہم مجلسوں کی خوش تقریری پر فریفتہ نہ ہو کر (ان میں سے چارہ گر بنکر) جو مرہم لگاتا ہے تو وہ (مرہم) نشتر (زہر آلود) سے پر ہوتا ہے۔

(۴) ترجمہ :- بیکار ہر جگہ (اپنی) امیدوں کا دفتر کھول کے نہ بیٹھ (کیونکہ) ہوا و ہوس میں مبتلائے شخص کا کام (ہمیشہ) پریشان رہا کرتا ہے (اس لئے کسی سے امید رکھنا ہی چھوڑ دے)

(۵) ترجمہ بقلب مصر علین :- اگر کوئی نیک ذات (اتفاق سے) خوش طبیعت رکھتا ہے تو اس زمانہ میں اسکو

زطعن گرسنہ چشماں دلیر نتماید ۶ ہلال عید کہ ابروئے پر خمے دارد
بکاوش مژہ رگہائے جانش بشگافد ۷ تنک دلے کہ چو من چشم پرنمے دارد
زخویش واہل گذر کن کہ ملک بیخویشی ۸ بروں ز عالم ایں خلق عالمے دارد
بجاہ وحشمت دنیا چرا قفا نکند ۹ کسے کہ ہمچو نظیری مسلمے دارد

بادۂ خاص محبت کے بنامحرم رسد ۱ محرماں را دوستگانے از قفائے ہم رسد
وقت عارف شب نکوگردد کہ درخوابست عام ۲ یک دل بیدار رافیض ہمہ عالم رسد
یافت گر دیوانہ جائے تعجب بہر چیست ۳ از عجائبہائے دوراں دیو را خاتم رسد

ہر ہر کانٹے (یعنی اہل دنیا کی آز اور ساں باتوں) سے ہزاروں زخم کھانے پڑتے ہیں۔

(۶) ترجمہ بقلب مصر علین :۔ لوگوں کی حرص کا یہ حال ہے کہ غریب) عید کا چاند جو بیچارا ابرو رکھتا ہے (ان ابھو کی نگاہ والوں کے (خوف) لین طعن سے (جو آنکھوں آنکھوں میں اُسے کھاجانا چاہئے) اُبھر کر بھی نظر نہیں آتا (یعنی وہ یہ فقرے کستے ہیں کہ اس نان جوین کو کنارے سے ہمارا کیا بھلا ہوگا۔ تمثیل وتشبیہ کی مناسبتوں کے ساتھ اہل دنیا کے حرص وطمع بیجا بیان میں یہ شعر لاجواب ہے)

(۷) ترجمہ :۔ زمانہ یا دوست (پلکوں (کے نشتروں) کی کاوشوں سے اس کم حوصلہ شخص کی جان کی رگوں کو چیر ڈالتا ہے جو میری طرح چشم تر رکھتا ہو (یعنی زمانہ یا دوستان زمانہ کی طبیعت میں ذرا رحم نہیں رہا)

(۸) ترجمہ :۔ خود اپنے اور اپنوں سے بے تعلق ہو جاکر دنیائے بے کسی (اس عالم خلق سے اُدھر ایک عجیب پُر نشاط عالم رکھتی ہے (ترک علائق کے وعظ کے سلسلہ میں بہت اونچا شعر ہے)

(۹) تشریح :۔ قفا کردن "پشت پھیرنا۔ روگردانی کرنا"۔ مسلّمے "مراد خط وفرمان بہر مسلّم جس میں شک نہ کیا جاسکے۔
ترجمہ :۔ وہ شخص (دنیا کے حشمت وجلال کی طرف کیوں نہ پشت کرے جو نظیری کی طرح (آزادی کا سالم بہر دالاقرتا) رکھتا ہے (یعنی جس کو قید علائق سے آزادی کی حلاوت حاصل ہو جائیگی پھر وہ بھول کر بھی ادھر نہ دیکھے گا پہلے یہ مضمون یوں بند ہو چکا ہے ؎ ماخطر ساندہ ایم بہر مسلّمے بہ کاقت رسیدہ ر اغم باج وخراج نیست)

بحر :۔ رمل مثمن محذوف ۔ ارکان وتقطیع :۔ مش ۴

(۱) ترجمہ :۔ محبت کی خاص شراب نامحرم (و نااہل) کو کب مل سکتی ہے اور محرموں (واہل لوگوں) کو انعام محبت پیٹھ پیچھے سے بھی پہونچتا ہے یعنی نامحرم کو طلب پر بھی شراب محبت نہیں ملتی اور محرم کو بے طلب ملجاتی ہے)

(۲) ترجمہ :۔ رات کا وقت ہی عارف (خدا طلب) کے لئے بہتر ہے کہ عوام (اس وقت) سوئے ہوئے ہوتے ہیں تو گویا سارے عالم کو ملنے والا فیض ایک بیدار دل کو ملجاتا ہے (یعنی سارے عالم کی کامرانیاں اسکے حصہ میں آجاتی ہیں)

(۳) ترجمہ :۔ اگر (مجھ جیسے) دیوانے نے مرتبہ (شاہی) پایا تو تعجب کس لئے ہے کہ زمانہ کی عجب کاریوں سے تو جن کو بھی (سلیمانی) ملجاتی ہے (شعر میں دیو کے خاتم سلیمانی لے بھاگنے کی طرف تلمیح ہے)

زاد مسکیناں برہ بردار کاب زندگی ۴ تاسفال خضر باشد کے بجام جم رسد
برگل ما ابر اگر ہرگز نبارد خوریم ۵ مزرع نمناک ما را خوشہ از شبنم رسد
شکر للہ کز خوش وناخوش بیادش میرم ۶ بس ہمیں شادی کہ ما را زو نصیب غم رسد
ہر کجا تن چاک گردید از نمک انباشتیم ۷ زخم ما بے باک جاناں را کجا مرہم رسد
عشرت ساغر پرستاں زندہ دارد مردہ را ۸ سور گردد در سرائے ما اگر ماتم رسد
سودے از طاعت فروشیہا نظیری بر نداشت ۹ ہر کہ را سرمایہ رو باشد کفایت کم رسد

(۴) ترجمہ :۔ اس (راہ (سفر ہستی) میں مسکینوں کا ساتوشہ (یعنی دل پر حسرت) لیکر چل اس لئے کہ آب حیات (عرفان) جب تک خضر (یعنی صاحب توفیق) کا مٹی کا پیالہ موجود ہے تو جام جہاں نمائے جمشید میں کیوں پہونچنے لگا (یعنی جاہ دنیوی اور اس کے اسباب (عرفان آلہی حاصل کرتے میں حائل ہو جاتے ہیں)

(۵) ترجمہ :۔ ہمارے (دل کی) نمناک زمین پر اگر بادل بالکل نہ برسے تب بھی ہم خوش ہیں اس لئے کہ ہمارا (تری رکھنے والے (دل کے) کھیت کو تو (اشکوں کی) شبنم سے خوشۂ (بامرادی) حاصل ہو جائے گا (یعنی ہمیں فیض قرب دوست حاصل کرنے میں دوسرے کے ممنون احسان بننے کی ضرورت نہیں جب کہ ہم اپنے کشت دل کو آنسوؤں سے سینچ کر خرمن وصال حاصل کر سکتے ہیں)

(۶) ترجمہ :۔ شکر خدا کہ اچھائی یا برائی۔ یا خوشی یا ناراضی سے میں اس کو یاد آتا تو ہوں (ہمارے لئے یہی خوشی کافی ہے کہ ہمیں اس کی جانب سے حصۂ غم ملتا رہتا ہے (یعنی دوست کے آزار پر بھی ہم اس خیال سے خوش ہوتے ہیں کہ اس نے ہمیں بالکل فراموش تو نہیں کیا)

(۷) ترجمہ :۔ (دوست کے دشنۂ غمزۂ جانستاں سے) میرا بدن جہاں سے کٹا پھٹا میں نے نمک سے بھرلیا (کیونکہ ہم جیسے بے باک دل وجان رکھنے والے لوگوں کے زخم کو مرہم (آسودگی) کہاں نصیب ہو سکتا ہے (ہم تو زخم دل پر نمک پاشی کو ہی مرہم تصور کئے ہوئے ہیں)

(۸) ترجمہ :۔ مے پرستوں کی خوش عیشی (ہمارے دل) مردہ کو زندہ بنائے ہوئے ہے (چنانچہ) اگر ہمارے گھر میں غم بھی آتا ہے تو وہ مسرت بنجاتا ہے (یعنی دنیا کی شادی وغم سے بے تعلق ہو جانے پر پھر کوئی غم (غم نہیں رہتا)

(۹) ترجمہ :۔ نظیری نے ریا کارانہ عبادتوں سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا سچ ہے کہ جس کا سرمایہ کھوٹا ہوگی وجہ سے بازار میں ردکر دیا جائے تو اس کی تو ضرورت بھی پوری نہیں ہوتی (نفع تو رہا درکنار۔ بس یہی حال طاعت ریائی کا سمجھو کہ بازار روز جزا میں اس کی کوئی قیمت نہیں)

ردیف الذال

برخوان من نمک بملاحت نشد لذیذ ✝ صد بار تا نہ سوخت جراحت نشد لذیذ
ہر کس بے نداو ردائے تکلفی ۲ در کام او شراب اباحت نشد لذیذ
در بحر و بر بجز الم تلخ و شور نیست ۳ جز بر امید سود سیاحت نشد لذیذ
تاجر بشوق خانہ بدریا شناور است ۴ محنت جز از تصور راحت نشد لذیذ
رخسار خوب را بو فا قدر و قیمت است ۵ بے میوہ بوستاں بفلاحت نشد لذیذ
تا صبح دم نزد نمکے بر جراحتم ۶ با آں کمال حسن و صباحت نشد لذیذ
لذت ورق ز کلک نظیری گرفتہ است ۷ ورنا بہا سخن بفصاحت نشد لذیذ

بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور - ارکان و تقطیع:- مثل ۲۶ ردیف دال، رکن آخر مقصور بروزن فاعلات

(۱) ترجمہ:- میرے دستر خوانِ عیش (پر) نمک میں نمکینی کی لذت نہ آئی، جب تک سو بار سوزش نہ ہو چکی زخم (دل) میں لطف نہ آیا۔

(۲) ترجمہ:- جس شخص نے تکلفات (دنیا) کی چادر یوض شراب نہ دے ڈالی ہو اس کے حلق میں اباحت و جواز کی شراب نے بھی لطف نہ دیا (یعنی مباح اور جائز چیزوں کا مزہ بھی جب ہے کہ تکلفات کو برطرف کر دیا جائے)

(۳) ترجمہ:- خشکی و تری (عالم) میں سوائے شور و تلخی کے رنج کے اور کچھ نہیں (رہا) صرف نفع کی توقع پر یہ دنیا کی سیاحی مزہ دیتی ہے۔ اشارہ:- شعر میں صنعت لف و نشر مرتب ہے۔

(۴) ترجمہ:- تاجر، گھر کے شوق میں (جو نہ) ک دریاؤں میں تیرتا ہے (معلوم ہوا کہ) صرف راحت کے تصور سے تکلیف میں بھی لطف آجاتا ہے۔

(۵) ترجمہ:- چہرۂ حسین کی قدر و قیمت وفا سے ہے (کیونکہ) کاشتکاری کے سلسلہ میں باغ لگانے کا لطف میوہ کی توقع (بغیر) نہیں۔

(۶) ترجمہ:- جب تک کہ سپیدۂ صبح نے میرے زخم پر نمک نہیں چھڑکا تو وہ باوجود کمال حسن اور گورا رنگ رکھنے کے لذت بخش نہ ہوئی۔

(۷) ترجمہ بقلب مصرعین:- (شعر کے) دفتروں میں کلام فصاحت و بلاغت کی وجہ سے لطف انگیز نہیں ہوا بلکہ دیوان شعر کے ورق نے نظیری کے (شیریں گفتار) قلم سے لذت حاصل کی ہے۔

ردیف الراء

بزم خاص ست درو نکتہ بد ستور بیار ✝ معنی دور طلب کن سخن دور بیار
تلخ روئی مکن و توبہ شیریں بشکن ۲ رخ چوں حور نداری سخن حور بیار
چشم وا یافتہ داری خبر وصل بگو ۳ دل افروختہ داری دم پر نور بیار
راز دل فاش مکن پردۂ آں غمزہ مدر ۴ محرم ستر شدہ نکتۂ مستور بیار
مطرب بزم جگر سوز سرودے دارد ۵ شکر ایں مست نمک سینۂ رنجور بیار
قصۂ وصل بگلبانگ غزل انشا کن ۶ راز دیرینہ بیار د نے و طنبور بیار
بکر ہر نغمہ کہ در پردۂ نے مستور است ۷ مست و مجنوں کن و آشفتہ و رنجور بیار
ایں غزل در صف ایواں شہیداں بخواں ۸ زاں محک گاہ افاضل خط منشور بیار

بحر:- رمل مثمن مخبون مقصور - ارکان و تقطیع:- مثل ۲۶ ردیف الدال، رکن آخر مقصور بروزن فاعلات

(۱) ترجمہ:- (یہ سلطان حسن و عشق کی) خاص نقل ہے اس میں نکتہ سنجی قاعدہ سے کر (یا با جازت کر) دور کی سوچ اور دور کی کہہ (یعنی اپنے اور اس کے مرتبہ سے گری ہوئی باتیں نہ کر اور نہ پست درجہ پر قناعت کر)

(۲) ترجمہ:- زہد ریائی کے ساتھ ترش روئی نہ کر اور شیریں توبہ توڑ ڈال، تو خود اگر حور سا چہرہ نہیں رکھتا تو حور کی باتیں ہی کر (مراد واضح ہے)

(۳) ترجمہ:- اگر تو کھلی ہوئی (بینا) آنکھ رکھتا ہے تو وصل (دوست حقیقی) کی خبر سنا اور روشن دل رکھتا ہے تو بات بھی نورانی کر۔

(۴) ترجمہ:- دل کا راز ظاہر نہ کر اور اس غمزہ (جانستان دوست) کا پردہ چاک نہ کر (کہ وہ کس طرح دزدیدہ نگاہی سے دل چرا رہا ہے) تو راز (راز ازل کا رازدار بن گیا ہے تو کنایات کے پردہ میں پوشیدہ نکتے پیش کر تاکہ اظہار راز بھی ہو اور بصراحت اظہار نہ کرنے کی وجہ سے بازپرس بھی بچا رہے)

(۵) ترجمہ:- (اس) محفل کا سازندہ بہت عجب دل سوز راگ گا رہا ہے (پس تو) اس مٹھی بھر نمک کے شکریہ کے طور پر (اپنا) سینۂ دردمند پیش کر دے (یعنی یہ نمک اس پر چھڑکوا لے مراد یہ ہے کہ مطرب حقیقت کے دلگداز نغموں سے اثر لے)

(۶) ترجمہ:- وصل کا قصہ، غزل کی بلند آہنگیوں کے ساتھ تصنیف فرما، پرانا راز (محبت) بانسری اور طنبورہ کے ساتھ، سنا

(۷) ترجمہ:- اے مطرب حقیقت! ہر نغمہ کی دوشیزہ لیلیٰ (یعنی راز ازل) کی (بانسری کے) پردوں میں چھپی ہوئی ہے اُسے مست و مجنوں بنا اور پریشان و شوریدہ احوال (بنا کر) نمودار کر دے۔

(۸) ترجمہ:- اے نظیری! (یہ غزل شہیدان (عشق) کے حریم کی صف (اور) ایوان میں سنا اور (ان) اہل علم و فضل کی امتحان گاہ سے (اپنے لئے) شائع شدہ فرمان حاصل کر لے (یعنی اگر تو اہلِ ذوق کو یہ عارفانہ غزل سنائیگا تو وہی اسکی قدر کر سکیں گے)

دارند

گل و نرگس قدح و شیشہ نظیری دارند ۹ خبر از خواب دماغ و دل مخمور بیار

اے صبا از گلِ عطار نشانے بمن آر ۱-۲ وز گلستانِ نشاپور خزانے بمن آر

خط ترخانیِ جاوید بعالم ندہند ۲ بگذر از عالم و منشور امانے بمن آر

فرصتم نیست کہ از سنگ قضا سر خارم ۳ گر امانے نبود تاب و توانے بمن آر

تیر باران ستم از پے ہم چند رسد ۴ ناوکے می کشم از سینہ کمانے بمن آر

ہر نشانے کہ بود داش دہی سود دہد ۵ اگر از مایہ نماندہ است زیانے بمن آر

(۹) ترجمہ:- اے نظیری! گلاب اور نرگس کے پھول (پیالہ اور مینائے شراب) رکھتے ہیں یا انھوں نے لوگوں کو جام و مینا دینا شروع کر دیا ہے تو بھی (اپنے خمار آلود دل اور خوابیدہ دماغ کی خبر لے (یعنی تو کیوں بے فیض رہا جاتا ہے۔ مناظر قدرت دیکھ اور شراب عرفان پی)

بحر:- رمل مثمن مخبون مقصور - ارکان و تقطیع:- مثل ۲ و ردیف دال (رکن آخر مقصور بروزن فاعلات)

(۱) تشریح:- "گل عطار" گل سے مراد جلوۂ حقیقت ہے اور عطار سے شیخ فریدالدین نیشاپوری جو ایک عارف پاک باطن گذرے ہیں نیشاپور خود نظیری کا وطن بھی ہے۔ ترجمہ:- اے باد صبا گل عطار کا نشان مجھے بتا اور (گل نہیں تو) نیشاپور کے چمن کی خزاں (ہی) مجھے عطا کر (کہ یہ خزاں بھی اور مقامات کی بہار سے بہتر ہے)

(۲) تشریح:- "ترخانی" "ترخان بادشاہ کی طرف سے ایسا امان یافتہ شخص کہلاتا ہے کہ جو جی چاہے کرے اوس سے کوئی باز پرس نہ ہو اسلئے ترخانی بمعنے مصدری بمعنی امان ہے"۔ "منشور" فرمان شاہی جو نشر کیا جائے۔ ترجمہ:- دائمی امان کا پروانہ دنیا میں (کسی کو یا دنیا کو) نہیں دیتے۔ دنیا کو چھوڑ اور مجھے امان دائمی کا فرمان عطا فرما (یعنی دنیا و مافیہا سے گذر کر ہی امان دائمی حاصل ہو سکتا ہے)

(۳) تشریح:- "از سنگ کسے سر خاریدن" کسی سے سر مارنا۔ مقابلہ کرنا۔ الجھنا۔ ترجمہ:- مجھے (اتنی) فرصت نہیں کہ قضا و قدر کے پتھروں سے سر ماروں (یعنی احکام قضا پر الجھوں) اول تو مجھے آفات زمانہ سے امان عطا کر دو (اگر امان نہو تو ضبط و طاقت عطا فرما تاکہ کروہات پر صبر کر سکوں)

(۴) تشریح:- "از پے ہم" بمعنی از پے ہمدیگر یعنی مسلسل۔ ترجمہ:- (یہ) ستم کی مسلسل تیر باری (مجھ پر) کب تک ہوتی رہیگی (کہاں تک برداشت کروں) میں بھی (ترکش) سینہ سے ایک تیر (آہ) کھینچتا ہوں۔ لا! مجھے کمان (مقابلہ یا طاقت) دو (اختصار)

(۵) تشریح:- "نشان" علامت، فرمان شاہی ہتمہ یہاں معنی حکم کے مناسب ہیں۔ ترجمہ:- اوس (دوست) سودائے (طلب) کے سلسلہ میں تو جو حکم لگائے گا (مجھے) نفع دے گا اگر دولت و سرمایہ رو حانی باقی نہیں رہا تو نقصان (ہجران ہی) مجھے دے (کہ یہ اور ازدیاد شوق کا نفع دے گا)

کشت زار طربم تشنہ آتش شدہ است ۶ مطرب ابر دم برق زبانے بمن آر

چوں شرر در دل سنگست نہاں سخنم ۷ تا بر آرم نفس سوختہ جانے بمن آر

ملک گیرانِ سخن سکّہ بباطل زدہ اند ۸ زیں ہمہ سیم دغل نقد روانے بمن آر

دلم از صنعت الفاظ نظیری بگرفت ۹ از دم پرہنری سادہ بیانے بمن آر

فارغ نیز از دلِ تو ندیدم دلِ دگر ۱-۳ ایزد ترا سرشتہ ز آب و گلِ دگر

گر مرغ سدرہ را بکشی مائلے کہ باز ۲ در خاک و خوں طپیدہ شود بسمل دگر

ہر مشکلے کہ عاجزیٔ ما بیاں کند ۳ آساں کُنی کہ پیش نہی مشکل دگر

از آب و گلِ غرض شجر قامت تو بود ۴ عالم نداشت بہتر ازیں حاصل دگر

(۶) ترجمہ:- میری مسرتوں کا لہلہاتا کھیت (اب) آگ کا پیاسا ہے، بادل جیسے دم کا اور بجلی کی سی (آتش فشاں) زبان والا مطرب مجھے عطا کر (تاکہ اس کے شعلہ ہائے نغمہ سے ان مسرتوں کی کھیتی کو سیراب کروں)

(۷) ترجمہ:- (ان) خام گفتاروں کی وجہ سے میرا کلام دل سنگ میں (پنہاں) چنگاری کی طرح ہے (کہ نکلنے کیلئے بیتاب ہے مگر خام طبع شاعروں کے زمرہ میں آنے سے خائف ہے پس کوئی سوختہ جان (ریختہ عشق) میرے پاس پہونچا تاکہ کچھ بولوں)

(۸) ترجمہ:- شعر و سخن کے ملک پر قبضہ کرنیوالوں نے باطل (اور کھوٹے) سکے چلا دیئے ہیں (یعنی باطل گو ملک سخن پر قابض بن بیٹھے ہیں) اس تمام کھوٹی چاندی میں سے کوئی رائج سکّہ میرے پاس لا (یعنی میری کلام کے سوا سب کا کلام بیہودہ ہے)

(۹) تشریح:- "صنعت الفاظ" سے مراد لفظی مناسبات، تجنیسات وغیرہ ہیں "دم" سے مراد وہ سانس ہے جو بوقت تکلم نکلے ہم نے اس کا ترجمہ بول سے کیا ہے۔ جو بولنے کا حاصل مصدر ہے ترجمہ:- اے نظیری! (اب) میرا دل لفظی صنعت گری سے (جیسا کہ دوسرے کرتے ہیں) گھبرا چکا ہے (اپنے) پرہنر و کمال بولوں سے مجھے ایک سادہ بیان عطا کر (جو لفظی تکلفات سے پاک مگر پرمعنی ہو)

بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور - ارکان و تقطیع:- مثل ۳ و ردیف دال)

(۱) ترجمہ:- اے دوست! تیرے دل سے زیادہ بے فکر میں نے کوئی اور دل نہیں دیکھا (کہ ہمارے دل پر قیامت گذر رہی ہے مگر تجھے کچھ خیال نہیں شاید) تجھے خدا نے کسی اور ہی (خمیر) آب و گل سے بنایا ہے (ورنہ عام طور پر آدمی ایسا نہیں ہوتا)

(۲) ترجمہ:- اگر تو سدرۃ المنتہیٰ کے طائر (جبریل) کو بھی صید کرے پھر بھی تو اس طرف مائل رہتا ہے کہ ایک اور بسمل خاک و خوں میں لوٹ جائے (یعنی تیرے حسن قدیم کی ناوک فگنی کی بھی کوئی حد ہے کہ صید کرتے پر بھی (خواہش صید افگنی ہے)

(۳) ترجمہ:- ہر وہ دشواری جس کا اظہار ہماری عاجزی و درماندگی کرتی ہے تو تو اسکو اس طرح آسان کر دیتا ہے کہ (اس سے بڑی) دشواری ہمارے سامنے رکھ دیتا ہے (اور قاعدہ بھی ہے کہ بڑی مشکل کے سامنے چھوٹی آسان معلوم ہونے لگتی ہے) غرض تیرے عشق نے مشکلات میں پھانس رکھا ہے اور مشکلات بھی کیسی؟ ایک سے ایک بڑی)

از نورِ محفلِ تو جہاں در گرفتہ است ۵ نفروختہ چراغ تو از محفلِ دگر
خاطر بمنتہائے جمالت نمی رسد ۶ دارم بہر مشاہدہ ات منزلِ دگر
از ماہتاب روئے کہ غیر از جمالِ دوست ۷ دریائے عشق را نبود ساحلِ دگر
مستاں اساسِ میکدہ زیبا نہادہ اند ۸ رسمے اگر ز تو ننہد عاقلِ دگر
ساقی قدح بکف تو نظیری نظر بغیر ۹ دوراں ندیدہ است چو تو غافلِ دگر
طلوعِ بادہ ز شام و سحر دریغ مدار ۱/۲ ز خاکِ جرعۂ خود چوں قمر دریغ مدار

(۴) ترجمہ:- آب و گل (عالم) کی پیدائش، کا مقصد تیرا سر و قد (نمودار کرنا) تھا، اور واقعی (عالم کا ماحصل اس سے بہتر کوئی اور ہو بھی نہ سکتا تھا) شعر نعتیہ مضمون پر خوب منطبق ہے نیز انسان کے اشرف المخلوق ہونے کا مضمون بھی ادا کرتا ہے)

(۵) ترجمہ:- دنیا نے تیری محفل (کے چراغ) سے نور لیا ہے باقی تیرا چراغ کسی دوسری محفل سے روشن نہیں ہوا (یعنی تو خالق کل ہے خود مخلوق نہیں یا نبی ﷺ سے دوسرے انسانوں کو نور ایمان ملا خود نبی ﷺ نے کسی انسان سے یہ نور حاصل نہیں کیا)

(۶) ترجمہ بقلب مصرعین:- اگرچہ میں تیرے ہر مشاہدہ میں (اور نئی) (اونچی) منزل پر پہونچتا ہوں مگر پھر بھی میرا (دل تیرے جمال کی انتہا تک نہیں پہونچ سکتا (یعنی بقول رومی ؒ اے برادر بے نہایت درگہیست ٭ ہرچہ بروے میرسی بر وے مایست اگرچہ میں برابر اوپر چڑھتا چلا جارہا ہوں مگر بقول نظیری یہی دیکھتا چلا آتا ہوں کہ ؎

کے از تو شنے بگماں مے گوید ٭ کس ندیدیم کہ در بزم تو محرم باشد

(۷) ترجمہ:- (اے محبوب!) ہم سے رخ نہ پھیر اسلئے کہ دریائے عشق کے لئے (رخ) دوست کے جمال کے علاوہ اور کوئی ساحل ۔ نہیں (یعنی نگاہ عاشق کے ٹھہرنے کے لئے رخ انور دوست کے سوا اور کوئی مقام موزوں نہیں)

(۸) ترجمہ بقلب مصرعین:- اگر کوئی دوسرا عقلمند نئے سرے سے بنیاد خانہ قائم نہ کر سکتا ہو تو دو کرے مگر (رندان مست نے (پھر) میکدۂ (عشق) کی بنیاد تو اچھی خاصی رکھ دی (پس ان عقلمندوں سے تو یہ بے خود اچھے نکلے کہ نئی رسم تو قائم کر دی اور وہ بھی ایسی کہ رسوم عقل کو مٹانے والی)

(۹) ترجمہ:- ساقی ہاتھ میں پیالہ لئے ہوئے ہے (اور) اے نظیری تو غیر کی طرف نظر جمائے ہوئے ہے زمانہ نے بھی تجھ جیسا کوئی غافل نہ دیکھا ہوگا (کہ جو عطا کر رہا ہے اور جس کے پاس سب کچھ ہے اس کی طرف دیکھتا تک نہیں اور جس کے پاس نہ کچھ ہے اور نہ دے سکتا ہے اس کی طرف متوجہ ہے)

بحر:- مجتث مثمن مخبون مقصور ۔ ارکان و تقطیع:- مثل ۲ ؎ ردیف دال (رکن آخر مقصور) بروزن فعلات

(۱) ترجمہ:- (اے بادہ عرفاں پینے والے!) (جام) شراب کو نمودار کرنے میں ہر صبح و شام دریغ نہ کر (یعنی یہ شراب ہر وقت پی اور بے مضائقہ پی) اور چاند کی طرح اپنے گھونٹ (گرانے) میں (زمین سے گریز نہ کر (یعنی جس طرح قمر بادۂ مہتاب کے جرعے زمین پر گراتا ہے تو بھی ہم خاک نشینوں کی طرف کوئی گھونٹ گرا دے کہ گفتہ اند ع وللا رض من کاس الکرام نصیبٗ

اگر بگنج سرا ابیل باغباں آید ۲ بگو کہ آبِ رز از جامِ زر دریغ مدار
حیاتِ تلخ مدہ عیشِ خوشگوار بگیر ۳ چو عشق تیغ کشد جان و سر دریغ مدار
بشکر آنکہ حدیثے چو انگبیں داری ۴ ز سائلانِ ترش رو شکر دریغ مدار
ترا بہ بینشِ کوتاہ خویش نتواں دید ۵ مگر ترا بتو بینیم نظر دریغ مدار
درون جانی و در پردۂ نمِ چشم ۶ جمال اگر ننمائی خبر دریغ مدار
ہمیشہ چشم باحسانِ آشنا دارد ۷ ز خاکِ کشتۂ غربت گذر دریغ مدار
جراحتِ دلِ شوریدہ خشک می گردد ۸ ازاں دو زلفِ سیہ مشکِ تر دریغ مدار

(۲) تشریح:- "گنج سرا" خزانہ خانہ۔ دولت خانہ "بیل" بیلچہ، پھاوڑہ "بیل بسرا آمدن" گھر ڈھایا جانا۔ "آب رز" شراب ۔ ترجمہ:- اگر تیرے (دولت خانہ پر باغبان کا پھاوڑہ بھی بج جائے (تب بھی یہی) کہتا رہ کہ (اے ساقی!) شراب (انڈیلنے) میں (اپنے) جام زریں سے پہلو تہی نہ کر (یعنی برابر بھر بھر کر دے میں پیتا رہوں، کی صدا لگائے جا اگرچہ باغبان کو انگور زیادہ پیدا کرنے کے لئے تیرے گھر کو بھی کھیت بنا لینا پڑے)

(۳) ترجمہ:- (یہ دنیوی) تلخ زندگی دے ڈال اور حیات شیریں (آخرت کی) خرید لے (یعنی) جب عشق (محبوب ازلی) (اپنی) تلوار میاں سے نکالے تو جان و سر پیش کرنے (میں کوتاہی نہ کر۔

(۴) ترجمہ:- اس بات کے شکریہ میں کہ تو شہد سی گفتگو رکھتا ہے (غم ناکامی سے) ترش رو سائلوں پر (اس شکریہ کے دینے میں تنگی نہ کر (یعنی عاشقان تلخکام کو اپنے کلام شیریں سے شیریں کام کر دے)

(۵) ترجمہ:- (اے جلوۂ حقیقت!) اپنی قاصر نگاہوں سے تجھے نہیں دیکھا جا سکتا، شاید تجھے تیرے ذریعہ سے دیکھ لوں! (اسلئے) نگاہِ (لطف) میں دریغ نہ فرما (یعنی اے خدا تیرا ہی لطف نظر ہو تو ہم تجھے پا سکتے ہیں ورنہ اپنی کوششیں بیسود ہیں

(۶) ترجمہ:- تو جان کے اندر ہوتے ہوئے آنکھ کی پتلی سے چھپا ہوا ہے (یعنی نحن اقرب الیہ من حبل الورید کے ساتھ ساتھ تیری شان لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار بھی ہے، عجب شان ہے!) تو اگر تو اپنا جمال نہیں دکھاتا تو (اپنی) بات بتانے میں تو کمی نہ کر (یعنی اگر جمال ذات نہیں دکھاتا تو تو بیان صفات ہی سنا دے)

(۷) ترجمہ:- (یہ تیرا شہید نگاہ) ہمیشہ (اپنے) آشنا کے کرم کا امیدوار ہے تو (اس) شہید بیکسی کی قبر کے پاس سے گذر جانے میں تو دریغ نہ کر (یعنی کیا تو اپنے ہلاک کردہ پر اتنا بھی رحم نہیں کر سکتا کہ اسکی خاک پر سے گذر جائے)

(۸) ترجمہ بقلب مصرعین:- (اپنی) دونوں سیاہ زلفوں سے مشک خالص دلانے میں کوتاہی نہ کر کہ اس سے (عام مشک کے برخلاف ہمارے) مضطرب دل کا زخم خشک ہو جاتا ہے (یعنی حالانکہ مشک زخم کیلئے مضر ہے مگر ہمارے زخم کو یہ مشک (راس ہے مراد یہ ہے کہ قرب دوست ہی زخم دل کے اندمال کا باعث ہو سکتا ہے)

بیان شوق نظیری ورازانشا ئیست ۹ بیاضِ چہرہ زخون جگر دریغ مدار

دارم دلے ز طائرِ وحشی رمیدہ تر ۱ ہر چند دورتر زکساں آرمیدہ تر
تاآں خدنگ قامت از آغوش من برفت ۲ پشتم شکستہ ترشد و قدم خمیدہ تر
خونے کہ حکم بود بہ ریزد خطا نشد ۳ چندانکہ داشت دامن عصمت کشیدہ تر
آنجا کہ شحنۂ تو بدرگاہ مے رود ۴ شاہند عاشق است گریباں دریدہ تر
خورشید از کمان تو یک تیر می کشد ۵ ماہ از تو کس ندیدہ تمام آفریدہ تر
دنداں زدِ ہزار اُمیدم بدر گہت ۶ از سگ گزیدہ سہ کو ہم گزیدہ تر

(۹) ترجمہ :- داستانِ شوق اے نظیری (بڑی لمبی تعنیف ہے (پس) اپنے چہرہ کی بیاض (نوٹ بک) کو خونِ جگر سے بچا بچا کر نہ رکھ (یعنی خون جگر چشم کی راہ سے چہرہ پر گرا کہ یہ داستان یوں ہی بیان ہوا کرتی ہے)

بحر :- مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف - ارکان و تقطیع :- مثل ۱۲ ردیف دال)

(۱) ترجمہ :- میرا دل وحشت خور پرندہ سے بھی زیادہ بے تابو ہے جو جتنا زیادہ لوگوں سے دور رہتا ہے اتنا ہی زیادہ آرام میں رہتا ہے مطلب واضح ہے)

(۲) ترجمہ :- جب سے قدِ یار کا وہ تیر (لدو نا میرے پہلو سے نکل گیا ہے (فرط غم سے) میرا قد اور زیادہ جھک گیا اور کمر اور زیادہ ٹوٹ گئی (یعنی نہ حوصلہ رہا اور نہ تاب و توانائی)

(۳) ترجمہ بقلب مصرعین :- (خواہ) دوست نے کتنا ہی (اپنے) دامن معصومیت کو سمیٹا مگر جس خون کے گرا جانے کا حکم ہو چکا تھا وہ (حکم) خطا نہ گیا (یعنی اگرچہ دوست نے بہت بچنے کی کوشش کی مگر بحکم قضا اس کے غمزوں نے ہمارا خون گرا کر اس کا دامن عصمت آلودہ بخون کر ہی دیا)

(۴) ترجمہ :- تیرا دارو غہ (تجلی) جس درگاہ (حسن محبوباں) میں پہونچ جاتے رو ہاں (معشوق) عاشق سے زیادہ گریباں پھٹا نظر آتا ہے (مراد یہ ہے کہ اے جلوۂ قدرت تجھے دیکھ کر وہ گریباں چاک کرتے ہیں جو دوسروں سے گریباں چاک کرایا کرتے تھے اور اگر شحنہ سے نالہ اور درگاہ سے درعدالت مراد لیا جائے تو معنی یہ ہو کہ مقدمہ نازو نیازِ عاشق و معشوق پیش ہو کر بحق عاشق فیصل ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں معشوق، عاشق سے زیادہ گریباں دریدہ نظر آنے لگتا ہے)

(۵) ترجمہ :- آفتاب بھی تیری کمان سے ایک تیر چلا رہا ہے (یعنی آفتاب کی شعاعیں تیرے حسن کا عکس ہیں جو وہ تجھ سے حاصل کر رہا ہے) اور کسی نے بھی چاند کو تجھ سے زیادہ تام الخلقت اور کامل ذات نہیں پایا (یعنی تو شمس و قمر سے افضل ہے)

(۶) ترجمہ :- اے بادشاہ حسن! میں تیری درگاہ میں ہزاروں امیدوں کے دانتوں کا بھنبھوڑا ہوا (بنکر آیا) ہوں (گویا) میں گلی کے کتے کا کاٹے شخص سے بھی زیادہ زخمی ہوں (پس اب تو رحم فرما اور کوئی امید بر لا)

خارے کہ دررہ تو بخاطر شکستہ بود ۷ ہر چند بیش کا فتنش شد خلیدہ تر
در کام ناروائی عشق پری وشے ۸ از سحر کردہ ایم چہ افسوں رسیدہ تر
نازاں مرو کہ بارِ علائق گذاشتی ۹ ہستی تعلقست نظیری جریدہ تر

ہر دم از زلفِ تو دارم کافرستانے دگر ۱ دمبدم نو مے کنم از رویت ایمانے دگر
با توئی با حسن رخسار ترا وز دیدہ است ۲ چو نتوئی گر سر بر آرد از گریبانے دگر
چاشنی گنج آں لب از مذاقم کے رود ۳ گر بگردانم زباں را در نمک دانے دگر
نیست ہم دعوی حریفے حسن تنہا ہر زماں ۴ رخش می تازد ز میدانے بمیدانے دگر

(۷) ترجمہ :- وہ (عشق کا) کانٹا جو تیری (راہِ طلب) میں میرے دل میں چبھا، میں نے اُوسے نکالنے کیلئے (جتنا زیادہ کھودا اتنا ہی زیادہ چبھتا چلا گیا (یعنی درد عشق کے ازالہ کی تدبیریں ناکام ہی نہیں بلکہ اضافہ درد کا سبب بن گئیں. ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی)

(۸) ترجمہ :- ایک (محبوب) پری وش کے عشق کی ناکامیوں اور نامرادیوں (کے سلسلہ) میں ہم نے جادو سے بھی زیادہ رسائی والے کیسے کیسے منتر پھونکے (مگر افسوس کہ ناکامی نہ ٹلی)

(۹) تشریح :- "علائق" جمع علاقہ مراد اسباب دنیوی "جریدہ تر" بمعنی جریدہ تر باش. ترجمہ :- محض اس پر کہ تو نے (دنیا کے) علاقوں کا بوجھ اُتار پھینکا ہے، اکڑ کر نہ چل (یعنی فخر نہ کر اے غافل! خود اپنی ہستی و خودی بڑا علاقہ ہے (پس اے نظیری! اور زیادہ الگ تھلگ ہو جا (یعنی خودی کو بھی ترک کر کیونکہ سب سے بڑا سنگ راہ یہی ہے)

بحر :- رمل مثمن محذوف - ارکان و تقطیع :- مثل ۱۲ ردیف دال)

(۱) ترجمہ :- میں ہر لمحہ تیری زلف کا ایک نیا کفرستان. کہتا ہوں (حالانکہ) میں بار بار تیرے (نور) چہرہ سے تازہ (نور) ایمان حاصل کرتا رہتا ہوں (یعنی تیرا نور وحدت اگر ایمان تازہ عطا کرتا ہے تو ظلمت کثرت پھر مجھے آغوش کفر میں لیجاتی ہے)

(۲) ترجمہ بقلب مصرعین :- اگر (بالفرض) تجھ سا کوئی اور حسین) دوسرے گریباں سے سر نکالے (یعنی نمودار ہو میں سمجھوں گا کہ وہ خود) تو ہی ہے یا اس نے تیرے رخسار کا رنگ (حسن) چرالیا ہے. ع

بسکہ در جان فگار و چشم بیدارم توئی ؂ ہر چہ پیدا می شود از دور پندارم توئی)

(۳) ترجمہ بقلب مصرعین :- اگر میں (بالفرض اپنی زبان دوسرے نمکدان میں پھرا دوں (بھی) تو میرے ذائقہ سے (دوست کے) ان لبوں کے گو شور کا مزہ کب نکل سکتا ہے (یعنی دنیا کا انہماک مجھے محبوب ازل سے جدا نہیں کر سکتا)

(۴) ترجمہ :- (دوست کی مقابل) کوئی حریف ہم دعوی نہیں بنتا (چنانچہ) حسن ہر لحظہ ایک میدان سے دوسرے میدان میں اپنا گھوڑا دوڑاتے پھرتا ہے (یعنی دعوت مقابلہ دے رہا ہے مگر کوئی مقابل نہیں آتا اور کیسے آئے کہ اسکی شان ہو.

(یعنی کا ثانی کہ [illegible])

چابکے باخویش طرح ترکتاز افگندہ است ۵ گوئے دیگر میزند ہر دم بچوگانے دگر
تابروں آرد سرے از لوح پیشانی او ۶ طفل گرد عقل ہر دم در دبستانے دگر
حسن ہر سو در لباس صورتے پنہاں شود ۷ عشق ہر ساعت در آویزد بدامانے دگر
پیش حکمش گر دم از عذر خطائے خود زند ۸ می نہد بر روئے آدم خال عصیانے دگر
درد نایابی و نادانی نظیری مشکل است ۹ غیر خاموشی ندیدم ہیچ درمانے دگر
درد دل را مے کنم باصبر پیوندے دگر ۱/۷ بر طبیب خود تغافل می زنم چندے دگر

(۵) ترجمہ:- ایک بڑے چالاک (محبوب) نے خود اپنے ساتھ گھوڑ دوڑ کر رکھی ہے اور ہر دم ایک نئی گیند نئے بلّے سے اڑائے پھر رہا ہے (یعنی محبوب ازل ہر لمحہ نئی شان سے ظاہر ہو کر مخلوق کو جو خود اسی کے مظاہر کا نام ہے اپنی راہ طلب میں سرگرداں بنا رہا ہے گویا یہ کھیل خود اپنے ساتھ کھیل رہا ہے)

(۶) تشریح:- "سر لوح" عنوان "بروں آرد" کنایہ از فہمد - ترجمہ بقلب مصرعین:- عقل ہر دم نئے نئے مکتبوں میں (نو آموز) بچہ بنی پھرتی ہے تاکہ اوس (دوست حقیقی) کی پیشانی کی لوح کے عنوان کو سمجھ جائے (مگر وہ تو عقل کے وہم و قیاس سے بالاتر ہے)

(۷) ترجمہ:- حسن ہر طرف نئی نئی صورتوں کے لباس میں چھپا پھرتا ہے اور عشق ہر گھڑی نئے نئے دامن تھامتا پھرتا ہے (یعنی حسن ازل جس جس لباس میں جلوہ گر ہوتا ہے عشق اسی کا دامن پکڑ لیتا ہے)

(۸) ترجمہ:- (آدم) اگر اس کے حکم کے آگے اپنی خطا کا عذر بیان کرے (کہ تو نے یہ عصیان میری قسمت میں میری پیدائش سے بھی چالیس سال قبل لکھ دیا تھا تو میں کیا کرتا اگر قصور نہ کرتا) تو وہ چہرہ آدم پر ایک گناہ کے تل کا اضافہ کر دیگا (کہ ایک گناہ وہ پہلا اور ایک یہ ترک ادب کا) لطیفہ:- خال عصیاں کی خوبی اور قابل داد ہے گویا چہرۂ آدم کے لئے عصیان مانند خال باعث زینت ہے۔

(۹) ترجمہ:- اے نظیری! (دوست کو) نہ پانے اور نہ جاننے کی تکلیف بڑی کٹھن ہے، سوائے خاموشی کے مجھے کوئی چارہ نظر نہیں آتا (کہ چپ ہو جانا ہی بہتر ہے کہ کچھ اپنے کئے سے بنتا ہے اور نہ کہے سے، اسی کی توجہ ہو تو یہ مشکل حل ہو سکتی ہے)
بحر:- رمل مثمن محذوف - ارکان و تقطیع:- مثل ۱/۴ (ردیف دال)

(۱) ترجمہ:- پھر (اپنے) درد دل کا تعلق صبر سے وابستہ کئے لیتا ہوں (اور اپنے چارہ گر پر (پردہ) تغافل اور کچھ عرصہ ڈالے رکھتا ہوں (یعنی دوست شوق سے تغافل برتے ہم بھی صبر کرتے ہیں یہ معنی اس میں ہوں گے کہ طبیب سے مراد خود دوست ہو اور اگر دوست کے علاوہ چارہ گر مراد لیا جائے تو معنی یہ ہوں گے ایں اور کچھ عرصہ چارہ گر سے غفلت برتنا چاہتا ہوں)

اعتمادے نیست بر عہدے کہ نقصانے ندید ۲ ہست در پیمان گسستن مہر پیوندے دگر
گرچہ میدانم قسم خوردن بجانت خوب نیست ۳ ہم بجان تو کہ یادم نیست سوگندے دگر
پائے تا سر دیدہ ام از شوق رخسارت کہ ہست ۴ ہر سر شکم بے تو چشم آرزو مندے دگر
پیر کنعاں با کہ گیرد انس در بیت الحزن ۵ بوئے یوسف را نمی یابد ز فرزندے دگر
چوں بشرم بخششم کشتی حلالت ساختم ۶ کیں مروت نیست بالطبع خداوندے دگر
تاب می آری کہ از کف می نہی آئینہ را ۷ از جمال تو ندیدم جز تو خرسندے دگر
شکوہ و شکر نظیری عکس کین و مہر تست ۸ آئینہ منما کہ طوطی نشکند قندے دگر

(۲) تشریح:- "مہر پیوند" مقلوب پیوند مہر - ترجمہ:- جس عہد و پیمان وفا نے (شکستگی و نقصان) کا رخ نہیں دیکھا اس پر کچھ اعتماد نہیں (کیا جاسکتا در حقیقت) پیمان توڑنے میں ایک نئی محبت کا تعلق (ظہور پذیر ہوتا) ہے (گویا محبت کی تجدید ہو جاتی ہے)

(۳) ترجمہ:- اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تیری جان کی قسم کھانا ٹھیک نہیں مگر تیری جان کی قسم مجھے کوئی اور قسم یاد ہی نہیں۔
اشارہ:- (خود اس کلام میں دوست کی جان کی قسم کھانا بڑی لطافت رکھتا ہے)

(۴) ترجمہ:- میں تیرے رخسار کے شوق (دید) کی وجہ سے سر سے لے کر پاؤں تک (یعنی ہمہ تن) چشم بن گیا ہوں اسلئے کہ تیری جدائی میں میرا ہر آنسو ایک نئی آرزو مند آنکھ ہے (چونکہ آنسوؤں کا سلسلہ سر سے پاؤں تک ہے اس لئے میرا سر تا پا چشم بنجانا گویا ایک امر مشاہد ہے)

(۵) ترجمہ:- پیر کنعان (یعقوبؑ) آخر کس کے ساتھ غم خانہ میں مانوس ہوں (جبکہ) وہ دوسرے بیٹوں سے یوسف کی سی بو نہیں پاتے (مراد ظاہر ہے)

(۶) تشریح:- "شرم بخشش" خوگر آزار ہونے کے بعد کرم کرنے پر شرمانا - ترجمہ:- چونکہ تو نے (اب) کرم کرتے ہوئے شرمانے کی وجہ سے مجھے قتل کیا ہے تو میں نے اپنا خون (تجھے) حلال کیا کیونکہ یہ وضعداری کسی (دوسرے) آقا کی طبیعت میں نہیں ہے (یعنی دوست جفا کار سہی لیکن ہے تو وضعدار)

(۷) ترجمہ:- تو بھلا کب اس کی تاب لا سکتا ہے کہ ہاتھ سے آئینہ چھوڑ دے (یعنی قدر ... برابر آئینہ فطرت میں اپنے چہرہ کے نقش و نگار دیکھ رہی ہے) اپنے جمال سے خوش ہونیوالا تیرے سوا یا تیرے برابر میں نے ... کو نہیں دیکھا (یعنی ہر ایک آئینہ دیکھتے دیکھتے اکتا جاتا ہے مگر تو کبھی نہیں اکتاتا)

(۸) تشریح:- "آئینہ پیش طوطی نہادن" "طوطی را آئینہ نمودن" طوطی کو تعلیم دینا طریقہ مشہورہ ہے کہ طوطی کو تعلیم دیتے وقت آئینہ سامنے رکھ دیتے ہیں "قند شکستن طوطی" "شکر خوردن طوطی" طوطی کی شیریں گفتاری - ترجمہ:- نظیری کا (ریا) شکر و شکوہ دیرہ (تیری محبت و کینہ کا ہی عکس تو ہے (یعنی شکوہ عکس کین ہے اور شکر عکس مہر) طوطی کو آئینہ نہ

به بے رحمی نے داری دلِ صیاد ازاں خوشتر ۱ زبانی در کتابت سیلیٔ استاد ازاں خوشتر

بخود قیدے نداری باوجود حسن و زیبائی ۲ زہر خوبی کہ داری دارم و آزاد ازاں خوشتر

فریب خندہ میخواند عتاب غمزہ میراند ۳ زخوباں خوش بود مہر و وفا بیداد ازاں خوشتر

چو دریا میکشم دم در خود و در جوش می آیم ۴ کہ خاموشی بخو شش می آید و فریاد ازاں خوشتر

زبیدادش نمے نالم گرم زیر و زبر سازد ۵ بنائے کو کند ویراں نہد بنیاد ازاں خوشتر

نثاری بر رُخ او صد عوض در زیر لب دارد ۶ بر و جائے گر افشاندیم صد جاں داد ازاں خوشتر

نظیری جذب بے باعث نصیحت میکنند صحبت ۷ اگر فضلے نداری عشق مادر زاد ازاں خوشتر

دکھا کر وہ کوئی اور قند نہیں کھا رہا ہے (جو قند تو کھلا رہا ہے وہی کھا رہا ہے یعنی اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ رہا بلکہ جو تو کہلوا رہا ہے وہی کہہ رہا ہے) تو اب آئینہ نمائی کی کیا حاجت۔

بحر:- ہزج مثمن سالم - ارکان و تقطیع :- مثل ۴۲ ردیف دال۔

(۱) ترجمہ:- اے دوست! تو بے رحمی کرنے میں ایسا پتھر سا دل رکھتا ہے کہ اُس سے صیاد کا دل اچھا اور تحریر میں زبان ایسی سخت کہ استاد کے طمانچے اس سے اچھے (یعنی صیاد کو بھی اپنے مرغ گرفتار پر رحم آجاتا ہے مگر تجھے نہیں آتا اور استاد ایک دو تھپڑ مارتا ہے تو وہ مروّت چکاتا بھی ہے۔ مگر تیری طرف سے ہمہ اوقات دشنام ہی دشنام پیام محبت کا نام نہیں)۔

(۲) ترجمہ:- تو حسن و خوبصورتی کے باوجود اپنے اوپر کوئی پابندی نہیں رکھتا (یعنی رسوم و قیود کا پابند نہیں سب سے آزاد ہے) پس جو خوبی تو رکھتا ہے اس سے بڑھکر تیرا آزاد دل ہے (یعنی تیری شان بے نیازی تیرے سب اوصاف و صفات سے بڑھ کر ہے)۔

(۳) ترجمہ:- (دوست کا) فریب تبسم (اس کی طرف ہمیں) بلاتا ہے تو عتاب غمزہ ڈانٹتا ہے کہ بس آگے نہ بڑھ (اپنی حد پر رہ) تو ان حسینوں سے مہر و وفا تو اچھی ہوتی ہی ہے مگر جفا اس سے زیادہ اچھی (یعنی جفا میں وفا سے بڑھ کر مزہ آتا ہے)۔

(۴) ترجمہ:- دریا کی طرح کبھی (دم سادھ لیتا ہوں (یعنی خاموش و پر سکون رہتا ہوں اور کبھی (جوش و خروش میں آجاتا ہوں اسلئے کہ اسکو میرا خاموش رہنا پسند ہے اور فریاد و فغاں کرنا اس سے زیادہ پسند (یعنی دوست کے چشم و ابرو کے اشارہ پر چلتا ہوں)

(۵) ترجمہ:- میں اس کی جفا و بیداد سے فریاد و فغاں نہ کروں گا، خواہ وہ مجھے تہ و بالا کر ڈالے اسلئے کہ میں یہ جانتا ہوں کہ جس عمارت کو وہ تباہ کرتا ہے تو اس سے بہتر بنیاد رکھدیتا ہے (یعنی ہستی فانی چھین کر حیات باقی عطا فرماتا ہے)

(۶) تشریح:- "نثار" بضم نون وہ شے جو نچھاور کیجائے۔ ترجمہ:- اس کے رخسار پر ایک ایک نچھاور سو سو بدلے زیر لب رکھتی ہے (یس) اگر ہم نے اس پر ایک جان نثار کی تو اس نے اس سے بھی اچھی سو جانیں ہمیں عطا کر دیں (تو جان نثاری میں ہمارا ہی فائدہ ہوا اور فائدہ بھی سو گنا)

(۷) تشریح:- "جذب بے باعث" وہ کشش حسن جس کا سبب معلوم نہو۔ "اگر فضلے نداری" اس شرط کی جزا "غم مخور" محذوف ہے۔ "مادر زاد" پیدائشی۔ فطری۔ ترجمہ:- اے نظیری (حسن کی) نمایاں کشش بے سبب تجھے بزم دوست میں مقرب

اے مطرب جاں سوختہ ام پردہ دگر گیر ۱ یا پردہ ازیں راز بیک مرتبہ بر گیر

سازے بنواز ان کہ غم عشق در آید ۲ گو شورش و مستیٔ جوانی رہ در گیر

راہے کہ بمطلوب قریب است عزیز است ۳ تا سر نرود پائے ازیں مرحلہ بر گیر

اسرار خرابات مغاں سادہ تواں یافت ۴ ہاں اے بط مے بلبلہ پرداختہ تر گیر

زیں ہمنفساں آتش سردت نفروزد ۵ یار دمِ گرمے شو و چوں سوختہ در گیر

تو طفلی و ایں راحت و غم میدہدت دست ۶ تا خون جگر سیر شود خون جگر گیر

بنا دیگی پس اگر تو کوئی فضل و ہنر نہیں رکھتا ہے (تو غم نہیں) عشق فطری اس فضل و ہنر سے بہتر ہے (اسے اختیار کر کہ اس سے بڑھ کر کوئی کمال و ہنر نہیں ہے)۔

بحر:- ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور - ارکان و تقطیع:- مثل ۱۴۴ ردیف دال (رکن آخر مقصور بروزن مفاعیل۔

(۱) ترجمہ:- اے مغنی روح! میرا دل جل اُٹھا تو اور کوئی پردہ (ساز) چھیڑ (تاکہ سوزش دل کم ہو) یا اس راز نغمہ سے پردہ ایکدم اُٹھادے (تاکہ دل جل کر بالکل خاکستر ہو جائے) باقی یہ درمیانی کیفیت تو ناقابل برداشت ہے)

(۲) تشریح:- "نوا" موسیقی کے بارہ مقاموں سے ایک کا نام۔ "رہ در گرفتن" باہر نکلنا۔ ترجمہ:- (مقام) نوا میں وہ راز نغمہ ادا کر کہ غم عشق (خانہ دل میں) داخل ہو جائے اور جوانی کی سرمستیوں اور جوش و خروش سے کہدے کہ دروازہ کا راستہ لے (یعنی نکل جائے)

(۳) تشریح:- "تا" تنبیہ اور ظرفیت دونوں کے لئے ہو سکتا ہے۔ ترجمہ:- راستہ وہی اچھا ہوتا ہے جو مطلوب (اور منزل مقصود) سے قریب ہو اس مرحلہ سے قدم ... رکھ کہ کہیں سر نہ جاتا رہے یا جب تک سر کی بازی نہ لگ جائے (کہ یہی راہ قریب ہے)

(۴) تشریح:- "اسرار خرابات" رموز میکدہ مراد رازہائے خداوندی۔ "مغاں" جمع مغ آتش پرست مراد رہبران کامل "بط مے" صراحی شراب مراد عارف۔ "بلبلہ" دستہ اور ٹونٹی دار کوزہ مراد دل۔ "پرداختہ تر" خالی تر۔ ترجمہ:- مے خانۂ مغاں کے بھید بڑی سادگی کے ساتھ دریافت کئے جا سکتے ہیں۔ تو ہاں اے بط مے! تو اپنے پیمانہ کو خوب خالی کر لے (کہ تہ پیالہ بھی باقی نر ہے یعنی اسرار قدرت معلوم کرنے کے لئے تکلفات جام و مینا کی حاجت نہیں دل صافی درکار ہے جتنا دل صاف کرو گے اتنا ہی زیادہ جلوہ عرفاں پاؤگے)

(۵) تشریح:- "آتش سردت" میں "ت" ضمیر مفعولی بمعنی ترا ہے۔ "دم گرم" مراد آہ سوزاں۔ "سوختہ" وہ جلا ہوا کپڑا جو چقماق سے جلد آگ پکڑ لیتا ہے۔ ترجمہ:- ان یاران ہمنوا کے ذریعہ سے تو تیری بجھی ہوئی آگ نہ جلیگی (اگر گرمی دل چاہتا ہے تو آہ سوزاں کا ساتھی بن اور جلے ہوئے کپڑے کی طرح (آگ) پکڑلے (یعنی اپنے دل میں سوز و گداز عشق پیدا کر اس سے گرمی آئیگی ورنہ یاران دنیا تو تجھے اور سرد دل بنادیں گے۔

جامِ فلک آمیختہ شہد و شرنگست ۷ کامے کہ انو ساختہ تر گشت بتر گیر
تا در طلب کام خودی کام نیابی ۸ بگذر ز مراد خود و مقصود ببر گیر
دل ندا اول شب طالب فیض است نظیری ۹ لب باز کن و ساغر لبریز سحر گیر

چشمش براہے میرود مژگان تناکش نگر ۱ در سینہ دارد آتشے پیراہن چاکش نگر
دامے کہ زلف انداختہ در گردن یمنیش بیں ۲ خونے کہ مژگاں ریختہ بر دامن پاکش نگر

(۶) ترجمہ:۔ تو طفلِ (شیر خوار) کی طرح ناتجربہ کار ہے اور یہ راحت و رنج تجھے حاصل ہو رہے ہیں (تو خیال رکھ) کہ جب تک جگر کا خون شیر (مادر) کی طرح تیرے جسم و جان کے لئے باعث نشو و نما ہوتا رہے اس وقت تک خونِ جگر پیے جا دنیا کی راحتوں میں نہ پڑنا کہ یہ دل کی موت کا باعث ہیں۔ ان دونوں شعروں کی تائید حدیث سے ہوتی ہے جس میں انہماک دنیا اور زیادہ ہنسنے بولنے کو دل کی موت کا سبب اور حزن و بکا کو دل کی زندگی کا باعث بتایا گیا ہے اور وجہ ظاہر ہے کہ انہماک دنیوی میں خدا کی طرف سے توجہ منقطع ہو جاتی ہے اور رنج و غم میں خدا کی لو لگ جاتی ہے)

(۷) تشریح:۔ "شرنگ" اندرائن جس کا مزہ سخت تلخ ہوتا ہے۔ ترجمہ:۔ فلک کا جامِ (شراب عیش) شہد و حنظل کا معجون مرکب ہے (پس) جو کام اس سے زیادہ بنا (اسے پہلے سے بھی) بدتر سمجھو۔ (کیونکہ رنج محرومی تلخ سہی مگر ایک خالص ذائقہ تو ہے برخلاف عیش دنیا کے کہ نہ خالص کڑوا ہے اور نہ خالص میٹھا)

(۸) ترجمہ:۔ جبتک تو (اپنی) مراد حاصل کرنے میں لگا رہے گا مراد نہ پا سکیگا۔ پس اپنی مراد چھوڑ اور (گوہر) مقصود سے آغوش بھرے (یعنی یہاں مراد طلب مراد پر پوری نہیں ہوتی بلکہ ترک مراد سے مراد بر آتی ہے)

(۹) ترجمہ:۔ اے نظیری (تیرا) دل شروع رات سے فیض (عرفان) کا طلب گار ہے (تو اے اب) ہونٹ کھول (اور صبح کا لبریز جام منہ سے لگا (یعنی ساری رات بیداری او رطلبگاری میں گذار و گے تو ضرور بادۂ تجلیات کا چھلکتا ہوا جام صبح کو ملجائیگا)

بحر:۔ رجز مثمن سالم ارکان:۔ مستفعلن ہشت بار

تقطیع:۔ چشمش برا / ہے میرود / مژگان تم / ناکش نگر + درسینَ دا / رد آتشے / پیراہنے / چاکش نگر
مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن

مضمون غزل:۔ یہ غزل نظیری نے معشوق کے کسی کو دل دینے پر کہی ہے اور خوب کہی ہے۔

(۱) ترجمہ:۔ آج (اس کی نظر کسی راستے کی طرف جا رہی ہے (یعنی محبوب اپنے محبوب کے انتظار میں ہے) اسکی تر پلکوں کو دیکھو (کہ یار فراق یار میں رو رہا ہے) سینہ میں (سلگتی ہوئی) ایک آگ رکھتا ہے، اس کے چاک پیراہن کو دیکھو (کہ جو دوسرے کے گریبان چاک کرایا کرتا تھا آج خود گریبان چاک ہے اور جو دوسروں کے دل میں آتش شوق بھڑکایا کرتا تھا آج خود اسکے (دل میں یہی آگ بھڑک رہی ہے۔ غالب نے کہا ہے ؎ دل لگا کر لگ گیا انکو بھی تنہا بیٹھنا: بارے اپنے نظم دل کی ہم نے پائی دادیاں۔

ترجمہ:۔ وہ جال جو اسکی (زلف نے (دوسروں کی گردن میں) ڈالے (آج خود) اس کی گوری گردن میں دیکھ لو اور جو خون (عشاق) کہ اس کی مژگاں (کے دشنوں) نے گرایا تھا (آج خود) اس کے پاک دامن پر دیکھ لو کہ آج خود وہ

شرم از میاں برخاستہ مہر از دہاں برداشتہ ۳ گفتار بے ترسش ببیں رفتار بیباکش نگر
قصد فریبے می کند سوئے غزالے می چمد ۴ آں چشم آہو گیر را با زلف پیچاکش نگر
از کوئے معشوق آمدہ شوریدگاں را حلقہ بیں ۵ از صید آہو میرسد شیراں بفتراکش نگر
دل بردہ دردل باختن معشوق عاشق پیشہ بیں ۶ بگرفتہ در انداختن بازوے چالاکش نگر
وحشی غزالے کز حیا رم در بیاباں میخورد ۷ رام نظیری میشود در ہوش و ادراکش نگر
منشیں بشاہد آب رخ یار سا مبر ۱۱ آئینہ صفا بدم بے صفا مبر

کسی سیمین عذار کی قید زلف میں ہے گویا یہ زلف خود اسی کی ہے جو بظاہر دوسرے کی بنکر اسکی گردن میں پڑ گئی ہے اور یہ اشکہائے خونیں جو اس کا دامن آلودہ کر رہے ہیں وہ خون عشاق ہے جو اسکی پلکوں نے بہایا تھا)

(۳) ترجمہ:۔ درمیان سے شرم اُٹھ گئی ہے اور مہر (خاموشی) اس کے منہ پر سے توڑ ڈالی گئی (اب کھلے بندوں) اس کی بے جھجک رفتار و گفتار دیکھ لو۔ (یعنی نہ اب پہلی سی حیا باقی رہی ہے اور نہ پہلی سی خاموشی)

(۴) ترجمہ:۔ وہ ایک داؤ لگانے کا ارادہ کر رہا ہے اور ایک حسن کا ہرنی کی طرف لچک لچک کر دبک دبک کر جا رہا ہے۔ (تجھے یقین نہ آئے تو اس کی) (اس آہو شکار چشم کو (مانند کمند) لپٹی ہوئی زلف کے ساتھ دیکھ لے (گویا صیاد کمند لئے جا رہا ہے تو اگر شکار کا ارادہ نہیں تو اور کیا ہے)

(۵) ترجمہ:۔ ادھر وہ حال ہے اور ادھر یہ کہ) وہ کوچہ جاناں سے واپس آیا ہے۔ عاشقان شوریدہ حال اسکے حلقہ میں شامل (کیا عجب تماشا ہے کہ ایک آہو آہو کا شکار کر کے آرہا ہے اور دیکھ لو کہ شیر [illegible] اسکے فتراک بند میں بندھے ہوئے ہیں۔

(۶) ترجمہ:۔ (اس) عاشق مزاج معشوق کو دیکھو کہ دل ہارنے میں دل چھین لیا اور (اس کے چالاک بازو کو دیکھو کہ جس نے (دل) پھینکنے میں (دل) اٹھا لیا (یعنی عجب معشوق ہے ایک طرف دل دے رہا ہے دوسری طرف دل لے رہا ہے)

(۷) ترجمہ:۔ وہ وحشت خوردہ ہرن (محبوب) جو حیا کی وجہ سے جنگلوں میں (نظر صیاد سے بچنے کے لئے) بھاگا پھر رہا ہے وہ اب (نظیری) کے ہاتھ میں رام ہوا چاہتا ہے، تو دیکھو اس کی سمجھ بوجھ کو (یعنی نہ معلوم نظیری نے کیا ترکیب کی کہ اس نے بقول اپنے ع آنکہ رم خوردہ ز دہم چہ رام است اینجا سب کی نظروں سے رم خوردہ صید کو رام کر لیا۔ مقطع عارفانہ رنگ میں ہے)

بحر:۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف۔ ارکان و تقطیع:۔ مثل ۳۷ (ردیف دال)

مضمون غزل:۔ نظیری نے اس غزل میں دنیا طلب صوفیوں کو وعظ و تلقین اور صحیح راہ کی طرف رہنمائی کی ہے

(۱) ترجمہ:۔ معشوق (بازاری یعنی دنیا) کے ساتھ نہ بیٹھ اُٹھ اور پارساؤں کی آبرو کو بٹہ نہ لگا، (اپنے صفائے دل) کے آئینہ کو بے صفا اور مکدر چونکوں کی طرف نہ لیجا (یعنی دنیا طلبی پارسا کے لئے ننگ اور آئینہ دل کے لئے زنگ ہے)

دور از طریق تہمت اگر جیب مریم است ۲ دلہائے پاک معتقداں راز جا مبر

از کوئے چوں بجانب خلوت رواں شوی ۳ بیگانہ را دروں مگذار آشنا مبر

تا زخم طعنہ زن نخوری در سرائے خویش ۴ گر سایہ ہمرہ تو شود از قفا مبر

آئینہ ات ز ہمنفساں تیرہ میشود ۵ سیمائے حسن مشکن و رنگ حیا مبر

تلخت شکر شود بلب انگبیں مدہ ۶ خارت سمن شود بگذار صبا مبر

نالاں مگرد و قیمت ما را سبک مساز ۷ گریاں مباش و آب رخ کار ما مبر

بودن بطبع خوش منشاں کار مشکل است ۸ نازک دلی بسر نہ رسانی عنا مبر

حرز جمال خود ز نظیری طلب نمائی ۹ جز سوئے حفظ خاطر او التجا مبر

(۲) ترجمہ:۔ اگر تیرے نزدیک، گریباں مریمؑ تہمت زدگی کے ڈھنگ سے الگ ہے (اور یقیناً ہے کیونکہ انہوں نے طریق تہمت اختیار ہی نہیں کیا) تو تو اپنے (معتقدوں کے معصوم دلوں (کی مریم) کو مقام (عصمت) سے نہ ہٹا (یعنی دنیا کے بدکار کے عشق میں نہ خود مبتلا ہو اور نہ انہیں مبتلا کر)

(۳) ترجمہ:۔ کوچہ (دنیا) سے جب تو خلوت (سرائے دوست) کی طرف جائے (تو اس طرح جا کہ) غیر کو اندر نہ آنے دے اور آشنا کو ساتھ لیجا (یعنی اپنے نفس و ہستی جو کہ آشنا ہے اور دنیا و مافیہا جو کہ بیگانہ ہے ان سب سے الگ ہو جا)

(۴) ترجمہ:۔ اگر پیچھے پیچھے سایہ تیرے ہمراہ چلے تو اسے بھی اپنے خلوت خانہ میں نہ لیجا تاکہ تو طعنے دینے والے کے زخم نہ کھائے (یعنی اپنے دل کو یاد ماسوی اللہ سے بالکل ہی خالی کر حتیٰ کہ تیرا اپنا تو ہستی بھی تیرے ساتھ نہ رہنے پائے۔ "زخم طعنہ زن" سے ملائکہ کی طعنہ زنی کی طرف تلمیح نکلتی ہے)

(۵) ترجمہ:۔ دیکھ تو بھی کہ تیرا آئینہ (دل ان ہمدموں کی وجہ سے تاریک ہوا جا رہا ہے (اپنے احسن و جمال (دل) کی پیشانی پر سلوٹ نہ آنے دے اور حیا کا رنگ نہ کھو کیونکہ اگر پیشانی حسن پر سلوٹیں پڑ گئیں اور حیا جاتی رہی تو پھر وہ حسن کس کام کا)

(۶) ترجمہ:۔ تیری (ناکامی کی) تلخی خود شکر بنجائیگی (اپنے ہونٹوں سے شہد (لذائذ دنیوی) نہ لگا اور تیری (نامرادی کا) کانٹا خود چنبیلی کا پھول بنجائیگا (اسے) باد صبا کے راستہ پر نہ لیجا (یعنی دنیا اور دنیا داروں کا مرہون احسان نہ بن کیونکر تیری کامیابی دنیا کی ناکامیوں اور تیری شیرینی دنیا کی تلخیوں میں ہے)

(۷) ترجمہ:۔ (دنیا کے واسطے) نالاں نہ ہو اور ہماری (سب کی) قدر و قیمت کو ہلکا نہ کر (یعنی اپنا نہیں تو کم از کم اپنی جماعت کا خیال کر دنیوی نامرادیوں پہ نہ رو اور ہمارے کام کی آبرو نہ کھو یعنی تیری دنیا طلبی سے صرف تو ہی نہیں بلکہ پوری جماعت اور خود تصوف بدنام ہو جائے گا)

(۸) ترجمہ:۔ بایں وجود تکلیفوں کے خوش مزاجوں کی سی طبیعت رکھنا کہ پیشانی پر شکن تک نہ ہو بڑا مشکل کام ہے اور تو کمزور دل ہے (اس کام کو تو انجام نہیں دے سکتا (بس بہتر یہی ہے کہ) تکلیف نہ اٹھا یعنی یہ تصوف کا کام بڑے پتے مار کام ہر شخص کے بس کا نہیں

افلاک فتنہ زادہ بداماں روزگار ۱۲ برکردہ سر بلا ز گریبان روزگار

سیب ذقن مگوئے بگو گوئے آفتاب ۲ زلفش ربود از خم چوگان روزگار

گاہے کہ عقل بر سر جمعیت آمدہ ۳ عشقش بہم زدہ سر و سامان روزگار

دل چوں شناورے کہ عزیزش ز کف رود ۴ خود را فگندہ بر سر طوفان روزگار

از سر نوشت ساقی دوران ما قضا ۵ بشکستہ خامہ در کف دیوان روزگار

ایزد چو کرد عامل چشمانش فتنہ را ۶ صد بار گفت جان تو و جان روزگار

(۹) ترجمہ:۔ اے محبوب! اپنے جمال کا تعویذ (نظر بد) نظیری سے مانگ اور اس کے دل کی نگہداشت کے سوا اور کسی کی طرف پناہ نہ لے (یعنی تیرا جمال دل نظیری کی حفاظت میں رہ کر ہی بد نگاہوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ مقطع عارفانہ رنگ میں ہے)

بحر:۔ مضارع مثمن اخرب، مکفوف، مقصور۔ ارکان و تقطیع:۔ مثل ۳ ردیف دال (رکن آخر مقصور بروزن فاعلات)

(۱) ترجمہ:۔ گردش افلاک نے زمانہ کے دامن میں فتنہ پیدا کر رکھا ہے اور زمانہ کے گریبان سے بلاؤں نے سر نکال رکھا ہے (یعنی دور فلک فتنہ سامانی زمانہ کا سبب ہے)

(۲) ترجمہ:۔ دوست کی ٹھوڑی کو سیب۔ ذقن نہ کہو بلکہ آفتاب کی گیند کہو جسے اس کی زلف زمانہ کے بلّے کی خم سے نکال لے گئی ہے (یعنی چھین لی ہے یعنی جس طرح گردش آفتاب لیل و نہار کے انقلاب کا سبب ہے اسی طرح خم زلف یار میں آفتاب ذقن کے کبھی چھپنے اور کبھی نکلنے سے عاشق روز وصال اور شب ہجران کے سے تغیرات طاری ہوتے ہیں۔

(۳) ترجمہ:۔ جب بھی عقل نے طمانیت و سکون (کے اسباب) فراہم کئے تو دوست کے عشق نے زمانہ کا (سارا) ساز و سامان (اور نظام) درہم برہم کر دیا۔ مراد صاف ہے

(۴) ترجمہ:۔ دل نے اپنے آپ کو زمانہ کے طوفان (انقلاب) پر اس تیراک کی طرح ڈال دیا ہے کہ جس کا کوئی عزیز ہاتھ سے نکل گیا ہو (اور ڈوب رہا ہو کہ ایسے وقت میں تیراک اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرتا اور بے دھڑک دریا کی بے پناہ گہرائیوں میں کود پڑتا ہے۔ بس یہی حال طوفان زمانہ میں ہمارے دل کا سمجھو)

(۵) تشریح:۔ "دیوان" دفتر، کچہری مجازاً دفتر کے روزنامچہ نویس کو بھی دیوان کہدیتے ہیں۔ ترجمہ:۔ قضا و قدر نے ہمارے زمانہ کے ساقی کی سرگذشت (لکھنے) سے زمانہ کے روزنامچہ نویس کے ہاتھ میں قلم ہی توڑ دیا (یعنی اس نے ہمارے ساقی زمانہ کی بے التفاتیوں کی سرے سے سرگذشت ہی نہیں لکھی کہ جس پر اس سے کچھ محاسبہ کیا جا سکے۔ ظاہر ہے کہ تھانہ میں رپورٹ کا ہی اندراج نہ ہو تو مقدمہ کیا خاک چلے گا)

(۶) ترجمہ:۔ خدا نے جب فتنہ کو اس (محبوب) کی آنکھوں کا کارندہ بنایا تو سو بار کہا کہ (جا اب) تیری ذات ہے اور زمانہ کی جان ہے جو تیرا جی چاہے کر گویا فتنہ کو ہر طرح کی آزادی دیدی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ جب کارندہ یوں مطلق العنان چھوڑ دیا جائے تو وہ کیا کچھ ستم نہ ڈھائے گا اور خاص کر جب کہ خود فتنہ ہی کارندہ ہو)

ہا بود تا نگشتہ بسودائے زلفِ او ۷ خود را نکردہ جمع پریشان روزگار
شور ملاحتش شدہ داروئے زخمہا ۸ دردِ محبتش شدہ درمان روزگار
افغاں کہ جائے بودن و جنبید نم نماند ۹ زخم نشستہ بر سرِ پیکان روزگار
از قہرِ جیب و سینۂ خود پارہ می کنم ۱۰ دستم نمے رسد بگریبان روزگار
صبحِ اجل رسیدہ و پر و بال مے زنم ۱۱ در حسرتِ فروغِ شبستان روزگار
راہے بسوئے قبلۂ حاجت نمی برم ۱۲ سرگشتہ ام میانِ بیابان روزگار
جولانِ افتخار ازاں سو مگر کنم ۱۳ رخشم گذشتہ از سرِ جولانِ روزگار
گوئی کہ کام کودکِ پستانِ ما درست ۱۴ زخمِ نظیری و سرِ پیکان روزگار

(۷) تشریح :- "خود را جمع کردن" اطمینان حاصل کرنا۔ "پریشان روزگار" زمانہ کے ہاتھوں مبتلائے پریشانی شخص مراد عاشق
ترجمہ :- زمانہ کے ہاتھوں پریشان شخص جب تک اس کی زلف کے سودائے (طلب) میں نیست و نابود نہیں ہوگیا اپنے
آپ کو مطمئن نہ بنا سکا۔ مراد ظاہر ہے۔
(۸) ترجمہ :- اس (محبوب ملیح) کی نمکینی حسن (عاشقوں کے) زخموں کی دوا بنگئی ہے اور اس کی محبت کا درد (زمانہ کے
درد و ن) کا علاج بنگیا ہے (تو دیکھو نمک اور درد دوا کا کام کر رہے ہیں)
(۹) ترجمہ :- ہائے (میرے رہنے اور ذرا حرکت کرنے کی بھی گنجائش نہیں رہی (کیونکہ میرا زخم زمانہ کے پیکان (تیر) کی نوک پر
جا بیٹھا ہے (کہ نہ زخم پیکان سے الگ ہوتا ہے اور نہ پیکان زخم سے جس کی وجہ سے نہ تابِ قرار ہے اور نہ طاقت فرار)
(۱۰) ترجمہ :- (چونکہ) میرا ہاتھ زمانہ کے گریبان تک نہیں پہونچتا کہ اس سے بدلہ لے سکوں (تو مارے غصہ کے اپنا ہی
سینہ و گریبان چاک کر رہا ہوں (جس طرح کہ جھنجھلاہٹ میں انسان بعض اوقات دشمن کے بجائے اپنا نقصان کر لیا کرتا ہے)
(۱۱) تشریح :- "پر و بال زدن" تڑپنا۔ کوشش کرنا۔ "شبستان" بادشاہوں کے سونے کا کمرہ، مسجد کا خاص گوشۂ
عبادت۔ ترجمہ :- موت کی صبح آن پہونچی اور میں (ابھی تک) زمانہ کے شبستان کے منور ہونے کی حسرت میں تڑپ رہا ہوں
(یعنی افسوس کہ ہمارے شبستان میں کبھی اجالا نہ ہوا)
(۱۲) ترجمہ :- (افسوس کہ) میں قبلۂ حاجات (خدا) کی طرف راہ نہیں پارہا ہوں اور دنیائے زمانہ کے جنگلوں میں بھٹکا پھر رہا ہوں (مطلب صاف ہے)
(۱۳) تشریح :- "ازاں سو" بمعنی ازاں جانب کہ رسیدہ ام یا بمعنی ازاں اعتبار۔ ترجمہ :- شاید میں اس طرف سے (آتے ہوئے)
یا اس اعتبار سے فخر و افتخار کی جولانیاں کر سکتا ہوں کہ میرا اسپ (رسمی) اسپ زمانہ کی دَر و دوش سے آگے نکل گیا۔ (یعنی کوشش
تجرد میں میں زمانہ سے آگے ہوں (دنیا زمانہ کی آلودگیاں پس پشت ڈال چکا ہوں بس یہ سرمایہ فخر و مباہات میرے پاس ہے)
(۱۴) ترجمہ :- تم یہ کہو اور سمجھو گے کہ نظیری کا زخم اور زمانہ کے تیر کی نوک پیکان شیر خوار بچہ کا حلق اور پستان مادر ہے
(مقطع کو شعر نمبر ۹ کے دوسرے مصرعہ کی تفصیل سمجھنا چاہیئے)

مے است چارۂ غم ہوشمند را چہ خبر ۱ رموز ہائے تلخست قند را چہ خبر
سماعِ دُرد کشاں صوفیاں چہ میدانند ۲ ز شیوہ ہائے سمندر سپند را چہ خبر
بزیرِ شاخِ گل افعی گزیدہ بلبل را ۳ نوگران نخوردہ گزند را چہ خبر
ز دامنے کہ کشائیم ما تہی دستاں ۴ تو میوۂ سرِ شاخِ بلند را چہ خبر
ہزار دام تصور نہیم و برداریم ۵ تو مرغِ وحشی فارغ ز بند را چہ خبر
بخاص و عام نہد داغ بندگی عشقت ۶ قبول در و تو مشکل پسند را چہ خبر
ہزار شیخ و برہمن ز کیش و دیں برگشت ۷ تصرفِ نظر ارجمند را چہ خبر

غزل ۱۳۱

بحر :- مجتث۔ مثمن۔ مخبون۔ محذوف ارکان تقطیع مثل ۴۸ (ردیف دال) رکن آخر محذوف و مخبون بروزن فَعْلُن
۱۔ ترجمہ :- غم کا علاج شراب ہی (مگر) عقل و ہوش والا (اسے) کیا جانے (جو) راز کی باتیں تلخ شراب
میں ہیں قند و شکر کو اُن کی کیا خبر؟ مراد ظاہر ہے۔
۲۔ ترجمہ :- (مے کدۂ عشق کے) درد نوشوں کے وجد و سماع (کی کیفیت یہ) صوفی کیا سمجھ سکتے ہیں (اسلئے کہ سمندر
(آتشخوار) کے طریقوں کو سپند (کالا دانہ) کیا جانے (کیونکہ آتش سمندر کے لیے سرمایہ زندگی ہے اور سپند کیلئے باعث فنا
۳۔ ترجمہ :- گل کی شاخ کے نیچے بلبل کو (سایۂ شاخ گل کے) سانپ نے ڈس لیا ہے (ان) صدمہ نہ اٹھائے ہوئے مغنیوں کو
اس کی کیا خبر؟ (کہ بلبل کا نالۂ غم بے وجہ نہیں ہے۔ یعنی خالی از عشق کو مبتلائے عشق کے حال کا اندازہ نہیں ہوسکتا
۴۔ ترجمہ مصرعین :- تجھ کو کہ تو بلند شاخ کا ثمر ہی۔ اس دامن کی کیا خبر جو ہم مفلس (تیرے لئے) پھیلاتے ہیں
(یعنی تو بے نیاز ہے اور ہم حاجتمند تو تجھے ہماری حالت کا کیا اندازہ)
۵۔ ترجمہ مصرعین :- تجھ کو کہ تو ایک طائر وحشی و آزاد ہے اس کی کیا خبر؟ کہ ہم (تیرے لیے) ہزاروں
تصور کے جال بچھا اور اٹھا رہے ہیں (شعر سابق اور اس کا مضمون ایک ہی)
۶۔ بقلب مصرعین :- تیرے دشوار پسند، یا تجھ جیسے دشوار پسند کے، رد و قبول کو کیا خبر کہ
تیرا عشق عام اور خاص (سب پر) داغ غلامی لگا رہا ہے (مشکل پسند کو مضاف اور مضاف الیہ
دونوں کی صفت بنایا جاسکتا ہی۔ مراد یہ ہے کہ تو ابھی ابھی رد قبول کی بحث ہی میں پڑا ہوا ہی اُدھر
عشق سب کو غلامی میں قبول کر بھی چکا)
۷۔ ترجمہ :- ہزاروں شیخ و برہمن (اپنے اپنے) عقیدے اور دین سے پھر گئے (مگر) تیری نگاہ بلند کی کار پردازی
کو اس کی کیا خبر (یعنی ہزاروں کا خون کر کے بھی تیری آنکھیں بھولی بھالی اور بے خبر ہیں)

بے علاج نمایند پند ناشنواں ۸ طبیب داروے ناسود مند را چہ خبر

۹ بہ بند عشق نظری خجستگاں افتند

ستارۂ بدو بخت نثرند را چہ خبر

چشم زخم خلق را با حسن روز افزوں چہ کار ۱۴۱/۱ ہر کرا زلف و رُخ است اعجاز با افسوں چہ کار

از عتاب و لطف می نالند مشتاقین عشق ۲ بلبلاں را با نوا کار است با مضموں چہ کار

در عجائبہائے طور عشق حکمتہا گم است ۳ عقل را با مصلحت اندیشیٔ مجنوں چہ کار

کار ما با گردش طاس است و نقش کعبتین ۴ با حساب انجم و کجبازیٔ گردوں چہ کار

۸۔ ترجمہ :۔ نصیحت نہ سننے والے (عاشق) شراب سے علاجِ (درد) کرتے ہیں، بے نفع دوا والے چارہ گر (یعنی ناصح) کو اس کی کیا خبر (یعنی ہمارے غم کا علاج شراب محبت ہے کہ جس سے مست و مدہوش ہو کر سب غم بھول جاتے ہیں۔

۹۔ ترجمہ :۔ اے نظیری! قید عشق میں خوش نصیب مبتلا ہوا کرتے ہیں۔ نصیب تباہ اور منحوس ستارہ اسے کیا جانے؟ (یعنی دام عشق میں گرفتار ہونا عاشق کی خوش نصیبی اور اس سے آزاد رہنا بد نصیبی ہے)

غزل ۱۴۱

بحر :۔ رمل مثمن مقصور۔ ارکان تقطیع :۔ مثل ۱۴۱/۱ (ردیف دال) صرف عروض و ضرب مقصور بر وزن فاعلات ہے۔

۱۔ ترجمہ :۔ مخلوق کی نظر بد کو اُس کے روزانہ ترقی پذیر حسن سے کیا علاقہ (یعنی اس کا حسن و جمال عین کمال سے محفوظ ہے) جبکہ خود چہرہ اور زلف معجزہ ہو اس کو جادوگری کی کیا ضرورت۔ مراد واضح ہے۔

۲۔ ترجمہ :۔ عشق کے طلب گار (عشاق) قہر و الطاف (دونوں) میں روتے ہیں (اس لیے کہ) بلبلوں کو تو نالے کیے جانے سے سروکار ہے، مضمون و معنی سے کیا واسطہ (یعنی ان کے لئے بہرحال نالہ کرنا ہی زیبا ہے)۔

۳۔ ترجمہ :۔ عشق کے عجیب و غریب حالات میں حکمتیں اور دانائیاں نہیں چلتیں (آخر) عقل کو دیوانۂ عشق کی مصلحت بینیوں سے مطلب کیا؟ (یعنی عقل عشق کے آگے بیکار ہے)

۴۔ تشریح :۔ "طاس" طشت مجازاً فلک، یہاں رخسار دوست مراد ہے "کعبتین" بازی نرد کے پانسے یہاں دوست کی آنکھیں مراد ہیں۔

ترجمہ :۔ ہمارا کام تو طشت (رخسار دوست) کی گردش اور (اس کی آنکھوں کے) پانسوں کے نقش (اشارہ) سے وابستہ ہے، ستاروں کے حساب اور آسمان کی کج روی سے (اسے) کیا علاقہ (یعنی دوست کے چشم و رخ اگر ہماری طرف ہیں تو ہم کامیاب ہیں۔ خواہ گردش آسمان مخالف ہو اور اگر وہ ہم سے پھرے ہوئے ہیں تو آسمان کی موافقت بھی ہمیں کامیاب نہیں بنا سکتی)

دولت وارستگی ہر گہ نماید رو خوش است ۵ عشق را با وقتِ خوب و ساعت میموں چہ کار

در بیابانے کہ خوباں رہزن رہبر است ۶ رہرواں عشق را با دجلہ ہائے خوں چہ کار

۷ سادگیہائے نظیری دست صد تدبیر بست

عشق چوں دُکان فروچیند با فلاطوں چہ کار

ہر روز ہست نالۂ مرغاں دراز تر ۱۵۱/۱ گلزار بے وفا تر و گل بے نیاز تر

پیداست عشق مجلسیاں را مدار نیست ۲ می جانگداز و مطرب ازاں جانگداز تر

۵۔ ترجمہ :۔ دولت آزادی جس وقت رونما ہو جائے بہتر ہے، عشق کو نیک گھڑی اور اچھے شگون سے کیا سروکار۔ شعر صنعت

۶۔ ترجمہ :۔ جس وادی میں (یہ) حسین چہرہ (محبوب) ہیں (وہاں) رہزن ہی رہبر کا کام دیتا ہے۔ (باقی منزل) عشق کی راہ پر چلنے والوں کو خون کے دریاؤں سے کیا واسطہ؟ اگر خون کے دریا بہیں تو بہنے دو عشاق اس سے ہراساں نہیں ہو سکتے)

۷۔ ترجمہ :۔ نظیری کی سادگیوں نے سیکڑوں تدبیروں کے ہاتھ روک لئے (یعنی سادگی کے ساتھ فریفتۂ حسن یار بن گیا۔ اس سے باز رکھنے کی عقل کی سب تدبیریں بے کار گئیں اور بات بھی یہی ہو کہ) جب عشق اپنی دکان آراستہ کرے تو (پھر) افلاطون (عقل) سے کیا مطلب (یعنی پھر تو سبھی عشق کی طرف کھچے چلے جائیں گے عقل کی کون مانے گا۔)

غزل ۱۵۱

بحر :۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف۔ ارکان و تقطیع :۔ مثل ۳۲/۱ (ردیف دال)

۱۔ ترجمہ :۔ (ادھر) بلبلوں کے نالے ہر روز طول پکڑتے جاتے ہیں (اور اُدھر) گلشن اور زیادہ بے وفا اور پھول اور زیادہ بے نیاز (بنتا چلا جا رہا ہے یعنی جتنا عاشق کا نیاز بڑھتا ہے اتنا ہی معشوق کا ناز)

۲۔ تشریح "مدار" گردش کا ستارہ دائرہ خط موہوم واصل القطبین جس پر حرکت فلک کا قیام و ثبات ہے اسی لئے مجازاً ثبات و قیام کو مدار کہہ دیتے ہیں۔ "جانگداز" اسم فاعل ترکیبی، جان گھلانیوالا رنج پہنچانے والا۔

ترجمہ :۔ ظاہر ہے کہ اہل مجلس کے عشق و محبت کو کوئی قیام و ثبات نہیں (دیکھ لو!) مے و مطرب (جو اب تک دلنواز تھے، اب اگر) شراب جاں گداز ہے تو مغنی اس سے زیادہ جانگداز (یعنی مجلس عالم کا قیام جس کے دم سے ہے وہ اگر نہ ہو تو اسباب شادی ہی سامان غم بن جاتے ہیں)

نالند زیرکاں ہمہ زاری کہ در چمن ۳ شد بے بقاتر آنکہ برآمد بناز تر

چندانکہ روز نرگس جادو بخواب رفت ۴ شب شد سپہر شوخ تر و دیدہ باز تر

قانوں شکست مطرب ما را و ہمچناں ۵ ضربت ز ضربتِ دگرش دلنواز تر

کے دست ما بدامنِ آزادے رسد ۶ ہر روز ہست سروِ رواں سرفراز تر

۷ برصوت خود مناز نظیری کہ ہر کہ رفت
دستاں بذوق تر شد و بستاں لبساز تر

۳۔ ترجمہ:۔ تمام (مرغانِ) زیرک (یعنی بلبل وقمری اور باصطلاح تصوف اہل دل اسلئے) روتے پیٹتے ہیں کہ چمن (عالم) میں جو زیادہ نازو ادا سے کرآیا وہی زیادہ بے ثبات ثابت ہوا، مراد واضح)

۴۔ تشریح:۔ "چندانکہ روز" یعنی چنداں کہ روز کہ۔ "سپہر شوخ تر" اور "دیدہ باز تر" ہر دو ایک نہج کے اسم فاعل ترکیبی اور شد فعل ناقص کی خبر ہیں اور شب اسم ہے۔

ترجمہ:۔ جتنے دنوں کہ (دوست کی) جادو بھری نرگس (چشم) سوتی رہی، رات، زیادہ شوخ و بے باک آسمان والی اور زیادہ آنکھیں پھاڑنے والی (منظر آتی) رہی (یعنی دوست کے چشم التفات کے نہ رہنے سے رات آسمان اور ستارے سب ہمارے دشمن بن گئے۔ عام مترجمین نے روز اور شب سے پہلے حرف بار محذوف نکال کر اور سپہر کو شد فعل ناقص کا اسم ٹھہرا کر ترجمہ کیا ہے جو بادی توجہ ظاہر ہے اگرچہ اس صورت میں چندانکہ میں کاف برمحل ہے مگر وہ ہمارے نزدیک بچند وجوہ مرجوح ہے)

۵۔ ترجمہ:۔ ہمارے مغنی کا ساز (نگ بجاتے بجاتے) ٹوٹ گیا (لیکن برابر) ایک ضرب دوسری ضرب سے زیادہ دلآویز (شکل میں) نمودار ہے یعنی گو ساز ہستی ٹوٹ چکا ہے مگر اس کے نغمے اب بھی بڑے پیارے ہیں)

۶۔ ترجمہ:۔ ہمارا ہاتھ (سرو) آزاد کے دامن تک نہیں پہنچ سکتا ہے (کیونکہ) ہر روز (ہمارا) سرو رواں اور زیادہ اونچے سر والا بنتا چلا جارہا ہے (یعنی اس کی انوکھی شان اور نرالی آن بان تک ہماری رسائی مشکل ہے)

۷۔ تشریح:۔ "ہر کہ رفت" کی خبر رفت یا ضرر نرساند محذوف ہے۔

ترجمہ:۔ اے نظیری اپنی آواز پر ناز و غرور نہ کر (کہ تو نہیں رہے گا تو بزم ہستی سنسان ہو جائے گی اس لئے کہ جو گیا یا اس سے کچھ نقصان نہ پہنچا (بلکہ) نغمہ اور زیادہ چاشنی دار اور چمن (ہستی) اور زیادہ سامانِ (نشاط) رکھنے والا بن گیا (یعنی سہ

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں بلبلیں اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے)

بو زیادہ

یکبارہ در وفا برآور ۱۶/۱ ایں مہر قدیم را سر آور

یا محرم کعبۂ صفا کن ۲ یا بر سر کوئے بت گر آور

گر نقش بدیم خامہ سر کن ۳ ور سطر کجیم مسطر آور

پیراہن گل ہزار رنگ است ۴ رنگیش ہم از وفا در آور

طوفانِ چہار موجہ داری ۵ کشتی ہزار لنگر آور

گر مست بدیم بادہ کم دہ ۶ ور سست شدیم ساغر آور

غزل ۱۶/۱

بحر:۔ ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف۔ ارکان مفعول مفاعلن فعولن دوبار۔

شعر کا دوسرا مصرعہ مفعول (اخرم) فاعلن (اشتر) فعولن (محذوف) کے وزن پر ہے اس قسم کا تغیر کر لینا بحر میں جائز ہے۔

تقطیع:۔ یکبار / مفعول — درِ وفا / مفاعلن — برآور / فعولن — ایں مہر / مفعول — قدیم را / مفاعلن — سر آور / فعولن

۱۔ ترجمہ:۔ (اے محبوب کم از کم) ایک دفعہ تو وفا کا موتی نکال (کر دکھاوے اور) اس محبت قدیم کی ابتدا کر . . . . . (یعنی وفا کر، اسی سے محبت کی تکمیل ہوتی ہے)

۲۔ ترجمہ: (اے ہادی برحق!) یا ہمیں صدق و صفا کے کعبے کا محرم اسرار بنا دے یا (صاف طور سے) بتگر کے کوچے میں پہنچا دے (باقی یہ کیفیت کہ نہ ادھر اور نہ اُدھر، اس سے نجات دیدے)

۳۔ ترجمہ:۔ اگر ہم بھونڈی لکھائی (کی طرح) ہیں تو قلم کی نوک ٹھیک کر (یعنی قط لگا) اور اگر ہم ٹیڑھی سطر (کی طرح) ہیں تو مسطر (سطر کش) لا (اور سیدھا کردے بہر حال ہماری درستی حال تیرے قبضۂ اختیار میں ہے)

۴۔ ترجمہ:۔ گل کا لباس ہزاروں رنگ والا ہے۔ ایک رنگ وفا کا بھی اس میں پیدا کردے (تاکہ بلبل کا گل سے شکوہ بے وفائی جاتا رہے۔)

۵۔ تشریح:۔ "چہار موجہ" بھنور۔ گرداب

ترجمہ:۔ تو (اپنے دریائے عشق میں) گرداب (بلا) والا طوفان بپا کئے ہوئے ہے تو (دل عاشق کی) کشتی بھی (صبر و ثبات کے) ہزاروں لنگر والی بنا (تاکہ اس طوفان سے سلامتی سے ساحل مقصود تک رسائی ہو سکے

میری قسمت میں غم اگر اتنا تھا دل بھی یارب کئی دئے ہوتے)

۶۔ ترجمہ:۔ اگر ہم بدمست (کم حوصلہ مے نوش) ہیں تو شراب (جلوہ) کم دے (تاکہ کیفیت جذب پیدا نہ ہو) اور اگر مبتلائے خمار ہیں تو شراب (وصال) عطا فرما (تاکہ تکلیف خمار سے نجات ملے یعنی ہمیں بدمست یا مست چالاک بنانا تیرے قبضہ میں ہے۔ اب جیسی تیری مرضی ہو ویسا کر پھر ہم پر الزام نہ آئے)

ور از شر و شور ما بہ تنگی ۷ برچین بساط و بستر آور

اے ہادی کعبۂ نظیری ۸ مومن بردیش کافر آور

۹ امروز برنگ دیگرش بر

فرداش برنگ دیگر آور

تعظیم پیام دل آگاہ نگہدار ۱/۱۷ پیغام دل خویش زافواہ نگہدار

تا دامن گل پردۂ گلزار دریدہ است ۲ اے شاخ گیا رشتہ کوتاہ نگہدار

برمن کہ حریفان صبوحی بخروشند ۳ تو قہقہۂ گل را بسحر گاہ نگہدار

۷۔ ترجمہ :۔ اور اگر تو ہمارے شور و شر سے اثر ناگوار لیتا ہی تو مجلس برخاست کر اور بستر (راحت) بچھا دے (یعنی اس سلسلۂ عشق کو ختم کر تاکہ ہم بھی مطمئن ہو جائیں اور تو بھی ہمارے شور و شر سے چھٹی پائے)

۸۔ ترجمہ :۔ اے کہ تو کعبہ (حقیقت) کا رہنما ہے (دیکھ!) نظیری کو تو مومن (با یمان ظاہر) لے گیا تھا تو (اب) اسکو کافر (عشق) بنا کر واپس لانا (تاکہ تیرا لے جانا اور اسکا جانا نتیجہ خیز بھی ہو ورنہ یہ ساری محنت فضول جائے گی)

۹۔ ترجمہ :۔ (یعنی) آج اسکو دوسرے رنگ میں لے جا اور کل کو اسے دوسرے رنگ میں واپس کر (یعنی اسکی حالت کو ظاہر سے باطن کی طرف منقلب کر دے ، یہ شعر مقطع کا خلاصہ ہے اسلئے داخل مقطع ہے)

غزل ۱۷۱

بحر :۔ ہزج اخرب مکفوف مقصور ۔ ارکان و تقطیع : مثل ۱۶۸ (ردیف دال) رکن آخر مقصور بروزن مفاعیل

۱۔ ترجمہ :۔ دل آشنا کے پیغام کی عظمت ملحوظ رکھ ، اور اپنے دل کے پیام کو (لوگوں کے) مونہوں (میں پڑنے) سے بچا ۔ (یعنی دل آگاہ عارف جو پیام شوق بھیج رہا ہے ۔ اس پر التفات بھی فرما اور اس کا جواب دل آمیز بھی اس طرح دے کہ دوسروں کو خبر نہ ہو ۔)

۲۔ تشریح :۔ "تا" حرف تنبیہ بھی بن سکتا ہے اور ظرفتہ بھی ۔ "دریدہ" اسم مفعول بھی ہو سکتا ہو اور فعل ماضی بھی ۔ پہلی صورت میں دامن گل اور پردہ گلزار کے درمیان حرف عطف محذوف ہوگا اور دوسری صورت میں دامن گل فاعل اور پردہ گلزار مفعول ۔

۳۔ ترجمہ :۔ ہاں دیکھ !! (یا جبتک کہ) پھول کا دامن اور گلزار کا پردہ چاک ہو (یا دامن گل نے چاک ہو کر گلشن کی پردہ دری کر دی ہے اس وقت تک تو) اے گھانس کی شاخ (دُوب کی سوت) تو (اپنے اس) چھوٹے سے دھاگے کو اٹھا رکھ (یعنی اس کی رفوگری تیرے بس کی نہیں ۔ استعارات کو اٹھا کر مطلب یہ ہے (کہ ہمارا زخم دل واعظ و چارہ گر کی پند و نصیحت اور تدبیر سست بنیاد سے مندمل نہیں ہو سکتا)

شد عشق کہ از منزل جاناں خبر آرد ۴ اے عقل تو بنشیں ...

مجلس بمراد است و محبت بتقاضا ۵ از صدر گرانے بر و در گاہ ...

عاشق ز کجا و سخن صبر و جدائی ۶ یارب تو ازیں تہمت ناگاہ نگہدار

باخجلت جرم از در عجز و رہ زاری ۷ چوں آمدہ ام خواہ بکش خواہ نگہدار

زندان وطن بہ کہ گلستان غریبی ۸ از مصر بکنعان بر و در چاہ نگہدار

۹ خواہی کہ بتو بیش شود شوق نظیری

از بیش خودش گاہ بران گاہ نگہدار

۴۔ ترجمہ :۔ میرے (حال بدمستی و چاک دامانی) پر (یہ) جام صبوحی کے ندیم خفا ہو رہے ہیں (اسمیں میری کیا خطا؟) تو پھول کی ہنسی کو صبح کے وقت روک (یعنی میری بدمستی تو تیرے ظہور جلوہ کی پیدا دار ہے اگر تجھے اور تیرے بادہ پیماؤں کو منظور نہیں تو مجھ پر خفا ہونے کی بجائے اپنے آپ کو جلوہ نمائی سے روک لے ۔)

۵۔ ترجمہ :۔ عشق گیا ہے تاکہ مقام دوست کا پتہ لگا لائے (پس) اے عقل تو (اپنی جگہ) بیٹھ اور راستہ کی طرف تاکتی رہ (یعنی منزل جاناں کا پتہ چلانا عقل کے بس کا کام نہیں ہے ۔ اسکی خبر تو عشق ہی لا سکتا ہے ۔

۶۔ ترجمہ :۔ مجلس بامراد ہے (یعنی دوست رونق محفل ہے) اور محبت (قرب کی) متقاضی (تو ادھر سے صدا آتی ہی کہ) مسند صدارت سے پرے ہٹ اور دروازہ پر بیٹھ (کہ ایک خاک نژند کا نور مطلق سے مل کر بیٹھنا بے ادبی و گستاخی ہی)

۷۔ ترجمہ :۔ عاشق کہاں اور ہجر اور (پھر اس پر) صبر کی بات کہاں (دونوں میں کوئی جوڑ ہی نہیں جو یہ الزام ہمارے سر تھوپا جا سکے) اے خدا (اس) بے سان گمان لگنے والی تہمت سے بچائیو ۔

۸۔ ترجمہ :۔ اپنی خطا پر شرمندگی کے ساتھ ازراہ تضرع و زاری جب میں آچکا ہوں (تو اب واپس ہرگز نہ ہوں گا باقی یہ تیری مرضی) خواہ مار خواہ چھوڑ ۔

۹۔ تشریح :۔ "کہ" بمعنی از ہے ۔ زندان ، مصر ، کنعان اور چاہ کے الفاظ میں ایک قصے سے متعلق ہونے کی وجہ سے صنعت مراعات النظیر اور قصہ یوسف علیہ السلام کی طرف تلمیح پائی جاتی ہی ۔

ترجمہ :۔ وطن کا قید خانہ بے وطنی کے چمن سے بہتر ہے (لہذا) مصر سے مجھے کنعاں میں لے جا اور (چاہے) کنویں میں ڈالے رکھ (یعنی ہستی و خودی سے کہ دار غربت ہی نجات دیکر عالم نیستی و بے خودی میں کہ وطن اصلی ہی پہنچا دے خواہ بے خبری و حیرت کے کنوئیں میں کیوں نہ رہنا پڑے ۔

۱۱۔ ترجمہ (اے دوست!) اگر تو (یہی) چاہتا ہے کہ نظیری کا اشتیاق تیرے ساتھ اور زیادہ ہو تو اپنے سامنے سے کبھی اسکو ہٹا (اور کبھی ٹھہرا) تا رہ (تاکہ برابر مہجور و دور رہنے کی وجہ سے مایوس بھی نہ ہو اور برابر تیرے جلووں کے سامنے ہونے کی وجہ سے اکتائے اور بے قدری بھی نہ کرے ۔)

امروز کار و بار جہاں را خراب گیر ۱۷/۱ فردا کہ شنبہ است شگوں از شراب گیر

دریاب سرخوشانِ چمن را بہر صبوح ۲ شبنم بروے بستر و نرگس بخواب گیر

از سرو سر فراختہ صوت حزیں شنو ۳ وز شاخ بر فروختہ مرغ کباب گیر

جز مہر دلبری کہ قوام حیات ازوست ۴ تن را نمود دال و رواں را سراب گیر

ہر وقت بد کہ روے دہد آب سیل داں ۵ ہر نقش خوش کہ جلوہ کند موج آب گیر

اشعار خوش بگو و جلی بر ورق نگار ۶ الفاظ زیبا رو شکر در گلاب گیر

خواہی ز کشف خلوتیاں باخبر شوی ۷ جام شراب درکش و ظرف نقاب گیر

خواہ از طریق میکدہ خواہ از رہ حرم ۸ از ہر جہت کہ شاد شوی فتح باب گیر

غزل ۱۸

بحر :۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور۔ ارکان و تقطیع :۔ مثل ۱۷ ردلیف وال رکن آخر مقصور بروزن فاعلات۔

۱۔ ترجمہ :۔ (اے ندیم!) آج جمعہ کے دن) دنیا کے کاروبار کو (میخانہ کے بند ہونیکی وجہ سے) سمجھلے کہ تباہ ہے (مگر) کل کو شنبہ (آ رہا) ہے تو (جمعہ سے ہی) شراب کا شگون نکال لے۔ توضیح :۔ جمعہ کو بنظر احترام حکماً میخانے بند رکھے جاتے تھے اسکے پیش نظر کہتا ہے کہ مانا کہ آج شراب نہ ملنے سے مستوں کی نظر میں عالم تباہ رہیگا مگر جمعہ کو مقدمہ شنبہ سمجھکر شراب کا شگون لینے سے کسنے روکا ہے)

۲۔ ترجمہ :۔ ہر صبح کو مستانِ چمن کو جا (یعنی ان میں شامل ہو جا اور موقعہ غنیمت سمجھ) بستر (سبزہ) پر پڑی ہوئی شبنم اور نیند میں مصروف نرگس کو جا پکڑ (یعنی چمن اور اسکی رنگینیوں کو دیکھ کر قدرت کی نیرنگیوں کا تماشا کر)

۳۔ ترجمہ :۔ سر بلند سروے دفاختہ کی) درد ناک آواز یں سن اور (آتش گل میں) دہکتی ہوئی شاخ سے (مثل) کباب سوختہ بلبل کو دیکھ (یعنی تماشا کر کہ جلوۂ قدرت نے مختلف شکلوں میں ظاہر ہو کر کس طرح طالبین کو آتش شوق میں جلا اور محو نالہ و فریاد بنا رکھا ہے)

۴۔ ترجمہ :۔ اس دلربا کی التفات و مہر کے بغیر کہ جس سے زندگی (عاشق) کا نظام قائم ہے۔ بدن کو ایک نمود (بے بود) جانو اور روح کو سراب (بے حقیقت) مانو

۵۔ ترجمہ :۔ جو بھی برا وقت آئے اُسے سیلاب کا پانی سمجھو (کہ ادھر آیا اور ادھر نکل گیا) اور جو اچھا نقش (کامیابی و بامرادی) جلوہ گر ہو اُسے پانی کی موج (یا تالاب کی موج) جانو کہ ادھر اٹھی اُدھر ناپید ہوئی)

۶۔ ترجمہ :۔ اچھے اچھے شعر کہہ اور روشن خط میں صفحہ بیاض پر لکھ، تر و تازہ الفاظ لا اور گلاب میں قند (کی طرح) ملا دے (یعنی خوشگوار ترکیبیں باندھ)

۷۔ ترجمہ :۔ اگر تو خلوت نشینوں کے (احوال) کشف و شہود سے واقف ہونا چاہتا ہے تو شراب (عرفاں) کا جام چڑھا جا اور نقاب (دوست) کا کنارہ پلٹ دے (یعنی حجاب کثرت کو دور کر کے چہرۂ وحدت کا جلوہ دیکھ)

۸۔ ترجمہ :۔ بقلب مصرعین۔ جس راہ سے بھی تو خوش ہو دروازہ کھولنا شروع کر خواہ میکدہ کی راہ سے اور خواہ حرم کی (یعنی اسکی طلب میں جس راہ سے بھی نکلو گے اس تک پہنچ جاؤ گے کیونکہ اس نے خود ہی کہدیا ہے کہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ۔

ہر ذرہ را بقدر طلب نور دادہ اند ۹ در کار خویش شپرہ را آفتاب گیر

۱۰۔ فردا دگر بدوست نظیری حساب نیست

امروز ہر سوال کہ داری جواب گیر

غم گرد فراق دید از دور ۱۹/۱ آویخت دگر بجان رنجور

از عشرت ناقص زمانہ ۲ کوتاہ امل ترم ز مخمور

زخسارہ خوشدلی نہ بینم ۳ دل شد ز فراق چشم بے نور

تقصیر شد بگریہ پنہاں ۴ در آب نشد دفینہ مستور

زخم جگرم کہ میزنم جوش ۵ کانِ نمکی کہ مے کنی شور

کو نہ نشود بجا مشی حرف ۶ مرہم چہ کند بزخم ناسور

۹۔ (کارکنانِ ازل نے) ہر ذرہ کو (اُسکے جذبہ) طلب کے مطابق نور عطا کیا ہے (پس) (چمگادڑ کو بھی) (اپنی کاربراری میں) آفتاب (کے برابر) سمجھو

۱۰۔ او نظیری! کل کو پھر دوست کے ساتھ کوئی حساب و کتاب نہ ہوگا۔ بس آج جو تیرا سوال ہے (کرلے اور اسکا) جواب لے لے (جو مانگو گے اور جیسا عمل کرو گے اسکا پھل ابھی مل جائیگا۔ سب یہیں ہاتھ کے ہاتھ ہو جائیگا محققین کے نزدیک خود اعمال ہی جزائے اعمال ہیں جو اپنی اچھی یا بری صورتوں میں قیامت کے دن ظاہر ہو کر کرنے والے کیلئے باعث راحت یا الم ہونگے اس جو کچھ ہونے والا ہے وہ ابھی ہو رہا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ اسوقت پردۂ غفلت پڑا ہوا ہے نظر نہیں آتا یہی حشر کے دن نظر آنے لگے گا)

غزل ۱۹

بحر :۔ ہزج مسدس اخرب مقبوض مقصور۔ ارکان مفعول مفاعلن مفاعیل دو بار اسمیں رکن اول کو اخرم اور ثانی اشتر لانا بھی درست ہے۔ عروض کبھی مقصور اور کبھی محذوف آئی ہے۔

تقطیع :۔

غم گرد	فراق دی	داز دور	آویخ	دگر بجا	ن رنجور
مفعول	مفاعلن	مفاعیل	مفعول	مفاعلن	مفاعیل

۱۔ ترجمہ :۔ غم نے دور سے فراق کا ماحول دیکھا، اور پھر (عاشق) رنجور کی جان سے آلپٹا۔ (شعر صاف ہے)

۲۔ ترجمہ :۔ زمانہ کے ناقص عیش و عشرت کی وجہ سے میں مبتلائے خمار شخص سے بھی کم امیدیں رکھنے والا ہوں (یعنی مخمور کو شراب صاف ملنے کی امید ہو سکتی ہے اور مجھے زمانہ سے عیش خالص کی امید نہیں)

۳۔ ترجمہ بقلب مصرعین :۔ آنکھوں کی جدائی سے دل ایسا نور سے محروم ہوا ہے کہ خوشی کا چہرہ ہی مجھے نظر نہیں آتا (فراق چشم سے مراد دوست کا نظروں سے غائب ہو جانا ہی پھر یہی فراق دل کا بن جاتا ہے)

۴۔ ترجمہ :۔ ہماری خطائیں (چادر) اشک میں نہ چھپ سکیں (یعنی) دفینہ پانی میں پوشیدہ نہ ہو سکا گریہ و زاری کے عفو خطا میں بے اثر رہنے کو پانی میں خزانہ کے مستور نہ ہو سکنے سے تعبیر کیا ہے۔ تمثیل قابل داد ہے)

۵۔ ترجمہ :۔ میں (مثل) زخم جگر ہوں کہ جوش زن ہوں اور تو (مثل) کان نمک ہو کہ اپنے حسن کا) شور برپا کر رہا ہے (یعنی حسن ملیح اور اس کی شورش ہی ہمارے زخم اور درد کی افزائش کا سبب ہے)

۶۔ ترجمہ :۔ خاموشی (اختیار کرنے) سے بھی قصۂ درد و نالہ ختم نہیں ہوتا دیکھ ہی زخم ناسور پر مرہم کیا (اثر) کر سکتا ہے (یعنی ہم نے زخم دل پر مرہم خاموشی لگا دیکھا کہ نہ نالہ کیا اور نہ فریاد مگر سے زخم گردب گیا لہو نہ تھما + کام گر رک گیا روانہ ہوا ۔، والا مضمون رہا کیونکہ وہی آہیں پھر آنسو بن کر ٹپکنے لگی ہیں)

آنجاکہ شراب شوق دادند ۷ تہ جرعۂ زمن گرفت منصور
بوئے زنشاط ماندارد ۸ آب وگل صد ہزار فغفور
مشکل حالے وطرفہ کارے ۹ خود شاہد وخود نشستہ مہجور
کار تو ہمہ بدل موافق ۱۰ از نیکوئی تو چشم بدور
۱۱ زود از تو شود غنی نظیری
درویش یکے و شہر معمور

دو چار ہر کہ شوی جز سراغ یار مگیر ۲۰/۱ سپند بر سر آتش شود قرار مگیر
چو وعدہ در رسد او خود بیاد خواہد داد ۲ بذوق خویش سر راہ انتظار مگیر

۷۔ ترجمہ:۔ وہاں (مے خانہ ازل میں) جو شراب شوق (خماران ہوشربانے) پلائی تھی (اسی میں سے) ایک تلی کا گھونٹ مجھ سے منصور نے حاصل کرلیا (اب اس سے اندازہ کرلو کہ جب تلچھٹ کی برداشت منصور جیسے سے نہ ہو سکی تو اس شراب صاف کی تیزی کسقدر ہوگی کہ خمہا ازاں می نوشیم و آروغ نمی کشیم)

۸۔ ترجمہ بقلب مصرعین:۔ لاکھوں فغفوران چین کا خمیر آب وگل ہمارے نشاط وعیش کی بو نہیں رکھتا (یعنی بوئے فقر خلعت شاہی میں کہاں پیدا ہو سکتی ہے)

۹۔ ترجمہ:۔ بڑی دشوار حالت اور بڑا عجیب دھندا ہے کہ خود ہی معشوق ہے اور خود ہی (عاشق) مہجور بنا بیٹھا ہے (شعر میں بیان وحدت الوجود ہے)

۱۰۔ ترجمہ:۔ (اے دوست) تیرے سارے کام (خواہ وفا ہو خواہ جفا ہے) دل کے موافق ہیں تیری نکو کاریوں سے خدا کرے نظر بد دور رہے (خوش ماہی)

۱۱۔ ترجمہ:۔ نظیری بڑی جلدی توانگر بن جائیگا اس لئے کہ فقیر (وسائل) ایک ہے اور شہر بسا ہوا (یعنی جلوہائے حسن قدیم بیکراں ہیں اور طالب ایک ہے سب سے تھوڑا تھوڑا حاصل کرے گا تب بہت کرلے گا)

غزل نمبر ۲۰

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون مقصور۔ ارکان تقطیع: مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلات (ردیف دال) رکن آخر مقصور بلا تشعیب بروزن فعلات

۱۔ ترجمہ:۔ جو کوئی بھی تیرے سامنے آئے (اس سے اپنے) دوست کے کھوج کے سوا اور کچھ نہ حاصل کر (یوں) ہرگز کا سپند (کالا دانہ) بن کر اگر ٹھہر نہیں (یعنی دنیا کی ہر ہر شے کو بنظر عبرت دیکھو اور اس سے اپنے رب کو پہچانو خود دنیا کی چیزوں میں پھنس کر نہ رہ جاؤ)

۲۔ ترجمہ:۔ جب (دوست کا وقت) وعدہ آپہنچے گا وہ خود یاد دلائے گا (محض) اپنے مزہ کے لئے راہ انتظار پر مت بیٹھو (وقت وعدہ یہی ہے کہ جب جذبۂ طلب صادق اور بے لوث پیدا کرلو گے تو وہ مل جائیگا اس سے پہلے انتظار میں سر کھپانا بیکار ہے)

ز آب ودانہ ہمہ وحشیاں برآمدہ اند ۳ ہر شکار نداری پئے شکار مگیر
تو آں درخت نہ کز تو برتواں خوردن ۴ پئے نظارہ خوشی گل فشان و بار مگیر
حقوق صحبت او نکتہ ایست کم مشمار ۵ وفائے دوست متاع خوسے ست خوار مگیر
چو لالہ سوختہ دل یا چو سرو فارغ باش ۶ ہزار رنگ مشو طور نوبہار مگیر
۷ شراب غیر نظیری خمار می آرد
قدح ز ساقی بیگانہ زینہار مگیر

۳۔ ترجمہ:۔ (مشاہدہ ہے کہ) آب ودانہ کے ذریعہ تمام وحشت خوردہ (شکار جھاڑیوں سے) باہر نکل آئے ہیں، (تو اگر) تو شکار کا ارادہ نہیں رکھتا تو شکار کا پیچھا بھی نہ کر (یعنی اگر تم اس جلوۂ حقیقت کو جو بیکی چشم وہم وقیاس سے رم خوردہ ہے رام کرنا چاہتے ہو تو سنو کہ دل صافی اور اشکہائے محبت آب ودانہ ہیں، یہ فراہم کرو اور اسے پکڑ لو ورنہ اسکے شکار کا خیال ہی چھوڑ دو)

۴۔ ترجمہ:۔ (اے دوست) تو وہ درخت نہیں ہے کہ تجھ سے پھل کھایا جاسکے، (تو تو دبس) دیکھنے کے لئے اچھا ہے بس پھول گرا تارہ اور پھل نہ بیٹھنے دے (یعنی تیرے نظارہ سے لطف اندوز ہوتے رہنا بھی ہمارے لئے بہت ہے۔ شعر میں محبت آمیز طنز کا پہلو بھی پایا جاتا ہے)

۵۔ ترجمہ:۔ اس کی ہمنشینی کے حقوق (کا حصول اور ان کی ادائیگی تصوف کا) ایک بہت بڑا نکتہ ہے۔ اسے معمولی نہ سمجھو۔ اور دوست کی وفاداری یا دوست کے ساتھ وفاداری بڑی عجیب دولت ہے۔ اسے حقیر نہ جانو۔ توضیح:۔ یعنی محبوب قدیم کے حقوق ہم نشینی کیا ہیں کیونکر انکا حصول ہو اور کس طرح ان کو ادا کیا جائے اور اس کے ساتھ عشق میں وفا پر قائم رہنا تاکہ وہ بھی مہر ووفا پر آمادہ ہو۔ یہ سب عشق ومحبت حقیقی کے اہم ابواب اور خلاصہ علم طریقت وحقیقت ہیں

۶۔ ترجمہ:۔ (اسکی طلب میں) لالہ کی طرح دل جلا بن جا یا سرو کی طرح بالکل آزاد رہ (باقی) ہزار قسم کے رنگ اختیار کرنے والا نہ بن اور بہار تازہ کے ڈھنگ پر نہ چل۔ توضیح:۔ یعنی عشق میں دو رنگی نہیں چلتی۔ اگر عشق اختیار کرتے ہو تو اس آگ میں بے دھڑک کود جاؤ ورنہ بالکل الگ رہو۔

۷۔ ترجمہ:۔ اے نظیری! غیر (کے ہاتھ) کی شراب (بجائے مستی کے) خمار لاتی ہے (دیکھو!) پیالہ بیگانہ ساقی (کے ہاتھ) سے ہرگز نہ لینا! توضیح:۔ یعنی خدا کے سوا سب کو بیگانہ سمجھو۔ ان سے عیش خالص ومستدام حاصل نہیں ہو سکتا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ کیف دائم اور سرور قائم حاصل کرو تو بیگانوں کو چھوڑ کر اس ساقئ یگانہ سے اپنی تشنگی کا اظہار کرو جو سب کی پیاس بجھانے والا ہے اور جس کے پاس سب کچھ ہے غیر کے پاس کچھ ہے اور نہ وہ کچھ دے سکتا ہے۔ اے اللہ! ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلا اور اپنا محتاج رکھ محتاج غیر نہ بنا آمین ع این دعا از من از جملہ شما آمین باد

شکر

الحمدللہ والمنۃ کہ جلد دوم کی تسوید سے آج بتاریخ ۱۴ رجب المرجب ۱۳۶۴ھ یوم دوشنبہ فراغت پائی السعی منی والاتمام من اللہ میں اپنی سی کوشش کر چکا۔ اب درگاہِ رب الارباب میں ملتجی ہوں کہ وہ میری اس کوشش کو شرف قبول عطا فرمائے اور طالبین کے لئے اس کو ایک متاع سودمند بنادے آمین یارب العالمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہٖ محمد و علیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

۲۵ جون ۱۹۴۵ء

محبوب الٰہی
اورنٹیل کالج فتحپوری دہلی